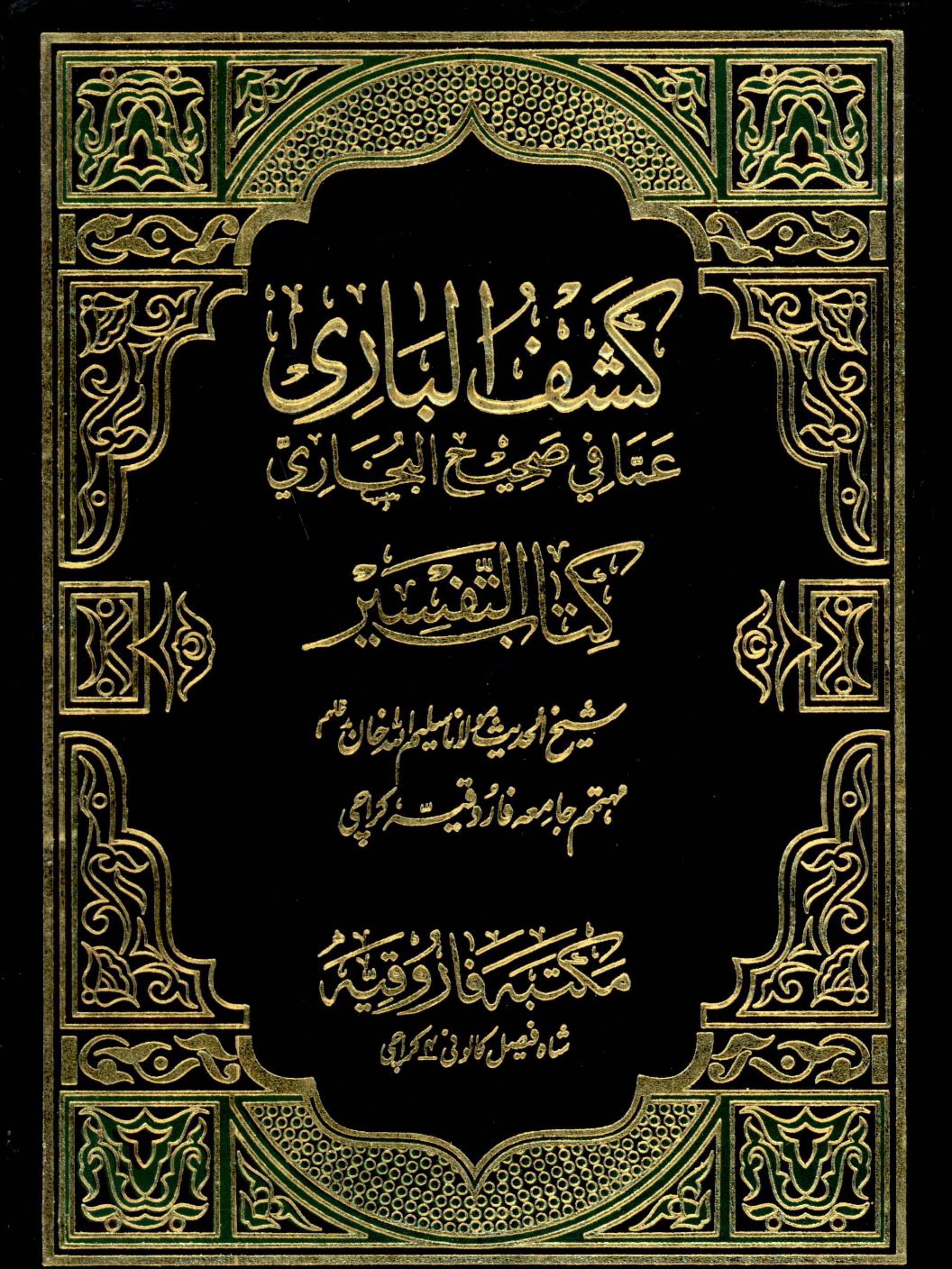

كشف الباري
عما في صحيح البخاري
كتاب التفسير
شيخ الحديث مولانا سليم الله خان مدظلهم
مهتمم جامعه فاروقيه كراچي
مكتبة فاروقية
شاه فيصل كالونى ۴ كراچي

تاثرات

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث، جامعہ دارالعلوم، کراچی

''کشف الباری عما فی صحیح البخاری'' اردو زبان میں صحیح بخاری شریف کی عظیم الشان اردو شرح ہے جو شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم کی نصف صدی کے تدریسی افادات اور مطالعہ کا نچوڑ وثمرہ ہے، یہ شرح ابھی تدوین کے مرحلے میں ہے۔ ''کشف الباری'' عوام وخواص، علما وطلبہ ہر طبقے میں الحمدللہ یکساں مقبول ہو رہی ہے، ملک کی ممتاز دینی درس گاہ دارالعلوم کراچی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی مدظلہم نے ''کشف الباری'' سے والہانہ انداز میں اپنے استفادے کا ذکر کرتے ہوئے کتاب کے متعلق اپنے تاثرات قلمبند فرمائے ہیں، ذیل میں ان دونوں علماء کے یہ تاثرات شائع کیے جا رہے ہیں۔

کشف الباری
صحیح بخاری کی اردو میں ایک عظیم الشان شرح

احقر کو بفضلہ تعالیٰ اپنے استاذ معظم شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب (أطال اللہ بقاءہ بالعافیۃ) سے تلمذ کا شرف پچھلے 43 سال سے حاصل ہے، ان میں سے ابتدائی تین سال تو باقاعدہ اور باضابطہ تلمذ کا موقع ملا، جس میں احقر نے درس نظامی کی متعدد اہم ترین کتابیں حضرت سے پڑھیں، جن میں ہدایہ آخرین، میبذی اور دورۂ حدیث کے سال جامع ترمذی شامل ہیں، پھر اس کے بعد بھی الحمدللہ استفادہ کا سلسلہ کسی نہ کسی جہت سے قائم رہا۔ حضرت کا دلنشین اندازِ تدریس ہم سب ساتھیوں کے درمیان یکساں طور پر مقبول اور محبوب تھا اور اس کی خصوصیت یہ تھی کہ مشکل سے مشکل مباحث حضرت کی سلجھی ہوئی تقریر کے ذریعے پانی ہو جاتے تھے، خاص طور سے جامع ترمذی کے درس میں یہ بات نمایاں طور پر نظر آئی کہ شروحِ حدیث کے وہ مباحث جو مختلف کتابوں میں غیر مرتب انداز میں پھیلے ہوئے ہوتے، وہ حضرت کے درس میں نہایت انضباط کے ساتھ اس طرح مرتب ہو جاتے کہ ان کا سمجھنا اور یاد رکھنا ہم جیسے طالب علموں کے لیے نہایت آسان ہوتا۔ دراس طرح حضرت نے ایک کتاب اور اس کے موضوعات ہی نہیں پڑھائے، بلکہ اس بات کی تعلیم بھی دی کہ بکھرے ہوئے مباحث کو کس طرح سمیٹا جائے اور انہیں فہم سے قریب کرنے کے لیے کیا انداز اختیار کیا جائے۔ حضرت کے اس اندازِ تدریس کا یہ احسان میرے علاوہ ان تمام طلبہ کے لیے ناقابل فراموش ہے جنہیں حضرت سے پڑھنے کے بعد کسی علمی خدمت کا موقع ملا۔

حضرت نے اپنے علمی مقام اور اپنے وسیع افادات کو ہمیشہ اپنی اس متواضع، سادہ اور بے تکلف زندگی کے پردے میں چھپائے رکھا جس کا مشاہدہ ہر شخص آج بھی ان سے ملاقات کر کے کر سکتا ہے۔

لیکن پچھلے دنوں حضرت کے بعض تلامذہ نے آپ کی تقریر بخاری کو ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے مرتب کر کے شائع کرنے کا ارادہ کیا اور اب بفضلہ تعالیٰ ''کشف الباری'' کے نام سے منظر عام پر آ چکی ہیں۔

جب پہلی بار ''کشف الباری'' کا ایک نسخہ میرے سامنے آیا تو حضرت سے پڑھنے کے زمانے کی جو خوشگوار یادیں ذہن پر مرتسم تھیں، انہوں نے طبعی طور پر کتاب کی طرف اشتیاق پیدا کیا۔ لیکن آج کل مجھ ناکارہ کو گوناگوں مصروفیات اور اسفار کے جس غیر متناہی سلسلے نے جکڑا ہوا ہے اس میں مجھے اپنے آپ سے یہ امید نہ تھی کہ میں ان ضخیم جلدوں سے پورا پورا استفادہ کر سکوں گا، یوں بھی اردو زبان میں اکابر سے لے کر اصاغر تک بہت سے حضرات اساتذہ کی تقاریر بخاری معروف ومتداول ہیں اور ان سب کو بیک وقت مطالعے میں رکھنا مشکل ہوتا ہے۔

لیکن جب میں نے ''کشف الباری'' کی پہلی جلد سرسری مطالعے کی نیت سے اٹھائی تو اس نے مجھے خود مستقل طور پر اپنا قاری بنالیا۔ اپنے درس بخاری کے دوران جب میں ''فتح الباری، عمدۃ القاری، شرح ابن بطال، فیض الباری، لامع الدراری اور فضل الباری کا مطالعہ کرنے کے بعد ''کشف الباری'' کا مطالعہ کرتا تو ظاہر ہوتا کہ اس کتاب میں مذکورہ تمام کتابوں کے اہم مباحث دلنشین تفہیم کے ساتھ اس طرح یک جا ہو گئے ہیں جیسے ان کتابوں کا لب لباب اس میں سمٹ آیا ہو۔ اور اس کے علاوہ بھی بہت سے مسائل اور مباحث اس پر مستزاد ہیں۔ اس طرح مجھے بفضلہ تعالیٰ ''کشف الباری'' کی ابتدائی دو جلدوں کا تقریباً بالاستیعاب مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا اور کتاب المغازی والی جلد کے بیشتر حصے سے استفادہ نصیب ہوا اور اگر میں یہ کہوں تو شاید یہ مبالغہ نہیں ہوگا کہ اس وقت صحیح بخاری کی جتنی تقاریر اردو میں دستیاب ہیں ان میں یہ تقریر اپنی نافعیت اور جامعیت کے لحاظ سے سب پر فائق ہے۔ اور یہ صرف طلبہ ہی کے لیے نہیں، بلکہ صحیح بخاری کے اساتذہ کے لیے بھی نہایت مفید ہے۔ مباحث کے انتخاب، تطویل اور اختصار میں ہر پڑھانے والے کا مذاق جدا ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں صحیح بخاری کے طالب علم اور استاذ کے لیے تقریباً تمام ضروری مسائل کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔ پہلی دو جلدیں تقریباً 14 سو صفحات پر مشتمل ہیں۔ اور ان میں صرف کتاب الایمان مکمل ہوئی ہے۔ جب کہ شروع میں علم حدیث اور صحیح بخاری کے بارے میں نہایت مفید مقدمہ بھی شامل ہے دوسری دو جلدیں کتاب المغازی اور کتاب التفسیر پر مشتمل ہیں۔ اور ان کی ضخامت بھی قریب قریب اتنی ہی ہے۔

اس تقریر کی ترتیب اور تدوین میں مولانا نور البشر اور مولانا ابن الحسن عباسی صاحبان (فاضلین دار العلوم کراچی) نے اپنی صلاحیت اور قابلیت کا بہترین مظاہرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائیں، وفقهما الله تعالىٰ لأمثال أمثاله، دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائیں اور تقریر کے باقی ماندہ حصے بھی اسی معیار کے ساتھ مرتب ہو کر شائع ہوں۔ انشاء اللہ یہ کتاب اپنی تکمیل کے بعد اردو میں صحیح بخاری کی جامع ترین شرح ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ حضرت صاحب تقریر کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر تادیر بعافیت تامہ قائم رکھیں، ہمیں اور پوری امت کو ان کے فیوض سے مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

احقر اس لائق نہیں تھا کہ حضرتِ والا کی تقریر کے بارے میں کچھ لکھتا، لیکن تعمیل حکم میں یہ چند بے ربط اور بے ساختہ تاثرات قلمبند ہو گئے۔ حضرت صاحبِ تقریر اور اس عظیم الشان کتاب کا مرتبہ یقیناً اس سے کہیں زیادہ بلند ہے۔

☆☆☆☆

تاثرات

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی صاحب
شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی

حدیثِ رسول قرآن کریم کی شرح ہے

﴿لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلو عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة﴾.

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داری قرآن کریم کی آیات صرف پڑھ کر سنانا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ کتاب اللہ کے احکام کی تعلیم، قولی اور عملی طریقے سے دینا بھی آپ کے فرائض میں داخل تھا اور یہ ان مقاصد میں سے تھا جس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا کیونکہ علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حکمت سے مراد قرآن کریم کے علاوہ شریعت کے وہ احکام ہیں جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی خفی کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی تھی، چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب " الرسالة" میں لکھا ہے۔

"سمعت من أرضى من أهل العلم بالقرآن يقول: الحكمة سنة رسول الله ﷺ " (ص:۳۲)

''میں نے قرآن کے ان اہل علم کو جن کو میں پسند کرتا ہوں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حکمت سے مراد نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے''۔

امام شاطبی نے اپنی کتاب ''الموافقات'' (ج۴ص:۱۰) پر لکھا ہے " فكانت السنة بمنزلة التفسير والشرح لمعاني أحكام الكتاب" "یعنی سنت کتاب اللہ کے احکام کے لئے شرح کا درجہ رکھتی ہے''۔

اور امام محمد بن جریر طبری سورۂ بقرہ کی آیت " ربنا وابعث فيهم رسولا ...... "کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

"الصواب من القول عندنا في الحكمة أن العلم بأحكام الله التي لا يدرك علمها إلا ببيان الرسول صلى الله عليه وسلم، والمعرفة بها ومادل عليه في نظائره، وهو عندي مأخوذ من الحكم الذي بمعنى الفصل بين الباطل والحق۔

''ہمارے نزدیک صحیح تر بات یہ ہے کہ حکمت اللہ تعالیٰ کے احکام کے علم کا نام ہے جو صرف نبی کریم ﷺ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے......''

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "ألا إني أوتيت القرآن ومثله معه "یعنی مجھے قرآن کریم دیا گیا ہے اور اس کے مثل مزید، جس سے مراد قرآن کریم کی شرح یعنی نبی اکرم ﷺ کی قولی وفعلی احادیث مبارکہ ہی ہیں اور اسی لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو قرآن حکیم میں خطاب کر کے دین کے اس حصے کی حفاظت کا حکم فرمایا تھا...... ﴿ واذكرن مايتلى في بيوتكن من آيات الله والحكمة...... ﴾ کہ تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔

علمائے امت کے ہاں اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کے مجملات ومشکلات کی تفسیر وتشریح اور اعمالِ دینیہ کی عملی صورت نبی کریم ﷺ کے اقوال واعمال اور آپ کے احوال جانے بغیر نہیں ہوسکتی، کیونکہ آپ مرادِ الٰہی کے بیان وتفسیر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر تھے، چنانچہ ارشاد ہے: "أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ" (سورۃ النحل) ''آپ پر ہم نے یہ ذکر یعنی یادداشت نازل کی تاکہ جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے، آپ اس کو کھول کر لوگوں سے بیان کردیں''۔ چنانچہ قرآن کریم میں جتنے احکام نازل فرمائے گئے تھے، مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج، درود، دعا، جہاد، ذکر الٰہی، نکاح، طلاق، خرید وفروخت، اخلاق ومعاشرت ...... یہ سب احکام قرآن کریم میں مجملاً تھے، ان

احکام کی تفسیر وتشریح نبی اکرم ﷺ نے فرمائی، اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ "ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ....."

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث قرآن کریم سے الگ عجمی دین نہیں پیش کرتی ہیں اور نہ ہی یہ عجمی سازش ہے، بلکہ یہ قرآن کریم کے اجمال کی تفصیل ہے اور دینِ اسلام کا حصہ ہے۔

حفاظتِ حدیث، امت مسلمہ کی خصوصیت

اسی اہمیت وخصوصیت کی بناء پر اس کی حفاظت وتدوین اور تشریح کے لئے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کی کوششیں صرف ہوئی ہیں، حافظ ابن حزم ظاہریؒ نے اپنی کتاب ''الفصل'' میں لکھا ہے کہ پچھلی امتوں میں کسی کو بھی یہ توفیق نہیں ملی کہ اپنے رسول کے کلمات کو صحیح اور ثبوت کے ساتھ محفوظ کر سکے، یہ صرف اس امت کی خصوصیت ہے کہ اس کو اپنے رسول کے ایک ایک کلمے کی صحت اور اتصال کے ساتھ جمع کرنے کی توفیق ملی، مسلمانوں کے اس عظیم کارنامے کا اعتراف غیر مسلموں کو بھی ہے۔

''خطبات مدراس'' میں مولانا سید سلیمان ندوی نے ڈاکٹر اسپنگر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں نے علم حدیث کی حفاظت کے لئے اسمائے رجال کا فن ایجاد کیا، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ سے زیادہ انسانوں کے حالات محفوظ ہو گئے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے جمع ونقل کا تعلق ہے، اس کے علاوہ علمِ حدیث کے سوفنون ہیں جن کی تفصیل مصطلح الحدیث کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

تدوینِ حدیث کی ابتداء

حدیث کی جمع وترتیب اور تدوین کی تفصیل ان کتب میں دیکھی جائے جو منکرینِ حدیث اور مستشرقینِ یورپ کے جواب میں علمائے امت نے لکھی ہیں، یہاں اس کا موقع نہیں البتہ مختصراً اتنی بات سمجھ لینی چاہئے کہ احادیث مبارکہ کے لکھنے کا سلسلہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی تھا اور بعض صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی اجازت سے آپ ﷺ کی احادیث کو محفوظ وقلمبند کیا، اس کے بعد پھر تابعین اور تبع تابعین کے دور میں احادیث کی ترتیب وتدوین کے کام میں مزید ترقی ہوئی اور پہلی صدی ہجری کے اختتام اور دوسری صدی ہجری کے ابتدائی حصے میں خلیفۂ راشد وعادل حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانۂ خلافت میں سرکاری طور پر اس کے لئے اہتمام شروع ہوا اور پھر ان کے انتقال کے بعد اگرچہ اس کام کا سرکاری اہتمام تو باقی نہیں رہا لیکن علمائے امت نے اس کا بیڑا سنبھالا اور الحمدللہ آج احادیث مرتب اور منقح صورت میں جو ہمارے سامنے موجود ہیں، یہ محدثین، فقہاء اور علمائے امت کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ واقعۃً تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

صحیح بخاری شریف کا مقام

اس سلسلۂ ترتیب وتدوین کی ایک زریں کڑی امام محمد بن اسماعیل البخاری کی کتاب ''الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول ﷺ وسننہ وایامہ'' ہے، اس کتاب میں امام بخاریؒ نے وہ آٹھ اقسام جمع کردیے ہیں جو کسی کتاب کے جامع ہونے کے لئے ضروری ہیں امام بخاری نے نہ معلوم کس قدر عظیم اخلاص کے ساتھ یہ کتاب لکھی تھی جس کی بناء پر اللہ تبارک تعالیٰ نے اسے وہ عظیم مقبولیت عطا فرمائی کہ مخلوق کی کتابوں میں جس کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی، چنانچہ حافظ ابن صلاح فرماتے ہیں کہ ''اللہ کی کتاب کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم سب سے صحیح ترین کتابیں ہیں اور...... "إن كتاب البخاري أصح الكتابين صحيحا، وأكثرهما فوائد" اور امام نسائی فرماتے ہیں " أجود هذه الكتب كتاب البخاري" اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب " حجة الله البالغه "(ص:۲۹۷) میں ارشاد فرماتے ہیں:''جو شخص اس کتاب کی عظمت کا

قائل نہ ہو، وہ مبتدع ہے اور مسلمانوں کی راہ سے ہٹا ہوا ہے'' پھر قسم اٹھا کر فرماتے ہیں: ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کتاب کو جو شہرت عطا فرمائی، اس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا''۔

اس کتاب میں جو خصوصیات اور امتیازات ہیں ان کی تفصیل کو زیر نظر کتاب کے مقدمہ میں دیکھا جائے۔

شروح بخاری

ان ہی خصوصیات وامتیازات اور اہمیت ومقبولیت کی بناء پر صحیح بخاری کی تدوین وتصنیف کے بعد ہر دور کے علماء نے اس پر شروح وحواشی لکھے ہیں، شیخ الحدیث حضرت اقدس حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ نے ''لامع الدراری'' کے مقدمہ میں ایک سو سے زیادہ شروح وحواشی کا ذکر کیا ہے۔ ابھی ابھی " ابن بطال" کی شرح بخاری چھپی ہے اس کے مقدمہ میں کتاب کے محقق ابوتمیم یاسر بن ابراہیم فرماتے ہیں:

"فأضحى هذا الكتاب أصح كتاب بعد القرآن، واحتل من بين الكتب الصدارة والاهتمام، فقضى العلماء أمامه الليالي والأيام، فمنهم الشارح لما في ألفاظ متونه من المعاني والأحكام، ومنهم الشارح لمناسبات تراجم أبوابه، ومنهم المترجم لرجال اسانيده، ومنهم الباحث في شرط البخاري فيه، ومنهم المستدرك عليه أشياء لم يخرجها، ومنهم المتتبع أشياء انتقدها عليه، إلى غير ذلك من أنواع العلوم المتعلقة بالجامع الصحيح (ص: ۷ ج ۱)''

یعنی ان کتب حدیث میں جب صحیح بخاری نے صدارت کا مقام حاصل کیا تو علماء امت نے اپنی زندگیاں اور دن رات اس کتاب کی خدمت میں صرف کردیے۔ بعض لوگوں نے اس کتاب کے متون حدیث میں جو معانی واحکام ہیں ان پر کتابیں لکھیں، بعض علماء نے ابواب بخاری کی مناسبت یا اس کی اسانید کے رجال کے حالات پر اور بعض نے بخاری کی شرائط پر اور بعض نے کتاب پر استدراک وانتقاد کے سلسلے میں کتابیں لکھیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کی سب سے پہلی شرح حافظ ابوسلیمان الخطابی المتوفی ۳۸۶ھ کی ''أعلام الحدیث'' ہے، اس شرح میں صرف غریب الفاظ کی تشریح ہے۔

اس کے بعد پھر حافظ داؤدی المتوفی ۴۰۲ھ کی شرح ہے، ابن التین نے اپنی شرح بخاری میں اس کی عبارتیں نقل کی ہیں، ان کے بعد پھر علامہ ''مهلب بن احمد بن ابی صفرہ'' المتوفی ۴۳۵ھ کی شرح ہے، اسی شرح کی تلخیص شارح کے شاگرد ''ابوعبداللہ محمد بن خلف بن المرابط الاندلسی المصری المتوفی ۴۸۵ھ نے کی ہے، ان کے بعد پھر ابوالحسن علی بن خلف بن بطال القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ کی شرح ہے، یہ مہلب کے شاگرد تھے اور انھوں نے ان کی شرح سے استفادہ کیا ہے، ابن بطال کی شرح سے پہلے صرف ''خطابی'' کی شرح مطبوع ہے، اور اب ''ابن بطال'' کی شرح چھوٹے سائز کی دس جلدوں میں چھپ چکی ہے، امام نووی المتوفی ۶۷۹ھ نے بھی صرف کتاب الایمان کی شرح لکھی، اسی طرح امام شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی المتوفی ۷۸۶ھ کی شرح ''الکواکب الدراری'' شیخ جمال الدین الشافعی المتوفی ۶۷۲ھ کی ''شواهد التوضيح والتصحيح لمشكلات الجامع الصحيح'' حافظ ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ کی ''فتح الباری'' امام بدرالدین عینی المتوفی ۸۵۵ھ کی ''عمدة القاری'' علامہ جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی ''التوشیح'' امام قسطلانی کی ''ارشاد الساری'' علامہ نور الحق بن مولانا الشیخ عبدالحق محدث دھلوی المتوفی ۱۰۷۳ھ کی ''تیسیر القاری'' شیخ الاسلام بن محب اللہ البخاری کی شرح جو تیسیر القاری کے حاشیہ پر ہے، حافظ درازپشاوری کا حاشیہ بھی ''تیسیر القاری'' کے حاشیہ پر چھپا ہے، علامہ ابوالحسن نورالدین محمد بن عبدالھادی سندھی کا حاشیہ ...... یہ تمام صحیح بخاری کے مشہور اور مطبوع شروح وحواشی ہیں۔

ہندوستان میں علم حدیث کی خدمات کا مختصر جائزہ

ہندوستان میں جب علم حدیث کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کے بعد حدیث کی خدمت کے سلسلے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اوران کے گھرانے کی گراں قدر خدمات ہیں، حضرت شیخ نے خود مشکوۃ المصابیح پر عربی اور فارسی میں شروح لکھیں اوران کے صاحبزادے نے صحیح بخاری پر شرح لکھی پھران کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اوران کے خاندان کی خدمات بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

صحیح بخاری کے ابواب وتراجم پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا رسالہ صحیح بخاری کی ابتدا میں مطبوع اور متداول ہے پھران کے بعد حدیث کی تدریس وتشریح کے سلسلے میں علماء دیوبند کا دور آتا ہے جن میں نمایاں خدمت حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری کا حاشیہ بخاری ہے، جس کی تکمیل حضرت قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے کی، نیز حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری نے صحاح کی اکثر کتب پر حواشی لکھے اوراحادیث کی کتب اہتمام صحت کے ساتھ چھپوائیں۔

پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نوراللہ مرقدہ کی خدمات، تدریسِ حدیث اوران کے لائق تلامذہ کی وہ تقاریر بھی خدمتِ حدیث کی سنہری کڑیاں ہیں جن میں صحیح بخاری پر ''لامع الدراری'' اورسنن ترمذی پر ''الکوکب الدری'' جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے قیمتی حواشی کے ساتھ چھپ چکی ہیں، سنن ابن ماجہ پر حضرت شیخ الہند کے استاذ ملا محمودؒ کا حاشیہ اورسنن ابی داؤد پر حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا فخرالحسن گنگوہی کے حواشی، سنن ترمذی اورسنن النسائی پر حضرت مولانا اشفاق الرحمان کاندھلویؒ کے حواشی اور ابوداؤد پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی بے مثال شرح ''بذل المجہود'' سنن ترمذی اورسنن ابی داؤد پر حضرت شیخ الہند کی تقاریر، صحیح بخاری اورسنن ابی داؤد پر حضرت امام العصر علامہ انور شاہ کاشمیری کی تقاریر، سنن ترمذی پر علامہ انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام حضرت مدنی کی تقاریر، صحیح مسلم پر حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی لاجواب شرح، اسی طرح سنن ترمذی پر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے مختصر نکات، صحیح بخاری پر حضرت عثمانی کی تقریر اور حضرت شیخ الحدیث کی تقریر اور '' الابواب والتراجم'' موطا امام مالکؒ پر ان کی شرح ''اوجز المسالک'' موجودہ زمانے میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی ''تکملة فتح الملهم'' اور درس ترمذی، حضرت مولانا فخرالدینؒ کی '' إيضاح البخاری'' اور'' الابواب والتراجم'' پر ان کی کتاب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی ''التعلیق الصبیح'' اور صحیح بخاری پر '' الابواب والتراجم'' مولانا عبدالجبار اعظمی کی ''امدادالباری'' شیخ الحدیث مولانا نصیرالدین غور غشتوی کا '' حاشیہ مشکوۃ'' حضرت مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) کی تقریر ترمذی، حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب کی ترمذی پر شرح، مولانا نذیر احمد صاحب فیصل آبادی کی مشکوۃ پر تقریر، حضرت مولانا عبدالرحمان کاملپوری کی ''معارف ترمذی'' اوراس طرح کی دیگر لاتعداد کتب، علم حدیث کی وہ گرانقدر خدمات ہیں جن سے زمانہ صرف نظر نہیں کرسکتا اور نہ علوم کی تاریخ لکھنے والا ان خدمات کو نظرانداز کرسکتا ہے۔

کشف الباری
صحیح بخاری کی شروح میں ایک گرانقدر اضافہ

موجودہ دور میں علم حدیث اور خصوصا صحیح بخاری کی خدمت وتشریح کے سلسلے میں ایک گراں قدر، قیمتی اور بے مثال اضافہ سیدی وسندی، مسند العصر، استاذ العلماء، شیخ الحدیث وصدر وفاق المدارس پاکستان حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہ وفیوضہ وادام اللہ علینا ظلہ کی صحیح بخاری پر تقریر '' کشف الباری عما فی صحیح البخاری'' ہے یہ کتاب حضرت کی ان تقاریر پر مشتمل ہے جو صحیح بخاری پڑھاتے وقت حضرت نے فرمائیں۔

جامعہ فاروقیہ میں احقر کے دورۂ حدیث پڑھنے کا پس منظر

بندہ نے خود بھی حضرت دام ظلہ سے صحیح بخاری پڑھی تھی جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ بندہ صوبہ سرحد، ضلع سوات، تحصیل مٹہ، گاؤں فاضل بیگ گھڑی، کے دیہات سے رمضان المبارک کے آخر میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلے کے ارادے سے روانہ ہوا، راولپنڈی آکر اگلی منزل پر روانگی کے لئے دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار، راولپنڈی میں ٹھہر گیا، یہ ۱۹۷۳ء کی بات ہے اس زمانے میں جامعہ اشرفیہ میں علم کے آفتاب و ماہتاب حضرت مولانا رسول خان صاحب اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھاتے تھے، بندہ بھی شیخین سے استفادہ کی خاطر گھر سے نکلا تھا، راولپنڈی میں قیام کے دوران طالب علمی کے دور کے شفیق و بزرگ ساتھی حضرت مولانا محمد اکبر صاحب چکیسری سے ملاقات ہوئی، وہ اس سال جامعہ فاروقیہ میں حضرت دام مجدہ سے دورۂ حدیث پڑھ چکے تھے، انھوں نے بندہ کے ارادے پر مطلع ہونے کے بعد کچھ اس والہانہ اور محبت کے انداز میں حضرت کی طرز تدریس اور قدرت علی التدریس کا تذکرہ کیا کہ بندہ کے لاہور جانے کے ارادے میں کچھ تزلزل پیدا ہوا اور پھر انھوں نے مجھ پر اصرار کیا کہ میں بھی دورۂ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی میں حضرت سے پڑھ لوں، چنانچہ بندہ نے ان کی معیت میں کراچی کا سفر کیا، انھوں نے حضرت سے سفارش کر کے بندہ کا داخلہ دورہ حدیث میں کرایا ''مشکوۃ المصابیح'' میں حضرت نے خود بندہ کا امتحان لیا، مجھے اب تک مقام امتحان کی وہ حدیث یاد ہے۔

اس وقت جامعہ فاروقیہ ایک نوزائیدہ مدرسہ تھا اور اکثر عمارات کچی تھیں، اسباق شروع ہونے سے پہلے بندہ کو کچھ بے چینی اور شکوک وشبہات نے گھیرا، چنانچہ بندہ نے چپکے سے کراچی کے ایک اور بڑے مدرسہ میں داخلہ لیا، وہاں اسباق شروع تھے، صحیح بخاری اور سنن ترمذی کے سبق میں ایک دن شریک ہوا لیکن پھر واپس جامعہ فاروقیہ آیا، دوسرے دن وہاں اسباق شروع ہوئے، حضرت دام مجدہ کے پاس صحیح بخاری کا سبق تھا، پہلے دن کا سبق سن کر اور ابتدائی ابحاث پر حضرت کا خوبصورت اور دل موہ لینے والا مرتب اور واضح انداز تدریس کا مشاہدہ کر کے دل کو اطمینان ہوا اور اپنے رفیق حضرت مولانا محمد اکبر مدظلہ کے لئے دل سے دعا نکلی، بندہ نے خود بھی حضرت کی بخاری شریف کی تقریر لکھی تھی جو بعد میں میری غفلت کی وجہ سے ضائع ہوگئی۔

میں نے مولانا سلیم اللہ خان صاحب جیسا استاذ و مدرس نہیں دیکھا

یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ بندہ نے ایک طویل عرصے تک حضرت کے زیر سایہ جامعہ فاروقیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیے اور اب تقریباً دس بارہ سال سے جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں درس دے رہا ہے، اس وقت حضرت دام ظلہ سے میرا کوئی دنیوی مفاد وابستہ نہیں ہے، یہ تمہید میں نے اس لئے لکھی، کہ آئندہ جو بات میں لکھنا چاہتا ہوں، شاید کچھ حضرات اس کو مبالغہ اور تملق پر محمول کریں گے وہ بات یہ کہ بندہ نے اپنی مختصر سی طالب علمی کی زندگی میں اور اس کے بعد تقریباً ستائیس اٹھائیس سالہ تدریسی زندگی میں حضرت جیسا مدرس اور استاذ نہیں دیکھا جس کی تقریر ایسی مرتب جامع اور واضح ہو کہ اعلیٰ، متوسط اور ادنی درجے کا ہر طالب علم اس سے استفادہ کر سکتا ہو، اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو جو تحقیقی ذوق عطا فرمایا، اس کے ساتھ مرتب اور جامع طرزِ تدریس عموماً بہت کم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی میں یہ تمام صفات جمع فرمائی ہیں۔

کشف الباری مستغنی کردینے والی شرح

بندہ تقریباً تین سال سے جامعہ علوم اسلامیہ میں صحیح بخاری پڑھاتا ہے اور الحمدللہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کہتا ہوں کہ مجھے مطالعہ کرنے کا ذوق اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرمایا ہے، صحیح بخاری کی مطبوعہ ومتداول شروح، حواشی اور تقاریر اکابر میں سے شاید کوئی

شرح، حاشیہ، یا تقریر ایسی ہوگی، جو بندہ کی نظر سے نہیں گذری لیکن میں نے "کشف الباری" جیسی ہر لحاظ سے جامع، مرتب اور تحقیقی شرح نہیں دیکھی، اگر چہ علماء کا مشہور مقولہ ہے ...... " لایغنی کتاب عن کتاب " لیکن ...... " مامن عام إلا وقد خص عنه البعض " کے قاعدے کے مطابق "کشف الباری" اس قاعدے سے مستثنی ہے، بلا مبالغہ حقیقتہً و واقعۃً یہ ایسی شرح ہے کہ انسان کو دوسری شروح سے مستغنی کر دیتی ہے۔

میں ان لوگوں کی بات تو نہیں کرتا جو کسی خاص تقریر کا مطالعہ کر کے سبق پڑھاتے ہیں البتہ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے تحقیقی ذوق دیا ہے، اور متقدمین شارحین جیسے خطابی، ابن بطال، کرمانی، عینی، ابن حجر، قسطلانی، سندھی وغیرھم کی شروح کا مطالعہ کرتے ہیں اور متاخرین میں تیسیر القاری، لامع الدراری، کوثر المعانی، اور فیض الباری کو دیکھتے ہیں، وہ اس بات کی گواہی دیں گے۔

کشف الباری کی خصوصیات

"کشف الباری عما فی صحیح البخاری" کی خصوصیات اور امتیازات تو بہت ہیں اور ان شاء اللہ بندہ کا ارادہ ہے کہ اس موضوع پر دوسری شروح کے ساتھ ایک تقابلی جائزہ آئندہ پیش کرے گا یہاں ارتجالاً چند خصوصیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ مشکل الفاظ کے لغوی معانی کا اور یہ کہ یہ لفظ کس باب سے آتا ہے بیان ہوتا ہے۔

۲۔ اگر نحوی ترکیب کی ضرورت ہو تو جملے کی نحوی ترکیب کو ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ حدیث کے الفاظ کا مختلف جملوں کی صورت میں سلیس ترجمہ کیا گیا ہے۔

۴۔ ترجمۃ الباب کے مقصد کا تحقیقی طریقے سے مفصل بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال کا تنقیدی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

۵۔ باب کا ماقبل سے ربط و تعلق کے سلسلے میں بھی پوری تحقیق و تنقید کے ساتھ تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

۶۔ مختلف فیہا مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کے مسلک اور دوسرے مسالک کی تنقیح و تحقیق کے بعد ہر ایک کے مستدلات کا استقصاء اور پھر دلائل پر تحقیقی طریقے سے رد و قدح اور احناف کے دلائل کی وضاحت اور ترجیح بیان کی گئی ہے۔

۷۔ اگر حدیث میں کوئی تاریخی واقعہ مذکور ہو تو اس کی پوری وضاحت کی گئی ہے۔

۸۔ جن احادیث کو تقریر کے ضمن میں بطور استدلال پیش کیا گیا ہے ان کی تخریج کی گئی ہے۔

۹۔ تعلیقات بخاری کی تخریج کی گئی ہے۔

۱۰۔ اور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مختلف اقوال کے نقل کرنے میں حضرت صرف ناقل نہیں ہیں بلکہ ہر قول پر محققانہ اور تنقیدی کلام بھی بوقت ضرورت کیا گیا ہے۔ تلک عشرۃ کاملہ۔

حضرت کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تدریس کا طویل موقعہ عنایت فرمایا، اس کتاب میں آپ کی پوری زندگی کی تدریس کا نچوڑ موجود ہے، بندہ کی رائے یہ ہے کہ اس دور میں صحیح بخاری پڑھانے والا کوئی بھی استاذ اس کتاب کے مطالعہ سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت کا سایہ تادیر ہم پر قائم رہے، اس تقریر کے مرتب کرنے والے حضرات کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، دینی طبقہ پر عموماً اور حضرت کے طبقۂ تلامذہ پر خصوصاً جن میں بندہ بھی شامل ہے، یہ ان حضرات کا عظیم احسان ہے۔

☆ ☆☆☆

کتاب التفسیر

حکومت پاکستان کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر 19439

کشف الباری (کتاب التفسیر)

افادات

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان

ترتیب وتحقیق

ابن الحسن عباسی

۱۴۳۳ھ/2012ء

مطبوعات مکتبہ فاروقیہ کراچی 75230 پاکستان

نزد جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر 4
کراچی 75230، پاکستان
فون: 021-4575763
m_farooqia@hotmail.com


بسم الله الرحمن الرحيم

عرض مرتب

باسمہ الکریم حامدا و مصلیا

حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدھم کے اخلاص، نصف صدی پر مشتمل ان کی طویل تدریسی زندگی کی برکت اور سب سے بڑھ کر اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے "کشف الباری" کو علمی حلقوں میں جو پذیرائی اور مقبولیت حاصل ہوئی اس سے ہمارا حوصلہ بلند اور محنت کا ولولہ تازہ ہوا ہے، کتاب المغازی کے تقریباً تین سال کے بعد کتاب التفسیر آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے، ترتیب و تدوین اور تحقیق و مراجعت کا مرحلہ تقریباً سال یا اس سے کچھ زیادہ عرصہ میں مکمل ہو جاتا ہے تاہم اس کے بعد کتابت، تصحیح اور دوسرے طباعتی لوازمات بھی اتنا ہی عرصہ لے لیتے ہیں، جن حضرات کو کشف الباری کی جلدوں کا شدت سے انتظار ہے ہمیں اس کا بھرپور احساس ہے لیکن تاخیر کی کچھ وجوہات ایسی ہوتی ہیں کہ معیار کو برقرار رکھنے کی صورت میں اس کے سوا چارہ کار نہیں، تاہم ہماری کوشش، ارادہ اور اللہ جل شانہ سے دعا یہی ہے کہ دوجلدوں کے درمیان انتظار کا یہ وقفہ کم سے کم ہو۔

کشف الباری کی اس جلد میں بھی ترتیب و تحقیق کا وہی انداز ہے جو کتاب المغازی میں اختیار کیا گیا تھا البتہ چند چیزیں ایسی ہیں جو کتاب التفسیر کی اس جلد کے ساتھ مخصوص ہیں اور کتاب کے مطالعہ سے پہلے وہ پیش نظر رہنی چاہئیں۔

❶ امام بخاری رحمہ اللہ کتاب التفسیر میں الفاظ قرآنیہ کا انتخاب کر کے ان کی تشریح فرماتے ہیں لیکن پوری آیت ذکر نہیں فرماتے ہم نے متن کے طور پر جو نسخہ اختیار کیا ہے اس میں ہر قرآنی لفظ کے آگے اس لفظ کا آیت نمبر لکھ دیا ہے اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ کی تشریح لکھی گئی ہے، پھر آگے تقریر میں وہ قرآنی لفظ جس آیت میں واقع ہے وہ پوری آیت یا اس کا ضروری حصہ اور اسکا ترجمہ لکھا گیا جو اکثر بیان القرآن سے ماخوذ ہے اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے اس لفظ کے جو معنی بیان کئے ہیں اس کی تشریح کی گئی ہے، اس کے ساتھ عام طور سے اس آیت کے متعلق تفسیر عثمانی کے فوائد بھی تتمیم فائدہ کے لئے لکھ دئے گئے ہیں۔

❷ امام بخاری رحمہ اللہ نے ہر آیت کی تفسیر نہیں کی بلکہ اپنے مخصوص مزاج کے مطابق منتخب آیات و الفاظ کی تفسیر کی ہے ان میں جوالفاظ و آیات مشکل یا ان کی تفسیر میں مفسرین کی آراء مختلف ہیں وہاں خصوصیت کے ساتھ ان میں سے اہم آراء اور قول راجح کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۳ امام بخاری رحمہ اللہ نے اگر کہیں مرجوح تفسیر کی ہے اسکی بھی نشان دہی کردی گئی ہے ۔

۴ جو احادیث گزری ہیں ان کی تشریح کا التزام نہیں کیا گیا اور اکثر بتا دیا گیا ہے کہ یہ حدیث فلاں جگہ گزر چکی ہے ۔

۵ ایک اہم کام یہ کیا گیا (جو کتاب المغازی میں نہیں کیا جاسکا) کہ کتاب التفسیر میں امام بخاری رحمہ اللہ نے جو حدیث پہلی بار ذکر کی اور صحیح بخاری میں وہ پہلے نہیں آئی ہو ہم نے حاشیہ میں اس حدیث کی تخریج بخاری اور صحاح ستہ سے کردی اور بتادیا کہ صحیح بخاری میں یہ حدیث کہاں کہاں واقع ہے اور اصحاب ستہ میں سے دوسرے کن حضرات نے اسے ذکر کیا ہے ، اگر اصحاب ستہ میں سے امام کے علاوہ کسی نے اس کو ذکر نہ کیا ہو صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہو تو اس کی بھی وضاحت کردی ہے

۶ ابتداء میں " امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب التفسیر پر ایک نظر " کے عنوان سے احقر نے کتاب التفسیر کا ایک تعارف لکھا جس میں کتاب التفسیر کے ماخذ اور اسلوب و انداز پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔

*****

حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے وجود باسعادت کا چراغ ہمارے لئے اس کام کی مشکل راہیں روشن کر رہا ہے ، قارئین سے حضرت شیخ کی صحت وعافیت اور درازئ عمر کے لئے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے کہ یہ کام آپ کے سایۂ عاطفت کی آغوش میں مکمل ہو ، اپنے مستقبل کے ہر لمحہ سے بے خبر انسان سوائے ہمت ودعا کے اور کر بھی کیا سکتا ہے ، عزم وہمت اور بارگاہ رب العزت میں توفیق کی دعا ہی ایک انسان کے لئے کسی کام کی تکمیل کا سرمایہ اور فانی زندگی میں امید کی کرنوں کی یہ صدا بن سکتی ہے کہ .....

ہمیں خبر ہے کہ ہم ہیں چراغ آخر شب
ہمارے بعد اندھیرا نہیں ، اجالا ہے

ابن الحسن عباسی
۲۵ شوال ۱۴۱۸ھ

فہرست

ایک وضاحت

اس تقریر میں ہم نے صحیح بخاری کا جو نسخہ متن کے طور پر اختیار کیا ہے۔ اُس پر ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغا نے تحقیقی کام کیا ہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ دیب نے احادیث پر نمبر لگانے کے ساتھ ساتھ احادیث کے مواضع متکررہ کی نشاندہی کا بھی التزام کیا ہے۔ اگر کوئی حدیث بعد میں آنے والی ہے تو حدیث کے آخر میں نمبرات سے اُس کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس نمبر پر یہ حدیث آرہی ہے اور اگر حدیث گزری ہے تو نمبر سے پہلے "ر" لگادیتے ہیں۔ یعنی اس نمبر کی طرف رجوع کیا جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب التفسیر پر ایک نظر

(از مرتب)

حدیث کی کتابوں میں صحیح بخاری کا ایک منفرد انداز ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں "کتاب التفسیر" کے لیے ایک بڑا حصہ خاص کیا ہے اور ایک خاص اسلوب اور مخصوص انداز میں قرآنی آیات اور کلمات مفردہ کی تفسیر و تشریح کی ہے، ہم یہاں امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب التفسیر کے چند پہلوؤں پر ایک تعارفی نظر ڈالتے ہیں ❶ امام بخاری کی کتاب التفسیر کا ماخذ کیا ہے؟❷ فنِ تفسیر میں اس کی حیثیت اور رتبہ کیا ہے؟❸ امام کا اسلوب اور انداز کیا ہے؟

امام بخاری کی کتاب التفسیر کا ماخذ!

امام بخاری کی کتاب التفسیر کا بڑا ماخذ احادیث صحیحہ ہے، امام کو اپنی شرطوں کے مطابق آیات قرآنیہ اور تفسیر کے متعلق جو احادیث ملیں امام نے وہ کتاب التفسیر میں ذکر کی ہیں اور کئی احادیث اپنی عادت کے مطابق معمولی مناسبت سے بھی ذکر کی ہیں، صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں پانچ سو اڑتالیس مرفوع احادیث ہیں جن میں چار سو پینسٹھ حدیثیں موصول اور باقی تعلیقات ہیں، ان میں چار سو اڑتالیس احادیث مکرر ہیں اور سو حدیثیں وہ ہیں جو پہلی بار آئی ہیں، امام بخاری کی کتاب التفسیر کی احادیث کے ذخیرہ میں چھیاسٹھ احادیث متفق علیہا ہیں یعنی امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی ان کی تخریج کی ہے اور صحابہ و تابعین وغیرہ کے پانچ سو اسی اثار اس میں آئے ہیں۔ (۱)

جہاں تک تعلق ہے الفاظ قرآنیہ کی تشریح اور کلمات مفردہ کی تفسیر کا تو اس حصہ میں ان کا زیادہ تر ماخذ دوسری اور تیسری صدی کے مشہور امام لغت ابوعبیدہ مَعمَر بن المثنیٰ کی کتاب "مجاز القرآن" ہے،

---

(۱) فتح الباری: ۸/۷۴۳

مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”.... كان عنده مَجاز القرآن لأبي عبيدة مَعْمَر بن المُثنیٰ، فأخذ منه تفسير المفردات، وذلك ايضًا بدون ترتيب وتهذيب، فصار كتابه ايضاً على وازن كتاب أبي عبيدة في سوء الترتيب، والركة، والاتيان بالأقوال المرجوحة، والانتقال من مادة إلى مادة، ومن سورة إلى سورة، فصعب على الطالبين فهمه، ومن لايدري حقيقة الحال يظن أن المصنف أتي بها اشارة الى اختياره تلك الأقوال المرجوحة، مع أنه رتب كتاب التفسير كله من كلام ابي عبيدة، ولم يعرج الى النقد اصلاً“ (۲)

تقریباً یہی بات مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ نے ”ترجمان السنہ“ میں تحریر فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں:

”.... امام بخاری نے کتاب التفسیر میں جو لغات اور تراکیب نحویہ نقل فرمائی ہیں، یہ خود ان کی جانب سے نہیں ہیں بلکہ ان کی جانب سے صرف وہی حصہ ہے جو انھوں نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت فرمایا ہے، اصل بات یہ ہے کہ امام بخاری کے پاس ابوعبیدہ کی کتاب التفسیر موجود تھی، امام موصوف نے اس پوری کتاب التفسیر کو کسی تنقید و انتخاب کے بغیر بجنسہ اٹھا کر اپنی کتاب میں نقل کردیا ہے، لہذا جتنے اقوال مرجوحہ اصل کتاب میں موجود تھے وہ بھی سب کے سب یہاں نقل ہوگئے ہیں .... اہل علم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کتاب التفسیر میں بہت سے مقامات پر حل لغات میں تسامح بھی ہوا ہے، اقوال مرجوحہ بھی نقل ہوگئے ہیں اور ان کی ترتیب میں بھی اچھا خاصہ اختلال واقع ہوگیا ہے لیکن امام بخاری خود ان جملہ نقائص سے بری ہیں، اس کی ذمہ داری اگر عائد ہوتی ہے تو ابوعبیدہ پر عائد ہوتی ہے، امام بخاری کی کتاب کی عُلوِ صحت کے متعلق جو دعوی ہے وہ ان احادیث مرفوعہ کے متعلق ہے جو اس میں اسناد کے ساتھ امام نے ازخود روایت فرمائی ہیں نہ کہ ان اقوال کے متعلق جو اسناد کے بغیر کسی جانب سے کتاب میں نقل ہوئے ہیں“ (۳)

ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ نکلا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کلمات مفردہ کے تفسیری حصہ میں بعینہ

(۲) فیض الباری: ۱۴۹/۴

(۳) ترجمان السنة: ۵۵۷/۳ـ۵۵۸

ابوعبیدہ کی کتاب "مجاز القرآن" کو لیا ہے لیکن یہ بات وضاحت کی محتاج ہے، اس وضاحت سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابوعبیدہ مَعمر بن المثنی اور ان کی کتاب "مجاز القرآن" پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

ابوعبیدہ مَعمر بن المُثنّیٰ اور ان کی تفسیر مَجاز القرآن

ابوعبیدہ کی ولادت ۱۱۰ھ کو اس رات ہوئی جس رات حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (۴) یعنی جس رات علم و زہد کے مایۂ فخر ایک عظیم انسان نے دنیا کو الوداع کہا، وہی رات علم ولغت کے ایک دوسرے بڑے انسان کی آمد کا مطلع بنی، الوداع اور استقبال کا یہ نظام اس فانی دنیا کی وہ سچی اور ابدی حقیقت ہے جو ہمیشہ انسان کی آنکھوں سے اوجھل رہتی ہے، رجال کی کتابوں میں ابوعبیدہ کا نسب یوں بیان کیا گیا:

مَعْمَرُ بْنُ الْمُثَنّٰى، أَبُوْ عُبَيْدَةَ التَّيْمِيُّ الْبَصْرِيُّ النَّحْوِيُّ الْعَلَّامَةُ، مَوْلَى بَنِي تَيْمِ بْنِ مُرَّةَ (۵)

ابوعبیدہ کے شیوخ میں ہِشَام بن عُروَہ، رُؤبہ بن العجاج اور ابی عُمر بن العَلاء داخل ہیں اور علی بن المَدینی، ابوعبید قاسم بن سَلّام اور عمر بن شبّہ نے ابوعبیدہ سے روایات لی ہیں (۶) ابوعبیدہ معمر مُقدّم ہیں اور ابوعبید قاسم ان سے مؤخر ہیں (۷)، حضرت کشمیری رحمہ اللہ کی تقریر "فیض الباری" میں ابوعبید قاسم کو مقدم لکھا ہے (۸) جو تسامح ہے، فیض الباری میں کچھ تسامحات ہیں جن کی تصحیح اس کے مرتب مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ کرنا چاہ رہے تھے لیکن وہ تصحیح سے پہلے ہی مسافران آخرت میں شامل ہوگئے۔ (۹)

ابوعبیدہ معمر بن المثنی کے علم و فضل میں شک نہیں لیکن علم حدیث میں وہ کسی بلند مقام پر نہیں علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے "سِیَرأعلام النُبلاء" میں ان کا تذکرہ کیا اور ساتھ ہی لکھا:

لم يكن صاحب حديث، وإنما أوردته لتوسعه في علم اللسان، وأيام الناس (۱۰)

یعنی ابوعبیدہ محدث نہیں تھے، میں نے ان کا تذکرہ اس لیے کیا کہ وہ زبان اور

---

(۴) سیر اعلام النبلاء: ۴۴۵/۹

(۵) تہذیب الکمال: ۳۱۶/۲۸ ـ ۳۱۷ و سیر اعلام النبلاء: ۴۴۵/۹، وفیات الاعیان: ۲۳۵/۵

(۶) سیر اعلام النبلاء: ۴۴۵/۹ ـ ۴۴۶

(۷) ابوعبید قاسم بن سلام کی پیدائش سن ۱۵۰ھ یا ۱۵۴ھ ہے (دیکھیے وفیات الاعیان: ۶۲/۴) جبکہ ابوعبیدہ معمر کی پیدائش کا سن ۱۱۰ھ ہے

(۸) فیض الباری: ۱۴۹/۴

(۹) مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "راقم سطور کو ذاتی طور پر معلوم ہے کہ خود حضرت مولانا بدر عالم علیہ الرحمۃ کو اس کا احساس تھا کہ اس میں مسامحات ہیں اور انھوں نے مدینہ طیبہ کے زمانہ قیام میں اس پر نظر ثانی اور اصلاح و تصحیح کا کام شروع کردیا تھا لیکن ابھی تھوڑا سا کام ہوا تھا کہ وہ اس دنیا سے دار آخرت کی طرف منتقل ہوگئے۔ (دیکھیے شیخ محمد عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق: ۱۱۱)

(۱۰) سیر اعلام النبلاء: ۴۴۵/۹

لوگوں کی تاریخ میں وسعت علمی رکھتے تھے۔

علامہ جاحظ ان کے متعلق فرماتے ہیں: لم یکن فی الارض جماعی، ولا خارجی أعلم بجمیع العلوم من أبی عبیدة (۱۱)

یحیی بن معین فرماتے ہیں: لیس به باس (۱۲)

دارقطنی فرماتے ہیں: لابأس به إلا أنه یتهم بشیئ من رأی الخوارج، ویتهم بالاحداث (۱۳)

ابوالعباس مُبَرِّد فرماتے ہیں: "ابوعبیدہ خوارج کا نظریہ رکھتے تھے" (۱۴)

ابوحاتم سجستانی فرماتے ہیں: "ابوعبیدہ مجھ پر نظرِ التفات فرماتے تھے کیونکہ وہ مجھے سجستان کا خارجی سمجھتے تھے" (۱۵)

علی بن مدینی ان کی روایت کی صحت مانتے تھے (۱۶) اور ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے (۱۷) حافظ ابن حجر "تقریب" میں فرماتے ہیں "صدوق اخباری، وقد رمی برای الخوارج" (۱۸)

جرح و تعدیل کی میزان میں ان کی تعدیل کا پلڑا کوئی زیادہ بھاری نہیں البتہ ان کے تبحرِ علمی، وسعتِ معلومات اور لغوی مہارت پر سب کا اتفاق ہے، علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے تذکرہ کے آخر میں لکھا:

---

(۱۱) تاریخ بغداد: ۲۵۲/۱۳، وسیر اعلام النبلاء: ۴۴۶/۹ و تہذیب الکمال: ۳۱۸/۲۸، والبیان والتبیین: ۳۳۱/۱

(۱۲) سیر اعلام النبلاء: ۴۴۶/۹

(۱۳) میزان الاعتدال: ۱۵۵/۴ وفی السیر: ۴۴۷/۹ "وقیل: کان یمیل الی المرد ..." وفی حاشیة بغیة الوعاة: ۲۹۵/۲ "قال الاصمعی: دخلت انا وابو عبیدة یوما المسجد، فاذا علی الاسطوانة التی یجلس علیها ابو عبیدة مکتوب علی نحو من سبعة اذرع:

صلی الا له علی لوط وشیعته
ابا عبیدة قل باللّٰه آمینا

فقال لی: یا اصمعی، امح هذا، فرکبت ظهره، ومحوته بعد ان اثقلته، الی ان قال: اثقلتنی، وقطعت ظهری، فقلت له: قد بقی "لوط" فقال: من هذا نفر به، ثم قلت: قد بقیت الطاء، فقال: هی شر حرف هذا البیت، وکان الذی کتب هذا ابو نواس، وبعده بیت ثان:

فانت عندی بلاشک بقیتهم
منذ احتلمت وقد جاوزت سبعینا

(وانظر وفیات الاعیان: ۲۴۲/۵)

(۱۴) فہرست ابن الندیم: ۵۹

(۱۵) سیر اعلام النبلاء: ۴۴۷/۹۔ وانباہ الرواۃ: ۲۸۱/۳

(۱۶) تاریخ بغداد: ۲۵۷/۱۳۰

(۱۷) کتاب الثقات: ۱۹۶/۹

(۱۸) تقریب التہذیب: ۵۴۱، رقم الترجمة: ۶۸۱۲

"قلت: قد كان هذا المرء من بحور العلم، ومع ذلك فلم يكن بالماهر بكتاب الله، ولا العارف بسُنَّةِ رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولا البصير بالفقه واختلاف أئمة الاجتهاد، بلى وكان معافى من معرفة حكمة الأوائل، والمنطق وأقسام الفلسفة، وله نظر في المعقول" (۱۹)

عربی میں ان کی مہارت مسلم تھی لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اپنے اوپر اعتماد کی وجہ سے بسا اوقات قرآن کریم اور شعر غلط پڑھتے تھے، کہتے تھے نحو محدود ہے (۲۰) عربوں سے انہیں کوئی محبت نہیں تھی، کسی نے ان سے پوچھا آپ ہر ایک کے نسب میں کھود کرید کرتے ہیں، خود آپ کے والد کون تھے؟ کہنے لگے میرے والد بتایا کرتے تھے کہ ان کا باپ باجَروان (۲۱) کا یہودی تھا (۲۲) ابوعبیدہ اور امام اصمعی دونوں ہم عصر ہیں اور دونوں کے درمیان معاصرانہ چشمک جاری رہتی تھی (۲۳) ابوعبیدہ کی طبیعت میں درشتگی اس قدر تھی کہ ان کے اکثر معاصر ان سے ناراض رہے اور جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے ہم عصروں میں سے کوئی جنازہ میں نہ آیا (۲۴) ان کی تاریخ وفات میں مختلف قول ہیں سن ۲۰۹ھ، ۲۱۰ھ، ۲۱۱ھ، ۲۱۳ھ (۲۵) اور تصانیف کی تعداد تقریباً دوسو ہیں (۲۶) ابن ندیم نے الفہرست میں ایک سو پانچ کتابوں کے نام گنائے ہیں (۲۷)

مَجاز القرآن

"مَجاز القرآن" میں انھوں نے قرآن کریم کے الفاظ مفردہ کی تشریح اور لغوی معنی بیان کیے ہیں، اس سلسلہ میں انھوں نے لغت اور عربی تعبیرات کو بنیاد بنا کر معنی بیان کیے ہیں اس لیے ان کے ہم عصروں

---

(۱۹) سیر اعلام النبلاء: ۹/۴۴۷

(۲۰) فہرست ابن الندیم: ۵۹۔ وفیات الاعیان: ۵/۲۳۵

(۲۱) باجروان قرية من ديار مضر بالجزيرة، من اعمال البليخ، وباجروان ايضاً مدينة من نواحي باب الابواب قرب شروان، عندها عين الحياة التي وجدها الخضر عليه السلام، وقال هي القرية التي استطعم موسى والخضر۔ عليهما السلام۔ اهلها (وانظر معجم البلدان: ۱/۳۱۳)

(۲۲) تهذيب الكمال: ۲۸/۳۱۷۔ والفہرست لابن الندیم: ۵۹۔ وبغية الوعاة: ۲/۲۹۵

(۲۳) دیکھیے شرح مقامات للشریشی: ۲/

(۲۴) وفیات الاعیان: ۵/۲۴۰

(۲۵) وفیات الاعیان: ۵/۲۴۳۔ وبغية الوعاة: ۲/۲۹۶

(۲۶) وفیات الاعیان: ۵/۲۳۸

(۲۷) فہرست ابن الندیم: ۵۹۔ ۶۰

میں سے کئی اہل علم اس کو تفسیر بالرأی میں داخل سمجھتے رہے چنانچہ اصمعی، ابوحاتم، زجاج اور ازھری وغیرہ کا یہی موقف تھا (۲۸)

علامہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ امام اصمعی ابوعبیدہ کے متعلق فرماتے تھے کہ یہ شخص کتاب اللہ کی تفسیر بالرأی کرتا ہے، ایک دن ابوعبیدہ اصمعی کی مجلس میں حاضر ہوئے اور پوچھا "خبز" کیا ہے؟ اصمعی نے جواب دیا هوالذی تخبزه، وتأكله: یعنی جسے آپ کھاتے ہیں وہ خبز ہے، ابوعبیدہ کہنے لگے "تم نے کتاب اللہ کی تفسیر بالرأی کی، قرآن کریم میں ہے "إِنِّي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا" اس میں "خُبز" کی تشریح تم نے اپنی رائے سے کی" اصمعی کہنے لگے "یہ تفسیر بالرأی نہیں بلکہ میرے نزدیک ایک چیز واضح تھی جو میں نے بیان کردی" ابوعبیدہ نے کہا "آپ ہم پر تفسیر بالرأی کا جو عیب لگاتے ہیں وہ بھی ہمارے نزدیک ایک واضح چیز ہوتی ہے جو ہم بیان کردیتے ہیں" (۲۹)

معاصرین کی تنقید کے باوجود اس میں شک نہیں کہ ابوعبیدہ کی "مجاز القرآن" ابتدا ہی سے مرجع اور مصدر رہی، چنانچہ ابن قتیبہ نے "مشکل القرآن" میں، طَبَری نے "تفسیر" میں، ابن النحاس نے "معانی القرآن" میں، ابن دُرَید نے "الجَمْهَرَة" میں، جوھری نے "صِحاح" میں اور امام بخاری نے کتاب التفسیر میں "مجاز القرآن" سے استفادہ کیا ہے۔

ایک غلط فہمی

"مجاز القرآن" کے نام سے کئی حضرات کو یہ غلط فہمی ہوجاتی ہے کہ اس میں قرآن کریم کے وہ مقامات بیان کیے گئے ہیں جن میں الفاظ معنی حقیقی کے بجائے مجازی معنی میں مستعمل ہیں (۳۰) لیکن یہ درست نہیں بلکہ ابوعبیدہ آیات قرآنیہ کی تفسیر کرتے ہوئے اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں "مجازه كذا" "تفسيره كذا" "معناه كذا" "تأويله كذا" پس کلمۂ "مجاز" سے لفظ کا مورد استعمال، طریقہ تعبیر اور اس کا مصداق مراد ہے، متأخرین کے نزدیک مجاز کے اصطلاحی والے معنی مراد نہیں، چنانچہ حضرت کشمیری فرماتے ہیں:

"ثم إنّ المجاز فی مصطلح القدماء لیس هو المَجاز المعروف عندنا، بل هو عبارة

---

(۲۸) مقدمہ مجاز القرآن: ۱۶-۱۷

(۲۹) وفیات الاعیان: ۵/۲۳۶

(۳۰) چنانچہ "تاریخ تفسیر و مفسرین" کے مؤلف کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے، دیکھیے صفحہ ۱۴۲

عن موارد استعمالات اللفظ، ومن ههنا سمی ابوعبیدۃ تفسیرہ بمجاز القرآن" (۳۱)

مجاز القرآن پر تحقیق و تعلیق کا کام کرنے والے ترکی عالم علامہ فواد لکھتے ہیں:

"ان کلمة [المجاز] عنده عبارة عن الطرق التی یسلکها القرآن فی تعبیراته، وهذا المعنی اعم بطبیعة الحال من المعنی الذی حدده علماء البلاغة لکلمة [المجاز] فیما بعد" (۳۲)

ابوعبیدہ کی مجاز القرآن اور بخاری کی کتاب التفسیر میں وجوہِ فرق

❶ الفاظ قرآنیہ کی تشریح اور کلمات مفردہ کی تفسیر میں امام بخاری رحمہ اللہ کا زیادہ تر ماخذ یہی "مجاز القرآن" ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ امام نے ابوعبیدہ کی "مجاز القرآن" کے علاوہ کسی اور سے استفادہ ہی نہیں کیا، امام بخاری نے کلمات مفردہ کے تفسیری حصہ میں حضرت ابن عباس، سعید بن المسیّب، مجاھد، عِکرِمہ، ابوالعالیہ، زید بن اسلم، ابومَیسرہ، حضرت حسن بصری وغیرہ کے اقوال بھی ذکر کیے ہیں، یہاں اس کی صرف ایک مثال ملاحظہ ہو، سورۃ ہود کے کلمات مفردہ کی تشریح میں امام بخاری لکھتے ہیں:

"قال ابن عباس: ﴿عَصِيبٌ﴾: شَدِيدٌ.... وقال مجاهد: ﴿تَبْتَئِسْ﴾: تَحْزَن، وقال ابومَيْسرة: ﴿الأَوَّاه﴾: الرَّحِيمُ بِالْحَبَشِيَّةِ.... وقال الحسن: ﴿إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ﴾: يستهزئون به، وقال ابن عباس: ﴿أَقْلِعِي﴾: امْسِكِي ﴿وَفَارَ التَّنُّورُ﴾: نَبَعَ الْمَاءُ، وقال عِكْرِمة: وجه الأرض

❷ ابوعبیدہ "مجاز القرآن" میں بکثرت استشہاد میں اشعار پیش کرتے ہیں لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے استشہاد میں صرف چند جگہ اشعار ذکر کیے ہیں۔

❸ بہت سے کلمات کی تشریح امام بخاری نے کی ہے لیکن ابوعبیدہ نے نہیں کی اور کئی الفاظ ابوعبیدہ نے بیان کیے ہیں لیکن امام بخاری نے وہ نہیں لیے، مثلاً سورۃ ہود میں "مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ" میں "لَدُن" کی تشریح "مجاز القرآن" میں ہے لیکن بخاری میں نہیں، سورۃ رعد کی آیت میں ﴿بِغَيْرِ عَمَدٍ﴾ کی تشریح ابوعبیدہ نے کی ہے لیکن بخاری میں نہیں، اس کے برعکس سورۃ رعد ہی میں آیت نمبر۱۲ میں ﴿ السحاب

---

(۳۱) فیض الباری: ۱۴۹/۴

(۳۲) مقدمہ مجاز القرآن ---------- ۱۹

الثقال﴾ کی تشریح بخاری میں ہے لیکن "مجاز القرآن" میں نہیں، سورۃ ابراھیم کی آیت ۶ میں ﴿اُذْكُرُوْا نِعْمَةَاللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ کی تشریح امام بخاری نے ابن عیینہ سے نقل کی ہے اور آیت ۳۴ میں ﴿مِنْ كُلِّ مَاسَأَلْتُمُوْهُ﴾ کی تفسیر مجاہد سے نقل کی ہیں لیکن مجاز القرآن میں یہ دونوں نہیں ہیں۔

❺ مجاز القرآن اور کتاب التفسیر کی تعبیرات میں بھی کئی جگہ فرق پایا جاتا ہے، طوالت کے خوف سے مثالیں ترک کی جاتی ہیں۔

فرق کی ان وجوہ کی بناء پر یہ کہنا تو محلِّ نظر ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابوعبیدہ کی "مجاز القرآن" بعینہ اٹھائی ہیں البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام بخاری نے زیادہ استفادہ ابوعبیدہ کی "مجاز القرآن" سے ہی کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ کئی جگہ ابوعبیدہ کی تقلید میں امام بخاری سے بھی حل لغات میں تسامح ہوا ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل میں ہے ﴿اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيْرًا﴾ اس میں لفظ "خِطْئًا" کی تشریح کرتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں "خِطْئًا: اِثْمًا، وَهُوَ اِسْمٌ مِنْ خَطِئْتُ، والخَطَأُ مفتوح مصدره.... من الإثم خَطِئْتُ بمعنی أَخْطَأْتُ" امام نے یہاں تین باتیں ابوعبیدہ کی اتباع میں کہیں اور تینوں میں غلطی ہوئی ❶ خِطْئًا (بکسر الخاء) کو انھوں نے اسم مصدر کہا حالانکہ وہ مصدر ہے ❷ خَطَأُ (بفتح الخاء) کو انھوں نے مصدر کہا جبکہ وہ اسم مصدر ہے ❸ اور خَطِئْتُ کو انھوں نے بمعنی أَخْطَأْتُ کہا حالانکہ پہلے کے معنی بِالعَمْد گناہ کرنے اور دوسرے کے معنی بلا عمد گناہ کرنے کے آتے ہیں۔ (۳۲)

سورۃ یوسف میں ہے ﴿وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً﴾ لفظ "مُتکاً" میں ایک قراءت حضرت مجاہد سے تاء کے سکون کے ساتھ "مُتْكًا" منقول ہے جس کے معنی اترج اور نارنگی کے ہیں، امام بخاری نے ابوعبیدہ کی اتباع میں اس قراءت کی تردید کی اور فرمایا کہ مُتْک کے معنی کلام عرب میں اُترج کے نہیں آتے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کے معنی اُترج کے آتے ہیں، علامہ عینی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: وَقَلَّد اباعبيدة، وَالآفة من التقليد "امام بخاری نے ابوعبیدہ کی تقلید کی اور غلطی کی یہ آفت تقلید کی وجہ سے پیش آئی" (۳۳)

امام بخاری کی کتاب التفسیر کا اُسلوب واَنداز

❶ صحیح بخاری کتاب التفسیر کا مجموعی اسلوب کچھ اس طرح ہے کہ شروع میں امام عموماً سورۃ کے منتخب کلمات مفردہ کی تشریح اور لغوی معنی بیان کرتے ہیں، پھر مختلف آیات کریمہ کے تحت ابواب قائم

(۳۲) عمدۃ القاری: ۲۰/۱۹ (۳۳) عمدۃ القاری: ۳۱۰/۱۸

کر کے احادیث ذکر کرتے ہیں لیکن اس میں ان کا کوئی متعین اصول نہیں، کلمات مفردہ کی تشریح جس طرح ابتدا میں کرتے ہیں اسی طرح چند ابواب اور احادیث ذکر کرنے کے بعد بھی کرتے ہیں۔

❷ کلمات قرآنیہ کی تشریح میں آیات کی ترتیب کا خیال نہیں بلکہ بغیر کسی ترتیب کے کلمات ذکر کرتے ہیں چنانچہ بعد کی آیات کے کلمات کی تشریح پہلے اور پہلی آیات کے کلمات کی تشریح بعد میں آجاتی ہے

❸ یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک سورۃ کے کلمات مفردہ کی تشریح میں دوسرے سورۃ کے کلمات کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں، اس انتقال میں پھر دو طرح کے الفاظ ملتے ہیں ایک وہ جن میں منتقل ہونے کی کوئی وجہ اور مناسبت پائی جاتی ہے، دوسرے وہ جن میں کوئی مناسبت اور وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ دونوں کی مثالیں ملاحظہ ہوں:

(الف) سورۃ مائدہ کی تفسیر میں سورۃ آل عمران کی آیت ۵۵ میں واقع لفظ "مُتَوَفِّيكَ" کے معنی بیان کیے، سورۃ مائدہ آیت ۱۱۷ میں ہے ﴿ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ﴾ اس میں "تَوَفَّيْتَنِي" کی مناسبت سے امام سورۃ آل عمران کے لفظ "متوفیک" کی طرف منتقل ہوگئے۔

سورۃ انعام میں ہے ﴿ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ ﴾ اس میں لفظ "نَفَقًا" کی تشریح امام بخاری نے سورۃ نساء میں ذکر کی کیونکہ سورۃ نساء میں ہے ﴿ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ﴾ چونکہ "نَفَق" منافقین کا مشتق منہ ہے، اس مناسبت سے سورۃ نساء سے انعام کی طرف منتقل ہوگئے۔

سورۃ حجر میں ہے ﴿ كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ ﴾ اس میں "مُقْتَسِمِينَ" کی تشریح کرتے ہوئے سورۃ اعراف کی آیت ﴿ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ ﴾ میں لفظ "وَقَاسَمَهُمَا" کی تشریح فرمانے لگے، اسی مناسبت سے پھر سورۃ نمل کی آیت ﴿ قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ ﴾ میں "تَقَاسَمُوا" کا کلمہ لے آئیں۔

﴿ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ﴾ میں "تَبَّ" کے معنی بیان کیے، پھر فرمایا [تَباب: خُسران، وَتَتْبِيبٌ: تَدمیر] "تَباب" سورۃ غافر کی آیت ۳۷ میں واقع ہے ﴿ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ ﴾ اور "تَتْبِيب" سورۃ ہود ۱۰۱ میں ہے ﴿ وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ ﴾ غرضیکہ امام بخاری کی کلمات مفردہ کی تشریح ایک سورۃ سے دوسری سورۃ کی طرف مختلف مناسبتوں کی وجہ سے منتقل ہوتی رہتی ہے لیکن کئی مقامات ایسے بھی ہیں جہاں منتقل ہونے کی کوئی مناسبت اور وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

(ب) مثلاً سورۃ انعام کی تفسیر میں فرماتے ہیں "سَرْمَدًا: دَائِمًا" حالانکہ یہ لفظ سورۃ قصص آیت

۷۱ میں واقع ہے ﴿ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ﴾ سورۃ قصص کے اس لفظ کو سورۃ انعام میں لانے کے متعلق علامہ عینی فرماتے ہیں "لامناسبة لذكر هذا ههنا، لأنه لم يقع هذا إلا في سورة القصص" (۳۴)

سورۃ نحل میں ہے "شَاكِلَتِهِ: نَاحِيَتِهِ" حالانکہ یہ لفظ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۸۴ میں ہے ﴿ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهِ ﴾ سورۃ نحل میں اس کے ذکر کرنے کی وجہ اور مناسبت ظاہر نہیں چنانچہ بعض نسخوں میں یہ لفظ نہیں ہے۔

۴ کلمات مفردہ کی تشریح کرتے ہوئے کہیں کہیں جمہور کی قراءت کے بجائے دوسری قراءت امام ذکر کردیتے ہیں، سورۃ اعراف آیت نمبر ۵۷ میں ہے ﴿ وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ﴾ جمہور کی قراءت "بُشْرًا" ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے "نُشْرًا" والی قراءت نقل فرمائی ہے، اسی سورت کی آیت نمبر ۲۶ میں ﴿ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا ﴾ ہے، اس میں جمہور کی قراءت "رِيشًا" ہے، امام نے "رِيَاشًا" والی قراءت نقل فرمائی۔ (۳۵)

۵ بعض مقامات پر شاذ اقوال بھی آگئے ہیں، چنانچہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے سورۃ علق کی ابتدا میں ایک قول نقل فرمایا .... "عن الحسن قال: اكتب في المصحف في أول الإمام: بسم الله الرحمن الرحيم، واجعل بين السورتين خطاً" یعنی سورۃ فاتحہ کے شروع میں تو بسم اللہ لکھیں اور باقی سورتوں کے درمیان صرف ایک خط لگائیں، یہ قول شاذ ہے۔ (۳۶)

یہ تو الفاظ مفردہ کی تشریح کے متعلق امام کا اسلوب و انداز ہے، جہاں تک تعلق ہے ابواب اور احادیث کا تو اس میں امام کا وہی طریقہ ہے جو پوری صحیح بخاری میں ہے، امام نے کتاب التفسیر میں مختلف آیات اور سورتوں پر ۴۷۳ ابواب قائم کیے ہیں، احادیث اور روایات کی تعداد ماقبل میں ہم نے لکھ دی ہے۔

فن تفسیر میں اسکی حیثیت و رتبہ:

رہی یہ بات کہ فن تفسیر میں امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب التفسیر کا کیا رتبہ اور حیثیت ہے؟ اس سلسلہ میں جہاں تک تعلق ہے تفسیر کے بارے میں امام بخاری کی ذکر کردہ احادیث کا تو اس میں کسی کو کیا

---

(۳۴) عمدۃ القاری: ۱۸/۲۲۱

(۳۵) عمدۃ القاری: ۱۸/۳۳۱

(۳۶) عمدۃ القاری: ۱۹/۳۰۳

شک ہو سکتا ہے کہ صحیح بخاری کی احادیث صحیح تر احادیث ہیں اور حدیث کی کتابوں میں بلند تر معیار کی بناء پر ہی صحیح بخاری کو " اصح الکتب بعد کتاب اللہ " کا اعزاز حاصل ہے اس لئے بخاری کی کتاب التفسیر کا یہ حصہ فن تفسیر کا صحیح تر سرمایہ ہے ۔

البتہ وہ حصہ جس میں الفاظ کی لغوی تشریح کی گئی ہے ، اس حصہ میں چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے زیادہ تر اعتماد ابو عبیدہ کی " مجاز القرآن " پر کیا ہے اس لئے یہاں وہ بلند معیار برقرار نہیں رکھا جا سکا اور اس حصہ میں بعض تسامحات اور مرجوح اقوال آگئے ہیں جن کے کچھ نمونے ما قبل میں آپ نے ملاحظہ کر لئے ۔

ابو عبیدہ کی " مجاز القرآن " بھی چھپ گئی ہے ، قاہرہ کے مشہور اشاعتی ادارہ مکتبہ خانجی نے ، ایک ترکی عالم محمد فواد سزکین کی تحقیق کے ساتھ اسے دو جلدوں میں شائع کیا ہے ، محمد فواد نے پانچ مخطوطہ نسخوں کو سامنے رکھ کر مطبوعہ نسخے کو مرتب کیا اور تحقیق و مراجعت کے ساتھ ساتھ الفاظ کی تشریح میں جو بے ترتیبی تھی اسے بھی ختم کر دیا اور الفاظ کی لغوی تشریح کو ترتیب آیات کے مطابق کر دیا ہے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۶۸ - کتاب التفسیر

«الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ» اسْمَانِ مِنَ الرَّحْمَةِ ، الرَّحِيمُ وَالرَّاحِمُ بِمَعْنًى وَاحِدٍ ، كَالْعَلِيمِ وَالْعَالِمِ .

کتاب التفسیر

اصحاب صحاح میں امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوداؤد اور امام مسلمؒ نے کتاب التفسیر پیش کی ہے ۔ مسلم شریف میں کتاب التفسیر کا حصہ بہت کم ہے اسی لئے بعض حضرات نے اسے جوامع میں داخل نہیں کیا ہے ۔ امام ابوداؤد نے "کتاب الحروف" کے نام سے ایک بحث کی ہے اور اس کا تعلق تفسیر ہی سے ہے (۱) امام ترمذی رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر مفصل پیش کی ہے (۲) امام بخاری نے امام ترمذی سے بھی زیادہ تفصیل سے کتاب التفسیر کو بیان کیا ہے ۔

تفسیر کے لغوی معنی

تفسیر مشتق ہے "فَسْر" سے، جس کے معنی ہیں "کھولنا" تفسیر میں چونکہ مغلقات الفاظ اور قرآن کریم کے مفہوم کو کھول کر بیان کیا جاتا ہے، اسی لئے اسے تفسیر کہا جاتا ہے ۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ ماخوذ ہے "سفر" سے، اس کا قلب کرکے "فسر" بنایا گیا پھر اس سے تفسیر مشتق ہے، سفر کے معنی بھی کھولنے کے آتے ہیں، سفر کو سفر اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ بہت

(۱) دیکھیے سنن ابی داود: ۳۱/۴ کتاب حروف القراءات

(۲) دیکھیے سنن ترمذی، کتاب التفسیر: ۱۹۹/۵-۴۵۴

سے مخفی امور کے لئے کاشف ہوتا ہے (۳)۔

تفسیر کے اصطلاحی معنی

علامہ زَرکشیؒ نے علم تفسیر کی تعریف کی ہے :

علم یعرف بہ فهم کتاب الله المنزل علی نبیه محمد صلی الله علیه وسلم و بیان معانیه واِستخراج اَحکامه و حِکَمه (۴)۔

"علم تفسیر وہ علم ہے جس سے قرآن کریم کا فہم حاصل ہو، اس کے معانی کی وضاحت اور اس کے احکام اور حکمتوں کا استنباط کیا جاسکے ۔"

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے "روح المعانی" میں علم تفسیر کی تعریف کی ہے :

علم یُبحث فیه عن کیفیة النطق بالفاظ القرآن و مدلولاتها و احکامها الافرادیة والترکیبیة و معانیها التی تحمل علیها حالة الترکیب و تتمات لذلک کمعرفة النسخ، وسبب النزول، وقصة توضح ماابهم فی القرآن (۵)۔

"علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی ادائیگی کی کیفیت، ان کے مفہوم، ان کے افرادی اور ترکیبی احکام اور ان معانی سے بحث کی جاتی ہے جو ان الفاظ سے ترکیبی حالت میں مراد لئے جاتے ہیں، نیز ان معانی کے تتمے سے بحث ہوتی ہے جیسے ناسخ منسوخ، شان نزول اور قرآن کے ان مبہم قصوں کی معرفت جن کی وضاحت کی گئی ہو۔"

تفسیر اور تاویل

متقدمین کے نزدیک تفسیر اور تاویل میں کوئی فرق نہیں ہے، چنانچہ امام ابوعبیدہؒ نے تصریح کی ہے کہ یہ دونوں لفظ بالکل مرادف ہیں (۶) لیکن بعد کے علماء نے ان دونوں میں فرق کیا ہے اور دونوں کے درمیان فرق بتانے میں مختلف آراء ظاہر کی ہیں مثلاً چند اقوال یہ ہیں :

---

(۳) قال السیوطی رحمه الله فی "الاتقان" التفسیر تفعیل من الفسر و هو البیان والکشف ویقال: هو مقلوب السفر، تقول: اسفر الصبح: اذا ضاء(وانظر الاتقان فی علوم القرآن: ۲/ ۲۲۱) و روح المعانی: ۱/ ۶

(۴) البرهان: ۱/ ۱۳

(۵) روح المعانی: ۱/ ۶

(۶) الاتقان فی علوم القرآن: ۲/ ۲۲۱ و روح المعانی: ۱/ ۶ و فتح الباری: ۸/ ۱۵۵

❶ تفسیر نام ہے بیان المراد باللفظ کا اور تاویل نام ہے بیان المراد بالمعنی کا (۷)

❷ تفسیر کا تعلق نقل و روایت سے ہے اور تاویل کا تعلق عقل و درایت سے ہے (۸)

❸ تفسیر اس لفظ کی تشریح کا نام ہے جس میں ایک سے زیادہ معنی کا احتمال نہ ہو اور تاویل کہتے ہیں لفظ میں جو مختلف معانی محتمل ہیں قرائن اور دلائل کے ذریعہ ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا (۹)۔

❹ تفسیر یقین کے ساتھ تشریح کرنے کو کہا جاتا ہے اور تاویل تردد کے ساتھ تشریح کرنے کو (۱۰)۔

❺ تفسیر الفاظ کا مفہوم بیان کردینے کا نام ہے اور تاویل اس مفہوم سے نکلنے والے نتائج کی توضیح کا (۱۱)۔

اس کے بعد سمجھئے کہ سب سے پہلے مفسر قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور پھر آپ کے بعد حضرات صحابہ کرام میں مفسرین گزرے ہیں، صحابہ کرام میں سب سے مشہور مفسر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں جن کو رئیس المفسرین کہا جاتا ہے، تابعین نے بھی اپنے ادوار میں تفسیریں کی ہیں اور ان سے تفسیری اقوال منقول ہیں اور پھر ان کے بعد آنے والے ائمہ ہیں۔

ائمہ نحو نے قرآن پاک کی خاص طور سے بڑی خدمت کی ہے، ابوعبیدہ معمر بن مُثنّٰی اور فَرّاء وغیرہ نے قرآن پاک کے معانی پر کتابیں لکھیں ہیں، ابوعبیدہ نے "مَجاز القرآن" اور فَرّاء نے "معانی القرآن" تالیف فرمائی تھی۔

اسی طرح حضرات محدثین کرام نے قرآن کی تفسیر پر مشتمل کتابیں لکھیں اور تفسیر آیات کے متعلق جو روایات مرفوعاً و موقوفاً منقول ہیں انہیں یکجا کیا۔

اس سلسلہ کے اندر سب سے جامع و مستند تفسیر ابوجعفر محمد بن جریر طَبَری رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے کسی زمانے میں تیس جلدوں میں چھپی تھی۔

کتاب التفسیر میں امام بخاری رحمہ اللہ کا انداز

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر میں ابن جریر طَبَری کا مہذب طریقہ اختیار نہیں کیا بلکہ انہوں

(۷) فتح الباری ۸/۱۵۵

(۸) روح المعانی: ۱/۶ و الاتقان فی علوم القرآن: ۲/۲۲۲

(۹) الاتقان: ۲/۲۲۱

(۱۰) علوم القرآن: ۳۲۶

(۱۱) علوم القرآن: ۳۲۶

نے ابوعبیدہ معمر بن مثنی کی کتاب "مجاز القرآن" کو سامنے رکھ کر تفسیر لی ہے، امام بخاری مفردات کے معانی اسی سے نقل کرتے ہیں اور چونکہ ابوعبیدہ "مجاز القرآن" میں ایک مادہ کی تشریح کرتے ہوئے دوسرے مادہ کی تشریح شروع کردیتے ہیں، ایک سورہ سے دوسری سورہ کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں نیز اس میں اقوال مرجوحہ بھی ہیں اسی لئے یہ سوء ترتیب اور اقوال مرجوحہ امام بخاریؒ کی کتاب التفسیر میں بھی موجود ہیں، کتاب التفسیر میں امام بخاری رحمہ اللہ کے مختلف انداز ہیں۔

کوئی مشکل لفظ ہو تو اکثر اس کی تشریح کردیتے ہیں۔

آیت کی شان نزول اور پس منظر کسی واقعہ سے متعلق ہو تو وہ واقعہ بیان کردیتے ہیں۔

کسی آیت کی فضیلت اگر روایت سے ثابت ہوتی ہے تو اس آیت کے تحت وہ روایت ذکر کردیتے ہیں۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آیت قرآنیہ میں کوئی لفظ آیا ہوا ہے اور بعینہ وہ لفظ حدیث میں بھی وارد ہوا ہوتا ہے تو امام بخاریؒ وہ حدیث اس آیت کے ذیل میں ذکر کردیتے ہیں کیونکہ بسا اوقات حدیث کے پورے کلام سے آیت کی مراد اور اس کے معنی کی تعیین ہوجاتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کسی سورۃ کے اختتام پر بعض کلمات پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے تو امام بخاری وہ سورہ ذکر کرنے کے بعد ان کلمات کو بیان کردیتے ہیں۔

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ اگر کسی شان نزول کی وجہ سے متعدد آیات ایک ہی وقت نازل ہوگئی ہیں تو امام بخاری رحمہ اللہ ان آیات میں سے ہر ایک کے ذیل میں وہ روایت جس میں شان نزول مذکور ہے بار بار مکرر اسانید سے ذکر کرتے چلے جائیں گے، جیسے سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۴۳ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا.... سے لے کر آیت ۱۵۰ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ.... تک ہر ایک کے ذیل میں قبلہ والی روایت جو حضرت ابن عمرؓ اور حضرت براء بن عازبؓ سے منقول ہے ذکر فرمائی ہے۔

الرحمٰن الرحیم: اسمان من الرحمۃ۔ الرحیم والراحم بمعنی واحد کالعلیم والعالم

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، رحمان اور رحیم دونوں اسم ہیں، رحمت سے مشتق ہیں، رحمان اور رحیم دونوں میں معنی کے اعتبار سے فرق ہے، رحمٰن رحیم سے ابلغ ہے کیونکہ قاعدہ ہے زیادۃ المَبْنٰی تَدُلُّ عَلٰی زِیَادَةِ الْمَعْنٰی۔ رحمان میں الفاظ رحیم سے زیادہ ہیں اسی لئے رحمان سے اللہ جل شانہ کی وہ صفت رحمت مراد ہے جو تمام مخلوق کے لئے عام ہے اور رحیم سے وہ صفت رحمت مراد ہے جو صرف مومنین کے

ساتھ خاص ہے (۱۳)۔

بعضوں نے کہا کہ رحمان کے معنی عام الرحمۃ کے اور رحیم کے معنی تام الرحمۃ کے ہیں ۔ عام الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذات جس کی رحمت سارے عالم اور تمام کائنات پر حاوی اور شامل ہو اور تام الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ اس کی رحمت کامل اور مکمل ہو اور بعض حضرات نے کہا الرحمن مَن تَعُمُّ رحمته الدنیا والاخرۃ، والرحیم من تخص رحمته بالاخرۃ (۱۴)۔

مبرد اور ثعلب نے کہا کہ رحمان عِبرانی لفظ ہے اور رحیم عربی ہے (۱۵) لیکن ابن الاَنباری اور زُجاج وغیرہ نے ان کی تردید کی (۱٦) اور حقیقت بھی یہی ہے کہ رحیم کی طرح رحمان بھی رحمت سے مشتق ہے ، چنانچہ ترمذی شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں :

اَنَا الرَّحمٰنُ خَلَقتُ الرَّحِمَ، وَشَقَقتُ لَھَا مِنِ اسمِی، فمن وصلھا وصلته ومن قطعھا بتته (۱۷)۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا "الرحیم والراحم بمعنی واحد" یعنی رحیم اور راحم کے معنی ایک ہیں اس سے مقصد یہ ہے کہ دونوں کامادہ ایک ہے اور نفس معنی دونوں کے ایک ہیں یعنی رحمت ورنہ "رحیم" مبالغہ یا صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور "راحم" اسم فاعل ہے اور مبالغہ کا صیغہ زیادتی معنی پر دلالت کرتا ہے اسی طرح صفت مشبہ کا صیغہ ثبوت اور دوام پر دلالت کرتا ہے جبکہ صیغہ اسم فاعل نفس حدوثِ فعل پر دلالت کرتا ہے ، اس لئے صیغے کے اعتبار سے رحیم اور راحم میں فرق ہے البتہ نفس معنی دونوں کے ایک ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی اعتبار سے دونوں کو "بمعنی واحد" کہا ہے (۱۸)

---

(۱۳) عمدۃ القاری: ۷۹/۱۸

(۱۴) قال ابن عطیة فی المحرر الوجیز: ۱/ ۹۷۔ "....ان اباسعید الخدری و ابن مسعود رویا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: الرحمان رحمان الدنیاو الاخرۃ، و الرحیم رحیم الاخرۃ" وانظر مجمع البیان: ۱/ ۲۱۔ وتفسیر نسفی: ۵/۱۔

(۱۵) فتح الباری: ۱۵۵/۸

(۱٦) فتح الباری: ۱۵۵/۸

(۱۷) دیکھیے سنن ترمذی، ابواب البر و الصلة، باب ماجاء فی قطعیة الرحم: ۱۲/۲

(۱۸) حاشیة لامع الدراری: ۳/۹

١ – باب : مَا جَاءَ فِي فَاتِحَةِ الْكِتَابِ .

وَسُمِّيَتْ أُمَّ الْكِتَابِ أَنَّهُ يُبْدَأُ بِكِتَابَتِهَا فِي الْمَصَاحِفِ ، وَيُبْدَأُ بِقِرَاءَتِهَا فِي الصَّلَاةِ . وَالدِّينُ : الْجَزَاءُ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ ، كَمَا تَدِينُ تُدَانُ .
وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «بِالدِّينِ» /الماعون : ١/ ، /الانفطار : ٩/ : بِالْحِسَابِ . «مَدِينِينَ» /الواقعة : ٨٦/ : مُحَاسَبِينَ .

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ کو "ام الکتاب" بھی کہا جاتا ہے ایک تو اس وجہ سے کہ وہ مصاحف کی ابتداء میں لکھی جاتی ہے دوسری اس لئے کہ نماز میں بھی اس کی قراءت سے ابتداء کی جاتی ہے ، امام بخاری رحمہ اللہ کی بیان کردہ مذکورہ دو وجوہ بظاہر "فاتحۃ الکتاب" کی وجہ تسمیہ معلوم ہوتی ہیں "اُمّ الکتاب" کی نہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں کی وجہ تسمیہ ہے فاتحۃ الکتاب کی وجہ تسمیہ ہونا تو ظاہر ہے اور "اُمّ الکتاب" کی وجہ تسمیہ یہ اس لئے ہے کہ ام بھی بچے سے پہلے ہوتی ہے اور مبدا ولد ہوتی ہے (١٩)۔

بعض حضرات نے کہا کہ "ام الشئی" کے معنی "اصل الشیٔ" کے ہے اور سورۃ فاتحہ بھی "اصل الکتاب" ہے قرآن کے تمام بنیادی مضامین اس میں اجمالا جمع ہیں (٢٠)۔

علامہ ابن سیرین اور تقی الدین بن مخلد نے فرمایا کہ فاتحۃ الکتاب کو "امّ الکتاب" کہنا مکروہ ہے کیونکہ ام الکتاب لوح محفوظ کو کہتے ہیں ، قرآن کریم میں ہے وَعِندَهُ أُمُّ الْكِتَابِ (٢١)۔ وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ (٢٢) ان آیات میں ام الکتاب سے لوح محفوظ مراد ہے اسی طرح ایک حدیث سے بھی وہ استدلال کرتے ہیں .... لایقولن احدکم ام الکتاب ولیقل فاتحۃ الکتاب (٢٣)۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کا نام "امّ الکتاب" خود صحیح حدیث میں مروی ہے دارقطنی نے صحیح حدیث نقل کی ہے اذا قرأتم الحمد، فاقرءوا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، انہا ام القرآن و ام الکتاب والسبع

(١٩) عمدۃ القاری : ١٨/٨٠ (٢٠) الاتقان فی علوم القرآن : ١/٨٤ (٢١) الرعد/٣٩

(٢٢) الزخرف/٤ پوری آیت ہے : وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ

(٢٣) الاتقان فی علوم القرآن : ١/٦٠

المثانی (۲۴)۔

باقی ابن سیرین اور تقی الدین نے استدلال میں جو حدیث پیش کی ہے وہ صحیح نہیں ہے علامہ سیوطیؒ نے اس کے متعلق فرمایا "ھذا لا اصل لہ فی شئی من کتب الحدیث" (۲۵)۔

سورۃ فاتحہ کے اسماء

سورہ فاتحہ کے کئی نام ہیں۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے "الاتقان" میں سورہ فاتحہ کے پچیس نام نقل کئے ہیں۔

(۱) فاتحۃ الکتاب (۲) فاتحۃ القرآن (۳) ام الکتاب (۴) ام القرآن (۵) القرآن العظیم (۶) السبع المثانی (۷) الوافیۃ (۸) الکنز (۹) الکافیۃ (۱۰) الاساس (۱۱) النور (۱۲) سورۃ الحمد (۱۳) سورۃ الشکر (۱۴) سورۃ الحمد الاولی (۱۵) سورۃ الحمد القصری (۱۶) الراقیۃ (۱۷) الشفاء (۱۸) الشافیۃ (۱۹) سورۃ الصلاۃ (۲۰) الصلاۃ (۲۱) سورۃ الدعاء (۲۲) سورۃ السؤال (۲۳) سورۃ تعلیم المسئلہ (۲۴) سورۃ المناجاۃ (۲۵) سورۃ التفویض (۲۶)

والدین: الجزاء فی الخیر والشر، کما تدین تدان

یعنی "مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" میں دین کے معنی جزاء اور بدلہ کے ہیں خواہ خیر کا ہو یا شر کا، دین دونوں کو شامل ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ کما تدین تدان "جیسا کروگے ویسا بھروگے" یہ حدیث مرسل ہے، عبدالرزاق نے ابوقلابہ سے مرسلاً یہ روایت نقل کی ہے (۲۷)۔ "کماتدین" میں "کاف" "مثل" کے معنی میں ہے اور "ماتدین" مصدر کے معنی میں ہے۔ اس سے پہلے "دِیْنًا" محذوف ہے جو "تدان" کے لئے مفعول مطلق واقع ہورہا ہے اصل عبارت ہے "تُدَانُ دِیْنًا مِثْلَ دِیْنِکَ" یعنی جیسا آپ عمل کریں گے ویسی جزاء آپ کو دی جائے گی۔

وقال مجاهد: بِالدِّيْنِ: بالحِسَابِ، مَدِيْنِيْنَ: مُحَاسَبِيْنَ

امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ فاتحہ سے سورۃ ماعون اور سورۃ انفطار کی آیت "اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ

(۲۴) الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۷۰۔ وسنن دارقطنی: کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم فی الصلاۃ: ۱/۳۱۲

(۲۵) الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۷۰

(۲۶) الاتقان فی علوم القرآن: ۱/۷۰-۷۱

(۲۷) عمدۃ القاری: ۱۸/۸۰

بِالدِّيْنِ" اور "كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ" کی طرف منتقل ہوگئے کہ ان دونوں آیات میں دین کے معنی حساب کے ہیں، اسی طرح سورۂ واقعہ کی آیت "فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ" (۳۰) میں "مدینین" کے معنی "محاسبین" کے ہیں۔

لفظ دین کے اور بھی کئی معنی آتے ہیں عادت، عمل، حکم، حال، حق، طاعت، قہر، ملت، شریعت، ورع، سیاست (۳۱)۔

٤٢٠٤ : حدثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ ، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عاصِمٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ المعَلَّى قَالَ : كُنْتُ أُصَلِّي فِي المَسْجِدِ ، فَدَعانِي رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ فَلَمْ أُجِبْهُ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، إِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي ، فَقَالَ : (أَلَمْ يَقُلِ ٱللّٰهُ : «ٱسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ») . ثمَّ قالَ لِي : (لَأُعَلِّمَنَّكَ سُورَةً هِيَ أَعْظَمُ السُّوَرِ فِي الْقُرْآنِ ، قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ المَسْجِدِ) . ثمَّ أَخَذَ بِيَدِي ، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ ، قُلْتُ لَهُ : أَلَمْ تَقُلْ : (لَأُعَلِّمَنَّكَ سُورَةً هِيَ أَعْظَمُ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ) . قالَ : («الحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ» : هِيَ السَّبْعُ المَثَانِي ، وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ) . [٤٣٧٠ ، ٤٤٢٦ ، ٤٧٢٠]

فقال: الم يقل الله: اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ

اس بات پر تو اتفاق ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو پکاریں اور وہ نماز کی حالت میں ہو تو اسے آپ کی پکار میں لبیک کہنا چاہئے لیکن اس لبیک کہنے سے اس شخص کی نماز باطل ہوجائے گی یا نہیں؟ اس میں حنفیہ، مالکیہ اور حضرات شافعیہ کے دو دو قول ہیں، مالکیہ اور شافعیہ کا راجح قول عدم الفساد ہے (۳۲) اور یہی حنابلہ کا مسلک ہے۔

---

(۳۰) سورة الواقعة: /۸٦

(۳۱) عمدة القاری: ۸۰/۱۸ (۳۲) اوجز المسالک: ۸۸/۲ باب ماجاء فی القرآن

(۴۲۰۴) اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب ماجاء فی فاتحة الکتاب، رقم الحدیث: ۴۲۰۴، و کتاب التفسیر، باب یاایها الذین اٰمنوا استجیبوا للہ و للرسول اذا دعاکم، رقم الحدیث: ۴۳۷۰، و کتاب التفسیر، باب وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا من المثانی و القرآن العظیم، رقم الحدیث ۴۴۲٦ و کتاب التفسیر، باب فضل فاتحة الکتاب، رقم الحدیث: ۴۷۲۰، واخرجه ابوداؤد فی کتاب الصلاة، باب فاتحة الکتاب، رقم الحدیث ۱۴۵۷، واخرجه النسائی فی کتاب الصلاة، باب فضل فاتحة الکتاب: ۱۳۵/۱، واخرجه ابن ماجه فی کتاب الادب، باب ثواب القرآن: ۲٦۷

حنفیہ کے یہاں مشہور فساد کا قول ہے امام طحاوی نے اسی کو اختیار کیا ہے (۳۳) بعض حضرات کہتے ہیں نماز فاسد نہیں ہوگی (۳۴) اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔

هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ

سورۃ فاتحہ کو "سبع مثانی" بھی کہتے ہیں سبع تو اس لئے کہتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ کی آیتیں سات ہیں سات آیات ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ ان کی تعیین میں اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک "صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" مستقل ایک آیت ہے اور بسم اللہ سورہ فاتحہ کی آیت نہیں۔

شوافع کے نزدیک "صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" مستقل آیت نہیں بلکہ "صِرَاطَ الَّذِينَ" سے لے کر "وَلَا الضَّالِّينَ" تک ساتویں آیت ہے اور سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت "بسم اللہ" ہے (۳۵)۔

"مثانی" "مَثْنیٰ" کی جمع ہے مثنی کے معنی ہیں دو، دو، مثانی کی مختلف وجوہ تسمیہ بیان کی گئی ہیں۔

❶ اس کا نزول دو مرتبہ ہوا، ایک مرتبہ مکہ میں اور دوسری بار مدینہ میں۔

❷ لانها تثنى فی کل رکعة ای تعاد یعنی ہر رکعت میں اس کا اعادہ کیا جاتا ہے۔

❸ لانها یثنی بها علی اللّٰه تعالی یعنی اس میں اللہ کی تعریف اور ثناء بیان کی گئی ہے۔

❹ لِاَنَّهَا اُستثنيت لِهٰذه الامة لم تنزل علی من قبلها یعنی یہ سورۃ امت محمدیہ کو استثنائی اور خصوصی طور پر عطا کی گئی ہے (۳۶)۔

لیکن حقیقت یہ ہے چاہے یہ ثناء سے ماخوذ ہو، یا تثنیہ سے ماخوذ ہو یا استثناء سے ماخوذ ہو ان میں کوئی تعارض نہیں ہے ان سب وجوہ کی بنیاد پر اس سورہ کو مثانی کہتے ہیں۔

سورۃ فاتحہ کو قرآن عظیم بھی کہتے ہیں، چونکہ قرآن کے بنیادی مضامین اس سورت میں اجمالاً آگئے ہیں اس لئے عظمت و اہمیت کو واضح کرنے کے لئے تسمیۃ الکل باسم الجزء کے طور پر سورۃ فاتحہ کو "القرآن العظیم" کہتے ہیں۔

---

(۳۳) اوجز المسالک: ۸۸/۲ باب ما جاء فی القرآن

(۳۴) قال العینی فی شرح البخاری: قال صاحب التوضیح: صرح اصحابنا، فقالوا: من خصائص النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لو دعا انسانا، وھو فی الصلاۃ، وجب علیہ الاجابۃ ولا تبطل صلاتہ (وانظر اوجز المسالک الی موطا الامام مالک: ۸۹/۲)

(۳۵) عمدۃ القاری: ۸۱/۱۸

(۳۶) مذکورہ چاروں توجیہات کے لئے دیکھیے الاتقان فی علوم القرآن: ۶۱/۱

قرآن کے بنیادی مضامین مبدأ اور معاد سے متعلق ہیں ، مبدأ میں اللہ کی ذات، صفات اور احکام آجاتے ہیں ، معاد میں حشر، نشر، جزاء اور سزا آتی ہے ، سورۃ فاتحہ کی ابتدائی دو آیات میں اللہ کی ذات اور صفات کا ذکر ہے "ایاک نعبد" میں احکام کی طرف اشارہ ہے تو مبدأ کا ذکر آگیا اور "اھدنا الصراط" میں حشر نشر اور جزاء و سزا کا تذکرہ ہے جو معاد سے متعلق ہیں ۔

٢ - باب : «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ» .

٤٢٠٥ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ سُمَيٍّ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (إِذَا قالَ الْإِمامُ : «غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ» . فَقُولُوا آمِينَ ، فَمَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ ما تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ) .
[ر : ٧٤٧]

"اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ" کا مصداق یہود ور "ضَالِّيْنَ" کا مصداق نصاری ہیں ۔

اس روایت کا تعلق تفسیر سے نہیں ہے ، تفسیر تو اس کی وہ ہے جو امام ترمذیؒ نے بیان کی ہے کہ "المغضوب علیھم" سے یہود اور "الضّالین" سے نصاری مراد ہیں (۳۷) علامہ عینی نے اس روایت کو یہاں ذکر کرنے پر اعتراض کیا کہ اس کا تفسیر سے کوئی تعلق نہیں ، اس کو "فضائل القرآن" کے ابواب میں ذکر کرنا چاہیئے (۳۸) لیکن جیسا کہ بتایا گیا کہ امام بخاریؒ ادنی مناسبت کی بناء پر بھی روایت ذکر کردیتے ہیں ۔

سُورَةُ الْبَقَرَةِ .

اس سے معلوم ہوا کہ "سورۃ" کی "بقرۃ" کی طرح اضافت کرنے میں کوئی حرج نہیں بیہقی نے "شُعَبُ الْإِيْمَانِ" میں ایک روایت نقل کی ہے ، اس میں ہے : "لَاتَقُوْلُوْا: سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَلَا سُوْرَةَ آلِ عِمْرَانَ،

---

(۳۷) دیکھیے سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، رقم الحدیث: ۲۸۵۴

(۳۸) عمدۃ القاری: ۸۱/۱۸

ولاسورۃ النساء.... ولکن قولوا: السورۃ التی تذکر فیھا البقرۃ، والسورۃ التی یذکر فیھا آل عمران...."

لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے، اس کی سند میں یحیی بن میمون خوّاص ایک ضعیف راوی ہیں صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے، اس میں ہے "ھذا المقام الذی انزلت علیہ سورۃ البقرۃ" اسی طرح بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت نقل فرمائی ہے، اس میں ہے: "کنت اقوم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل، فیقرأ بالبقرۃ، و آل عمران، والنساء" اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ نے "شمائل" میں عوف بن مالک سے روایت نقل فرمائی ہے، اس میں ہے "قمت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ، فقام، فقرأ سورۃ البقرۃ، لایمر بآیۃِ رحمۃٍ الا وقف"۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سورۃ البقرہ اور سورۃ النساء وغیرہ کہنا درست ہے (۳۹) یہ اضافت اضافت تعریف ہے۔

سورۃ بقرہ مدنیہ ہے، اس میں چالیس رکوع، دو سو چھیاسی آیات، چھ ہزار ایک سو اکیس کلمات اور پچیس ہزار پانچ سو حروف ہیں، سورۃ بقرہ میں پندرہ امثال، پانچ سو حکمتیں اور تین سو ساٹھ رحمتیں ہیں (۴۰)

۳ - باب : قَوْلِ اللّٰهِ : «وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا» /۳۱/.

اس میں اختلاف ہے کہ وہ اسماء کن چیزوں کے تھے، بعض نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی ذریت کے اسماء تھے بعض نے کہا کہ ملائکہ کے اسماء تھے، بعض نے کہا کہ اجناس اشیاء کے اسماء تھے اور بعض نے کہا کہ اشیاء مافی الارض کے اسماء تھے (۴۱) مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے ان اشیاء کے اسماء مراد ہیں جن کا علم ضروری ہے (۴۲)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امتحان لیتے وقت حضرت آدم علیہ السلام کی فرشتوں

---

(۳۹) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے فتح القدیر: ۲۹۲۸/۱۔

(۴۰) عمدۃ القاری: ۸۱/۱۸

(۴۱) عمدۃ القاری: ۸۳/۱۸ وفتح الباری: ۱۲۰/۸

(۴۲) فیض الباری: ۱۵۵/۴

پر غلبہ کی یہ صورت ظاہر فرمائی کہ ان کو اسماء سکھلا دیئے، فرشتوں سے سوال کیا تو انہوں نے کہا "لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا" حضرت آدم علیہ السلام سے سوال کیا تو انہوں نے اسماء بتلادیئے، اللہ جل شانہ نے فرشتوں سے فرمایا "اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" سوال یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ سبحانہ وتعالٰی نے تعلیم دی تھی اور فرشتوں کو ان اسماء کی تعلیم نہیں دی گئی تھی تو فرشتوں کا اس امتحان میں پاس ہونا کیونکر ممکن تھا؟ ملائکہ کو ان اسماء کی تعلیم دی جاتی تو وہ بھی بتلادیتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سوال و جواب سے مقصود فرشتوں پر یہ حقیقت آشکارا کرنا تھی کہ اس پتلۂ خاکی میں اتنی بڑی صلاحیت اور استعداد موجود ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اس کو تم پر فوقیت دیدیں اور بعض ایسے علوم سکھائیں کہ جن کا تمہیں علم نہیں چنانچہ اس امتحان میں حضرت آدم علیہ السلام کی علمی صلاحیت اجاگر ہوئی (۴۳)۔

بعض لوگوں نے کہا کہ اس سوال جواب سے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق یہ بتانا مقصود تھا کہ ان میں تعلم کی صلاحیت واستعداد ہے اور فرشتوں میں نہیں

لیکن یہ جواب ٹھیک نہیں کیونکہ فرشتوں نے جواب میں "لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا" کہا یعنی "ہمیں تو کوئی علم نہیں مگر جو آپ ہمیں سکھلادیں" جس سے معلوم ہوا کہ تعلم کی صلاحیت فرشتوں میں بھی موجود تھی۔

٤٢٠٦ : حدّثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . وَقَالَ لِي خَلِيفَةُ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُونَ : لَوِ ٱسْتَشْفَعْنَا إِلَى رَبِّنَا ، فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ : أَنْتَ أَبُو النَّاسِ ، خَلَقَكَ ٱللّٰهُ بِيَدِهِ ، وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ ، وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ ، فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هٰذَا . فَيَقُولُ : لَسْتُ هُنَاكُمْ ، وَيَذْكُرُ ذَنْبَهُ فَيَسْتَحِي ، ٱئْتُوا نُوحًا ، فَإِنَّهُ أَوَّلُ رَسُولٍ بَعَثَهُ ٱللّٰهُ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ . فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ : لَسْتُ هُنَاكُمْ ، وَيَذْكُرُ سُؤَالَهُ رَبَّهُ مَا لَيْسَ لَهُ بِهِ عِلْمٌ فَيَسْتَحِي ، فَيَقُولُ : ٱئْتُوا خَلِيلَ الرَّحْمٰنِ . فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ : لَسْتُ هُنَاكُمْ ، ٱئْتُوا مُوسَى ، عَبْدًا كَلَّمَهُ ٱللّٰهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ . فَيَأْتُونَهُ فَيَقُولُ : لَسْتُ هُنَاكُمْ ، وَيَذْكُرُ قَتْلَ النَّفْسِ بِغَيْرِ نَفْسٍ ، فَيَسْتَحِي مِنْ رَبِّهِ

(۴۳) دیکھیے روح المعانی: ۱/۲۲۵-۲۲۶

فَيَقُولُ : ٱئْتُوا عِيسٰى عَبْدَ ٱللهِ وَرَسُولَهُ ، وَكَلِمَةَ ٱللهِ وَرُوحَهُ . فَيَقُولُ : لَسْتُ هُنَاكُمْ ، ٱئْتُوا مُحَمَّدًا ﷺ ، عَبْدًا غَفَرَ ٱللهُ لَهُ ما تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ . فَيَأْتُونِي ، فَأَنْطَلِقُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ عَلَى رَبِّي ، فَيُؤْذَنَ لِي ، فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي وَقَعْتُ سَاجِدًا ، فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ ٱللهُ ، ثُمَّ يُقَالُ : ٱرْفَعْ رَأْسَكَ ، وَسَلْ تُعْطَهُ ، وَقُلْ يُسْمَعْ ، وَٱشْفَعْ تُشَفَّعْ . فَأَرْفَعُ رَأْسِي ، فَأَحْمَدُهُ بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ ، ثُمَّ أَشْفَعُ ، فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُدْخِلُهُمُ الجَنَّةَ ، ثُمَّ أَعُودُ إِلَيْهِ ، فَإِذَا رَأَيْتُ رَبِّي ، مِثْلَهُ ، ثُمَّ أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُدْخِلُهُمُ الجَنَّةَ ، ثُمَّ أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَقُولُ : ما بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ ، وَوَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ) .

قَالَ أَبُو عَبْدِ ٱللهِ : إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ ، يَعْنِي قَوْلَ ٱللهِ تَعَالَى : «خالِدِينَ فِيهَا» .

[٦١٩٧ ، ٦٩٧٥ ، ٧٠٠٢ ، ٧٠٧٨ ، وانظر: ٣١٨٢]

فيقولون: أَنْتَ أَبو النَّاسِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ

بعض نے کہا کہ یہاں "ید" سے مراد قدرت ہے اگر قدرت مراد ہے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کیا ہوئی، ابلیس کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اس لئے اکثر علماء کہتے ہیں کہ ید سے اللہ تعالیٰ کی صفت ذاتیہ مراد ہے، حق تعالیٰ نے آدم کی تخلیق میں اپنی خاص صفت ذاتیہ کو اس طرح استعمال فرمایا تھا کہ اس میں کسی قسم کے واسطہ کو حائل نہیں فرمایا (۴۴)۔

وأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ

یہاں دو باتیں ہیں ایک یہ کہ اس سجدہ سے کونسا سجدہ مراد ہے، دوم یہ کہ سجدہ تمام فرشتوں نے کیا تھا یا بعض نے

سجود کے متعلق تو بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس سے خضوع اور تذلل مراد ہے، حقیقی سجدہ "وضع الجبهة علی الارض" مراد نہیں (۴۵)۔

---

(۴۴) قال الابی فی شرح مسلم: ۱ / ۳۵۵۔ "قوله: خلقک اللّٰہ بیده: ای بقدرته، وهو تنبیه علی ان خلقه لیس کخلق بنیه من تقلبهم فی الارحام وغیر ذلک من الوسائط، والا فکل شئی بقدرته عز وجل" ... وفی فتح الملهم: ۱ /: ۳۶۲ "خلقک اللّٰہ بیده ای بلا واسطة او بقدرته الکاملة وارادته الشاملة

(۴۵) دیکھیے الجامع لاحکام القرآن: ۱/ ۲۹۳

لیکن مشہور یہی ہے کہ اس سے حقیقی سجدہ مراد ہے (۴۶) پھر اس کی نوعیت میں اختلاف ہے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ سجدہ تحیہ اور سجدہ تعظیم تھا اور حضرت آدم علیہ السلام حقیقتاً مسجود تھے (۴۷) اور بعض علماء کہتے ہیں یہ سجود عبادت تھا، معبود برحق اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی تھی حضرت آدم علیہ السلام کی حیثیت قبلہ کی تھی(۴۸)، مجدد الف ثانیؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

دوسری بات کے متعلق ابن حزم اور حافظ ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ سجدہ تمام ملائکہ نے کیا تھا (۴۹) اور بعض کہتے ہیں کہ صرف ان فرشتوں نے کیا تھا جن کا تعلق زمین سے ہے (۵۰)۔

وَعَلَّمَكَ اَسْمَاءَ كُلِّ شَىْءٍ

اس روایت سے یہ ہے مقصود بالترجمہ

اِئْتُوْا نُوْحًا، فَاِنَّهٗ اَوَّلُ رَسُوْلٍ بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ

اول رسول تو حضرت آدم علیہ السلام ہیں، حضرت نوح علیہ السلام کو اول رسول طوفان نوح کے بعد ہونے کی حیثیت سے کہا گیا کہ طوفان کے بعد حضرت نوحؑ ہی روئے زمین پر اللہ کے پہلے رسول تھے۔

فیقول: لَسْتُ هناكم

میں اس درجہ کا آدمی نہیں، حضرت آدم علیہ السلام نے یہ بات تو اضعاً کہی، ورنہ وہ اللہ کے نبی ہیں اور اس بات کے یقیناً قابل اور لائق ہیں کہ بارگاہ رب العزت میں سفارش کریں۔

اور اس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ یہ کام دوسرے کے لئے مقرر ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پہلے سے فیصلہ کر رکھا ہے کہ یہ سفارش کس کو کرنی ہے لہذا میں یہ کام نہیں کرسکوں گا (۵۱)۔

---

(۴۶) الجامع لاحکام القرآن: ۲۹۳/۱

(۴۷) دیکھیے تفسیر ابن کثیر: ۷۸/۱

(۴۸) تفسیر القرطبی، ۲۹۳/۱

(۴۹) دیکھیے تفسیر ابن کثیر: ۷۸/۱

(۵۰) دیکھیے تفسیر ابن کبیر: ۲۳۸/۱

(۵۱) دیکھیے فتح الباری ۴۳۳/۱۱ کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار و اکمال اکمال المعلم: ۳۵۵/۱ و مکمل اکمال الاکمال: ۳۵۵/۱

فاذا رأیت ربی مثله

یعنی "افعل مثل ماسبق من السجود ورفع الرأس وغیرہ" یعنی دوبارہ آکر پہلے کی طرح سجدہ اور دعا وغیرہ کروں گا بعض روایات میں ہے کہ اس سجدہ کی مدت ایک ہفتہ ہوگی (۵۲)۔

٤ – باب :

قَالَ مُجَاهِدٌ : «إِلَى شَيَاطِينِهِمْ» /١٤/ : أَصْحَابِهِمْ مِنَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُشْرِكِينَ . «مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ» /١٩/ : اَللّٰهُ جَامِعُهُمْ . «صِبْغَةَ» /١٣٨/ : دِينَ . «عَلَى الْخَاشِعِينَ» /٤٥/ : عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَقًّا .

قَالَ مُجَاهِدٌ : «بِقُوَّةٍ» /٦٣/ : يَعْمَلُ بِمَا فِيهِ .

وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ : «مَرَضٌ» /١٠/ : شَكٌّ . «وَمَا خَلْفَهَا» /٦٦/ : عِبْرَةٌ لِمَنْ بَقِيَ . «لَاشِيَةَ» /٧١/ : لَا بَيَاضَ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «يَسُومُونَكُمْ» /٤٩/ : يُولُونَكُمْ . الْوَلَايَةُ – مَفْتُوحَةٌ – مَصْدَرُ الْوَلَاءِ ، الرُّبُوبِيَّةُ ، وَإِذَا كُسِرَتِ الْوَاوُ فَهِيَ الْإِمَارَةُ .

وَقَالَ بَعْضُهُمْ : الْحُبُوبُ الَّتِي تُؤْكَلُ كُلُّهَا فُومٌ .

وَقَالَ قَتَادَةُ : «فَبَاؤُوا» /٩٠/ : فَانْقَلَبُوا .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «يَسْتَفْتِحُونَ» /٨٩/ : يَسْتَنْصِرُونَ . «شَرَوْا» /١٠٢/ : بَاعُوا . «رَاعِنَا» /١٠٤/ : مِنَ الرُّعُونَةِ ، إِذَا أَرَادُوا أَنْ يُحَمِّقُوا إِنْسَانًا قَالُوا : رَاعِنَا . «لَا تَجْزِي» /٤٨ ، ١٢٣/ : لَا تُغْنِي . «خُطُوَاتِ» /١٦٨/ : مِنَ الْخَطْوِ ، وَالْمَعْنَى : آثَارَهُ . «ابْتَلَى» /١٢٤/ : اخْتَبَرَ .

قال مجاهد: اِلٰی شَیَاطِیْنِهِمْ: اصحابهم من المنافقین والمشرکین

یعنی "وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیَاطِیْنِهِمْ" میں شیاطین سے منافقین اور مشرکین مراد ہیں کہ یہ لوگ بھی شیاطین کی طرح حرکات کرتے ہیں اور لوگوں کو ایمان سے دور رکھنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔

---

(۵۲) فتح الباری: ۱۱/۴۳۷ کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار

مُحِيطٌ بِالْكَافِرِيْنَ: اَللّٰهُ جَامِعُهُمْ

سورۃ بقرہ کی آیت ہے "اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيْهِ ظُلُمَاتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ، وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكَافِرِيْنَ" مجاہد نے "محیط بالکافرین" کی تفسیر کی ہے "اللّٰہ جامعھم" یعنی اللہ تعالی ان سب کو جمع کرنے والے ہیں، اللہ کی گرفت سے وہ بچ نہیں سکتے۔

صِبْغَةً: دِيْنٌ

یعنی "صِبْغَةَ اللّٰهِ، وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً" میں "صبغۃ" سے مراد دین ہے، صبغۃ اللہ کے معنی ہیں اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑو، مجاہد سے "صبغۃ اللہ" کی تفسیر "فطرۃ اللہ" بھی منقول ہے (۵٦)۔

عَلَى الْخَاشِعِيْنَ: عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا

یعنی "وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ، وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ" میں خاشعین سے حقیقی مومنین مراد ہیں، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حقیقی مومن کے اندر خشوع ہوتا ہے، خاشعین کی تفسیر خائفین اور متواضعین بھی کی گئی ہے (۵۸)۔

قال مجاهد: بقوة: يَعْمَلُ بِمَا فِيْهِ

سورۃ بقرہ کی آیت "خُذُوْا مَا اٰتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ" میں قوت سے عمل مراد ہے، قوت کے ساتھ لینے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر عمل کرو، بعض حضرات نے "قوت" سے طاعت اور بعض نے کوشش و محنت بھی مراد لی ہے (٦٠)۔

وقال ابو العالية: مَرَضٌ شَكٌّ

ابوالعالیہ فرماتے ہیں "فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ، فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا" میں مرض سے شک مراد ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہاں مرض سے مرض روحانی مراد ہے مرض جسمانی نہیں۔

---

(۵٦) عمدۃ القاری: ۸۳/۱۸ (۵۸) عمدۃ القاری: ۸۳/۱۸ (٦٠) عمدۃ القاری: ۸۳/۱۸ و روح المعانی: ۲۸۱/۱

وَمَا خَلْفَهَا: عِبْرَةً لِمَنْ بَقِيَ

"فَجَعَلْنَاهَا نَكَالاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ" وَمَا خَلْفَهَا کے معنی بیان کئے ہیں "عبرة لمن بقی" یعنی اس واقعہ کو ہم نے عبرت بنایا ان لوگوں کے لئے بھی جو بعد میں باقی رہنے والے اور آنے والے ہیں، مراد اس سے بنی اسرائیل کے بندر بنانے کا واقعہ ہے۔

لَاشِيَةَ: لَابَيَاضَ

"إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا" "لَاشِيَةَ" کی تفسیر "لابیاض" سے کی یعنی جس میں سفیدی نہ ہو "شیة" مصدر ہے وَشَى، يَشِي کا جس کے معنی ہیں: ایک رنگ کے ساتھ دوسرا رنگ ملانا، منقش کرنا، مطلب یہ ہے کہ گائے کا رنگ خالص زرد رہے اس میں کسی قسم کی سفیدی اور داغ دھبہ نہ ہو۔

وقال غیرہ

غیرہ کی ضمیر ابوالعالیہ کی طرف راجع ہے، یعنی ابوالعالیہ کے غیر نے کہا جس سے ابوعبید قاسم بن سلام اور ابوعبیدہ معمر بن المثنی مراد ہیں (۶۴) امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ یہاں تک الفاظ کی تفسیر ابوالعالیہ سے منقول تھی، آئندہ تفسیر دوسرے حضرات سے منقول ہے۔

يَسُومُونَكُمْ: يُوْلُونَكُمْ

"يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ" سَامَ فُلَاناً الْأَمْرَ: پابند بنانا، مکلف بنانا، سام الشئی: کسی چیز کی طلب میں جانا، یہاں یہ سب معنی ہوسکتے ہیں یعنی وہ تمہیں سخت عذاب کا مکلف بناتے تھے یا وہ سخت عذاب کی طلب اور تلاش میں تمہارے پاس آتے تھے۔ بعض حضرات نے يَسُومُونَكُمْ کا ترجمہ يُذِيقُونَكُمْ سے کیا ہے یعنی وہ تمہیں سخت عذاب چکھاتے تھے (۶۶)۔

یہاں بخاری میں يَسُومُونَكُمْ کی تفسیر یولونکم سے کی گئی ہے یولونکم: أَولى، يُوْلِي، ایلاء سے جمع کا صیغہ ہے۔ اولی فلانا الامر: کام پر والی مقرر کرنا، اس صورت میں یسومونکم سوء العذاب کا ترجمہ

---

(۶۴) عمدة القاری: ۸۵/۱۸ (۶۶) فتح الباری: ۱۶۲/۸

ہوگا "وہ تم پر تحت عذاب دینے کے لئے والی مقرر کرتے تھے" چونکہ یولونکم کا مادہ "ولی" ہے اس مناسبت سے امام بخاری سورۃ کہف کی طرف منتقل ہوگئے فرماتے ہیں۔

الوَلایة: مفتوحة مصدر الوَلاء، وهی الربوبیة، واذاکسرت الواو، فهی الاَمارة

سورۃ کہف میں ہے "هُنَالِكَ الوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ" (۶۷) امام فرماتے ہیں وَلایة واؤ کے فتحہ کے ساتھ وَلاء" کا مصدر ہے جس کے معنی ربوبیت کے ہیں اور ولایۃ واؤ کے کسرہ کے ساتھ بھی مصدر ہے لیکن اس کے معنی امارت و سیادت کے آتے ہیں۔ امام بخاریؒ کی یہ تشریح ابوعبیدہ معمر بن المثنی کے کلام سے ماخوذ ہے۔ انہوں نے سورۃ کہف میں اس آیت کے تحت لکھا ہے "الوَلایةُ بالفتح مصدر الوَلِی، وبالکسر مصدر ولَیت الامر والعمل تلیه" (۶۸)

وقال بعضهم: الحبوب التی تُوکل، کلها فوم

بعض سے عطا اور قتادہ مراد ہیں، انہوں نے کہا کہ آیت "فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا، وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا" میں "فُوم" سے وہ تمام اناج اور دانے مراد ہیں جو کھانے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں جیسے، چنا، گیہوں، چاول وغیرہ، حضرت ابن عباسؓ اور مجاہد سے منقول ہے کہ فوم سے گندم مراد ہے (۶۹)۔

وقال قَتادةُ: فَبَاؤُا: اِنقَلَبُوْا

فباءوا بغضب علی غضب "وہ لوگ پھر آئے، لوٹے غضب بالائے غضب میں" قتادہ نے فرمایا کہ فَبَاؤُا بمعنی اِنقَلَبُوْا ہے۔

---

(۶۷) سورة الکهف/۴۴

(۶۸) فتح الباری: ۱۶۲/۸ و عمدة القاری: ۸۵/۱۸

(۶۹) عمدة القاری: ۸۵/۱۸

فَادّٰرَأْتُمْ: اِخْتَلَفْتُمْ

"وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَأْتُمْ" (۷۰) کی طرف اشارہ ہے یعنی جب تم نے ایک جان کو قتل کیا، پھر اختلاف کرنے لگے اور ایک دوسرے پر الزام لگانے لگے۔

يَسْتَفْتِحُوْنَ: يَسْتَنْصِرُوْنَ

"وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" اس میں یستفتحون مدد طلب کرنے کے معنی میں ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یہود آپ کو وسیلہ بناکر دعا اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے تھے کہتے تھے "اَللّٰھم انا نسألک بِحق نبیّک الّذی وَعدتَنا اَن تبعثہ فی آخر الزمان اَن تنصرنا الیوم علی عدونا" (۷۱)

شَرَوْا: بَاعُوْا

اشارہ ہے "وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ أَنْفُسَهُمْ" کی طرف کہ اس میں "شروا" "باعوا" کے معنی میں ہے۔

راعنًا من الرَّعُوْنَة، اذا ارادوا ان یحمقوا انسانا، قالوا: راعِنًا

"يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا، لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا" (۷۳) امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں "راعنًا" (تنوین کے ساتھ) رعونت سے مشتق ہے، رعونت کے معنی حماقت کے ہیں راعن اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی احمق (۷۴) یہود جب کسی کو حماقت کی طرف منسوب کرنا چاہتے تھے تو "راعنًا" کہتے تھے یعنی "قال: قولاً راعِنًا" اس نے احمقانہ بات کہی ہے، یہود آکر آپؐ کی مجلس میں بیٹھتے جس بات

---

(۷۰) "فَادّٰرَأْتم فیھا" اصلہ تَدارَأْتم، من الدر، وھو الدفع، فاجتمعت التاء والدال مع تقارب مخرجیھا وارید الادغام، فقلبت التاء دالا، وسکنت، للادغام، فاجتلبت ھمزۃ الوصل للتوصل للابتداء بھا، وھذا مطرد فی کل فعل علی تفاعل او تفعل فاؤہ: تاء او طاء، او ظاء، او صاد، او ضاد، والتدارؤ، امامجاز عن الاختلاف والاختصام.... اومستعمل فی حقیقتہ اعنی التدافع بان طرح قتلھا کل عن نفسہ الی صاحبہ" (وانظر روح المعانی: ۲۹۳/۱)

(۷۱) روح المعانی: ۳۲۰/۱

(۷۳) سورۃ البقرۃ/۱۰۴

(۷۴) روح المعانی: ۳۴۹/۱

کو مکرر تحقیق کرانا چاہتے تھے تو "راعنا" کہتے تھے اور اس سے غلط معنی مراد لیتے تھے کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احمقانہ بات کہی ہے، صحابہ کرام نے خیال کیا کہ یہ "مراعاۃ" سے ماخوذ ہے اور صیغہ امر ہے "نا" ضمیر مفعول بہ منصوب متصل ہے یعنی "ہماری رعایت فرمایئے" "ہمارا لحاظ کیجئے" تو وہ بھی یہودیوں کی دیکھا دیکھی یہ لفظ استعمال کرنے لگے، حضرات صحابہ کو الفاظ کا ادب سکھایا گیا ہے کہ ایسا لفظ جس سے غلط معنی کا وہم پیدا ہوتا ہو نہیں کہنا چاہیئے، "راعنا" مت کہو "انظرنا" کہو۔

"راعنًا" تنوین کے ساتھ حضرت حسن بصریؒ کی قراءت ہے جمہور کی قراءت "راعِنَا" ہے جو راعی، یراعی سے صیغہ امر ہے اور "نا" ضمیر متکلم ہے، امام بخاریؒ نے حضرت حسن بصری کی قراءت اختیار کی ہے بہرحال حضرت حسن بصری کی قراءت کے مطابق "راعنًا" بھی نہیں کہنا چاہیئے کہ اس کے معنی کا غلط ہونا ظاہر ہے اور جمہور کی قراءت کے مطابق "راعِنَا" بھی نہیں کہنا چاہیئے کہ اس کے معنی اگرچہ صحیح ہے لیکن اس سے غلط معنی کا وہم پیدا ہوتا ہے۔

لَاتَجزِیْ: لَاتُغْنِیْ

"وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّاتَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَیْئًا" میں لاتجزی کے معنی ہیں لَاتُغْنِیْ یعنی فائدہ نہیں دے گا کوئی نفس کسی نفس کو کچھ بھی۔

اِبْتَلٰی: اختبر

"وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرٰهِیْمَ رَبُّهٗ بِکَلِمَاتٍ فَاَتَمَّهُنَّ" آیت کریمہ میں "اِبْتَلٰی" کے معنی اِخْتَبَرَ کے ہیں یعنی امتحان لیا، آزمایا۔

خُطُوَات من الخَطْو، والمعنی: آثاره

"یَااَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّةً وَلَاتَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطٰنِ" آیت میں "خطوات.." "خَطْو" سے ماخوذ ہے خطو مصدر ہے خطا، یخطو کا جس کے معنی ہیں "قدموں کا درمیانی فاصلہ کشادہ کرکے چلنا" خُطْوَة کے معنی ہیں قدم اس کی جمع "خطوات" آتی ہے، وَلَاتَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ کے معنی ہوئے شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔

٥ - باب : قَوْلُهُ تَعَالَى : «فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ» /٢٢/ .

٤٢٠٧ : حدّثني عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قالَ : سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ : أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ ؟ قالَ : (أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ) . قُلْتُ : إِنَّ ذٰلِكَ لَعَظِيمٌ ، قُلْتُ : ثُمَّ أَيُّ ؟ قالَ : (وَأَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ) . قُلْتُ : ثُمَّ أَيُّ ؟ قالَ : (أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جارِكَ) .
[٤٤٨٣ ، ٥٦٥٥ ، ٦٤٢٦ ، ٦٤٦٨ ، ٧٠٨٢ ، ٧٠٩٤]

اَنْداد، نِدّ کی جمع ہے بمعنی نظیر، یعنی اللہ کے ساتھ تم کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اس حال میں کہ تم جانتے ہو۔

قلت: ثم ایّ؟ قال: وان تقتل ولدک تخاف ان یطعم معک

میں نے پوچھا کہ پھر کونسا گناہ بڑا ہے، آپؐ نے فرمایا اپنے بیٹے کو قتل کرو اس خوف سے کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا، یہ گناہ درحقیقت کئی گناہوں پر مشتمل ہے اول بے گناہ کو قتل کرنا، دوسرے قتل کرنا اپنے بیٹے کو، تیسرے قتل کرنا ایسے شخص کا جو مدافعت نہ کرسکتا ہو اور چوتھے اس خوف سے قتل کرنا کہ ہمارے ساتھ کھائے گا گویا آپ روزی رساں ہیں، خدا کے روزی دینے پر اعتماد و توکل نہیں۔

(۴۲۰۷) اخرجہ البخاری فی کتاب التفسیر، باب قولہ تعالٰی: فلا تجعلوا للّٰہ اندادا وانتم تعلمون، رقم الحدیث: ۴۲۰۷، و کتاب التفسیر، باب قولہ تعالٰی والذین لا یدعون مع اللّٰہ الٰہاً اٰخر، رقم الحدیث: ۴۴۸۳، و کتاب الادب، باب قتل الولد خشیۃ ان یأکل معہ، رقم الحدیث: ۶۰۰۱، و کتاب الحدود، باب اثم الزناۃ، رقم الحدیث: ۶۸۱۱، و کتاب الدیات، باب قول اللّٰہ تعالٰی: ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم، رقم الحدیث: ۶۸۶۱، و کتاب التوحید، باب قولہ تعالٰی فلا تجعلوا للّٰہ اندادا، رقم الحدیث: ۷۵۲۰، و کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ تعالٰی: یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک، رقم الحدیث: ۷۵۳۲، واخرجہ مسلم فی کتاب الایمان، باب کون الشرک اقبح الذنوب، رقم الحدیث: ۱۴۱/۱ واخرجہ ابوداؤد فی کتاب الطلاق، باب فی تعظیم الزنا، رقم الحدیث ۲۳۱۰، واخرجہ الترمذی فی کتاب التفسیر، باب من سورۃ الفرقان، رقم الحدیث: ۳۱۸۲، واخرجہ النسائی فی کتاب المحاربۃ، باب تحریم الدم، ۲/ ۱۶۴

قلت: ثم اى؟ قال: ان تزانی حَلِيلَةَ جارک

"ان تزانی" فرمایا تزانی "مزاناة" سے ماخوذ ہے جو باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس کے معنی مشارکت کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کی بیوی کو بہکا پھسلا کر زنا پر آمادہ کرنا یہ ایک گناہ بھی دراصل کئی گناہوں پر مشتمل ہے، پہلا گناہ زنا ہے، دوسرا گناہ دوسرے کی بیوی کو بہکانا ہے، تیسرا گناہ اپنے پڑوسی کے ساتھ خیانت ہے حالانکہ پڑوسی اس بات کا متوقع ہوتا ہے کہ اس کو اس کے پڑوسی سے راحت پہنچے گی اور وہ اس کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کرے گا اور چوتھا گناہ اس کے اندر نسب کو خراب کرنا ہے۔

٦ - باب : وَقَوْلُهُ تَعَالَى : «وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَى كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ ما رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلٰكِنْ كانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ» /٥٧/ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : الْمَنُّ صَمْغَةٌ ، وَالسَّلْوَى الطَّيْرُ .

مجاہد نے "من" کی تفسیر "صَمغَة" سے کی ہے۔ صمغة گوند کو کہتے ہیں مراد گوند کے مشابہ کوئی چیز ہے، بعینہ گوند مراد نہیں کیونکہ گوند درخت سے نکلتا ہے اور یہ چیز درخت سے نہیں نکلتی تھی بلکہ منجانب اللہ رات کو درختوں کی شاخوں پر گرتی تھی اور گوند کی طرح درختوں پر جم جایا کرتی تھی (۷۵) اردو میں من کا ترجمہ ترنجبین سے کرتے ہیں اور سلوی ایک پرندہ کا نام ہے جس کو اردو میں بٹیر کہتے ہیں۔

٤٢٠٨ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ) . [٤٣٦٣ ، ٥٣٨١]

---

(۷۵) وفی اللامع: ۹/۶-۷ "قوله: المن صمغة" ای شبیهة بها فی انجمادها علی اغصان الشجر، وان لم یکن عین الصمغة، فان الصمغة تخرج من نفس الشجر ولیس الترنجبین، بهذه المثابة، فانه شئی یحصل بانجماد ماینزل من الطل علی شجرة مخصوصة لاتوجد فی دیارنا هذه

(۴۲۰۸) اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی: وظللنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم المن والسلوٰی، رقم الحدیث: ۴۲۰۸، و کتاب التفسیر، باب المن والسلوی، رقم الحدیث: ۴۳۶۳، وکتاب الطب، باب المن شفاء للعین، رقم الحدیث: ۵۷۰۸، واخرجه مسلم فی کتاب الاشربة، باب فضل الکمأة و مداواة العین بها، رقم الحدیث: ۲۰۴۹، واخرجه الترمذی فی کتاب الطب، باب ماجاء فی الکمأة والعجوة، رقم الحدیث: ۲۰۶۶، واخرجه ابن ماجه فی کتاب الطب، باب الکمأة والعجوة، رقم الحدیث: ۳۴۵۳:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کَمْأَۃ" یعنی سانپ کی چھتری از قسم مَن ہے اور اس کا پانی آنکھ کی بیماری کے لئے شفا ہے۔

الکَمْأَۃُ (کاف کے فتحہ، میم کے سکون اور ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ) جمع ہے، اس کا مفرد کَمْءٌ (بروزن قلب) ہے، سیبویہ نے کہا کہ "الکَمْأَۃُ" جمع نہیں بلکہ یہ اسم جمع ہے (۷۶) اس کو اردو میں کھنبی اور سانپ کی چھتری کہتے ہیں یہ برسات کے موسم میں اگتی ہے اور انڈے کی طرح سفید ہوتی ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں روایت میں "اَلْکَمْأَۃُ مِنَ الْمَنِّ" کہا گیا ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو تو یہ سانپ کی چھتری کھانے کو نہیں دی جاتی تھی، اسی لئے علامہ خَطّابی نے اعتراض کیا کہ یہ روایت ترجمۃ الباب سے مطابقت نہیں رکھتی، کیونکہ ترجمۃ الباب میں اس من کا ذکر کیا ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے آسمان سے نازل فرمایا تھا جبکہ سانپ کی چھتری کو آسمان سے نازل نہیں کیا گیا بلکہ زمین سے پیدا کیا ہے۔ (۷۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الاشربہ" میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔ اس کے الفاظ ہیں "الکَمْأَۃُ مِنَ المن الذی انزل اللہ تبارک وتعالی علی بنی اسرائیل، وماؤھا شفاء للعین" (۷۸) مسلم شریف کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ حدیث باب کا ترجمۃ الباب سے تعلق ہے، چونکہ علامہ خطابی کی نظر مسلم شریف کی روایت کی طرف نہیں گئی۔ اسی لئے انہوں نے ترجمۃ الباب سے حدیث کے عدم مطابقت کا اشکال کیا۔

مگر یہ سوال پھر بھی اپنی جگہ باقی ہے کہ سانپ کی چھتری بہرحال اس منزل من اللہ کا مصداق تو نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اصل میں تشبیہ ہے کہ جس طرح یہ سانپ کی چھتری برسات کے موسم میں بغیر کسی مشقت اور تدبیر کے اللہ جل شانہ پیدا فرمادیتے ہیں اس طرح وہ من جو اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو عطا فرمایا کرتے تھے اس کے لئے بھی انہیں کوئی محنت اور مشقت

---

(۷۶) تفصیل کے لئے دیکھیے عمدۃ القاری: ۸۸/۱۸

(۷۷) عمدۃ القاری: ۸۸/۱۸

(۷۸) دیکھیے صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب فضل الکَمْأَۃِ و مداومۃ العین بھا: ۱۶۲/۳

برداشت نہیں کرنی پڑتی تھی (۷۹) بعض حضرات نے کہا "الکمأة من المن یعنی مما من اللہ علی عبادہ بانعامہ ذلک علیھم" (۸۰)۔

وماؤھا شفاء للعین

سانپ کی چھتری کا پانی آنکھ کے لئے بڑا مفید ہے علماء نے لکھا ہے کہ اگر آنکھ کو امراض حارہ لاحق ہوں تو مجرداً سانپ کی چھتری کا پانی آنکھ کے لئے نفع بخش اور مفید ہوتا ہے اور اگر امراض حارہ نہ ہوں تو پھر اس کے پانی کو دوسری دواؤں میں شامل کرکے آنکھ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور وہ مفید ہوتا ہے (۸۱)۔

حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ہمارے ہاں ایک دیندار عالم تھے ان کی نگاہ جاتی رہی تھی انہوں نے سانپ کی چھتری کو علاج کے طور پر استعمال کیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی بینائی واپس عطا فرمادی (۸۲)۔

۷ – باب : «وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ» /۵۸/

رَغَدًا : وَاسِعًا كَثِيرًا

"اور جب ہم نے کہا داخل ہو اس شہر میں اور کھاتے پھرو اس میں جہاں چاہو فراغت سے اور داخل ہو دروازے میں، سجدے کرتے ہوئے اور کہتے جاؤ "بخشدے" تو معاف کردیں گے ہم تمہارے قصور اور زیادہ بھی دیں گے نیکی والوں کو"۔

یہ قصہ وادئ تیہ کے زمانے کا ہے، بنی اسرائیل جب من و سلوی کھاتے کھاتے اکتا گئے اور اپنے معمولی کھانے کی درخواست کی تو ان کو ایک شہر میں جانے کا حکم ہوا، بعض نے کہا وہ شہر بیت المقدس تھا اور بعض نے کہا ملک شام کا شہر اَرِیحا تھا (۸۳)۔

---

(۷۹) عمدۃ القاری: ۸۹/۱۸

(۸۰) عمدۃ القاری: ۸۹/۱۸

(۸۱) عمدۃ القاری: ۸۸/۱۸

(۸۲) فتح الباری: ۹/

(۸۳) عمدۃ القاری: ۸۹/۱۸

٤٢٠٩ : حدّثني مُحَمَّدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (قِيلَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ : «ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ» . فَدَخَلُوا يَزْحَفُونَ عَلَى أَسْتَاهِهِمْ ، فَبَدَّلُوا ، وَقَالُوا : حِطَّةٌ ، حَبَّةٌ فِي شَعَرَةٍ) . [ر : ٣٢٢٢]

بنی اسرائیل نے اللہ کے احکام کے ساتھ تمسخر کیا انہیں کہا گیا کہ تم دروازے سے سجدے کی حالت میں داخل ہو اور "حِطَّةٌ" کہو، حِطَّةٌ یا تو خبر ہے اور اس کا مبتدا محذوف ہے یعنی "شأنک حِطَّةٌ" آپ کی شان گناہوں کو ساقط کردینے اور معاف کردینے کی ہے حَطَّ یَحُطُّ کے معنی ساقط کرنے کے آتے ہیں اور یا یہ منصوب ہے مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے یعنی "حُطَّ عَنَّا ذُنُوبَنَا حِطَّةً" اے اللہ! ہمارے گناہوں کو ساقط فرمادیجئے۔

بنی اسرائیل سجدہ کی حالت میں داخل ہونے کے بجائے سرین کے بل زمین پر گھسٹ گھسٹ کر داخل ہونے لگے اور حطة کہنے کے بجائے ازراہ تمسخر انہوں نے حَبَّةٌ فِي شَعَرَةٍ (بال میں دانہ) کہنا شروع کیا۔ بعض روایات میں "حبة" کی جگہ حِنطة کا لفظ آیا ہے (۸۴)۔

٨ - باب : قَوْلُهُ : «مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ» .

وَقَالَ عِكْرِمَةُ : جَبْرَ وَمِيكَ وَسَرَافِ : عَبْدٌ . إِيلْ : اللّٰهُ

عکرمہ فرماتے ہیں کہ جبر، میک اور سراف کے معنی عبد اور بندے کے ہیں اور ایل کے معنی ہیں اللہ تو جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے معنی ہوئے "عبداللہ"۔

٤٢١٠ : حدّثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُنِيرٍ : سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ بَكْرٍ : حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ ، عَنْ أَنَسٍ قالَ : سَمِعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ بِقُدُومِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِي أَرْضٍ يَخْتَرِفُ ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ : فَمَا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ ، وَمَا أَوَّلُ طَعَامِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ، وَمَا يَنْزِعُ الْوَلَدَ إِلَى أَبِيهِ أَوْ إِلَى أُمِّهِ ؟ قَالَ : (أَخْبَرَنِي بِهِنَّ جِبْرِيلُ آنِفًا) . قَالَ : جِبْرِيلُ ؟ قَالَ : (نَعَمْ) . قَالَ : ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُودِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ ، فَقَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ : («مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ

(۸۴) روح المعانی: ۱/۲۶۶

نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ» . أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ ، وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوتٍ ، وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْأَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ ، وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ نَزَعَتْ) . قَالَ : أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ ، يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنَّ الْيَهُودَ قَوْمٌ بُهُتٌ ، وَإِنَّهُمْ إِنْ يَعْلَمُوا بِإِسْلَامِي قَبْلَ أَنْ تَسْأَلَهُمْ يَبْهَتُونِي ، فَجَاءَتِ الْيَهُودُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ فِيكُمْ) . قَالُوا : خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا ، وَسَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا . قَالَ : (أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ) . فَقَالُوا : أَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ ، فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ : أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ . فَقَالُوا : شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا ، وَانْتَقَصُوهُ ، قَالَ : فَهٰذَا الَّذِي كُنْتُ أَخَافُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ . [ر : ۳۱۵۱]

۹ - باب : قَوْلِهِ : «مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا» /۱۰۶/ .

۴۲۱۱ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا يَحْيَى : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ حَبِيبٍ ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَقْرَؤُنَا أُبَيٌّ ، وَأَقْضَانَا عَلِيٌّ ، وَإِنَّا لَنَدَعُ مِنْ قَوْلِ أُبَيٍّ ، وَذَاكَ أَنَّ أُبَيًّا يَقُولُ : لَا أَدَعُ شَيْئًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى : « مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا » . [۴۷۱۹]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے سب سے بڑے قاری اُبی بن کعب ہیں اور سب سے بڑے قاضی اور فیصلہ کرنے والی علیؓ ہیں لیکن اس کے باوجود ہم ابی بن کعب کی ایک بات کو ترک کرتے ہیں اور اسے تسلیم نہیں کرتے اور وہ یہ کہ ابی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی آیات میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گا حالانکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں "مَانَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ اَوْنُنْسِهَا" یعنی اللہ تعالیٰ نے خود بعض آیات منسوخ کی ہیں تو پھر ابی بن کعب کا یہ کہا کہ میں کسی بھی آیت کو ترک نہیں کروں گا ان کی یہ بات ہمیں تسلیم نہیں۔

(۴۲۱۱)اخرجہ البخاری فی کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: مانَنسخ من آیۃ اوننسہانات بخیر منہا، رقم الحدیث: ۴۲۱۱، و کتاب فضائل القرآن، باب القراء من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث: ۴۷۱۹

نسخ کے لغوی و اصطلاحی معنی

نسخ کے معنی لغت میں زائل کرنے، نقل کرنے اور لکھنے کے آتے ہیں، کہتے ہیں نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ یعنی دھوپ نے سایہ زائل کردیا اور کہتے ہیں " نَسَخْتُ الْکِتَابَ " یعنی میں نے کتاب لکھی، اصطلاح میں نسخ کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔

❶ هُوَالْخِطَابُ الدَّالُّ عَلَى ارْتِفَاعِ الْحُكم الثابت بالخطاب المتقدم على وجهٍ لَوْلاه لكان ثابتا مع تراخيه عنه

یعنی نسخ اس خطاب کو کہتے ہیں جو پہلے خطاب سے ثابت شدہ حکم کے ختم ہونے پر دلالت کرے اس طرح کہ اگر یہ دوسرا خطاب (جو پہلے حکم کے بعد آیا ہے) نہ آتا تو پہلے خطاب کا حکم ثابت و برقرار رہتا۔

❷ ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے " هو الخطاب الدال على أن مثل الحكم الثابت بالنص المتقدم زائل على وجه لولاه لكان ثابتا.

❸ هو الخطاب الدال على ظهور انتفاء شرط دوام الحكم الاوّل

❹ الخطاب الدال على انتهاء أمَدِ الحكم الشرعي مع التأخر عن مورده.

صاحب کشف الاسرار نے یہ چار تعریفیں نقل کی ہیں اور اس کے بعد فرمایا کہ یہ تمام تعریفیں ناسخ کی ہیں، نسخ کی نہیں، اس کے بعد انہوں نے نسخ کی تعریفیں نقل کی ہیں۔

❺ هو إزالة مثل الحكم الثابت بقول منقول عن الله تعالىٰ او عن رسوله عليه السلام مع تراخيه عنه على وجه لولاه لكان ثابتا.

متأخرین میں سے بعض علماء نے یہ تعریف کی ہے۔

❻ انه عبارة عن رفع الحكم الشرعيّ بدليل شرعيّ متأخر. (۸۵)

نسخ کے مفہوم میں متقدمین اور متاخرین کی اصطلاحوں میں فرق

متقدمین کے ہاں نسخ کی اصطلاح کا دائرہ وسیع ہے ایک حکم کو دوسرے حکم کے ذریعہ بالکل منسوخ کردینا، یا دوسرے حکم کے ذریعہ پہلے حکم میں تخصیص کردینا، کوئی قید یا شرط لگادینا.... یہ تمام نسخ میں داخل

---

(۸۵) مذکورہ چھ تعریفوں کے لئے دیکھیے کشف الاسرار: ۳/۱۵۵-۱۵۶ نیز دیکھیے شرح الکوکب المنیر: ۵۲۶۔ والاعتبار للحازمی: ۸

ہیں (۸۶) جبکہ متاخرین کے ہاں نسخ صرف اس تبدیلی کا نام ہے جو پہلے حکم کو بالکل منسوخ کردے۔

یہی وجہ ہے کہ متقدین کے نزدیک قرآن کی آیات میں نسخ کی تعداد تقریباً پانچ سو ہے جبکہ متاخرین کے نزدیک تعداد نسخ کم ہے، علامہ سیوطی نے صرف بیس آیات کو منسوخ قرار دیا ہے (۸۷) جبکہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے صرف پانچ آیات کو منسوخ قرار دیا ہے (۸۸)۔

احکام شرعیہ میں نسخ کا ہونا کوئی عیب نہیں

یہودیوں کا خیال ہے کہ احکام شرعیہ میں نسخ بالکل جائز نہیں، وہ کہتے ہیں کہ شرائع سماویہ میں نسخ کو تسلیم کرنے سے "بَدَاء" لازم آتا ہے اور "بَدَاء" مستلزم ہے جہل کو اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ جہل سے پاک اور منزہ ہیں "بداء" کہتے ہیں " حُدُوثُ رأيٍ لَمْ يَكُنْ " کو یعنی پہلے سے ایک رائے نہیں تھی، بعد میں وہ رائے قائم کردی گئی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی ایک رائے کا علم نہیں تھا بعد میں اس کا علم ہوا جو جہالت کو مستلزم ہے (۸۹)۔

لیکن ائمہ اسلام کے نزدیک نسخ بالاجماع احکام سماویہ میں جائز ہے، فخر الاسلام بزدوی لکھتے ہیں:

"والنسخ فی أحکام الشرع جائز صحیحٌ عِندَ المُسلمین أجمع" (۹۰)۔

باقی یہودیوں کا یہ کہنا کہ نسخ جہالت کو مستلزم ہے بالکل غلط ہے کیونکہ کسی ایک حکم کو منسوخ کرکے اس کی جگہ دوسرے حکم کو نافذ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے حکم کا پہلے علم نہیں تھا اور اب اس کا علم ہوا بلکہ ایک حکم ایک خاص مدت اور ایک خاص زمانے کے لئے کسی خاص مصلحت کی بناء پر مفید تھا، اتنی مدت تک کے لئے اس کو برقرار رکھا گیا، اس مدت کے بعد مصلحت کے تقاضہ سے اس حکم کو منسوخ کرکے دوسرا حکم جاری کردیا گیا، اس کی مثال ٹھیک اسی طرح ہے کہ کوئی حکیم یا ڈاکٹر مریض کے موجودہ حالات کو دیکھ کر ایک دوا تجویز کرتا ہے اسے معلوم ہے کہ دو روز اس دوا کے استعمال سے مریض کی

(۸۶) قال الزرکشی فی البرھان: ۲/۳۳ "اعلم ان سور القرآن تنقسم بحسب ما دخله النسخ ومالم یدخل الی اقسام: احدھا: مالیس فیہ ناسخ ولا منسوخ، وھی ثلاث واربعون سورة، الثانی: مافیہ ناسخ ولیس فیہ منسوخ، وھی ست سور.... الثالث: مافیہ منسوخ ولیس فیہ ناسخ، وھی اربعون.... الرابع: ما اجتمع فیہ الناسخ والمنسوخ، وھی احدی وثلاثون سورة"

(۸۷) دیکھیے الاتقان: ۲/۳۰

(۸۸) دیکھیے الفوز الکبیر: ۲۰

(۸۹) الاتقان فی علوم القرآن: ۲/۲۷ وفی شرح الکوکب: ۵۳۶۔ "قال ابن الزاغونی: البَدَاء ھو ان یرید شیئاً دائماً، ثم ینتقل عن الدوام لأمر حادث لا بعلم سابقاً"

(۹۰) دیکھیے اصول فخر الاسلام علی ہامش کشف الاسرار: ۳/۱۵۷

حالت میں فرق پڑے گا تب دوسری دوا تجویز کرنا ہوگی، یہ سب کچھ جانتے ہوئے وہ پہلے دن ایک دوا تجویز کرتا ہے جو اس دن کے مناسب ہے اور دو دن کے بعد حالات بدلنے پر دوسری دوا تجویز کرتا ہے (۹۱)۔

مسلمانوں میں ابو مسلم اصفہانی کی طرف یہ قول منسوب ہے کہ قرآن اور احکام الٰہیہ میں نسخ کا امکان تو ہے لیکن پورے قرآن میں نسخ کا وقوع کہیں نہیں ہوا (۹۲) لیکن علمائے اہل سنت نے ان کے اس قول پر نکیر فرمائی ہے اور اسے تسلیم نہیں کیا، علامہ قرطبی لکھتے ہیں :

"معرفة هذا الباب اكيدة، و فائدته عظيمة لاتستغني عن معرفته العلماء، ولا ينكره إلا الجهلة الاغبياء" (۹۳)

نسخ کی قسمیں

نسخ کی چار صورتیں ہیں ❶ نسخ القرآن بالقرآن ❷ نسخ السنة بالسنة ❸ نسخ القرآن بالسنة ❹ نسخ السنة بالقرآن

❶ نسخ القرآن بالقرآن کی پھر تین صورتیں ہیں۔

(الف) پہلی صورت یہ ہے کہ تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوگئے ہوں، حضرت عائشہؓ کی روایت ہے "كان فيما أُنزل عشر رضعات معلومات فنسخن بخمس معلومات فتوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم وهن مما يقرأ من القرآن" (۹۴) یعنی ابتداء میں دس رضعات سے حرمت رضاعت کے ثبوت کا حکم تھا، پھر پانچ رضعات سے اس کے ثبوت کا حکم ہوا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب زمانے تک اس کی تلاوت بھی کی جاتی تھی.... لیکن اب دس اور پانچ رضعات کا حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہیں قرآن کی آیت "وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ" (۹۵) سے۔

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ حکم تو باقی ہو لیکن تلاوت منسوخ ہوگئی ہو جیسے رجم کے متعلق یہ آیت منسوخ التلاوہ ہے لیکن حکم اس کا باقی ہے ".... الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة نكالاً من الله، والله عزيز حكيم" (۹۶)

---

(۹۱) وفي اصول فخر الاسلام البزدوي: ۳۱/۱۵۶ "وهو في حق صاحب الشرع بيان محض لمدة الحكم المطلق الذي كان معلوما عند الله تعالى الا انه اطلقه، فصار ظاهره البقاء في حق البشر، مكان تبديلا في حقنا، بيانا محضا في حق صاحب الشرع"

(۹۲) روح المعاني: ۱/۳۵۲

(۹۳) تفسير قرطبي: ۱/۵۵

(۹۴) دیکھیے الاتقان في علوم القرآن: ۲/۲۸

(۹۵) النساء ۲۳

(۹۶) الاتقان في علوم القرآن: ۲/۳۲

(ج) تیسری صورت یہ ہے کہ تلاوت باقی رہے اور حکم منسوخ ہو جیسے "وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ" (۹۷) حضرت عبداللہ بن عمر اور دیگر اھل علم کی رائے اس آیت کے متعلق یہ ہے کہ اس کا حکم منسوخ ہوچکا ہے البتہ اس کی تلاوت باقی ہے اس آیت کے لئے ناسخ ایک دوسری آیت ہے "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" البتہ بعض حضرات "وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ" کو منسوخ تسلیم نہیں کرتے کہتے ہیں "یطیقون" لایطیقون کے معنی میں ہے (۹۸)۔

اسی طرح متوفی عنہا زوجہا کی مدت عدت ایک آیت میں ایک سال بیان کی گئی ہے "وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ" (۹۹) لیکن دوسری آیت نے اس حکم کو منسوخ کردیا اور مدت عدت چار ماہ دس دن بتائی گئی "وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا" (۱۰۰)۔

❷ دوسری قسم ہے نسخ السنۃ بالسنۃ.... پھر اس کی چار صورتیں ہیں۔

(الف) نسخ المتواتر بالمتواتر یعنی ایک متواتر حدیث کے حکم کو دوسری متواتر حدیث سے منسوخ کردینا، یہ بالاتفاق جائز ہے۔

(ب) نسخ الآحاد بالآحاد، یہ بھی بالاتفاق جائز ہے۔

(ج) نسخ الاحاد بالمتواتر، یہ بھی بالاتفاق جائز ہے۔ (۱۰۱)

(د) نسخ المتواتر بالآحاد، اس میں اختلاف ہے بعض اہل ظاہر اس کے جواز کے قائل ہیں لیکن جمہور کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔

❸ نسخ کی تیسری قسم ہے نسخ القرآن بالسنۃ

حنفیہ کے نزدیک یہ جائز ہے جمہور فقہاء اور اکثر متکلمین کا بھی یہی مذہب ہے امام شافعی، اکثر محدثین اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک یہ صورت جائز نہیں ہے (۱۰۲)۔

یہ حضرات کہتے ہیں کہ سنت قرآن کی شرح اور تفسیر ہے وہ قرآن کے لئے ناسخ کیسے ہوسکتی ہے۔

---

(۹۷) البقرۃ/۱۸۴

(۹۸) تفصیل کے لئے دیکھیے روح المعانی ۲/۸۳ و الاتقان فی علوم القرآن: ۲/۲۹

(۹۹) البقرۃ/۲۴۰

(۱۰۰) البقرۃ/۲۳۴

(۱۰۱) چنانچہ مولانا عبدالحق صاحب ان تینوں قسموں کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں: "وتلک الاقسام جائزۃ بالاتفاق" (دیکھیے النامی شرح الحسامی: ۱۸۴)

(۱۰۲) دیکھیے کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام: ۳/۱۷۷ باب تقسیم الناسخ

جل شانہ کی مدد کی تاخیر کی صورت میں انبیاء کو یہ ڈر لگا کہ اگر اللہ کی نصرت نہ آئی تو جن لوگوں نے ان کی تصدیق کی ہے کہیں وہ ان کی تکذیب نہ کردیں۔

اس قراءت کے مطابق آیت کے معنی بالکل واضح اور بے غبار ہیں اور کسی قسم کا اشکال نہیں رہتا۔

❷ دوسری قراءت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے کہ مذکورہ آیت میں "انهم قد كُذِبُوْا" تخفیف کے ساتھ ہے، اس صورت میں آیت کا ظاہر مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جب انبیاء کی نصرت میں تاخیر ہوئی یہاں تک کہ وہ مایوس ہوئے اور یہ گمان کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ بولا گیا یعنی انہیں یہ خیال ہوا کہ نصرت خداوندی کا جو وعدہ تھا وہ سچا نہیں تھا اور ان سے جھوٹ بولا گیا تھا۔

لیکن آیت کے اس مطلب پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ انبیاء یہ بدگمانی کیسے کرسکتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے نصرت کا جو وعدہ ان کے ساتھ کیا تھا وہ جھوٹا تھا۔

اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ "كُذِّبُوْا" تشدید کے ساتھ ہے کیونکہ تخفیف کی صورت میں مذکورہ اشکال لازم آتا ہے اور یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے انبیاء کے ساتھ جو بھی وعدہ کرتے ہیں انبیاء کو یہ یقین کامل ہوتا ہے کہ موت سے قبل وہ وعدہ ضرور پورا ہوگا، اس لئے اس وعدہ کے پورا ہونے میں انبیاء کو ذرہ برابر تردد نہیں ہوتا البتہ انہیں یہ خیال آسکتا ہے کہ اگر نصرت نہ آئی تو ان کی تصدیق کرنے والے کہیں ان کی تکذیب کردیں، لہذا یہ لفظ "كُذِّبُوْا" تشدید سے ہے "كُذِبُوْا" تخفیف کے ساتھ ٹھیک نہیں۔

لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بہرحال رئیس المفسرین ہیں، وہ فرما رہے ہیں کہ "كُذِبُوْا" تخفیف کے ساتھ ہے، جس سے یہ بات یقینی طور پر سامنے آتی ہے کہ انہوں نے وہ مطلب لیا ہی نہیں جو حضرت عائشہؓ نے سمجھ کر اعتراض کیا ہے اور جس کی بناء پر ان کی قراءت کو رد کیا ہے۔

اب سوال یہ ہوگا کہ حضرت ابن عباسؓ کی قراءت کی صورت میں آیت کا ایسا مطلب کونسا ہے جس پر حضرت عائشہؓ کا اشکال وارد نہیں ہوتا، علماء نے اس قراءت کی صورت میں مختلف مطالب بیان کئے ہیں۔

❶ علامہ زمخشری نے فرمایا کہ یہاں "ظَنُّوْا" میں ظن وسوسہ کے معنی میں ہے، وسوسہ کی ایک قسم ہاجس ہے، بے اختیار خیال آتا ہے اور ساتھ ساتھ چلا جاتا ہے، اسے استقرار نہیں ہوتا، یہاں ظن سے وسوسہ کی یہی قسم مراد ہے اور بشریت کی بناء پر نصرت کی تاخیر کی وجہ سے اگر اس طرح وسوسہ آجائے

٤٠ - باب : «أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللهِ قَرِيبٌ» /٢١٤/.

٤٢٥٢ : حدثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يَقُولُ : قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : «حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا» . خَفِيفَةً ، ذَهَبَ بِهَا هُنَاكَ ، وَتَلَا : «حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللهِ قَرِيبٌ» . فَلَقِيتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ فَذَكَرْتُ لَهُ ذٰلِكَ ، فَقَالَ : قَالَتْ عَائِشَةُ : مَعَاذَ اللهِ ، وَاللهِ مَا وَعَدَ اللهُ رَسُولَهُ مِنْ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا عَلِمَ أَنَّهُ كَائِنٌ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ ، وَلٰكِنْ لَمْ يَزَلِ الْبَلَاءُ بِالرُّسُلِ ، حَتَّى خَافُوا أَنْ يَكُونَ مَنْ مَعَهُمْ يُكَذِّبُونَهُمْ . فَكَانَتْ تَقْرَؤُهَا : «وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوا» . مُثَقَّلَةً . [ر : ٣٢٠٩]

ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۃ یوسف کی آیت "حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا" (یوسف / ۱۱۰) کو تخفیف کے ساتھ پڑھا اور سورۃ یوسف کی اس آیت کو سورۃ بقرہ کی آیت کی طرف لائے اور بقرہ کی یہ آیت تلاوت کی "حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ"۔

پہلی آیت سورۃ یوسف کی ہے اور دوسری آیت سورۃ بقرہ کی ہے۔

ابن ابی ملیکہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے دونوں آیتوں کا مطلب ایک قرار دیا ہے، دونوں آیات ایک ہی مفہوم پر دلالت کرتی ہیں، سورۃ یوسف کی آیت میں یاس و مایوسی کا ذکر ہے اور سورۃ بقرہ کی آیت میں "مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ" استفہام استبعادی ہے، مایوسی کے اندر بھی استبعاد ہوتا ہے تو دونوں آیات معنیٔ استبعاد میں ایک ہیں۔

سورہ یوسف کی مذکورہ آیت میں دو قراء تیں ہیں

❶ ایک قراءت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے کہ "وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا" میں "كُذِّبُوْا" ذال کی تشدید کے ساتھ ہے، آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب انبیاء کو اللہ کی مدد آنے میں تاخیر کا احساس ہوا تو وہ مایوس ہو کر گمان کرنے لگے کہ ان کی تکذیب کردی جائے گی، مطلب یہ ہے کہ اللہ

٣٨ - باب :

«وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ» /٢٠١/ .

٤٢٥٠ : حدّثنا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ ، عَنْ أَنَسٍ قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ : (اللَّهُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ، وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً ، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ) . [٦٠٢٦]

یہاں روایت میں "اللّٰھم ربنا " ہے جبکہ آیت میں " اللّٰھم " نہیں ہے معلوم ہوا کہ اگر دعا میں "اللّٰھم " کا اضافہ کیا جائے تو کوئی حرج اور مضائقہ نہیں

٣٩ - باب : «وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ» /٢٠٤/

وَقالَ عَطَاءٌ : النَّسْلُ الحَيَوَانُ .

٤٢٥١ : حدّثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ عائِشَةَ تَرْفَعُهُ قالَ : (أَبْغَضُ الرِّجالِ إِلَى اللهِ الأَلَدُّ الخَصِمُ) .

وَقالَ عَبْدُ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٢٣٢٥]

اَلَدُّالْخِصَامِ کے معنی ہیں شدید الخصومة ، سخت جھگڑالو

وقال عطاء : النسل : الحيوان

یعنی قرآن شریف کی آیت "وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ " میں نسل سے حیوان مراد ہے ، طبری نے عطا کی یہ تعلیق ابن جریج کے طریق سے موصولاً نقل کی ہے (۵۸)۔

(۴۲۵۰)اخرجہ البخاری فی کتاب التفسیر ، باب ومنھم من یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة ، رقم الحدیث : ۴۲۵۰ ، و کتاب الدعوات ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة ، رقم الحدیث : ٦٠٢٦ ، و اخرجہ مسلم فی کتاب الذکر و الدعاء ، باب فضل الدعاء باللّٰھم ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة ، رقم الحدیث : ٢٦٩٠ ، واخرجہ ابوداؤد فی کتاب الصلاة ، باب فی الاستغفار ، رقم الحدیث : ١٥١٩

(۵۸) عمدة القاری : ۱۸/۱۱۴

٤٢٤٩ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ : حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمانَ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ : أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ قالَ : يَطُوفُ الرَّجُلُ بِالْبَيْتِ ما كانَ حَلَالًا حَتَّى يُهِلَّ بِالحَجِّ ، فَإِذَا رَكِبَ إِلَى عَرَفَةَ فَمَنْ تَيَسَّرَ لَهُ هَدِيَّةٌ مِنَ الْإِبِلِ أَوِ الْبَقَرِ أَوِ الْغَنَمِ ، ما تَيَسَّرَ لَهُ مِنْ ذٰلِكَ ، أَيَّ ذٰلِكَ شاءَ ، غَيْرَ أَنَّهُ إِنْ لَمْ يَتَيَسَّرْ لَهُ فَعَلَيْهِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فِي الحَجِّ ، وَذٰلِكَ قَبْلَ يَوْمِ عَرَفَةَ ، فَإِنْ كانَ آخِرُ يَوْمٍ مِنَ الْأَيَّامِ الثَّلَاثَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ ، ثُمَّ لِيَنْطَلِقْ حَتَّى يَقِفَ بِعَرَفاتٍ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ يَكُونَ الظَّلَامُ ، ثُمَّ لِيَدْفَعُوا مِنْ عرفاتٍ إِذَا أَفاضُوا مِنْهَا حَتَّى يَبْلُغُوا جَمْعًا الَّذِي يُتَبَرَّرُ فِيهِ ، ثمَّ لِيَذْكُرُوا ٱللّٰهَ كَثِيرًا ، أَوْ : أَكْثِرُوا التَّكْبِيرَ وَالتَّهْلِيلَ قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا ، ثُمَّ أَفِيضُوا فَإِنَّ النَّاسَ كانُوا يُفِيضُونَ ، وَقالَ ٱللّٰهُ تَعَالَى : «ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفاضَ النَّاسُ وَٱسْتَغْفِرُوا ٱللّٰهَ إِنَّ ٱللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ» . حَتَّى تَرْمُوا الجَمْرَةَ .

ثم لينطلق حتى يقف بعرفات من صلاة العصر الى ان يكون الظلام

یہاں "من صلاۃ العصر" میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے اول وقت مراد ہے اور مثل اول کے بعد عصر کا اول وقت شروع ہوجاتا ہے اور وقوف عرفہ کا یہی وقت مستحب ہے، ویسے زوال شمس کے بعد وقوف عرفہ کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے نماز عصر کے بعد کا وقت مراد ہے اگرچہ یوم عرفہ میں ظہر اور عصر کی نماز کو جمع تقدیم کے طور پر ساتھ ادا کیا جاتا ہے اس کے بعد وقوف عرفہ کا رکن ادا کیا جاتا ہے، پہلی صورت میں وقت استحباب کا بیان ہے اور دوسری صورت میں وقت جواز کا بیان ہوگا (۵۷)۔

يطوف الرجل بالبيت ما كان حلالا حتى يهل بالحج

"ماکان حلالا" کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مکہ میں پہلے سے مقیم ہے ظاہر ہے کہ وہ احرام میں نہیں ہے حلال ہے یا باہر سے گیا اور عمرہ کرنے کے بعد حلال ہوگیا اور ابھی تک اس نے احرام حج نہیں باندھا اور وہ بیت اللہ شریف کا طواف کررہا ہے اور پھر اس نے حج کا احرام باندھ لیا تو آگے حدیث میں اس کی صورت بیان کی گئی ہے۔

(۴۲۴۹)اخرجہ البخاری فی کتاب التفسیر، باب: ثم افیضوا من حیث افاض الناس، رقم الحدیث: ۴۲۴۹ وہذا الحدیث لم یخرجہ احد من اصحاب الستۃ سوی البخاری

(۵۷)عمدۃ القاری: ۱۸/۱۱۳

مطلب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں عکاظ، مجنّہ اور ذوالمجاز نامی بازار لگتے تھے اور لوگ ان میں بڑے بڑے کاروبار کرتے تھے، جب کہ حج کے بڑے مجمع میں بھی اس قسم کے بازار لگتے تھے تو لوگوں کو خیال گزرا کہ کہیں اس تجارت کی حیثیت زمانہ جاہلیت کی تجارت کی طرح نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے اجازت مرحمت فرمائی کہ ایام حج میں مجمع حجاج میں تجارت کرسکتے ہو، انسانوں کی ضرورت کی کیسی رعایت فرمائی ہے۔

یہ حدیث کتاب الحج میں "باب التجارة ایام الموسم" کے تحت گزر چکی ہے (۵۵)۔

٣٧ – باب : «ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ» /١٩٩/ .

٤٢٤٨ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حازِمٍ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : كانَتْ قُرَيْشٌ وَمَنْ دَانَ دِينَهَا يَقِفُونَ بِالْمُزْدَلِفَةِ ، وَكانُوا يُسَمَّوْنَ الحُمْسَ ، وَكانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُونَ بِعَرَفاتٍ ، فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ ، أَمَرَ ٱللهُ نَبِيَّهُ ﷺ أَنْ يَأْتِيَ عَرَفاتٍ ، ثُمَّ يَقِفَ بِهَا ، ثُمَّ يُفِيضَ مِنْهَا ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى : «ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ». [ر : ١٥٨٢]

زمانۂ جاہلیت میں عام عرب جب حج کے لئے جاتے تو وہ عرفات پہنچتے تھے وہاں سے مزدلفہ کے راستہ سے واپسی ہوتی تھی لیکن قریش عرفات جانے کے بجائے راستہ میں مزدلفہ ٹھہر جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم چونکہ بیت اللہ اور حرم کے مجاور ہیں اس لئے حدود حرم سے باہر نکلنا ہمارے لئے مناسب نہیں۔ اپنے آپ کو "حمس" کہتے تھے حمس احمس کی جمع ہے، احمس بہادر اور متشدد کو کہتے ہیں، مطلب ان کا یہ تھا کہ ہم دین میں متشدد اور بہادر ہیں اس لئے حدود حرم سے باہر ہم نہیں نکلتے ہیں چونکہ عرفات حدود سے باہر ہے اور مزدلفہ حرم کے اندر ہے اس لئے قریش عرفات نہیں جاتے تھے درحقیقت مقصود اس سے قریش کا اپنے امتیاز اور فخر و غرور کا مظاہرہ کرنا ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں تنبیہ فرمائی اور حکم دیا کہ تم بھی وہیں جاؤ جہاں سب لوگ جاتے ہیں۔

ومَنْ دان دِینها

یعنی جو لوگ حج میں قریش کا طریقہ اختیار کرتے تھے اور ان کی اتباع کرتے تھے اس سے بنوعامر، بنوثقیف اور بنوخزاعہ مراد ہیں (۵۶)۔

---

(۵۵) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب التجارة ایام الموسم: ۱/۲۳۸ (۵۶) عمدة القاری: ۱۸/۱۱۲

عَبْدَ ٱللهِ بْنَ مَعْقِلٍ قالَ : قَعَدْتُ إِلَى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ في هٰذَا المَسْجِدِ – يَعْنِي مَسْجِدَ الْكُوفَةِ – فَسَأَلْتُهُ عَنْ : «فِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ» . فَقَالَ : حُمِلْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلَى وَجْهِي ، فَقَالَ : (ما كُنْتُ أُرَى أَنَّ الجَهْدَ قَدْ بَلَغَ بِكَ هٰذَا ، أَمَا تَجِدُ شَاةً) . قُلْتُ : لَا ، قَالَ : (صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ، أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِينَ لِكُلِّ مِسْكِينٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ طَعَامٍ ، وَٱحْلِقْ رَأْسَكَ) . فَنَزَلَتْ فِيَّ خاصَّةً ، وَهِيَ لَكُمْ عامَّةً . [ر : ١٧٢١]

احرام کی حالت میں ایسے اعذار اگر پیش آجائیں جن کی بناء پر حلق راس ضروری ہو تو شرعاً حلق کی اجازت ہے البتہ فدیہ ادا کرنا ہوگا۔

یہ روایت کتاب الحج میں "باب الإطعام فی الفدیة" کے تحت گزر چکی ہے (۵۳)۔

٣٥ – باب : «فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الحَجِّ» /البقرة: ١٩٦/ .

٤٢٤٦ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ عِمْرَانَ أَبِي بَكْرٍ : حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قَالَ : أُنْزِلَتْ آيَةُ الْمُتْعَةِ فِي كِتَابِ ٱللهِ ، فَفَعَلْنَاهَا مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، وَلَمْ يُنْزَلْ قُرْآنٌ يُحَرِّمُهُ ، وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا حَتَّى مَاتَ ، قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ ما شَاءَ . [ر : ١٤٩٦]

قال رجل برأيه ماشاء

یہ تعریض یا حضرت عمرؓ پر ہے اور یا حضرت عثمانؓ پر ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے اپنے اپنے دور میں تمتع سے منع کیا (۵۴) تفصیلی بحث کتاب الحج میں گزر چکی ہے ۔

٣٦ – باب : «لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلاً مِنْ رَبِّكُمْ» /١٩٨/ .

٤٢٤٧ : حدّثني مُحَمَّدٌ قالَ : أَخْبَرَنِي ٱبْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَتْ عُكَاظٌ وَمَجَنَّةُ وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الجَاهِلِيَّةِ ، فَتَأَثَّمُوا أَنْ يَتَّجِرُوا فِي الْمَوَاسِمِ ، فَنَزَلَتْ : «لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلاً مِنْ رَبِّكُمْ» . فِي مَوَاسِمِ الحَجِّ . [ر : ١٦٨١]

---

(۵۳) دیکھیے صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الاطعام فی الفدیة: ۱/ ۲۴۳

(۵۴) عمدة القاری: ۱۸/ ۱۱۱

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کا نام ذکر نہیں کیا اور ان کے ساتھ "حیوٰۃ بن شریح" کو ملادیا "حیوٰۃ بن شریح" دو ہیں ایک مصری ہیں اور دوسرے حضری ہیں، یہاں مصری مراد ہیں (۵۱)۔

اماعثمان فکان اللہ عفاعنہ

یعنی احد کے دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میدان سے جانے والوں میں تھے اور میدان سے جانے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا "وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ" (۵۲) اس آیت کے پیش نظر حضرت ابن عمرؓ نے یہ جملہ کہا۔

٣٣ – باب : «وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ ٱللهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ ٱللهَ يُحِبُّ المُحْسِنِينَ» /١٩٥/ .

التَّهْلُكَةُ وَٱلْهَلَاكُ وَاحِدٌ .

٤٢٤٤ : حدّثنا إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا النَّضْرُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ ، عَنْ حُذَيْفَةَ : «وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ ٱللهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ» . قَالَ : نَزَلَتْ فِي النَّفَقَةِ .

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جہاد میں شرکت اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے یہاں بتایا گیا کہ یہ معنی مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضرات انصار ابتدا میں جہاد میں بہت خرچ کیا کرتے تھے، بعد میں انہوں نے یہ محسوس کیا کہ اب ہمارے خرچ کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی، اسلام کے مددگار بہت کھڑے ہوگئے تو انہیں تنبیہ کی گئی کہ اگر تم نے انفاق سے اپنے آپ کو روکے رکھا تو یہ تمہارے لئے ہلاکت کا باعث ہوگا، فلاح اور کامیابی کا راستہ یہی ہے کہ اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ جانی اور مالی قربانی پیش کرو۔

٣٤ – باب : «فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ» /١٩٦/ .

٤٢٤٥ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ قَالَ : سَمِعْتُ

---

(۵۱) عمدۃ القاری: ۱۰۹/۱۸

(۵۲) پوری آیت ہے "إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ، إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا، وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ، إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" آل عمران: ۱۵۵) (۴۲۴۴) وهذا الحديث لم يخرجه احد من اصحاب الستة سوى البخاري

اس پر اس شخص نے سورۃ حجرات کی آیت "وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" پڑھی اور آیت..
"وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ" پڑھی۔

حضرت ابن عمرؓ نے وہی جواب دیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قتال کر چکے ہیں حتی کہ اسلام غالب آگیا اور فتنہ باقی نہ رہا۔

حضرت ابن عمرؓ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جس جہاد کی اللہ نے ترغیب دی ہے وہ جہاد مع الکفار ہے اور وہ ہم نے کیا ہے لیکن موجودہ قتال جہاد مع الکفار نہیں ہے ۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ باغیوں کے ساتھ قتال کرنے میں بھی ثواب ہے لیکن ترغیب جس جہاد کی دی گئی ہے وہ جہاد مع الکفار ہی ہے ، پھر باغیوں کے ساتھ قتال کی صورتحال مخدوش ہوتی ہے ، بسا اوقات یہ واضح نہیں ہوتا کہ حق کس کے ساتھ ہے قتال کرنے والوں کی نیت کا بھی صحیح علم نہیں ہوتا کہ اقتدار کا حصول مقصود ہے یا اسلامی نظام حکومت کے قیام کی راہ سے بغاوت کی رکاوٹ ختم کرنا مطلوب ہے اس بناء پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا خیال تھا کہ عافیت اسی میں ہے کہ کسی کا ساتھ نہ دیا جائے اور دین کی بنیادی باتوں اور احکام پر عمل کیا جائے ۔

اتاہ رجلان فی فتنۃ ابن زبیر

ان دو آدمیوں میں ایک "علاء بن عرار" تھا اور دوسرا "حبان" تھا (۴۸)۔

اخبرنی فلان و حیوۃ بن شریح

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ "فلان" سے "عبیداللہ بن لہیعہ" مراد ہیں جو مصر کے قاضی تھے اور سنہ ۱۹۴ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے (۴۹)۔

علامہ بیہقی فرماتے ہیں کہ عبیداللہ بن لہیعہ کے ضعیف ہونے پر علماء کا اجماع ہے جب کسی حدیث کو وہ تنہا ذکر کریں تو اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا (۵۰) چونکہ یہ ضعیف ہیں اس لئے

---

(۴۸) فتح الباری: ۱۸۴/۸

(۴۹) عمدۃ القاری: ۱۰۹/۱۸

(۵۰) عمدۃ القاری: ۱۰۹/۱۸

بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو الْمَعَافِرِيِّ : أَنَّ بُكَيْرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَهُ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ رَجُلاً أَتَى ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، ما حَمَلَكَ عَلَى أَنْ تَحُجَّ عامًا وَتَعْتَمِرَ عامًا ، وَتَتْرُكَ الْجِهَادَ في سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ ، قَدْ عَلِمْتَ ما رَغَّبَ اللهُ فِيهِ ؟ قالَ : يَا ابْنَ أَخِي ، بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ : إِيمَانٍ بِاللهِ وَرَسُولِهِ ، وَالصَّلَاةِ الخَمْسِ ، وَصِيَامِ رَمَضَانَ ، وَأَدَاءِ الزَّكَاةِ ، وَحَجِّ الْبَيْتِ . قالَ : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، أَلَا تَسْمَعُ ما ذَكَرَ اللهُ في كِتَابِهِ : «وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللهِ» . «قَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ» . قالَ : فَعَلْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَكَانَ الْإِسْلَامُ قَلِيلاً ، فَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ في دِينِهِ : إِمَّا قَتَلُوهُ وَإِمَّا يُعَذِّبُونَهُ ، حَتَّى كَثُرَ الْإِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ ، قالَ : فَمَا قَوْلُكَ في عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ ؟ قالَ : أَمَّا عُثْمَانُ فَكَأَنَّ اللهَ عَفَا عَنْهُ ، وَأَمَّا أَنْتُمْ فَكَرِهْتُمْ أَنْ تَعْفُوا عَنْهُ . وَأَمَّا عَلِيٌّ فَابْنُ عَمِّ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَخَتَنُهُ ، وَأَشَارَ بِيَدِهِ ، فَقَالَ : هٰذَا بَيْتُهُ حَيْثُ تَرَوْنَ .

[٤٣٧٣ ، ٤٣٧٤ ، ٦٦٨٢ ، وانظر : ٨]

سنہ ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ کر رکھا تھا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کسی کے ساتھ نہیں تھے اور کنارہ کش تھے ، دو آدمی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کہ آپ کیوں نہیں نکلتے ، ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میرے لئے یہ چیز مانع ہے کہ اللہ نے اپنے مسلمان بھائی کا خون حرام کیا ہے ، اس پر ان دونوں نے قرآن کی اس آیت سے استدلال کیا۔ "وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ" حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ ہم تو کفار سے لڑے حتی کہ فتنہ باقی نہ رہا اور دین خالص اللہ کے لئے ہوگیا لیکن اب تم آپس میں قتال کر کے چاہتے ہو کہ فتنہ پیدا ہوجائے اور دین غیر اللہ کے لئے ہوجائے ۔

عثمان بن صالح نے اضافہ کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا کہ آپ ایک سال حج کرتے ہیں اور ایک سال عمرہ کرتے ہیں لیکن جہاد فی سبیل اللہ کو آپ نے کیوں چھوڑ دیا ہے حالانکہ جہاد کی جو ترغیب دی گئی ہے وہ آپ کو معلوم ہے ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جواب میں کہا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے ، ایمان ، نماز ، روزہ ، زکوۃ اور حج مطلب یہ ہے کہ جہاد کی فضیلت اپنی جگہ لیکن بہرحال وہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے نہیں ہے ۔

سے جب تک الگ نظر نہ آئے اس وقت تک تم روزہ رکھنے کا اہتمام نہیں کرو گے ۔

٣١ – باب : «وَلَيْسَ ٱلْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا ٱلْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلٰكِنَّ ٱلْبِرَّ مَنِ ٱتَّقَىٰ وَأْتُوا ٱلْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَٱتَّقُوا ٱللهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ» /١٨٩/ .

٤٢٤٢ : حدّثنا عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ مُوسٰى ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ ٱلْبَرَاءِ قالَ : كانُوا إِذَا أَحْرَمُوا في الجاهِلِيَّةِ أَتَوُا ٱلْبَيْتَ مِنْ ظَهْرِهِ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ : «وَلَيْسَ ٱلْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا ٱلْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلٰكِنَّ ٱلْبِرَّ مَنِ ٱتَّقَىٰ وَأْتُوا ٱلْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا» . [ر : ١٧٠٩]

زمانۂ جاہلیت میں عربوں نے یہ رسم بنا رکھی تھی کہ جب حج کے لئے احرام باندھ لیتے تو گھر یا خیمہ میں دروازہ سے داخل ہونے کے بجائے پشت کی دیوار میں کھڑکی سی بنا کر اس سے داخل ہوتے یا دیوار کود کر داخل ہوتے اور اس کو نیکی سمجھتے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تنبیہ فرمائی کہ نیکی اپنی طرف سے بنائی ہوئی ان رسموں میں نہیں ہے (۴۷)۔

٣٢ – باب : «وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ ٱلدِّينُ لِلهِ فَإِنِ ٱنْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى ٱلظَّالِمِينَ» /١٩٣/ .

٤٢٤٣ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱلْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ ٱللهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَتَاهُ رَجُلَانِ فِي فِتْنَةِ ٱبْنِ ٱلزُّبَيْرِ فَقَالَا : إِنَّ ٱلنَّاسَ ضُيِّعُوا وَأَنْتَ ٱبْنُ عُمَرَ ، وَصَاحِبُ ٱلنَّبِيِّ ﷺ ، فَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَخْرُجَ ؟ فَقَالَ : يَمْنَعُنِي أَنَّ ٱللهَ حَرَّمَ دَمَ أَخِي ، فَقَالَا : أَلَمْ يَقُلِ ٱللهُ : «وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ» . فَقَالَ : قَاتَلْنَا حَتَّىٰ لَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ ، وَكَانَ ٱلدِّينُ لِلهِ ، وَأَنْتُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تُقَاتِلُوا حَتَّىٰ تَكُونَ فِتْنَةٌ ، وَيَكُونَ ٱلدِّينُ لِغَيْرِ ٱللهِ .

وَزَادَ عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ ، عَنِ ٱبْنِ وَهْبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي فُلَانٌ ، وَحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ ، عَنْ

---

(۴۷) تفصیل کے لئے دیکھیے تفسیر مظہری: ۲۱۱/۱

(۴۲۴۳) اخرجہ البخاری فی التفسیر، فی سورۃ البقرۃ، رقم الحدیث: ۴۲۴۳ وفی سورۃ الانفال، رقم الحدیث: ۴۳۷۳ و ۴۳۷۴ ولم یخرجہ احد من اصحاب الستۃ سوی البخاری۔

بتایا تو آپ نے مزاحاً فرمایا کہ پھر تو تمہارا تکیہ بہت چوڑا ہوگا اگر اس کے نیچے سفید اور سیاہ خط آسکتے ہیں۔

ان وسادک اِذاً لعریض

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے "معالم السنن" میں اس جملہ کے دو مقصد بیان فرمائے ہیں۔

❶ ایک یہ کہ تم بڑے کثیر النوم ہو، "وساد" نیند سے کنایہ ہے، وسادہ پر انسان سر رکھ کر سوتا ہے تو وسادہ ذریعہ نوم ہے اس لئے وسادہ بول کر نوم مراد لیا گیا ہے اور یا یہ مطلب ہے کہ تب تو تمہاری رات بڑی لمبی ہوگی کہ جب تک سفید دھاگہ سیاہ دھاگہ سے الگ نظر نہ آئے اس وقت تک آپ کھاتے پیتے رہیں گے (۴۴)۔

❷ دوسرا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس جملہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عدی کی کم فہمی کی طرف اشارہ کیا ہے چنانچہ یہاں باب کی دوسری روایت میں "انک لعریض القفا" کے الفاظ آئے ہیں علامہ خطابی کہتے ہیں کہ جب کسی آدمی کی کند ذہنی اور غفلت کو بیان کرنا ہو تو عرب کہتے ہیں "فلان عریض القفا" قفا گدی کو کہتے ہیں، عریض القفا وہ شخص جس کی گدی چوڑی ہو اور عام طور سے موٹی چوڑی گردن کا آدمی کم فہم ہوتا ہے (۴۵)۔

لیکن علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو رد کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ اس میں کم فہمی کی کیا بات ہے، حضرت عدی کے ہاں خیط ابیض کا اطلاق بیاض نہار پر اور خیط اسود کا اطلاق ظلمت لیل پر نہیں ہوا کرتا تھا، پھر وہ کیسے سمجھتے اس لئے اس کو کم فہمی پر محمول کرنا درست نہیں ہے (۴۶)۔

پھر سوال ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں "انک لعریض القفا" فرمایا اس کا کیا مطلب ہے؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ زیادہ سوتے ہیں اور نیند کے لئے بڑے بڑے تکیے استعمال کرتے ہیں اور اس قسم کے تکلفات عام طور سے وہ لوگ کرتے ہیں جو بے فکری کے ساتھ سوتے ہیں یہ سوچ کر کہ جب آنکھ کھلے گی تو کھل جائے گی، کسی نظام کے پابند نہیں ہوتے، سفید دھاگہ سیاہ دھاگہ

---

(۴۴) قال الخطابی، یرید ان نومک اذن لکثیر، وکنی بالوساد عن النوم، اذکان النائم یتوسده، او یکون اراد: ان لیلک اذن لطویل، اذکنت لاتمسک عن الاکل والشرب حتی یتبین لک سواد العقال من بیاضه ۔۔۔ (وانظر معالم السنن: ۲۳۲/۳)

(۴۵) معالم السنن: ۲۳۲/۳ باب وقت السحور

(۴۶) دیکھیے تعلیقات لامع الدراری: ۱۷/۹

شرب اور جماع کی اجازت دیدی (۴۳)۔

٣٠ - باب : «وَكُلُوا وَٱشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عاكِفُونَ فِي المَسَاجِدِ» .

إِلَى قَوْلِهِ : «يَتَّقُونَ» /١٨٧/ . «الْعاكِفُ» /الحج : ٢٥/ : المُقِيمُ .

٤٢٣٩/٤٢٤٠ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ عَدِيٍّ قالَ : أَخَذَ عَدِيٌّ عِقَالاً أَبْيَضَ وَعِقَالاً أَسْوَدَ ، حَتَّى كانَ بَعْضُ اللَّيْلِ نَظَرَ ، فَلَمْ يَسْتَبِينَا ، فَلَمَّا أَصْبَحَ قالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، جَعَلْتُ تَحْتَ وِسَادِي ، قَالَ : (إِنَّ وِسَادَكَ إِذًا لَعَرِيضٌ : أَنْ كانَ الخَيْطُ الْأَبْيَضُ وَالْأَسْوَدُ تَحْتَ وِسَادَتِكَ) .

(٤٢٤٠) : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مُطَرِّفٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ عَدِيِّ ٱبْنِ حاتِمٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، ما الخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الخَيْطِ الْأَسْوَدِ ، أَهُما الخَيْطَانِ؟ قَالَ : (إِنَّكَ لَعَرِيضُ الْقَفَا إِنْ أَبْصَرْتَ الخَيْطَيْنِ) . ثُمَّ قَالَ : (لَا ، بَلْ هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهارِ) . [ر : ١٨١٧]

٤٢٤١ : حدّثنا ٱبْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ ، مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ : حَدَّثَنِي أَبُو حازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ : وَأُنْزِلَتْ : «وَكُلُوا وَٱشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الخَيْطِ الْأَسْوَدِ» . وَلَمْ يُنْزَلْ «مِنَ الْفَجْرِ» وَكانَ رِجالٌ إِذَا أَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلَيْهِ الخَيْطَ الْأَبْيَضَ وَالخَيْطَ الْأَسْوَدَ ، وَلَا يَزَالُ يَأْكُلُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رُؤْيَتُهُما ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ بَعْدَهُ : «مِنَ الْفَجْرِ» . فَعَلِمُوا أَنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ مِنَ النَّهارِ . [ر : ١٨١٨]

جب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی جس میں اکل و شرب کی اجازت دیدی گئی ہے تاوقتیکہ سفید دھاگہ سیاہ دھاگہ سے واضح نہ ہوجائے ، آیت کریمہ میں خیط ابیض سے دن کی سفیدی اور خیط اسود سے رات کی تاریکی مراد ہے ، تو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے خیط ابیض اور خیط اسود کے حقیقی معنی مراد لے کر اپنے تکیہ کے نیچے سفید اور سیاہ دھاگے رکھے اور جب تک وہ صاف نظر نہیں آئے اس وقت تک انہوں نے کھانا پینا جاری رکھا۔ صبح کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر

(۴۳) دیکھیے فتح الباری: ۸۲/۸۔

پس اللہ نے تمہاری توبہ قبول کی اور تم کو معاف کردیا، چنانچہ اب تم ان کے ساتھ شب باشی کرو اور جو کچھ اللہ نے تمہارے لئے لکھا ہے اس کو طلب کرو۔"

٤٢٣٨ : حدَّثنا عُبَيْدُ ٱللهِ ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ . وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ ٱبْنُ عُثْمَانَ : حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : لَمَّا نَزَلَ صَوْمُ رَمَضَانَ ، كَانُوا لَا يَقْرَبُونَ النِّسَاءَ رَمَضَانَ كُلَّهُ ، وَكَانَ رِجَالٌ يَخُونُونَ أَنْفُسَهُمْ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ : «عَلِمَ ٱللهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ» . [ر : ١٨١٦]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رمضان شریف کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو مسلمان پورے رمضان میں اپنی عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے یعنی ان کے ساتھ جماع کی اجازت نہیں تھی لیکن بعض لوگوں سے اس سلسلہ میں کوتاہی ہوجاتی تھی، اس پر اللہ جل شانہ نے "عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ..." کی آیت نازل فرمائی اور رمضان میں رات کو اپنی بیویوں کے ساتھ مباشرت کی اجازت دیدی گئی۔

یہ روایت مختصر ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاذؓ کی ایک تفصیلی روایت نقل کی ہے اس سے مذکورہ آیت کی شان نزول اور پس منظر واضح ہوجاتا ہے اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ روزے میں تین تبدیلیاں ہوئیں۔

❶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہر ماہ میں تین روزے رکھتے تھے اور صوم عاشورا بھی رکھتے تھے۔

❷ پھر رمضان کی فرضیت نازل ہوگئی، حکم یہ تھا کہ روزہ رکھ لو یا فدیہ دیدو اس میں اختیار دیا گیا، لیکن افطار کے بعد اکل و شرب اور جماع کی اجازت صرف اس وقت تھی جب تک آدمی سوئے نہیں اور عشاء کی نماز نہ پڑھ لے لیکن اگر سو گیا یا عشاء کی نماز پڑھ لی تو اس کے بعد اکل وشرب اور جماع کی اجازت نہ تھی، یہ حکم دشوار اور بہت شاق تھا، بعض صحابہؓ سے اس کی پابندی نہ ہوسکی اور انہوں نے عشاء کے بعد اپنی بیویوں سے جماع کیا... مذکورہ آیت میں "عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُمْ...." سے اسی طرف اشارہ ہے۔

❸ تیسری تبدیلی میں مذکورہ حکم بھی منسوخ کردیا گیا اور اللہ نے مذکورہ آیت سے رات کو اکل و

۴۲۳۷ : حدَّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الحَارِثِ ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنْ يَزِيدَ ، مَوْلَى سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ ، عَنْ سَلَمَةَ قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ : «وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ» . كانَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُفْطِرَ وَيَفْتَدِيَ ، حَتَّى نَزَلَتِ الآيَةُ الَّتِي بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا .

قالَ أَبُو عَبْدِ ٱللهِ : ماتَ بُكَيْرٌ قَبْلَ يَزِيدَ .

یہ روایت بُکَیر بن عبداللہ یزید سے کر رہے ہیں، امام بخاری فرماتے ہیں کہ بکیر کی وفات پہلے ہوئی ہے، بکیر کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا ہے اور یزید کا انتقال ۱۴۶ھ میں ہوا ہے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ "روایۃ الاکابر عن الأصاغر" کے قبیل سے ہے (۴۱)۔

لیکن حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسی کے پہلے مرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ عمر میں بھی بڑا ہو، لہذا جب تک ان کی ولادت کی تاریخ معلوم نہ ہوجائے اس وقت تک اسے "روایۃ الاکابر عن الأصاغر" کے قبیل سے قرار نہیں دیا جاسکتا اور حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ ان کی تاریخ ولادت مجھے اب تک معلوم نہ ہوسکی (۴۲)۔

۲۹ - باب : «أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَٱبْتَغُوا ما كَتَبَ ٱللهُ لَكُمْ» /۱۸۷/ .

"اور تمہارے لئے جائز کردیا گیا ہے روزوں کی رات میں اپنی بیویوں سے ہمبستری کو، وہ تمہارے لئے اور تم ان کے لئے لباس ہو، اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے کو خیانت میں مبتلا کرتے تھے،

(۴۱) دیکھیے لامع الدراری: ۱۶/۹

(۴۲) دیکھیے تعلیقات لامع الدراری: ۱۶/۹ احقر نے بھی رجال کی کتابوں میں تاریخ ولادت تلاش کی لیکن نہ مل سکی۔

(۴۲۳۷) اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب قوله تعالیٰ: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ، رقم الحدیث: ۴۲۳۷، واخرجه مسلم فی الصیام، باب بیان نسخ قوله تعالیٰ: وعلی الذین یطیقونه فدیة، رقم الحدیث: ۱۱۴۵، واخرجه الترمذی فی کتاب الصوم، باب ماجاء وعلی الذین یطیقونه، رقم الحدیث: ۷۹۸، واخرجه ابوداؤد فی کتاب الصوم، باب نسخ قوله تعالیٰ: وعلی الذین یطیقونه فدیة، رقم الحدیث: ۲۳۱۵، واخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ: ۲۹۵/۶، رقم الحدیث: ۱۱۰۱۷

رکھنے کی طاقت رکھتے تھے "وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ" کی آیت ان کے حق میں عبارۃ النص کے طور پر دال ہے کہ انہیں اختیار حاصل ہے چاہیں روزہ رکھیں اور چاہیں تو روزہ رکھنے کے بجائے فدیہ ادا کریں۔

البتہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے مذکورہ آیت ان کے حق میں دلالۃ النص کے طور پر دلالت کرتی ہے کہ انہیں روزہ اور فدیہ میں اختیار ہے کیونکہ جب طاقت رکھنے والوں کو اختیار دیا گیا ہے تو جن میں طاقت نہیں بطریق اولی انہیں یہ اختیار ہوگا۔

پھر جب بعد کی آیت "فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" نازل ہوئی تو جن لوگوں کو بآسانی روزہ رکھنے کی طاقت ہے ان کے حق میں فدیہ کا حکم منسوخ ہوگیا روزہ رکھنے کی قدرت چاہے فی الحال ہو جیسے تندرست اور مقیم یا فی المآل ہو جیسے مریض اور مسافر۔

لیکن وہ لوگ جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ فی الحال رکھتے ہیں اور نہ فی المآل جیسے شیخ فانی، ان کے حق میں فدیہ کا حکم اب بھی باقی رہا۔

حاصل یہ کہ مذکورہ آیت بعض افراد کے حق میں اگلی آیت سے منسوخ ہے اور بعض افراد کے حق میں اس کا حکم اب بھی باقی ہے اور منسوخ نہیں (۳۹)۔

اس کو آپ دوسرے الفاظ میں یوں تعبیر کرسکتے ہیں کہ اگلی آیت سے اس آیت کے حکم عام میں تخصیص ہوگئی۔

مطلق کو مقید کرنا، یا عام میں تخصیص کا ہونا بعض متقدمین کی اصطلاح میں نسخ ہے جبکہ متأخرین اس کو نسخ نہیں کہتے ہیں، اس طرح عبداللہ بن عباسؓ اور دیگر حضرات جو عدم نسخ کے قائل ہیں ان کا قول ان حضرات کے قول سے متعارض نہیں ہے جو آیت کو منسوخ کہتے ہیں کیونکہ یہ اصطلاح کا فرق ہے (۴۰)۔ ولامشاحة فی الاصطلاح۔

۲۸ - باب : «فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ» /۱۸۵/.

٤٢٣٦ : حدّثنا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَرَأَ : «فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ» . قَالَ : هِيَ مَنْسُوخَةٌ . [ر : ١٨٤٨]

---

(۳۹) دیکھیے التفسیر المظہری: ۱/۱۹۲

(۴۰) اس کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

استعمال کیا گیا ہے اور طاقت کہتے ہیں "القدرة مع المشقة والشدة" کو یعنی مشقت اور تکلیف کے ساتھ کسی چیز پر قدرت کو طاقت کہتے ہیں تو "وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَه" کا مطلب ہوا "وعلى الذين يصومونه مع الشدة والمشقة" وہ لوگ جو مشقت اور تکلیف کے ساتھ روزہ رکھتے ہیں آسانی کے ساتھ وہ روزہ نہیں رکھ سکتے ان کے لئے اجازت ہے کہ وہ فدیہ ادا کریں اور روزہ نہ رکھیں اور یہ شان شیخ کبیر کی ہوتی ہے اور شیخ کبیر کے لئے یہی حکم ہے کہ وہ روزہ کے بدلے میں فدیہ ادا کرے اس توجیہ کے مطابق بھی آیت منسوخ نہیں ہے (۳۶)۔

❷ حضرت ابن عباسؓ کی قراءت روایت باب میں ذکر کی گئی ہے: "وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَه" "يُطَوَّقُوْنَ" باب تفعیل سے جمع غائب مجہول کا صیغہ ہے اس صورت میں معنی ہوں گے "اور ان لوگوں پر جو روزہ کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہوجائیں ان پر فدیہ ہے۔" تطویق کے معنی کسی کام کی تکلیف دینے کے آتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے آیت میں ایسے بوڑھے مرد اور ایسی بوڑھی عورتوں کا ذکر ہے جو روزہ رکھنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں ان کے لئے یہی حکم ہے کہ وہ فدیہ ادا کریں۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے کہ یہ آیت بالکلیہ منسوخ نہیں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کے یہاں فدیہ کے جو احکام بعض صورتوں میں پائے جاتے ہیں ان کی اصل یہی آیت ہے، اگر اس آیت کو بالکل منسوخ قرار دیا جائے تو پھر قرآن میں فدیہ کی کوئی بنیاد نہیں رہے گی، اس آیت کی تلاوت کو باقی رکھنے میں بھی یہی راز معلوم ہوتا ہے (۳۷)۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے "سنن ابی داؤد" میں دو باب قائم کئے ہیں ایک باب ہے "باب نسخ قوله: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَه فِدْيَةٌ" اس میں انہوں نے حضرت سلمۃ بن الاکوعؓ کی روایت نقل کی ہے جو یہاں باب میں موجود ہے اور دوسرا باب انہوں نے قائم کیا ہے "باب من قال هي مثبتة للشيخ والحُبْلٰى" اور اس میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے (۳۸) امام ابوداؤدؒ نے بھی یہ دو باب قائم کرکے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ مذکورہ آیت بالکلیہ منسوخ نہیں ہے۔

صاحب تفسیر مظہری نے فرمایا کہ ابتدائے اسلام میں روزہ اور فدیہ میں اختیار تھا جو لوگ روزہ

---

(۳۶) مذکورہ تینوں توجیہات کے لئے دیکھیے روح المعانی: ۸۲/۱-۸۳

(۳۷) فیض الباری: ۱۵۹/۴-۱۶۰

(۳۸) دیکھیے سنن ابی داؤد: ۲۹۶/۲ کتاب الصوم

ادا کریں گی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرضعہ اگر اپنے بچے کے خوف سے افطار کرے گی تو قضا کے ساتھ فدیہ بھی اسے ادا کرنا ہوگا البتہ حاملہ کے متعلق ان کا مذہب حنفیہ کے ساتھ ہے (۳۱)۔

حضرت حسن بصری کی یہ تعلیق عبد بن حمید نے موصولاً نقل کی ہے (۳۲)۔

قراءة العامة يُطِيْقُوْنَهُ وهو اكثر

سورہ بقرہ کی آیت "وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ" میں مختلف قراءتیں ہیں۔

❶ مشہور اور جمہور کی قراءت "وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ" ہے آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی استطاعت اور طاقت رکھتے ہیں لیکن روزہ نہیں رکھتے ان کے ذمہ فدیہ کی ادائیگی واجب ہے، ظاہر ہے یہ مذہب اب کسی کا بھی نہیں اس لئے اس قراءت کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔

(الف) حضرت سلمۃ بن الاکوع، حضرت عبداللہ بن عمر اور جمہور کا قول یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے آگے حضرت سلمۃ کی روایت آرہی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جو شخص چاہتا روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا افطار کرلیتا اور روزہ نہ رکھنے کا فدیہ ادا کردیتا لیکن جب اس کے بعد والی آیت "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" (۳۳) نازل ہوئی تو "وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ" کا حکم منسوخ ہوگیا۔

(ب) بعض حضرات کہتے ہیں کہ "یطیقونہ" باب افعال سے ہے اور باب افعال کی ایک خاصیت سلب ماخذ ہے، یہاں پر بھی یہ خاصیت پائی جاتی ہے لہذا اس صورت میں آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ان سے طاقت سلب ہوگئی ہے ایسے لوگ فدیہ ادا کریں گے (۳۴) اس توجیہ پر آیت منسوخ نہیں ہے۔

(ج) بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہاں "لا" نافیہ محذوف ہے بلکہ حضرت حفصہ سے "وَعَلَى الَّذِيْنَ لَا يُطِيْقُوْنَهُ" کی قراءت مروی ہے (۳۵)۔

(د) بعض علماء نے اس قراءت کی ایک اور نفیس توجیہ کی ہے کہ یہاں "يُطِيْقُوْنَهُ" کا صیغہ

---

(۳۱) مذکورہ تفصیل مذاہب کے لئے دیکھیے الجامع لاحکام القرآن: ۱/۱۸۰

(۳۲) عمدۃ القاری: ۱۸/۱۰۴

(۳۳) البقرۃ/۱۸۴

(۳۴) روح المعانی: ۱/۸۲، ۸۳

(۳۵) روح المعانی: ۱/۸۲-۸۳

وقال عطاء: یفطر من المرض کلہ کما قال اللہ تعالیٰ

عطاء بن ابی رَبَاح، ابن سیرین اور اهل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی کو ادنی درجہ کا مرض بھی لاحق ہو تو وہ افطار کرسکتا ہے، ان کی دلیل یہ ہے قرآن میں "فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا" مطلق ہے اس میں قید نہیں ہے کہ مرض شدید ہو اس لئے چاہے مرض شدید ہو یا خفیف، مریض کو افطار کی اجازت ہے (۲۶)۔

یہی مذہب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے، حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کے مقدمہ میں ابوحیان کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ نیشاپور میں امام بخاری رحمہ اللہ معمولی سے بیمار ہوئے تو ان کے استاذ اسحاق بن راہویہ اپنے تلامذہ کی ایک جماعت کے ساتھ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، دیکھا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے روزہ افطار کیا ہوا ہے اور مرض کوئی شدید نہیں ہے، اسحاق بن راہویہ نے جب اس سلسلہ میں گفتگو کی تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں عطا بن ابی رَبَاح کی مذکورہ تعلیق سنائی، اسحاق بن راہویہ کے پاس یہ اثر موجود نہیں تھا (۲۷)۔

عبدالرزاق نے یہ تعلیق موصولاً ذکر کی ہے (۲۸) یہی مذہب ابن سیرین کا ہے ایک مرتبہ ان کے پاس چند لوگ آئے تو انہوں نے انگلی کی تکلیف کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا تھا (۲۹)۔

لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک مرض سے شدید مرض مراد ہے یا یہ کہ روزہ رکھنے سے مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو (۳۰) آگے "وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ" میں اس طرف اشارہ موجود ہے۔

وقال الحسن و ابراهیم فی المرضع و الحامل....

حضرت حسن بصری اور ابراہیم نخعی اور حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر مرضعہ یا حاملہ کو اپنی یا اپنے بچے کی جان کا خوف ہو تو وہ روزہ چھوڑ سکتی ہے البتہ بعد میں اس کی قضا کرے گی اور اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔

امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اگر انہیں اپنی جان کا خطرہ ہو تو افطار کرکے بعد میں قضا کریں گی لیکن اگر انہیں اپنے بچے کا خطرہ ہو تو قضا کے ساتھ ساتھ کفارہ کے طور پر فدیہ بھی

(۲۶) روح المعانی: ۸۱/۱
(۲۷) مقدمة فتح الباری ۶۷۳
(۲۸) عمدة القاری: ۱۰۴/۱۸
(۲۹) روح المعانی: ۸۱/۱
(۳۰) روح المعانی: ۸۱/۱

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، علامہ عینی لکھتے ہیں "وکان فی الجاهلية رئيسا مُطاعاً فی کِندہ، وکان فی الاسلام وجيها فی قومه الا انه کان ممن ارتد عن الاسلام بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم راجع الاسلام فی خلافة ابی بکر" (۲۳)۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنی بہن کی ان سے شادی کرائی تھی، جنگ صفین میں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، سنہ ۴۰ھ میں حضرت علیؓ کی وفات کے چالیس دن بعد کوفہ میں ان کا انتقال ہوا، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی (۲۴)۔

۲۷ – باب: قَوْلِهِ: «أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ» /١٨٤/.

وَقَالَ عَطَاءٌ: يُفْطِرُ مِنَ الْمَرَضِ كُلِّهِ، كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى.

وَقَالَ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ فِي الْمُرْضِعِ وَالْحَامِلِ: إِذَا خَافَتَا عَلَى أَنْفُسِهِمَا أَوْ وَلَدِهِمَا تُفْطِرَانِ ثُمَّ تَقْضِيَانِ، وَأَمَّا الشَّيْخُ الْكَبِيرُ إِذَا لَمْ يُطِقِ الصِّيَامَ، فَقَدْ أَطْعَمَ أَنَسٌ بَعْدَ مَا كَبِرَ عَامًا أَوْ عَامَيْنِ، كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِينًا، خُبْزًا وَلَحْمًا، وَأَفْطَرَ.

قِرَاءَةُ الْعَامَّةِ «يُطِيقُونَهُ» وَهُوَ أَكْثَرُ.

٤٢٣٥: حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ: أَخْبَرَنَا رَوْحٌ: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحٰقَ: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، عَنْ عَطَاءٍ: سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ: «وَعَلَى الَّذِينَ يُطَوَّقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ». قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَيْسَتْ بِمَنْسُوخَةٍ، هُوَ الشَّيْخُ الْكَبِيرُ، وَالْمَرْأَةُ الْكَبِيرَةُ، لَا يَسْتَطِيعَانِ أَنْ يَصُومَا، فَيُطْعِمَانِ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا.

"اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ" سے مراد رمضان المبارک ہے اور یہ منصوب ہے، فعل مقدر "صوموا" کی وجہ سے (۲۵)۔

---

(۲۳) عمدة القاری: ۱۰۳/۱۸

(۲۴) اشعث بن قیس کے حالات کے لئے دیکھئے سیر اعلام النبلاء: ۳۷/۲-۴۷، واسد الغابة: ۱۱۸/۱، وتہذیب التہذیب: ۳۵۹/۱، والاصابة: ۶۹/۱

(۲۵) روح المعانی: ۸۱/۱ (۴۲۳۵) وهذا الحديث افرد به البخاری، ولم يخرجه احد من اصحاب الستة

عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قالَتْ : كانَ يَوْمُ عاشُوراءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ في الجاهِلِيَّةِ ، وَكانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصُومُهُ ، فَلَمَّا قَدِمَ المَدِينَةَ صامَهُ وَأَمَرَ بِصِيامِهِ ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضانُ كانَ رَمَضانُ الفَرِيضَةَ ، وَتُرِكَ عاشُوراءُ ، فَكانَ مَنْ شاءَ صامَهُ وَمَنْ شاءَ لَمْ يَصُمْهُ . [ر : ۱۵۱۵]

مذکورہ چاروں روایات میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ رمضان کی فضیلت سے پہلے عاشورا، یعنی دس محرم کا روزہ لوگ رکھتے تھے، جب رمضان آیا تو عاشورا کا روزہ ترک کردیا گیا، عاشورا کے روزے میں اب اختیار ہے چاہے تو کوئی رکھے اور چاہے تو نہ رکھے۔

اس بات پر تو تمام علماء کا اتفاق ہے کہ عاشورا کا روزہ اب واجب نہیں رہا لیکن اس میں اختلاف ہے کہ رمضان سے پہلے عاشورا کا روزہ فرض تھا یا مستحب، شافعیہ کی اس سلسلہ میں دو روایتیں ہیں لیکن ان کی مشہور روایت یہ ہے کہ عاشورا کا روزہ فرض نہیں تھا، حنفیہ کہتے ہیں کہ رمضان سے پہلے صوم عاشورا فرض تھا (۲۱)۔

احادیث سے حنفیہ کی تائید ہوتی ہے یہاں حدیث میں ہے "وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصومہ، فلما قدم المدینة صامہ وامر بصیامہ فلما نزل رمضان، کان رمضان الفریضة، وترک عاشورا" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے صوم عاشورا فرض تھا جب رمضان کے روزوں کا حکم آیا تو صوم عاشورا ترک کردیا گیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الصوم" میں بھی ایک روایت نقل کی ہے: "صام النبی صلی اللہ علیہ وسلم عاشورا، وامر بصیامہ، فلما فرض رمضان ترکہ" (۲۲) اس روایت سے بھی رمضان سے پہلے صوم عاشورا کی فرضیت معلوم ہوتی ہے۔

اس کے متعلق دیگر مباحث "کتاب الصوم" میں "باب صیام یوم عاشورا" کے تحت گزر چکے ہیں۔

دخل علیہ الاشعث

یہاں تیسری روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس اشعث آئے، یہ اشعث بن قیس بن معدی کَرِب بن معاویہ بن جَبَلَہ ہیں.... سنہ ۱۰ھ میں وفد کندہ کے ساتھ رسول اللہ

(۲۱) دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۱/۱۱۸ باب صیام یوم عاشورا

(۲۲) عمدۃ القاری: ۱۱/۱۱۹ باب صیام یوم عاشورا

٢٦ - باب : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ» /١٨٣/ .

آیت کریمہ کے متعلق مفسرین نے یہ بحث کی ہے کہ یہاں جو تشبیہ دی گئی ہے یہ تشبیہ نفس صیام میں ہے یا مدت صیام میں ، راجح اور ظاہر یہ ہے کہ یہ تشبیہ نفس صیام میں ہے ، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ مدت اور مقدار میں تشبیہ ہے ۔

ایک ماہ کے روزے جس طرح امت پر فرض کئے گئے ہیں اسی طرح یہود و نصاری پر بھی فرض کئے گئے تھے یہودیوں نے تیس دن کے بجائے پورے سال میں صرف ایک دن روزہ رکھنا شروع کیا جبکہ نصاری نے اس کو بڑھا کر پچاس دن روزہ رکھنا شروع کیا، پھر جب گرمیوں میں پچاس دن کے روزے شاق ہونے لگے تو نصاری روزوں کا وقت تبدیل کرکے گرمیوں کے بجائے معتدل موسم میں روزے رکھتے تھے (۲۰)۔

٤٢٣١ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قالَ : أَخْبَرَنِي نَافِعٌ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : كانَ عاشُوراءُ يَصُومُهُ أَهْلُ الجَاهِلِيَّةِ ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ ، قالَ : (مَنْ شَاءَ صَامَهُ ، وَمَنْ شَاءَ لَمْ يَصُمْهُ) . [ر : ١٧٩٣]

٤٢٣٢ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : كانَ عاشُوراءُ يُصَامُ قَبْلَ رَمَضَانَ ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ قالَ : (مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ) . [ر : ١٥١٥]

٤٢٣٣ : حدّثني مَحْمُودٌ : أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قالَ : دَخَلَ عَلَيْهِ الأَشْعَثُ وَهُوَ يَطْعَمُ ، فَقَالَ : اليَوْمُ عاشُوراءُ ؟ فَقَالَ : كانَ يُصَامُ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ رَمَضَانُ ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تُرِكَ ، فَادْنُ فَكُلْ .

٤٢٣٤ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ المُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيَى : حَدَّثَنَا هِشَامٌ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ،

---

(۲۰) تفصیل کے لئے دیکھیے روح المعانی: ۶۹/۲-۸۰

(۴۲۳۴) اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر ، باب یاایها الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم، رقم الحدیث: ۴۲۳۴، واخرجه مسلم فی کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، رقم الحدیث: ۱۱۲۶

❶ پہلا تعارض یہ ہے کہ مسلم کی روایت میں جنایت کرنے والی ربیع کی بہن ہے جبکہ بخاری کی روایتِ باب میں جانی خود ربیع ہیں۔

❷ دوسرا تعارض یہ ہے کہ مسلم کی روایت میں حلف اٹھانے اور قسم کھانے والی ربیع کی والدہ ہیں جبکہ بخاری کی روایت میں حالف حضرت انس بن النضر ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ دو الگ الگ واقعات ہیں (۱۴) لہذا تعارض کا اشکال درست نہیں علامہ عینی اور شارح مسلم ابیؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے (۱۵)۔

لیکن مولانا ظفر احمد عثمانی نے اعلاء السنن میں اس بات پر جزم کیا ہے کہ یہ الگ الگ واقعات نہیں بلکہ یہ ایک ہی واقعہ ہے (۱۶)۔

دراصل امام مسلم کی مذکورہ روایت میں راوی سے وہم ہوا ہے، اصل عبارت ہے "عن انس ان اختہ الربیع جرحت انسانا" یعنی انس کی بہن ربیع نے ایک انسان کو زخمی کیا، غلطی سے عبارت اس طرح ہوگئی "عن انس انِ اختِ الربیع جرحت انسانا" ربیع کی بہن نے ایک آدمی کو زخمی کیا کاتب نے "اختہ الربیع" کو "اخت الربیع" بنادیا جس کی وجہ سے تعارض پیدا ہوا (۱۷)۔

باقی رہا دوسرا تعارض حالف کی تعیین کے بارے میں مسلم کی روایت میں تصحیح کی طرف حافظ ابن حجرؒ کا میلان معلوم ہوتا ہے (۱۸)۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام مسلم کی مذکورہ روایت "باب القصاص بین الرجال والنساء" میں تعلیقاً ذکر کی ہے (۱۹)۔

بہرحال ناموں کی تعیین کے سلسلے میں بسا اوقات رُواۃ سے اس قسم کا وہم واقع ہوجاتا ہے تاہم اس سے اصل حدیث کے ثبوت پر کوئی حرف نہیں آتا۔

---

(۱۴) وانظر شرح مسلم للنووی: ۲/۵۹

(۱۵) دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۱/۲۰۳ و شرح مسلم للابیؒ: ۴/۴۱۷

(۱۶) دیکھیے اعلاء السنن: ۱۸/۱۱۰

(۱۷) تکملۃ فتح الملہم: ۲/۲۵۵

(۱۸) فتح الباری: ۱۲/۲۱۵

(۱۹) دیکھیے صحیح البخاری مع فتح الباری، الدیات: ۱۲/۲۱۴

أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَتُكْسَرُ ثَنِيَّةُ الرُّبَيِّعِ ؟ لَا وَٱلَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (يَا أَنَسُ ، كِتَابُ ٱللهِ الْقِصَاصُ) . فَرَضِيَ الْقَوْمُ فَعَفَوْا ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (إِنَّ مِنْ عِبَادِ ٱللهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى ٱللهِ لَأَبَرَّهُ) . [ر : ۲۵۵٦]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ربیّع نے ایک لڑکی کا دانت توڑا، لوگوں نے اس لڑکی سے معافی طلب کی لیکن لڑکی والوں نے نہیں مانا، دیت پیش کی، دیت لینے سے انکار کردیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور قصاص کا مطالبہ کیا، آپؐ نے قصاص کا حکم دیا اس پر رُبیّع کے بھائی حضرت انس بن النضر نے کہا، یارسول اللہ! کیا میری بہن ربیع کا دانت توڑا جائے گا، نہیں، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا، انس بن النضر نے اللہ جل شانہ کے بھروسہ پر قسم کھالی جس کا مطلب یہ تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ ہے کہ وہ دانت کے توڑنے کی نوبت نہیں لائیں گے، اور یہی ہوا لڑکی والے دیت پر راضی ہوگئے اور قصاص معاف کردیا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ کا نام لے کر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم پوری کردیتا ہے"

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب القسامۃ" میں "ثابت بن انس" کے طریق سے یہ روایت نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں: "ان اخت الرُبیّع ام حارثة جرحت انسانا، فاختصموا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: القصاص، القصاص! فقالت ام الربیع: یارسول اللہ، ایقتص من فلانة؟ واللہ لا یقتص منها، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: سبحان اللہ! یاام الربیع! القصاص کتاب اللہ، قالت: لا واللہ، لا یقتص منها ابدا(۱۲) قال: فمازالت حتی قبلوا الدیة، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان من عباداللہ مَنْ لَوْ اَقسَمَ علی اللہ لَأَبَرَّہ" (۱۳)

تعارض روایات اور اس کا حل

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث باب اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ روایت میں چند چیزوں میں تعارض ہے۔

(۱۲) واستشکل هذا الانکار منها مع ماسمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الامر بالقصاص، واجابوا عنه بوجوہ، احسنها عندی انه لم یکن اعتراضا علی الحکم، وانما کان علی طریق الثقة باللہ تعالیٰ، والتوکل علیه (تکملة فتح الملهم: ۲/۳۵۳)

(۱۳) صحیح مسلم: ۲/۵۹، کتاب القسامة، باب اثبات القصاص فی الاسنان ومافی معناها

مطلب نہیں کہ اگر عورت کا قاتل مرد ہو یا غلام کا قاتل آزاد ہو تو قاتل کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ واللہ اعلم

٤٢٢٨ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عَمْرٌو قالَ : سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : كانَ في بَنِي إِسْرَائِيلَ الْقِصَاصُ وَلَمْ تكنْ فِيهِمُ الدِّيَةُ ، فَقَالَ اللهُ تَعَالَى لِهٰذِهِ الأُمَّةِ : «كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ في الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالأُنْثَى بِالأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ» فَالْعَفْوُ أَنْ يَقْبَلَ الدِّيَةَ في الْعَمْدِ «فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ» يَتَّبِعُ بِالْمَعْرُوفِ وَيُؤَدِّي بِإِحْسَانٍ «ذٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ» مِمَّا كُتِبَ عَلَى مَنْ كانَ قَبْلَكُمْ «فَمَنِ [illegible] بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ» قَتَلَ بَعْدَ قَبُولِ الدِّيَةِ . [٦٤٨٧]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں قصاص کا حکم تھا اور دیت نہیں تھی (جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں دیت کا حکم تھا قصاص نہیں تھا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس امت کے لئے قصاص اور دیت دونوں کو مشروع قرار دیا قتلِ عَمد میں قصاص اور دیگر اقسام قتل میں دیت) آیت کریمہ میں "فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ" کا مطلب یہ ہے کہ قتلِ عَمد میں قصاص معاف کردے اور دیت قبول کرلے (اگر مقتول کے ورثہ قصاص اور دیت دونوں کو معاف کرنا چاہیں تو دونوں معاف ہوجائیں گے)

٤٢٢٩/٤٢٣٠ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الأَنْصَارِيُّ : حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ : أَنَّ أَنَسًا حَدَّثَهُمْ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (كِتَابُ اللهِ الْقِصَاصُ) .

یہ روایت ثلاثی ہے ، اس سے قبل پندرہ ثلاثی روایات گزری ہیں۔

(٤٢٣٠) : حدّثني عَبْدُ اللهِ بْنُ مُنِيرٍ : سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ بَكْرٍ السَّهْمِيَّ : حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ الرُّبَيِّعَ عَمَّتَهُ كَسَرَتْ ثَنِيَّةَ جارِيَةٍ ، فَطَلَبُوا إِلَيْهَا العَفْوَ فَأَبَوْا ، فَعَرَضُوا الأَرْشَ فَأَبَوْا ، فَأَتَوْا رَسُولَ اللهِ ﷺ وَأَبَوْا إِلَّا الْقِصَاصَ ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْقِصَاصِ ، فَقَالَ

(۴۲۲۸)اخرجہ البخاری فی کتاب التفسیر ، باب یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص ، رقم الحدیث: ۴۲۲۸، و کتاب الدیات ، باب من قتل قتیلاً فھو بخیر النظرین ، رقم الحدیث: ۶۴۸۷ ، واخرجہ النسائی فی کتاب القصاص: ۲/ ۲۴۳۵ ، واخرجہ النسائی فی السنن الکبریٰ: ۲۹۵/۶ رقم الحدیث: ۱۱۰۱۴

«عُفِيَ» /۱۷۸/ : تُرِكَ .

اس آیت کریمہ میں آزاد کا مقابلہ آزاد کے ساتھ اور غلام کا مقابلہ غلام کے ساتھ ہے، اس تقابل کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر کوئی آزاد غلام کو قتل کردے تو اس سے قصاص نہ لیا جائے اور یہی مذہب ہے امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا (۸)۔

حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ نفس کے بدلے میں نفس کا اعتبار ہے، قصاص میں آزادی اور غلامی کا کوئی اعتبار نہیں ہے لہذا غلام کے بدلے میں آزاد کو قصاصاً قتل کیا جائے گا (۹)۔

جہاں تک آیت کریمہ کا تعلق ہے اس میں صرف اتنی بات بتائی گئی ہے کہ آزاد کے مقابلہ میں آزاد اور غلام کے مقابلہ میں غلام قتل کیا جائے گا اسی طرح عورت کے مقابلہ میں عورت قتل کی جائے گی، باقی غلام کو آزاد کے مقابلہ میں قتل کیا جائے گا یا آزاد کو غلام کے مقابلہ میں قتل کیا جائے گا کہ نہیں؟ آیت اس سے خاموش ہے۔

ادھر سورۃ مائدہ میں تصریح ہے کہ نفس کے بدلے میں نفس ہے، ارشاد ہے: "وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ"

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "المسلمون تتکافأ دماؤهم" (۱۰) مسلمانوں کے خون آپس میں برابر ہیں۔

باقی مذکورہ آیت کریمہ میں حر کو حر اور عبد کو عبد کے مقابل لایا گیا ہے اس کی وجہ درحقیقت اس آیت کی شان نزول کا وہ واقعہ ہے جو حافظ ابن کثیر اور علامہ آلوسیؒ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ جاہلیت میں دو قبیلوں کے درمیان خونریزی اور قتل و قصاص کا سلسلہ چل رہا تھا ان میں ایک قبیلہ شان و شوکت والا تھا، اس نے کہا کہ ہم غلام کے بدلے میں آزاد کو اور عورت کے بدلے میں مرد کو قتل کریں گے، جب اسلام آیا تو یہ دونوں قبیلے اپنے فیصلے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اللہ جل شانہ نے مذکورہ آیت نازل فرمائی جس میں کہا گیا کہ آزاد کے مقابلے میں آزاد اور غلام کے بدلے میں غلام اور عورت کے مقابلہ میں عورت قتل کی جائے گی، غلام کے بدلے میں کسی بے گناہ آزاد کو یا عورت کے قصاص میں کسی بے گناہ مرد کو قتل کرنا درست نہیں ہے (۱۱) آیت کا یہ

---

(۸) دیکھیے احکام القرآن للجصاص: ۱/۱۳۵

(۹) احکام القرآن للجصاص: ۱/۱۳۵

(۱۰) احکام القرآن للجصاص: ۱/۱۳۵

(۱۱) تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۰۹ و روح المعانی: ۲/۴۹

خلاف اولی اور ناپسندیدہ ہے تو ایسی صورت میں جانب فعل کا استحباب اور سنت ہونا ثابت ہوگا اور جانب ترک کا مکروہ ہونا اور اگر جانب فعل مطلوب ہے بایں معنی کہ اس کی تاکید بھی ہے اور جانب ترک غیر مطلوب ہے بایں معنی کہ اس پر وعید بھی آئی ہے تو ایسی صورت میں جانب فعل فرض یا واجب ہوگی اور جانب ترک حرام یا مکروہ تحریمی ہوگی (۷) سعی بین الصفا و المروہ کی یہی نوعیت ہے کہ جانب فعل مطلوب بالتاکید ہے اور جانبِ ترک ممنوع ہے اور اس پر وعید آئی ہے ۔

قُدَیْد

مدینہ منورہ کی طرف سے مکہ جاتے ہوئے راستے میں ایک جگہ کا نام ہے ۔

٢٤ – باب : قَوْلِهِ : «وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذَ مِنْ دُونِ ٱللهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ ٱللهِ» /١٦٥ .
يَعْنِي أَضْدَادًا ، وَاحِدُهَا نِدٌّ .

٤٢٢٧ : حدّثنا عَبْدَانُ ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ شَقِيقٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ كَلِمَةً ، وَقُلْتُ أُخْرَى ، قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنْ ماتَ وَهْوَ يَدْعُو مِنْ دُونِ ٱللهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ) . وَقُلْتُ أَنَا : مَنْ ماتَ وَهْوَ لَا يَدْعُو لِلهِ نِدًّا دَخَلَ الجَنَّةَ . [ر : ١١٨١]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من مات وھو یدعو من دون اللہ نِدًّا، دخل النار " جو شخص اللہ جل شانہ کے علاوہ کسی اور کو پکارے گا اور اللہ کے ساتھ شرک کرے گا وہ آگ میں داخل ہوگا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کرنے کے بعد یہ جملہ کہا "من مات وھولا یدعو للہ ندا، دخل الجنة".... "وھولا یدعو للہ ندا " مسلمان ہونے سے کنایہ ہے ، مطلب یہ ہے کہ دار دو ہی ہیں ایک جنت اور ایک دوزخ، شرک کرنے والوں کو دوزخ میں بھیجا جائے گا اس سے یہ بات ازخود سمجھ میں آجاتی ہے کہ جو مشرک نہیں ہوں گے اور مسلمان و مومن ہوں گے وہ جنت میں جائیں گے ۔

٢٥ – باب : «يَا أَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ – إِلَى قَوْلِهِ – عَذَابٌ أَلِيمٌ» /١٧٨ .

(۷) توضیح تلویح: ۳۶/۱

ہوگی لیکن فاعل کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ جو آدمی اس فعل کو کرے گا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اس سے اباحت ثابت نہیں ہوتی، مثلاً کوئی کہے "جو شخص عشاء کی نماز پڑھے گا اسے گناہ نہیں ہوگا۔" اس سے عشاء کی نماز کا مباح ہونا ثابت نہیں ہوتا، مباح ہونا تب ثابت ہوگا جب کہا جائے "جو شخص عشاء کی نماز نہیں پڑھے گا اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔"

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ قرآن مجید کی آیت میں تارک سعی سے گناہ کی نفی نہیں کی گئی، سعی کرنے والے سے کہا جارہا ہے کہ اس کے لئے کوئی گناہ نہیں ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سعی کرنے والے سے گناہ کی نفی کی کیا ضرورت پیش آئی اس کا جواب یہ دیا کہ ایک جماعت انصار کی تھی، یہ واقعہ پہلی روایت میں بیان کیا ہے، دوسری جماعت تھی قریش کی، یہ واقعہ دوسری روایت میں بیان کیا ہے، انصار کی جماعت کے لوگ مناۃ بت کے نام پر احرام باندھتے اور صفا اور مروہ کی سعی نہیں کرتے تھے بلکہ اس کو گناہ سمجھتے تھے جب اسلام آیا اور حاجی و معتمر کے لئے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا مسئلہ پیش ہوا تو فرمایا گیا "فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا" اس عنوان سے انصار کو بتادیا گیا کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی میں کوئی قباحت نہیں اور ان کا زمانہ جاہلیت والا خیال کہ صفا اور مروہ کی سعی گناہ ہے غلط ہے۔

دوسری طرف قریش کا معاملہ یہ تھا کہ وہ صفا اور مروہ پر رکھے ہوئے بتوں کی وجہ سے سعی کرتے تھے جب اسلام نے بھی سعی کا حکم دیا تو ان کو تنگی یہ محسوس ہوئی کہ یہ تو ہماری رسم جاہلیت تھی جو ہم بتوں کے لئے کیا کرتے تھے اب تو ہم نے بت پرستی چھوڑ دی ہے تو کیا اب بھی اس رسم جاہلیت کو ہم برقرار رکھیں گے، قرآن نے "فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا" کی تعبیر اختیار کرکے ان سے کہا تنگی محسوس نہ کرو، بہرحال انصار اور قریش کے اس پس منظر کی بناء پر قرآن نے یہ اسلوب اختیار کیا تاہم اس سے فعل کی اباحت لازم نہیں آتی اور سعی بین الصفا والمروہ واجب ہے۔

فائدہ

اگر کسی کام کی جانب فعل اور جانب ترک دونوں برابر ہوں تو وہ کام مباح ہوگا اگر جانب فعل مطلوب ہے اور جانب ترک غیر مطلوب تو پھر دیکھا جائے گا کہ جانب فعل کی مطلوبیت کی کیا حیثیت ہے اگر وہ مطلوب ہے بایں معنی کہ وہ اولی و افضل ہے اور جانب ترک غیر مطلوب ہے بایں معنی کہ وہ

٤٢٢٥ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قالَ : قُلْتُ لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ : أَرَأَيْتِ قَوْلَ ٱللهِ تَبارَكَ وَتَعَالَى : «إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ ٱللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ ٱعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا» . فَمَا أُرَى عَلَى أَحَدٍ شَيْئًا أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا ؟ فَقَالَتْ عائِشَةُ : كَلَّا ، لَوْ كانَتْ كما تَقُولُ ، كانَتْ : فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا ، إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ في الْأَنْصَارِ ، كانُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ ، وَكَانَتْ مَنَاةُ حَذْوَ قُدَيْدٍ ، وَكَانُوا يَتَحَرَّجُونَ أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، فَلَمَّا جاءَ الْإِسْلَامُ سَأَلُوا رَسُولَ ٱللهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ : «إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ ٱللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ ٱعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا» . [ر : ١٥٦١]

٤٢٢٦ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عاصِمِ بْنِ سُلَيْمانَ قالَ : سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ عَنِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، فَقَالَ : كُنَّا نَرَى أَنَّهُمَا مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ ، فَلَمَّا كانَ الْإِسْلَامُ أَمْسَكْنَا عَنْهُمَا ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ تَعَالَى : «إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ ٱللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ ٱعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا» . [ر : ١٥٦٥]

حدثنا عبداللہ بن یوسف

یہ روایت کتاب الحج میں گزر چکی ہے (٦) حضرت عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق پوچھا "اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا" حضرت عروہ نے کہا میرا خیال ہے کہ اگر کوئی صفا اور مروہ کا طواف اور ان کے درمیان سعی نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، اس لئے کہ آیت میں فرمایا گیا ہے جس نے صفا و مروہ کا طواف کیا اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، رفع جناح اباحت کی دلیل ہے جو چیز مباح ہوتی ہے اس کے نہ کرنے میں گناہ نہیں ہوتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بڑا عجیب جواب دیا فرمایا ہرگز نہیں، اگر مسئلہ اس طرح ہوتا جس طرح تم کہہ رہے ہو تو "فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا" فرمایا جاتا، رفع جناح ہر جگہ دلیل اباحت نہیں۔ اگر کوئی شخص فعل کا تارک ہوجائے اور یہ کہا جائے کہ اس ترک پر گناہ نہیں ہے تب اباحت ثابت

(٦) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب وجوب الصفا و المروۃ: ١/٢٢٢

إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ» /١٤٨/.

٤٢٢٢ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ سُفْيَانَ : حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحٰقَ قالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قالَ : صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ ، أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا ، ثُمَّ صَرَفَهُ نَحْوَ الْقِبْلَةِ . [ر : ٤٠]

٢١ - باب : «وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ» /١٤٩/.

شَطْرُهُ : تِلْقَاؤُهُ.

٤٢٢٣ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : بَيْنَا النَّاسُ فِي الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ ، إِذْ جَاءَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ : أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ ، فَأُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا ، فَاسْتَدَارُوا كَهَيْئَتِهِمْ ، فَتَوَجَّهُوا إِلَى الْكَعْبَةِ ، وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ إِلَى الشَّأْمِ . [ر : ٣٩٥]

٢٢ - باب : «وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُمَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ - إِلَى قَوْلِهِ - وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ» /١٥٠/.

٤٢٢٤ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قالَ : بَيْنَمَا النَّاسُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ بِقُبَاءٍ ، إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ ، وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا ، وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّأْمِ ، فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْقِبْلَةِ : الْكَعْبَةِ . [ر : ٣٩٥]

٢٣ - باب : قَوْلِهِ : «إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ» /١٥٨/.

شَعَائِرُ : عَلَامَاتٌ ، وَاحِدَتُهَا شَعِيرَةٌ . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : الصَّفْوَانُ الْحَجَرُ ، وَيُقَالُ : الْحِجَارَةُ الْمُلْسُ الَّتِي لَا تُنْبِتُ شَيْئًا ، وَالْوَاحِدَةُ صَفْوَانَةٌ ، بِمَعْنَى الصَّفَا ، وَالصَّفَا لِلْجَمِيعِ

شَعائر کا مفرد شَعِيرَةٌ ہے، ہمارے ہندوستانی نسخوں میں شَعْرَةٌ لکھا ہے شعرة اور شعيرة کے معنی علامت کے آتے ہیں۔

٤٢١٩ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : لَمْ يَبْقَ مِمَّنْ صَلَّى الْقِبْلَتَيْنِ غَيْرِي .

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ان صحابہ میں سے جنھوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی تھی میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا، مطلب یہ ہے کہ مہاجرین و انصار میں اب بصرہ میں صرف میں ہی باقی رہا باقی سب اللہ کو پیارے ہو گئے، حضرت انسؓ کی عمر سو سال سے زائد تھی اور سن ۹۰ یا ۹۱ھ میں آپ نے وفات پائی ہے ۔

١٨ – باب : «وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ ما تَبِعُوا قِبْلَتَكَ» . إِلَى قَوْلِهِ : «إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ» /١٤٥/ .

٤٢٢٠ : حدّثنا خالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ : حَدَّثَنِي عَبْدُ ٱللهِ بْنُ دِينَارٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : بَيْنَما النَّاسُ فِي الصُّبْحِ بِقُبَاءَ ، جاءَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ : إِنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ ، وَأُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ ، أَلَا فَاسْتَقْبِلُوهَا ، وَكَانَ وَجْهُ النَّاسِ إِلَى الشَّأْمِ ، فَاسْتَدَارُوا بِوُجُوهِهِمْ إِلَى الْكَعْبَةِ . [ر : ٣٩٥]

١٩ – باب : «الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ – إِلَى قَوْلِهِ – فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ» /١٤٦ ، ١٤٧/ .

٤٢٢١ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ : حَدَّثَنَا مالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ قالَ : بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ ، إِذْ جاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ ، وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا ، وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّأْمِ ، فَاسْتَدَارُوا إِلَى الْكَعْبَةِ . [ر : ٣٩٥]

٢٠ – باب : «وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَمَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ ٱللهُ جَمِيعًا

الحديث: ۴۲۱۹: حدثنا علی ابن عبداللہ

(۴۲۱۹) اخرجہ البخاری فی کتاب التفسیر باب قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ، رقم الحدیث: ۴۹۱۹، وھذا الحدیث لم یخرّجہ احد من اصحاب الستۃ سوی البخاری، واخرجہ النسائی فی التفسیر فی السنن الکبریٰ: ۲۹۲/۶ رقم الحدیث:

امت پر گواہ ہوں گے کہ ان لوگوں نے سچی گواہی دی ہے "لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيداً" کا یہی مطلب ہے۔

بعض حضرات نے اس آیت سے نبی کے حاضر ناظر ہونے پر استدلال کیا ہے لیکن استدلال کا ضعیف ہونا بالکل ظاہر ہے، حضور اور آپ کی امت کی یہ شہادت وحی الٰہی کی بنیاد پر ہے، اللہ جل شانہ نے بذریعہ وحی آپ کو اور آپ نے امت کو بتایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی تھی اس بنیاد پر یہ گواہی دی جائے گی۔

اس سے اگر کوئی نبی کے حاضر ناظر ہونے پر استدلال کرتا ہے تو پھر صرف نبی کا حاضر ناظر ہونا نہیں بلکہ پوری امت کا حاضر ناظر ہونا تسلیم کرنا پڑے گا۔

١٦ - باب : قَوْلِهِ : «وما جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَما كانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَؤُوفٌ رَحِيمٌ» /١٤٣.

٤٢١٨ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنا يَحْيَى ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : بَيْنَا النَّاسُ يُصَلُّونَ الصُّبْحَ فِي مَسْجِدِ قُبَاءَ ، إِذْ جَاءَ جاءٍ فَقَالَ : أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قُرْآناً : أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوهَا ، فَتَوَجَّهُوا إِلَى الْكَعْبَةِ . [ر : ٣٩٥]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے لیکر آیت کریمہ "وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" تک کی آیات پر الگ الگ تراجم قائم کئے ہیں اور ان کے ذیل میں وہی تحویل قبلہ والی روایت حضرت ابن عمر، حضرت براء بن عازب اور حضرت انس سے نقل کی ہے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان سب آیات کا تعلق تحویل قبلہ سے ہے اور تمام کا شان نزول ایک ہی ہے تحویل قبلہ سے متعلق تفصیلی بحث کتاب الصلاۃ میں "باب ماجاء فی القبلۃ" کے تحت گزر چکی ہے۔

١٧ - باب : «قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ» .

إِلَى : «عَمَّا تَعْمَلُونَ» /١٤٤ .

٤٢١٦ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : سَمِعَ زُهَيْرًا ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا ، أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا ، وَكَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ تَكُونَ قِبْلَتُهُ قِبَلَ الْبَيْتِ ، وَأَنَّهُ صَلَّى ، أَوْ صَلَّاهَا ، صَلَاةَ الْعَصْرِ وَصَلَّى مَعَهُ قَوْمٌ ، فَخَرَجَ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ صَلَّى مَعَهُ فَمَرَّ عَلَى أَهْلِ الْمَسْجِدِ وَهُمْ رَاكِعُونَ ، قَالَ : أَشْهَدُ بِاللهِ ، لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قِبَلَ مَكَّةَ ، فَدَارُوا كَمَا هُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ ، وَكَانَ الَّذِي مَاتَ عَلَى الْقِبْلَةِ قَبْلَ أَنْ تُحَوَّلَ قِبَلَ الْبَيْتِ رِجَالٌ قُتِلُوا ، لَمْ نَدْرِ مَا نَقُولُ فِيهِمْ ، فَأَنْزَلَ اللهُ : «وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللهَ بِالنَّاسِ لَرَؤُوفٌ رَحِيمٌ» . [ر : ٤٠]

١٥ - باب : «وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا» /١٤٣/.

٤٢١٧ : حدّثنا يُوسُفُ بْنُ رَاشِدٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ وَأَبُو أُسَامَةَ ، وَاللَّفْظُ لِجَرِيرٍ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ . وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (يُدْعَى نُوحٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَيَقُولُ : لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَبِّ ، فَيَقُولُ : هَلْ بَلَّغْتَ ؟ فَيَقُولُ : نَعَمْ ، فَيُقَالُ لِأُمَّتِهِ : هَلْ بَلَّغَكُمْ ؟ فَيَقُولُونَ : مَا أَتَانَا مِنْ نَذِيرٍ ، فَيَقُولُ : مَنْ يَشْهَدُ لَكَ ؟ فَيَقُولُ : مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ ، فَيَشْهَدُونَ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ : «وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا» . فَذٰلِكَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ : «وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا») . وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ . [ر : ٣١٦١]

یوسف بن راشد کے یہاں دو استاذ ہیں، جریر اور ابواسامہ، حدیث میں الفاظ جریر کے نقل کئے گئے ہیں جریر نے ابوصالح سے "عن" کے ساتھ نقل کیا ہے جبکہ ابواسامہ نے "حدثنا ابوصالح" کہہ کر روایت نقل کی ہے .... ابوصالح کا نام ذکوان ہے (۵)۔

روایت میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم انکار کرے گی اور کہے گی کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی امت حضرت نوح علیہ السلام کے حق میں گواہی دے گی کہ حضرت نوح نے اپنی قوم کو اللہ کا پیغام پہنچایا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی

(۵) عمدۃ القاری: ۹۵/۱۸

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث اسی سند اور متن کے ساتھ کتاب الاعتصام اور کتاب التوحید میں تخریج کی ہے (۴)۔

اھل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے تھے اور عربی زبان میں اس کی تفسیر کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نہ ان کی تصدیق کرو اور نہ ان کی تکذیب کرو کیونکہ معلوم نہیں وہ عربی میں تفسیر صحیح کرتے ہیں یا نہیں، ہوسکتا ہے غلط تفسیر کریں تو تم تصدیق کر کے غیر کلام اللہ کو کلام اللہ مان لو اور ممکن ہے وہ صحیح تفسیر کریں اور تم تکذیب کرو تو کلام اللہ کی تکذیب لازم آئے گی۔ اس لئے تم کہو "آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا"

١٤ - باب : «سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ ما وَلَّاهُمْ عَن قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلّٰهِ المَشْرِقُ وَالمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ» /١٤٢/ .

"اب بے وقوف لوگ ضرور کہیں گے کہ مسلمانوں کو کس چیز نے پھیر دیا، ان کو اس قبلہ سے (یعنی بیت المقدس سے) جس پر وہ تھے آپ فرما دیجیے کہ مشرق و مغرب سب اللہ ہی کی ملک میں ہیں وہ جسے چاہتے ہیں سیدھی راہ بتلاتے ہیں"۔

سُفَهَاءُ

سَفِیْہٌ کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں کم عقل، بے وقوف۔

مِنَ النَّاسِ سے مراد یہود ہیں کیونکہ قبلہ کی تحویل پر سب سے زیادہ انھوں نے ہنگامہ کیا تھا اور یہودیوں کا خیال تھا کہ قبلہ بیت المقدس کبھی منسوخ نہیں ہوسکتا، بعض کے نزدیک منافقین مراد ہیں، کیونکہ وہ ہمیشہ مسلمانوں پر اعتراضات کی فکر میں رہتے تھے اور بعض مفسرین اس کا مصداق مشرکین کو قرار دیتے ہیں کیونکہ قبلہ کی تبدیلی پر انھوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ بھی عجیب ہے کہ اپنے آبائی قبلہ (یعنی ابراھیم و اسماعیل علیہما السلام کا قبلہ بیت اللہ) چھوڑ دیا اور پھر اسی آبائی قبلہ کو دوبارہ اختیار کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عنقریب اپنے آبائی دین کو بھی اختیار کرلیں گے۔

---

(۴) عمدۃ القاری: ۱۸/۹۴

بنیادوں پر کیوں نہیں لوٹا دیتے ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لولا حِدْثان قومِکِ بالکفر" یعنی اگر تمہاری قوم کفر سے ابھی نئی نئی نکلی ہوئی نہ ہوتی تو میں اس کو حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر تعمیر کرادیتا مطلب یہ ہے کہ قریش ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں اور ان کا زمانہ کفر سے تعلق ابھی ختم ہوا ہے اگر کعبہ کی موجودہ تعمیر کو تبدیل کرکے حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر اس کی تعمیر کی جائے تو اس سے ان کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا ہوں گے ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر عائشہؓ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے (اور یقیناً سنی ہے) تو میں سمجھتا ہوں کہ اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حِجر یعنی حطیم کے ساتھ متصل رکنین عراقیین کا استیلام ترک کردیتے تھے ، حطیم کے ساتھ متصل عراق اور شام کی جانب کعبہ کی دیواروں کے جو کونے ہیں ان کا استیلام آپؐ نہیں کرتے تھے اس لئے کہ یہ دونوں کونے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ عمارت کے کونوں کی جگہ پر نہیں تھے جبکہ دوسری جانب رکن یمانی اور حجر اسود کا استیلام کرتے تھے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے مطابق تھے ، حضرت ابراہیم کی تعمیر میں حطیم خانہ کعبہ میں داخل تھا قریش نے حلال مال کی کمی کی وجہ سے خانہ کعبہ کو مختصر کرکے حطیم کو خانہ کعبہ سے خارج کردیا۔

۱۳ - باب : «قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَما أُنْزِلَ إِلَيْنَا» /۱۳۶/ .

۴۲۱۵ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ : أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَؤُونَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ ، وَيُفَسِّرُونَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ ، وَقُولُوا : «آمَنَّا بِاللّٰهِ وَما أُنْزِلَ إِلَيْنَا» الآيَةَ) .

[۶۹۲۸ ، ۷۱۰۳]

(۴۲۱۵)اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر ، باب قولوا امنا باللہ وما انزل الینا ، رقم الحدیث : ۴۲۱۵ و کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لاتسالوا اهل الکتاب عن شئی ، رقم الحدیث : ۶۹۲۸ و کتاب التوحید ، باب مایجوز من تفسیر التوراة وغیرها من کتب اللہ بالعربیة ، رقم الحدیث : ۷۱۰۳ ، وهذا الحدیث لم یخرجه احد من اصحاب الستة سوی البخاری ، وقال العینی فی العمدة : ۱۸/۹۵ "واخرجه النسائی فی التفسیر ایضاً عن محمد بن المثنیٰ"

معاتبة النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعض نسائہ.... حتی أتیتُ إحدی نسائہ

بعض نسائہ کا مصداق حضرت زینب بنت جحشؓ ہیں، احدی نسائہ کا مصداق حضرت ام سلمہؓ ہیں (۳)۔

١٢ - باب : قَوْلُهُ تَعَالَى : «وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ» /١٢٧/ .

الْقَوَاعِدُ : أَسَاسُهُ ، وَاحِدَتُهَا قَاعِدَةٌ . «وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ» /النور : ٦٠/ : وَاحِدُهَا قَاعِدٌ .

قواعد بنیاد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اس وقت اس کا مفرد "قاعِدۃٌ" آتا ہے اور قواعد ان عورتوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جو حیض وغیرہ کی وجہ سے بیٹھ گئی ہوں، اس وقت اس کا مفرد "قاعد" آتا ہے جیسا کہ سورۂ نور میں ہے "وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا"

٤٢١٤ : حدَّثنا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ : أَخْبَرَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : (أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ بَنَوُا الْكَعْبَةَ وَاقْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ) . فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ ؟ قَالَ : (لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ) .

فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ : لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، مَا أُرَى رَسُولَ اللهِ ﷺ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ . [ر : ١٢٦]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہاری قوم قریش نے کعبہ کی تعمیر کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں سے اس تعمیر کو چھوٹا کردیا، عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس کو حضرت ابراہیم کی

(۳) عمدة القاری: ۱۸/۹۲

١١ – باب : قَوْلُهُ : «وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى» /١٢٥/ .

مقام ابراہیم کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں، بعض کہتے ہیں کہ سارا حرم مقام ابراہیم ہے، بعض کہتے ہیں کہ مشاہد حج لیکن مشہور یہ ہے کہ اس سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر فرمائی تھی اور جو اَب تک موجود ہے (۱)۔

«مَثَابَةً» /١٢٥/ : يَثُوبُونَ يَرْجِعُونَ .

"وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ" مثابۃ کہتے ہیں : الموضع الذی یرجع الیہ مرۃ بعد اخری یعنی وہ جگہ جس کی طرف بار بار لوٹا جائے، ثَابَ، یَثُوبُ کے معنی ہیں : لوٹنا، آیت کا ترجمہ ہے "ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لئے لوٹ لوٹ کر آنے کی جگہ بنایا ہے"۔

٤٢١٣ : حدّثنا مُسَدَّدٌ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ أَنَسٍ قالَ : قالَ عُمَرُ : وَافَقْتُ ٱللهَ فِي ثَلَاثٍ ، أَوْ وَافَقَنِي رَبِّي فِي ثَلَاثٍ ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، لَوِ ٱتَّخَذْتَ مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ، وَقُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ ، فَلَوْ أَمَرْتَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِٱلْحِجَابِ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ آيَةَ ٱلْحِجَابِ ، قالَ : وَبَلَغَنِي مُعَاتَبَةُ النَّبِيِّ ﷺ بَعْضَ نِسَائِهِ ، فَدَخَلْتُ عَلَيْهِنَّ ، قُلْتُ : إِنِ ٱنْتَهَيْتُنَّ أَوْ لَيُبَدِّلَنَّ ٱللهُ رَسُولَهُ ﷺ خَيْرًا مِنْكُنَّ ، حَتَّى أَتَيْتُ إِحْدَى نِسَائِهِ ، قالَتْ : يَا عُمَرُ ، أَمَا فِي رَسُولِ ٱللهِ ﷺ مَا يَعِظُ نِسَاءَهُ ، حَتَّى تَعِظَهُنَّ أَنْتَ ؟ فَأَنْزَلَ ٱللهُ : «عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ» . الآيَةَ .

وَقالَ ٱبْنُ أَبِي مَرْيَمَ : أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ : حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ : سَمِعْتُ أَنَسًا ، عَنْ عُمَرَ .
[ر : ٣٩٣]

---

(۱) اس کی تائید امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے حتی اذا اتینا البیت معہ، استلم الرکن، فرمل ثلاثا، و مشی اربعا ثم تقدم الی مقام ابراھیم، وقرأ "واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی...." (دیکھیے صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۳۹۳/۱)۔ معلوم ہوا مقام ابراہیم پورے حرم کا نام نہیں۔

بعض نے منکر اور بعض نے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے اسی لئے اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا (۱۰۸)۔

اسی طرح استدلال میں جو دوسری حدیث انہوں نے پیش کی ہے علماء نے اس کو ضعیف قرار دیا لہذا وہ قابل استدلال اور قابل اعتبار نہیں ہے (۱۰۹)۔

حضرات حنفیہ کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں فرمایا گیا "لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ" جبکہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "ماقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتّٰی اَبَاحَ اللّٰہُ تعالٰی لَہٗ مِنَ النِّسَاءِ مَاشَاءَ" معلوم ہوا وحی غیر متلو یعنی سنت کے ذریعہ قرآن کا وہ حکم منسوخ قرار دیا گیا (۱۱۰)۔

❹ چوتھی قسم ہے نسخ السنۃ بالقرآن، یہ حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ صورت بھی جائز نہیں ہے۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ ابتداء میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوکر نماز پڑھتے تھے تو بیت المقدس کی طرف یہ توجہ سنت سے ثابت تھی، لیکن قرآن کریم نے اس کو منسوخ کردیا چنانچہ آیت نازل ہوئی "فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" اس آیت نے سنت کے حکم کو منسوخ کردیا۔ (۱۱۱)

۱۰ - باب: «وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ» /۱۱۶/.

۴۲۱۲: حدّثنا أبو اليمانِ: أخبرَنا شُعَيبٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ: حَدَّثَنَا نَافِعُ ابْنُ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ: (قالَ اللّٰهُ: كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَزَعَمَ أَنِّي لَا أَقْدِرُ أَنْ أُعِيدَهُ كَمَا كانَ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ لِي وَلَدٌ، فَسُبْحَانِي أَنْ أَتَّخِذَ صَاحِبَةً أَوْ وَلَدًا)

یہ آیت ان یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اللہ جل شانہ کے لئے بیٹے یا بیٹی ہونے کے قائل تھے۔

---

(۱۰۸) دیکھیے الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ۲/۱۸۰ رقم الترجمۃ ۳۶۸/۴۳ نیز دیکھیے میزان الاعتدال: ۱/۳۸۸ رقم الترجمۃ ۱۴۳۵

(۱۰۹) دیکھیے تخریج احادیث اصول البزدوی للحافظ قاسم ابن قطلوبغا: ۱۶۴

(۱۱۰) مذکورہ استدلال کے لئے دیکھیے اصول فخر الاسلام البزدوی: ۳/۱۸۲ لیکن صاحب کشف الاسرار نے استدلال کو ضعیف قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ مذکورہ آیت کے لئے ناسخ "انا احللنالک ازواجک اللاتی آتیت اجورھن" والی آیت ہے لہذا یہ نسخ القرآن بالقرآن ہے، نسخ القرآن بالسنۃ کے جواز پر اس سے استدلال درست نہیں (کشف الاسرار ص: ۳/۸۳)

(۱۱۱) البنامی: ۱۸۳

(۴۲۱۲) اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب: وقالوا اتخذ الله ولداً سبحانه، رقم الحدیث: ۴۲۱۲، والحدیث من افراده، قاله العینی فی العمدة: ۱۸/۹۱۔

دوسرے یہ کہ ناسخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ منسوخ کا کم از کم ہم پلہ ہو اور ظاہر ہے کہ سنت قرآن کی ہم پلہ نہیں ہے ۔

تیسری بات وہ یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے "قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي " (۱۰۳) اگر آپ سنت کو قرآن کے لئے ناسخ تسلیم کریں گے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے قرآن میں تبدیلی کررہے ہیں اور اس آیت کی رو سے یہ جائز نہیں ۔

اسی طرح یہ حضرات دارقطنی کی اس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں "کلامی لاینسخ کلامَ اللّٰہ، وکلامُ اللّٰہ ینسخ کلامی، وکلام اللّٰہ ینسخ بعضُہ بعضا " (۱۰۴) ۔

اس مفہوم کی ایک اور حدیث سے بھی یہ حضرات استدلال کرتے ہیں، روایت ہے "اذا روی لکم عنی حدیث، فأعرضوہ علی کتاب اللّٰہ تعالیٰ، فان وافق الکتابَ فأقبلوہ، والا فرُدّوہ " (۱۰۵) ۔

حضرات احناف فرماتے ہیں کہ قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا گیا "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ " (۱۰۶) جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کا کوئی حکم جب آپ بیان کرتے ہیں تو آپ وہ اپنی طرف سے بیان نہیں کرتے وہ درحقیقت اللہ جل شانہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے لہذا وحی غیر متلو کے ذریعہ قرآن کا کوئی حکم منسوخ ہوسکتا ہے ۔

جہاں تک آیت کریمہ سے استدلال کی بات ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کی رو سے سنت قرآن کے لئے ناسخ اس وقت نہیں بن سکتی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کوئی تبدیلی کریں، آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ آپ اپنے اختیار سے قرآن مجید کے کسی حکم کو تبدیل نہیں کرسکتے لیکن اگر آپ پر وحی غیر متلو آتی ہے اور آپ کے اختیار کا اس میں دخل نہیں ہے تو پھر آیت کی رو سے حدیث کے ناسخ بننے میں کیا اشکال ہوسکتا ہے ۔ (۱۰۷)

باقی دارقطنی کی جس روایت سے استدلال کیا گیا ہے اس روایت کو بعض حضرات نے موضوع،

---

(۱۰۳) یونس /۱۵

(۱۰۴) وانظر الکامل فی ضعفاء الرجال: ۲/ ۱۸

(۱۰۵) دیکھیے اصول فخر الاسلام البزدوی علی ہامش الکشف: ۳/ ۱۷۷

(۱۰۶) النجم: ۳-۴

(۱۰۷) قال الزرکشی فی البرہان: ۲ / ۳۱ " انسنۃ اذا کانت بامر اللّٰہ من طریق الوحی نسخت، وان کانت باجتھاد، فلا تنسخہ، حکاہ ابن حبیب النیسابوری فی تفسیرہ "

تو اس میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی اس پر مواخذہ ہے (۵۹)۔

❷ علامہ خطّابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا" میں کذب اپنے حقیقی معنوں میں نہیں ہے، یہ "غلط" کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو یہ خیال گزرا کہ ہم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی اور الہام کے ذریعہ اپنی نصرت کا یقین دلایا ہے اور وہ نصرت عنقریب آنے والی ہے، جب نصرت کی آمد میں تاخیر ہوئی اور مایوسی کی کیفیت پیدا ہونے لگی تو انہیں یہ گمان گزرا کہ جس کو ہم نے الہام اور وحی خداوندی سمجھا تھا وہ الہام اور وحی نہیں تھی، ہمارے نفوس نے ہمیں غلط باور کرایا کہ وہ الہام اور وحی ہے لہذا کذب بمعنی الغلط کی نسبت اللہ کے وعدے کی طرف نہیں ہوئی کہ اشکال ہو بلکہ انبیاء نے اپنے نفسوں کی طرف یہ نسبت کی ہے (٦٠)

لیکن علامہ خطّابی کی اس توجیہ پر دل مطمئن نہیں ہوتا وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ کہنا کہ انہیں وحی الٰہی میں اشتباہ ہونے لگا اور دل کے خیال کو انہوں الہام خداوندی سمجھا مناسب نہیں۔

❸ حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے ایک بڑی نفیس توجیہ کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نصرت خداوندی کی تاخیر کی صورت میں انبیاء کو تشویش ہوئی اور تشویش علم و یقین کے ساتھ جمع ہوسکتی ہے، یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک آدمی کو کسی چیز کے وقوع کے متعلق یقین ہو لیکن اس کے وقوع سے پہلے پہلے مختلف حالات کی بناء پر اس چیز کے وقوع کے بارے میں ذہن میں تشویش پیدا ہوجائے، ٹھیک اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو نصرت خداوندی کے وعدے پر یقین تھا لیکن جب اس میں تاخیر ہوتی رہی اور حالات سنگین اور سخت ہوتے گئے تو ان کو تشویش اور پریشانی لاحق ہوئی اور چونکہ انبیاء کا مقام بلند اور ان کی شان ارفع ہوتی ہے اس لئے اس تشویش اور اس پریشانی کو ان کے حق میں بمنزلہ تکذیب قرار دیا گیا اور "تلقیا للمخاطب، بمالایترقّب" کا اسلوب اختیار کرتے ہوئے اللہ جل شانہ نے ان سے وہ بات کہدی جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم نے تم سے وعدہ غلط کیا تھا، حالانکہ یہ گمان ان کا نہیں تھا، انہیں تو تشویش تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ پریشانی اتنی کیوں ہوئی، اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ہمارے وعدے کو صحیح نہیں سمجھتے تھے۔

یہ بھی محبوب کے ساتھ لطف و کرم کا ایک انداز ہوتا ہے، اس کو مثال سے یوں سمجھو کہ جب کوئی باوفا محب اپنے محبوب سے وعدہ کرلے کہ میں کل تم سے ملوں گا اور کل جب ملنے جائے تو اسے پریشان اور انتظار کرتے کرتے بے چین پائے تو اس سے کہے "تم نے مجھے جھوٹا سمجھا کہ میری آمد کا

(۵۹) دیکھیے تفسیر کشاف: ۲/ ۵۱۰ (٦٠) دیکھیے البدر الساری الی فیض الباری: ۴/ ۱٦۲

انتظار کرتے کرتے پریشان ہوگئے۔" حالانکہ اس نے جھوٹا نہیں سمجھا تھا تاہم اس کا ذہن مشوش تھا اور محب نے اس تشویش کو اس کے حق میں بمنزلۂ تکذیب قرار دے کر مذکورہ جملہ کہا۔

قرآن شریف میں حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق آیا ہے "وَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ" کیا کوئی کہہ سکتاہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا یہ گمان ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ان پر حاوی نہیں ہے، ہرگز نہیں کہہ سکتا، وہ اللہ کے پیغمبر ہیں ان کے تو حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ وہ اللہ کی قدرت کے دائرے سے باہر ہیں لیکن ان کے طرز عمل کی وجہ سے وہاں بھی "تلقیاًللمخاطب،بمالایترقب" کا اصول اور اسلوب اختیار کیا گیا (٦١)۔

❷ حضرت ابن عباسؓ کی اس قراءت کی ایک تفسیر خود ان سے امام نسائی نے نقل کی ہے جس کے بعد کسی دوسری توجیہ کی ضرورت نہیں پڑتی ہے وہ ہے "استیأس الرسل من ایمان قومھم، وظن قومھم ان الرسل قد کُذِبُوْھُمْ" یعنی انبیاء اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہوگئے اور قوم نے یہ گمان کیا کہ انبیاء علیھم السلام کے ساتھ جو نصرت کا وعدہ تھا وہ صحیح نہیں تھا (اس وقت ظنّوا کی ضمیر قوم کی طرف راجع ہے اور کُذِبُوْا کی ضمیر انبیاء علیھم السلام کی طرف جبکہ پہلی توجیہات میں دونوں ضمیریں انبیاء علیھم السلام کی طرف لوٹ رہی تھیں) اور قوم کے اس طرح سمجھنے سے انبیاء کی عظمت پر کوئی حرف نہیں آتا (٦٢)۔

یہ توجیہ چونکہ خود حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اس لئے یہ سب سے راجح معلوم ہوتی ہے اور اس پر اشکال بھی نہیں رہتا۔ واللہ اعلم

حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ

اس میں تین احتمال ہیں۔

❶ ایک یہ کہ "مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ" رسول اور اھل ایمان سب نے کہا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ"

❷ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اھل ایمان نے کہا "متی نصر الله" اور اللہ کے رسول نے فرمایا "اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ"

---

(٦١) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھیے فیض الباری: ۱۶۱/۴-۱۶۲

(٦٢) دیکھیے البدر الساری الی فیض الباری: ۱۶۲/۴

③ تیسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں نے کہا "مَتٰی نَصْرُ اللّٰہِ" پھر جب ہوش آیا تو دونوں نے کہا "اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ"

ذهب بها هناك

یعنی حضرت ابن عباس سورۃ یوسف کی آیت کو وہاں (سورۃ بقرہ کی آیت باب کی طرف) لے گئے کیونکہ دونوں کا مفہوم اور مصداق ایک ہے جیسا کہ گزر گیا۔

٤١ – باب : «نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ» . الآيَةَ /٢٢٣/ .

٤٢٥٣ : حدّثنا إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ عَوْنٍ ، عَنْ نَافِعٍ قالَ : كانَ ٱبْنُ عُمَرَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ ، فَأَخَذْتُ عَلَيْهِ يَوْمًا ، فَقَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ ، حَتَّى ٱنْتَهَى إِلَى مَكانٍ قالَ : تَدْرِي فِيمَ أُنْزِلَتْ ؟ قُلْتُ : لَا ، قالَ : أُنْزِلَتْ في كَذَا وَكَذَا ، ثُمَّ مَضَى .

وَعَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ : حَدَّثَنِي أَبِي : حَدَّثَنِي أَيُّوبُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ : «فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ» . قالَ : يَأْتِيهَا في .

رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللّٰهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ .

٤٢٥٤ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ ٱبْنِ الْمُنْكَدِرِ : سَمِعْتُ جابِرًا رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كانَتِ الْيَهُودُ تَقُولُ : إِذَا جامَعَهَا مِنْ وَرَائِهَا جاءَ الْوَلَدُ أَحْوَلَ ، فَنَزَلَتْ : «نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ» .

(۴۲۵۳) اخرجه البخاری فی كتاب التفسير، باب نساءكم حرث لكم فأتوا حرثكم، رقم الحديث: ۴۲۵۳

لم أجد هذا الحديث فی الصحاح الستة سوی البخاری

(۴۲۵۴) اخرجه البخاری فی كتاب التفسير، باب نساؤكم حرث لكم فاتوا حرثكم، رقم الحديث: ۴۲۵۴، و اخرجه مسلم فی كتاب النكاح، باب جواز جماع المرأة فی قبلها من قدامها، رقم الحديث: ۱۴۳۵، و اخرجه الترمذی فی كتاب التفسير، باب ومن سورة البقرة، رقم الحديث: ۲۹۸۲، و اخرجه ابوداؤد فی كتاب النكاح، باب جامع النكاح، رقم الحديث: ۲۱۶۳، و اخرجه ابن ماجه فی ابواب النكاح، النهی عن إتيان النساء فی ادبارهن: ۱/۱۳۸، و اخرجه النسائی فی السنن الكبری: ۶/۳۰۲، رقم الحديث: ۱۱۰۳۸

آیت کریمہ کا سبب نزول روایت باب میں یہ بیان کیا گیا کہ یہودی کہتے تھے، مرد جب اپنی عورت سے پیچھے کی جانب سے فرج میں جماع کرے گا تو بچہ احول یعنی بھینگا پیدا ہوگا، اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی، آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں سو تم اپنے کھیت میں جس طرح چاہو آؤ۔

آیت میں "اَنّٰی شِئْتُمْ" کا لفظ آیا ہے انی کا لفظ "اَیْنَ" "کَیْفَ" اور "مَتٰی" تینوں کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جب "این" کے معنی میں استعمال ہو تو اس وقت "مِن" ضرور ہوگا خواہ ظاہر ہو یا محذوف یعنی "مِنْ اَیْنَ" (۶۳)۔

ضحاک نے فرمایا کہ یہاں "اَنّٰی" "متٰی" کے معنی میں ہے یعنی "مَتٰی شِئْتُمْ" مجاہد نے فرمایا کہ "کیف" کے معنی میں ہے اور قتادہ اور ربیع نے فرمایا "من این" کے معنی میں ہے (۶۴)۔

بعض محققین نے "من این" کے معنی کو ترجیح دی ہے یعنی جس جہت سے تم چاہو اپنی عورتوں کے پاس آؤ، سامنے سے، پیچھے سے، اوپر سے، نیچے سے البتہ وطی فی القبل ہونا چاہیئے یہاں جہات کی تعمیم مراد ہے، مکان کی تعمیم مراد نہیں (۶۵)۔

بیوی کے ساتھ وطی فی الدبر کے سلسلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔

❶ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، محمد بن کعب قرظی، سعید بن یسار، امام مالک اور امام شافعیؒ قول قدیم میں اباحت کے قائل ہیں (۶۶) امام مازری اور ابن العربی کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے ابوبکر جصاص نے "احکام القرآن" میں لکھا ہے کہ امام مالک کا مشہور قول اباحت ہے لیکن مالکیہ نے اس قول کی تردید کی ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ امام مالکؒ سے اباحت کا قول منقول ہے (۶۷) البتہ ابویعلیٰ خلیلی نے "الارشاد" میں امام مالک سے اس قول میں رجوع نقل کیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب ان سے اس سلسلہ میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہوئی ہے البتہ قیاس کا تقاضہ ہے کہ یہ حلال

---

(۶۳) دیکھیے روح المعانی: ۲/۱۷۷ و الجامع لاحکام القرآن: ۳/۹۳

(۶۴) روح المعانی: ۲/۱۷۷

(۶۵) روح المعانی: ۲/۱۷۷

(۶۶) دیکھیے تفسیر مظہری: ۱/۲۸۰ و الجامع لاحکام القرآن: ۳/۹۳ و عمدۃ القاری: ۱۸/۱۱۷

(۶۷) دیکھیے احکام القرآن للجصاص: ۱/۳۵۲

ہو (٦٨) حاکم اور بیہقی وغیرہ نے امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کا اس مسئلہ میں مناظرہ بھی نقل کیا ہے، امام محمدؒ فرماتے تھے کہ موضع حرث میں وطی کرنا جائز ہے، موضع فرث (گندگی) میں وطی جائز نہیں ہے، اس پر امام شافعیؒ نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ یہ بتائیں اگر آدمی اپنی بیوی سے اس کی ران میں وطی کرے تو جائز ہے؟ امام محمدؒ نے فرمایا "ہاں، یہ جائز ہے" تب امام شافعیؒ نے فرمایا "فَكَيْفَ تَحْتَجُّ بِمَا لَاتَقُولُ بِهِ" کیونکہ ران وغیرہ بھی موضع حرث نہیں ہے (٦٩)۔

لیکن یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم تھا بعد میں انہوں نے اس کی حرمت کی تصریح کی ہے اور شافعیہ کا مذہب تحریم کا ہے (٧٠)۔

❷ حنفیہ، شافعیہ، حنابلہ اور جمہور امت بیوی کے ساتھ وطی فی الدبر کو حرام کہتے ہیں کیونکہ وہ موضوع حرث نہیں ہے (٧١)۔

ابن خزیمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے "اِنَّ اللّٰهَ لَايَسْتَحْىِ مِنَ الْحَقِّ، لَاتَأْتُوا النِّسَاءَ فِي أَدْبَارِهِنَّ" (٧٢)

اسی طرح عمرو بن شعیب کی روایت ہے "هی اللوطية الصغرى، يعنى وطى النساء فى ادبارهن" (٧٣)

امام طحاوی، امام محمد اور ابن ابی شیبہ نے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا "لَايَنْظُرُ اللّٰه عزوجل اِلى رجل وطى امراة فى دبرها" (٧٤)۔

حضرت ابن عمرؓ کی طرف اباحت کی نسبت بھی مشکوک ہے، امام طحاوی نے روایت نقل کی ہے کہ ابن عمرؓ سے وطی فی الدبر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا "اَوَيَفْعَلُهُ مُسْلِمٌ؟" "کیا مسلمان اس طرح کرسکتا ہے"، اس لئے ان کی طرف جواز کے قول کی نسبت ٹھیک نہیں ہے (٧٥)۔

---

(٦٨) عمدة القاری: ١١٧/١٨ وتفسیر مظہری: ٢٨٠/١-٢٨١ و روح المعانی: ١٦٨/٢

(٦٩) روح المعانی: ١٦٨/٢ وتفسیر مظہری: ٢٨١/١

(٧٠) عمدة القاری: ١١٧/١٨

(٧١) تفسیر مظہری: ٢٨٠/١

(٧٢) عمدة القاری: ١١٧/١٨

(٧٣) عمدة القاری: ١١٧/١٨-١١٨

(٧٤) عمدة القاری: ١١٨/١٨ نیز اس سلسلہ میں مزید روایات کے لئے دیکھئے تفسیر ابن کثیر: ٢٦٢/١-٢٦٣ وشرح معانی الآثار: ٢٢/٢-٢٣ باب وطی النساء فی ادبارھن

(٧٥) دیکھئے شرح معانی الآثار للطحاوی: ٢٢/٢ کتاب النکاح، باب وطی النساء فی أدبارھن

علامہ ابن القیمؒ نے زاد المعاد میں تصریح کی ہے کہ سلف سے جہاں جہاں "اتیان فی الدبر" کا جواز منقول ہے اس سے "اتیان فی القبل من جهة الدبر" مراد ہے، بعض راویوں نے یہ مفہوم اچھی طرح نہیں سمجھا اور "اتیان فی نفس الدبر" مراد لے کر اس فعل شنیع کے جواز کا قول ذکر کردیا (۷۶) یہی حق و صواب ہے اور یہی مقتضائے عقل و شرع ہے اور اس کے خلاف سمجھنا اور کہنا تجاوز عن الحد ہے۔

اسماعیلی نے یحیی بن ابی زائدہ کے طریق سے سفیان کی روایت نقل کی ہے بارکة مدبرة فی فرجها من وراءها یہاں من وراءها کے ساتھ فی فرجها کی تصریح ہے۔ (۱)

اسی طرح صحیح مسلم میں ہے اذا اتی الرجل امراته من دبرها فی قبلها (۲) اور ایک روایت کے الفاظ میں اذا أتیت المراة من دبرها فی قبلها ثم حملت (۳) حاملہ ہوجانا جب ہی ممکن ہے جب وطی فی القبل ہو اس لئے جماع من الوراء سے وطی فی القبل مراد ہوگی

یأتیها فی

یہاں باب میں دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں، فی حرف جار کا ذکر ہے لیکن مجرور کا ذکر نہیں۔

ابن جریر نے تفسیر میں ابوقلابہ کے طریق سے یہ روایت نقل کی ہے اس میں مجرور کا ذکر کیا ہے "یأتیها فی الدبر" (۷۷)۔

حمیدی نے "الجمع بین الصحیحین" میں "یأتیها فی الفرج" کے الفاظ نقل کئے ہیں (۷۸)۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجرور ذکر نہیں کیا، عام طور سے امام کو جب کسی لفظ کے متعلق اشکال ہوتا ہے تو وہ وہاں بیاض چھوڑدیا کرتے ہیں کہ بعد میں جب اطمینان ہوگا تو دیکھیں گے تاہم بسااوقات وہ بیاض بیاض ہی رہ جاتا ہے یہاں پر ایسا ہی ہوا (۷۹)۔

---

(۷۶) دیکھیے فیض الباری: ۱۶۳/۴

(۱) دیکھیے فتح الباری، کتاب التفسیر: ۱۹۲/۸

(۲) الصحیح لمسلم: ۴۶۳/۱

(۳) الصحیح لمسلم: ۴۶۴/۱

(۷۷) عمدۃ القاری: ۱۱۶/۱۸

(۷۸) عمدۃ القاری: ۱۱۷/۱۸

(۷۹) عمدۃ القاری: ۱۱۷/۱۸

٤٢ – باب : «وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ» /٢٣٢/ .

٤٢٥٥ : حدّثنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عامِرٍ الْعَقَدِيُّ : حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ رَاشِدٍ : حَدَّثَنَا الحَسَنُ قالَ : حَدَّثَنِي مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ قالَ : كانَتْ لِي أُخْتٌ تُخْطَبُ إِلَيَّ .

وَقالَ إِبْرَاهِيمُ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ الحَسَنِ : حَدَّثَنِي مَعْقِلُ بْنُ يَسَارٍ .

حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا يُونُسُ ، عَنِ الحَسَنِ : أَنَّ أُخْتَ مَعْقِلِ ابْنِ يَسَارٍ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا ، فَتَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَخَطَبَهَا ، فَأَبَى مَعْقِلٌ ، فَنَزَلَتْ : «فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ» . [٤٨٣٧ ، ٥٠٢٠ ، ٥٠٢١]

اس آیت سے امام ترمذی، ابن جریر طبری اور قاضی ابن عربی وغیرہ نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ معاملہ نکاح میں عورتوں کا اعتبار نہیں بلکہ یہ اولیاء کے سپرد ہے، ورنہ اگر عورتوں کا اعتبار ہوتا تو پھر حضرت معقل بن یسار اپنی بہن کو نکاح سے کیوں روکتے اور ان کے اس روکنے پر "فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ" کیوں نازل ہوتا (۱)۔

لیکن جو حضرات نکاح بعبارۃ النساء کے معتبر ہونے کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ آیت تو ہماری دلیل ہے کیونکہ حضرت معقل بن یسار نے نکاح بعبارۃ النساء پر نصیحت کی اور اپنی بہن کو نکاح سے روکا تو حق تعالیٰ نے اس پر نکیر فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ عورتیں ازخود نکاح کر سکتی ہیں (۲)۔

٤٣ – باب : «وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ» /٢٣٤/ .

«يَعْفُونَ» /٢٣٧/ : يَهَبْنَ .

(۴۲۵۵) اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن، رقم الحدیث: ۴۲۵۵ و ایضاً فی کتاب النکاح، باب من قال لانکاح الابولی: ۲/ ۷۷۰ و کتاب الطلاق، باب وبعولتهن احق بردهن فی العدۃ و کیف یراجع المرأۃ: ۲/ ۸۰۲، و ایضاً فی کتاب الطلاق، باب وبعولتهن احق بردهن فی العدۃ: ۲/ ۸۰۳، واخرجه الترمذی فی کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ البقرۃ، رقم الحدیث: ۲۹۸۱، و اخرجه ابوداؤد فی کتاب النکاح، باب فی العضل، رقم الحدیث: ۲۰۸۷، واخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ: ۶/ ۳۰۲، رقم الحدیث: ۱۱۰۴۱

(۱) دیکھیے جامع البیان فی تفسیر القرآن: ۲/ ۳۰۰-۲۹۹ و سنن ترمذی: ۵/ ۲۱۷-۲۱۶ کتاب تفسیر القرآن

(۲) دیکھیے التفسیر المظہری: ۳۱۷-۳۱۶

٤٢٥٦ : حدثني أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ، عَنْ حَبِيبٍ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ : قالَ ٱبْنُ الزُّبَيْرِ : قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ : «وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا» . قالَ : قَدْ نَسَخَتْهَا الآيَةُ الأُخْرَى ، فَلِمَ تَكْتُبُهَا ؟ أَوْ : تَدَعُهَا ؟ قالَ : يَا ٱبْنَ أَخِي لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْهُ مِنْ مَكَانِهِ . [٤٢٦٢]

٤٢٥٧ : حدثنا إِسْحٰقُ : حَدَّثَنَا رَوْحٌ : حَدَّثَنَا شِبْلٌ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ : «وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا» . قالَ : كَانَتْ هٰذِهِ الْعِدَّةُ ، تَعْتَدُّ عِنْدَ أَهْلِ زَوْجِهَا وَاجِبٌ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ : «وَٱلَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيما فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَعْرُوفٍ» . قالَ : جَعَلَ ٱللهُ لَهَا تَمَامَ السَّنَةِ سَبْعَةَ أَشْهُرٍ وَعِشْرِينَ لَيْلَةً وَصِيَّةً ، إِنْ شَاءَتْ سَكَنَتْ فِي وَصِيَّتِهَا ، وَإِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ ، وَهُوَ قَوْلُ ٱللهِ تَعَالَى : «غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ» . فَالْعِدَّةُ كما هِيَ وَاجِبٌ عَلَيْهَا . زَعَمَ ذٰلِكَ عَنْ مُجَاهِدٍ .

وَقالَ عَطَاءٌ : قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : نَسَخَتْ هٰذِهِ الآيَةُ عِدَّتَهَا عِنْدَ أَهْلِهَا ، فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ ، وَهُوَ قَوْلُ ٱللهِ تَعَالَى : «غَيْرَ إِخْرَاجٍ» . قالَ عَطَاءٌ : إِنْ شَاءَتِ ٱعْتَدَّتْ عِنْدَ أَهْلِهِ وَسَكَنَتْ فِي وَصِيَّتِهَا . وَإِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ ، لِقَوْلِ ٱللهِ تَعَالَى : «فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيما فَعَلْنَ» . قالَ عَطَاءٌ : ثُمَّ جَاءَ الْمِيرَاثُ ، فَنَسَخَ السُّكْنَى ، فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ ، وَلَا سُكْنَى لَهَا .

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ : بِهٰذَا .

وَعَنِ ٱبْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ قالَ : نَسَخَتْ هٰذِهِ الآيَةُ عِدَّتَهَا فِي أَهْلِهَا ، فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ ، لِقَوْلِ ٱللهِ : «غَيْرَ إِخْرَاجٍ» . نَحْوَهُ . [٥٠٢٩]

(۴۲۵٦)اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر ، باب، والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً، رقم الحدیث: ۴۲۵٦، وایضاً فی کتاب التفسیر ، باب، والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً، رقم الحدیث: ۴۲٦۲، قال العینی فی عمدة القاری: الحدیث من افراده: ۱۸/۱۲۱

(۴۲۵۷)اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب، والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً، رقم الحدیث: ۴۲۵۷، و کتاب الطلاق ، باب، والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً، رقم الحدیث: ۵۰۲۹، لم أجد فی ماسوی البخاری، و قول عطاء عن ابن عباس اخرجه ابوداؤد فی کتاب الطلاق، باب من رأی التحول، رقم الحدیث: ۲۳۰۱

يَعْفُوْنَ: يَهِبْنَ

یعنی "وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ" اس آیت میں "یعفون" بمعنی "یھبن" ہے یعنی ھبہ کرنا۔

مُتَوَفّٰى عنہا زوجہا کی عدت

متوفی عنہا زوجہا (بیوہ) کی عدت چار ماہ دس دن ہے عدت گزرنے سے پہلے نہ وہ نکاح کر سکتی ہے نہ نکاح کی بات چیت کر سکتی ہے نہ خوشبو استعمال کرے گی نہ بناؤ سنگار کرے گی نہ رنگین کپڑے پہنے گی اسباب زینت کا استعمال اس کے لیے ممنوع ہے، یہی حکم مطلقہ بائنہ کا بھی ہے جب رجوع کا حق شوہر کے لیے نہ ہو ۔(۴)

بیت زوج میں رہنا مطلقہ بائنہ کے لیے بھی ضروری ہے اور بیوہ کے لیے بھی واجب ہے لیکن یہ وجوب من جہۃ الاحداد (سوگ سے) ہے اس لیے نہیں کہ اس کے لیے سکنی لازم ہے، سکنی تو آیت میراث سے ساقط ہوگیا البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے یہاں معمولی ضرورت کے لیے بھی نکلنا جائز ہے۔

اگر شوہر کی وفات چاند رات میں ہو تو عدت کے مہینے چاند کے حساب سے پورے کیے جائیں گے خواہ چاند انتیس کا ہو یا تیس کا لیکن اگر وفات چاند رات کے بعد ہو تو سب مہینے تیس تیس دن کے حساب سے پورے کیے جائیں گے اس صورت میں ۴ ماہ کے ۱۲۰ ایک بیس دن ہوں گے اور مزید دس دن ملانے سے عدت کے کل دن ایک سو تیس ہوجائیں گے۔

حدثنی اُمَیَّةُ بن بِسْطَام

یہاں دو آیتیں ہیں ایک "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" یہ آیت تربص ہے اور ناسخ ہے اور قرآنی ترتیب میں مقدم ہے۔

دوسری آیت ہے "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ" یہ آیت الحول ہے، منسوخ ہے اور ترتیب قرانی میں موخر واقع ہوئی ہے۔

ابن زبیرؓ کو یہ اشکال ہوا کہ آیت وصیت جب منسوخ ہے تو اس کو قرآن مجید میں کیوں لکھا گیا ہے

(۴) بدائع الصنائع: ۲۰۸/۳، ۲۰۹، البحر الرائق: ۱۶۲/۴۔ اللباب: ۸۵/۳۔ الدر المختار: ۸۴/۲ واعانۃ الطالبین للسید البکری: ۴۳/۴، والمقنع: ۲۹۱/۳ و الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۶۵۳/۷ البتہ مطلقہ، حنفیہ کے نزدیک گھر سے نہ دن کو نکل سکتی ہے نہ رات کو جبکہ بیوہ اپنے حوائج کے لیے صرف دن کو نکل سکتی ہے، رات کو نہیں

تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اس آیت کا حکم منسوخ ہوا ہے تلاوت منسوخ نہیں ہوئی اس لیے اس کو باقی رکھا گیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باقی رکھا ہے تو ہم پر آپ کی اتباع لازم ہے اس لیے میں اس میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا۔

رہا یہ سوال کہ آیت الحول کا حکم جب آیت التربص سے منسوخ ہوگیا تو تلاوت کو برقرار رکھنے سے کیا فائدہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک تو تلاوت کا ثواب ملے گا دوسرے آپ کی اتباع اور پیروی کا ثواب ہوگا کہ جس طرح آپ نے اس کو مصحف میں برقرار رکھا ہم نے بھی آپ کی اتباع میں ایسا ہی کیا۔

آیت کے متعلق ایک اشکال اور اس کا جواب

اس کے بعد یہ سوال ہوتا ہے کہ جب آیت الحول منسوخ ہے تو اس کو مقدم ہونا چاہیے اور آیت تربص اس کے لیے ناسخ ہے تو اس کو مؤخر ہونا چاہیے چونکہ منسوخ ہمیشہ مقدم ہوتا ہے اور ناسخ مؤخر لیکن یہاں قرآن کریم کی ترتیب میں آیت تربص جو ناسخ ہے وہ مقدم واقع ہوئی ہے اور آیت الحول منسوخ آیت قرآن کریم میں بعد میں مذکور ہے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ ایک ترتیبِ نزول ہے اس میں تو یہی ہوتا ہے کہ منسوخ آیت مقدم ہوتی ہے اور ناسخ موخر ہوتی ہے اس کے خلاف متصور نہیں لہذا نزول آیات کی ترتیب میں یقیناً آیت الحول کا نزول پہلے ہے اور آیت تربص کا نزول بعد میں ہے لیکن ایک ترتیب وہ ہے جو اس وقت قرآن مجید کی آیات میں موجود ہے یہ ترتیب لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق ہے اور یہ ترتیب توقیفی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ترتیب آیات اسی طرح منقول ہے اس میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں اس ترتیب توقیفی میں آیت تربص جو ناسخ ہے مقدم ہے اور آیت الحول جو منسوخ ہے موخر ہے (اگرچہ عام طور پر اس توقیفی ترتیب میں بھی منسوخ مقدم اور ناسخ موخر ہوتا ہے لیکن یہاں ایسا نہیں) لہذا موجودہ ترتیب آیات کے توقیفی ہونے کی بنا پر نیز مطابق لوح محفوظ ہونے کی بنا پر ہم اس کے پابند ہیں کہ ناسخ کو پہلے اور منسوخ کو بعد میں برقرار رکھیں۔ (۵)

یہی ترتیب دیکھ کر مجاہد اور عطاء نے یہ دعوی کیا کہ آیت الحول جو مؤخر ہے منسوخ نہیں چونکہ منسوخ آیت تو ناسخ آیت سے پہلے ہوا کرتی ہے جب کہ ترتیبِ نزول میں تو واقعی یہی ہوتا ہے لیکن تلاوت کی

---

(۵) الاتقان فی علوم القرآن: ۱۵۵

ترتیب میں یہ ضروری نہیں، موجودہ ترتیبِ آیات جو تلاوت کے وقت ملحوظ رہتی ہے توقیفی ہے اس میں رائے اور قیاس کا دخل نہیں اس لیے جمہور اس پر متفق ہیں کہ آیت الحول منسوخ ہے اور آیت تربص اس کے لیے ناسخ ہے، پہلے عورت بیوگی کی عدت ایک سال گزارا کرتی تھی، زمانۂ جاہلیت کا طریقہ یہی تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر اس کو حاصل ہوئی، نیز آیت الحول کے ذریعہ ازواج کے لیے حکم آگیا کہ موت کے آثار ظاہر ہونے کے وقت اگر وہ بیویاں چھوڑ کر فوت ہورہے ہوں تو ان کے لیے ایک سال کے نفقے اور سکنی کی وصیت کریں اس لیے پہلے اسلام میں عدت کی مدت ایک سال تھی اس کے بعد آیت تربص نازل ہوئی اور بجائے سال کے چار مہینے اور دس دن کو عدت مقرر کیا گیا۔

مجاہد اور عطاء نے ابن عباسؓ سے اس کے خلاف نقل کیا ہے، کہ آیت الحول منسوخ نہیں، وصیت کا حکم آیت الحول میں چار ماہ دس دن کی عدت کے مقرر ہونے کے بعد آیا ہے، پھر زوجات کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہیں تو اس وصیت سے استفادہ کریں یا ان کی مرضی استفادہ کرنے کی نہ ہو تو نہ کریں، اب یہ سمجھیے کہ یہاں تین چیزیں ہیں:

❶ متوفیٰ عنہا زوجہا کے لیے چار ماہ دس دن کی عدت کا واجب ہونا۔

❷ متوفیٰ عنہا زوجہا کی سکونت کا بیت زوج میں لازم ہونا۔

❸ ازواج پر وصیت کا واجب ہونا۔

امام بخاریؒ نے ایک قول مجاہد کا نقل کیا اور ایک قول عطاء کا اور یہ دونوں حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد ہیں تو گویا انھوں نے ابن عباسؓ کی رائے پیش کی ہے، حضرت مجاہد نے یہ کہا ہے کہ "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ" کا چار ماہ دس دن کی عدت سے کوئی تعلق نہیں، آیت الحول کے نازل ہونے کے بعد چار ماہ دس دن کی عدت اسی طرح واجب ہے جس طرح پہلے واجب تھی، آیت الحول میں ازواج کو اس کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ زوجات کے لیے مزید سات ماہ اور بیس دن کی وصیت کریں، متاع اور سکنی کے لیے تاکہ سال پورا ہوجائے اور زوجات کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اس وصیت کے مطابق بیتِ زوج میں رہنا پسند کریں تو رہیں اور اگر رہنا پسند نہ کریں تو نہ رہیں۔

عطاء کہتے ہیں کہ "وَصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ" والی آیت الحول میں امورِ ثلثہ میں سے امر ثانی کو منسوخ کیا گیا ہے اور عورت کے لیے بیتِ زوج میں عدت گزارنا ضروری نہیں رہا، عطاء کہتے ہیں کہ نہ چار ماہ دس دن کی عدت میں شوہر کے گھر میں رہنا ضروری ہے اور نہ مدت وصیت میں، بیتِ زوج میں سکونت اختیار کرنا ضروری ہے، عطاء کے نزدیک چار ماہ دس دن کی عدت کا حکم اپنی جگہ باقی ہے آیت الحول کے نازل ہونے سے

سکونت فی بیت الزوج کا وجوب ختم ہوگیا، نہ مدت عدت ۴ ماہ دس دن میں یہ وجوب باقی رہا نہ مدت وصیت ۷ ماہ ۲۰ دن میں۔

مجاہد نے مدتِ وصیت میں تو عورت کے اختیار کا ذکر کیا ہے لیکن عدت کی مدت یعنی چار ماہ دس دن کے بارے میں مجاہد نے سکوت کیا ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ مجاہد کے نزدیک بھی جس طرح مدتِ وصیت میں عورت کے لیے بیت زوج میں سکونت واجب نہیں اسی طرح عدت کی مدت چار ماہ دس دن میں بھی سکونت فی بیت الزوج واجب نہیں اگرچہ انھوں نے اس کا ذکر نہیں کیا اس لیے کہ جب مدتِ وصیت میں جو بڑی مدت ہے سکونت فی بیت الزوج ضروری نہیں تو مدتِ عدت چار ماہ دس دن میں جو کہ چھوٹی مدت ہے یہ سکونت ضروری نہ ہوگی لہذا اگر یہ مان لیا جائے کہ مجاہد بھی سکونت فی بیتِ الزوح کو نہ مدتِ وصیت میں ضروری سمجھتے ہیں نہ مدتِ عدت میں تو پھر عطاء اور مجاہد میں اختلاف باقی نہیں رہتا۔

تنبیہ

یہاں پر لَامع الدّراری میں غلطی واقع ہوئی ہے اس میں مجاہد کا قول اس کے برعکس نقل کیا گیا ہے کہ وہ مدت عدت چار ماہ دس دن میں تخییر کے قائل ہیں اور مدتِ وصیت کے بارے میں انھوں نے سکوت کیا ہے (٦) جبکہ حقیقت اس کے خلاف ہے کیونکہ انھوں نے عورت کے اختیار کا ذکر مدتِ وصیت کے سلسلے میں کیا ہے اور مدتِ عدت چار ماہ دس دن کے سلسلے میں سکوت کیا ہے۔

اس کے بعد عطاء نے فرمایا ہے کہ آیتِ میراث کے نزول کے بعد عورت کے لیے بیتِ زوج میں رہنے کا اختیار ختم ہوگیا، نہ وہ چار ماہ دس دن مدتِ عدت میں وہاں رہ سکتی ہے اور نہ مدتِ وصیت سات ماہ بیس دن میں وہاں رہ سکتی ہے، اگر رہے گی، تو کرایہ دینا ہوگا میراث اس کو مل گئی، پیسے اس کے پاس ہیں تو رہنا چاہتی ہے تو کرایہ دے بلکہ آیتِ میراث کے بعد تو یہ وصیت بھی جائز نہیں کیونکہ آیتِ میراث نے آیت الحول کو منسوخ کردیا، آیت تربص سے وہ منسوخ نہیں ہوتی تھی کیونکہ آیت تربّص نزول میں مقدم تھی اور آیت الحول مؤخر تھی مگر آیت المیراث اس سے بھی موخر ہے لہذا وہ آیت الحول کے لیے ناسخ ہے۔

اس تیسرے مسئلے میں بھی کہ آیت الحول آیت میراث سے منسوخ ہوگئی عطاء اور مجاہد کا اختلاف نہیں دونوں اس نسخ کے قائل ہیں۔

---

(٦) لامع الدراری: ٩/ ٢٦

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مجاہد اور عطاء کے بیان میں ابن عباسؓ کا مذہب بیان کرنے میں اختلاف نہیں ہے لیکن ابن عباسؓ کی روایات میں اختلاف واقع ہوا ہے بعض روایات سے عدمِ نسخ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ امام بخاری نے نقل کیا ہے اور اس کی تفصیل آپ کے سامنے پیش کی گئی اور بعض روایات سے نسخ معلوم ہوتا ہے، علامہ سیوطیؒ نے دُرِّمنثور میں فرمایا ہے اخرج ابوداؤد والنسائی والبیھقی من طریق عکرمۃ عن ابن عباس فی قولہ "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ" قال نسخ اللہ ذلک بآیۃ المیراث بما فرض اللہ لھن من الربع والثمن ونسخ اجل الحول بان جعل اجلھا اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔ (۷)

اس طرح کی روایات سے ابن عباسؓ کی رائے جمہور کے موافق معلوم ہورہی ہے کہ وہ عدت الحول کو.. "اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" کی آیت سے منسوخ مانتے ہیں۔

مُتوفّٰی عَنہا زوجہا کے نفقہ اور سکنیٰ کا حکم

احناف کے نزدیک متوفی عنہا زوجہا (بیوہ) کے لیے نہ نفقہ ہے نہ سکنیٰ ہے، حاملہ ہو یا غیر حاملہ چونکہ زوج کے انتقال کے بعد اس کے اموال ورثہ کو منتقل ہوگئے لہذا ورثہ کے مال سے نہ نفقہ ادا کیا جائے گا نہ سکنیٰ۔ (۸)

علامہ نوویؒ کے مطابق شوافع کے یہاں نفقہ تو واجب نہیں خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ البتہ سکنیٰ کے لیے نوویؒ فرماتے ہیں والأصح عندنا وجوب السکنٰی (۹) گویا دوسری روایت میں ان کے یہاں اس کے لیے سکنیٰ نہیں ہے۔

حنابلہ کے یہاں اگر وہ غیر حاملہ ہے تو نہ نفقہ ہے نہ سکنیٰ اور اگر حاملہ ہو تو دو روایتیں ہیں ایک روایت میں حاملہ کے لیے بھی نفقہ اور سکنیٰ نہیں اور دوسری روایت میں حاملہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ ہے کذا قال الْمُوَفَّقُ (۱۰)

مالکیہ کے نزدیک متوفی عنہا زوجہا کے لیے نفقہ نہیں حاملہ ہو یا غیر حاملہ البتہ سکنیٰ اس صورت میں

---

(۷) دیکھیے درمنثور: ۳۰۹/۱ وتعلیقات لامع الدراری: ۲۶/۹

(۸) بدائع الصنائع: ۲۱۱/۳ واوجز المسالک: ۱۸۵/۱۰

(۹) الصحیح لمسلم مع شرحہ الکامل للنووی: ۴۸۳/۱

(۱۰) اوجز المسالک: ۱۸۵/۱۰، والمقنع فی فقہ الامام احمد، کتاب النفقات: ۳۱۱/۳ ـ والعُدّۃ شرح العُمدۃ للمقدسی: ۴۴۳، باب نفقۃ المعتدات، والانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف للمرداوی: ۳۶۸/۹ ـ ۳۶۹

ہے جب گھر زوج کی ملکیت ہو یا کرایہ کا ہو اور شوہر نے وفات سے قبل کرایہ ادا کردیا ہو ورنہ نہیں کذاقال الباجی (۱۱)

حدثنا اسحق قال حدثنا روح

اس حدیث میں آیت التربص کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے "قال کانت هذه العدة تعتد عند اهل زوجها واجب" اس سے عدت وفات چار ماہ دس دن مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ آیت الحول کے نزول کے بعد اس عدت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، یہ عدت آیت الحول کے بعد بھی اسی طرح واجب ہے جیسے پہلے تھی البتہ آیت الحول میں ازواج کو وصیت کا حکم دیا گیا ہے اور عورتوں کو وصیت کے مطابق عمل کرنے اور عمل نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

آگے پھر کہا ہے "فالعدة کماهی واجب علیها" یہاں بھی وہی چار ماہ دس دن کی عدت کا وجوب مراد ہے۔

زعم ذلک عن مجاهد

یعنی ابن ابی نجیح نے مجاہد سے اسی طرح نقل کیا ہے، آگے عطاء کا قول مذکور ہے جس کی تشریح ہوچکی ہے آگے پھر "وعن محمد بن یوسف قال حدثنا ورقاء عن ابن ابی نجیح، عن مجاهد: بهذا" سے مجاہد کا وہی مذکورہ قول دوسری سند سے بیان کیا ہے پھر "عن ابن ابی نجیح، عن عطاء، عن ابن عباس، قال: نسخت هذه الآیة عدتها فی اهلها فتعتد حیث شاءت" سے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ آیت الحول سے آیت التربص منسوخ ہوگئی لیکن عدت منسوخ نہیں ہوئی کیونکہ وہ تو خود "فتعتد حیث شاءت" میں عدت گزارنے کا ذکر کررہے ہیں البتہ بیت زوج کا لزوم ختم ہوگیا اس لیے جہاں چاہے وہ عدت گزارے۔

٤٢٥٨ : حدّثنا حِبَّانُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ عَوْنٍ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ : جَلَسْتُ إِلَى مَجْلِسٍ فِيهِ عُظْمٌ مِنَ الْأَنْصَارِ ، وَفِيهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى ، فَذَكَرْتُ حَدِيثَ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُتْبَةَ فِي شَأْنِ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ : وَلٰكِنَّ عَمَّهُ كَانَ لَا يَقُولُ ذٰلِكَ ، فَقُلْتُ : إِنِّي لَجَرِيءٌ إِنْ كَذَبْتُ عَلَى رَجُلٍ فِي جَانِبِ الْكُوفَةِ ، وَرَفَعَ

(۱۱) اوجز المسالک: ۱۸۵/۱۰، و الفقه الاسلامی وادلته: ۶۵۹/۷، والشرح الصغیر للدردیر: ۶۸۶/۲، باب العدة، والمنتقی شرح موطا للباجی: ۱۳۳/۴ و ۱۳۶، وبلغة السالک لاقرب المسالک للصاوی: ۲۵۰/۱

صَوْتَهُ ، قالَ : ثُمَّ خَرَجْتُ فَلَقِيتُ مالِكَ بْنَ عامِرٍ ، أَوْ مالِكَ بْنَ عَوْفٍ ، قُلْتُ : كَيْفَ كانَ قَوْلُ ٱبْنِ مَسْعُودٍ فِي الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا وَهْيَ حامِلٌ ؟ فَقَالَ : قالَ ٱبْنُ مَسْعُودٍ : أَتَجْعَلُونَ عَلَيْهَا التَّغْلِيظَ ، وَلَا تَجْعَلُونَ لَهَا الرُّخْصَةَ ؟ أُنْزِلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرَى بَعْدَ الطُّولَى .

وَقالَ أَيُّوبُ ، عَنْ مُحَمَّدٍ : لَقِيتُ أَبَا عَطِيَّةَ مالِكَ بْنَ عامِرٍ . [٤٦٢٦ مكرر]

حضرت ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں کوفہ میں ایک مجلس میں بیٹھا جس میں انصار کے بڑے لوگ بیٹھے تھے، ان میں عبدالرحمان بن ابی لیلی بھی تھے تو میں نے سبیعہ بنت الحارث کے متعلق عبداللہ بن عُتبہ کی حدیث نقل کی۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ سبیعہ بنت الحارث کا شوہر انتقال کرگیا اور یہ حاملہ تھیں، ابھی چار ماہ دس دن گذرنے نہیں پائے تھے کہ یہ حمل سے فارغ ہوگئیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی عدت کے متعلق دریافت کیا، آپ نے فرمایا کہ وضع حمل سے عدت ختم ہوگئی۔

یہ حدیث سن کر عبدالرحمان بن ابی لیلی نے کہا تم عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کے حوالہ سے حدیث نقل کررہے ہو حالانکہ ان کے چچا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تو اس بات کے قائل نہیں ہیں (کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ابعد الاجلین کے قائل تھے (۵) عبدالرحمان بن ابی لیلی کا مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن عتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بھتیجے بھی ہیں اور شاگرد بھی ہیں وہ اپنے استاذ کے خلاف کیسے کہہ سکتے ہیں، عبدالرحمان بن ابی لیلی نے ابن سیرین کی حدیث کی سند پر ایک طرح سے اپنی بے اطمینانی کا اظہار کیا۔

اس پر ابن سیرین نے فرمایا اگر میں نے ایک ایسے شخص پر جھوٹ بولا جو شہر کوفہ میں موجود ہے تب تو میں بڑا دلیر ہوں، مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن عتبہ کوفہ میں موجود ہیں اور ان کے حوالہ سے حدیث بیان کررہا ہوں تو میں ان پر جھوٹ اور ان کی طرف حدیث کی غلط نسبت کیسے کرسکتا ہوں۔

فلقیت مالک بن عامر أو مالک بن عوف

حضرت ابن سیرین اس مجلس سے اٹھ گئے، فرماتے ہیں، پھر میں مالک بن عامر سے ملا، یہاں راوی کو مالک بن عامر اور مالک بن عوف کے بارے میں شک ہے صحیح مالک بن عامر ہے، جیسا کہ آگے ایوب کی

(۵) ابن ابی لیلیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بھی مذہب بتایا ہے کہ وہ ابعد الاجلین کے قائل تھے لیکن یہ درست نہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابتداء میں ابعد الاجلین کے وہ قائل ہوں اور بعد میں جمہور کا مسلک اختیار کرلیا ہو۔

تعلیق میں تصریح ہے۔

چونکہ مالک بن عامر بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد ہیں اس لئے مزید اطمینان حاصل کرنے کے لئے ابن سیرین نے ان سے پوچھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اس عورت کے متعلق کیا قول ہے جس کے شوہر کا انتقال ہوجائے اور وہ حاملہ ہو، مالک بن عامر نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول نقل کیا "اتجعلون علیها التغلیظ... ولا تجعلون لها الرخصة" یعنی تم اس بیوہ پر سختی تو کرتے ہو (کہ مدت حمل اگر چار ماہ دس دن سے بڑھ جائے تب بھی عورت کے لئے یہ حکم ہے کہ وضع حمل سے پہلے اس کی عدت پوری نہیں ہوگی چاہے مدت حمل نو ماہ تک طویل ہوجائے) اور اس کو رخصت نہیں دیتے ہو (کہ اگر وضع حمل چار ماہ دس دن سے کم عرصہ میں ہوجائے تو اب وضع حمل سے اس کی عدت کو مکمل نہیں مانتے)

مطلب یہ ہے کہ وضع حمل کی مدت طویل ہونے کی صورت میں عورت کو انتظار کا حکم تم دیتے ہو تو وضع حمل کی مختصر ہونے کی صورت میں اسے تخفیف کا حق بھی ملنا چاہیئے، پھر فرمایا سورہ نساء قصری یعنی سورہ طلاق سورہ طولی یعنی سورہ بقرہ کے بعد نازل ہوئی ہے مطلب یہ ہے کہ سورہ طلاق کی آیت "وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ" بعد میں نازل ہوئی ہے اس آیت نے سورہ بقرہ کی آیت "وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" میں تخصیص کردی ہے، سورۂ بقرہ کی آیت کا حکم اب صرف غیر حاملہ کے لئے ہے اب تین صورتیں نکلیں گی۔

❶ ایک صورت یہ ہے کہ عورت متوفی عنہاز وجہا ہو اور حاملہ نہ ہو، اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

❷ دوسری شکل یہ ہے کہ عورت حاملہ ہو، مطلقہ ہو اور متوفی عنہاز وجہا نہ ہو، اس کی عدت وضع حمل ہے۔

❸ اور تیسری صورت یہ ہے کہ عورت متوفیٰ عنہاز وجہا ہو اور حاملہ بھی ہو اس میں اختلاف ہے کہ اس کی عدت ابعد الاجلین ہے یا وضع حمل ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے "تعتد بأبعد الأجلين" (٦) ابن ابی لیلیٰ نے یہی قول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف بھی منسوب کیا ہے لیکن یہ نسبت صحیح نہیں ہے، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اس کی عدت وضع حمل ہے (٧) مالک بن عامر نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی یہی نقل کیا ہے۔

---

(٦) احکام القرآن للجصاص: ٤١٥/١

(٧) تفصیل کے لیے دیکھیے احکام القرآن للجصاص: ٤١٨/١-٤١٤

٤٤ – باب : «حافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى» /٢٣٨/.

٤٢٥٩ : حدَّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ عَبِيدَةَ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ.

حدَّثني عَبْدُ الرَّحْمٰنِ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ قالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ، عَنْ عَبِيدَةَ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ يَوْمَ الخَنْدَقِ : (حَبَسُونَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطَى حَتَّى غابَتِ الشَّمْسُ ، مَلَأَ ٱللهُ قُبُورَهُمْ وَبُيُوتَهُمْ ، أَوْ : أَجْوَافَهُمْ – شَكَّ يَحْيَى – نَارًا) .

[ر : ٢٧٧٣]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں جو روایت پیش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک "صلاۃ وسطی" سے مراد صلاۃ عصر ہے۔

آیت کریمہ میں صلاۃ وسطیٰ کے متعلق اھل علم کے مختلف اقوال ہیں، حافظ شرف الدین دِمیاطی نے اس بارے میں ایک مستقل رسالہ "کشف الغِطاء عن الصَّلاۃ الوُسطی" کے نام سے لکھا ہے (۸)۔

صلاۃ وُسطیٰ کے متعلق علماء کے اقوال

❶ حضرت انسؓ ، حضرت جابرؓ ، عکرمہؒ اور مجاہد وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ صلاۃِ وسطیٰ سے صلاۃِ فجر مراد ہے ، امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

❷ حضرت عائشہؓ ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابو سعیدؓ سے منقول ہے کہ اس سے ظہر کی نماز مراد ہے ، امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے۔

❸ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ اس سے مغرب کی نماز مراد ہے۔

❹ حضرت معاذ بن جبل اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ اس سے تمام نمازیں مراد ہیں یہ حضرات کہتے ہیں "حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ" میں فرائض اور نوافل سب شامل ہیں "وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى" کہہ کر فرائض پنج وقتہ کی تاکید کردی ہے ، علامہ ابن عبدالبر نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

❺ ابن حبیب مالکی اور ابوشامہ کی رائے ہے کہ اس سے نماز جمعہ مراد ہے۔

❻ ابن التِّین اور علامہ قرطبی نے نقل کیا ہے کہ اس سے عشاء کی نماز مراد ہے۔

---

(۸) قال الحافظ فی الفتح: ۱۹۶/۸ و جمع الدمیاطی فی ذلک جزء امشهورا سماه "کشف الغطاء عن الصلاة الوسطی" فبلغ تسعة عشر قولا "

❼ بعض نے کہا اس سے صبح اور عصر کی نمازیں مراد ہیں۔
❽ بعض کا خیال ہے کہ اس سے صبح اور عشاء کی نمازیں مراد ہیں۔
❾ علم الدین سخاوی اور تقی الدین اخنائی فرماتے ہیں کہ اس سے صلاۃ وتر مراد ہے۔
❿ بعض کہتے ہیں کہ صلاۃ الخوف مراد ہے۔
(۱۱)۔ بعضوں نے صلاۃ عید الاضحی مراد لیا ہے۔
(۱۲)۔ بعض حضرات نے چاشت کی نماز مراد لی ہے۔
(۱۳)۔ سعید بن جبیر اور امام الحرمین کی رائے یہ ہے کہ اس سے لاعلی التعیین پانچ نمازوں میں سے کوئی ایک مراد ہے۔
(۱۴)۔ بعضوں نے اس سے تہجد کی نماز مراد لی ہے۔
(۱۵)۔ لیکن اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس سے نماز عصر مراد ہے، یہی قول حنفیہ اور حنابلہ کا ہے (۹) امام ترمذی فرماتے ہیں "هو قول اكثر علماء الصحابة" (۱۰)

ماوردی کہتے ہیں "هو قول جمهور التابعين" (۱۱) اور علامہ ابن عبدالبر نے کہا "هو قول اكثر اهل الاثر" (۱۲)۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے چنانچہ امام نے آگے سورۃ رحمان کی تفسیر میں اس کی تصریح کردی ہے، فرماتے ہیں "فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ" قال بعضهم: ليس الرمان والنخل بالفاكهة، واما العرب فانها تعدهما فاكهة، كقوله عز وجل: حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ، فامرهم بالمحافظة على كل الصلوات، ثم اعاد العصر، تشديداً لها، كما اعيد النخل والرمان " (۱۳)۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ صلاۃ وسطیٰ امم سابقہ پر پیش کی گئی تھی، انہوں نے اس کو ضائع کردیا، اس لئے اس امت کو خصوصی طور پر اس کی محافظت کی تاکید کی گئی ہے، امام مسلم کی روایت کے مطابق اس پر دوہرا اجر ملتا ہے۔

شاہ صاحبؒ نے یہ بھی فرمایا کہ امام شافعیؒ نے صلاۃ وسطیٰ کی تفسیر صلاۃ فجر سے کی ہے، شاید اس لئے

---

(۹) مذکورہ پندرہ اقوال کے لئے دیکھیے فتح الباری: ۱۹۶/۸

(۱۰) دیکھیے سنن ترمذی ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی الصلاۃ الوسطیٰ: ۳۳۲/۱

(۱۱) فتح الباری: ۱۹۶/۸

(۱۲) فتح الباری: ۱۹۶/۸

(۱۳) صحیح بخاری مع فتح الباری: ۶۲۰/۸

کہ اس آیت کا آخری حصہ ہے "وَقُوۡمُوۡاللّٰہِ قَانِتِیۡنَ" اور چونکہ ان کے یہاں قنوت فجر ہی میں ہوتا ہے اس لئے انہوں نے آیت کے اس آخری حصے کو اس بات پر قرینہ بنایا کہ صلاہ وسطی کا مصداق صلاہ فجر ہے (۱۴)۔

٤٥ – باب : «وَقُومُوا لِلّٰهِ قانِتِينَ» /٢٣٨/ : مُطِيعِينَ .

٤٢٦٠ : حدَّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خالِدٍ ، عَنِ الحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قالَ : كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ ، يُكَلِّمُ أَحَدُنَا أَخاهُ فِي حاجَتِهِ ، حَتَّى نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ : «حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلّٰهِ قانِتِينَ» . فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ . [ر : ١١٤٢]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قانتین کی تفسیر مطیعین سے کی ہے یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے منقول ہے (۱۵)۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کمال طاعت یہ ہے کہ انسان ہر ایسی چیز سے رک جائے جو قرب و حضور میں حائل ہو اور کلام بھی چونکہ حضور میں مخل ہوتا ہے اس لئے آیت کریمہ سے کلام فی الصلاۃ کی ممانعت مستفاد ہوتی ہے ، اسی نکتے کے پیش نظر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے وہ روایت ذکر کی ہے جس میں کلام فی الصلاۃ سے منع کیا گیا ہے (۱۶) یہ روایت کتاب الصلاہ میں "باب ماینھی عن الکلام فی الصلاۃ" کے تحت گزر چکی ہے (۱۷)۔

٤٦ – باب : «فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجالاً أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ ما لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ» /٢٣٩/ .

وَقالَ ابْنُ جُبَيْرٍ : «كُرْسِيُّهُ» /٢٥٥/ : عِلْمُهُ . يُقَالُ : «بَسْطَةً» /٢٤٧/ : زِيَادَةً وَفَضْلاً . «أَفْرِغْ» /٢٥٠/ : أَنْزِلْ . «وَلَا يَؤُودُهُ» /٢٥٥/ : لَا يُثْقِلُهُ ، آدَنِي أَثْقَلَنِي ، وَالآدُ وَالأَيْدُ الْقُوَّةُ . السِّنَةُ : نُعَاسٌ . «لَمْ يَتَسَنَّهْ» /٢٥٩/ : لَمْ يَتَغَيَّرْ . «فَبُهِتَ» /٢٥٨/ : ذَهَبَتْ حُجَّتُهُ . «خاوِيَةٌ»

(۱۴) فیض الباری: ۱۶۵/۴

(۱۵) عمدۃ القاری: ۱۲۵/۱۸

(۱۶) لامع الدراری: ۳۰/۹

(۱۷) صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ: ۱۶۰/۱۰

/۲۵۹/ : لَا أَنِيسَ فِيهَا . «عُرُوشِهَا» /۲۵۹/ : أَبْنِيَتِهَا . «نُنْشِزُهَا» /۲۵۹/ : نُخْرِجُهَا . «إِعْصَارٌ»
/۲٦٦/ : رِيحٌ عاصِفٌ تَهُبُّ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ ، كَعَمُودٍ فِيهِ نَارٌ .
وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «صَلْدًا» /۲٦٤/ : لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ .
وَقَالَ عِكْرِمَةُ : «وَابِلٌ» /۲٦٤/ و /۲٦٥/ : مَطَرٌ شَدِيدٌ . الطَّلُّ : النَّدَى ، وَهٰذَا مَثَلُ عَمَلِ الْمُؤْمِنِ . «يَتَسَنَّهْ» /۲۵۹/ : يَتَغَيَّرْ .

قال ابن جبیر: کرسیہ: علمہ

یعنی سورہ بقرہ کی آیت "وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ " میں کرسی سے مراد علم ہے۔
قسطلانی فرماتے ہیں "فیہ اشارة الی انہ لا کرسی فی الحقیقة ولا قاعد، وانما ہو مجاز عن علمہ " (۱۸)۔
علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عام طور سے عالم دین کرسی پر بیٹھ کر علم کی نشر و اشاعت کرتا ہے، تو کرسی ایک طرح علم کا محل ہے اور محل بول کر یہاں حال مراد لیا ہے (۱۹)۔
اور دوسری مناسبت انہوں نے یہ بیان کی کہ جس طرح کرسی پر صاحب کرسی اعتماد کرکے بیٹھتا ہے اسی طرح عالم اپنے علم پر اعتماد کرکے مسائل بیان کرتا ہے، تو اعتماد علم اور کرسی دونوں میں قدر مشترک ہے اس مناسبت کی بناء پر کرسی کہہ کر علم مراد لیا ہے (۲۰)۔

یقال: بَسْطَةً: زیادة و فضلاً

سورۃ بقرہ کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے "اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ "
فرمایا یہاں بسطة کے معنی فضیلت اور زیادتی کے ہیں۔

اَفْرِغْ: انزل

یعنی آیتِ کریمہ "وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا " میں افرغ انزل کے معنی میں ہے۔

---

(۱۸) ارشاد الساری ۱۰/۴۳، تعلیقات لامع الدراری: ۹/۳۱

(۱۹) حاشیة السندی: ۲/۶۵۰

(۲۰) حاشیة السندی: ۲/۶۵۰

وَلَا یَؤُوْدُہٗ: لا یثقلہ

یعنی آیت الکرسی میں "وَلَا یَؤُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا" کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کو آسمان اور زمین کی حفاظت گراں اور بھاری معلوم نہیں ہوتی، آد، یؤود (بر وزن قال یقول) کے معنی بوجھل کرنے اور تھکا دینے کے آتے ہیں۔

لَمْ یَتَسَنَّہْ: لم یتغیر

"فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِکَ وَ شَرَابِکَ لَمْ یَتَسَنَّہْ" فرمایا یتسن کے معنی متغیر ہونے اور تبدیل ہوجانے کے ہیں۔

خَاوِیَۃٌ: لا انیس فیھا

"اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا" خاویۃ کے معنی ہیں جہاں کوئی مونس اور غمخوار نہ ہو، خالی ہو

عُرُوْشِھَا: اَبْنِیَتُھَا

"اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ وَھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا" عروش کے معنی ہیں چھتیں، بنیادیں

نُنْشِزُھَا: نُخرجھا

"وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ کَیْفَ نُنْشِزُھَا" اس میں ننشز" نخرج" کے معنی میں ہے یعنی ہڈیوں کی طرف دیکھیے کہ ہم انہیں کس طرح ابھار کر اور نکال کر جوڑ دیتے ہیں۔

اِعْصَارٌ: ریح عاصف تھب من الارض الی السماء، کعمود فیہ نار

"وَلَہٗ ذُرِّیَّۃٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَھَآ اِعْصَارٌ" اعصار کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ایسی تیز ہوا جو زمین سے آسمان کی طرف چلتی ہے، ستون کی طرح، جس میں آگ ہو۔

وقال ابن عباسؓ: صَلْدًا: لیس علیہ شئی

"کَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْہِ تُرَابٌ فَاَصَابَہٗ وَابِلٌ فَتَرَکَہٗ صَلْدًا" یعنی "جیسے ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی

پڑی ہو، پھر اس پر زور کی بارش پڑ جائے پس اس کو صاف کر کے رکھ دے " حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ صلدا کے معنی ہیں جس پر کچھ بھی نہ ہو، بالکل صاف ہو، وابل کے معنی بیان کرتے ہوئے حضرت عکرمہ نے کہا مطر شدید؛ شدید بارش۔

اَلطَّلُّ: الندی

"فَإِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ" طل کے معنی ہیں: ہلکی بارش، شبنم

وھذا مثل عمل المؤمن

یعنی قرآن شریف کی اس آیت میں مومن کے عمل کی ایک مثال بیان کی گئی ہے، پوری آیت ہے "وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ، فَإِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ، وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ"

یعنی جو لوگ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کی غرض سے خرچ کرتے ہیں کہ اپنے نفسوں میں (اعمال شاقہ برداشت کرنے کے لئے) پختگی پیدا کریں، ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی باغ کسی ٹیلے پر واقع ہو اور اس پر زور کی بارش پڑی ہو، پھر وہ دوگنا اور دوچند پھل لایا ہو اور اگر ایسی زور کی بارش بھی نہ پڑے تو (زمین اور موقع اچھا اور موافق ہونے کی وجہ سے) ہلکی پھوار (اور خفیف بارش) بھی اس کے لئے کافی ہے۔

اس آیت میں مومن کے عمل کو ایک مثال سے واضح کیا ہے مقصد یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ مومن زیادہ نہ بھی خرچ کرسکے اور تھوڑا خرچ کرے تب بھی اس کو اجر دوچند اور زیادہ ملے گا۔

٤٢٦١ : حدّثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا مالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : كانَ إِذَا سُئِلَ عَنْ صَلَاةِ الخَوْفِ ، قالَ : يَتَقَدَّمُ الْإِمامُ وَطَائِفَةٌ مِنَ النَّاسِ ، فَيُصَلِّي بِهِمُ الإِمامُ رَكْعَةً ، وَتَكُونُ طائِفَةٌ مِنْهُمْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْعَدُوِّ لَمْ يُصَلُّوا ، فَإِذَا صَلَّى الَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً اسْتَأْخَرُوا مَكانَ الَّذِينَ لَمْ يُصَلُّوا ، وَلَا يُسَلِّمُونَ ، وَيَتَقَدَّمُ الَّذِينَ لَمْ يُصَلُّوا فَيُصَلُّونَ مَعَهُ رَكْعَةً ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ الإِمامُ وَقَدْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، فَيَقُومُ كُلُّ واحِدٍ مِنَ الطَّائِفَتَيْنِ فَيُصَلُّونَ لِأَنْفُسِهِمْ رَكْعَةً بَعْدَ أَنْ يَنْصَرِفَ الإِمامُ ، فَيَكُونُ كُلُّ واحِدٍ مِنَ الطَّائِفَتَيْنِ قَدْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، فَإِنْ كانَ خَوْفٌ هُوَ أَشَدَّ مِنْ ذٰلِكَ ، صَلَّوْا رِجالاً قِيامًا عَلَى أَقْدامِهِمْ أَوْ رُكْبانًا ، مُسْتَقْبِلِي الْقِبْلَةِ

أَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِيهَا .

قَالَ مَالِكٌ : قَالَ نَافِعٌ : لَا أُرَى عَبْدَ ٱللهِ بْنَ عُمَرَ ذَكَرَ ذٰلِكَ إِلَّا عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ .

[ر : ٩٠٠]

٤٧ – باب : «وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا» /٢٤٠/ .

٤٢٦٢ : حدّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ ، وَيَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَا : حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ الشَّهِيدِ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ : قَالَ ٱبْنُ الزُّبَيْرِ : قُلْتُ لِعُثْمَانَ : هٰذِهِ الآيَةُ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ : «وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا – إِلَى قَوْلِهِ – غَيْرَ إِخْرَاجٍ» . قَدْ نَسَخَتْهَا الآيَةُ الْأُخْرَى ، فَلِمَ تَكْتُبُهَا ؟ قَالَ : تَدَعُهَا يَا ٱبْنَ أَخِي ، لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْهُ مِنْ مَكَانِهِ قَالَ حُمَيْدٌ : أَوْ نَحْوَ هٰذَا . [ر : ٤٢٥٦]

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ اس آیت پر ترجمہ تو قائم ہوچکا ہے ، امام بخاری نے دوبارہ ترجمہ کیوں قائم کیا؟ کہا جائے گا پہلا ترجمہ آیت ناسخہ پر تھا اور یہاں آیت منسوخہ پر، لہذا تکرار نہیں

٤٨ – باب : «وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى» /٢٦٠/ .

«فَصُرْهُنَّ» /٢٦٠/ : قَطِّعْهُنَّ .

٤٢٦٣ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ وَهْبٍ : أَخْبَرَنِي يُونُسُ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسَعِيدٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ : «رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي») . [ر : ٣١٩٢]

جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہ نے کہا "شک ابراھیم، ولم یشک نبیّنا" تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا "نحن أحق بالشک من ابراھیم"

علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں اشکال کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس طرح شک کیا

(٤٢٦٣) اخرجه البخاري في كتاب التفسير، باب قوله: ايود احدكم ان تكون له جنة من نخيل، رقم الحديث: ٤٢٦٣

قال العيني في عمدة القاري: هذا الحديث من افراده: ١٢٩/١٨

حالانکہ وہ اللہ کے جلیل القدر پیغمبر تھے؟

پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "ونحن أحق بالشک من ابراھیم" کا مطلب یہ ہے کہ شک تو ہمیں ہونا چاہیئے تھا لیکن ہمیں شک نہیں ہوا لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بطریق اولیٰ شک نہیں ہوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء ہیں، آپ نے مذکورہ جملہ تواضعاً فرمایا (۲۱)۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اللہ جل شانہ کی صفتِ احیاء میں شک نہیں تھا تو پھر آپؑ نے اللہ جل شانہ سے سوال کیوں کیا؟ "رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ"

❶ بعض حضرات نے کہا کہ اللہ جل شانہ کی صفتِ اِحیاء میں اور احیاء پر قادر ہونے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہرگز کوئی شک نہیں تھا بلکہ احیاء کی کیفیت دیکھنے کا شوق تھا کہ اللہ کس طرح زندگی عطاء کرتا ہے، اس کیفیت کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا (۲۲)۔

❷ بعض حضرات کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علمِ حصولی حاصل تھا اور وہ ایمان کے لئے کافی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام چاہتے تھے کہ علمِ حضوری حاصل ہوجائے (۲۳)۔

❸ بعضوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم کو علم الیقین حاصل تھا، وہ عین الیقین چاہتے تھے (۲۴)۔

٤٩ - باب : قَوْلِهِ : «أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ» إِلَى قَوْلِهِ : «لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ» /٢٦٦/.

٤٢٦٤ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ : سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يُحَدِّثُ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ قالَ . وَسَمِعْتُ أَخَاهُ أَبَا بَكْرِ بْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ يُحَدِّثُ ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قالَ : قالَ عُمَرُ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَوْمًا لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ : فِيمَ تَرَوْنَ هٰذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ : «أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ» ؟ قَالُوا : ٱللهُ أَعْلَمُ ، فَغَضِبَ عُمَرُ ، فَقَالَ : قُولُوا : نَعْلَمُ أَوْ لَا نَعْلَمُ ،

---

(۲۱) شرح الکرمانی: ۱۷/۴۳

(۲۲) شرح الکرمانی: ۱۷/۴۳ و فیض الباری: ۴/۱۶۵-۱۶۶، تفسیر القرطبی: ۳/۲۹۱

(۲۳) قال الامام الرازی فی تفسیر الکبیر: وعلی قول المتکلمین: العلم الاستدلالی مما یتطرق الیہ الشبہات والشکوک فطلب علما ضروریا یستقر القلب معہ استقرارا لا یتخالجہ شئی من الشکوک والشبہات: ۷/۴۱

(۲۴) تفسیر القرطبی: ۳/۲۹۹

فَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : فِي نَفْسِي مِنْهَا شَيْءٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ، قَالَ عُمَرُ : يَا ٱبْنَ أَخِي قُلْ وَلَا تَحْقِرْ نَفْسَكَ ، قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : ضُرِبَتْ مَثَلاً لِعَمَلٍ ، قَالَ عُمَرُ : أَيُّ عَمَلٍ ؟ قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : لِعَمَلٍ ، قَالَ عُمَرُ : لِرَجُلٍ غَنِيٍّ يَعْمَلُ بِطَاعَةِ ٱللهِ عَزَّ وَجَلَّ ، ثُمَّ بَعَثَ ٱللهُ لَهُ الشَّيْطَانَ ، فَعَمِلَ بِالْمَعَاصِي حَتَّى أَغْرَقَ أَعْمَالَهُ .

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک دن حضرات صحابہؓ سے پوچھا کہ "اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَہٗ جَنَّۃٌ" یہ آیت کس سلسلہ میں نازل ہوئی ہے ؟ صحابہ نے کہا "واللہ اعلم" حضرت عمرؓ اس پر ناراض ہوئے اور ان سے کہا کہ تم "نعلم" یا "لانعلم" کہو یعنی بتاؤ کہ ہمیں معلوم ہے۔یا اقرار کرو کہ ہمیں معلوم نہیں ہے ، حضرت ابن عباسؓ نے کہا میرے دل میں اس کے متعلق کچھ ہے ، حضرت عمرؓ نے کہا تم کہو اور (اپنی کم عمری کی وجہ سے) اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھو، حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ اس میں کسی عمل کی مثال بیان کی گئی ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کونسے عمل کی؟ حضرت ابن عباسؓ نے عمل کی تعیین نہیں کی اور کہا "کسی عمل کی" تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں ایک مالدار آدمی کی مثال بیان کی گئی ہے جو اللہ جل شانہ کی اطاعت اور عبادت کرتا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف شیطان کو بھیج دیا تو وہ گناہوں میں لگ گیا حتّی کہ اس کے نیک اعمال کو غرق کردیا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے سوال کے جواب میں صحابہؓ نے "واللہ اعلم" کہا تو حضرت عمرؓ اس پر ناراض ہوئے حالانکہ صحابہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں "اللہ ورسولہٗ اعلم" کہا کرتے تھے اور آپؐ اس پر ناراض نہیں ہوتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو متوجہ کرنے کے لئے سوال کرتے تھے ، جب وہ جواب میں "اللہ ورسولہ اعلم" کہتے تو گویا متوجہ ہوچکے ہوتے صحابہؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح کا سوال امتحان کے لئے نہیں ہوتا تھا اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معلم بن کر آتے تھے اور حضرات صحابہؓ آپؐ سے علم سیکھا کرتے تھے تو صحابہ کو متوجہ کرنے کی غرض سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ سے سوال کرتے تو وہ جواب میں "اللہ ورسولہ اعلم" کہتے۔

لیکن یہاں معاملہ اس طرح کا نہیں، یہاں حضرت عمرؓ خود معلوم کرنا چاہتے ہیں اور یہ دیکھنا مقصود ہے کہ صحابہؓ کو اس سلسلے میں علم ہے یا نہیں اس لئے ایسے موقع پر "واللہ اعلم" کہنا سوال کے مطابق نہیں

یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ ناراض ہوئے (۲۵)۔

فعمل بالمعاصی حتی اغرق اعماله

بعض حضرات نے کہا کہ اس سے معتزلہ کی تائید ہوتی ہے کہ ایک آدمی نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا اور اس کے تمام نیک اعمال حبط ہوگئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اغراق احباط کو مستلزم نہیں ہے، یہاں اغراقِ اعمال سے اعمالِ صالحہ کی قلت مراد ہوسکتی ہے، نیز معاصی سے کفرو شرک بھی مراد ہوسکتا ہے اور ظاہر ہے کہ کفر و شرک کے بعد اعمالِ صالحہ کا کوئی اخروی فائدہ نہیں ہے (۲۶)۔

٥٠ – باب : «لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا» /٢٧٣/ .

يُقَالُ : أَلْحَفَ عَلَيَّ ، وَأَلَحَّ عَلَيَّ ، وَأَحْفَانِي بِالْمَسْأَلَةِ . «فَيُحْفِكُمْ» /محمد: ٣٧/ : يُجْهِدْكُمْ .

٤٢٦٥ : حدّثنا ٱبْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا محمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قالَ : حَدَّثَنِي شَرِيكُ بْنُ أَبِي نَمِرٍ : أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيَّ قَالَا : سَمِعْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَيْسَ الْمِسْكِينُ الَّذِي تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ ، وَلَا اللُّقْمَةُ وَلَا اللُّقْمَتَانِ ، إِنَّمَا الْمِسْكِينُ الَّذِي يَتَعَفَّفُ . وَاقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ) . يَعْنِي قَوْلَهُ : «لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا» .

[ر : ١٤٠٦]

پوری آیت ہے "لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللهِ، لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ، يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ، تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا"۔

یعنی صدقات میں اصل حق ان حاجت مندوں کا ہے جو مقید ہوگئے ہوں اللہ کی راہ میں (یعنی دین کی خدمت میں) وہ لوگ (طلب معاش کے لئے) زمین میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے، سوال سے بچنے کے سبب ناواقف انہیں مالدار خیال کرتا ہے تم ان کے چہروں سے پہچان سکتے ہو (کہ فقر و فاقہ سے ان کے چہرے اور جسم میں کمزوری کے آثار نظر آتے ہیں) وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں پھرتے (یعنی دوسرے سے مانگتے ہی نہیں ہیں کیونکہ جو لوگ مانگنے کے عادی ہیں وہ عموماً لپٹ کر ہی مانگتے ہیں)

(۲۵) لامع الدراری: ۳۳/۹

(۲۶) عمدة القاری: ۱۲۹/۱۸

يقال: ألحف عليّ، وألحّ عليّ، أحفاني بالمسألة

مقصد یہ ہے کہ أَلْحَفَ عَلَيَّ، أَلَحَّ عَلَيَّ اور أحفاني بالمسألة ایک ہی معنی کے لئے آتے ہیں یعنی اصرار کرنا۔

فَيُحْفِكُمْ: يُجْهِدُكُمْ

اس سے سورۃ محمد کی آیت "وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ، إِنْ يَسْأَلْكُمُوهَا، فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا" کی طرف اشارہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نہیں مانگے گا تم سے تمہارا مال، اگر مانگے تم سے وہ مال اور تم کو مشقت میں ڈال دے تو تم بخل کرنے لگو گے، اس میں "يُحْفِكُمْ" کے معنی "يُجْهِدُكُمْ" سے کئے ہیں ای يُجْهِدُكُمْ فی السوال بالإلحاح

حدثنا بن ابی مریم....

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسکین وہ نہیں ہے جو سوال کرنے پر ایک یا دو کھجور یا ایک دو لقمے لیکر لوٹ جاتا ہے اور اس کو واپس کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہوتا ہے، مسکین تو وہ ہے جو حاجت کے باوجود سوال سے بچتا رہے، اگر تم چاہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھ لو "لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا" مطلب یہ ہے کہ صدقات اور خیرات کے مستحق دراصل وہ لوگ نہیں ہیں جو دربدر پھر کر مانگتے رہتے ہیں بلکہ اصل مسکین اور صدقات کے حقدار وہ لوگ ہیں جو محتاج ہونے کے باوجود سوال نہیں کرتے ہیں، بھکاریوں کا طریقہ چمٹ کر مانگنے کا ہوتا ہے اس لئے سوال نہ کرنے کا ذکر چمٹ کر نہ مانگنے سے کیا ہے۔

٥١ – باب : «وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا» /٢٧٥/.

المَسُّ : الجُنُونُ .

٤٢٦٦ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قالَتْ : لَمَّا نَزَلَتِ الآيَاتُ مِنْ آخِرِ سورَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبَا ، قَرَأَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى النَّاسِ ، ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الخَمْرِ . [ر : ٤٤٧]

المَسّ: الجُنون

آیت کریمہ میں ہے "لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ" فرماتے ہیں، اس

میں "مس" بمعنی جنون ہے۔

اس باب سے لیکر "وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ" تک ساری کی ساری آیات حرمت ربا کے سلسلے میں نازل ہوئی ہیں اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہر آیت کے ذیل میں ایک ہی حدیث حرمت ربا کی نقل کی ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ربا کے بارے میں سورۃ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پڑھ کر لوگوں کو سنایا اور پھر شراب کی تجارت کو حرام قرار دیدیا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ ربا کی حرمت کے متعلق نازل ہونے والی یہ آیات تو بالکل آخر میں نازل ہوئی ہیں جبکہ شراب کی حرمت غزوۂ احد کے بعد نازل ہوگئی تھی اور اسی وقت اس کی تجارت بھی ممنوع قرار دی گئی تھی پھر یہ کیا بات ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیاتِ ربا کے نزول کے بعد حرمتِ ربا کا اعلان فرمایا تو تجارتِ خمر کی حرمت کا اعلان بھی فرمایا، اس وقت اس کا کیا موقع تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حرمتِ ربا کے اعلان کے ساتھ شراب کی تجارت کی حرمت کا اعلان اس کی قباحت، شناعت اور شدت حرمت کو ظاہر کرنے کے لئے کیا چونکہ شدتِ حرمت و قباحت میں دونوں ایک جیسے یا قریب قریب ہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت مجمع میں آپ نے کچھ ایسے لوگ محسوس کئے ہوں جن کو تجارتِ خمر کی حرمت کا علم نہ ہو اس لئے آپ نے اس کا اعادہ اور تکرار فرمایا (۲۷)۔

٥٢ – باب : «يَمْحَقُ ٱللهُ الرِّبَا» /٢٧٦/ : يُذْهِبُهُ .

٤٢٦٧ : حدّثنا بِشْرُ بْنُ خالِدٍ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ سُلَيْمانَ : سَمِعْتُ أَبَا الضُّحٰى يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ أَنَّهَا قالَتْ : لَمَّا أُنْزِلَتِ الآيَاتُ الْأَوَاخِرُ مِنْ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ، خَرَجَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَتَلاهُنَّ فِي الْمَسْجِدِ ، فَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الخَمْرِ .

[ر : ٤٤٧]

٥٣ – باب : «فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ» /٢٧٩/ : فَاعْلَمُوا .

٤٢٦٨ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي

(۲۷) عمدۃ القاری: ۱۱/۲۰۰ کتاب البیوع، باب آکل الربا، وشاهده، وکاتبه

الضُّحٰى ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : لَمَّا أُنْزِلَتِ الآيَاتُ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ، قَرَأَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ ، وَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الخَمْرِ . [ر : ٤٤٧]

٥٤ – باب :

«وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ» /٢٨٠ .

٤٢٦٩ : وَقالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ مَنْصُورٍ وَالْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : لَمَّا أُنْزِلَتِ الآيَاتُ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ، قامَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَرَأَهُنَّ عَلَيْنَا ، ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الخَمْرِ . [ر : ٤٤٧]

اسماعیلی نے اعتراض کیا ہے کہ روایتِ باب اور ترجمۃ الباب کی آیت میں کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ آیت کا تعلق، تو قرضے سے ہے اور روایت ربا اور تجارتِ خمر کی حرمت سے متعلق ہے، اس لئے آیاتِ ربا میں اس آیت کا ذکر بے موقع ہے (۲۸)۔

ہم اس کا جواب دے چکے ہیں کہ مذکورہ آیت بھی آیاتِ ربا کے ساتھ نازل ہوئی ہے اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مناسبت سے اس کو یہاں ذکر کیا۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ باب کی روایت سے مناسبت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "مناسبته بالرواية الواردة فيه من حيث إن المامور به هو الانظار و التصدق، فكيف بمن يأخذ زيادة على أصل ماله" (۲۹) یعنی آیتِ باب میں مدیون کو مہلت دینے، اس پر صدقہ کرنے اور قرض معاف کرنے کا حکم اور ترغیب دی گئی ہے تو جب اصل راس المال کے متعلق یہ حکم ہے تو اس سے زیادہ ربا کے طور پر لینے کی کیسے اجازت دی جاسکتی ہے۔ حضرت گنگوہیؒ کی اس توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ آیت سے ربا کی حرمت اگرچہ عبارۃ النص کے طور پر ثابت نہیں ہوتی تاہم دلالۃ النص کے طور پر اس آیت سے ربا کی حرمت ثابت ہوتی ہے اس لئے آیتِ باب کا ذکر یہاں بے موقع نہیں ہے۔

٥٥ – باب : «وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللّٰهِ» /٢٨١ .

٤٢٧٠ : حدَّثنا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عاصِمٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ آيَةُ الرِّبَا .

(۲۸) عمدة القاری: ۱۸/۱۳۲ (۲۹) لامع الدراری: ۹/۳۳

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ روایتِ باب میں آیتِ ربا کو آخری آیت نزول کے اعتبار سے قرار دیا اور ابن جریر طَبَری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا کہ آخری آیت "وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ اِلَى اللّٰه" ہے اور یہ آیتِ ربا نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ "اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" سے لیکر "وَاتَّقُوا يَوْمًا" تک کی تمام آیات ربا کے سلسلے میں ایک ساتھ اتری ہیں، حضرت ابن عباسؓ نے روایتِ بخاری میں ابتدائی آیات کا ذکر کردیا اور ابن جریر طَبَری کی روایت میں انہوں نے آخری آیات کا ذکر کردیا (۳۰)۔

ایک اور تعارض حضرت براء بن عازبؓ کی روایت سے ہے جس میں ہے کہ آخری آیت، آیتِ کلالہ ہے اور ابن عباسؓ "وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ اِلَى اللّٰهِ" کو آخری آیت فرما رہے ہیں۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ دونوں حضرات نے اپنے اپنے علم کے مطابق فرمایا (۳۱)۔

بعضوں نے جواب دیا کہ میراث کے بارے میں آخری آیت، آیتِ کلالہ ہے اور حضرت براء بن عازبؓ کی روایت میں اسی اعتبار سے اس کو آخری آیت کہا ہے جبکہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں آیتِ ربا کو عام آیات کے اعتبار سے آخری آیت کہا ہے لہذا کوئی تعارض نہیں ہے (۳۲)۔

۵٦ – باب : «وَإِنْ تُبْدُوا ما في أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ» /۲۸٤/.

٤٢٧١ : حدَّثنا محمَّدٌ : حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ : حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ خالِدٍ الحَذَّاءِ ، عَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرِ ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَهُوَ ابْنُ عُمَرَ : أَنَّهَا قَدْ نُسِخَتْ : «وَإِنْ تُبْدُوا ما في أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ» . الآيَةَ . [٤٢٧٢]

اس آیت میں ہے کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے چاہے تم اس کو ظاہر کرو یا تم اس کو چھپاؤ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ تمہارا محاسبہ کرے گا پھر اس کے بعد جس کی چاہے مغفرت کردے اور جس کو چاہے عذاب دے۔

---

(۳۰) فتح الباری: ۲۰۵/۸

(۳۱) شرح الکرمانی: ۱۷/ ۴۷-۴۶

(۳۲) شرح الکرمانی: ۱۷/ ۴۷-۴۶ و فتح الباری: ۲۰۵/۸

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ بہت پریشان ہوئے کہ غیر اختیاری وساوس اور خیالات پر اگر گرفت ہوگی تو پھر کون نجات پاسکتا ہے، صحابہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی پریشانی کا ذکر کیا آپؐ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور تم "سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا" کہو (۳۳)۔

اس کے ایک سال بعد آیت کریمہ "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" نازل ہوئی چنانچہ اس نے پہلی آیت کو منسوخ کردیا جیسا کہ روایتِ باب میں تصریح ہے۔

لیکن امام مازری نے اس پر اشکال کیا ہے کہ نسخ ماننے کی ضرورت تب ہوگی جب جمع بین الآیتین ممکن نہ ہو جبکہ یہاں دونوں کو جمع کیا جاسکتا ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ "وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ...." میں ان خیالات پر گرفت کا ذکر ہے جو اختیاری ہوتے ہیں اور "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ...." میں یہ بتایا جارہا ہے کہ غیر اختیاری خیالات پر کوئی گرفت نہیں ہے (۳۴)۔

لیکن امام مازری کا یہ اشکال خود محلِ نظر ہے اس لئے کہ اگر پہلی آیت میں صرف اختیاری خیالات و وساوس پر گرفت کا ذکر ہے تو پھر صحابہؓ کو اس پر پریشان نہیں ہونا چاہیئے تھا اور اگر وہ پریشان ہوئے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بتادیتے کہ محاسبے کا ذکر اختیاری خیالات پر ہے غیر اختیاری خیالات پر نہیں۔

لہذا یہی کہا جائے گا کہ پہلی آیت میں اختیاری اور غیر اختیاری ہر قسم کے خیالات پر گرفت کا ذکر تھا اور دوسری آیات میں یہ فرمایا گیا کہ غیر اختیاری خیالات پر کوئی گرفت نہیں ہوگی، صرف اختیاری خیالات پر گرفت ہوگی اور یہ گرفت بھی اس وقت ہے جب ان خیالات کو آدمی سوچے اور اس کے ساتھ ساتھ پھر ان کے مطابق زبان سے بھی اظہار شروع کردے باقی اگر ایسے ہی دل میں کوئی بات آئی اور اس کا اظہار نہیں کیا اور اس سلسلہ میں زیادہ سوچ بچار سے کام نہیں لیا تو اس کے اوپر کوئی مواخذہ اور گرفت نہیں ہوگی (۳۵)۔

حدثنا محمد:

یہاں محمد غیر منسوب ہے، والد کا نام مذکور نہیں، حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۸/ ۲۰۶) میں ان کی تعیین میں تین قول ذکر کیے ہیں، کلاباذی کا قول ہے کہ اس سے محمد بن یحیی ذہلی مراد ہیں، حاکم فرماتے ہیں

---

(۳۳) فتح الباری: ۸/ ۲۰۶ والدر المنثور فی التفسیر بالماثور: ۱/ ۳۴۰ و تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۳۳۸ و تفسیر کبیر: ۷/ ۱۲۵

(۳۴) امام مازری کا یہ قول تو نہیں مل سکا البتہ کئی دوسرے مفسرین نے اس آیت کو غیر منسوخ تسلیم کیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے التفسیر المنیر: ۳/ ۲۲۰

(۳۵) تفصیل کے لیے دیکھیے المرقات شرح مشکاۃ: ۱/ ۱۳۶

کہ اس سے محمد بن ابراہیم بُوشنجی مراد ہیں اور ابو نعیم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے محمد بن ادریس ابو حاتم رازی مراد ہیں۔

"محمد" کے شیخ نُفَیلی ہیں، ان کا نام عبداللہ بن محمد بن علی ہے اور ابوجعفران کی کنیت ہے،
امام ابوداود ان کے بارے میں فرماتے ہیں "مارأیت أحفظ من النفیلی"

امام نسائیؒ فرماتے ہیں "ثقة"

دارقطنی فرماتے ہیں "ثقة مامون محتج به"

ان کی وفات سن ۲۳۴ ھجری میں ہوئی، امام مسلم کے علاوہ باقی حضرات نے ان سے روایات نقل کی ہیں اور بخاری میں ان کی صرف یہی ایک روایت ہے (۱)

نفیلی کے شیخ مسکین بن بکر حَرّانی ہیں، یہ سفیان ثوری، شعبہ بن الحجاج اور مالک بن انس وغیرہ سے روایات نقل کرتے ہیں اور ان کی روایات امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداود، امام نسائی نے نقل کی ہیں بخاری میں ان کی صرف یہی ایک روایت ہے۔

امام احمد ان کے بارے میں فرماتے ہیں "لابأس به ولکن فی حدیثه خطأ"

یحیی بن معین فرماتے ہیں: "لابأس به"

امام ابوحاتم فرماتے ہیں: "لابأس به، کان صالح الحدیث، یحفظ الحدیث"

ان کی وفات سن ۱۹۸ ھجری میں ہوئی۔ (۲)

٥٧ – باب : «آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ» /٢٨٥/ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «إِصْرًا» /٢٨٦/ : عَهْدًا . وَيُقَالُ : «غُفْرَانَكَ» /٢٨٥/ : مَغْفِرَتَكَ . «فَاغْفِرْ لَنَا» /٢٨٦/ .

---

(۱) (مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے تہذیب الکمال:۱۶/۸۸۔ ۹۲ وفتح الباری:۸/۲۰۶)

(۲) (ان کے حالات کے لیے دیکھیے تہذیب الکمال:۲۷/۴۸۴۔ ۴۸۶، الجرح والتعدیل:۸/الترجمة ۱۵۲۱ وسیر اعلام النبلاء:۹/۲۰۹۔ ومیزان الاعتدال:۴/الترجمة:۸۴۷۹)

٤٢٧٢ : حدّثني إسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ : أَخْبَرَنَا رَوْحٌ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ خالِدٍ الحَذّاءِ ، عَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرِ ، عَنْ رَجلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، قالَ : أَحْسِبُهُ ابْنَ عُمَرَ : «إِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ» . قَالَ : نَسَخَتْهَا الآيَةُ الَّتِي بَعْدَهَا . [ر : ٤٢٧١]

وقال ابن عباس: إصرا: عهدًا

اشارہ ہے "رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا" کی طرف کہ اس میں "اصر" کے معنی عہد و پیمان کے ہیں اور عہد و پیمان سے مراد ایسا حکم ہے جس کو بجا لانے اور اس پر عمل کرنے کی طاقت نہ ہو یعنی اے ہمارے رب! ہم پر ایسا عہد نہ رکھ جس کو پورا کرنے کی ہم میں طاقت نہ ہو، علامہ زمخشری نے "اصرا" کا ترجمہ "بوجھ" سے کیا ہے (۳۶) اور یہی اس کے اصل معنی ہیں لیکن چونکہ عہد کی پابندی بھی ایک بوجھ ہے اور گراں معلوم ہوتی ہے اس لئے "اصر" کی تفسیر عہد سے کردی۔

(۴۲۷۲) اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب، وان تبدوا مافی انفسکم او تخفوه یحاسبکم به الله، رقم الحدیث: ۴۲۷۱ و ایضاً فی کتاب التفسیر، باب، آمن الرسول بما انزل الیه من ربه، رقم الحدیث: ۴۲۷۲، وهذا الحدیث لم یخرجه احد من اصحاب الستة سوی البخاری (۳۶) دیکھیے تفسیر کشاف: ۱/۲۹۲

۵۸ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ .

تُقَاةٌ وَتَقِيَّةٌ وَاحِدَةٌ . «صِرٌّ» /۱۱۷/ : بَرْدٌ . «شَفَا حُفْرَةٍ» /۱۰۳/ : مِثْلُ شَفَا الرَّكِيَّةِ ، وَهُوَ حَرْفُهَا . «تُبَوِّئُ» /۱۲۱/ : تَتَّخِذُ مُعَسْكَرًا . الْمُسَوَّمُ : الَّذِي لَهُ سِيمَاءٌ بِعَلَامَةٍ أَوْ بِصُوفَةٍ أَوْ بِمَا كَانَ . «رِبِّيُّونَ» /۱٤٦/ : الْجُمُوعُ ، وَاحِدُهَا رِبِّيٌّ . «تَحُسُّونَهُمْ» /۱۵۲/ : تَسْتَأْصِلُونَهُمْ قَتْلاً . «غُزًّا» /۱۵٦/ : وَاحِدُهَا غَازٍ . «سَنَكْتُبُ» /۱۸۱/ : سَنَحْفَظُ . «نُزُلاً» /۱۹۸/ : ثَوَابًا ، وَيَجُوزُ : وَمُنْزَلٌ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ، كَقَوْلِكَ : أَنْزَلْتُهُ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ» /۱٤/ : الْمُطَهَّمَةُ الْحِسَانُ .

وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى : الرَّاعِيَةُ : الْمُسَوَّمَةُ .

وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ : «وَحَصُورًا» /۳۹/ : لَا يَأْتِي النِّسَاءَ .

وَقَالَ عِكْرِمَةُ : «مِنْ فَوْرِهِمْ» /۱۲۵/ : مِنْ غَضَبِهِمْ يَوْمَ بَدْرٍ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ : النُّطْفَةَ تَخْرُجُ مَيِّتَةً ، وَيُخْرِجُ مِنْهَا الْحَيَّ . «الْإِبْكَارِ» /٤۱/ : أَوَّلُ الْفَجْرِ ، وَ «الْعَشِيِّ» /٤۱/ : مَيْلُ الشَّمْسِ - أُرَاهُ - إِلَى أَنْ تَغْرُبَ .

سورۃ آل عمران

تُقَاۃ وتقیۃ واحدۃ

”لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيرُ“ -

”مسلمان ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں جو شخص ایسا کرے گا اس کو اللہ سے کوئی تعلق نہیں، مگر ایسی صورت میں (ظاہری دوستی کی اجازت ہے) کہ تم اس سے کسی قسم کا (قوی) اندیشہ رکھتے ہو (وہاں دفع ضرر کی حاجت ہے) اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے -“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تقاۃ اور تقیۃ دونوں کے معنی ایک ہیں، یہ دونوں باب ضرب سے مصدر ہیں، تَقٰی، یَتَّقِیْ، تُقَاۃً وَتَقِیَّۃً وتقوٰی اصل میں وقی ہے، لیکن واو کو تا سے تبدیل کردیا گیا ہے، تا حروف اصلیہ میں سے نہیں ہے (۳۷)

صِرٌّ: بَرْد

"مَثَلُ مَا یُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَثَلِ رِیْحٍ فِیْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ" "دنیا کی زندگی میں کافروں کے خرچ کرنے کی مثال اس ہوا کی مانند ہے جس میں تیز سردی (پالا) ہو، وہ ایسی قوم کی کھیتی کو لگ جائے جنھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہو پس وہ ہوا اس کھیتی کو برباد کرڈالے" (اسی طرح ان کافروں کا خرچ کرنا آخرت میں سب ضائع ہے)

شَفَا حُفْرَةٍ: مِثْلُ شَفَا الرَّكِيَّةِ وَهُوَ حَرْفُهَا

"وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا" "اور تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پس اللہ نے اس سے تمہیں نجات دی" اس میں "شفا حفرۃ" کے معنی ہیں "گڑھے کا کنارہ" جیسے "شفا الرکیۃ" کے معنی ہیں کنویں کا کنارہ، رکیۃ کنویں کو کہتے ہیں۔

تُبَوِّئُ: تَتَّخِذُ مُعَسْكَرًا

"وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ" اور جب آپ اپنے گھر سے صبح کے وقت نکلے مسلمانوں کو قتال کے لئے مورچے پر ٹھکانہ دے رہے تھے۔

تبوئ کا ترجمہ امام نے "تتخذ معسکرا" سے کیا ہے، معسکر لشکر کو کہتے ہیں یعنی جب ان کو آپ مورچوں اور صف قتال کے اندر متعین اور مقرر فرما رہے تھے، یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے ورنہ دوسرے حضرات کہتے ہیں "تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ" (۳۸) ای تنزل المؤمنین مقاعد للقتال

اَلْمُسَوَّمُ: اَلَّذِیْ لَهٗ سِیْمَاءٌ بِعَلَامَةٍ اَوْ بِصُوْفَةٍ اَوْ بِمَا كَانَ

"زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ..."

---

(۳۷) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۱۳۶-۱۳۵ (۳۸) وفی العمدۃ: ۱۸/ ۱۳۶ والمقاعد جمع مقعد، وهو موضع القعود

امام بخاری فرماتے ہیں کہ مسوم اس چیز کو کہتے ہیں جس کا کوئی نشان ہو کوئی علامت لگا کر یا اون لگا کر یا کوئی بھی دوسری چیز لگا کر، سَوَّمَ کے معنی ہیں: نشان لگانا، مُسَوَّمٌ باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی نشان زدہ، آیت کریمہ میں "اَلْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ" سے نشان زدہ گھوڑے مراد ہیں یعنی عمدہ اور بہترین گھوڑے کیونکہ عمدہ گھوڑوں پر عرب نشان امتیاز لگاتے تھے، چنانچہ مجاہد نے "اَلْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ" کی تفسیر کی ہے "اَلْمُطَهَّمَةِ الْحِسَانِ" یعنی مکمل عمدہ گھوڑے، المُطَهَّمَة باب تفعیل سے صیغہ اسم مفعول ہے طَهَّم کے معنی ہیں مکمل ہونا، پُر گوشت ہونا۔

مجاہد کی یہ تعلیق عبد بن حمید نے موصولاً ذکر کی ہے (۳۹)۔

رِبِّيُّوْنَ: اَلْجَمِيْعُ، واحدها رِبِّيٌّ

"وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں "رِبِّيُّوْنَ" جمع ہے اور اس کا مفرد "رِبِّيٌّ" ہے ربی منسوب ہے رب کی طرف، عالم کو کہتے ہیں کہ وہ بھی اللہ کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے۔

بعض حضرات نے "ربیون" کی تفسیر کی ہے "الذین یُرَبُّوْن بالعلم" علم کے ذریعہ جو دوسروں کی تربیت کرتے ہیں، ابتداءً آسان آسان مسائل بتاتے ہیں اور آخر میں صلاحیت پیدا ہونے کے بعد دقیق اور مشکل مسائل سمجھاتے ہیں یا پہلے جزئیات سے متعارف کرتے ہیں اور اس کے بعد کلیات کی تعلیم دیا کرتے ہیں (۴۰)۔

تَحُسُّوْنَهُمْ: تَسْتَاْصِلُوْنَهُمْ قَتْلًا

"وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ" امام بخاری فرماتے ہیں کہ آیت میں "تحسونهم" کے معنی قتل کر کے جڑ سے اکھاڑنے کے ہیں تو ترجمہ ہوگا "اور اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جب تم ان کافروں کو اللہ کے حکم سے قتل کر کے جڑ سے ختم کر رہے تھے"

غُزًّا: واحدها غازٍ

"وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا"

---

(۳۹) عمدۃ القاری: ۱۸/۱۳۶ (۴۰) الجامع لاحکام القرآن: ۲/۱۴۸

”اور وہ (منافقین) کہتے ہیں اپنے بھائیوں کی نسبت جب کہ وہ لوگ کسی زمین میں سفر کرتے ہیں (اور وہاں اتفاقاً مر جاتے ہیں) یا وہ لوگ کہیں جہاد میں جاتے ہیں (اور اس میں قتل ہوجاتے ہیں تو یہ منافقین کہتے ہیں) کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آیت کریمہ میں ”غُزًّى“ ”غَازٍ“ کی جمع ہے غازی غزا اور جہاد کرنے والے کو کہتے ہیں۔

سَنَكْتُبُ: سَنَحْفَظُ

”لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاۤءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا“

آیت کریمہ میں ”سنکتب“ کے معنی ہیں ”سَنَحْفَظُ“ ہم محفوظ کرلیتے ہیں۔

نُزُلًا: ثَوَابًا، وَيَجُوْزُ: وَمُنْزَلٌ مِّن عند الله كقولك: اَنْزَلْتُهٗ

”لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ“ ”لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈریں ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ کی طرف سے مہمانی ہوگی اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے نیک لوگوں کے لئے“

امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت میں ”نزلا“ کے معنی ”ثوابا“ کے ہیں یعنی یہ اللہ کی طرف سے بدلہ ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ”نزلا“ کے معنی ”منزل“ سے کئے جائیں منزل باب افعال سے صیغۂ اسم مفعول ہے، وہ چیز جو ضیافت کے طور پر مہمان کو پیش کی جائے، کہتے ہیں ”انزلتہ“ میں نے اس کو مہمان ٹھہرایا، اس کے سامنے ضیافت کے طور پر کچھ پیش کیا، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا ”یہ باغات اللہ کی طرف سے بطورِ ضیافت مؤمنین کو پیش کئے جائیں گے“

وقال ابن جبير: وَحَصُوْرًا: لَا يَأْتِي النِّسَاءَ

”اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ“

حضرت سعید بن جبیرؒ نے ”حصورا“ کی تفسیر کی ہے ”وہ شخص جو عورتوں کے پاس نہ آئے“ لیکن یہاں اس کے معنی نامرد کے نہیں ہیں، یہ دراصل باب سمع سے صیغۂ مبالغہ ہے حَصِرَ، حَصَرًا: رک

جانا، بند ہونا، "حصور" سے ایسا شخص مراد ہے جو اپنی شہوات پر قابو رکھنے والا اور اپنے نفس کو ضبط میں رکھنے والا ہو یہاں یہی مراد ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام طاقت، قوت اور شہوت رکھنے کے باوجود اپنے نفس کے ضبط پر قادر تھے اور عورتوں کے پاس نہیں آتے تھے (۴۱)۔

وقال عِكرمة: مِنْ فَوْرِهِمْ: من غضبهم يوم بدر

"بَلٰى إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا" "یعنی اگر تم ثابت قدم رہو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے اور وہ لوگ تم پر غصہ سے حملہ کردیں گے" عکرمہ نے "فور" کی تفسیر غضب سے کی ہے، بعض حضرات نے اس کی تفسیر کی ہے "بلاتأخیر، فوراً" عکرمہ کی اس تعلیق کو طبری نے موصولاً نقل کیا ہے (۱)

الإبكار: أوّلُ الفَجر: وَالعَشِيُّ: مَيْلُ الشَّمس أُراه إلى أن تغرب

"وَاذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اِبکار" سے مراد فجر کا ابتدائی حصہ ہے اور "عشی" سے میرے خیال میں زوالِ شمس سے لیکر غروبِ شمس تک کا درمیانی وقت مراد ہے۔

۵۹ - باب: «مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ» /۷/.

وَقالَ مُجاهِدٌ: الحَلالُ وَالحَرَامُ. «وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ» /۴۱/: يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا، كَقَوْلِهِ تَعَالَى: «وما يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ» /البقرة: ۲۶/. وَكَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ: «وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ» /يونس: ۱۰۰/. وَكَقَوْلِهِ: «وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ» /محمد: ۱۷/. «زَيْغٌ» شَكٌّ.. «ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ» الْمُشْتَبِهَاتِ.. «وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ» يَعْلَمُونَ «يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ» /۴۱/.

---

(۴۱) قال الراغب فی المفردات: ۱۲۰ فالحصور الذی لا یاتی النساء اما من العنة واما من العفة، والاجتهاد فی ازالة الشهوة، والثانی اظهر فی الآیة، لان بذلک یستحق المَحْمَدة

(۱) عمدة القاری: ۱۸/۱۳۶

٤٢٧٣ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التُّسْتَرِيُّ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : تَلَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ هٰذِهِ الآيَةَ : «هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ ما تَشَابَهَ مِنْهُ ٱبْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَٱبْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا ٱللهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ» . قالَتْ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (فَإِذَا رَأَيْتِ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ما تَشَابَهَ مِنْهُ ، فَأُولٰئِكِ الَّذِينَ سَمَّى ٱللهُ . فَٱحْذَرُوهُمْ) .

آیاتِ محکمات اور آیاتِ متشابہات سے کیا مراد ہے، اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں۔

❶ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ محکم اس آیت کو کہتے ہیں جو ناسخ ہوتی ہے اور متشابہات اس آیت کو کہتے ہیں جو منسوخ ہوتی ہے (۴۲)۔

❷ بعض حضرات نے فرمایا کہ محکم وہ آیت ہے جس میں ایک وجہ اور ایک معنی کا احتمال ہوتا ہے اور متشابہ وہ آیت کہلاتی ہے جس میں معانی متعددہ اور وجوہِ مختلفہ کا احتمال ہوتا ہے (۴۳)۔

❸ بعض حضرات نے کہا کہ محکم اسے کہتے ہیں جس کا مفہوم اور معنی واضح ہو اور متشابہ اسے کہتے ہیں جس کا مفہوم اور معنی غیر واضح ہو (۴۴)۔

❹ بعضوں نے کہا کہ محکم اسے کہتے ہیں جس کے معنی ہر وہ شخص سمجھ سکے جو عربی زبان اور اس کے قواعد سے واقف ہو اور متشابہ اسے کہتے ہیں جس کے معنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہ سمجھ سکے (۴۵)۔

❺ امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لفظ اپنے معنی کے اندر یا تو غیر کا احتمال رکھے گا یا نہیں اگر غیر کا احتمال نہیں رکھتا تو نص کہلاتا ہے اور اگر غیر کا احتمال رکھتا ہے تو کوئی ایک جانب راجح ہوگی یا نہیں، اگر راجح ہو تو اس کو ظاہر کہتے ہیں، جانبِ مرجوح کو "مؤول" کہتے ہیں اور اگر کوئی راجح نہ ہو بلکہ دونوں جانب مساوی اور برابر ہوں تو دونوں معنوں کی طرف ایک ساتھ نسبت کے اعتبار سے وہ لفظ مشترک کہلائے گا اور کسی ایک معنی کی طرف متعین طور پر نسبت کرنے کے اعتبار سے لفظ مجمل کہلائے گا تو اس تقسیم کے اعتبار سے لفظ یا نص ہوگا یا ظاہر ہوگا یا مؤول ہوگا یا مشترک ہوگا یا مجمل ہوگا، ان اقسام میں نص اور ظاہر کو محکم کہتے

---

(۴۲) روح المعانی: ۸۲/۳ و تفسیر البغوی: ۲۷۹/۱

(۴۳) معالم التنزیل: ۲۷۹/۱

(۴۴) فتح الباری: ۲۱۰/۸

(۴۵) الجامع لاحکام القرآن: ۱۰۹/۴ و معالم التنزیل: ۲۷۹/۱

ہیں اور مؤول اور مجمل کو متشابہ کہتے ہیں (۴۶)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں کسی کو یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ قرآن شریف کی مذکورہ آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں آیاتِ محکمات اور آیاتِ متشابہات دونوں قسم کی آیات ہیں لیکن قرآن کی ایک دوسری آیت میں ہے "کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ آیَاتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ" (۴۷) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی ساری آیات محکمات ہیں ایک اور آیت میں ہے "کِتَابًا مُّتَشَابِھًا مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ" (۴۸) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی تمام آیات متشابہ ہیں۔

اس کا حل یہ ہے کہ دوسری آیت میں "اُحْکِمَتْ آیَاتُہٗ" سے فصاحت و بلاغت کا اِحکام و اِتقان اور کلام کا جلال مراد ہے، محکم کے اصطلاحی معنی وہاں مراد نہیں ہیں اور تیسری آیت میں "کِتَابًا مُّتَشَابِھًا" سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کی تمام آیات ایک دوسرے کے مضمون کی مصدق ہوتی ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہوتا، متشابہ بالمعنی الاصطلاحی یہاں مراد نہیں ہے (۴۹)۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں "واخر متشابھات" کی تفسیر کی ہے "یُصَدِّقُ بَعْضُہٗ بَعْضًا" یہ تفسیر بے محل ہے اس لئے کہ یہاں متشابہات سے مراد ایسی آیات ہیں جن کا مفہوم واضح نہیں ہوتا اور ان میں وجوہ کثیرہ کا احتمال ہوتا ہے یہ "یُصَدِّقُ بَعْضُہٗ بَعْضًا" کی تفسیر "کِتَابًا مُّتَشَابِھًا" میں منطبق ہوتی ہے۔

اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تین آیتیں پیش کی ہیں ان میں ہر آیت کا مضمون دوسری آیت کے مضمون کی تصدیق کرتا ہے۔

پہلی آیت ہے "وَمَا یُضِلُّ بِہٖ اِلَّا الْفَاسِقِیْنَ" اس سے معلوم ہوا کہ ضلال اور گمراہی فاسقین کا حصہ ہے۔

دوسری آیت ہے "وَیَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ" اس سے معلوم ہورہا ہے کہ کفر اور شرک کی گندگی ان لوگوں پر مسلط کی جاتی ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے اور عقل سے وہی لوگ کام لیتے نہیں ہیں جو فاسق ہوتے ہیں، اس آیت سے پہلی آیت کے مضمون کی تصدیق ہوتی ہے۔

تیسری آیت ہے "وَالَّذِیْنَ اھْتَدَوْا زَادَھُمْ ھُدًی وَّآتَاھُمْ تَقْوَاھُمْ" اس آیت سے بھی پہلی دو آیات

---

(۴۶) تفسیر کبیر: ۱۸۰/۷ (۴۸) سورۃ الزمر: ۲۳

(۴۷) سورۃ ہود: ۱ (۴۹) معالم التنزیل: ۲۷۸/۱ و فتح الباری: ۲۱۱/۸

کے مضمون کی تائید ہوتی ہے کہ ان میں فاسقین اور گمراہوں کا تذکرہ تھا اور اس آیت میں فرمایا گیا کہ جو لوگ ہدایت اختیار کرتے ہیں اور صراط مستقیم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرماتے ہیں اور جو لوگ اس کی کوشش نہیں کرتے وہ گمراہ اور فاسق ہوتے ہیں، اس طرح پہلی دو آیات میں جو بات بیان کی گئی ہے اسی کو اس آیت میں ایک دوسرے پیرایہ میں بیان کیا۔

اِبْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ: اَلْمُشْتَبِهَات

"اِبْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ" کے معنی بیان کئے ہیں ابتغاء المشتبهات یعنی جو لوگ مشتبہات کے درپے ہوتے ہیں اور ان میں غور و فکر کرنے میں مشغول ہوتے ہیں چونکہ ان کی یہ مشغولی فتنے کا سبب بنتی ہے اس لئے مشتبہات میں غور و خوض کو اِبْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ کہا گیا ہے۔

مشتبہات کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک قسم وہ ہے جس کے اندر غور و خوض سے معنی کا حصول ممکن ہوتا ہے جیسے تقدیم ماحقہ التاخیر ہو جس کی وجہ سے معنی کا سمجھنا مشکل ہو رہا ہو یا روابطِ کلام محذوف ہوں تو اس طرح کے مشتبہات میں غور و فکر کرنے سے معنیٔ کلام سمجھ میں آجاتے ہیں اس لئے اس قسم کے مشتبہات میں غور و فکر کرنا ممنوع نہیں ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جس میں غور و فکر کرنے سے معنی کلام کا سمجھنا ممکن نہ ہو ان کے اندر غور و فکر کرنے سے منع کیا گیا ہے (۵۰)۔

وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ: يَعْلَمُون تأويله ويقولون آمنا به

آیت ہے "فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيْلِهٖ، وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ، وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ آمَنَّا بِهٖ، كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ"۔

اس آیت میں "وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ" کے واو میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ واو عاطفہ ہے یا مستانفہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد سے مذکورہ تفسیر نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واو عاطفہ ہے اور "الراسخون" کا عطف لفظ "اللہ" پر ہو رہا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ بھی متشابہات کے معنی جانتے ہیں اور راسخین فی العلم بھی جانتے ہیں۔

---

(۵۰) فتح الباری: ۸/۲۱۱

لیکن اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ واو مستانفہ ہے اور ان متشابہات کے معنی فقط اللہ تعالی جانتے ہیں اور راسخین فی العلم نہیں جانتے لیکن نہ جاننے کے باوجود کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور اس میں غور و فکر کرنے سے چونکہ منع کیا گیا ہے اس لئے باز رہتے ہیں اور اس طرح تعمیلِ حکم بجالاکر ثواب حاصل کرتے ہیں (۵۱)۔

٦٠ - باب : «وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ» /٣٦/ .

٤٢٧٤ : حدَّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ : (ما مِنْ مَوْلُودٍ يُولَدُ إِلَّا وَالشَّيْطَانُ يَمَسُّهُ حِينَ يُولَدُ ، فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ إِيَّاهُ ، إِلَّا مَرْيَمَ وَٱبْنَهَا) . ثمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ : وَٱقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ : «وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ» .

[ر : ٣١١٢]

فَيَسْتَهِلُّ صارِخًا مِنْ مَسِّ الشيطان إياهُ إلّا مريم وابنها

یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے چھوتا ہے جس کی وجہ سے وہ چلاّتا ہے لیکن حضرت مریم اور ان کے صاحبزادے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے مستثنیٰ ہیں، ان کو پیدائش کے بعد شیطان نے نہیں چھوا۔

یہ روایت کتاب احادیث الانبیاء میں بھی گزری ہے، وہاں بھی تقریباً یہی الفاظ ہیں (۵۲) البتہ کتاب بدء الخلق میں اس روایت کے الفاظ مختلف ہیں، وہاں الفاظ ہیں "کل بنی آدم یطعن الشیطانُ فی جنبیه باِصبعه حین یولد غیر عیسیٰ بن مریم" (۵۳) اس میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے حضرت مریم کا ذکر نہیں ہے۔

---

(۵۱) فتح الباری: ۸/ ۲۱۰

(۴۲۷۳) اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب، منه آیات محکمات، رقم الحدیث: ۴۲۷۳، و اخرجه مسلم فی کتاب العلم، باب النهی عن اتباع متشابه القرآن، رقم الحدیث: ۲۶۶۵، و اخرجه ابوداؤد فی کتاب السنة، باب النهی عن الجدال و اتباع المتشابه من القرآن، و اخرجه الترمذی فی کتاب التفسیر، باب، و من سورة آل عمران، رقم الحدیث: ۲۹۹۶

(۵۲) چنانچہ وہاں حدیث کے الفاظ یہ ہیں "مامن بنی آدم مولود الا یمسه الشیطان حین یولد، فیستهل صارخا من مس الشیطان، غیر مریم وابنها" صحیح البخاری مع فتح الباری: ۶/ ۴۶۹ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول الله: واذکر فی الکتاب مریم ــــ رقم الحدیث: ۳۴۳۱

(۵۳) دیکھیے صحیح البخاری مع فتح الباری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس و جنوده، رقم الحدیث ۳۲۸۶

بعض حضرات نے کہا کہ اصل میں ذکر تو دونوں کا ہے لیکن کتاب بدء الخلق میں راوی نے صرف ایک کا ذکر کردیا ہے، شاید دونوں کا ذکر راوی کو یاد نہیں رہا (۵۴) یہاں "مس" کا ذکر ہے تو "مس" سے مریم اور حضرت عیسیٰ دونوں مستثنیٰ ہیں لیکن "طعن" سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ ہیں (۵۵)

چند اشکالات اور ان کے جوابات

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیطان بچے کی ولادت کے وقت اس کو یہ چوکا کیوں لگاتا ہے؟ اس سلسلہ میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ شیطان کی طرف سے تنبیہ ہوتی ہے کہ خیال رکھیئے میں آپ کا دشمن ہوں لہذا ہوشیار رہو، ادھر شریعت نے حکم دیا ہے کہ بچہ پیدا ہو تو اس کے ایک کان میں اذان اور دوسرے کان میں تکبیر کہو اور اسے یہ بتادو کہ اگر شیطان کے ضرر سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو اللہ اور رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کو لازم پکڑنا، پھر وہ تمہارا کوئی نقصان نہیں کرسکے گا۔

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی صحت میں توقف کیا اور کہا کہ یہ روایت صحیح اسی وقت مانی جاسکتی ہے جب اس کے حقیقی معنی مراد نہ ہوں چنانچہ انہوں نے مجازی معنی بیان کرتے ہوئے کہا کہ حدیث میں "مسِ شیطان" سے انسان کے گمراہ کرنے کی کوشش مراد ہے، پیدائش کے وقت شیطان جب یہ کوشش کرتا ہے تو بچہ رونے لگتا ہے کیونکہ بچہ اس وقت شیطانی وساوس سے مانوس نہیں ہوتا حالانکہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس میں گمراہی قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہوتی نہ عقیدے کے اعتبار سے نہ قول و عمل کے اعتبار سے۔

علامہ زمخشری کے نزدیک حقیقی معنی اس لئے مراد نہیں لئے جاسکتے کہ شیطان کو اگر انسان پر اس طرح قدرت حاصل ہو کہ وہ اس کو چوکے لگائے، اس کا تقاضہ پھر یہ ہے کہ سارے انسان چیخ اٹھتے لیکن اس طرح نہیں ہے (۵۶)۔

لیکن علامہ زمخشری کا یہ اعتراض فضول ہے اس لئے کہ روایت میں یہ تصریح موجود ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے اس وقت شیطان چوکا مارتا ہے اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ شیطان پوری عمر انسان کے چوکے لگاتا رہے اور یہ مشاہدہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو روتا ہے (۵۷)۔

---

(۵۴) فتح الباری: ۶/ ۴۷۰ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ: واذکر فی الکتاب مریم۔۔۔

(۵۵) فتح الباری: ۶/ ۴۷۰ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ: واذکر فی الکتاب مریم۔۔۔

(۵۶) دیکھیے تفسیر کشاف: ۱/ ۳۵۷ (۵۷) فتح الباری: ۸/ ۲۱۲ و روح المعانی: ۳/ ۱۴۷

اس روایت پر ایک اشکال اور ہوسکتا ہے کہ "مس شیطان" سے حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہما السلام کو مستثنیٰ قرار دیا کیونکہ حضرت مریم کی والدہ نے دعا کی تھی "وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُھَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو مستثنیٰ کردیا، سوال یہ ہے کہ یہ دعا تو حضرت مریم کی والدہ نے حضرت مریم کی پیدائش کے بعد کی ہے، اس لئے وقتِ ولادت "مس شیطان" سے حضرت مریم کے بچنے کو آپ کی والدہ کی دعا کا اثر کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے کہ ولادت سے پہلے یا وولات کے وقت آپ کی والدہ نے دعا کی ہو اور اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کرکے حضرت مریم کو "مس شیطان" سے بچالیا (۵۸)۔

ایک اشکال اور ہوتا ہے کہ اس روایت سے حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت لازم آتی ہے جبکہ آپ افضل الخلائق ہیں۔

❶ اس کا جواب علامہ طیبی اور علامہ آلوسی نے یہ دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی طرح آپ بھی اس "مس شیطان" سے مستثنیٰ ہیں اگرچہ یہاں ذکر صرف دو کا کیا گیا ہے (۵۹)۔

❷ اور دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ اس روایت سے حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی صرف جزئی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور جزئی فضیلت سے کلی فضیلت متأثر نہیں ہوتی (۶۰)۔

❸ اور قاضی عیاض نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تمام انبیاء کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ شیطان نے ان کی ولادت کے وقت مس اور طعن نہیں کیا۔

پھر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب تمام انبیاء علیہم السلام میں یہ وصف مشترک ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مریم اور ابن مریم کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کس وجہ سے کیا؟

اس کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ حضرت مریم اور ابن مریم کے بارے میں یہود نے بہت سی افواہیں پھیلائی تھیں، ان کے تقدس اور بزرگی کو انہوں نے پامال کرنے کی کوشش کی تھی اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کیا اور یہ بتایا کہ یہ تو ابتدائے ولادت سے تصرف شیطان سے مستثنیٰ قرار دیئے گئے ہیں تو بعد کی زندگی میں یہ اغواء شیطانی کا کیسے شکار ہوسکتے ہیں اور منکرات سے تعلق رکھنے والی وہ باتیں کیسے درست ہوسکتی ہیں جو یہود ان مقدس اور پاکیزہ نفوس کے بارے میں کہتے ہیں۔

---

(۵۸) روح المعانی: ۱۳۸/۳

(۵۹) روح المعانی: ۱۳۸/۳

(۶۰) روح المعانی: ۱۳۸/۳

٦١ – باب : «إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلاً أُولٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ» /٧٧/ : لَا خَيْرَ .

«أَلِيمٌ» /٧٧/ : مُؤْلِمٌ مُوجِعٌ ، مِنَ الْأَلَمِ ، وَهْوَ فِي مَوْضِعِ مُفْعِلٍ .

٤٢٧٥ : حدّثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (مَنْ حَلَفَ يَمِينَ صَبْرٍ ، لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ ، لَقِيَ اللهَ وَهْوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ) . فَأَنْزَلَ اللهُ تَصْدِيقَ ذٰلِكَ : «إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلاً أُولٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ» . إِلَى آخِرِ الْآيَةِ . قَالَ : فَدَخَلَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ وَقَالَ : مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ؟ قُلْنَا : كَذَا وَكَذَا ، قَالَ : فِيَّ أُنْزِلَتْ ، كَانَتْ لِي بِئْرٌ فِي أَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِي ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (بَيِّنَتُكَ أَوْ يَمِينُهُ) . فَقُلْتُ : إِذًا يَحْلِفَ يَا رَسُولَ اللهِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينِ صَبْرٍ ، يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ ، وَهْوَ فِيهَا فَاجِرٌ ، لَقِيَ اللهَ وَهْوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ) . [ر : ٢٢٢٩]

٤٢٧٦ : حدّثنا عَلِيٌّ ، هُوَ ابْنُ أَبِي هَاشِمٍ : سَمِعَ هُشَيْمًا : أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَجُلاً أَقَامَ سِلْعَةً فِي السُّوقِ ، فَحَلَفَ فِيهَا : لَقَدْ أَعْطَى بِهَا مَا لَمْ يُعْطَهُ ، لِيُوقِعَ فِيهَا رَجُلاً مِنَ الْمُسْلِمِينَ ، فَنَزَلَتْ : «إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلاً» . إِلَى آخِرِ الْآيَةِ . [ر : ١٩٨٢]

٤٢٧٧ : حدّثنا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ : أَنَّ امْرَأَتَيْنِ كَانَتَا تَخْرِزَانِ فِي بَيْتٍ ، أَوْ فِي الْحُجْرَةِ ، فَخَرَجَتْ إِحْدَاهُمَا وَقَدْ أُنْفِذَ بِإِشْفًى فِي كَفِّهَا ، فَادَّعَتْ عَلَى الْأُخْرَى ، فَرُفِعَ أَمْرُهُمَا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ ، لَذَهَبَ دِمَاءُ قَوْمٍ وَأَمْوَالُهُمْ) . ذَكِّرُوهَا بِاللهِ ، وَاقْرَؤُوا عَلَيْهَا : «إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللهِ» . فَذَكَّرُوهَا فَاعْتَرَفَتْ ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (الْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ) . [ر : ٢٣٧٩]

آیت کریمہ میں ہے "وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ" فرماتے ہیں "الیم" کے معنی دردناک کے ہیں، یہ "الم" سے مشتق ہے اور "مُفعل" کے وزن پر ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے متعلق دو واقعات شان نزول کے طور پر نقل کئے ہیں پہلے اشعث بن قیس کا واقعہ نقل کیا اور دوسرا واقعہ حضرت عبداللہ بن اَبِی اَوْفیٰ سے ایک آدمی کا نقل کیا جس کا نام روایت میں نہیں ہے، یہ دونوں واقعات ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور یہ بات آپ نے اصول تفسیر میں پڑھ لی ہے کہ ایک آیت کی شانِ نزول میں مختلف واقعات ہوسکتے ہیں۔

ان امرأتین کانتا تَخْرِزَانِ فی بیت

یعنی دو عورتیں ایک گھر میں موزے اور جوتیاں سیا کرتی تھیں "وَقَدْ اُنْفِذَ بِاِشْفًى فی کفها فادعت علی الأخری" بِاِشْفًا بغیر تنوین کے بھی پڑھا گیا ہے اِشْفَا: جوتی گانٹھنے میں اور موزے وغیرہ سینے میں جو سوئی استعمال ہوتی ہے وہ اشفا ہے، ان کے اس عمل کے دوران ایک کے ہاتھ کی سوئی آر پار ہوگئی تو اس نے دوسری پر دعوی کیا کہ اس نے میرے ہاتھ کو زخمی کیا ہے۔

قضیہ حضرت ابن عباس ؓ کے پاس لیجایا گیا تو ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگوں کو محض ان کے دعوی سے اگر مدعی اور مطلوب دلا دیا جائے تو پھر تو لوگوں کا خون اور ان کے اموال ختم اور برباد ہوجائیں گے، اس ارشاد مبارک کو نقل کرنے سے حضرت ابن عباس ؓ کا مطلب یہ تھا کہ شریعت نے تنازعات اور مقدمات حل کرنے کے لئے مستقل اصول اور باقاعدہ ضوابط مقرر کئے ہیں کہ مدعی گواہ پیش کرے گا اور اگر اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو پھر مدعا علیہ سے قسم لی جائے گی، محض دعوی سے مدعی کے حق میں فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ آنے والی دو عورتوں میں مدعیہ کے پاس اگر گواہ نہیں ہے تو مدعا علیہا سے یمین کا مطالبہ متعین ہے اور چونکہ مدعیہ کے پاس گواہ نہیں تھے اس لئے حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ مدعا علیہا کو اللہ کی یاد دلاؤ اور قرآن کی یہ آیت پڑھ کر سناؤ (تاکہ کہیں جھوٹی قسم نہ کھالے) "اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ...." چنانچہ لوگوں نے اس عورت کو نصیحت کی اور خوف خدا یاد دلایا تو اس نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا، حضرت ابن عباس ؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا کہ یمین مدعیٰ علیہ پر ہے۔

٦٢ – باب : «قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللهَ» /٦٤.

سَوَاءٍ : قَصْدٍ .

٤٢٧٨ : حدَّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ مَعْمَرٍ . وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ :

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ مِنْ فِيهِ إِلَى فِيَّ قَالَ : انْطَلَقْتُ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، قَالَ : فَبَيْنَا أَنَا بِالشَّأْمِ ، إِذْ جِيءَ بِكِتَابٍ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى هِرَقْلَ ، قَالَ : وَكَانَ دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ جَاءَ بِهِ ، فَدَفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ بُصْرَى ، فَدَفَعَهُ عَظِيمُ بُصْرَى إِلَى هِرَقْلَ ، قَالَ : فَقَالَ هِرَقْلُ : هَلْ هَا هُنَا أَحَدٌ مِنْ قَوْمِ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ ؟ فَقَالُوا : نَعَمْ ، قَالَ : فَدُعِيتُ فِي نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ ، فَدَخَلْنَا عَلَى هِرَقْلَ ، فَأُجْلِسْنَا بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَقَالَ : أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا مِنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ ؟ فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ : فَقُلْتُ : أَنَا ، فَأَجْلَسُونِي بَيْنَ يَدَيْهِ ، وَأَجْلَسُوا أَصْحَابِي خَلْفِي ، ثُمَّ دَعَا بِتَرْجُمَانِهِ ، فَقَالَ : قُلْ لَهُمْ إِنِّي سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ ، فَإِنْ كَذَبَنِي فَكَذِّبُوهُ ، قَالَ أَبُو سُفْيَانَ : وَايْمُ اللّٰهِ ، لَوْلَا أَنْ يُؤْثِرُوا عَلَيَّ الْكَذِبَ لَكَذَبْتُ ، ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهِ : سَلْهُ كَيْفَ حَسَبُهُ فِيكُمْ ؟ قَالَ : قُلْتُ : هُوَ فِينَا ذُو حَسَبٍ ، قَالَ : فَهَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مَلِكٌ ؟ قَالَ : قُلْتُ : لَا ، قَالَ : فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ ؟ قُلْتُ : لَا ، قَالَ : أَيَتَّبِعُهُ أَشْرَافُ النَّاسِ أَمْ ضُعَفَاؤُهُمْ ؟ قَالَ : قُلْتُ : بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ ، قَالَ : يَزِيدُونَ أَوْ يَنْقُصُونَ ؟ قَالَ : قُلْتُ : لَا بَلْ يَزِيدُونَ ، قَالَ : هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ دِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ سَخْطَةً لَهُ ؟ قَالَ : قُلْتُ : لَا ، قَالَ : فَهَلْ قَاتَلْتُمُوهُ ؟ قَالَ : قُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ إِيَّاهُ ؟ قَالَ : قُلْتُ : تَكُونُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ سِجَالًا ، يُصِيبُ مِنَّا وَنُصِيبُ مِنْهُ ، قَالَ : فَهَلْ يَغْدِرُ ؟ قَالَ : قُلْتُ : لَا ، وَنَحْنُ مِنْهُ فِي هٰذِهِ الْمُدَّةِ لَا نَدْرِي مَا هُوَ صَانِعٌ فِيهَا ، قَالَ : وَاللّٰهِ مَا أَمْكَنَنِي مِنْ كَلِمَةٍ أُدْخِلُ فِيهَا شَيْئًا غَيْرَ هٰذِهِ ، قَالَ : فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ ؟ قُلْتُ : لَا ، ثُمَّ قَالَ لِتُرْجُمَانِهِ : قُلْ لَهُ : إِنِّي سَأَلْتُكَ عَنْ حَسَبِهِ فِيكُمْ ، فَزَعَمْتَ أَنَّهُ فِيكُمْ ذُو حَسَبٍ ، وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِي أَحْسَابِ قَوْمِهَا ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ فِي آبَائِهِ مَلِكٌ ، فَزَعَمْتَ أَنْ لَا ، فَقُلْتُ : لَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مَلِكٌ ، قُلْتُ رَجُلٌ يَطْلُبُ مُلْكَ آبَائِهِ ، وَسَأَلْتُكَ عَنْ أَتْبَاعِهِ : أَضُعَفَاؤُهُمْ أَمْ أَشْرَافُهُمْ ، فَقُلْتَ : بَلْ ضُعَفَاؤُهُمْ ، وَهُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ ، وَسَأَلْتُكَ : هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُونَهُ بِالْكَذِبِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ ، فَزَعَمْتَ أَنْ لَا ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَدَعَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ ، ثُمَّ

يَذْهَبَ فَيَكْذِبَ عَلَى اللهِ ، وَسَأَلْتُكَ : هَلْ يَرْتَدُّ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ دِينِهِ بَعْدَ أَنْ يَدْخُلَ فِيهِ سَخْطَةً لَهُ ، فَزَعَمْتَ أَنْ لَا ، وَكَذٰلِكَ الْإِيمَانُ إِذَا خَالَطَ بَشَاشَةَ الْقُلُوبِ ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَزِيدُونَ أَمْ يَنْقُصُونَ ، فَزَعَمْتَ أَنَّهُمْ يَزِيدُونَ ، وَكَذٰلِكَ الْإِيمَانُ حَتَّى يَتِمَّ ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوهُ ، فَزَعَمْتَ أَنَّكُمْ قَاتَلْتُمُوهُ ، فَتَكُونُ الْحَرْبُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ سِجَالاً ، يَنَالُ مِنْكُمْ وَتَنَالُونَ مِنْهُ ، وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلَى ، ثُمَّ تَكُونُ لَهُمُ الْعَاقِبَةُ ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَزَعَمْتَ أَنَّهُ لَا يَغْدِرُ ، وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ ، وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ هٰذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ ، فَزَعَمْتَ أَنْ لَا ، فَقُلْتُ : لَوْ كَانَ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ أَحَدٌ قَبْلَهُ ، قُلْتُ رَجُلٌ ائْتَمَّ بِقَوْلٍ قِيلَ قَبْلَهُ ، قَالَ : ثُمَّ قَالَ : بِمَ يَأْمُرُكُمْ ؟ قَالَ : قُلْتُ : يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ ، وَالزَّكَاةِ ، وَالصِّلَةِ ، وَالْعَفَافِ ، قَالَ : إِنْ يَكُ مَا تَقُولُ فِيهِ حَقًّا فَإِنَّهُ نَبِيٌّ ، وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ ، وَلَمْ أَكُ أَظُنُّهُ مِنْكُمْ ، وَلَوْ أَنِّي أَعْلَمُ أَنِّي أَخْلُصُ إِلَيْهِ لَأَحْبَبْتُ لِقَاءَهُ ، وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ ، وَلَيَبْلُغَنَّ مُلْكُهُ مَا تَحْتَ قَدَمَيَّ ، قَالَ : ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَرَأَهُ ، فَإِذَا فِيهِ : (بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ، مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ ، سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى ، أَمَّا بَعْدُ : فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ ، أَسْلِمْ تَسْلَمْ ، وَأَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ ، فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيسِيِّينَ ، وَ : «يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللهَ – إِلَى قَوْلِهِ – اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ») .

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ الْكِتَابِ ، ارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ عِنْدَهُ وَكَثُرَ اللَّغَطُ ، وَأُمِرَ بِنَا فَأُخْرِجْنَا ، قَالَ : فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي حِينَ خَرَجْنَا : لَقَدْ أَمِرَ أَمْرُ ابْنِ أَبِي كَبْشَةَ ، إِنَّهُ لَيَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْفَرِ ، فَمَا زِلْتُ مُوقِنًا بِأَمْرِ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ سَيَظْهَرُ حَتَّى أَدْخَلَ اللهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ .

قَالَ الزُّهْرِيُّ : فَدَعَا هِرَقْلُ عُظَمَاءَ الرُّومِ ، فَجَمَعَهُمْ فِي دَارٍ لَهُ ، فَقَالَ : يَا مَعْشَرَ الرُّومِ ، هَلْ لَكُمْ فِي الْفَلَاحِ وَالرَّشَدِ آخِرَ الْأَبَدِ ، وَأَنْ يَثْبُتَ لَكُمْ مُلْكُكُمْ ؟ قَالَ : فَحَاصُوا حَيْصَةَ حُمُرِ الْوَحْشِ إِلَى الْأَبْوَابِ ، فَوَجَدُوهَا قَدْ غُلِّقَتْ ، فَقَالَ : عَلَيَّ بِهِمْ ، فَدَعَا بِهِمْ فَقَالَ : إِنِّي إِنَّمَا اخْتَبَرْتُ شِدَّتَكُمْ عَلَى دِينِكُمْ ، فَقَدْ رَأَيْتُ مِنْكُمُ الَّذِي أَحْبَبْتُ ، فَسَجَدُوا لَهُ وَرَضُوا عَنْهُ .

[ر : ٧]

٦٣ – باب : «لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ – إِلَى – بِهِ عَلِيمٌ» /٩٢/ .

٤٢٧٩ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ :

أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِينَةِ نَخْلًا ، وَكَانَ أَحَبُّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ ، وَكَانَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ ، فَلَمَّا أُنْزِلَتْ : «لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ» . قَامَ أَبُو طَلْحَةَ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، إِنَّ ٱللّٰهَ يَقُولُ : «لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ» . وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءُ ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ ، أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ ٱللّٰهِ ، فَضَعْهَا يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ حَيْثُ أَرَاكَ ٱللّٰهُ ، قَالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (بَخْ ، ذٰلِكَ مَالٌ رَايِحٌ ، ذٰلِكَ مَالٌ رَايِحٌ ، وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ) . قَالَ أَبُو طَلْحَةَ : أَفْعَلُ يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ .

قَالَ عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ وَرَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ : (ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ) .

حَدَّثَنِي يَحْيَىٰ بْنُ يَحْيَىٰ قَالَ : قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ : (مَالٌ رَايِحٌ) .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ : حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ ثُمَامَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : فَجَعَلَهَا لِحَسَّانَ وَأُبَيٍّ ، وَأَنَا أَقْرَبُ إِلَيْهِ ، وَلَمْ يَجْعَلْ لِي مِنْهَا شَيْئًا . [ر : ۱۳۹۲]

بَخٍ، ذلک مال رابح

"بہت خوب یہ مال تو نفع والا ہے" بَخٍ اسم فعل ہے، مسرت اور تحسین کے موقع پر استعمال کرتے ہیں، بعض روایات میں "رَابح" کے بجائے "رایح" ہے یعنی مال تو آنے جانے والی چیز ہے، اسے اگر آخرت کے لئے ذخیرہ بنالیا جائے تو قیمتی بات ہے (۶۱)۔

حدثنی یحیی بن یحیی

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت کتاب الوکالۃ میں پوری نقل کی ہے (۶۲)۔

حدثنی محمد بن عبداللہ

یہ روایت امام بخاریؒ نے کتاب الوقف میں "باب اذا وقف او أوصی لأقاربه" کے تحت نقل کی ہے (۶۳)۔

---

(۶۱) عمدۃ القاری: ۱۸/۱۳۶

(۶۲) صحیح البخاری مع فتح الباری، کتاب الوکالۃ، باب اذا قال الرجل لوکیلہ: ۴/۴۹۳، رقم الحدیث ۲۳۱۸

(۶۳) دیکھیے صحیح البخاری مع فتح الباری کتاب الوصایا: ۵/۳۷۹ امام بخاری نے وہاں تعلیقاً ذکر کی ہیں۔

٦٤ – باب : «قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ» /٩٣/.

٤٢٨٠ : حدّثني إبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ الْيَهُودَ جاؤُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَٱمْرَأَةٍ قَدْ زَنَيَا ، فَقَالَ لَهُمْ : (كَيْفَ تَفعَلُونَ بِمَنْ زَنَى مِنكُمْ). قالُوا : نُحَمِّمُهُمَا وَنَضْرِبُهُمَا ، فَقَالَ : (لَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ الرَّجْمَ). فَقَالُوا : لَا نَجِدُ فِيهَا شَيْئًا ، فَقَالَ لَهُمْ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ سَلَامٍ : كَذَبْتُمْ ، فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنْتُمْ صادِقِينَ ، فَوَضَعَ مِدْرَاسُهَا الَّذِي يُدَرِّسُهَا مِنْهُمْ كَفَّهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ ، فَطَفِقَ يَقْرَأُ ما دُونَ يَدِهِ وَما وَرَاءَهَا ، وَلَا يَقْرَأُ آيَةَ الرَّجْمِ ، فَنَزَعَ يَدَهُ عَنْ آيَةِ الرَّجْمِ فَقَالَ : ما هٰذِهِ ؟ فَلَمَّا رَأَوْا ذٰلِكَ قالُوا : هِيَ آيَةُ الرَّجْمِ ، فَأَمَرَ بِهِمَا فَرُجِمَا قَرِيبًا مِنْ حَيْثُ مَوْضِعُ الْجَنَائِزِ عِنْدَ المَسْجِدِ ، فَرَأَيْتُ صَاحِبَهَا يَجْنَأُ عَلَيْهَا ، يَقِيهَا الْحِجَارَةَ . [ر : ١٢٦٤]

فرأيتُ صَاحِبَهَا يَجْنأُ (٦٤) عَلَيْهَا يَقِيهَا الْحِجَارَةَ

میں نے اس یہودی کو دیکھا کہ وہ اپنی محبوبہ کو پتھر سے بچانے کے لئے اپنی آڑ میں لیتا تھا لیکن آخر میں انجام یہی نکلا کہ جب اس میں سکت باقی نہ رہی تو وہ بھی مرا اور یہودیہ بھی مرگئی۔

٦٥ – باب : «كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ» /١١٠/.

٤٢٨١ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ مَيْسَرَةَ ، عَنْ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : «كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ». قالَ : خَيْرَ النَّاسِ لِلنَّاسِ ، تَأْتُونَ بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِي أَعْنَاقِهِمْ ، حَتَّى يَدْخُلُوا فِي الْإِسْلَامِ .

یہ بھی احتمال ہے کہ "کنتم خیر امة" سے صرف حضرات صحابہؓ مراد ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ پوری امت مراد ہو (٦٥) اگر صحابہ مراد ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ صحابہ بقیہ امت میں سب سے بہتر ہیں اور اگر پوری امت اس کی مخاطب ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ دیگر امتوں کے مقابلہ میں امتِ محمدیہ سب سے بہتر ہے اور ظاہر اور راجح یہی ہے کہ صرف صحابہ کرام کو مخاطب قرار نہ دیاجائے بلکہ پوری امت کو اس کا مخاطب قرار دیا

(٦٤) یعنی أكب عليها، من جَنَأَ يَجْنَأُ اذا مال عليه وعطف (عمدة القاری: ۱۸/ ۱۴۸)

(٦٥) معالم التنزیل: ۱/ ۳۴۱

جائے (٦٦)۔

روایت میں ہے کہ بہترین لوگ لوگوں کے لئے وہ ہیں جو ان کو بیڑیوں میں قید کر کے لاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہوجاتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ امتِ محمدیہ کی خیرِ امت ہونے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس امت کے مجاہدین کفار کو میدان جنگ سے قید کر کے لے آتے ہیں اور اس طرح ان مجاہدین کی قید میں بہت سارے کافر قیدی اسلام لے آتے ہیں اور ابدی سعادت کے مستحق ہوجاتے ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"گزشتہ رکوع کے شروع میں فرمایا تھا "يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ حَقَّ تُقَاتِهِ" درمیان میں اسی کے مناسب کچھ اوامرونواہی اور وعدووعید آگئی، یہاں سے پھر اسی اول مضمون کی تکمیل کی جاتی ہے یعنی اے مسلمانو! خدا تعالی نے تم کو تمام امتوں میں بہترین امت قرار دیا ہے، اس کے علم ازلی میں پہلے سے یہ مقدر ہو چکا تھا جس کی خبر بعض انبیائے سابقین کو بھی دیدی گئی تھی کہ جس طرح بی آخرالزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل ہونگے، آپ کی امت بھی جملہ امم و اقوام پر گوئے سبقت لے جائیں گی، کیونکہ اس کو سب سے اشرف و اکرم پیغمبر نصیب ہوگا، اَدوم و اکمل شریعت ملے گی، علوم و معارف کے دروازے اس پر کھول دیے جائیں گے، ایمان و عمل و تقوی کی تمام شاخیں اس کی محنت اور قربانیوں سے سرسبز و شاداب ہوں گی، وہ کسی خاص قوم و نسب یا مخصوص ملک و اقلیم میں محصور نہ ہوگی بلکہ اس کا دائرۂ عمل سارے عالم کو اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہوگا، گویا اس کا وجود ہی اس لیے ہوگا کہ دوسروں کی خیرخواہی کرے اور جہاں تک ممکن ہو انہیں جنت کے دروازوں پر لاکھڑا کر دے "أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" میں اسی طرف اشارہ ہے۔

تنبیہ:

اس سورت کے نویں رکوع میں "وَإِذْ أَخَذَ اللهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ...." سے نبی کریمؐ کی امامت و جامعیتِ کبری کا بیان ہوا تھا۔ دسویں رکوع میں "إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ..." سے اس امت کے قبلہ کی برتری دکھلائی گئی۔ گیارہویں رکوع میں "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا...." سے اس امت کی کتاب و شریعت کی مضبوطی کا اظہار فرمایا، اب یہاں بارہویں رکوع کے آغاز سے خود امتِ مرحومہ کی فضیلت و عظمت کا اعلان کیا جارہا ہے۔

(٦٦) فتح الباری: ٢٢٥/٨

"منکر" (برے کاموں) میں کفر، شرک، بدعات، رسومِ قبیحہ، فسق و فجور اور ہر قسم کی بداخلاقی اور نامعقول باتیں شامل ہیں، ان سے روکنا بھی کئی طرح ہوگا۔ کبھی زبان سے، کبھی ہاتھ سے، کبھی قلم سے، کبھی تلوار سے، غرض ہر قسم کا جہاد اس میں داخل ہوگیا، یہ صفت جس قدر عموم و اہتمام سے امتِ محمدیہ میں پائی گئی پہلی امتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی"

اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ بیان القرآن ۱/۴۷ پر لکھتے ہیں:

(كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ) "تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت (عام) لوگوں کے (نفع ہدایت پہنچانے کے) لیے ظاہر کی گئی ہے .... تم لوگ (بمقتضائے شریعت زیادہ اہتمام کے ساتھ) نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو....."

یہ خطاب تمام امتِ محمدیہ کو عام ہے جیسا "کمالین" میں حضرت علی کی روایت مرفوعاً بسند احمد بن حنبلؒ منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت خیرالامم ہے، پھر ان میں سے صحابہؓ اول و اشرف مخاطبین ہیں، اور "امربالمعروف و نہی عن المنکر" میں جو زیادہ اہتمام کی قید نکال دی گئی، مراد اس سے "امرونہی بالید" ہے جو اعلی درجہ اس کا ہے، یہ درجہ اس امت میں اور امم سے دو وجہ سے زیادہ ہے، اولاً.... جہاد کا مشروع ہونا، جس سے دفعِ کفر و دفعِ فساد مقصود ہے، ثانیاً.... بوجہِ عمومِ دعوتِ محمدیہ اس کا سب اقوام کے لیے عام ہونا، جیسا "لِلنَّاسِ" میں "عام" کا لفظ دیا گیا ہے، بخلاف شرائعِ سابقہ کے کہ بعض میں جہاد نہ تھا اور بعض میں بوجہ خصوص بعثت انبیاء سابقین کے سب اقوام کے لیے عام نہ تھا اور ظاہر ہے کہ زیادہ عمل سے زیادہ اجر ہے بلکہ صرف وجہ ثانی بھی کافی ہے پس یہ بھی منجملہ اسبابِ خیریت اس امت کے ہوا"

٦٦ – باب: «إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنكُمْ أَنْ تَفْشَلَا» /١٢٢/.

٤٢٨٢: حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ: فِينَا نَزَلَتْ: «إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَٱللهُ وَلِيُّهُمَا». قَالَ: نَحْنُ الطَّائِفَتَانِ: بَنُو حارِثَةَ وَبَنُو سَلِمَةَ، وَما نُحِبُّ – وَقالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: وَما يَسُرُّنِي – أَنَّهَا لَمْ تُنْزَلْ، لِقَوْلِ ٱللهِ: «وَٱللهُ وَلِيُّهُمَا». [ر: ٣٨٢٥]

٦٧ – باب: «لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ» /١٢٨/.

٤٢٨٣: حدّثنا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى: أخبرنا عبد الله: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ:

حَدَّثَنِي سَالِمٌ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ ﷺ: إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ يَقُولُ: (اللَّهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا). بَعْدَ مَا يَقُولُ: (سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ). فَأَنْزَلَ اللهُ: «لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ - إِلَى قَوْلِهِ - فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ».

رَوَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ. [ر: ۳۸٤۲]

٤۲۸٤: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ عَلَى أَحَدٍ، أَوْ يَدْعُوَ لِأَحَدٍ، قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ، فَرُبَّمَا قَالَ، إِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ: (اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ، وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ، وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ، اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ، وَاجْعَلْهَا سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ). يَجْهَرُ بِذٰلِكَ، وَكَانَ يَقُولُ فِي بَعْضِ صَلَاتِهِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ: (اللَّهُمَّ الْعَنْ فُلَانًا وَفُلَانًا). لِأَحْيَاءٍ مِنَ الْعَرَبِ، حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ: «لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ». الْآيَةَ. [ر: ۹٦۱]

اس آیت کے مختلف شانِ نزول بیان کئے گئے ہیں۔

❶ ایک تو یہ بیان کیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو کے لئے بددعا فرمائی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی (٦٧)۔

❷ ایک یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ نے ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ وغیرہ کے لئے دعا فرمائی تھی اور ساتھ ہی کہا تھا "اَللّٰھمّ اشْدُدْ وَطْأَتَک علی مضر" اس پر یہ آیت نازل ہوئی (٦٨)۔

❸ بعض حضرات نے کہا کہ جنگ احد میں عبداللہ بن قَمِئَہ کے پتھر مارنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر زخم آیا تھا، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "کیف یفلح قوم شَجّوا نبیھم" اس پر یہ آیت نازل ہوئی (٦٩)۔

❹ امام زہری، امام طحاوی اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ رعل اور ذکوان کے قصہ میں یہ آیت نازل ہوئی (٧٠)۔

---

(٦٧) تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۰۲

(٦٨) جیسا کہ روایت باب میں ہے

(٦٩) فتح الباری: ۸/۲۲۷ و تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۰۳ و معالم التنزیل: ۱/۳۵۰

(٧٠) فتح الباری: ۸/۲۲۷

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان تمام واقعات کے پیش آنے کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ہے کسی نے شانِ نزول میں ایک واقعہ ذکر کردیا اور کسی نے دوسرا واقعہ (۷۱) اور یہ بات آپ کو بتاہی دی گئی ہے کہ ایک آیت کے نزول کا سبب مختلف واقعات بن سکتے ہیں۔

٦٨ – باب : «وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ» /١٥٣/ :

وَهُوَ تَأْنِيثُ آخِرِكُمْ.

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ» /التوبة : ٥٢/ : فَتْحًا أَوْ شَهَادَةً.

٤٢٨٥ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ قالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ٱبْنَ عازِبٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : جَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ جُبَيْرٍ ، وَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ ، فَذَاكَ : إِذْ يَدْعُوهُمُ الرَّسُولُ فِي أُخْرَاهُمْ ، وَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ غَيْرُ ٱثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا. [ر : ٢٨٧٤]

پوری آیت ہے "إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلٰى أَحَدٍ وَّالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں "أُخْرَاكُمْ" "آخِرِكُمْ" کی تانیث ہے۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے اس پر اشکال کیا ہے کہ "اخریٰ" "آخِر" کی تانیث نہیں ہے، "آخِر" کی تانیث تو "آخِرة" آتی ہے (۷۲) علامہ عینی نے فرمایا کہ امام بخاری نے اس میں ابوعبیدہ کی اتباع کی ہے اور ابوعبیدہ سے اس میں ذہول ہوا ہے (۷۳)۔

لیکن علامہ قسطلانی وغیرہ حضرات نے فرمایا کہ امام بخاری کی نظر اس سلسلہ میں زیادہ دقیق ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ "آخِر" (خاء کے کسرہ کے ساتھ) تاخیر کے لئے آتا ہے اور "آخَر" (خاء کے فتحہ کے ساتھ) مغایرت کے لئے آتا ہے اور آیت کریمہ میں تاخیر بیان کرنا مقصود ہے، مغایرت کا بیان مقصود نہیں اس لئے امام بخاری نے اس کو "آخِر" (بکسر الخاء) کی تانیث قرار دیا اور "أُخریٰ" کو "آخِر" کے مؤنث کے طور پر استعمال کرنا لغت کے اندر موجود ہے بلکہ یہی اس کے اصلی معنی ہیں (۷۴)۔

---

(۷۱) فتح الباری: ۸/۲۲۷

(۷۲) فتح الباری: ۸/۲۲۷ وعمدۃ القاری: ۱۸/۱۵۱

(۷۳) عمدہ القاری: ۱۸/۱۵۱ (۷۴) الهدی الساری: ۸/۳۴۰

وقال ابن عباس: إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ: فتحًا أو شهادةً

یعنی تم ہمارے ساتھ دو بھلائیوں میں سے ایک کا انتظار کرتے رہو یا تو ہم کو فتح ہوگی یا شہادت ہوگی۔

"احدی الحسنیین" کا یہ کلمہ سورۃ آل عمران میں نہیں ہے بلکہ سورۃ براءت میں ہے "قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ" امام بخاری نے اس کو یہاں کس مناسبت سے ذکر کیا؟ علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کو یہاں ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اس کو سورۃ توبہ میں ذکر کرنا چاہیئے تھا (۷۵)۔

بعض حضرات نے کہا کہ "احدی الحسنیین" میں ایک بھلائی غزوۂ احد میں حاصل ہوئی تھی یعنی شہادت اور یہاں چونکہ ابواب غزوۂ احد کے متعلق چل رہے ہیں اس مناسبت سے اس کا ذکر کیا ہے (۷۶)۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام نے "اخری" کی مناسبت سے اس کو ذکر کیا ہو کہ جیسے "اخری" "آخِر" کی تانیث مطلقاً تاخیر کے معنی میں مستعمل ہے اسی طرح "حُسنی" "احسن" کی تانیث، مذکورہ آیت میں مطلقاً حسن کے معنی میں مستعمل ہے (۷۷)۔

٦٩ - باب: «أَمَنَةً نُعَاسًا» /١٥٤/.

٤٢٨٦: حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَبُو يَعْقُوبَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ: حَدَّثَنَا أَنَسٌ: أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ قَالَ: غَشِيَنَا النُّعَاسُ وَنَحْنُ فِي مَصَافِّنَا يَوْمَ أُحُدٍ، قَالَ: فَجَعَلَ سَيْفِي يَسْقُطُ مِنْ يَدِي وَآخُذُهُ، وَيَسْقُطُ وَآخُذُهُ. [ر: ٣٨٤١]

٧٠ - باب: «الَّذِينَ ٱسْتَجَابُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ ما أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَٱتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ» /١٧٢/.

الْقَرْحُ: ٱلْجِرَاحُ، اسْتَجَابُوا: أَجَابُوا، يَسْتَجِيبُ: يُجِيبُ.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "اِسْتَجَابُوا" کی تفسیر "اَجَابوا" کے ساتھ کی ہے یہ بتانے کے لئے کہ یہاں "سین" طلب کے لئے نہیں ہے۔

---

(۷۵) عمدة القاری: ۱۸/۱۵۱

(۷۶) فتح الباری: ۸/۲۲۸-۲۲۷

(۷۷) لامع الدراری: ۸/۴۳-۴۱ و تعلیقات لامع الدراری: ۸/۴۳

٧١ – باب : «إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ» . الآيَةَ /١٧٣/ .

٤٢٨٧/٤٢٨٨ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : أُرَاهُ قالَ : حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ : «حَسْبُنَا ٱللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ» . قالَهَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ ، وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ ﷺ حِينَ قالُوا : «إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَٱخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا ٱللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ» .

(٤٢٨٨) : حدّثنا مالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ قالَ : كانَ آخِرَ قَوْلِ إِبْرَاهِيمَ حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ : حَسْبِيَ ٱللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ .

یعنی "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ" یہ کلمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جس وقت ان کو آگ میں ڈالا گیا تھا فرشتے آئے اور کہا ہم آپ کی مدد اور نصرت کریں؟ تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ اس وقت کہا تھا جب ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے احد سے واپس ہوتے ہوئے کہا تھا کہ اب مقابلہ اگلے سال ہوگا تو آئندہ سال وقت مقررہ پر آپ بدر تک گئے اور یہ کلمہ پڑھا۔

علماء نے کہا ہے کہ "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ" شدائد اور مضایق کے وقت نہایت مجرب ہے (٧٨)

٧٢ – باب : «وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ ٱللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَٱللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ» /١٨٠/ .

سَيُطَوَّقُونَ : كَقَوْلِكَ طَوَّقْتُهُ بِطَوْقٍ .

٤٢٨٩ : حدّثني عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ مُنِيرٍ : سَمِعَ أَبَا النَّضْرِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ، هُوَ ٱبْنُ

(٧٨) فتح الباری: ٨/٢٩٠ وارشاد الساری: ١٠/١١٥

عَبْدِ ٱللهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (مَنْ آتَاهُ ٱللهُ مالاً فَلَمْ يُؤَدِّ زَكاتَهُ مُثِّلَ لَهُ مالُهُ شُجَاعًا أَقْرَعَ ، لَهُ زَبِيبَتَانِ ، يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ - يَعْنِي بِشِدْقَيْهِ - يَقُولُ : أَنَا مالُكَ أَنَا كَنْزُكَ) . ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الآيَةَ : «وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ ٱللهُ مِنْ فَضْلِهِ» . إِلَى آخِرِ الآيَةِ . [ر : ١٣٣٨]

سَيُطَوَّقُونَ "وہ لوگ طوق پہنائے جائیں گے" کہتے ہیں طَوَّقتہ بطَوقٍ، میں نے اس کو طوق پہنایا، میں نے اس کی گردن میں طوق کا ہار پہنا دیا.

٧٣ - باب :

«وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا» /١٨٦/ .

٤٢٩٠ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ ، عَلَى قَطِيفَةٍ فَدَكِيَّةٍ ، وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَرَاءَهُ ، يَعُودُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ في بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ، قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ . قالَ : حَتَّى مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيهِ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيٍّ ٱبْنُ سَلُولَ ، وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيٍّ ، فَإِذَا في الْمَجْلِسِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ ، وَالْيَهُودِ وَالْمُسْلِمِينَ ، وَفِي الْمَجْلِسِ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ رَوَاحَةَ ، فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ ، خَمَّرَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيٍّ أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ ، ثُمَّ قالَ : لَا تُغَبِّرُوا عَلَيْنَا ، فَسَلَّمَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَقَفَ ، فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ إِلَى ٱللهِ ، وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ ، فَقَالَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيٍّ ٱبْنُ سَلُولَ : أَيُّهَا الْمَرْءُ ، إِنَّهُ لَا أَحْسَنَ مِمَّا تَقُولُ إِنْ كانَ حَقًّا ، فَلَا تُؤْذِنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا ، ٱرْجِعْ إِلَى رَحْلِكَ ، فَمَنْ جَاءَكَ فَٱقْصُصْ عَلَيْهِ . فَقَالَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ رَوَاحَةَ : بَلَى يَا رَسُولَ ٱللهِ ، فَٱغْشَنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا ، فَإِنَّا نُحِبُّ ذٰلِكَ . فَٱسْتَبَّ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْيَهُودُ حَتَّى كادُوا يَتَثَاوَرُونَ ، فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَنُوا ، ثُمَّ رَكِبَ النَّبِيُّ ﷺ دَابَّتَهُ ، فَسَارَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : (يَا سَعْدُ ، أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قالَ أَبُو حُبَابٍ - يُرِيدُ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ أُبَيٍّ - قالَ : كَذَا وَكَذَا) . قالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، ٱعْفُ عَنْهُ ، وَٱصْفَحْ عَنْهُ ، فَوَالَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ ، لَقَدْ جَاءَ ٱللهُ بِالْحَقِّ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ وَلَقَدِ ٱصْطَلَحَ أَهْلُ هٰذِهِ الْبُحَيْرَةِ عَلَى

أَنْ يُتَوِّجُوهُ فَيُعَصِّبُوهُ بِالْعِصَابَةِ ، فَلَمَّا أَبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِي أَعْطَاكَ اللّٰهُ شَرِقَ بِذٰلِكَ ، فَذٰلِكَ فَعَلَ بِهِ ما رَأَيْتَ . فَعَفَا عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ يَعْفُونَ عَنِ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْكِتَابِ كما أَمَرَهُمُ اللّٰهُ ، وَيَصْبِرُونَ عَلَى الْأَذٰى ، قالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : «وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا» . الآيَةَ ، وَقالَ اللّٰهُ : «وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ» . إِلَى آخِرِ الآيَةِ ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَأَوَّلُ الْعَفْوَ ما أَمَرَهُ اللّٰهُ بِهِ ، حَتَّى أَذِنَ اللّٰهُ فِيهِمْ ، فَلَمَّا غَزَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَدْرًا ، فَقَتَلَ اللّٰهُ بِهِ صَنَادِيدَ كُفَّارِ قُرَيْشٍ ، قالَ ابْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَعَبَدَةِ الْأَوْثَانِ : هٰذَا أَمْرٌ قَدْ تَوَجَّهَ ، فَبَايِعُوا الرَّسُولَ ﷺ عَلَى الْإِسْلَامِ فَأَسْلَمُوا . [ر : ۲۸۲۵]

حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر فدک کے بنے ہوئے ایک کپڑے کو رکھنے کے بعد اس پر سوار ہوئے، حضرت اسامہ کو پیچھے بٹھایا اور بنو حارث بن خزرج میں حضرت سعد بن عبادہ کی عیادت کے لئے تشریف لے جانے لگے، یہ جنگ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے، راستہ میں ایک مجلس سے گزرے جس میں عبداللہ بن اُبَیّ بن سَلُول، مسلمان اور مشرکین مختلف قسم کے لوگ جمع تھے، اس مجلس میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ بھی تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا غبار مجلس پر چھانے لگا تو عبداللہ بن اُبَیّ نے اپنی ناک کو چادر سے چھپالیا اور کہنے لگا "گرد نہ اڑاؤ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کرکے سواری سے اترے اور اہل مجلس کو دعوتِ اسلام دی، اس پر عبداللہ بن ابی کہنے لگا "آپ کوئی زیادہ اچھی بات نہیں کہہ رہے ہیں، اگرچہ وہ حق ہو لیکن اس کے ذریعہ ہمیں تکلیف نہ پہنچائیں آپ گھر بیٹھیے جو آپ کے پاس وہاں آئے اس کے سامنے بیان کریں۔"

اس پر حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے فرمایا "کیوں نہیں، یارسول اللہ! آپ ہماری مجلسوں میں یہ کلام ضرور سنایا کریں ہمیں یہ کلام اچھا لگتا ہے" اس کے بعد مسلمان، مشرکین اور یہود ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب کو خاموش کرکے حضرت سعد بن عبادہ کے پاس گئے اور عبداللہ بن ابی کی شکایت کی، حضرت سعد نے کہا، اس کو معاف کردیجیے دراصل آپ کی آمد سے قبل اہل مدینہ نے عبداللہ بن ابی کو تاج پہنانے اور اس کے سرپر عمامہ باندھنے پر اتفاق کرلیا تھا (کہ یہ ہمارا سردار ہوگا)

لیکن جب اللہ تعالی نے آپ کو دیئے ہوئے حق کے ذریعہ اس کو سرداری سے محروم کردیا تو وہ چڑ گیا ہے اور اسی وجہ سے آپ کے ساتھ اس قسم کی گفتگو کی، چنانچہ آپ نے اس کو معاف کردیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ مشرکین اور اھل کتاب سے درگزر کیا کرتے تھے اور ان کی تکالیف پر صبر کیا کرتے تھے کیونکہ اللہ جل شانہ کا آپ کو یہی حکم تھا.... یہاں تک کہ اللہ تعالی نے جہاد کی اجازت دیدی، اجازت جہاد کے بعد جب غزوہ بدر میں قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے تو عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے کہا کہ اسلام کا یہ معاملہ تو اب غالب ہوکر ہی رہے گا اس لئے ان لوگوں نے بیعت کی اور ظاہری طور پر اسلام میں داخل ہوگئے۔ اس روایت میں چند الفاظ ہیں، ذرا ان کو دیکھ لو

قَطِيفَة فَدَكِيَّة

قَطِيفَة موٹے کپڑے کو کہتے ہیں اور فَدَكِيَّة: فَدَک کی طرف منسوب ہے یعنی مقام فَدَک کا موٹا کپڑا، کمبل

فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ

عَجَاجة، غبار کو کہتے ہیں یعنی جب مجلس پر سواری سے اٹھنے والا غبار چھا گیا

خَمَّرَ عبداللّٰہ بن ابی انفہ بردائہ

یعنی عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک اپنی چادر سے ڈھانپ لی، خَمَّرَ کے معنی ڈھانپنے کے آتے ہیں۔

لَا أَحْسَنَ مما تقول

اس میں "لا" نافیہ ہے، لا نافیہ کی خبر محذوف ہے لَا أَحْسَنَ کائن مما تقول۔

بعضوں نے کہا "احسن" خبر ہے اور مرفوع ہے اور "لا" کا اسم محذوف ہے یعنی "لاشئی احسن مما تقول" اور کشمیہنی کی روایت میں "احسن" اسم تفضیل کا صیغہ نہیں ہے بلکہ باب افعال سے مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے "لا اُحْسِنُ" اور ایک روایت میں "لَأَحْسَنَ" ہے اس میں "لا" نافیہ نہیں ہے، بلکہ "احسن" اسم تفضیل پر لام تاکید ہے اور معنی ہیں "لَأَحْسَنَ من ھذا ان تقعد فی بیتک ولا تأتینا" یعنی اس سے بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے گھر میں بیٹھیں اور ہمارے پاس نہ آئیں (۷۹)۔

(۷۹) دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۸/۱۵۶ و فتح الباری: ۸/۲۳۲

ولقد اصطلح اهل هذه البُحَيرة على ان يُتوِّجوه فيعصبوه بالعصابة

بُحَيرۃ (بفتح الباء و کسر الحاء او بضم الباء وفتح الحاء المهملة) مدینہ منورہ کا نام ہے (۸۰)۔ توّج، یُتوِّج کے معنی ہیں: تاج پہنانا، یعنی مدینہ والوں نے اتفاق کرلیا تھا کہ اس کو تاج پہنائیں گے اور اس کے سر پر سرداری کا عمامہ باندھیں گے۔

فبايعوا الرسول صلى الله عليه وسلم على الاسلام فأسلموا

اس سے ظاہری اسلام مراد ہے کہ ان لوگوں نے حالات دیکھ کر ظاہری طور پر اسلام قبول کرلیا۔

٧٤ – باب : «لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا» /١٨٨/ .

٤٢٩١ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قالَ : حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رِجالاً مِنَ المُنَافِقِينَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، كانَ إِذَا خَرَجَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ إِلَى الْغَزْوِ تَخَلَّفُوا عَنْهُ ، وَفَرِحُوا بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَإِذَا قَدِمَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ اعْتَذَرُوا إِلَيْهِ وَحَلَفُوا ، وَأَحَبُّوا أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا ، فَنَزَلَتْ : «لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا» . الآيَةَ .

٤٢٩٢ : حدّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ : أَنَّ ٱبْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ : أَنَّ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ مَرْوَانَ قالَ لِبَوَّابِهِ : ٱذْهَبْ يا رَافِعُ إِلَى ٱبْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْ : لَئِنْ كانَ كُلُّ ٱمْرِئٍ فَرِحَ بِمَا أُوتِيَ ، وَأَحَبَّ أَنْ يُحْمَدَ بِمَا لَمْ يَفْعَلْ ، مُعَذَّبًا لَنُعَذَّبَنَّ أَجْمَعُونَ . فَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : وَما لَكُمْ وَلِهٰذِهِ ، إِنَّمَا دَعا النَّبِيُّ ﷺ يَهُودَ فَسَأَلَهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَكَتَمُوهُ إِيَّاهُ ، وَأَخْبَرُوهُ بِغَيْرِهِ ، فَأَرَوْهُ أَنْ قَدِ ٱسْتَحْمَدُوا إِلَيْهِ بِمَا أَخْبَرُوهُ عَنْهُ فِيما سَأَلَهُمْ ،

---

(۸۰) اهل هذا البحرة، في رواية الحموى "البحيرة" بالتصغير، وهذا اللفظ يطلق على القرية وعلى البلد، والمراد به ههنا المدينة المنورة، ونقل ياقوت: ان البحرة من اسماء المدينة المنورة (فتح البارى: ۸/۲۳۲) ومعجم البلدان: ۱/۳۴۲

(۴۲۹۱) اخرجه البخارى فى كتاب التفسير، باب لا تحسبن الذين يفرحون بما اتوا، رقم الحديث: ۴۲۹۱، و اخرجه مسلم فى اوائل كتاب صفات المنافقين واحكامهم، رقم الحديث: ۲۷۷۷

(۴۲۹۲) اخرجه البخارى فى كتاب التفسير، باب لا تحسبنّ الذين يفرحون بما اتوا، رقم الحديث: ۴۲۹۲، و اخرجه مسلم فى كتاب صفات المنافقين واحكامهم، رقم الحديث: ۲۷۷۸، و اخرجه الترمذى فى كتاب التفسير، باب ومن سورة آل عمران، رقم الحديث: ۳۰۱۴

وَفَرِحُوا بِمَا أُتُوا مِنْ كِتَابِهِمْ ، ثُمَّ قَرَأَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «وَإِذْ أَخَذَ ٱللّٰهُ مِيثَاقَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا ٱلْكِتَابَ – كَذٰلِكَ ، حَتّٰى قَوْلِهِ – يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا» .

تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ .

حدّثنا ٱبْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا الحَجَّاجُ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ : أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ : أَنَّ مَرْوَانَ : بِهٰذَا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے سببِ نزول میں دو واقعات ذکر کئے ہیں۔

پہلا واقعہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ منافقین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شرکت نہیں کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوات سے واپس تشریف لے آتے تو یہ لوگ آپؐ کی خدمت میں آکر اعذار پیش کرتے اور قسمیں کھاتے کہ ہم تو معذور تھے اور جی چاہتا تھا کہ ہم آپ کے ساتھ شرکت کریں لیکن عذر کی بناء پر شرکت نہ کرسکے تو ایک طرف تو جہاد میں نہ جانے کی ان کو خوشی ہوتی اور دوسری طرف اپنی تعریف کے متوقع ہوتے تھے اس بات پر کہ وہ صرف عذر کی وجہ سے رہ گئے تھے حالانکہ وہ معذور نہیں تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

دوسرا واقعہ علقمہ بن وقاص کی روایت میں ہے کہ مروان بن الحکم نے حضرت ابن عباسؓ کے پاس آدمی بھیجا اور دریافت کیا کہ آیت کریمہ میں ہے "وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا" یعنی عمل کے بغیر یہ چاہنا کہ ہماری تعریف کی جائے عذاب کا سبب بنے گا تو ہر وہ آدمی جو چاہتا ہو کہ جو عمل اس نے نہیں کیا اس پر بھی اس کی تعریف کی جائے معذب ہوگا تو پھر ہم سب معذب ہوں گے (کیونکہ ہم سب کی یہی حالت ہے)

حضرت ابن عباسؓ نے جواب میں فرمایا کہ تمہارا اس آیت سے کیا تعلق؟ پھر اس آیت کا سبب نزول بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو بلایا اور ان سے کوئی بات دریافت کی یہودیوں نے اصل بات تو بتائی نہیں اور دوسری بات بیان کردی، ساتھ ان کی یہ خواہش ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے جواب میں جو بات انہوں نے بتائی اس پر ان کی تعریف کی جائے، تو ایک طرف تو اصل اور حق بات کے کتمان پر خوش تھے اور دوسری طرف چاہتے تھے کہ ان کی تعریف بھی ہو اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی "يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا"

امام بخاری نے یہ دونوں واقعات اس آیت کے سببِ نزول میں بیان کئے ہیں اور یہ بات آپ جانتے ہیں کہ سببِ نزول میں مختلف واقعات پیش آسکتے ہیں۔

٧٥ – باب :

«إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ» /١٩٠/ .

٤٢٩٣ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قالَ : أَخْبَرَنِي شَرِيكُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ ، عَنْ كُرَيْبٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : بِتُّ عِنْدَ خالَتِي مَيْمُونَةَ ، فَتَحَدَّثَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَعَ أَهْلِهِ ساعَةً ثُمَّ رَقَدَ ، فَلَمَّا كانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ قَعَدَ ، فَنَظَرَ إِلَى السَّماءِ فَقالَ : «إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ» . ثُمَّ قامَ فَتَوَضَّأَ وَاسْتَنَّ ، فَصَلَّى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً ، ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ . [ر : ١١٧]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آگے سورۃ النساء تک مختلف ابواب کے تحت وہی ایک حدیث لیلۃ المبیت والی ذکر کی ہے مبیت کا واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے جب حضرت ابن عباسؓ اپنی خالہ ام المومنین حضرت میمونہؓ کے ہاں گئے اور وہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کے معمولات دیکھے، ان میں ایک معمول یہ بیان کیا کہ آپ نے جاگنے کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور سورۃ آل عمران کی آیت "اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ..." سے لیکر سورۃ کے ختم تک گیارہ آیات تلاوت کیں، یہاں روایت میں دس آیات کا ذکر آیا ہے تو گویا یہاں روایت میں کسر کو حذف کردیا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی رات کو بیدار ہو تو اتباع سنت میں یہ آیات پڑھ لینی چاہئیں۔

٧٦ – باب : «الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ» /١٩١/ .

٤٢٩٤ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ، عَنْ مالِكِ بْنِ أَنَسٍ ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمانَ ، عَنْ كُرَيْبٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : بِتُّ عِنْدَ خالَتِي مَيْمُونَةَ ، فَقُلْتُ لَأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَطُرِحَتْ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ وِسادَةٌ ، فَنامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي طُولِهَا ، فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ ، ثُمَّ قَرَأَ الآيَاتِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ آلِ عِمْرَانَ حَتَّى خَتَمَ ، ثُمَّ أَتَى شَنًّا مُعَلَّقًا ، فَأَخَذَهُ فَتَوَضَّأَ ، ثُمَّ قامَ يُصَلِّي ، فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ ما صَنَعَ ، ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ ، فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِي ، ثُمَّ أَخَذَ بِأُذُنِي فَجَعَلَ يَفْتِلُهَا ،

ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ أَوْتَرَ . [ر : ١١٧]

٧٧ - باب : «رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَما لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ» /١٩٢/.

٤٢٩٥ : حدَّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسٰى : حَدَّثَنَا مالِكٌ ، عَنْ مَخْرَمَةَ ابْنِ سُلَيْمانَ ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَهِيَ خالَتُهُ ، قالَ : فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ ، وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا ، فَنامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ ، أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ ، أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدَيْهِ ، ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ ، ثُمَّ قامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا ، فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ ، ثُمَّ قامَ يُصَلِّي ، فَصَنَعْتُ مِثْلَ ما صَنَعَ ، ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ ، فَوَضَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي ، وَأَخَذَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ أَوْتَرَ ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جاءَهُ الْمُؤَذِّنُ ، فَقامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ . [ر : ١١٧]

٧٨ - باب : «رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلإِيمَانِ» /١٩٣/ . الآيَةَ .

٤٢٩٦ : حدَّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمانَ ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَهِيَ خالَتُهُ ، قالَ : فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ ، وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا ، فَنامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ ، أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ ، أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ ، اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ، فَجَلَسَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ ، ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الآيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ ، ثُمَّ قامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا ، فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ ، ثُمَّ قامَ يُصَلِّي . قالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ ما صَنَعَ ، ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ ، فَوَضَعَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي ، وَأَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى يَفْتِلُهَا ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ أَوْتَرَ ، ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جاءَهُ الْمُؤَذِّنُ ، فَقامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ . [ر : ١١٧]

٧٩ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ النِّسَاءِ .

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «يَسْتَنْكِفُ» /١٧٢/ : يَسْتَكْبِرُ . قِوَامًا : قِوَامُكُمْ مِنْ مَعَايِشِكُمْ «لَهُنَّ سَبِيلاً» /١٥/ : يَعْنِي الرَّجْمَ لِلثَّيِّبِ وَالْجَلْدَ لِلْبِكْرِ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «مَثْنَى وَثُلَاثَ» /٣/ : يَعْنِي اثْنَتَيْنِ وَثَلَاثًا وَأَرْبَعًا ، وَلَا تُجَاوِزُ الْعَرَبُ رُبَاعَ

سورۃ النساء

قال ابن عباس : یَسْتَنْکِفُ : یَسْتَکْبِرُ

"لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیَسْتَکْبِرْ فَسَیَحْشُرُھُمْ اِلَیْہِ جَمِیْعًا"

حضرت ابن عباسؓ نے یَسْتَنْکِفَ کی تفسیر یستکبر سے کی ہے اس صورت میں آیتِ کریمہ میں "یستکبر یستنکف" کے لئے عطف تفسیری ہوگا، استنکاف کے اصل معنی عار سمجھنے اور حقیر سمجھ کر ناک بھوں چڑھانے کے آتے ہیں۔

قِوَامًا : قوامکم من معایشکم

"وَلَا تُؤْتُوا السُّفَھَآءَ اَمْوَالَکُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْھُمْ فِیْھَا" حضرت ابن عباسؓ کی دو قرائتیں ہیں، ایک قراءت "قِوَامًا" ہے جسے ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے (۱) اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہی روایت نقل کی ہے اور دوسری قراءت "قیاما" ہے جسے امام طبری نے نقل کیا ہے (۲) "قِوَامًا" کی تفسیر امام بخاری نے کی ہے "قِوامکم من معایشکم" یعنی وہ چیزیں جن کے ذریعہ معیشت اور زندگی کا قیام ہوتا ہے۔

---

(۱) فتح الباری: ۸/۲۳۷

(۲) فتح الباری: ۸/۲۳۷

لَهُنَّ سَبِيلاً: يعني الرجم للثيب والجلد للبكر

”وَالّٰتِي يَأْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوْا فَأَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلاً“

ابتدائے اسلام میں زنا کرنے والی عورتوں کو سزا کے طور پر حبس فی البیوت کا حکم تھا لیکن یہ حکم پھر منسوخ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے دوسرا راستہ بتایا کہ ثیبہ کو رجم کیا جائے اور باکرہ کو کوڑے لگائے جائیں گے۔

وقال غيره: مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ يعني اثنتين وثلاثا واربعا، ولا تجاوز العرب رُبٰاع

غیرہ کی ضمیر حضرت ابن عباسؓ کی طرف لوٹ رہی ہے اور یہ تفسیر ابوعبیدہ نے مجاز القرآن میں کی ہے (۳) اشکال ہوتا ہے کہ ”مَثْنٰى وَثُلٰثَ“ کے معنی میں تو تکرار ہوتا ہے، انہوں نے تفسیر میں اس تکرار کا ذکر نہیں کیا، اس کے جواب میں یا تو کہا جائے کہ بربنائے شہرت انہوں نے تکرار کو ذکر نہیں کیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے نزدیک اس کے معنی میں تکرار نہ ہو اور تیسری بات یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہاں تکرار مقصود نہیں اس لئے اس کا ذکر نہیں کیا (۴)۔

اس کے بعد امام نے فرمایا کہ یہ عدد ”رُبٰاع“ تک استعمال کیا جاتا ہے، اس سے آگے خُماس اور مَخْمَس وغیرہ استعمال نہیں کرتے ہیں، لیکن اس سلسلہ میں نحاۃ کا اختلاف ہے کوفیین کہتے ہیں کہ اس میں قیاس کا دخل ہے اور ”رُبَاع“ سے آگے بھی عُشَار، مَعْشَر تک استعمال کیا جاسکتا ہے جبکہ بصریین کہتے ہیں کہ اس میں قیاس کا دخل نہیں ہے، اہل عرب سے رباع تک استعمال منقول ہے اس لئے صرف یہیں تک استعمال کیا جائے گا، اس سے آگے نہیں (۵) راجح قول بصریین ہی کا ہے اور امام نے اسی کی تائید کی ہے۔

ان سب میں دو لغت ہیں فُعال اور مَفْعَل، کہتے ہیں کہ: اُحَاد، مَوْحَد، ثُناء، مَثْنٰى، ثُلاث، مَثْلَث۔ ابواسحاق ثعلبی نے ایک تیسری لغت بھی نقل کی ہے فُعَل، اُحَد، ثُنٰى، ثُلَث، ”عمر“ اور ”زفر“ کی طرح (۶) ترکیب میں یہ غیر منصرف ہیں، عدل اور وصف دو سبب ان میں پائے جاتے ہیں۔

---

(۳) فتح الباری: ۸/۲۳۸ وعمدۃ القاری: ۱۸/۱۶۲

(۴) عمدۃ القاری: ۱۸/۱۶۲

(۵) فتح الباری: ۸/۲۳۸ وعمدۃ القاری: ۱۸/۱۶۳

(۶) دیکھیے الجامع لاحکام القرآن: ۵/۱۵

آیت کریمہ سے ایک غلط استدلال اور اس کا جواب

قرآن شریف کی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے بعض اهل ظاہر اور خوارج نے کہا کہ اس آیت سے نو عورتوں کے ساتھ نکاح کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں واو جمع کے لئے ہے تو دو اور تین پانچ اور پانچ اور چار نو ہوئے، اپنی اس بھونڈی بات کی تائید انہوں نے اس سے بھی کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نو شادیاں کی تھیں۔

بعض اہل ظاہر اس سے بھی آگے بڑھے اور کہا کہ آیت سے اٹھارہ عورتوں کے ساتھ نکاح کا جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ مثنیٰ، ثلاث اور رباع کے معنی میں تکرار ہے تو دو دو، چار۔ تین تین، چھ۔ چار چار، آٹھ۔ اس طرح چار، چھ اور آٹھ اٹھارہ بنے (۷)۔

لیکن ان حضرات کا یہ استدلال جہالت پر مبنی ہے، سنت اور اجماع امت کے خلاف ہے، صحابہؓ تابعین اور تبع تابعین میں کسی سے بھی چار سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح ثابت نہیں ہے۔ امام مالک نے موطا میں، امام نسائیؒ اور امام دارقطنی نے اپنی سنن میں روایت نقل کی ہے کہ غیلان بن امیہ ثقفی اسلام لائے تو ان کے پاس دس عورتیں تھیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "اختر منهن اربعا، وفارق سائرهن" (۸) دس میں چار کو اختیار کرو باقی کو چھوڑ دو۔

اسی طرح حارث بن قیس نے اسلام قبول کیا تو ان کے پاس آٹھ عورتیں تھیں، انہوں نے آپؐ کے سامنے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا "اختر منهن اربعا" (۹)

باقی رہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نو نکاح کرنا تو یہ آپؐ کی خصوصیات میں سے تھا۔ (۱۰)

پھر دوسری بات یہ ہے کہ اگر قرآن نو یا اٹھارہ عورتوں سے نکاح کی اجازت دیتا تو "تسع" یا "ثمان عشرۃ" کا لفظ استعمال کرتا کہ اس میں اختصار تھا جو اسلوبِ قرآن کے عین مطابق ہوتا لیکن قرآن نے یہ لفظ استعمال نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کا مقصود وہ نہیں جو یہ جاہل سمجھے ہیں۔

ان حضرات نے واو جمع کے معنی میں لیا ہے لیکن واو جمع کے لئے نہیں ہے، علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ واو یہاں موضع بدل میں استعمال ہوا ہے اور آیت کریمہ کا مطلب

(۷) الجامع لاحکام القرآن: ۱۷/۵
(۸) الجامع لاحکام القرآن: ۱۷/۵ و تفسیر ابن کثیر: ۴۵۰/۱
(۹) الجامع لاحکام القرآن: ۱۷/۵ و تفسیر ابن کثیر: ۴۵۱/۱
(۱۰) تفسیر ابن کثیر: ۴۵۰/۱ و الجامع لاحکام القرآن: ۱۷/۵

ہے "انکحوا ثلاثا بدلا من مثنی، ورباع بدلا من ثلاث" یعنی دو کے بجائے تین سے نکاح کرسکتے ہو تین کے بجائے چار سے نکاح کرسکتے ہو (۱۱)۔

اور حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہاں "واو" "او" کے معنی میں ہے یعنی یا دو سے نکاح کرو یا تین سے یا چار سے۔

بعض اہل ظاہر اور خوارج نے مثنی، ثلاث اور رباع کے معنی مکرر لے کر اٹھارہ عورتوں کے جواز پر جو استدلال کیا ہے وہ بھی درست نہیں ایک تو اس لئے کہ جیسا کہ کہا گیا کہ واو جمع کے لئے نہیں، دوسرے اس لئے کہ یہ خطاب توزیع اور تقسیم کے طور پر ہے اور اس خطاب کے مخاطبین بھی متعدد ہیں اور ایسی صورت میں قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ خطاب توزیع کے بعد جو عدد آتا ہے وہ بھی موزّعا مراد ہوتا ہے، قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں اس قاعدہ کو مثال سے یوں واضح کیا کہ مثلاً کوئی شخص کسی جماعت سے کہے "خذوا من ہذہ الدارھم مثنی" تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر آدمی دو دو درہم اٹھائے، یہ مطلب اس کا ہرگز نہیں ہوگا کہ ہر آدمی چار درہم اٹھائے (۱۲) مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ نے شرح وقایہ کی شرح اور حاشیہ میں اس قاعدہ پر بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے (۱۳)۔

٨٠ – باب : «وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى» /٣/.

٤٢٩٧/٤٢٩٨ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : أَنَّ رَجُلاً كَانَتْ لَهُ يَتِيمَةٌ فَنَكَحَهَا ، وَكَانَ لَهَا عَذْقٌ ، وَكَانَ يُمْسِكُهَا عَلَيْهِ ، وَلَمْ يَكُنْ لَهَا مِنْ نَفْسِهِ شَيْءٌ ، فَنَزَلَتْ فِيهِ : «وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى» . أَحْسِبُهُ قَالَ : كَانَتْ شَرِيكَتَهُ فِي ذٰلِكَ الْعَذْقِ وَفِي مَالِهِ .

(٤٢٩٨) : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : «وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامٰى» . فَقَالَتْ : يَا ابْنَ أُخْتِي ، هٰذِهِ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا ، تَشْرَكُهُ فِي مَالِهِ ، وَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا ، فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا ، فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ ، فَنُهُوا عَنْ أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوا لَهُنَّ

---

(۱۱) الجامع لاحکام القرآن: ۵/ ۱۷

(۱۲) دیکھیے تفسیر مظہری: ۲/ ۷ (۱۳) السعایۃ فی کشف ما فی شرح الوقایۃ: ۱/ ۷۱۔ وغایۃ

أَعْلَى سُنَّتِهِنَّ فِي الصَّدَاقِ ، فَأُمِرُوا أَنْ يَنْكِحُوا ما طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ . قالَ عُرْوَةُ : قالَتْ عائِشَةُ : وَإِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعْدَ هٰذِهِ الآيَةِ ، فَأَنْزَلَ اللهُ : «وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ» . قالَتْ عائِشَةُ : وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى فِي آيَةٍ أُخْرَى : «وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ» . رَغْبَةُ أَحَدِكُمْ عَنْ يَتِيمَتِهِ ، حِينَ تَكُونُ قَلِيلَةَ المَالِ وَالجَمَالِ ، قالَتْ : فَنُهُوا - أَنْ يَنْكِحُوا - عَمَّنْ رَغِبُوا فِي مالِهِ وَجَمَالِهِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ إِلَّا بِالقِسْطِ ، مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ إِذَا كُنَّ قَلِيلَاتِ المَالِ وَالجَمَالِ . [ر : ۲۳٦۲]

بعض رافضی کہتے ہیں کہ "وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا" شرط ہے اور "فَانْكِحُوا" جزاء ہے اور شرط و جزاء کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے، ایک تہائی قرآن مجید اس شرط جزاء کے درمیان میں سے غائب کیا گیا ہے اس لئے عبارت میں ربط نہیں رہا حالانکہ وہ ضروری ہے۔

یہاں باب کی دونوں روایات میں اس آیت کا سببِ نزول بیان کیا گیا ہے اور اس سے شرط و جزاء کے درمیان ربط اور آیت کریمہ کا مطلب سمجھ میں آجاتا ہے۔

پہلی روایت حضرت عائشہؓ سے ہے فرماتی ہیں کہ ایک شخص کے پاس یتیم لڑکی تھی، اس لڑکی کا ایک باغ تھا، اس شخص نے (جو اس لڑکی کا ولی تھا) اس لڑکی سے صرف اس باغ کی وجہ سے شادی کرلی حالانکہ دل میں اس سے کوئی تعلق اور اس کے ساتھ کوئی محبت نہیں تھی تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی "وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا" آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ ایسی صورت میں جب تمہیں دل سے تعلق نہ ہو اور یتیم لڑکی سے محبت نہ ہو اور تمہیں خوف ہو کہ ان کے بارے میں تم انصاف نہیں کرسکو گے تو دوسری حلال عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں۔

أَحْسِبُهُ: قال: كانت شريكته في ذلك العَذْقِ وفي ماله

ہشام کہتے ہیں میرا خیال ہے حضرت عُروہ نے کہا کہ اس باغ میں اور اس شخص (ولی) کے مال میں وہ یتیم لڑکی اس کے ساتھ شریک تھی "أحسبه" کے قائل، ابن جریج کے شاگرد ھشام بن یوسف ہیں اور "قال" کی ضمیر حضرت عروہ کی طرف راجع ہے، علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ "احسبہ" کے قائل ھشام بن عروہ بھی ہوسکتے ہیں (۱۴) اور قال کی ضمیر اسی طرح حضرت عروہ کی طرف راجع ہے۔

(۱۴) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۱٦۳

عَذق (عین کے فتحہ کے ساتھ) کھجور کا درخت، باغ، جمع اعذق آتی ہے اور عِذق (عین کے کسرہ کے ساتھ) انگور کے گچھے اور کھجور کے خوشہ کو کہتے ہیں (۱۵)۔

دوسری روایت بھی حضرت عائشہؓ سے ہے، حضرت عروہ نے ان سے قرآن کی مذکورہ آیت کے متعلق دریافت کیا تو فرمانے لگیں، یہ آیت ایسی یتیم لڑکی کے بارے میں ہے جو اپنے ولی کی پرورش میں ہو اور اس کے مال میں شریک ہو، ولی کو اس لڑکی کا مال اور جمال پسند ہو لیکن ولی مہر میں انصاف کئے بغیر اس سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو ایسے لوگوں کو ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح سے منع کیا گیا ہے، ہاں اگر انصاف کرسکتے ہوں اور مہر پورا ادا کرسکتے ہوں تو پھر اجازت ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت نازل فرمائی وہ ہے "وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ، قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ، وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِي يَتٰمَى النِّسَاءِ الّٰتِي لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ، وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ" (النساء:۱۲۷)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس دوسری آیت میں "وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ" سے مراد یہ ہے کہ جب یتیم لڑکی کے پاس مال اور جمال کم ہو تو ایسی صورت میں تم ان کے ساتھ نکاح کرنے سے اعراض کرتے ہو لہذا اگر وہ لڑکیاں کثرت مال اور کثرت جمال والی ہوں تو ان کے ساتھ نکاح اسی صورت میں کرسکتے ہو جب ان کے ساتھ انصاف کرسکو، یہ حکم اس لئے ہے کہ مال اور جمال نہ ہونے کی صورت میں لوگ ان کے ساتھ نکاح سے اعراض کرتے ہیں۔

اس دوسری روایت میں ہے "قالت عائشة: وقول اللّٰه فی آية اخری: وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ" اس پر یہ اشکال ذہن میں آتا ہے کہ "وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ" کی آیت "وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ" والی آیت ہی میں ہے کسی دوسری آیت میں نہیں تو پھر اس کو "فی آية اخری" کیسے کہہ دیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ "وَتَرْغَبُوْنَ" کو "فی آية اخری" "وَيَسْتَفْتُونَكَ" کے اعتبار سے نہیں کہا بلکہ "وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا" کے اعتبار سے کہا ہے۔

امام بخاری کی روایت میں سقوط ہوگیا ہے، اس لئے یہ اشکال ہوتا ہے، امام مسلم نے یہ روایت نقل کی ہے، اس سے یہ اشکال نہیں ہوتا، اس کے الفاظ ہیں "قالت عائشة: والذی ذكر اللّٰه: "اِنَّهٗ يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ....." الاية الاولى التی قال اللّٰه فيها: "وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى، فَانْكِحُوْا مَا طَابَ

(۱۵) عمدة القاری: ۱۸/۱۶۳

لکُمْ" قالت: وقول اللہ عزوجل فی الایۃ الاخرۃ "وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ " (۱۶)

"فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ " میں "ما" استعمال کیا گیا ہے جو عام طور سے غیر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے جبکہ عورتیں ذوی العقول ہیں، اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

❶ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ "ما" اور "من" دونوں ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ "وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا " یہاں "ما" "مَن" کے معنی میں ہے، ایک دوسری جگہ ہے "فَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَى بَطْنِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَى رِجْلَيْنِ " اس میں "من" "ما" کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے (۱۷)۔

❷ بعض حضرات نے کہا کہ نقصانِ عقل کی وجہ سے عورتوں کو غیر ذوی العقول کا درجہ دے کر "ما" استعمال کیا گیا ہے (۱۸)۔

❸ ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ "ما" سے یہاں عقدِ نکاح مراد ہے "ای: فانکحوا نکاحا طیبا " (۱۹)

پہلا جواب راجح معلوم ہوتا ہے۔

۸۱ – باب : «وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ وَكَفَى بِاللهِ حَسِيبًا» /٦/.

«وَبِدَارًا» /٦/ : مُبَادَرَةً . «أَعْتَدْنَا» /١٨/ : أَعْدَدْنَا ، أَفْعَلْنَا مِنَ الْعَتَادِ .

٤٢٩٩ : حدّثني إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : فِي قَوْلِهِ تَعَالَى : «وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ» . أَنَّهَا نَزَلَتْ فِي وَالِي الْيَتِيمِ إِذَا كَانَ فَقِيرًا : أَنَّهُ يَأْكُلُ مِنْهُ مَكَانَ قِيَامِهِ عَلَيْهِ بِمَعْرُوفٍ . [ر : ٢٠٩٨]

وَبِدَارًا: مبادرة

آیت میں ہے "وَلَا تَأْكُلُوْهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا " یعنی ان یتامیٰ کے اموال میں نہ تو تم اسراف کرو اور نہ ہی اس اندیشہ سے جلدی جلدی کھاؤ کہ یہ بڑے ہوجاویں گے تو پھر ان کے حوالہ کرنا پڑے گا، بدار باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔

---

(۱۶) دیکھیے صحیح مسلم: ۲/ ۴۲۰ کتاب التفسیر

(۱۷) دیکھیے الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۵/ ۱۲ ومعالم السنن: ۱/ ۳۹۱

(۱۸) دیکھیے تفسیر الکبیر: ۹/ ۱۷۲

(۱۹) الجامع لاحکام القرآن: ۵/ ۱۳

اَعْتَدْنَا: اَعْدَدْنَا، افعلنا من العتاد

آیت میں ہے "اُولٰئِکَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا" فرماتے ہیں "اعددنا" اور "اعتدنا" دونوں کے ایک ہی معنی ہیں اعتدنا، عتید سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں الشئی المُعَد: وہ شئی جو تیار کی گئی ہو، اعتدنا باب افعال سے ہے اور اس کا مادہ عتاد ہے۔

یتیم کے مال کا حکم

ولیٔ یتیم اگر مالدار ہے تو اس کو یتیم کے مال میں کچھ لینے کی اجازت نہیں ہے اور اگر ولیٔ یتیم فقیر ہے تو وہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں مختلف اقوال ہیں۔

❶ جمہور کا قول یہ ہے کہ ولیٔ یتیم اگر محتاج اور فقیر ہے تو وہ بقدرِ ضرورت یتیم کے مال میں سے لے سکتا ہے، حضرت حسن بصری، عطاء ابن ابی رَباح اور مکحول کا یہی مذہب ہے (۲۰)۔

حنفیہ سے مختلف اقوال منقول ہیں ان کے ہاں بھی ایک قول یہ ہے (۲۱) امام نووی نے شرح مسلم میں اسی کو امام شافعیؒ کا مذہب قرار دیا ہے (۲۲)۔

ان حضرات کی دلیل ایک تو یہ آیت ہے "وَاِنْ کَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْکُلْ بِالْمَعْرُوْفِ" یعنی ولیٔ یتیم اگر محتاج و فقیر ہے تو وہ مالِ یتیم سے بقدر ضرورت لے سکتا ہے۔

دوسری عمرو بن شعیب کے طریق سے امام ابوداوٗد، امام نسائیؒ اور ابن ماجہ نے روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں فقیر ہوں، یتیم کا مال میرے پاس ہے میں اس سے کھا سکتا ہوں؟ تو آپؐ نے فرمایا "کُلْ مِنْ مَالِ یَتِیْمِکَ غَیْرَ مُسْرِفٍ وَلَا مُبَادِرٍ وَلَا مُتَأَثِّلٍ" (۲۳)۔

❷ دوسرا قول یہ ہے کہ ولیٔ یتیم، یتیم کے پاس مال سے بقدر ضرورت قرض کے طور پر لے سکتا ہے لیکن مالدار ہونے کے بعد وہ مال واپس کردے گا، یہ قول حضرت عمرؓ، ابن عباسؓ، ابن جبیر اور شعبی سے منقول ہے (۲۴) اور علامہ طحاوی نے امام ابوحنفیہ کا بھی یہی مذہب نقل کیا ہے (۲۵)۔

---

(۲۰) احکام القرآن للجصاص: ۲/۶۴ باب اکل ولی الیتیم من مالہ

(۲۱) دیکھیے تفسیر مظہری: ۴/۱۷

(۲۲) دیکھیے شرح مسلم للنووی: ۲/۲۰ کتاب التفسیر

(۲۳) تفسیر مظہری: ۴/۱۷ و قال ابن الاثیر فی النہایۃ: ۱/۲۳ غیر متأثِّل: غیر جامع، یقال: مال موثل ای مجموع، ذو أصل، و أثلۃ الشئی: اصلہ

(۲۴) احکام القرآن للجصاص: ۲/۶۴

(۲۵) احکام القرآن للجصاص: ۲/۶۵

❸ تیسرا قول یہ ہے کہ مطلقا ولی، مالِ یتیم میں سے نہیں لے سکتا نہ قرض کے طور پر نہ بغیر قرض کے، ابوبکر جصاص نے احکام القرآن میں حنفیہ کا یہی مذہب نقل کیا ہے (۲۶)۔

اس صورت میں سوال ہوگا کہ "وَاِنْ کَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْکُلْ بِالْمَعْرُوْفِ" کا پھر کیا مطلب ہے؟ تو اس میں دو قول ہیں۔

مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہوگئی ہے، اس کے لئے ناسخ سورۃ النساء کی دوسری آیت ہے "یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ" (۲۷)۔

دوسرا قول حضرت ابن عباسؓ کا ہے اور ابوبکر جصاص نے احکام القرآن میں اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے، وہ فرماتے ہیں "وَاِنْ کَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْکُلْ بِالْمَعْرُوْفِ" میں مالِ یتیم کھانے کی اجازت نہیں دی گئی ہے بلکہ اپنے مال کو ٹھیک اور معتدل طریقہ سے استعمال کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ولیٔ یتیم فقیر ہو تو ولی اپنے مال کو معروف طریقہ سے اس طرح استعمال میں لائے کہ یتیم کے مال کی طرف اس کو حاجت نہ پڑے (۲۸)۔

۸۲ – باب: «وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِينُ» /۸/. الآيَةَ.

۴۳۰۰: حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ حُمَيْدٍ: أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْأَشْجَعِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: «وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِينُ». قَالَ: هِيَ مُحْكَمَةٌ، وَلَيْسَتْ بِمَنْسُوخَةٍ.

تَابَعَهُ سَعِيدٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. [ر: ۲۶۰۸]

تقسیم ترکات کے وقت قرابت دار اور مساکین آجائیں تو ان کو کچھ دے دینے کا حکم دیا گیا ہے، اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت محکم ہے یا منسوخ ہوچکی ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ محکم ہے، جب ترکات کی تقسیم ہو تو اصل اصحابِ حصص تو وہ ہیں جو شرعی حیثیت سے وارث بنتے ہیں لیکن اگر وہاں چند دوسرے قرابت دار اور یتامیٰ موجود ہوں تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دیدینا چاہیئے۔

(۲۶) احکام القرآن للجصاص: ۲/۶۵ علامہ ظفر احمد عثمانی نے احکام القرآن (ج ۲ ص ۱۳۰) میں اسی کو احناف کا مسلک قرار دیا ہے۔

(۲۷) الجامع لاحکام القرآن: ۵/۴۲

(۲۸) احکام القرآن للجصاص: ۲/۶۵

سعید بن المسیب، قاسم بن محمد، عکرمہ اور ائمہ اربعہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت، آیت المیراث سے منسوخ ہو چکی ہے (۲۹) آیت کے حکم کو اگر ندب اور استحباب پر محمول کیا جائے کہ ان میں جو بالغ ہیں وہ اپنے حصوں میں سے اور اگر سب بالغ ہوں تو آپس کی رضامندی سے ترکے میں کچھ دیدیا کریں تو منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

٨٣ – باب : «يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ» /١١/ .

٤٣٠١ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ مُنْكَدِرٍ ، عَنْ جابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قالَ : عادَنِي النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ فِي بَنِي سَلِمَةَ ماشِيَيْنِ ، فَوَجَدَنِي النَّبِيُّ ﷺ لَا أَعْقِلُ ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهُ ثُمَّ رَشَّ عَلَيَّ فَأَفَقْتُ ، فَقُلْتُ : ما تَأْمُرُنِي أَنْ أَصْنَعَ فِي مالِي يَا رَسُولَ اللَّهِ ، فَنَزَلَتْ : «يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ» . [ر : ١٩١]

یہ روایت امام مسلمؒ نے بھی نقل کی ہے (۳۰) اس میں ہے کہ "یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ...." کا نزول حضرت جابرؓ کے قصہ میں ہوا ہے، حافظ شرف الدین دِمیاطیؒ نے فرمایا کہ یہ وہم ہے اس لئے کہ شعبہ اور سفیان ثوری کی روایت میں ہے کہ حضرت جابرؓ کے قصہ میں آیت "یَسْتَفْتُوْنَکَ، قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلَالَۃِ" نازل ہوئی ہے، آیت المیراث حضرت جابرؓ کے قصہ میں نہیں بلکہ حضرت سعد بن ربیع کی لڑکیوں کے بارے میں نازل ہوئی، جب حضرت سعد بن ربیع جنگ احد میں شہید ہوئے تو ان کی اہلیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا، یا رسول اللہ! سعد بن ربیع کا بھائی چاہتا ہے کہ سارے مال پر قبضہ کرلے، اگر اس نے سارے مال پر قبضہ کرلیا تو ان بچیوں کی شادی بغیر مال کے مشکل ہوگی، اس پر آیت "یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ" نازل ہوئی، امام ابوداؤد اور امام ترمذیؒ نے یہ روایت نقل کی ہے (۳۱) اس لئے حافظ دِمیاطی نے آیت المیراث کے ساتھ حضرت جابرؓ کے قصہ کے بیان کو وہم قرار دیا۔

لیکن حافظ ابن حجرؒ نے حافظ دِمیاطی کے اس روایت کے وہم کہنے کو غلط قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابن جریج اس روایت کے ذکر میں منفرد نہیں ہیں بلکہ ترمذی اور حاکم نے عمرو بن ابی قیس سے اس کی متابعت نقل کی ہے اور اسماعیلی نے، عبد بن حُمید سے اور ترمذی نے سفیان بن عیینہ سے بھی اس مفہوم کی

---

(۲۹) فتح الباری: ۸/۲۴۲

(۳۰) صحیح مسلم مع تکملۃ فتح الملہم: ۲/۲۳ رقم الحدیث: ۴۰۲۴، کتاب الفرائض، باب میراث الکلالۃ

(۳۱) تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۵۷

روایت نقل کی ہے (۳۲) خود آگے کتاب الفرائض میں امام بخاریؒ نے اس آیت پر باب قائم کیا ہے اور سفیان بن عیینہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے کہ آیت المیراث حضرت جابرؓ کے قصہ میں نازل ہوئی ہے (۳۳)

بہرحال روایات دونوں طرف ہیں ، امام بخاری کی تائید میں بھی روایات ہیں اور حافظ دمیاطی کی تائید میں بھی روایات موجود ہیں، روایات میں تطبیق اس طرح ہوسکتی ہے کہ حضرت جابرؓ کے قصہ میں آیت المیراث کے نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت کے آخر میں "وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً" وارد ہوا ہے اس حصہ کا تعلق حضرت جابرؓ کے قصے سے ہے اور آیت کریمہ کا ابتدائی حصہ حضرت سعد بن الربیع کی لڑکیوں کے بارے میں نازل ہوا ، آیت کا ابتدائی حصہ حضرت جابرؓ کے بارے میں کسی طرح نازل نہیں ہوسکتا کیونکہ ابتدائی حصہ میں ایسے لوگوں کے متعلق احکام میراث بیان کیے گئے ہیں جن کی اولاد ہو اور حضرت جابرؓ کے قصہ میں بعض طرق میں وارد ہوا ہے "انما یرثنی کلالة " میرا وارث کلالہ ہے ، کلالہ کہتے ہیں جس کا نہ والد ہو نہ ولد ہو اور حضرت جابرؓ کے اس وقت والد اور ولد دونوں نہیں تھے اس لئے آیت کا آخری حصہ ہی ان کے قصہ سے متعلق ہوسکتا ہے تو آیت الکلالہ تو حضرت جابرؓ کے قصہ میں نازل ہوئی ہی ہے جیسا کہ حافظ دمیاطی فرماتے ہیں اور آیت المیراث کا آخری حصہ بھی حضرت جابرؓ کے قصہ میں نازل ہوا (۳۴) ۔

٨٤ – باب : «وَلَكُمْ نِصْفُ ما تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ» /١٢/ .

٤٣٠٢ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ، عَنْ وَرْقَاءَ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا قالَ : كانَ ٱلْمَالُ لِلْوَلَدِ ، وَكَانَتِ ٱلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ ، فَنَسَخَ ٱللَّهُ مِنْ ذٰلِكَ ما أَحَبَّ ، فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ ٱلْأُنْثَيَيْنِ ، وَجَعَلَ لِلْأَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا ٱلسُّدُسَ وَٱلثُّلُثَ ، وَجَعَلَ لِلْمَرْأَةِ ٱلثُّمُنَ وَٱلرُّبُعَ ، وَلِلزَّوْجِ ٱلشَّطْرَ وَٱلرُّبُعَ . [ر : ٢٥٩٦]

یہ حدیث اسی سند کے ساتھ کتاب الوصایا میں گزر چکی ہے (۳۵) اور اسی سند کے ساتھ آگے کتاب الفرائض میں آرہی ہے (۳۶) اس طرح یہ حدیث بخاری میں تین مقامات پر ایک ہی سند اور متن کے ساتھ مذکور ہے ۔

---

(۳۲) فتح الباری: ۸/ ۲۴۴ (۳۳) فتح الباری: ۸/ ۲۴۳

(۳۴) فتح الباری: ۱۲/ ۴ کتاب الفرائض، باب قول اللہ تعالی "یوصیکم اللہ"

(۳۵) دیکھیے صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب لا وصیة لوارث: ۱/ ۳۸۳

(۳۶) صحیح البخاری مع فتح الباری، کتاب الفرائض، باب میراث الزوج مع الولد وغیرہ: ۱۲/ ۲۳ رقم الحدیث: ۶۷۳۹

٨٥ – باب : «لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ» /١٩/. الآيَةَ .

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : «لَا تَعْضُلُوهُنَّ» لَا تَقْهَرُوهُنَّ . «حُوبًا» /٢/ : إِثْمًا . «تَعُولُوا» /٣/ : تَمِيلُوا . «نِحْلَةً» /٤/ : النِّحْلَةُ المَهْرُ .

٤٣٠٣ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ . قالَ الشَّيْبَانِيُّ : وَذَكَرَهُ أَبُو الحَسَنِ السُّوَائِيُّ ، وَلَا أَظُنُّهُ ذَكَرَهُ إِلَّا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ ما آتَيْتُمُوهُنَّ» . قالَ : كانُوا إِذَا ماتَ الرَّجُلُ كانَ أَوْلِيَاؤُهُ أَحَقَّ بِامْرَأَتِهِ ، إِنْ شَاءَ بَعْضُهُمْ تَزَوَّجَهَا ، وَإِنْ شَاؤُوا زَوَّجُوهَا ، وَإِنْ شَاؤُوا لَمْ يُزَوِّجُوهَا ، فَهُمْ أَحَقُّ بِهَا مِنْ أَهْلِهَا ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةَ في ذٰلِكَ . [٦٥٤٩]

عورتوں کے ساتھ یہ جبر دو طرح سے تھا ایک یہ کہ عورت کی مرضی کے بغیر خود اپنے ساتھ شادی کرلیتے تھے، دوسرے یہ کہ اگر ان کی رائے ہوتی کہ اس کی کہیں بھی شادی نہ ہو تو اسے روک کر رکھتے اور کسی سے اس کی شادی نہ ہونے دیتے، اسلام نے اس جبر اور زیادتی کو ختم کیا، سند میں عکرمہ کے شاگرد شیبانی نے دو سندیں بیان کی ہیں ایک "عکرمۃ عن ابن عباس" بغیر شک کے اور دوسری "ابوالحسن السّوائی عن ابن عباس" شک کے ساتھ ہے۔

٨٦ – باب : «وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا» /٣٣/ .

وَقالَ مَعْمَرٌ : أَوْلِيَاءَ مَوَالِي ، وَأَوْلِيَاءَ وَرَثَةٍ . عاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ : هُوَ مَوْلَى الْيَمِينِ ، وَهُوَ الحَلِيفُ ، وَالمَوْلَى أَيْضًا ابْنُ الْعَمِّ ، وَالمَوْلَى المُنْعِمُ المُعْتِقُ ، وَالمَوْلَى المُعْتَقُ ، وَالمَوْلَى المَلِيكُ ، وَالمَوْلَى

(۴۳۰۳) اخرجہ البخاری فی کتاب التفسیر، باب لایحل لکم ان ترثوا النساء کرھاً، رقم الحدیث: ۴۳۰۳، وایضاً فی کتاب الاکراہ، باب من الاکراہ، رقم الحدیث: ۶۵۴۹، واخرجہ ابوداؤد فی کتاب النکاح، باب قولہ تعالٰی: لایحل لکم ان ترثوا النساء کرھاً، رقم الحدیث: ۲۰۸۹

مَوْلًى فِي ٱلدِّينِ .

٤٣٠٤ : حدَّثني الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ إِدْرِيسَ ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : «وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ» . قالَ : وَرَثَةً . «وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ» : كانَ المُهَاجِرُونَ لَمَّا قَدِمُوا المَدِينَةَ يَرِثُ المُهَاجِرُ الأَنْصَارِيَّ دُونَ ذَوِي رَحِمِهِ ، لِلْأُخُوَّةِ الَّتِي آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُمْ ، فَلَمَّا نَزَلَتْ : «وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ» . نُسِخَتْ . ثُمَّ قالَ : «وَالَّذِينَ عاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ» : مِنَ النَّصْرِ وَالرِّفَادَةِ وَالنَّصِيحَةِ ، وَقَدْ ذَهَبَ المِيرَاثُ ، وَيُوصِي لَهُ .

سَمِعَ أَبُو أُسَامَةَ إِدْرِيسَ ، وَسَمِعَ إِدْرِيسُ طَلْحَةَ . [ر: ٢١٧٠]

یہ روایت اسی سند اور متن کے ساتھ کتاب الکفالہ میں گزر چکی ہے (۳۷) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ "وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ" ناسخ ہے اور اس میں "موالی" سے ورثہ مراد ہیں اور آیت "وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ" منسوخ ہے، پھر اس کی وضاحت فرمائی کہ جب مہاجرین مدینہ منورہ آئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں مواخات اور بھائی چارہ کرادیا تھا، اس کا اثر یہ ہوا تھا کہ جب کوئی انصاری انتقال کرجاتا تو اس کا وارث مہاجر ہوا کرتا تھا رشتہ دار نہیں ہوتا تھا، بعد میں آیت "وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ" نازل ہوئی تو فیصلہ ہوگیا کہ اب وہ مہاجر وارث نہیں ہوا کرے گا بلکہ رشتہ دار وارث ہوں گے۔

لیکن صرف میراث کا حکم منسوخ ہوا، باقی حلیف کے ساتھ عہد و پیمان نصرت، عطایا، معاونت وغیرہ منسوخ نہیں، آج بھی اگر کوئی کسی کے ساتھ مواخات، امداد و خیرخواہی کا معاہدہ کرے تو یہ درست ہے لیکن میراث ختم ہوگئی البتہ ثلث میں وصیت کی جاسکتی ہے، روایت کے آخر میں "وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ: من النصر، والرفادة، والنصيحة، وقد ذهب الميراث، ويوصى له" سے یہی مراد ہے۔

سمع ابواسامة ادريس، وسمع ادريس طلحة

اوپر سند میں عنعنہ تھا، یہاں امام بخاری نے تحدیث کی صراحت کردی۔

(۳۷) صحیح البخاری کتاب الکفالة، باب قول اللہ: والذین عاقدت ایمانکم۔۔: ۳۰۶/۱

٨٧ - باب : «إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ» /٤٠/ .

يَعْنِي زِنَةَ ذَرَّةٍ .

٤٣٠٥ : حدَّثني مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ : حَدَّثَنَا أَبُو عُمَرَ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ ، عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ أُنَاسًا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالُوا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؟ قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (نَعَمْ ، هَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِيرَةِ ، ضَوْءٌ لَيْسَ فِيهَا سَحَابٌ) . قالُوا : لَا ، قالَ : (وَهَلْ تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ، ضَوْءٌ لَيْسَ فِيهَا سَحَابٌ) . قالُوا : لَا ، قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (ما تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا كما تُضَارُّونَ فِي رُؤْيَةِ أَحَدِهِمَا ، إِذَا كانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ : تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ ما كانَتْ تَعْبُدُ ، فَلَا يَبْقَى مَنْ كانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ مِنَ الْأَصْنَامِ وَالْأَنْصَابِ إِلَّا يَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ . حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ ، بَرٌّ أَوْ فاجِرٌ ، وَغُبَّرَاتُ أَهْلِ الْكِتَابِ ، فَيُدْعَى الْيَهُودُ ، فَيُقَالُ لَهُمْ : مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ؟ قالُوا : كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرًا ابْنَ اللّٰهِ ، فَيُقَالُ لَهُمْ : كَذَبْتُمْ ، ما اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ ، فَمَاذَا تَبْغُونَ ؟ فَقَالُوا : عَطِشْنَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا ، فَيُشَارُ : أَلَا تَرِدُونَ ؟ فَيُحْشَرُونَ إِلَى النَّارِ ، كَأَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا ، فَيَتَسَاقَطُونَ فِي النَّارِ . ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارَى فَيُقَالُ لَهُمْ : مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ؟ قالُوا : كُنَّا نَعْبُدُ المَسِيحَ ابْنَ اللّٰهِ ، فَيُقَالُ لَهُمْ : كَذَبْتُمْ ، ما اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَلَا وَلَدٍ ، فَيُقَالُ لَهُمْ : ماذَا تَبْغُونَ ؟ فَكَذٰلِكَ مِثْلَ الْأَوَّلِ . حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ ، مِنْ بَرٍّ أَوْ فاجِرٍ ، أَتَاهُمْ رَبُّ الْعَالَمِينَ فِي أَدْنَى صُورَةٍ مِنَ الَّتِي رَأَوْهُ فِيهَا ، فَيُقَالُ : ماذَا تَنْتَظِرُونَ ، تَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ ما كانَتْ تَعْبُدُ ، قالُوا : فارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا عَلَى أَفْقَرِ ما كُنَّا إِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ ، وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ رَبَّنَا الَّذِي كُنَّا نَعْبُدُ ، فَيَقُولُ : أَنَا رَبُّكُمْ ، فَيَقُولُونَ : لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا) . مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا .

[٤٦٣٥ ، ٧٠٠١]

(۴۳۰۵)اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب: ان اللہ لایظلم مثقال ذرة، رقم الحدیث: ۴۳۰۵، وایضاً فی کتاب التفسیر، باب، یوم یکشف عن ساق، رقم الحدیث: ۴۶۳۵، وایضاً فی کتاب التوحید، باب، وجوہ یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة، رقم الحدیث: ۷۰۰۱، واخرجه مسلم فی کتاب الایمان، باب، معرفة طریق رؤیة، رقم الحدیث: ۱۸۳

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت یہاں ذکر کی ہے لیکن ترجمۃ الباب کی آیت سے اس کی مطابقت بظاہر سمجھ میں نہیں آتی اس لئے کہ روایت میں "إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ" کے مفہوم کی کوئی بات نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث یہاں مختصراً ذکر فرمائی ہے، آگے کتاب التوحید میں یہ حدیث تفصیلاً مذکور ہے، وہاں اس حدیث کے آخر میں ہے "اذهبوا فمن وجدتم فی قلبه مثقال ذرة من ایمان فأخرجوه، فیخرجون من عرفوا، وقال ابوسعید: فان لم تصدقونی فاقرؤا: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ..." (۳۸) کتاب التوحید کی یہ روایت اس ترجمۃ الباب کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے اور امام بخاری کی یہ عادت ہے کہ وہ اجلی پر اخفی کو ترجیح دیتے ہیں، ایماء اور اشارہ کو زیادہ استعمال کرتے ہیں اس لئے کتاب التوحید کی روایت سے مذکورہ ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت کی طرف اشارہ کردیا۔

محمد بن عبدالعزیز

اس حدیث میں امام بخاریؒ کے شیخ "محمد بن عبدالعزیز" ہیں یہ ابن الواسطی سے مشہور ہیں اور ان کی کنیت "ابوعبداللہ الرَّملی" ہے، امام ابوزرعہ نے ان کے متعلق فرمایا "لیس بقوی" (۳۹) ابوحاتم نے فرمایا "هوالی الضعف ماهو" (۴۰) لیکن عِجلی نے ان کی توثیق کی ہے (۴۱) یعقوب بن سفیان نے کہا کانا حافظا" (۴۲) اور ابن حبان نے کتاب "الثقات" میں ان کا ذکر کیا ہے (۴۳) امام ترمذی اور امام نسائیؒ نے بھی ان سے روایات لی ہیں (۴۴) امام بخاری نے ان سے دو حدیثیں نقل کی ہیں، ایک حدیث باب اور دوسری حدیث کتاب الاعتصام میں ان سے نقل کی ہے (۴۵) امام کے نزدیک یہ ثقہ اور معتبر ہیں۔

غُبَّرات اهل الکتاب

غُبَّرات "غُبَّر" کی جمع ہے اور غُبَّر "غابر" کی جمع ہے، غابر کے معنی ہیں باقی (۴۶) غُبَّرات اهل

---

(۳۸) صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ: وجوه یومئذ ناضرة الی ربها ناظرة: ۲/۱۱۰۵

(۳۹) الجرح والتعدیل: ۸ الترجمة ۲۹ و تهذیب الکمال: ۲۶/۱۲ الترجمة: ۵۴۱۹

(۴۰) تهذیب الکمال: ۲۶/۱۲

(۴۱) عمدة القاری: ۱۸/۱۶۲

(۴۲) المعرفة والتاریخ: ۲/۴۳۶

(۴۳) دیکھیے کتاب الثقات: ۹/۸۱

(۴۴) تهذیب الکمال: ۲۶/۱۳

(۴۵) عمدة القاری: ۱۸/۱۶۲

(۴۶) عمدة القاری: ۱۸/۱۶۲

الکتاب یعنی اہل کتاب کے باقی لوگ

قالوا : فارقنا الناس فی الدنیا علی أفقر ما کنا الیھم ولم نصاحبھم ونحن ننتظر ربنا الذی کنا نعبد، فیقول: انا ربکم، فیقولون: لانشرک باللہ شیئا مرتین او ثلاثا

”یعنی مشرکین کے جہنم میں جانے کے بعد اللہ جل شانہ مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوں گے اور ان سے فرمائیں گے کہ تم کس بات کے منتظر ہو؟ تو وہ جواب میں کہیں گے کہ جب ہم دنیا میں ان مشرکین کے بہت محتاج تھے تو اس وقت ہم ان سے جدا رہے اور ان کی صحبت اختیار نہیں کی (تو آج ہم ان لوگوں کی معیت کیسے اختیار کرسکتے ہیں) ہم تو آج اپنے رب کے منتظر ہیں جس کی ہم عبادت کرتے تھے، حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے میں تمہارا رب ہوں، اس وقت اللہ تعالیٰ کی تجلی کا رعب اس طرح ہوگا کہ یہ پہچان نہ سکیں گے اور اس کے جواب میں وہ کہیں گے ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے ہیں.... لیکن جب حق تعالیٰ کی معرفت ان کو حاصل ہوجائے گی اور حق تعالیٰ فرمائیں گے ”میں تمہارا رب ہوں“ تو کہیں گے ”انت ربنا“ تو ہمارا رب ہے۔

٨٨ - باب : «فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا» /٤١/ .

الْمُخْتَالُ وَالْخَتَّالُ وَاحِدٌ «نَطْمِسَ وُجُوهًا» /٤٧/ : نُسَوِّيَهَا حَتَّى تَعُودَ كَأَقْفَائِهِمْ ، طَمَسَ الْكِتَابَ مَحَاهُ . «سَعِيرًا» /١٥٥/ : وَقُودًا .

٤٣٠٦ : حدّثنا صَدَقَةُ : أَخْبَرَنَا يَحْيَى ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَبِيدَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ . قَالَ يَحْيَى : بَعْضُ الْحَدِيثِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ ، قَالَ : قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ : (اقْرَأْ عَلَيَّ) . قُلْتُ : آقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ ؟ قَالَ : (فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي) . فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ سُورَةَ النِّسَاءِ ، حَتَّى بَلَغْتُ : «فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا» . قَالَ : (أَمْسِكْ) . فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ .

[٤٧٦٢ ، ٤٧٦٣ ، ٤٧٦٨ ، ٤٧٦٩]

(۴۳۰۶) اخرجہ البخاری فی کتاب التفسیر، باب، فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید و جئنا بک علی ھؤلاء شھیدا، رقم الحدیث: ۴۳۰۶، و ایضاً فی فضائل القرآن، باب من احب ان یسمع القرآن من غیرہ، رقم الحدیث: ۴۷۶۲، و ایضاً فیہ، باب، قول المقری للقاری، رقم الحدیث: ۴۷۶۳، و ایضاً فیہ، باب، البکاء عند قراءۃ القرآن، رقم الحدیث: ۴۷۶۹، ۴۷۶۸، و اخرجہ مسلم فی کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب نفل استماع القرآن، رقم الحدیث: ۸۰۰، و اخرجہ الترمذی فی ابواب التفسیر، باب ومن سورۃ النساء: ۱۳۲/۲، و اخرجہ ابوداؤد فی کتاب العلم، باب فی القصص، رقم الحدیث: ۳۶۶۸

اَلْمُخْتَالِ وَالْخَتَّالِ واحد

سورۂ نساء کی آیت میں ہے "اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالاً فَخُوْرًا" بے شک اللہ تعالی پسند نہیں کرتے ہیں تکبر کرنے والے اور شیخی کرنے والے کو، امام بخاری رحمہ اللہ نے مختال اور ختّال کو واحد کہا ہے حالانکہ ختّال خَتل سے ہے جس کے معنی فریب دینے والے کے ہیں اور مختال خُیَلاَء سے ہے جس کے معنی متکبر کے آتے ہیں اس لئے دونوں کو ایک کہنا درست نہیں ہے (۴۷)۔

اصیلی کی روایت میں ہے "المختال والخال واحد" (۴۸) اس پر اشکال نہیں ہوگا کیونکہ خال کے معنی بھی تکبر کے آتے ہیں۔

"وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰؤُلاَءِ شَھِیْدًا" ھٰؤُلاَءِ کا اشارہ امتِ محمدیہ کی طرف ہے یعنی آپ ﷺ کو آپ کی امت پر احوال بتانے والا اور گواہ بنا کر لائیں گے یا اشارہ انبیاء سابقین کی طرف ہے یعنی آپ ان انبیاء کی صداقت پر گواہی دیں گے جب کہ ان کی امتیں ان کی تکذیب کریں گی یا اشارہ کفار کی طرف ہے جو اس سے پہلے مذکور ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ آپ ان کفار کی بداعمالی پر گواہ ہوں گے جس سے ان کی خرابی اور برائی خوب اچھی طرح ظاہر ہوگی (۴۹)۔

نَطْمِسَ وُجُوْھًا: نُسَوِّیھا حتی تعود کأقفائِھم، طَمَسَ الکتاب: محاہ

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَطْمِسَ وُجُوْھًا" نطمس وجوھا کے معنی ہیں ہم چہروں کو برابر کردیں گے یہاں تک کہ وہ چہرے پچھلے حصہ کی طرح ہموار ہوجائیں گے، ناک، آنکھ وغیرہ کا کوئی اثر باقی نہیں رہے گا، کہتے ہیں: طَمَسَ الْکِتَابَ: لکھے ہوئے کو مٹا دیا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"آیات سابقہ میں یہود کی ضلالت اور مختلف قبائح کا ذکر فرما کر اب ان کو بطورِ خطاب ایمان اور تصدیق قرآن کا حکم کیا جاتا ہے اور اس کی مخالفت سے ڈرایا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ اے اہلِ کتاب ایمان لاؤ قرآن پر جس کے احکام مصدق اور موافق ہیں توریت کے، ایمان لاؤ اس سے پہلے کہ مٹا ڈالیں ہم تمہارے چہروں کے نشانات یعنی آنکھ ناک وغیرہ، مطلب یہ کہ تمہاری صورتیں بدل دی جائیں، پھر الٹ

---

(۴۷) عمدۃ القاری: ۱۸/۱۶۳ و فتح الباری: ۸/۲۵۰

(۴۸) عمدۃ القاری: ۱۸/۱۶۳ و فتح الباری: ۸/۲۵۰

(۴۹) ماخوذ از تفسیر عثمانی: ۱۱۰

دیں تمہارے چہروں کو پیٹھ کی طرف یعنی چہرہ کو مطموس اور ہموار کر کے پیچھے کی طرف اور گدی کو آگے کی طرف کر دیں یا ہفتہ کے دن والوں کی طرح تم کو مسخ کر کے جانور بنا دیں"

روایت باب یحیی القطّان نے سفیان سے، سفیان نے سلیمان اعمش سے اور سلیمان اعمش نے ابراہیم نخعی سے نقل کی ہے، سلیمان اعمش نے اس حدیث کا کچھ حصہ براہ راست ابراہیم سے نقل کیا ہے، اور کچھ حصہ عمرو بن مرہ کے واسطہ سے ابراہیم سے نقل کیا ہے یہاں یحیی نے اس کی تصریح کردی اور فضائل القرآن میں "باب البكاء عند قراءة القرآن" کے تحت خود سلیمان اعمش نے اس کی تصریح کی ہے، چنانچہ وہاں ہے "قال الاعمش: وبعض الحديث حدثني عمرو بن مرة عن ابراهيم" (۵۰)

٨٩ - باب : «وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ» /٤٣/ .

«صَعِيدًا» /٤٣/ : وَجْهَ الْأَرْضِ .

وَقَالَ جَابِرٌ : كَانَتِ الطَّوَاغِيتُ الَّتِي يَتَحَاكَمُونَ إِلَيْهَا : فِي جُهَيْنَةَ وَاحِدٌ ، وَفِي أَسْلَمَ وَاحِدٌ ، وَفِي كُلِّ حَيٍّ وَاحِدٌ ، كُهَّانٌ يَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ .

وَقَالَ عُمَرُ : اَلْجِبْتُ السِّحْرُ ، وَالطَّاغُوتُ الشَّيْطَانُ .

وَقَالَ عِكْرِمَةُ : اَلْجِبْتُ بِلِسَانِ الحَبَشَةِ شَيْطَانٌ ، وَالطَّاغُوتُ الْكَاهِنُ .

وقال جابر: كَانَتِ الطَّوَاغِيت

طواغیت، "طاغوت" کی جمع ہے جس کا اطلاق بت پر بھی ہوتا ہے اور کاہن پر بھی ہوتا ہے، شیطان کو بھی طاغوت کہتے ہیں، سورۂ نساء میں ہے "يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ" اس میں طاغوت سے کاہن مراد ہے، یہاں اس کی تفسیر کی ہے قبیلۂ جُہینہ، قبیلۂ اسلم اور اسی طرح ہر قبیلہ میں ایک ایک کاہن ہوتا تھا لوگ ان کے پاس اپنے فیصلے لے جاتے تھے، اور سورۂ نساء کی آیت ۵۱ میں ہے "اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ....." حضرت عکرمہ فرماتے ہیں "جِبْت" حبشی زبان میں شیطان کو کہتے ہیں اور "طاغوت" کاہن کو کہا جاتا ہے۔

٤٣٠٧ : حدَّثنا مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ

(۵۰) عمدة القاری: ۱۶۳/۱۸

(۴۳۰۸) اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب قوله تعالیٰ: واطيعوا الله واطيعوا الرسول، رقم الحديث: ۴۳۰۸، واخرجه مسلم فی کتاب الامارة، باب وجوب طاعة الأمر، رقم الحديث: ۱۸۳۴، واخرجه الترمذی فی کتاب الجهاد، باب ماجاء فی الرجل يبعث وحده سرية، واخرجه ابوداؤد فی کتاب الجهاد، باب فی الطاعة، رقم الحديث: ۲۶۲۴، واخرجه النسائی فی السنن الكبرىٰ، کتاب التفسير، رقم الحديث: ۱۱۱۰۵ وفی کتاب فضائل القرآن، رقم الحديث: ۸۰۲۸

عَنْهَا قَالَتْ : هَلَكَتْ قِلَادَةٌ لِأَسْمَاءَ ، فَبَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَلَبِهَا رِجَالاً ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ ، وَلَيْسُوا عَلَى وُضُوءٍ ، وَلَمْ يَجِدُوا مَاءً ، فَصَلَّوْا وَهُمْ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ ، يَعْنِي : آيَةَ التَّيَمُّمِ .
[ر : ۳۲۷]

تیمم کی آیت دو جگہ ہے ، ایک سورۃ نساء میں اور ایک سورۃ المائدۃ میں، امام بخاری نے دونوں مقامات پر حضرت عائشہؓ کے ہار گم ہونے کا قصہ ذکر کیا ہے۔

قاضی ابن العربی نے کہا کہ حضرت عائشہؓ کا قصہ دونوں آیات میں سے کسی ایک ہی آیت کا سبب نزول بن سکتا ہے یا سورۃ نساء کی آیت کا یا سورۃ المائدہ کی آیت کا، لیکن چونکہ دونوں میں تیمم کا تذکرہ ہے اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں بھی تیمم کا ذکر ہے اس لئے حضرت عائشہؓ کے قصہ میں احتمال یہ بھی ہے کہ سورۃ نساء سے متعلق ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ سورۃ المائدہ سے اس کا تعلق ہو اس لئے امام بخاریؒ نے دونوں آیات کے تحت قصہ عائشہ نقل فرمایا۔

پھر قاضی ابن العربی نے اپنا فیصلہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عائشہؓ کے قصہ کا تعلق سورۃ المائدۃ کی آیت سے ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سورۃ المائدہ کی آیت میں "یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ" کی تفسیر زید بن اسلم وغیرہ مفسرین مدینہ نے "اذا قمتم من النوم" سے کی ہے اور نوم سے بیدار ہونے کا واقعہ حضرت عائشہؓ کی حدیث میں وارد ہوا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ اس موقع پر سورۃ المائدہ کی آیت نازل ہوئی (۵۱) ۔

لیکن جو بات قاضی ابن العربی نے اجتہاد سے فرمائی ہے ، امام بخاریؒ نے آگے سورۃ المائدۃ کی تفسیر میں اس کی تصریح کی ہے کہ حضرت عائشہؓ کے واقعہ میں سورۃ المائدۃ کی آیت نازل ہوئی ہے (۵۲) لہذا امام بخاریؒ کے نزدیک بھی قصۂ عائشہ کا تعلق سورۃ المائدہ سے متعین ہے ، باقی یہ کہ یہاں سورۃ نساء کی آیت میں اس روایت کی تخریج کیوں کی گئی ہے ؟ اس کا جواب واضح ہے کہ امام بخاری معمولی مناسبت کی بناء پر روایات ذکر کرتے ہیں اور چونکہ روایت عائشہؓ میں تیمم کا ذکر ہے اس لئے امام بخاری نے اس کی یہاں بھی تخریج کر دی۔

فائدہ

پانی پر قدرت نہ ہو تو مٹی سے بذریعہ تیمم طہارت حاصل کرنے کا حکم ہے چونکہ مٹی پاک ہے اور

(۵۱) صحیح البخاری: ۶۶۳/۲

(۵۲) دیکھیے صحیح البخاری مع فتح الباری: ۲۷۲/۸ رقم الحدیث ۴۶۰۸

بعض چیزوں کے لئے پانی کی طرح مطہر لکھی ہے مثلاً تلوار، آئینہ وغیرہ نیز چہرے اور ہاتھوں پر مٹی ملنے میں تذلل اور عاجزی بھی خوب ہے جو گناہوں سے معافی مانگنے کی بہترین صورت ہے تو جب مٹی ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نجاست کو زائل کرتی ہے تو اس لئے معذوری کے وقت اس کو پانی کی جگہ استعمال کرنے کا حکم ہوا اس کے علاوہ تیمم میں آسانی اور سہولت کو ملحوظ رکھا گیا ہے اس لئے پانی کی جگہ ایسی چیز ہونی چاہیئے جس کی دستیابی پانی سے بھی آسان ہو اور زمین میں یہ صفت موجود ہے (۵۳)۔

۹۰ – باب : قَوْلِهِ : «أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ» /۵۹/.

۴۳۰۸ : حدّثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، عَنْ يَعْلَى بْنِ مُسْلِمٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : «أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ» . قالَ : نَزَلَتْ فِي عَبْدِ اللَّهِ بنِ حُذَافَةَ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيٍّ ، إِذْ بَعَثَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِي سَرِيَّةٍ .

اس آیت میں ہے کہ اللہ، رسول اور اولی الامر کی اطاعت کرو، اولی الامر سے کون لوگ مراد ہیں اس میں مختلف اقوال ہیں، علامہ عینیؒ نے گیارہ اقوال ذکر کئے ہیں (۵۴) لیکن پانچ قول زیادہ تر علماء نے اختیار کئے ہیں۔

❶ مجاہد سے منقول ہے کہ اس سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مراد ہیں (۵۵)۔

❷ ابن کَیسان فرماتے ہیں کہ اس سے عقلمند اصحاب الرائے لوگ مراد ہیں (۵۶)۔

❸ مُقاتل، کلبی اور میران بن میمون نے فرمایا کہ اس سے سرایا کے امراء مراد ہیں (۵۷) قاضی ابن العربی نے احکام القرآن میں میران بن میمون کا یہ قول نقل کیا، پھر فرمایا کہ یہی امام بخاریؒ کے نزدیک مختار ہے (۵۸) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ مذکورہ آیت حضرت عبداللہ بن حُذافہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا

(۵۳) ماخوذ از تفسیر عثمانی : ۱۱۱

(۵۴) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۱۶۶

(۵۵) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۱۶۶ و تفسیر القرطبی: ۵/ ۲۵۹ و فتح الباری: ۸/ ۲۵۴

(۵۶) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۱۶۶ و تفسیر القرطبی: ۵/ ۲۶۰

(۵۷) تفسیر القرطبی: ۵/ ۲۶۰

(۵۸) احکام القرآن لابن العربی: ۱/ ۴۵۱

تھا (جس کی تفصیل کتاب المغازی میں گزر چکی) غالباً اسی بات کو علامت قرار دے کر قاضی ابن العربی نے فرمایا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک "اولی الامر" سے اصحاب سرایا مراد ہیں۔

④ ابوالعالیہ اور جابر بن عبداللہ وغیرہ نے فرمایا کہ اس سے علماء اور فقہاء مراد ہیں، امام مالکؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے کہ اس سے اہل قرآن اور اہل علم مراد ہیں (۵۹)۔

⑤ مشہور قول یہ ہے کہ اس سے امراء مراد ہیں، امام شافعیؒ نے اسی کو راجح قرار دیا (۶۰) امام نوویؒ نے بھی اسی کی طرف میلان ظاہر کیا ہے اور علامہ قرطبی نے اس کو اصح فرمایا، امراء سے حکومت و مملکت کے حکام بھی مراد ہوسکتے ہیں اور جماعت و ادارے کے امیر بھی مراد ہوسکتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے "ذوی الامر" سے اس کی تشریح فرما کر اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، علامہ قرطبیؒ نے ان آخری دو اقوال کو صحیح تر قرار دیا یعنی اس سے امراء اور علماء مراد ہیں (۶۱)۔ واللہ اعلم

فائدہ

بعض علماء نے اس آیت سے اصولِ اربعہ کی حجیت پر استدلال کیا ہے، فرماتے ہیں کہ "أَطِيعُوا اللَّهَ" سے کتاب اللہ کی طرف اشارہ ہے، "أَطِيعُوا الرَّسُولَ" سے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے اور "اولی الامر" سے مجتہدین کے اجتہاد کی طرف اشارہ ہے اور آگے "فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ" سے قیاس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، یعنی اگر کسی چیز میں تنازع اور اختلاف واقع ہوجائے اور پتہ نہ چل سکے کہ اس کا حکم شرعی کیا ہے تو کتاب اللہ اور سنتِ رسول سے جو احکام ملتے ہیں ان پر قیاس کرو (۶۲)۔

۹۱ – باب: «فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ» /۶۵/.

۴۳۰۹: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ قَالَ: خَاصَمَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ فِي شَرِيجٍ مِنَ الْحَرَّةِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: (اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ). فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ، فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ: (اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ، ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ

---

(۵۹) تفسیر القرطبی: ۵/۲۵۹

(۶۰) فتح الباری: ۸/۲۵۴

(۶۱) تفسیر القرطبی: ۵/۲۶۰

(۶۲) تفسیر کبیر: ۱۰/۱۴۸، وفیض الباری: ۴/۱۶۵-۱۶۶

إِلَى جَارِكَ). وَاسْتَوْعَى النَّبِيُّ ﷺ لِلزُّبَيْرِ حَقَّهُ فِي صَرِيحِ الْحُكْمِ، حِينَ أَحْفَظَهُ الْأَنْصَارِيُّ، كَانَ أَشَارَ عَلَيْهِمَا بِأَمْرٍ لَهُمَا فِيهِ سَعَةٌ. قَالَ الزُّبَيْرُ: فَمَا أَحْسِبُ هٰذِهِ الْآيَاتِ إِلَّا نَزَلَتْ فِي ذٰلِكَ: «فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ». [ر: ۲۲۳۱]

روایت میں ہے کہ حضرت زبیرؓ کا ایک انصاری سے مقام حَرَّہ کے ایک نالے کے بارے میں نزاع ہوگیا کہ اس سے کون اپنے باغ کو پہلے پانی دینے کا حق رکھتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "زبیر! تم اپنے باغ کو پہلے سیراب کرو اور پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی کو چھوڑدیا کرو، اس پر انصاری نے کہا یہ (فیصلہ آپ نے ان کے حق میں کیا) اس لئے کہ وہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا، اور آپ نے فرمایا "زبیر! تم اپنا باغ سیراب کرو، پھر پانی کو مینڈھ تک پہنچنے تک روکے رکھو، اس کے بعد پڑوسی کی طرف پانی کو چھوڑو" اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کا حق صریح حکم کے ساتھ ان کو پورا دیدیا جب انصاری نے آپ کو ناراض کیا۔

حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے "فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ" کی آیت اسی سلسلے میں نازل ہوئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً تو گنجائش پر نظر کرتے ہوئے وسعت کی طرف اشارہ کیا تھا اور اس میں انصاری کی رعایت کا پہلو موجود تھا لیکن جب انصاری نے آپ کو ناراض کیا تو پھر آپ نے اپنا پورا حق وصول کرنے کے لئے حضرت زبیرؓ کو فرمایا، اس سے فائدہ یہ ہوا کہ نہر کے قریب کا حق معلوم ہوا کہ وہ کہاں تک پانی لینے کا استحقاق رکھتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ قانون، قاعدہ اور انصاف کے عین مطابق تھا اس لئے کہ اعلی النہر کے قریب کا حق مقدم ہوتا ہے، اس کے بعد "الاقرب فالاقرب" کی ترتیب سے اگلوں کو استحقاق حاصل ہوگا لیکن انصاری نے اس فیصلہ کو اقرباء پروری پر محمول کرتے ہوئے اشکال کیا۔

"رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ" سے کون مراد ہے؟

یہ انصاری کون تھا، اس کا نام معلوم نہ ہوسکا؟ غالباً حضرت زبیرؓ اور دوسرے راویوں نے پردہ پوشی کی ہے اور نام ظاہر نہیں ہونے دیا، داؤدی نے کہا یہ شخص منافق تھا، اگرچہ اس پر یہاں انصاری کا اطلاق کیا گیا ہے، تاہم صرف انصاری کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ منافق نہ ہو کیونکہ خاندان انصار میں بھی کئی لوگ تھے جنہوں نے نفاق اختیار کررکھا تھا (۶۳)۔

---

(۶۳) عمدة القاری، کتاب المساقاة، باب سکر الانہار: ۲۰۰/۱۲

لیکن داؤدی کے قول پر صحیح بخاری کی کتاب الصلح کی روایت سے اشکال ہوتا ہے، وہاں ہے "انه من الانصار قد شهد بدراً" (۶۴) اور جو شخص "شهد بدرا" کا مصداق ہوگا وہ منافق ہرگز نہیں ہوسکتا، اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص مسلمان تھا، منافق نہیں تھا، واحدی نے "اسباب النزول" میں لکھا ہے کہ یہ شخص حضرت حاطب بن ابی بلتعہ تھے۔

حضرت حاطب مہاجر تھے، انصاری نہیں تھے تاہم معنی لغوی کے اعتبار سے ان پر انصاری کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

ابن بشکوال نے "مُبْہَمَات" میں لکھا کہ یہ شخص حضرت ثابت بن قیس بن شَمّاس تھے اور بعضوں نے کہا ثعلبہ بن حاطب تھے (۶۵) بہرحال جو بھی ہو تاہم اس موقع پر انہوں نے ایک نامناسب جملہ کہا اور بشریت سے مغلوب ہوکر ایک سنگین غلطی کی اور یہ بات اپنی جگہ بے غبار ہے کہ بَشری غلطیوں سے بدری صحابہ بھی منزہ نہیں ہیں، تاہم اللہ جل شانہ ان کی غلطیوں کو معاف فرمائیں گے۔

شَرِيْجٌ مِنَ الْحَرَّةِ

شَرِيْجٌ: پانی بہنے کے راستے اور نالے کو کہتے ہیں، حَرَّة: مدینہ منورہ کے قریب اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سیاہ پتھر ہیں۔ حتی یرجع الی الجذر .... جَذْر (جیم کے فتحہ اور دال کے سکون کے ساتھ) دیوار اور منڈیر کو کہتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب المُسَاقَاۃ میں گزر چکی ہے (۶۶)۔

فائدہ

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ بظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص دوسرے قانون کو باطل سمجھنے کے باوجود اس کی طرف رجوع کریگا وہ مسلمان نہیں یا اگر کوئی شرعی فیصلے کو برحق سمجھنے کے باوجود دل میں تنگی محسوس کرتا ہے تو وہ بھی مسلمان نہیں ہونا چاہیئے حالانکہ تنگی پر انسان کا اختیار نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ تحکیم، عدم حرج اور تسلیم کے ۳ درجے ہیں۔ ❶ اعتقاد سے ❷ زبان سے ❸

(۶۴) عمدۃ القاری، کتاب المساقاۃ، باب سکر الانہار: ۱۲/ ۲۰۰

(۶۵) عمدۃ القاری، کتاب المساقاۃ، باب سکر الانہار: ۱۲/ ۲۰۰ وفیہ.... ولکن أجاب الداؤدی بعد أن جزم أنه کان منافقا بأنه وقع منه ذلک قبل شهوده بدرا، لانتفاء النفاق ممن شهد بدرا

(۶۶) صحیح البخاری مع عمدۃ القاری، کتاب المساقاۃ، باب سکر الانہار: ۱۲/ ۲۰۰

عمل سے ، پہلے مرتبے کا نام ایمان ہے اگر وہ موجود نہ تو عنداللہ کفر ہے ، دوسرا مرتبہ اقرار کا ہے اگر وہ نہ ہو تو عندالناس کفر ہے اور تیسرا مرتبہ تقوی اور اصلاح کا ہے وہ اگر نہ ہو تو فسق پایا جائے گا، طبعی تنگی معاف ہے ، اور آیت میں اس قرینے سے کہ منافقین کا ذکر ہے پہلا مرتبہ (یعنی دل میں تصدیق و ایمان کا نہ ہونا) مراد ہے ، لہذا کوئی اشکال نہیں (٦٧) ۔

٩٢ – باب : «فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ» /٦٩/ .

٤٣١٠ : حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَوْشَبٍ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قالَتْ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : (ما مِنْ نَبِيٍّ يَمْرَضُ إِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيا وَالآخِرَةِ) . وَكانَ فِي شَكْوَاهُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ ، أَخَذَتْهُ بُحَّةٌ شَدِيدَةٌ ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ : («مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَداءِ وَالصَّالِحِينَ»). فَعَلِمْتُ أَنَّهُ خُيِّرَ . [ر : ٤١٧١]

بُحّة (باء کے ضمہ اور حاء کی تشدید کے ساتھ) آواز میں بھاری پن اور حلق کی خشونت اور خشکی کو کہتے ہیں آیت کریمہ میں ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے درجے سے ان حضرات کے درجات عالیہ میں جاکر ان کی زیارت اور وہاں کی برکات سے مشرف ہونگے (٦٨)۔

٩٣– باب : «وَما لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجالِ وَالنِّساءِ» . الآيَةَ /٧٥/ .

٤٣١٢/٤٣١١ : حدثني عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيانُ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قالَ : كُنْتُ أَنَا وَأُمِّي مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ .

(٤٣١٢) : حدثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ : أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ تَلَا : «إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجالِ وَالنِّساءِ وَالْوِلْدانِ» . قالَ : كُنْتُ أَنَا وَأُمِّي مِمَّنْ عَذَرَ اللَّهُ . [ر : ١٢٩١]

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : «حَصِرَتْ» /٩٠/ : ضاقَتْ . «تَلْوُوا» /١٣٥/ : أَلْسِنَتَكُمْ بِالشَّهادَةِ .

---

(٦٧) ماخوذ از بیان القرآن: ٢/ ١٣٠

(٦٨) ماخوذ از بیان القرآن: ٢/ ١٣٠

وَقالَ غَيْرُهُ : الْمُرَاغَمُ الْمُهَاجَرُ ، رَاغَمْتُ : هَاجَرْتُ قَوْمِي . «مَوْقُوتًا» /١٠٣/ : مُوَقَّتًا وَقَّتَهُ عَلَيْهِمْ .

ویذکر عن ابن عباس: حَصِرَتْ: ضَاقت

اشارہ ہے سورۃ نساء کی آیت کی طرف "اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰی قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْکُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ اَوْ یُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ" حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ کے معنی ہیں ان کے دل تنگ ہوئے۔

تَلْوُوْا: اَلْسِنَتَکم بالشهادة

"وَاِنْ تَلْوُوْا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا" یعنی تم زبان کو موڑ کر جھوٹی شہادت بیان کرو یا اعراض کرو تو اللہ تمہارے کاموں سے واقف ہے۔

وقال غیره: المُراغَم: المُهاجَر، راغَمْتُ: هاجرتُ قومی

غیرہ کی ضمیر حضرت ابن عباسؓ کی طرف راجع ہے، اشارہ ہے آیت کریمہ "وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرَاغَمًا کَثِیْرًا" کی طرف ابوعبیدہ نے کہا مراغم کے معنی مہاجر یعنی ہجرت کے مقام آتے ہیں، کہتے ہیں، راغمتُ قومی: میں نے اپنی قوم کو چھوڑا۔

مَوْقُوْتًا: موقّتا وقّته علیهم

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّ الصَّلٰوةَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا" بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے، مقررہ وقتوں میں۔

فرماتے ہیں موقوتاً بمعنی موقّتاً ہے یعنی مقررہ، وقَتَ از ضرب اور وقّت از تفعیل کے معنی ہیں وقت مقرر کرنا، وقّته: ای وقّته الله علی المؤمنین اللہ تعالی نے مسلمانوں پر نماز کا وقت مقرر کردیا ہے۔

٩٤ – باب : «فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا» /٨٨/ .

قالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : بَدَّدَهُمْ . فِئَةٌ : جَمَاعَةٌ .

٤٣١١ : حدّثني محمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ قالَا : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ،

عَنْ عَدِيٍّ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : «فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ» . رَجَعَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أُحُدٍ ، وَكَانَ النَّاسُ فِيهِمْ فِرْقَتَيْنِ : فَرِيقٌ يَقُولُ : اقْتُلْهُمْ ، وَفَرِيقٌ يَقُولُ : لَا ، فَنَزَلَتْ : «فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ» .

وَقَالَ : (إِنَّهَا طَيْبَةُ تَنْفِي الْخَبَثَ ، كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ) . [ر : ۱۷۸۵]

حضرت ابن عباسؓ نے ارکس کی تفسیر کی ہے بَدَّد سے ..... بَدَّد، تبدیدا: متفرق کرنا، قتادہ نے تفسیر کی اهلکهم حضرت ابن عباسؓ کی تعلیق طبری نے موصولا نقل کی ہے (۶۹) ۔

۹۵ - باب : «وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ» /۸۳/ : أَفْشَوْهُ . «يَسْتَنْبِطُونَهُ» /۸۳/ : يَسْتَخْرِجُونَهُ . «حَسِيبًا» /۸۶/ : كَافِيًا . «إِلَّا إِنَاثًا» /۱۱۷/ : يَعْنِي الْمَوَاتَ ، حَجَرًا أَوْ مَدَرًا ، وَمَا أَشْبَهَهُ . «مَرِيدًا» /۱۱۷/ : مُتَمَرِّدًا . «فَلَيُبَتِّكُنَّ» /۱۱۹/ : بَتَّكَهُ قَطَّعَهُ . «قِيلًا» /۱۲۲/ : وَقَوْلًا وَاحِدٌ . «طَبَعَ» /۱۵۶/ : خَتَمَ .

"وَإِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا" اناث، اُنثیٰ کی جمع ہے، عورت کو کہتے ہیں، اناث سے لات، عزّیٰ اور منات وغیرہ کے بت مراد ہیں جن کو مشرکین "بنات اللہ" کہتے تھے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر "موات" سے کی ہے یعنی بے جان اشیاء، پتھر مٹی اور اس جیسی دوسری بے روح اشیاء، قرآن نے ان بتوں پر اناث کا اطلاق کیا کیونکہ وہ بت بے جان اور بے روح اشیاء سے بنائے جاتے تھے۔

اسی آیت میں آگے ہے "وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا" مرید کے معنی ہے سرکش یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے از نصر و کرم: سرکش ہونا۔

"فَلَيُبَتِّكُنَّ: بتکہ قطعہ"

آیت کریمہ میں ہے "فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ" فرماتے ہیں بتک کے معنی ہیں: کاٹنا، ٹکڑے کرنا

"وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا" قیل اور قول دونوں کے معنی ایک ہیں، دونوں مصدر ہیں۔

۹۶ - باب : «وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ» /۹۳/ .

۴۳۱۴ : حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ :

---

(۶۹) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۱۸۰

سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ : آيَةٌ اخْتَلَفَ فِيهَا أَهْلُ الْكُوفَةِ ، فَرَحَلْتُ فِيهَا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْهَا ، فَقَالَ : نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ : «وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ» . هِيَ آخِرُ مَا نَزَلَ ، وَمَا نَسَخَهَا شَيْءٌ . [ر : ۳٦٤٢]

کیا قاتل ہمیشہ جہنم میں ہوگا؟

یہاں دو بحثیں ہیں، پہلی بحث یہ ہے کہ اگر کسی مومن نے دوسرے مومن کو عمداً قتل کردیا تو وہ مُخَلَّد فی النار ہوگا یا نہیں، معتزلہ اور خوارج کے نزدیک وہ مُخَلَّد فی النار ہوگا اور اہل السنت و الجماعت کے نزدیک وہ مُخَلَّد فی النار نہیں ہوگا بلکہ اپنے گناہ کی سزا پانے کے بعد جہنم سے نکلے گا (۷۰)۔

اہل السنت و الجماعت کے مذہب پر آیتِ باب سے اشکال ہوتا ہے کہ اس میں "خالداًفیہا" فرمایا گیا ہے جس سے اس کا مُخَلَّد فی النار ہونا معلوم ہوتا ہے، اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

❶ بعضوں نے کہا کہ یہ سزا اس شخص کے لئے ہے جو قتلِ مومن کو جائز اور حلال سمجھتا ہو اور ظاہر ہے کہ ایسا آدمی مومن ہو نہیں سکتا اس لئے اس کی یہ سزا مقرر کی گئی ہے (۷۱)۔

❷ بعض حضرات نے کہا کہ "خَالِداً فِیهَا" سے مکث طویل مراد ہے اور "خلد" تابید کے علاوہ مکث طویل کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، کہتے ہیں "لَأُخَلِّدَنَّ فلانا فی السجن" میں فلاں کو جیل میں ہمیشہ کے لئے قید کردوں گا حالانکہ جیل کے لئے دوام نہیں ہے، مراد اس سے مکث طویل ہوتا ہے (۷۲)۔

❸ اور بعض علماء نے کہا کہ "خَالِداً فِیهَا" تغلیظاً کہا گیا ہے یعنی جزاء تو اس کی یہی ہونی چاہیئے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے کہ یہ جرم اتنا بڑا ہے لیکن اللہ جل شانہ ایمان کی بدولت اس کو نکال لیں گے (۷۳)۔

❹ اور حضرت تھانویؒ نے "جَزَاءُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِیهَا" کا ترجمہ کیا ہے اس کی اصلی سزا تو جہنم ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہنا لیکن اللہ کا فضل ہے کہ یہ اصلی سزا جاری نہ ہوگی بلکہ ایمان کی برکت سے آخر نجاتِ ہوجائے گی، تفسیر عثمانی میں بھی یہ جواب مذکور ہے (۷۴)۔

کیا قاتل کی توبہ قبول ہوگی؟

دوسری بحث یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اس میں اہل علم کا اختلاف ہے، حضرت

---

(۷۰) احکام القرآن للشیخ ظفر احمد العثمانی: ۲/۳۲۷ و تفسیر مظہری: ۴/۱۹۷

(۷۱) تفسیر القرطبی: ۵/۳۳۳

(۷۲) تفسیر القرطبی: ۵/۳۳۳

(۷۳) تفسیر روح المعانی: ۱/۱۶۰

(۷۴) بیان القرآن: ۲/۱۳۶ و تفسیر عثمانی: ۱۲۲

ابن عباسؓ سے ایک روایت مروی ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرۃؓ سے بھی یہ قول مروی ہے (۷۵)۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول ہوگی، یہ بھی حضرت ابن عباسؓ اور حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے، علامہ قرطبیؒ نے اسی کو اهل سنت کا صحیح مذہب قرار دیا ہے (۷٦) علامہ عینی فرماتے ہیں "وأجمع المسلمون على صحة توبة القاتل عَمْدا" (۷۷)۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ اهل علم سے ابتلاء سے پہلے جب اس کے بارے میں پوچھا جاتا ہے مثلاً کوئی شخص کہتا ہے کہ اگر میں ایسا کروں تو کیا ہوگا تو وہ کہتے ہیں کہ توبہ قبول نہیں ہوگی اور ان کا مقصد اس شخص کو اس ارادے سے باز رکھنا ہوتا ہے لیکن جب کوئی آدمی مبتلا ہوجائے اور قتل کرلے تو پھر قاتل سے کہتے ہیں کہ توبہ کرو (۷۸)۔

قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ نے تفسیر مظہری میں اهل علم کے مذکورہ دونوں اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ "ان قتل العمد جناية على حق العبد و جناية على حق الله تعالى، فقولهم: لاتوبة له، معناه لا توبة له في حق العبد، وفيه القصاص لامحالة، إما في الدنيا أو في الآخرة .... وأما قول العلماء بقبول التوبة فمعناه تفيد التوبة لاستدراك حق الله تعالى.... " (۷۹)۔

ابوعبداللہ مَوْصِلی نے اپنی کتاب "الناسخ و المنسوخ" میں لکھا ہے کہ بہت سے علماء نے سورۃ نساء کی اس آیت کو منسوخ قرار دیا ہے، بعضوں نے اس کے لئے ناسخ سورۃ فرقان کی یہ آیت قرار دی "يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا، إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا.... " اس سے پہلے شرک، زنا اور قتل کا ذکر کیا گیا ہے کہ ان جرائم کے مرتکبین کے لئے دائمی عذاب ہے پھر فرمایا "إِلَّا مَنْ تَابَ" مگر جو توبہ کرلے، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اس آیت نے سورۃ نساء کی آیت کو منسوخ کردیا۔

اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سورۃ النساء کی آیت کو آیت "إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ" (۸۰) نے منسوخ کیا ہے

---

(۷۵) عمدة القاری: ۱۸/۱۸۲ و تفسیر القرطبی: ۵/۳۳۲

(۷٦) تفسیر القرطبی: ۵/۳۳۳

(۷۷) عمدة القاری: ۱۸/۱۸۳

(۷۸) تفسیر البغوی: ۱/۴٦۵

(۷۹) دیکھیے تفسیر المظہری: ۳/۱۹۷

(۸۰) عمدة القاری: ۱۸/۱۸۲-۱۸۳

لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایتِ باب میں فرمایا کہ سورۃ نساء کی آیت کو کسی نے بھی منسوخ نہیں کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کو تغلیظ و تشدید پر محمول کرنا ہی مناسب ہوگا "لإجماع المسلمین علی صحة توبة القاتل عمداً" واللہ اعلم

٩٧ - باب : «وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا» /٩٤/.

السَّلْمُ وَالسَّلَمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ.

٤٣١٥ : حدّثني عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : «وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا» . قالَ : قالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : كانَ رَجُلٌ في غُنَيْمَةٍ لَهُ فَلَحِقَهُ المُسْلِمُونَ ، فَقَالَ : السَّلَامُ عَلَيْكُمْ ، فَقَتَلُوهُ وَأَخَذُوا غُنَيْمَتَهُ ، فَأَنْزَلَ اللهُ فِي ذٰلِكَ إِلَى قَوْلِهِ : «تَبْتَغُونَ عَرَضَ الحَيَاةِ الدُّنْيَا» : تِلْكَ الغُنَيْمَةُ .

قالَ : قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ : السَّلَامَ .

٩٨ - باب : «لَا يَسْتَوِي القَاعِدُونَ مِنَ المُؤْمِنِينَ ... وَالمُجَاهِدُونَ في سَبِيلِ اللهِ» /٩٥/.

٤٣١٦ : حدّثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قالَ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قالَ : حَدَّثَنِي سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ السَّاعِدِيُّ : أَنَّهُ رَأَى مَرْوَانَ بْنَ الحَكَمِ في المَسْجِدِ ، فَأَقْبَلْتُ حَتَّى جَلَسْتُ إِلَى جَنْبِهِ ، فَأَخْبَرَنَا أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَمْلَى عَلَيْهِ : «لَا يَسْتَوِي القَاعِدُونَ مِنَ المُؤْمِنِينَ وَالمُجَاهِدُونَ في سَبِيلِ اللهِ» . فَجَاءَهُ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَهُوَ يُمِلُّهَا عَلَيَّ ، قالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، وَاللهِ لَوْ أَسْتَطِيعُ الجِهَادَ لَجَاهَدْتُ . وَكانَ أَعْمَى ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ ، وَفَخِذُهُ عَلَى فَخِذِي ، فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتَّى خِفْتُ أَنْ تُرَضَّ فَخِذِي ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ ، فَأَنْزَلَ اللهُ : «غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ» . [ر : ٢٦٧٧]

٤٣١٨/٤٣١٧ : حدّثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ البَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : لَمَّا نَزَلَتْ : «لَا يَسْتَوِي القَاعِدُونَ مِنَ المُؤْمِنِينَ» . دَعَا رَسُولُ اللهِ ﷺ زَيْدًا

(٤٣١٥) اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا، رقم الحدیث: ٤٣١٥، و اخرجه مسلم فیه ایضاً، رقم الحدیث: ٣٠٢٥، و اخرجه الترمذی فی کتاب التفسیر، باب ومن سورة النساء، رقم الحدیث: ٣٠٣٣، و اخرجه ابوداؤد فی الحروف و القراءات، رقم الحدیث: ٣٩٧٤، و اخرجه النسائی فی السنن الکبری، کتاب التفسیر رقم الحدیث: ١١١١٦، و کتاب السیر، رقم الحدیث: ٨٥٩٠

فكتبها ، فجاء ابن أم مكتوم فشكا ضرارته ، فأنزل الله : «غير أولي الضرر» .

(٤٣١٨) : حدثنا محمد بن يوسف ، عن إسرائيل ، عن أبي إسحق ، عن البراء قال : لما نزلت : «لا يستوي القاعدون من المؤمنين» . قال النبي ﷺ : (ادعوا فلانا) . فجاءه ومعه الدواة واللوح ، أو الكتف ، فقال : (اكتب : «لا يستوي القاعدون من المؤمنين والمجاهدون في سبيل الله») . وخلف النبي ﷺ ابن أم مكتوم ، فقال : يا رسول الله أنا ضرير ، فنزلت مكانها : «لا يستوي القاعدون من المؤمنين غير أولي الضرر والمجاهدون في سبيل الله» .

[ر : ٢٦٧٦]

٤٣١٩ : حدثنا إبراهيم بن موسى : أخبرنا هشام : أن ابن جريج أخبرهم (ح) . وحدثني إسحق : أخبرنا عبد الرزاق : أخبرنا ابن جريج : أخبرني عبد الكريم : أن مقسما مولى عبد الله بن الحارث أخبره : أن ابن عباس رضي الله عنهما أخبره : «لا يستوي القاعدون من المؤمنين» : عن بدر ، والخارجون إلى بدر . [ر : ٣٧٣٨]

باب کی پہلی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابتؓ سے آیت لکھوائی "لَایَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ" ابھی آپؐ یہ آیت لکھوا رہے تھے کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ " یا رسول اللہ! اگر میں جہاد کرسکتا تو ضرور کرتا" حضرت ابن ام مکتومؓ نابینا تھے تو اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں چند الفاظ اور نازل فرمادیئے یعنی "غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ" جس کا مطلب یہ ہے کہ قاعدین سے غیر معذور لوگ مراد ہیں جو طاقت اور استطاعت کے باوجود جہاد میں شرکت نہیں کرتے ، جو معذور ہوں وہ مستثنیٰ ہیں۔

یہاں ایک معمولی سا اشکال ہوسکتا ہے کہ پہلی اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دوبارہ صرف "غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ" کی قید نازل ہوئی اور تیسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری آیت دوبارہ نازل ہوئی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اصلاً وبالذات دوبارہ صرف قید نازل ہوئی ہے ، اب راوی نے گاہے تو اصل پر نظر کرتے ہوئے صرف قید کو ذکر فرمایا اور گاہے سیاق آیت کی رعایت کرتے ہوئے پوری آیت مع القید تلاوت فرمائی کہ ادب کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ دوبارہ پوری آیت مع القید نازل ہوئی ہو تو کبھی راوی نے بیان واقعہ کے

طور پر پوری آیت مع القید تلاوت کردی جیسا کہ یہاں تیسری روایت میں ہے اور کبھی صرف قید کو ذکر کرکے اس طرف اشارہ کردیا کہ باقی آیت تو پہلے ہی نازل ہوچکی تھی دوبارہ اس قید کے لئے اس کو نازل کیاگیا ہے جیساکہ پہلی اور دوسری روایت میں ہے۔ واللہ اعلم

فائدہ

باب کی پہلی روایت کی سند میں ایک لطیفہ تو یہ ہے کہ اس میں صالح بن کیسان، امام زُہری سے روایت کررہے ہیں، صالح بن کَیسان، زُہری سے بڑے ہیں تو یہ "روایۃ الأکابر عن الأصاغر" ہے (۸۱)۔

دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ اس میں صحابی تابعی سے روایت کررہے ہیں کیونکہ اس میں سہل بن سعد مروان بن الحکم سے نقل کررہے ہیں اور سہل صحابی ہیں جبکہ مروان کے بارے مشہور یہ ہے کہ وہ تابعی ہیں (۸۲)۔

۹۹ - باب : «إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا» /۹۷/. الآيَةَ.

۴۳۲۰ : حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ : حَدَّثَنَا حَيْوَةُ وَغَيْرُهُ قَالَا : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَبُو الْأَسْوَدِ قَالَ : قُطِعَ عَلَى أَهْلِ الْمَدِينَةِ بَعْثٌ ، فَاكْتُتِبْتُ فِيهِ ، فَلَقِيتُ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَأَخْبَرْتُهُ ، فَنَهَانِي عَنْ ذٰلِكَ أَشَدَّ النَّهْيِ ، ثُمَّ قَالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ : أَنَّ نَاسًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ كَانُوا مَعَ الْمُشْرِكِينَ ، يُكَثِّرُونَ سَوَادَ الْمُشْرِكِينَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ ،

---

(۸۱) امام زہری کی پیدائش ابن سعد نے طبقات (ج ۹ ص ۱۷۲) میں سنہ ۵۷ھ لکھی ہے اور ان کی وفات علامہ مزّی نے تہذیب الکمال (ج ۲۶ ص ۴۴۱) میں سنہ ۱۲۴ھ لکھی ہے صالح بن کیسان کی وفات حافظ نے تقریب التھذیب (۲۷۳ رقم الترجمہ ۲۸۸۴) میں اور خزرجی نے خلاصۃ التھذیب (ص ۱۷۱) میں سنہ ۱۴۰ھ کے بعد لکھی ہے سن ولادت کا علم نہیں، لیکن عمر میں زہری سے بڑے ہیں، یحیی بن معین فرماتے ہیں "صالح بن کیسان أکبر سنا من الزھری" علامہ مزی نے تہذیب الکمال (ج ۲۶ ص ۸۲-۸۱) میں امام احمدؒ اور علی بن مدینی سے بھی اس مفہوم کے اقوال نقل کئے ہیں۔

(۸۲) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۱۸۶

(۴۳۲۰) اخرجہ البخاری فی کتاب التفسیر، باب، ان الذین توفاھم الملائکۃ ظالمی انفسھم، رقم الحدیث: ۴۳۲۰، و ایضاً فی کتاب الفتن، باب من کرہ ان یکثر سواد الفتن والظلم، رقم الحدیث: ۶۶۷۴، واخرجہ النسائی فی السنن الکبری، رقم الحدیث: ۱۱۱۱۹

يَأْتِي السَّهْمُ فَيُرْمَى بِهِ ، فَيُصِيبُ أَحَدَهُمْ فَيَقْتُلُهُ ، أَوْ يُضْرَبُ فَيُقْتَلُ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ : «إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ» . الآيَةَ .

رَوَاهُ اللَّيْثُ ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ . [٦٦٧٤]

"حدثنا حَیْوَۃ وغیرُہ" غیرہ سے عبداللہ بن لہیعہ مراد ہیں، ابن لہیعہ کی روایت طبرانی اور ابن ابی حاتم نے تخریج کی ہے (۸۳) عبداللہ بن لہیعہ چونکہ متکلم فیہ اور ضعیف ہیں اس لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے نام کی تصریح نہیں کی۔

محمد بن عبدالرحمان ابوالاسود فرماتے ہیں کہ اھل مدینہ کا لشکر متعین کیا گیا جس میں میرا نام بھی شامل تھا، اس دوران میری ملاقات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہ سے ہوئی تو انہوں نے بڑی سختی کے ساتھ لشکر میں جانے سے مجھے منع کیا، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بتایا کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ مشرکین کے ساتھ رہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشرکین کی جماعت بڑھاتے تھے، جنگ کے دوران تیر آکر ان مسلمانوں میں سے کسی کو لگ جاتا اور وہ مرجاتا یا تلوار چلانے سے کوئی قتل ہوجاتا، اس پر اللہ جل شانہ نے مذکورہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

یہ واقعہ جنگ بدر میں پیش آیا تھا، مکہ میں مقیم بعض مسلمانوں کو مشرکین اپنے ساتھ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے زبردستی لائے تھے جن میں بعض مارے گئے، اس طرح مسلمان مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے، حضرت عکرمہ نے ابوالاسود کو لشکر میں جانے سے منع کرتے ہوئے یہ واقعہ اس موقع پر سنایا کیونکہ مذکورہ لشکر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے اھل شام کے خلاف جنگ کے لئے ترتیب دیا گیا تھا (۸۴) اور ظاہر ہے اس میں دونوں طرف سے مسلمان تھے اور مسلمانوں کی تلوار مسلمانوں پر اٹھتی، اس مناسبت سے عکرمہ نے مذکورہ واقعہ سنایا اور ابوالاسود کو لشکر میں جانے سے منع کیا۔

١٠٠ - باب : «إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلاً» /٩٨/ .

٤٣٢١ : حدّثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ أَيُّوبَ . عَنِ ٱبْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : «إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ» . قَالَ : كَانَتْ أُمِّي مِمَّنْ عَذَرَ ٱللهُ . [ر : ١٢٩١]

---

(۸۳) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۱۸۸

(۸۴) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۱۸۸

١٠١ – باب : قَوْلِهِ : «فَأُولٰئِكَ عَسَى ٱللّٰهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ ٱللّٰهُ عَفُوًّا غَفُورًا» /٩٩/ .

٤٣٢٢ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ يَحْيَىٰ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْعِشَاءَ إِذْ قالَ : (سَمِعَ ٱللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ) . ثُمَّ قالَ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ : (اللّٰهُمَّ نَجِّ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ ، اللّٰهُمَّ نَجِّ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ ، اللّٰهُمَّ نَجِّ الْوَلِيدَ ابْنَ الْوَلِيدِ ، اللّٰهُمَّ نَجِّ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ، اللّٰهُمَّ ٱشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ ، اللّٰهُمَّ ٱجْعَلْهَا سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ) . [ر : ٩٦١]

١٠٢ – باب : «وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ» /١٠٢/ .

٤٣٢٣ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الحَسَنِ : أَخْبَرَنَا حَجَّاجٌ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ قالَ : أَخْبَرَنِي يَعْلَى ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : «إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَى» . قالَ : عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ كانَ جَرِيحًا .

١٠٣ – باب : «وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ ٱللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ» /١٢٧/ .

٤٣٢٤ : حدّثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا : «وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ ٱللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ – إِلَى قَوْلِهِ – وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ» . قالَتْ : هُوَ الرَّجُلُ تَكُونُ عِنْدَهُ الْيَتِيمَةُ ، هُوَ وَلِيُّهَا وَوَارِثُهَا ، فَأَشْرَكَتْهُ فِي مالِهِ حَتَّى فِي الْعَذْقِ ، فَيَرْغَبُ أَنْ يَنْكِحَهَا وَيَكْرَهُ أَنْ يُزَوِّجَهَا رَجُلاً ، فَيَشْرَكَهُ فِي مالِهِ بِمَا شَرِكَتْهُ ، فَيَعْضُلَهَا ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ . [ر : ٢٣٦٢]

١٠٤ – باب : «وَإِنِ ٱمْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا» /١٢٨/ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «شِقَاقَ» /٣٥/ : تَفَاسُدَ . «وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ» /١٢٨/ :

(٤٣٢٣)اخرجه البخارى فى كتاب التفسير ، باب ، ولا جناح عليكم ان كان بكم اذى من مطر او كنتم مرضىٰ ان تضعوا ، رقم الحديث: ٤٣٢٣، ولم يخرجه احد من اصحاب الستة سوى البخارى ، واخرجه النسائى فى السنن الكبرى ، رقم الحديث: ١١١٢١

هَوَاهُ فِي الشَّيْءِ بَحْرِصُ عَلَيْهِ . «كَالْمُعَلَّقَةِ» /۱۲۹/ : لَا هِيَ أَيِّمٌ ، وَلَا ذَاتُ زَوْجٍ . «نُشُوزًا» : بُغْضًا .

جب کسی آدمی کو کسی چیز کی خواہش ہوتی ہے اور وہ اس پر ٹوٹ پڑتا ہے تو اس حرص اور خواہش کو شح کہتے ہیں (۸۵) ۔

٤٣٢٥ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : «وَإِنِ ٱمْرَأَةٌ خافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا» . قالَتْ : الرَّجُلُ تَكُونُ عِنْدَه المَرْأَةُ لَيْسَ بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا ، يُرِيدُ أَنْ يُفَارِقَهَا ، فَتَقُولُ : أَجْعَلُكَ مِنْ شَأْنِي فِي حِلٍّ ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ فِي ذٰلِكَ . [ر : ٢٣١٨]

ایک ایسی عورت جس میں شوہر کو کسی قسم کی رغبت نہ ہو، شوہر چاہتا ہو کہ اس سے علیحدگی اور جدائی اختیار کرلے لیکن بیوی نے کہا کہ مجھے اپنی زوجیت میں رکھو اور میرے حقوق معاف ہیں ، مذکورہ آیت اس سلسلہ میں نازل ہوئی ہے ۔

اگر بیوی اپنی باری اور دیگر حقوق کو ساقط کردے تو وہ حقوق ساقط ہوجائیں گے لیکن اگر بعد میں عورت رجوع کرلے تو پھر شوہر کو حقوق ادا کرنے پڑیں گے لیکن ماضی کے نہیں، مستقبل میں اسے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرنا ہوگا۔

یہ روایت کتاب الصلح میں گزر چکی ہے ۔

١٠٥ - باب : «إِنَّ ٱلْمُنَافِقِينَ فِي ٱلدَّرْكِ ٱلْأَسْفَلِ مِنَ ٱلنَّارِ» /١٤٥/ .

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : أَسْفَلَ النَّارِ . «نَفَقًا» /الأنعام: ٣٥/ : سَرَبًا .

٤٣٢٦ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قالَ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ ، عَنِ الْأَسْوَدِ قالَ : كُنَّا فِي حَلْقَةِ عَبْدِ ٱللهِ ، فَجَاءَ حُذَيْفَةُ حَتَّى قامَ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ، ثُمَّ قالَ : لَقَدْ أُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلَى قَوْمٍ خَيْرٍ مِنْكُمْ ، قالَ الْأَسْوَدُ : سُبْحَانَ ٱللهِ ، إِنَّ ٱللهَ يَقُولُ : «إِنَّ ٱلْمُنَافِقِينَ

---

(۸۵) قال الراغب فی المفردات: ۲۵ "الشح بخل مع حرص وذلک فیما کان عادۃ"

(۴۳۲۶) اخرجہ البخاری فی کتاب التفسیر، باب ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار، رقم الحدیث: ۴۳۲۶

ولم یخرجہ احد من اصحاب الستۃ سوی البخاری

فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ». فَتَبَسَّمَ عَبْدُ اللّٰهِ، وَجَلَسَ حُذَيْفَةُ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ فَتَفَرَّقَ أَصْحَابُهُ، فَرَمَانِي بِالْحَصَا، فَأَتَيْتُهُ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: عَجِبْتُ مِنْ ضَحِكِهِ، وَقَدْ عَرَفَ مَا قُلْتُ، لَقَدْ أُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلَى قَوْمٍ كَانُوا خَيْرًا مِنْكُمْ ثُمَّ تَابُوا، فَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ.

نَفَقاً: سربا

سورۃ انعام کی آیت "فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقاً" میں نفق کی تفسیر سرب سے کی ہے، سرب سرنگ کو کہتے ہیں، یہ تفسیر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں "اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ" کی مناسبت سے بیان کی ہے کہ منافق کا لفظ بھی "نفق" سے ماخوذ ہے چونکہ منافق بھی زیر زمین اپنی ساری کوششیں اسلام کے خلاف جاری رکھتا ہے اور جس طرح سرنگ تحفظ کے لئے بنائی جاتی ہے اسی طرح منافق بھی اپنی حفاظت اور بچاؤ کے لئے راستے بنا کر رکھتا ہے (۸۶) اس کی پوری تفصیل کشف الباری، باب علامۃ الایمان کے تحت گزر چکی ہے۔

روایت میں حضرت اسود بن یزید فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مجلس میں حاضر تھے کہ حضرت حذیفہؓ آکر کھڑے ہوئے اور سلام کر کے فرمانے لگے کہ نفاق ایسی قوم پر نازل کیا گیا جو تم سے بہتر تھی، مطلب یہ تھا کہ صحابہؓ کے دور میں لوگ منافق تھے جبکہ وہ خیرالقرون کا دور تھا اس لئے کسی آدمی کو اترانا نہیں چاہیئے اور فخر نہیں کرنا چاہیئے۔

اس پر اسود بن یزید نے کہا "سبحان اللہ" (آپ عجیب بات بیان فرما رہے ہیں) اللہ تو فرماتے ہیں "اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" (اور آپ کہتے ہیں کہ ہم سے بہتر لوگ منافق تھے) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو شیخ مجلس تھے انہوں نے صرف تبسم فرمایا۔

حضرت حذیفہؓ اپنی بات کہہ کر مسجد کے ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے، اسود بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مجلس برخاست ہونے کے بعد حضرت حذیفہؓ نے مجھے بلانے کے لئے میری طرف ایک کنکری پھینکی، میں ان کے پاس آیا تو فرمایا عبداللہ بن مسعودؓ کے ہنسنے پر مجھے بڑا تعجب ہوا حالانکہ وہ میری مراد سمجھ چکے تھے، پھر اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم سے بہتر لوگوں پر نفاق نازل ہو چکا تھا، پھر اللہ نے انہیں توبہ کی توفیق دی اور ان کی توبہ قبول فرمائی۔

اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ کئی لوگ ایسے بھی رہے جو بغیر توبہ ہی کے مرگئے جیسے عبداللہ بن اُبَیّ وغیرہ

---

(۸۶) قال الکرمانی: ۱۷ / ۹۱ "فان قلت: النفق فی سورۃ الانعام، ولا تعلق لہ ایضا بقصۃ المنافقین قال تعالیٰ: ان استطعت ان تبتغی نفقا فی الارض، قلت: غرضہ بیان اشتقاق المنافقین منہ"

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "لقد انزل النفاق علی قوم خیر منکم" میں قوم سے صحابہ کرامؓ مراد ہیں اور نفاق سے نفاقِ عملی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام تم سے بہتر تھے لیکن اس کے باوجود بعض صحابہ نفاقِ عملی میں مبتلا ہوئے اور پھر توبہ کی، اس لئے تم لوگوں کو اترانا نہیں چاہیئے کہ عبداللہ بن مسعودؓ جیسے بڑے فقیہ و عالم سے پڑھ رہے ہیں، اسود حضرت حذیفہؓ کی بات صحیح طرح سمجھ نہ سکے وہ یہ سمجھے کہ حضرت حذیفہؓ نے ہمیں منافق کہہ دیا اس لئے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے "سبحان اللہ" کہا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب دیکھا کہ اسود نے حضرت حذیفہؓ کے کلام کا دوسرا مطلب سمجھا تو مسکرادیئے حضرت حذیفہؓ کو آپؓ کے مسکرانے پر تعجب ہوا کیونکہ آپؓ تو ان کی مراد صحیح سمجھ گئے تھے (۸۷)۔

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تشریح "اسفل النار" سے کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ آیت میں "مِن" اسم تفضیل کے صلہ میں مستعمل نہیں بلکہ یہ بیانیہ ہے لہذا کسی کو یہ وہم نہیں ہونا چاہیئے کہ "درک اسفل" آگ سے خارج کسی مقام کا نام ہے بلکہ اس سے آگ کا نچلا حصہ مراد ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی تعلیق ابن ابی حاتم نے موصولاً نقل کی ہے (۸۸)۔

١٠٦ – باب : «إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَما أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ» /١٦٣/.

٤٣٢٧ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ ، عَنْ سُفْيَانَ قالَ : حَدَّثَنِي الْأَعْمَشُ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (ما يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَقُولَ : أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى). [ر : ٣٢٣١]

٤٣٢٨ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ : حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ : حَدَّثَنَا هِلَالٌ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَنْ قالَ : أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى ، فَقَدْ كَذَبَ) . [ر : ٣٢٣٤]

ایک مطلب تو یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بارے میں حضرت یونس علیہ السلام کے مقابلے میں بہتر اور افضل ہونے کا دعوی کرے تو وہ جھوٹا ہے، اللہ کے نبی سے غیر نبی افضل نہیں ہوسکتا، چاہے وہ نبی انبیاء کی جماعت میں کتنے ہی چھوٹے درجے کا کیوں نہ ہو، حضرت یونس علیہ السلام کی تخصیص اس لئے کی کہ ان کے

---

(۸۷) لامع الدراری: ۹/۵۸-۵۷

(۸۸) عمدۃ القاری: ۱۸/۱۹۳

ساتھ بطنِ حوت کا واقعہ پیش آیا ہے، اس کو سامنے رکھ کر کوئی کہنے لگے کہ میری تو ساری زندگی عبادت و اطاعت میں گزری ہے اس لئے میں بہتر ہوں تو ایسا شخص جھوٹا ہوگا۔

اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہوں، اس صورت میں آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ کوئی شخص مجھے، یونس علیہ السلام سے بہتر کہے تو وہ غلط ہے (۸۹)

اس صورت میں اشکال ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو بالاتفاق تمام انبیاء سے افضل ہیں تو پھر ایسے شخص کے قول کو غلط کیوں کہا گیا۔

❶ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ آپؐ نے تواضعاً اور ھضماً للنفس فرمایا ہے (۹۰)۔

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس وقت کا ہے جب آپؐ کو دیگر انبیاء کے مقابلہ میں اپنی فضیلت کا علم حاصل نہیں ہوا تھا (۹۱)۔

❸ تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس سے نفس نبوت میں فضیلت کی نفی مراد ہے کیونکہ نفس نبوت میں تمام انبیاء برابر ہیں (۹۲)۔

❹ اور چوتھا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے مقصود ایسی فضیلت کی نفی ہے جس سے حضرت یونس علیہ السلام کی تحقیر و تنقیص کا شبہ پیدا ہونے لگے (۹۳)۔

۱۰۷ - باب: «يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ» /۱۷۶/.

وَالْكَلَالَةُ: مَنْ لَمْ يَرِثْهُ أَبٌ أَوِ ابْنٌ، وَهُوَ مَصْدَرٌ، مِنْ تَكَلَّلَهُ النَّسَبُ.

۴۳۲۹: حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قالَ: آخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ: «بَرَاءَةٌ». وَآخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ: «يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ». [ر: ۴۱۰۶]

(۸۹) فتح الباری: کتاب احادیث الانبیاء، باب "وان یونس لمن المرسلین": ۴۵۱/۶

(۹۰) عمدۃ القاری: ۱۹۴/۱۸

(۹۱) فتح الباری، کتاب احادیث الانبیاء: ۴۵۲/۶

(۹۲) فتح القدیر للشوکانی: ۲۶۹/۱

(۹۳) فتح الباری: ۴۵۲/۶۔ کتاب احادیث الانبیاء

کلالہ کی تفسیر

کلالہ کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے، اور چار قول مشہور ہیں۔

❶ ایک قول یہ ہے کہ کلالہ اس میت کے مال موروث کو کہتے ہیں جس میت کا ولد اور والد نہ ہو۔

❷ دوسرا قول یہ ہے کہ کلالہ اسم مصدر ہے اور اس میت کی وراثت کو کہتے ہیں جس کا ولد اور والد نہ ہو۔

❸ تیسرا قول یہ ہے کہ کلالہ ان وارثوں کا نام ہے جن میں کوئی ولد اور والد نہ ہو اس صورت میں میت کے بھائی کلالہ ہوں گے۔

❹ چوتھا قول یہ ہے کہ کلالہ اس میت کا نام ہے جس کا کوئی بیٹا اور باپ زندہ موجود نہ ہو یہی جمہور کا قول ہے۔

لیکن قرآن اور حدیث میں کلالہ کا اطلاق میت پر بھی ہوا ہے اور وارث پر بھی، آیتِ باب میں اور آیتِ میراث "وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً" میں کلالہ کا اطلاق میت پر ہوا ہے اور حضرت جابرؓ کی حدیث "انما یرثنی کلالۃ" میں کلالہ سے وارث مراد ہے۔

اس لئے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلالہ کا لفظ ایک خاص حالت میں میت اوروارث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور وہ خاص حالت ولد اور والد کا نہ ہونا ہے (۹۴)

دوسری بحث یہ ہے کہ لفظ کلالہ لغوی اعتبار سے کیا ہے اور کس سے مشتق ہے؟ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ابوعبیدہ کا قول نقل کیا ہے کہ کلالہ مصدر ہے تَكَلَّلَ کا، تکللہ النسب کا ترجمہ علامہ عینی نے کیا ہے "تَطَرَّفَہ" (۹۵) سے یعنی طرف میں ہونا (جیسا کہ ابن العم ہے کہ وہ عمود نسب میں نہیں پڑتا بلکہ طرف میں ہوتا ہے لیکن کلالہ کی صورت میں وہ والد اور ولد کی طرف کو لے لیتا ہے) یعنی کلالہ کی صورت میں اصول اور فروع کی میراث کا حصہ اطراف میں واقع رشتہ داروں کو ملتا ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کلالہ "إکلیل" سے ماخوذ ہے جس کے معنی تاج کے آتے ہیں جیسے تاج نے سر کا احاطہ کیا ہوتا ہے ایسا ہی کلالہ اس میت کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے (۹۶)۔

اور بعض کہتے ہیں کہ کلالہ "کَلال" کے معنی میں ہے اور کلال کے معنی ہیں تھک جانا (۹۷) جو

---

(۹۴) مذکورہ قسموں کی تفصیل کے لئے دیکھیے، تکلمۃ فتح الملھم:۲/۲۰-۱۹ وشرح مسلم للنووی:۲/۳۵

(۹۵) عمدۃ القاری:۱۸/۱۹۵

(۹۶) شرح مسلم للنووی:۲/۳۵ (۹۷) فیض الباری:۴/۱۷۷

ضعف پر دلالت کرتا ہے، باپ بیٹے والی قرابت کے سوا قرابت کو کلالہ کہا گیا اس لئے کہ وہ قرابت باپ بیٹے کی قرابت کی نسبت سے کمزور ہے۔

کلالہ کو یہاں مصدر کہا گیا، علامہ عینی نے اس پر اشکال کیا اور کہا باب تفعل کا مصدر یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ یہ اس وزن پر نہیں ہے اس لئے یہ مصدر نہیں بلکہ اسم مصدر ہے (۹۸)۔

آیتِ باب سے بعض شیعوں نے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ کلالہ وہ ہے جس کا ولد نہ ہو اگرچہ اس کا والد ہو کیونکہ آیت میں صرف ولد کی نفی ہے "اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ"

لیکن یہ استدلال درست نہیں ہے، آیتِ کریمہ میں والد کی نفی اس لئے نہیں کی گئی ہے کہ اہل عرب کے ہاں کلالہ کے معنی معروف تھے کہ جس کا ولد اور والد دونوں نہ ہوں اس لئے نفی الوالد کی تصریح قرآن نے نہیں کی (۹۹)۔

اور علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آیت کریمہ میں "ولد" سے ولادت من جانب اعلی اور من جانب اسفل دونوں مراد ہیں "لیس لہ ولد ای ولادۃ فی الطرفین من أعلی وأسفل" ولادت جانبِ اعلی کی نفی سے والد، اور ولادت جانبِ اسفل کی نفی سے ولد کی نفی مراد ہے "وھو معنی قول الصحابۃ وعامۃ الفقھاء: ان الکلالۃ من لیس لہ ولد ولا والد" (۱۰۰) واللہ اعلم

---

(۹۸) عمدۃ القاری: ۱۸/۱۹۵

(۹۹) شرح مسلم للنووی: ۲/۳۵ و تکملۃ فتح الملھم: ۲/۳۱

(۱۰۰) معالم السنن: ۳/۱۶۲-۱۶۱

١٠٨ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمَائِدَةِ .

«حُرُمٌ» /١/ : وَاحِدُهَا حَرَامٌ . «فَبِما نَقْضِهِمْ» /١٣/ : بِنَقْضِهِمْ . «الَّتي كَتَبَ ٱللهُ» /٢١/ : جَعَلَ ٱللهُ . «تَبُوءَ» /٢٩/ : تَحْمِلَ . «دائِرَةٌ» /٥٢/ : دَوْلَةٌ .

وَقالَ غَيْرُهُ : الْإِغْرَاءُ التَّسْلِيطُ . «أُجُورَهُنَّ» /٥/ : مُهُورَهُنَّ .

قالَ سُفْيَانُ : مَا فِي الْقُرْآنِ آيَةٌ أَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ : «لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ» /٦٨/ .

«مَنْ أَحْيَاهَا» /٣٢/ : يَعْنِي مَنْ حَرَّمَ قَتْلَهَا إِلَّا بِحَقٍّ ، حَيِيَ النَّاسُ مِنْهُ جَمِيعًا . «شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا» /٤٨/ : سَبِيلاً وَسُنَّةً .

الْمُهَيْمِنُ : الْأَمِينُ ، الْقُرْآنُ أَمِينٌ عَلَى كُلِّ كِتَابٍ قَبْلَهُ .

سورة المائدة

حُرُم: واحدها حَرام

"أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ" "تمہارے تمام چوپائے مویشی حلال کردیے گئے مگر وہ جانور جن کی حرمت تمہارے سامنے بیان کی جائے گی (وہ تمہارے لیے حلال نہیں) مگر احرام کی حالت میں شکار کو حلال نہ جانو۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حرم کا واحد حَرام ہے بمعنی مُحرِم

فَبِمَا نَقْضِهِمْ: فَبِنَقْضِهِمْ

"فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قَاسِيَةً" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "فَبِمَا نَقْضِهِمْ" میں "ما" زائدہ ہے۔

اَلَّتِی کَتَبَ اللّٰہُ: اَلَّتِی جَعَلَ اللّٰہُ

"اُدْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِی کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ" (موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے قوم) اس پاک زمین (ملک شام) میں داخل ہوجاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے یعنی آیت میں کتب اللّٰہ بمعنی جعل اللّٰہ ہے یعنی اللہ نے مقرر کردیا ہے۔

تَبُوْءُ: تَحْمِلُ

"اِنِّی اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْءَ بِاِثْمِی وَاِثْمِکَ" اس میں "تبوء" کی تفسیر "تحمل" سے کی ہے (۲) یہ تفسیر ابوعبیدہ نے کی ہے۔

دَائِرَةٌ: دَوْلَةٌ

"یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰی اَنْ تُصِیْبَنَا دَائِرَةٌ" دائرۃ کی تفسیر "دولۃ" سے کی ہے جس کے معنی گردش، انقلاب اور مصیبت کے ہیں، یہ منافقین کا قول ہے جو کفار کے پاس جاکر ان سے اپنی دوستی کا اظہار کرتے تھے اور جب کوئی ان کو اس حرکت پر ملامت کرتا تو کہتے کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ کوئی مصیبت نہ ہمیں آلے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور غلبہ کوئی یقینی نہیں، ممکن ہے حالات میں انقلاب آجائے اور مسلمان مغلوب ہوجائیں تو اس وقت کفار ہمیں مخالف سمجھ کر قتل کردیں گے اور اس اندیشہ کی وجہ سے ہم کافروں سے رابطہ رکھنے کے لئے ان کے پاس جاتے ہیں۔

وقال غیرہ: اَلْاِغْرَاءُ: اَلتَّسْلِیْطُ

"فَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ" "پس ہم نے ان کے درمیان دشمنی اور کینہ ڈال دیا جو قیامت تک ان میں رہے گا"۔

اس آیت میں لفظ اغرینا کی تفسیر کی گئی ہے کہ اغراء بمعنی تسلیط ہے، یعنی ہم نے نصرانیوں کے باہم دشمنی اور کینہ کو قیامت تک کے لیے مسلّط کردیا، یہ تفسیر باللازم ہے، اکثر مفسرین اغرینا کی تفسیر "اَلْقَیْنَا" سے کرتے ہیں اور یہی واضح ہے کہ دوسری جگہ سورہ مائدہ آیت ۶۴ میں ارشاد الٰہی ہے وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔

(۲) یعنی ان تبوء ههنا لیست بمعنی جعل الشئی وطنا کما فی قوله "تبوؤا الدار والایمان" بل بمعنی الحمل والنکتة فی تعبیره بلفظه دون لفظ آخر مما فیه معنی الحمل اشارة الی انه باجترام هذه الکبیرة یقحم فیها فکانه محاط بها احاطة المکان بالمتمکن ... (وانظر لامع الدراری: ۹/ ۶۱-۶۰)

قال سفیان: مافی القرآن آیۃ أشد علیّ ۔۔۔

حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کہ قرآن مجید کی کوئی بھی آیت میرے لئے اُس قدر گراں اور شاق نہیں ہے جیسی یہ آیت ہے "لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرَاةَ وَ الْإِنْجِيْلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ" حضرت سفیان ثوری کو یہ آیت شاق اس لئے معلوم ہوئی کہ اس میں تورات، انجیل اور قرآن سب پر عمل کا مطالبہ کیا گیا ہے (۴)۔

مَنْ أَحْيَاهَا يعنى مَنْ حَرَّمَ قَتْلَهَا إِلَّا بِحَقٍّ حَيِيَ النَّاسُ مِنْهُ جَمِيْعًا

"وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء کی تفسیر تحریم قتل سے اس لئے کی کہ احیاء فی الواقع اور فی الحقیقت اللہ جل شانہ کی صفت ہے، غیر اللہ کو زندہ کرنے والا نہیں کہا جاسکتا اس لئے آیت کریمہ میں احیاء مجازی معنی میں مستعمل ہے اور مجازی معنی تحریم کے ہیں یعنی جس نے قتل نفس کو حرام قرار دیا گویا کہ اس نے تمام لوگوں کو اس تحریم قتل کی وجہ سے زندہ رکھا، مطلب یہ ہے کہ قتل نفس کو حرام سمجھنے والا درحقیقت تمام لوگوں کی حیات کا سبب بنتا ہے ورنہ کوئی کسی ایک آدمی کو قتل کرے گا، مقتول کے آدمی اس کے بدلے میں دو کو قتل کردیں گے پھر وہ بدلہ میں چار کو قتل کریں گے اس طرح قتل کا دائرہ وسیع ہوتا چلا جائے گا۔

شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا: سَبِيْلًا وَّسُنَّةً

"وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا" شرعة کی تفسیر "سُنَّة" اور منہاج کی تفسیر "سَبِيل" ہے، یہ لف ونشر غیر مرتب ہے، کتاب الایمان میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

اَلْمُهَيْمِنُ: اَلْأَمِيْنُ، القرآن أمين على كل كتاب قبله

"وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ" اس میں "مُهَيْمِن" کی تفسیر "امین" سے کی ہے یہ "هَيْمَن" سے ماخوذ ہے جس کے معنی حفظ کرنے کے آتے ہیں، قرآن مجید کو "مہیمن" کہا گیا اس لئے کہ یہ ساری کتبِ سماویہ کے مضامین کا امین اور محافظ ہے۔

---

(۴) وسبب نزول هذه الاية مارواه بن ابى حاتم عن ابن عباس قال: جاء مالك بن الضيف و جماعة من الاحبار فقالوا: يامحمد، الست تزعم انك على ملة ابراهيم، وتؤمن بما فى التوراة، وتشهد انها حق، قال: بلى، ولكنكم كتمتم منها ماأمرتم ببيانه، فانا أبرأ مما أحدثتموه، قالوا: انما نتمسك بما فى ايدينا من الهدى والحق ولا نؤمن بك ولا بما جئت به، فأنزل الله هذه الآية .... "قل يااهل الكتاب لستم على شئ" (عمدة القارى: ۱۸/ ۱۹۶)

١٠٩ - باب : «اليَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ» /٣/.

وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «مَخْمَصَةٍ» /٣/ : مَجَاعَةٍ.

"فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ" "پس جو شخص بھوک کی شدت میں مجبور ہوجائے بشرطیکہ گناہ کی طرف میلان نہ ہو" اس آیت میں مَخْمَصَةٍ بمعنی مَجَاعَةٍ ہے یعنی سخت بھوک۔

٤٣٣٠ : حدَّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ قَيْسٍ ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ : قالَتِ الْيَهُودُ لِعُمَرَ : إِنَّكُمْ تَقْرَؤُونَ آيَةً ، لَوْ نَزَلَتْ فِينَا لَاتَّخَذْنَاهَا عِيدًا . فَقَالَ عُمَرُ : إِنِّي لَأَعْلَمُ حَيْثُ أُنْزِلَتْ ، وَأَيْنَ أُنْزِلَتْ ، وَأَيْنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ أُنْزِلَتْ : يَوْمَ عَرَفَةَ ، وَإِنَّا وَاللهِ بِعَرَفَةَ .

قالَ سُفْيَانُ : وَأَشُكُّ كانَ يَوْمَ الجُمُعَةِ أَمْ لَا : «اليَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ» . [ر : ٤٥]

یہ روایت کتاب الایمان میں گزر چکی ہے (۱۰) یہاں ہے کہ یہودیوں نے حضرت عمرؓ سے سوال کیا اور کتاب الایمان کی روایت میں ہے کہ یہودیوں میں سے ایک آدمی نے سوال کیا، یہ آدمی کعب بن أحبار تھا جیسا کہ مسدد نے اپنی مسند میں، طبری نے اپنی تفسیر میں اور طبرانی نے اپنی معجم میں بیان کیا ہے (۱۱) کعب بن احبار نے کہا کہ یہ آیت اگر ہمارے ہاں نازل ہوتی تو ہم اس کے یومِ نزول کو یوم العید بنالیتے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ جل شانہ نے اس امت کو بہت بڑا اعزاز دیا اور اس پر اپنے خاص انعام کا ذکر کیا، ایک تو یہ کہ تمہارے دین کو کامل کردیا گیا تو دین اسلام کے کمال کی بشارت دی، دوسرے اتمامِ نعمت کا تذکرہ فرمایا کہ تم پر ہم نے اپنی نعمت کو مکمل کردیا اور تیسرے یہ کہ آخر میں کہہ دیا "وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا" تمام ادیانِ سماویہ میں دین اسلام کو تمہارے لئے اللہ نے منتخب فرمالیا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے وہ دن بھی معلوم ہے، جگہ بھی معلوم ہے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی تھی یعنی عرفہ کا دن تھا اور آپ عرفات کے میدان میں تھے، کتاب الایمان کی روایت میں جمعہ کے دن کی بھی تصریح ہے۔

اسحاق کی روایت میں ہے " وکلاھما بحمداللہ لنا عید " (۱۲) یعنی جمعہ اور عرفہ دونوں دن

---

(۱۰) دیکھیے صحیح البخاری کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان و نقصانہ، رقم الحدیث: ۴۵

(۱۱) دیکھیے فتح الباری: ۱/ ۱۰۵ باب زیادۃ الایمان و نقصانہ

(۱۲) فتح الباری: ۱/ ۱۰۵ کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان و نقصانہ

ہمارے لئے عید ہیں اور طَبَری کی روایت میں ہے "وهمالنا عيدان" (۱۳) مگر یہاں سوال یہ ہے کہ یوم الجمعۃ تو واقعی ہفتے کی عید ہے تاہم عرفہ کے دن کو کیسے عید کہہ دیا، اس کا جواب یہ ہے کہ یوم النَّحر درحقیقت یوم العید ہوتا ہے اور چونکہ وہ یوم عرفہ سے متصل ہے اور شئ کے قریب کو اس شئ کا حکم بسااوقات دیدیا جاتا ہے اس لئے یوم عرفہ کو عید کہا (۱۴) اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حج کرنے والوں کی اصل عید تو یوم عرفہ ہی ہے کیونکہ اسی دن حج کا رکنِ اعظم وقوف عرفہ ادا کیا جاتا ہے۔

وَاَشکُّ کان یوم الجمعة اَم لا

سفیان ثوری نے یہاں فرمایا کہ مجھے اس میں شک ہے کہ وہ یوم عرفہ یوم الجمعہ تھا یا نہیں، حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بخاری کی مذکورہ روایت نقل کرنے کے بعد سفیان ثوری کا یہ جملہ نقل کیا اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ سفیان ثوری کو اگر شک اس میں ہے کہ ان کے شیخ نے روایت میں "یوم الجمعہ" کا ذکر کیا ہے یا نہیں تو یہ ان کے تقویٰ اور ورع پر دال ہے کہ انہوں نے بتادیا کہ مجھے اپنے شیخ سے یہ بات صحیح یاد نہیں کہ انہوں نے یوم الجمعہ کا ذکر کیا تھا یا نہیں۔

لیکن اگر ان کو شک اس بات میں ہے کہ نفس الامر اور حقیقت میں یوم عرفہ یوم الجمعہ میں واقع ہوا تھا یا نہیں؟ تو میں نہیں سمجھتا کہ سفیان ثوری جیسے محدّث کو اس جیسے واضح اور متفق علیہ مسئلہ میں شک ہو کیونکہ اصحابِ مغازی اس بات پر متفق ہیں کہ یوم الجمعہ کو یوم عرفہ اس سال واقع ہوا تھا، اس سلسلہ میں روایات تواتر کے ساتھ ثابت ہیں (۱۵) اس لئے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سفیان ثوری کو اس میں شک نہیں تھا کہ یوم عرفہ یوم الجمعہ کو واقع ہوا تھا، شک اس میں تھا کہ ان کے شیخ نے روایت بیان کرتے وقت یوم الجمعہ کا ذکر کیا تھا یا نہیں۔

صاحبِ خیر جاری نے یوم الجمعہ کو یوم عرفہ کے وقوع میں سفیان ثوری کے شک کی توجیہ بیان کی ہے کہ مشہور یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پیر کے دن بارہ ربیع الاول کو ہوئی تو اگر یومِ عرفہ جمعہ کے دن واقع ہو تو پھر کسی صورت میں ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو پیر کا دن نہیں پڑتا، ذی الحجہ، محرم اور صفر کو خواہ تیس تیس دن مانے جائیں یا انتیس انتیس کے یا بعض تیس اور بعض انتیس کے، اس لئے سفیان

---

(۱۳) فتح الباری: ۱/۱۰۵ کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمان و نقصانہ

(۱۴) واتخذوا یوم عرفۃ عیدا، لانہ لیلۃ العید۔ (فتح الباری: ۱/۱۰۵)

(۱۵) دیکھیے تفسیر ابن کثیر: ۲/۱۳ سورۃ المائدہ

ثوری کو شک ہے کہ یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا یا نہیں (۱۶)۔

لیکن جیسا کہ ہم نے ذکر کیا جمعہ کے دن یوم عرفہ کے وقوع میں کسی کا بھی اختلاف نہیں اور اس سلسلہ میں روایات متواتر ہیں باقی یہ بات ہم نے کتاب المغازی میں تحقیق کے ساتھ بیان کردی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یکم ربیع الاول ۱۱ھ کو ہوئی، آپ کی وفات کا پیر کے دن بارہ ربیع الاول کا جو قول مشہور ہے وہ تحقیقی نہیں ہے (۱۷)۔ واللہ اعلم

١١٠ - باب : قَوْلِهِ : «فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا» /٦/.

تَيَمَّمُوا : تَعَمَّدُوا . «آمِّينَ» /٢/ : عامِدِينَ ، أَمَّمْتُ وَتَيَمَّمْتُ وَاحِدٌ .

آیت مذکورہ میں "تَيَمَّمُوا" بمعنی "تَعَمَّدُوا" ہے یعنی تم قصد کرو، تم ارادہ کرو، اسی طرح ایک دوسری آیت میں ہے "....وَلَآ آمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ" اس میں "آمین" بمعنی "عامدین" ہے یعنی قصد کرنے والے، ارادہ کرنے والے، اَمَّمْتُ اور تَيَمَّمْتُ دونوں کے معنی ایک ہیں، یعنی قصد کرنا۔

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «لَمَسْتُمْ» /النساء: ٤٣/ و /المائدة: ٦/ وَ «تَمَسُّوهُنَّ» /البقرة: ٢٣٦، ٢٣٧/ و /الأحزاب: ٤٩/ وَ «اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ» /النساء: ٢٣/ وَالإِفْضَاءُ : النِّكَاحُ .

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قرآن مجید کے مذکورہ بالا چاروں الفاظ کے معنی نکاح یعنی وطی کے ہیں "لَمَسْتُمْ" اس آیت میں واقع ہے "اِنْ كُنْتُمْ مَرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَاءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ" اور "تَمَسُّوْهُنَّ" سورۃ بقرہ کی آیت میں ہے "وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ" اور "اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ" سورۃ نساء میں ہے "وَرَبَآئِبُكُمُ اللَّاتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ اللَّاتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ" اور "اَفْضٰى" بھی سورۃ نساء میں ہے "وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ"

٤٣٣٢/٤٣٣١ : حدّثنا إِسْماعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقاسِمِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْها ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، قالَتْ : خَرَجْنا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفارِهِ ، حَتَّى إِذا كُنَّا بِالْبَيْداءِ ، أَوْ بِذاتِ الْجَيْشِ ، انْقَطَعَ عِقْدٌ لِي ، فَأَقامَ رَسُولُ

(۱۶) دیکھیے حاشیہ صحیح بخاری: ۲ / ۶۶۲

(۱۷) دیکھیے کشف الباری، کتاب المغازی: ٦٦٧-٦٦٨

اللهِ ﷺ عَلَى الْتِمَاسِهِ ، وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ ، وَلَيْسُوا عَلَى ماءٍ ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ ماءٌ ، فَأَتَى النَّاسُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَقَالُوا : أَلَا تَرَى ما صَنَعَتْ عائِشَةُ ، أَقامَتْ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ وَبِالنَّاسِ ، وَلَيْسُوا عَلَى ماءٍ ، وَلَيْسَ مَعَهُمْ ماءٌ ؟ فَجاءَ أَبُو بَكْرٍ ، وَرَسُولُ اللهِ ﷺ واضِعٌ رَأْسَهُ عَلَى فَخِذِي قَدْ نامَ ، فَقالَ : حَبَسْتِ رَسُولَ اللهِ ﷺ وَالنَّاسَ ، وَلَيْسُوا عَلَى ماءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ ماءٌ . قالَتْ عائِشَةُ : فَعاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ ، وَقالَ ما شاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ ، وَجَعَلَ يَطْعُنُنِي بِيَدِهِ فِي خاصِرَتِي ، وَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكانُ رَسُولِ اللهِ ﷺ عَلَى فَخِذِي ، فَقامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ ماءٍ ، فَأَنْزَلَ اللهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ ، فَقالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ : ما هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يا آلَ أَبِي بَكْرٍ . قالَتْ : فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَإِذا الْعِقْدُ تَحْتَهُ .

(٤٣٣٢) : حدَّثنا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمانَ قالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرٌو : أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْها : سَقَطَتْ قِلادَةٌ لِي بِالْبَيْداءِ ، وَنَحْنُ داخِلُونَ الْمَدِينَةَ ، فَأَناخَ النَّبِيُّ ﷺ وَنَزَلَ ، فَثَنَى رَأْسَهُ فِي حَجْرِي راقِدًا ، أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ فَلَكَزَنِي لَكْزَةً شَدِيدَةً ، وَقالَ : حَبَسْتِ النَّاسَ فِي قِلادَةٍ ، فَبِي الْمَوْتُ لِمَكانِ رَسُولِ اللهِ ﷺ ، وَقَدْ أَوْجَعَنِي ، ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَيْقَظَ ، وَحَضَرَتِ الصُّبْحُ ، فَالْتُمِسَ الْماءُ فَلَمْ يُوجَدْ ، فَنَزَلَتْ : «يا أَيُّها الَّذِينَ آمَنُوا إِذا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلاةِ» . الآيَةَ . فَقالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ : لَقَدْ بارَكَ اللهُ لِلنَّاسِ فِيكُمْ يا آلَ أَبِي بَكْرٍ ، ما أَنْتُمْ إِلَّا بَرَكَةٌ لَهُمْ . [ر : ٣٢٧]

١١١ - باب : «فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقاتِلا إِنَّا هَا هُنا قاعِدُونَ» /٢٤/ .

٤٣٣٣ : حدَّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنا إِسْرائِيلُ ، عَنْ مُخارِقٍ ، عَنْ طارِقِ بْنِ شِهابٍ : سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدادِ (ح) . وَحَدَّثَنِي حَمْدانُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنا أَبُو النَّضْرِ : حَدَّثَنا الْأَشْجَعِيُّ ، عَنْ سُفْيانَ ، عَنْ مُخارِقٍ ، عَنْ طارِقٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قالَ : قالَ الْمِقْدادُ يَوْمَ بَدْرٍ : يا رَسُولَ اللهِ ، إِنَّا لَا نَقُولُ لَكَ كَما قالَتْ بَنُو إِسْرائِيلَ لِمُوسَى : «فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقاتِلا إِنَّا هَا هُنا قاعِدُونَ» . وَلٰكِنِ امْضِ وَنَحْنُ مَعَكَ . فَكَأَنَّهُ سُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ .

وَرَواهُ وَكِيعٌ ، عَنْ سُفْيانَ ، عَنْ مُخارِقٍ ، عَنْ طارِقٍ : أَنَّ الْمِقْدادَ قالَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ .

[ر : ٣٧٣٦]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کی ہیں ایک تحویل سے پہلے اور ایک تحویل کے بعد، تحویل سے پہلے کی سند کے الفاظ امام بخاریؒ مغازی میں پیش کرچکے ہیں دوسری سند تحویل کے بعد ہے اس کے الفاظ امام بخاریؒ یہاں پیش کررہے ہیں، حَمْدَان بن عمر کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے، ان کا نام احمد بن عمر حِمْیَری ہے اور حَمْدَان سے مشہور ہیں، علامہ مِزّی ان کے متعلق فرماتے ہیں "رَوىٰ عنه البخاري مقروناً بغيره" یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تنہا ان سے روایت نہیں کی ہے بلکہ دوسرے راوی کے ساتھ ملا کر ان سے روایت لی ہے جیسا کہ یہاں پر ہے۔

خطیب بغدادی نے ان کے بارے میں فرمایا "ثقة"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا "صدوق من الحادية عشرة"

ان کی وفات سن ۲۵۸ ھجری میں ہوئی (۱۸)۔

رواه وكيع عن سفيان ۔۔۔

یہ تعلیق ہے، دار قطنی نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے (۱۹)۔

۱۱۲ – باب : «إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا – إِلَى قَوْلِهِ – أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ» /۳۳/ .

الْمُحَارَبَةُ لِلّٰهِ الْكُفْرُ بِهِ .

یہاں یہ سمجھنا ہے کہ محاربہ آیا کفار ہی کی طرف سے ہوتا ہے یا اھل ایمان کی طرف سے بھی محاربہ مقصود ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں صاف صاف کہا ہے "اَلْمُحَارِبَةُ لِلّٰهِ اَلْكُفْرُ بِهِ" ان کی رائے یہ ہے کہ محاربہ صرف کفار کی طرف سے ہوتا ہے، اسی طرح آگے کتاب المرتدین والمحاربین کے تحت عرنیین کا واقعہ نقل کیا ہے اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں محاربہ کفار ہی کی طرف سے ہوتا ہے، وہاں امام بخاری نے محاربین کے ساتھ "من أهل الكفر و الرِدَّة" کے الفاظ بھی بڑھائے ہیں۔

---

(۱۸) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے عمدۃ القاری: ۲۰۲/۱۸، وتقریب التہذیب: ۸۳، رقم الترجمۃ: ۸۴، وتہذیب الکمال: ۴۱۴/۱-۴۱۵

(۱۹) عمدۃ القاری: ۲۰۳/۱۸۔

لیکن جمہور کا مسلک یہ ہے کہ محارب کافر بھی ہوسکتا ہے اور مؤمن بھی (۲۰)۔

محاربین کی سزا

پھر اس میں اختلاف ہے کہ محاربین کی سزا کیا ہوگی؟ قرآن مجید کی اس آیت میں چار امور بیان کئے گئے ہیں تقتیل تصلیب، قطع ایدی وارجل من خلاف اور نفی من الارض

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ امام کو اختیار ہے ان چاروں سزاؤں میں سے وہ محاربین کو جو سزا دینا چاہے دے سکتا ہے (۲۱)۔

لیکن دوسرے فقہاء کے یہاں اس میں تفصیل ہے اور مختلف صورتوں کے لئے مختلف احکام ہیں ۔

❶ اگر محارِب نے مال لیا ہے اور قتل نہیں کیا تو اس کے ہاتھ پاؤں من خلاف قطع کئے جائیں گے لیکن یہ اس وقت ہے جب مال بقدر نصاب ہو، حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس صورت میں یہی حکم ہے (۲۲) ۔

❷ اگر محارِب نے مال نہیں لیا البتہ قتل کیا ہے تو ایسی صورت میں اس کو حدًّا قتل کیا جائے گا، لہذا اولیائے مقتول اگر معاف بھی کردیں تب بھی قتل کیا جائے گا، اس صورت کا حکم ائمۂ اربعہ کے نزدیک متفق علیہ ہے ، سب کے نزدیک وہ حدًّا قتل کیا جائے گا (۲۳) ۔

❸ اگر محارِب نے قتل بھی کیا ہے اور مال بھی لیا ہے تو اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک امام کو اختیار ہے کہ وہ اس کے ہاتھ پاؤں مِنْ خِلاف کاٹ کر قتل کردے یا سولی پر لٹکا دے یا تینوں کو جمع کردے کہ ہاتھ پاؤں بھی کاٹے ، قتل بھی کردے اور سولی پر بھی لٹکا دے یا صرف قتل کردے یا صرف سولی پر لٹکا دے ۔

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس صورت میں اس کو قتل کرکے سولی پر لٹکایا جائے گا اس کے ہاتھ پاؤں نہیں کاٹے جائیں گے (۲۴) ۔

❹ چوتھی صورت یہ ہے کہ محارِب نے نہ قتل کیا اور نہ مال لیا صرف لوگوں کو ڈرایا اس صورت میں حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اس کو تعزیر کے بعد قید کردیا جائے گا یہاں تک کہ وہ توبہ کرلے ، ایسی توبہ جس کے آثار اس کے چہرے سے ظاہر ہوں۔

---

(۲۰) فیض الباری: ۱۷۷/۴

(۲۱) تکملة فتح الملهم: ۳۱۲/۲

(۲۲) دیکھیے تکملة فتح الملهم: ۳۱۲/۲ ومغنی المحتاج: ۱۸۲/۴ والمغنی لابن قدامة: ۳۱۳/۱۰

(۲۳) تکملة فتح الملهم: ۳۱۲/۲ ومغنی المحتاج: ۱۸۲/۴ والمغنی لابن قدامة: ۳۱۳/۱۰ والدردیر: ۴۹۳/۴-۴۹۵

(۲۴) تکملة فتح الملهم: ۳۱۲/۲ مغنی المحتاج: ۱۸۲/۴ والمغنی لابن قدامة: ۳۱۳/۱۰

حنابلہ کے نزدیک اس صورت میں اس کو تمام شہروں سے بھگایا جائے گا، کسی شہر میں اس کو ٹھکانہ نہیں دیا جائے گا (۲۵) کیونکہ آیت کریمہ میں "اَوْيُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ" ہے جمہور علماء نفی من الارض کی تفسیر حبس اور قید سے کرتے ہیں (۲۶)۔

فائدہ

اکثر مفسرین نے "وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا" سے رہزنی اور ڈکیتی مراد لی ہے مگر الفاظ کو عموم پر رکھا جائے تو مضمون زیادہ وسیع ہوجاتا ہے جو شانِ نزول، احادیث میں بیان ہوئی ہے وہ بھی اس کو مقتضی ہے کہ الفاظ کو ان کے عموم پر رکھا جائے جن میں کفار کے حملے، ارتداد کا فتنہ، رہزنی، ڈکیتی، ناحق قتل و نہب، مجرمانہ سازشیں، مغویانہ پروپیگنڈہ سب داخل ہوسکتے ہیں اور یہ مذکورہ سزائیں گرفتاری سے قبل توبہ کرنے سے معاف ہوجاتی ہیں مگر حقوق العباد کہ ان کے معاف کرنے کا حق صاحبِ مال یا ولیٔ مقتول کو حاصل ہے اور اس حد کے سوا باقی حدود مثلاً حدِ زنا، شربِ خمر، سرقہ، قذف، توبہ سے مطلقاً ساقط نہیں ہوتیں (۲۷)۔

۴۳۳۴ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ الْأَنْصَارِيُّ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ عَوْنٍ قالَ : حَدَّثَنِي سَلْمَانُ أَبُو رَجَاءٍ مَوْلَى أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ : أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا خَلْفَ عُمَرَ ٱبْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ ، فَذَكَرُوا وَذَكَرُوا ، فَقَالُوا وَقَالُوا : قَدْ أَقَادَتْ بِهَا الْخُلَفَاءُ ، فَٱلْتَفَتَ إِلَى أَبِي قِلَابَةَ ، وَهُوَ خَلْفَ ظَهْرِهِ : فَقَالَ : ما تَقُولُ يَا عَبْدَ ٱللهِ بْنَ زَيْدٍ ، أَوْ قالَ : ما تَقُولُ يَا أَبَا قِلَابَةَ؟ قُلْتُ : ما عَلِمْتُ نَفْسًا حَلَّ قَتْلُهَا فِي الْإِسْلَامِ ، إِلَّا رَجُلٌ زَنَى بَعْدَ إِحْصَانٍ ، أَوْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ ، أَوْ حارَبَ ٱللهَ وَرَسُولَهُ ﷺ . فَقَالَ عَنْبَسَةُ : حَدَّثَنَا أَنَسٌ بِكَذَا وَكَذَا ؟

---

(۲۵) ایضاً

(۲۶) واما النفی من الارض، فقد فسرہ الجمهور بالحبس، لان النفی عن وجہ الارض غیر ممکن، والی بلدۃ أخری استضرار بالغیر، فتعین ان یکون المراد الحبس، لان المحبوس منقطع عن الدنیا، ولذا قال صالح بن عبدالقدوس، حین حبسوہ:

خرجنا من الدنیا ونحن من اهلها
فلسنا من الاموات فیها ولا الاحیاء
اذاجاء نا السجان یوما لحاجة
عجبنا، وقلنا : جاء هذا من الدنیا

(وانظر غرائب القرآن للنیسابوری، بهامش ابن جریر: ۶/ ۱۲۷ واعلاء السنن: ۱۱/ ۶۲۳ واحکام القرآن للجصاص: ۲/ ۴۱۳-۴۰۶ والجامع لاحکام القرآن: ۶/۱۵۳-۱۵۱)

(۲۷) تفسیر عثمانی: ۱۵۰

قُلْتُ : إِيَّايَ حَدَّثَ أَنَسٌ ، قالَ : قَدِمَ قَوْمٌ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَكَلَّمُوهُ ، فَقَالُوا : قَدِ اسْتَوْخَمْنَا هٰذِهِ الْأَرْضَ ، فَقَالَ : (هٰذِهِ نَعَمٌ لَنَا تَخْرُجُ ، فَاخْرُجُوا فِيهَا ، فَاشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا) . فَخَرَجُوا فِيهَا ، فَشَرِبُوا مِنْ أَبْوَالِهَا وَأَلْبَانِهَا ، وَاسْتَصَحُّوا ، وَمَالُوا عَلَى الرَّاعِي فَقَتَلُوهُ ، وَاطَّرَدُوا النَّعَمَ ، فَمَا يُسْتَبْطَأُ مِنْ هٰؤُلَاءِ ؟ قَتَلُوا النَّفْسَ ، وَحَارَبُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ، وَخَوَّفُوا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ . فَقَالَ : سُبْحَانَ اللّٰهِ ، فَقُلْتُ : تَتَّهِمُنِي ؟ قالَ : حَدَّثَنَا بِهٰذَا أَنَسٌ . قالَ : وَقالَ : يَا أَهْلَ كَذَا ، إِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا بِخَيْرٍ ما أُبْقِيَ هٰذَا فِيكُمْ ، وَمِثْلُ هٰذَا . [ر : ۲۳۱]

یہ روایت اس سے پہلے کتاب المغازی میں مختصراً گزری ہے اور یہاں بھی یہ روایت مختصر ہی ہے، آگے دیات میں یہ روایت تفصیل سے آرہی ہے اور وہیں انشاء اللہ گفتگو بھی ہوگی۔

۱۱۳ - باب : «وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ» /۴۵/.

۴۳۳۵ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ ، وَهِيَ عَمَّةُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَطَلَبَ الْقَوْمُ الْقِصَاصَ ، فَأَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْقِصَاصِ ، فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ ، عَمُّ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ : لَا وَاللّٰهِ لَا تُكْسَرُ سِنُّهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (يَا أَنَسُ ، كِتَابُ اللّٰهِ الْقِصَاصُ) . فَرَضِيَ الْقَوْمُ وَقَبِلُوا الْأَرْشَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ) . [ر : ۲۵۵۶]

۱۱۴ - باب : «يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ ما أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ» /۶۷/.

۴۳۳۶ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ كَتَمَ شَيْئًا مِمَّا أُنْزِلَ عَلَيْهِ فَقَدْ كَذَبَ ، وَاللّٰهُ يَقُولُ : «يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ ما أُنْزِلَ إِلَيْكَ» . الْآيَةَ . [ر : ۳۰۶۲]

۱۱۵ - باب : «لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ» /۸۹/.

۴۳۳۷ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ سَلَمَةَ : حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ سُعَيْرٍ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ

(۴۳۳۷)اخرجه البخاری فی کتاب التفسير، باب لايؤاخذکم الله باللغو فی ايمانکم، رقم الحديث: ۴۳۳۷، و ايضاً فی کتاب الايمان والنذور، باب لايؤاخذکم الله باللغو فی ايمانکم، رقم الحديث: ۶۲۸۶، واخرجه ابوداؤد فی کتاب الايمان والنذور، باب لغو اليمين، رقم الحديث: ۳۲۵۴، ۲۱۹۵

عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ : «لَا يُؤَاخِذُكُمُ ٱللهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ». فِي قَوْلِ الرَّجُلِ : لَا وَٱللهِ ، وَبَلَى وَٱللهِ . [٦٢٨٦]

٤٣٣٨ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجاءٍ : حَدَّثَنَا النَّضْرُ ، عَنْ هِشَامٍ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : أَنَّ أَبَاهَا كانَ لَا يَحْنَثُ فِي يَمِينٍ ، حَتَّى أَنْزَلَ ٱللهُ كَفَّارَةَ الْيَمِينِ ، قالَ أَبُو بَكْرٍ : لَا أَرَى يَمِينًا أُرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا قَبِلْتُ رُخْصَةَ ٱللهِ ، وَفَعَلْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ . [٦٢٤٧]

(رخصة الله) أي إذنه وتسهيله على عباده في تشريع الكفارة عند الحنث باليمين

اس روایت کے پیش نظر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یمینِ لغو کی تعریف کی کہ یمین لغو وہ ہوتی ہے کہ انسان یمین کا قصد کئے بغیر عام عادت اور محاورہ کے طور پر "لا، واللہ" "بلی، واللہ" کہے، چاہے اس کا تعلق ماضی سے ہو یا مستقبل سے، خبر سے ہو یا انشاء سے (۲۸)۔

حضرات حنفیہ کے نزدیک یمین لغو وہ ہوتی ہے کہ انسان کسی امرِ ماضی کے بارے میں اسے سچ سمجھ کر قسم کھالے اور بعد میں ظاہر ہو کہ وہ امر ایسا نہیں تھا تو یہ قسم یمینِ لغو کہلائے گی، اس میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ (۲۹)

لہذا حنفیہ کے نزدیک اگر کسی نے "لا، واللہ" "بلی، واللہ" سے کسی ایسے امر پر قسم کھائی جس کا تعلق مستقبل سے ہو، اگرچہ اس نے قسم کا قصد نہ کیا ہو تاہم ایسی صورت میں حنفیہ کے نزدیک یہ یمین لغو نہیں ہوگی اور حانث ہونے کی صورت میں اس پر کفارہ ہوگا جبکہ شافعیہ کے نزدیک ایسی صورت میں وہ حانث نہیں ہوگا کیونکہ یہ ان کے یہاں یمین لغو ہے (۳۰)۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الآثار" میں مذکورہ دونوں قسموں کو یمین لغو شمار کیا ہے یعنی "لا، واللہ" "بلی، واللہ" یمین کا قصد کئے بغیر کوئی کہے چاہے اس کا تعلق مستقبل سے ہی کیوں نہ ہو، یہ

(۴۳۳۸) اخرجہ البخاری فی کتاب التفسیر، باب لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم، رقم الحدیث: ۴۳۳۸، و ایضاً فی کتاب الایمان والنذور، باب لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم، رقم الحدیث: ۶۲۴۷

ولم یخرجہ احد من اصحاب الستۃ سوی البخاری

(۲۸) دیکھیے التفسیر المظہری: ۱/ ۲۸۷ سورۃ البقرہ

(۲۹) التفسیر المظہری: ۱/ ۲۸۸ سورۃ البقرہ

(۳۰) اعلاء السنن: ۱۱/ ۳۵۱، کتاب الایمان

یمین لغو ہوگی اسی طرح ماضی کی کسی بات کو سچ سمجھ کر قسم کھانا جبکہ وہ غلط ہو یمین لغو میں شامل ہے (۳۱)۔
علامہ ابن الھمام رحمہ اللہ نے امام محمدؒ کا قول اختیار کیا ہے (۳۲)۔

۱۱٦ – باب : قَوْلِهِ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ ما أَحَلَّ اللهُ لَكُمْ» /۸۷/ .

٤٣٣٩ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ : حَدَّثَنَا خالِدٌ ، عَنْ إِسْماعِيلَ ، عَنْ قَيْسٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَلَيْسَ مَعَنَا نِساءٌ ، فَقُلْنَا : أَلَا نَخْتَصِي ؟ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ ، فَرَخَّصَ لَنَا بَعْدَ ذٰلِكَ أَنْ نَتَزَوَّجَ الْمَرْأَةَ بِالثَّوْبِ ، ثُمَّ قَرَأَ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ ما أَحَلَّ اللهُ لَكُمْ» . [٤٧٨٤ ، ٤٧٨٧]

صحابہ نے اختصاء (خصی ہونے کی) اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے منع فرمایا خصاء فی الانسان بالاتفاق ناجائز ہے اور خصاء فی الحیوان کے بارے میں امام بغوی فرماتے ہیں کہ غیرماکول اللحم میں تو مطلقاً حرام ہے اور ماکول اللحم میں حالتِ صغر میں جائز ہے اور بڑا ہونے کے بعد پھر جائز نہیں (۳۳) قرطبی فرماتے ہیں دارمدار حاجت اور ضرورت پر ہے (۳۴)۔

روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اجازت دی کہ عورت سے کپڑے کے بدلے میں نکاح کرلیں یعنی متعہ کرلیں، پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ آیت تلاوت کی "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللهُ لَكُمْ" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی طرح حضرت عبداللہ

(۳۱) قال محمد فی الآثار "اخبرنا ابوحنیفة عن حماد، عن ابراهیم، عن عائشة ام المؤمنین فی اللغو، قالت: هو کل شئی یصل به الرجل کلامه لایرید یمینا، لا والله، وبلی والله، لایعقد علیه قلبه، قال محمد: وبه نأخذ، ومن اللغو ایضا، الرجل یحلف علی الشئی یری انه علی ماحلف علیه فیکون علی غیر ذلک، فهذا ایضا من اللغو، وهو قول ابی حنیفة (وانظر اعلاء السنن: ۱۱/ ۳۵۰کتاب الایمان وکتاب الآثار: ۱۲۵)

(۳۲) فتح القدیر: ۳۳۵/۴

(۴۳۳۹) اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب یاایهاالذین امنوا لاتحرموا ما احل الله لکم، رقم الحدیث: ۴۳۳۹، وایضاً فی کتاب النکاح، باب تزویج المعسر الذی معه القرآن والاسلام، رقم الحدیث: ۴۷۸۴، وایضاً فی النکاح، باب مایکره من التبتل والخصاء، رقم الحدیث: ۴۷۸۷، واخرجه مسلم فی کتاب النکاح، باب نکاح المتعة وبیان ابیح، ثم نسخ، رقم الحدیث: ۱۴۰۴

واخرجه النسائی فی السنن الکبری، رقم الحدیث: ۱۱۱۵۰

(۳۳) دیکھیے شرح مسلم للنووی: ۱/ ۴۴۹کتاب النکاح، باب استحباب النکاح

(۳۴) قال القرطبی: الخصاء فی غیر بنی آدم ممنوع فی الحیوان الا لمنفعة حاصلة فی ذلک کتطییب اللحم او قطع ضرر عنه (تعلیقات لامع الدراری: ۶۷/۹)

بن مسعودؓ بھی متعہ کی اباحت کا اعتقاد رکھتے تھے اور مذکورہ آیت کو متعہ کے بارے میں نازل مانتے تھے۔

ہوسکتا ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہو جب متعہ کی حرمت کے صریح ہونے کا ان کو علم نہ ہوا ہو اور ناسخ کا علم ہوگیا ہو تو پھر انہوں نے اپنے قول سے رجوع فرمالیا ہو چنانچہ امام اسماعیلی کی روایت میں اسی حدیث کے اندر وارد ہوا ہے "ثم ترک ذلک" ایک اور روایت میں ہے "ثم نسخ" (۳۵)۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آیتِ تحریم کو اختصاء کے لئے پڑھی ہو اور مطلب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عضوِ بدن جو عطا کیا ہے یہ ایک نعمت ہے، اس کے ذریعہ تم حلال جماع کی لذت حاصل کرسکتے ہو، اس طرح یہ طیبات میں داخل ہے، اس کو تم اپنے اوپر حرام نہ کرو اور اختصاء نہ کرو (۳۶) واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

متعہ کے متعلق تفصیلی بحث کتاب المغازی میں گزر چکی ہے (۳۷)۔

۱۱۷ - باب : قَوْلِهِ :

«إِنَّمَا الخَمْرُ وَالمَيْسِرُ وَالأَنْصَابُ وَالأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ» /۹۰/.

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : الْأَزْلَامُ : الْقِدَاحُ يَقْتَسِمُونَ بِهَا فِي الْأُمُورِ ، وَالنُّصُبُ : أَنْصَابٌ يَذْبَحُونَ عَلَيْهَا .

وَقَالَ غَيْرُهُ : الزَّلَمُ : الْقِدْحُ لَا رِيشَ لَهُ ، وَهُوَ وَاحِدُ الْأَزْلَامِ ، وَالِاسْتِقْسَامُ : أَنْ يُجِيلَ الْقِدَاحَ ، فَإِنْ نَهَتْهُ انْتَهَى ، وَإِنْ أَمَرَتْهُ فَعَلَ مَا تَأْمُرُهُ ، وَقَدْ أَعْلَمُوا الْقِدَاحَ أَعْلَامًا ، بِضُرُوبٍ يَسْتَقْسِمُونَ بِهَا ، وَفَعَلْتُ مِنْهُ قَسَمْتُ ، وَالْقُسُومُ الْمَصْدَرُ . يُجِيلُ : يُدِيرُ .

وفَعَلتُ منه قَسَمْتَ، و القُسُوم منه المصدر

فرماتے ہیں کہ استقسام سے فعلتُ یعنی ثلاثی مجرد قَسَمْتَ ہے اور مصدر اس سے "قُسُوم" آتا ہے۔ یجیل بمعنی یَدیر ہے یُجیل القِداح: تیروں کو گھماتے تھے۔

---

(۳۵) تعلیقات لامع الدراری: ۹/ ٦٧

(۳٦) لامع الدراری: ۹/ ٦٧

(۳۷) دیکھیے کشف الباری، کتاب المغازی: ۴۴۴-۴۴۰

(فعلت منه ..) أي مَنْ أخبر عن نفسه أنه فعل الاستقسام قال : قَسَمْتُ ، والقسوم مصدر قسمت .

یہ دراصل جوفِ کعبہ میں رکھے ہوئے سات تیر ہوتے تھے، ان میں ایک پر "اَمَرَنِیْ رَبِّیْ" دوسرے پر "نَهَانِي ربی" تیسرے پر "واحد منکم" چوتھے پر "مِنْ غیرکم" پانچویں پر "ملصق" چھٹے پر "العقل" اور ساتویں پر "الغفل" لکھا ہوتا تھا کوئی کام کرنے سے پہلے تیر نکالتے جب اس پر "امرنی ربی" لکھا ہوتا تو وہ کام کرتے اور جب "نهانی ربی" لکھا ہوتا تھا تو پھر نہیں کرتے تھے، اسی طرح اگر کسی کے نسب میں اختلاف ہوجاتا تو تیر نکالتے اگر اس میں "واحد منکم" لکھا ہوتا تو اس کو اپنے نسب میں شامل کرلیتے اور اگر "مِنْ عیرکم" لکھا ہوتا تو اس کو اپنے نسب سے خارج سمجھتے اسی طرح اگر "ملصق" والا تیر نکلتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ سابقہ تعلقات بحال رہنے چاہئیں "العقل" والا تیر نکلتا تو مطلب یہ ہوتا کہ دیت ادا کرنی چاہیئے اور اگر وہ تیر نکلتا جس پر "الغفل" لکھا ہوتا تو اس کو دوبارہ ڈالتے اور پھر سے نکالنا شروع کرتے کیونکہ اس تیر کی کوئی علامت نہیں تھی (۳۸)۔

٤٣٤٠ : حدّثنا إسْحٰقُ بْنُ إبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عُمَرَ ٱبْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قالَ : حَدَّثَنِي نَافِعٌ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : نَزَلَ تَحْرِيمُ الخَمْرِ ، وَإِنَّ فِي الْمَدِينَةِ يَوْمَئِذٍ لَخَمْسَةَ أَشْرِبَةٍ ، ما فِيهَا شَرَابُ الْعِنَبِ .
[٤٣٤٣ ، ٥٢٥٧ ، ٥٢٥٩ ، ٥٢٦٦ ، ٥٢٦٧]

اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہاں شرابِ عنب بالکل معدوم تھی بلکہ قلیل الوجود تھی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت اسی باب میں آگے آرہی ہے اس میں شرابِ عنب کا ذکر ہے۔

٤٣٤١ : حدّثنا يَعْقُوبُ بْنُ إبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ عُلَيَّةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قالَ : قالَ أَنَسُ بْنُ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : ما كانَ لَنَا خَمْرٌ غَيْرُ فَضِيخِكُمْ هٰذا الَّذِي تُسَمُّونَهُ الْفَضِيخَ ، فَإِنِّي لَقَائِمٌ أَسْقِي أَبَا طَلْحَةَ وَفُلَانًا وَفُلَانًا إذْ جاءَ رَجُلٌ فَقالَ : وَهَلْ بَلَغَكُمُ الْخَبَرُ ؟ فَقالُوا : وَما ذَاكَ ؟ قالَ : حُرِّمَتِ الخَمْرُ ، قالُوا : أَهْرِقْ هٰذِهِ الْقِلَالَ يَا أَنَسُ ، قالَ : فَما

---

(۳۸) دیکھیے حاشیة صحیح البخاری: ۲/۶۶۳.

(۴۳۴۰) اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب قوله: انما الخمر و المیسر و الانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان، رقم الحدیث: ۴۳۴۰، و ایضا فی کتاب الاشربة، باب الخمر من العنب و غیره، رقم الحدیث: ۵۲۵۷، و ایضا فی کتاب الاشربة باب الخمر من العنب و غیره، رقم الحدیث: ۵۲۵۹، و ایضا فی کتاب الاشربة، باب ماجاء فی ان الخمر ماخامر العقل من الشراب، رقم الحدیث: ۵۲۶۶، والحدیث من افراده، (عمدة القاری: ۱۸/۲۱۰)

سَأَلُوا عَنْهَا وَلَا رَاجَعُوهَا بَعْدَ خَبَرِ الرَّجُلِ . [ر : ۲۳۳۲]

فضیخ، فضخ سے نکلا ہے، فضخ کے معنی توڑنے کے آتے ہیں، فضیخ میں ہوتا یہ تھا کہ کچی کھجوروں کو توڑ کر اس کا عرق برتن میں نکالا جاتا یہاں تک کہ اس میں تغیر پیدا ہوکر سکر پیدا ہوجاتا تھا (۳۹)۔

۴۳۴۲ : حدّثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ جابِرٍ قالَ : صَبَّحَ أُنَاسٌ غَدَاةَ أُحُدٍ الخَمْرَ ، فَقُتِلُوا مِنْ يَوْمِهِمْ جَمِيعًا شُهَدَاءَ ، وَذٰلِكَ قَبْلَ تَحْرِيمِهَا . [ر : ۲٦٦٠]

۴۳۴۳ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ : أَخْبَرَنَا عِيسى وَابْنُ إِدْرِيسَ ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قالَ : سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى مِنْبَرِ النَّبِيِّ ﷺ يَقُولُ : أَمَّا بَعْدُ ، أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ نَزَلَ تَحْرِيمُ الخَمْرِ ، وَهْيَ مِنْ خَمْسَةٍ : مِنَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ ، وَالخَمْرُ ما خامَرَ الْعَقْلَ . [ر : ٤٣٤٠]

۱۱۸ - باب : «لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا» الآيَةَ /۹۳ .

۴۳۴۴ : حدّثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ : حَدَّثَنَا ثَابِتٌ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ الخَمْرَ الَّتِي أُهْرِيقَتِ الْفَضِيخُ .

وَزَادَنِي مُحَمَّدٌ ، عَنْ أَبِي النُّعْمَانِ قالَ : كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ فِي مَنْزِلِ أَبِي طَلْحَةَ ، فَنَزَلَ تَحْرِيمُ الخَمْرِ ، فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى ، فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ : اخْرُجْ فَانْظُرْ ما هٰذَا الصَّوْتُ ؟ قالَ : فَخَرَجْتُ فَقُلْتُ : هٰذَا مُنَادٍ يُنَادِي : أَلَا إِنَّ الخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ ، فَقَالَ لِي : اذْهَبْ فَأَهْرِقْهَا ،

---

(۳۹) الفضیخ ان یکسر البسر ویصب علیه الماء ویترک حتی یغلی، وقال ابوعبیدة : هو ماانضخ من البسر من غیر ان تمسه نار، فان کان تمراً فهو خلیط (عمدة القاری : ۱۸/۲۱۰)

(۴۳۴۳) حدثنا اسحاق بن ابراهیم عن ابن عمر قال سمعت عمر رضی الله عنه علی منبر النبی صلی الله علیه وسلم یقول اما بعد، اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر باب قوله انما الخمر والمیسر والانصاب رقم الحدیث : ۴۳۴۳، وایضاً فی کتاب الاشربة : ۲/۸۳۷، وایضا اخرجه مسلم فی آخر الکتاب، باب فی نزول تحریم الخمر، رقم الحدیث : ۳۰۳۲، واخرجه کتاب الاشربة : ۲/۸۳۷، وایضا اخرجه مسلم فی آخر الکتاب، باب فی نزول تحریم الخمر، رقم الحدیث : ۳۰۳۲، واخرجه ابوداؤد فی کتاب الاشربة رقم الحدیث : ۳۶۶۹، واخرجه الترمذی فی کتاب الاشربة رقم الحدیث : ۱۸۷۳، واخرجه النسائی فی کتاب الاشربة : ۲/۳۲۳

قالَ : فَجَرَتْ في سِكَكِ المَدِينَةِ . قالَ : وَكَانَتْ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيخَ ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ : قُتِلَ قَوْمٌ وَهْيَ في بُطُونِهِمْ ، قالَ : فَأَنْزَلَ اللهُ : «لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيما طَعِمُوا» . [ر : ٢٣٣٢]

١١٩ - باب : «لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ» /١٠١/ .

٤٣٤٥ : حدّثنا مُنْذِرُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الجَارُودِيُّ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ مُوسٰى بْنِ أَنَسٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : خَطَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ خُطْبَةً ما سَمِعْتُ مِثْلَهَا قَطُّ قالَ : (لَوْ تَعْلَمُونَ ما أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا) . قالَ فَغَطّٰى أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ وُجُوهَهُمْ لَهُمْ خَنِينٌ ، فَقَالَ رَجُلٌ : مَنْ أَبِي ؟ قالَ : (فُلَانٌ) . فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ : «لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ» .

رَوَاهُ النَّضْرُ ، وَرَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ ، عَنْ شُعْبَةَ . [٦١٢١ ، ٦٨٦٥ ، وانظر : ٩٣ ، ٦٠٠١]

٤٣٤٦ : حدّثنا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ : حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ : حَدَّثَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو الْجُوَيْرِيَةِ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : كانَ قَوْمٌ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللهِ ﷺ اسْتِهْزَاءً ، فَيَقُولُ الرَّجُلُ : مَنْ أَبِي ؟ وَيَقُولُ الرَّجُلُ تَضِلُّ نَاقَتُهُ : أَيْنَ نَاقَتِي ؟ فَأَنْزَلَ اللهُ فِيهِمْ هٰذِهِ الآيَةَ «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ» . حَتّٰى فَرَغَ مِنَ الآيَةِ كُلِّهَا .

(٤٣٤٥) اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب قوله لاتسالوعن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم، رقم الحدیث: ٤٣٤٥، وایضاً اخرجه البخاری فی کتاب الرقیق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لوتعلمون مااعلم لضحکتم قلیلاً ولبکیتم کثیراً" ٩٦٠/٢ و کتاب الاعتصام ١٠٨٣/٢،

و اخرجه مسلم فی الفضائل، باب: توقیره صلی اللہ علیہ وسلم وترک اکثار سواله، رقم الحدیث: ٢٣٥٩ و اخرجه الترمذی فی کتاب الزهد، باب فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لوتعلمون مااعلم لضحکتم قلیلا"، رقم الحدیث: ٢٣١٢ وایضاً اخرجه الترمذی فی کتاب الزهد، باب فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون مااعلم"، رقم الحدیث: ٢٣١٢ و اخرجه النسائی فی السنن الکبری فی کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی لاتسالوا عن اشیاء ان تبدلکم، رقم الحدیث: ١١١٥٤ المجلد السادس)

(٤٣٤٦) اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب: قوله تعالٰی: لاتسالوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم، رقم الحدیث: ٤٣٤٦ وهذا الحدیث من افراده (عمدة القاری: ٢١٣/١٨)

اس آیت کی شانِ نزول میں مختلف قسم کے واقعات روایات میں بیان کئے گئے ہیں، مسلم اور صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ ؐ سے ادھر ادھر کے غیبی امور کے متعلق سوال کیا تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا "فواللہ لاتسألونی عن شیئ الاّ اخبرتُکم بہ مادمتُ فی مقامی ھذا" یعنی تم میرے اس مقام میں ہوتے ہوئے جب تک کوئی سوال کرو گے میں سارے سوالات کا جواب دوں گا، مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن حُذافہ سہمی کے والد کے سلسلہ میں بعض لوگوں کو شبہ تھا اس لئے وہ اس موقع پر کھڑے ہوئے اور آپ ؐ سے دریافت فرمایا کہ میرا باپ کون ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ کا باپ حذافہ ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی (۴۰)۔

ترمذی اور دارقطنی کی روایت میں ہے کہ جب قرآن شریف کی یہ آیت نازل ہوئی "وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً" تو لوگوں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! ہر سال حج کرنا فرض ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا، لوگوں نے پھر یہی سوال کیا، تو آپ نے فرمایا نہیں، پھر فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہوجاتا تو اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی (۴۱)۔

یہاں بخاری کی روایت میں ہے کہ کچھ لوگوں نے استہزاءً مختلف قسم کے سوالات کئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

لیکن یہ تمام واقعات اس آیت کا سببِ نزول بن سکتے ہیں اور مقصد یہ ہے کہ نہ تو استہزاءً سوال کرنا چاہیئے اور نہ ہی احکامِ شرعیہ میں دور ازکار اور بے ضرورت سوالات کرنے چاہئیں (۴۲)۔

فائدہ

اس آیت میں تنبیہ ہے کہ جو چیز شارع نے تصریحاً بیان نہیں فرمائی ہے اس کے متعلق فضول سوالات مت کیا کرو جس طرح تحلیل و تحریم کے سلسلے میں شارع کا بیان موجبِ ہدایت و بصیرت ہے اسی طرح اس کا سکوت بھی ذریعۂ رحمت و سہولت ہے، سنۃ اللہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب کسی معاملے میں بکثرت سوال کئے جائیں تو خواہ مخواہ شقوق اور احتمالات نکالے جائیں تو ادھر سے تشدید بڑھتی جاتی ہے کیونکہ اس طرح کے سوالات ظاہر کرتے ہیں کہ گویا سائلین کو اپنے نفس پر بھروسہ ہے (۴۳)۔

---

(۴۰) دیکھیے الجامع لاحکام القرآن: ۶/ ۳۳۰

(۴۱) دیکھیے الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۶/ ۳۳۰

(۴۲) چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں "وجہ الجمع بین ھذہ الأوجہ، أنہا نزلت بسبب کثرۃ المسائل إما من جہۃ الاستہزاء، وإما من جہۃ الامتحان، وإما من جہۃ التعنت، وھو یعم الکل" (عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۱۳)

(۴۳) تفسیر عثمانی: ۱۶۵

رواه النضر وروح بن عبادة عن شعبة

نضر کی روایت امام مسلم نے نقل کی ہے اور روح بن عبادہ کی روایت امام بخاری نے "کتاب الاعتصام" میں ذکر فرمائی ہے (۴۴)۔

۱۲۰ - باب : «ما جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حامٍ» /۱۰۳/ .

ان اشیاء کی تفسیر آگے روایت میں آرہی ہے، اس سے پہلے امام چند اور الفاظ کی تشریح کررہے ہیں۔

«وَإِذْ قالَ اللّٰهُ» /۱۱۶/ : يَقُولُ : قالَ اللّٰهُ ، وَإِذْ هٰا هُنَا صِلَةٌ .

سورۃ المائدہ میں ہے "وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "قال" کی تفسیر "یقول" سے کی اور مقصود یہ ہے کہ یہاں ماضی مستقبل کے معنی میں ہے، اس کے بعد پورے لفظ کو دوبارہ لوٹا دیا اور فرمایا "قال اللہ" یہ بتلانے کے لئے کہ "اذ" آیتِ کریمہ میں صلہ کے طور پر یعنی زائد استعمال کیا گیا تو گویا اصل عبارت "قال اللہ" ہے۔

مذکورہ آیت کے متعلق مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس میں اللہ جل شانہ نے حضرت عیسی علیہ السلام کو مخاطب کرکے جو سوال کیا ہے "ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي...." کہ آیا یہ سوال اللہ تعالی قیامت کے دن کریں گے یا یہ اس وقت واقع ہوچکا ہے جب حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ نے آسمان کی طرف اٹھایا تھا دونوں قول ہیں (۴۶) پہلے قول کی صورت میں "قال" فعل ماضی، مستقبل کے معنی میں ہوگا اور "اِذ" زائدہ ہوگا اور دوسرے قول کی صورت میں "قال" مستقبل کے معنی میں نہیں ہوگا اور اس صورت میں "اذ" ظرفیہ ہوگا، زائدہ نہیں ہوگا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں یہ سوال قیامت میں ہوگا بعض حضرات نے یہ بھی کہا کہ یہاں "اذ" "اذا" کے معنی میں ہے اور "اذا" جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو اس کو مضارع مستقبل کے معنی میں کردیتا ہے (۴۷)

---

(۴۴) عمدۃ القاری: ۱۸/۲۱۳ (۴۵) سورۃ المائدۃ: ۱۱۶

(۴۶) مذکورہ دونوں قول کے لئے دیکھیے تفسیر ابن کثیر: ۲/۱۲۰ و الجامع لاحکام القرآن: ۶/۳۷۴

(۴۷) قال القرطبی رحمہ اللہ فی الجامع لاحکام القرآن: ۶/۳۷۵-۳۷۴ اختلف فی وقت ھذہ المقالۃ، فقال قتادۃ و ابن جریج و اکثر المفسرین: انما یقول لہ ھذا یوم القیامۃ، وقال السُّدی: قال لہ ذلک حین رفعہ الی السماء.... فان "اذ" فی کلام العرب لما مضی، والاول أصح، یدل علیہ ما قبلہ من قولہ "یوم یجمع اللہ الرسل" وما بعدہ "ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم" وعلی ھذا، تکون "اذ" بمعنی "اذا" کقولہ تعالی "ولو تری اذ فزعوا" ای اذا فزعوا

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہاں "اذ" زائدہ نہیں ہے بلکہ یہ اصل واقعہ کی صورت کے استحضار کے لئے ہے، حضرت شاہ صاحب نے اس پر بڑی تفصیلی گفتگو اپنی کتاب "عقیدة الاسلام" میں فرمائی ہے اور مولانا بدرعالم صاحب میرٹھی نے فیض الباری کے حاشیہ میں اس کا خلاصہ نقل کردیا ہے (۴۸)۔

المَائِدَةُ : أَصْلُهَا مَفْعُولَةٌ ، كَعِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ، وَتَطْلِيقَةٍ بَائِنَةٍ ، وَالمَعْنٰى : مِيدَ بِهَا صَاحِبُهَا مِنْ خَيْرٍ ، يُقَالُ مادَنِي يَمِيدُنِي .

آیت کریمہ میں ہے "إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَن يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابوعبیدہ سے لفظ مائدہ کی تشریح نقل کررہے ہیں کہ "المَائِدَةُ" اگرچہ اسم فاعل کا صیغہ ہے لیکن معنی میں اسم مفعول کے ہے یعنی مَمِيْدَة (مَمْيُوْدة) کے معنی میں ہے (۵۰) جیسے "عیشة راضیة" میں "راضیة" صیغہ اسم فاعل ہے "مَرْضِيَّة" صیغہ اسم مفعول کے معنی میں ہے دوسری مثال "تطلیقة بائنة" کی دی ہے، علامہ عینی اور حافظ ابن حجرؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ مثال ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اس میں "بَائِنَة" صیغۂ اسم فاعل اپنے اصلی معنی میں ہے، اسم مفعول کے معنی میں نہیں ہے "تطلیقة بائنة" سے زوج اور زوجہ کے تعلق کو قطع کرنے والی طلاق مراد ہے، لہذا اس کو مفعول کے معنی کی مثال کے طور پر پیش کرنا درست نہیں ہے (۵۱)۔

لیکن تاویل کرکے "تطلیقة بائنة" میں "بائنة" کو "مُبانَة" کے معنی میں لیا جاسکتا ہے کہ اس سے "مُبانة بها صاحبتُها" مراد لیا جائے یعنی اسی طلاق کے ذریعہ طلاق والی عورت کو اس کے شوہر سے کاٹ دیا جاتا ہے تو اس طرح تاویل کرکے اسم فاعل کو اسم مفعول کے معنی میں لیا جاسکتا ہے (۵۲) اگرچہ اس میں تکلف ہے آگے امام بخاری رحمہ اللہ نے "مائدة" کو چونکہ مفعول کے معنی میں لیا ہے اس لئے اس کی

---

(۴۸) دیکھیے البدر الساری الی فیض الباری: ۱۶۸-۱۶۹/۴

(۵۰) قال العینی فی العمدة: ۱۸ / ۲۱۴ فقوله: المائدة اصلها مفعولة، لیس علی طریق اهل الفن فی هذا الباب، لأن اصل كل كلمة حروفها، ولیس المراد هنا بیان الحروف الاصول، وانما المراد أن لفظ المائدة، وان كان علی لفظ فاعلة فهو بمعنی مفعولة یعنی مَمْيُوْدَة ولكن تنقل حركة الیاء الی ماقبلها، فتحذف الواو، (وكسر ماقبل الیاء) تبقی ممیدة

(۵۱) عمدة القاری: ۱۸ / ۲۱۴ و فتح الباری

(۵۲) دیکھیے: لامع الدراری: ۹ / ۶۲-۶۳ و تعلیقات لامع الدراری: ۹ / ۶۲-۶۳ وفیها: "فالأوجه ما أفاده الشیخ [illegible]، ففی البحر الرائق قوله: هی بائن من باب بان الشئی، اذا انفصل، قال ابن السكیت فی كتاب التوسعة: تطلیقة بائنة، والمعنی مبانة، قال الصغانی رحمه الله: فاعلة بمعنی المفعولة كذا فی المصباح، فعلم ان تمثیل البخاری صحیح، بل واضح

وضاحت کررہے ہیں "مِيدَبِهَا صَاحِبُهَا" یعنی وہ دسترخوان جس کے ذریعہ اس دسترخوان والے کو خیر کا توشہ دیا گیا ہو، کہتے ہیں مادنی، یمیدنی، جب آدمی کسی کو توشہ دیدے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «مُتَوَفِّيكَ» /آل عمران: ۵۵/ : مُمِيتُكَ .

یہ سورۃ آل عمران کی آیت کا حصہ ہے، سورۃ آل عمران میں ہے "وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا...." (۵۳) امام نے اس کو یہاں ذکر کیا، بعض حضرات نے کہا یہ بعد کے راویوں نے غلط فہمی سے یہاں نقل کردیا ہے ورنہ اس کا اصل مقام سورۃ آل عمران ہے اور بعضوں نے کہا کہ سورۃ مائدہ کی آیت "فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ" (۵۴) میں "فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي" کی مناسبت سے اس کو یہاں ذکر کیا گیا ہے (۵۵)۔

عقیدۂ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ آل عمران کی مذکورہ آیت میں "مُتَوَفِّيكَ" کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے "مُمِيتُكَ" نقل کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوچکی ہے، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آخر زمانہ میں ان کے نزول الی الارض پر امت کا اجماع ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عیسیٰ کو جس وقت آسمان کی طرف اٹھایا گیا تھا، زندہ اٹھایا گیا تھا یا پہلے ان کو موت دی گئی اور اس کے بعد زندہ کرکے اٹھایا گیا، وھب بن مُنَبِّہ اور ابن حَزم ظاہری کی رائے یہ ہے کہ پہلے ان کو موت دی گئی پھر اس کے بعد ان کو اٹھایا گیا، علامہ ابن حَزم کی رائے یہ ہے کہ سورۃ آل عمران کی آیت "انی متوفیک" اور سورۃ مائدہ کی آیت "فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي" میں توفی سے مراد موت ہے لیکن اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ علامہ ابن حزم حیات عیسیٰ کے قائل نہیں ہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو آسمان کی طرف اٹھانے سے قبل موت دی گئی تھی اور اس کے بعد زندہ کرکے اٹھایا گیا اور آخر زمانہ میں وہ دنیا میں آسمان سے تشریف لائیں گے، چنانچہ علامہ ابن حزم نے اپنی مشہور کتاب "المحلّیٰ" میں اس کی تصریح کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر وقت میں آسمان سے نازل ہوں گے (۵۶) اور وہب بن منبہ بھی حیاتِ

---

(۵۳) آل عمران: ۵۵

(۵۴) المائدہ: ۱۱۷

(۵۵) عمدۃ القاری: ۱۸/۲۱۵

(۵۶) دیکھیے المحلی بالآثار: ۱/۲۸ کتاب التوحید، الایمان بجمیع الانبیاء فرض۔

عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے چونکہ مسیح موعود ہونے کا دعوی بھی کیا تھا اس لئے وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حیات ہیں، وہ ابن حزم، وھب بن منبہ اور یہاں بخاری میں حضرت ابن عباس ؓ کی مذکورہ تعلیق سے استدلال کرتا ہے کہ یہ حضرات بھی وفات عیسیٰ کے قائل ہیں، حضرت ابن عباس ؓ نے سورۃ آل عمران کی آیت "مُتَوَفِّيكَ" میں توفی سے موت مراد لی ہے۔

علامہ ابن حزم اور وھب بن مُنبِّہ کے متعلق تو ہم نے یہ بتادیا کہ یہ حضرات حیاتِ عیسیٰ کے قائل ہیں البتہ یہ کہتے ہیں کہ رفع الی السماء سے قبل حضرت عیسیٰ پر کچھ وقت کے لئے موت طاری کی گئی تھی (۵۷) اور اس کے بعد پھر ان کو زندہ کیا گیا لہذا اس سے قادیانی کا استدلال صحیح نہیں۔

جہاں تک حضرت ابن عباس ؓ کی مذکورہ تعلیق کا تعلق ہے تو اس سے بھی استدلال درست نہیں، ایک تو اس لئے کہ اس تعلیق کی سند میں انقطاع ہے، دراصل یہ تعلیق ابن ابی حاتم نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے نقل کی ہے (۵۸) علی بن ابی طلحہ اور حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے درمیان واسطہ کا ذکر نہیں ہے، جبکہ علی بن ابی طلحہ کو حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے براہِ راست استفادہ کا موقع نہیں ملا جیسا کہ کتبِ رجال میں اس کی تصریح کی گئی ہے (۵۹) اس لئے سند میں انقطاع ہے۔

البتہ اس میں اتنی بات ہے کہ علی بن ابی طلحہ مجاہد کے شاگرد ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی روایت وہ اکثر مجاہد کے واسطہ سے نقل کرتے ہیں اور مجاہد ثقہ ہیں لیکن یہ اسی وقت ہے جبکہ یہ بات متعین ہوجائے کہ مذکورہ تعلیق کی سند میں واسطہ واقعی حضرت مجاہد ہیں (۶۰)۔

دوسرے یہ کہ مذکورہ تعلیق کو درست بھی تسلیم کرلیا جائے تب بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت ابن عباس ؓ وفاتِ عیسیٰ کے قائل ہیں کیونکہ امام شَعرانی نے طبقاتِ کبریٰ میں حضرت ابن عباس ؓ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے جسدِ مبارک کے ساتھ ہی آسمان کی طرف اٹھالیا اور وہ اب بھی زندہ ہیں، وہ دنیا کی طرف آئیں گے پھر بادشاہت کریں گے اور اس کے بعد عام

---

(۵۷) تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۳٦٦

(۵۸) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۱۵

(۵۹) دیکھیے خلاصۃ تذهیب تهذیب الکمال للخزرجی ۲۷۵، و تاریخ البخاری الکبیر: ٦ الترجمة: ۲۴۰٦، والجرح والتعدیل: ٦ الترجمة ۱۰۳۱، و ثقات ابن حبان: ۷/ ۲۱۱، و تاریخ بغداد: ۱۱/ ۴۲۸، و میزان الاعتدال: ۳ الترجمة ۵۸۷۰، و تهذیب التهذیب ۷/ ۳۳۹، و تهذیب الکمال: ۲۰/ ۴۹۰

(٦۰) قال المزی فی تهذیب الکمال: ۲۰/ ۴۹۰: مرسل بینهما مجاهد

لوگوں کی طرح انتقال فرمائیں گے (۶۱) ابن کثیر، علامہ آلوسی اور صاحب کنزالعمال نے بھی حضرت ابن عباسؓ سے اس مفہوم کی روایات نقل کی ہیں (۶۲) جن سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ "مُتَوَفِّيكَ" کا ترجمہ "مُمِيتُكَ" کرنے سے ان کی مراد یہ ہے کہ قربِ قیامت کے وقت جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نزول فرمائیں گے، حکومت کریں گے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں موت دیں گے، چنانچہ کئی مفسرین نے یہی مطلب مراد لیا ہے، صاحبِ مدارک فرماتے ہیں "ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء، ورافعک الآن" یعنی اللہ فرماتے ہیں "میں آپ کو آپ کے وقت میں جو (قربِ قیامت میں) آسمان سے اترنے کے بعد ہے وفات دوں گا اور اب میں آپ کو اٹھالیتا ہوں" مفسر خازن نے بھی اس قول کا یہی مطلب اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے (۶۳)۔

سورۃ آل عمران کی مذکورہ آیت اور سورۃ مائدہ کی آیت "فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ" دونوں میں توفی کے مشہور معنی موت کے نہیں لئے گئے بلکہ اس کے معنی "أخذ الشيء وافيا" کے کئے ہیں یعنی کسی چیز کو پورا پورا لینا، اس کی دلیل وہ احادیث متواترہ ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھایا ہے پھر خود قرآن بھی کہتا ہے "وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ" (۶۴) اسی طرح قرآن نے "بل رفعه اليه" (۶۵) کی صراحت کی ہے، یہ امت کا اجماعی عقیدہ ہے اور اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں، حضرت انور شاہ کشمیریؒ نے اس موضوع پر مستقل ایک دقیق کتاب لکھی ہے جو "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" کے نام سے چھپ گئی ہے، اس باب میں وہ بیش قیمت اور عمدہ کتاب ہے (۶۶)۔

حضرت شیخ الہند نے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کا ترجمہ (تو نے مجھ کو اٹھالیا) سے فرمایا ہے یہ محاورے کے

---

(۶۱) دیکھیے الطبقات الکبری للشعرانی: ۱/۲۶

(۶۲) دیکھیے روح المعانی: ۱/۵۹۵ و ابن کثیر: ۱/۴۹۳ و کنز العمال: ۱۴/۶۱۸

(۶۳) مدارک: ۱/۲۴۴ و تفسیر خازن: ۱/۲۴۴

(۶۴) المائدہ: ۱۵۷

(۶۵) المائدہ: ۱۵۸

(۶۶) دراصل مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرچکے ہیں ان کو زندہ کہنا شرک ہے، قیامت کے قریب وہ ہرگز تشریف نہیں لائیں گے اور جو عیسیٰ بن مریم نازل ہونے والے ہیں وہ میں ہوں، چنانچہ "ازالہ کلاں" (ج ۲ ص ۳۱۱) میں لکھتا ہے: "ابن مریم مرگیا، حق کی قسم، داخلِ جنت ہوا وہ محترم"۔ "کشتی نوح" ص ۱۵ میں ہے، "تم یقیناً سمجھو کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہوگیا ہے اور کشمیر سرینگر محلہ خانیار میں اس کی قبر ہے"۔ اس کے بعد ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی نے دعوی مسیحیت کیا، "آئینۂ کمالاتِ اسلام" ص ۵۵۱ میں کہتا ہے "اللہ کی قسم میں بہت عرصہ سے جانتا تھا کہ مجھ کو مسیح بن مریم بنایا گیا ہے اور میں ان کی جگہ نازل ہوا ہوں۔"

قادیانی، حضرت ابن عباسؓ، وھب بن منبہ، ابن حزم اور امام بخاری وغیرہ حضرات کے قول سے استدلال کرتے ہیں کہ ان اکابرِ امت نے سورۃ آل عمران اور سورۃ مائدہ میں توفی کا ترجمہ موت سے کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات حیاتِ عیسیٰ کے قائل نہیں ہیں، لہذا حیات عیسیٰ کو امت اسلامیہ کا اجماعی مسئلہ کہنا درست نہیں۔

لیکن یہ استدلال درست نہیں، بے شک امت مسلمہ کے بعض اکابر سے "توفی" کا ترجمہ موت منقول ہے تاہم اس سے یہ بالکل لازم نہیں آتا کہ جن حضرات سے یہ ترجمہ منقول ہے وہ حیات عیسیٰ کے منکر ہیں اس سے پہلے کہ جن حضرات نے "توفی" سے "موت" مراد لی ہے حیات عیسیٰ پر ان کا عقیدہ معتبر کتابوں سے ثابت کریں ہم یہاں لفظ "توفی" کے اصل معنی پر لغت کے اعتبار سے روشنی ڈالتے ہیں۔

توفی کے اصل معنی ہیں کسی چیز کو پورا پورا لینا، علامہ منظور افریقی نے اپنی مشہور لغتؒ لسان العرب" میں اھل عرب کا یہ محاورہ پیش کیا ہے "تَوَفَّیْتُ عددالقوم " میں نے قوم کی گنتی پوری پوری حاصل کی۔ فراء کوفی مشہور نحوی نے اپنی کتاب "معانی القرآن" (ج ۱ ص ۲۱۹) میں توفی کے مذکورہ معنی نقل کرنے کے بعد استدلال میں یہ شعر پیش کیا۔

ان بنی الادرد لیسوا من احد
ولا توفیھم قریش فی العدد

یعنی بنی ادرد تو کسی گنتی میں نہیں ہیں اور قریش نے ان کی پوری پوری گنتی نہیں کی۔

اسی طرح کہتے ہیں "تَوَفَّیْتُہٗ المال" یعنی میں نے اس سے اپنا پوا مال لے لیا، علامہ مُطَرِّزی نے اپنی مشہور لغت "المُغرب" میں توفی کے معنی لکھے ہیں اخذہ کلہ: سارا کا سارا لینا، علامہ زمخشری نے "اساس البلاغۃ" ص ۶۸۴ میں لکھا ہے، توفاہ: استکملہ یعنی توفاہ کے معنی ہیں اس نے اس کو مکمل لے لیا، علامہ فیُّومی نے "مصباح المنیر" ص ۲۰۸ میں توفی کے معنی لکھے ہیں کسی چیز کو پورا پورا لے لینا۔

توفی کے اصل اور حقیقی معنی تو یہی ہیں یعنی کسی چیز کو پورا پورا لینا، تاہم تین اور معنوں میں بھی اس کا استعمال ہوا ہے اور ہوتا ہے۔

❶ ایک نیند یعنی سلانا، چنانچہ قرآن میں ہے "وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ" (الانعام: ۶۰) یعنی اللہ وہ ذات ہے جو تم کو رات کے وقت سلاتا ہے۔

❷ توفی کے دوسرے معنی "رفع" یعنی اٹھانے کے بھی آتے ہیں جیسا کہ سورۃ آل عمران کی مذکورہ آیت میں بعض حضرات نے یہی معنی کیے ہیں۔

❸ اور توفی کے معنی موت کے بھی آتے ہیں جیسا کہ علامہ ابن حزم نے یہ معنی کئے ہیں۔

تو اس کے اصلی اور حقیقی معنی تو پورا پورا لینے کے ہیں اور باقی تینوں معنی نوم، رفع اور موت اس کے مجازی معنی ہیں۔ سورۃ مائدہ کی آیت "فلماتوفیتنی" میں اکثر حضرات نے رفع کے معنی لئے ہیں کیونکہ یہ معنی، حقیقی معنی کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے کیونکہ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اور جسم سمیت پورا پورا زمین سے آسمان کی طرف اٹھالیا لیکن اگر اس کے معنی موت کے کئے جائیں تو اس صورت میں "پورا پورا لینا" نہیں پایا جائے گا کیونکہ موت کے معنی مراد لینے کا مطلب یہ ہوگا کہ روح تو آسمان کی طرف اٹھالی گئی تاہم جسم زمین پر رہا جو اصل واقعہ کے بھی خلاف ہے اور معنیٰ حقیقی کے ساتھ اس کی مطابقت بھی واضح نہیں، یہی وجہ ہے کہ اردو زبان کے تمام معتبر مترجمین نے اس کا ترجمہ موت سے نہیں کیا۔ حضرت شیخ الہند، حکیم الامت حضرت تھانوی، مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، مولانا فتح محمد جالندھری، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، سحبان الہند، مولانا عبدالستار دھلوی، مرزا حیرت، ڈپٹی نذیر احمد اور سیماب اکبر آبادی ان سب حضرات نے اس کا ترجمہ "اٹھانے" سے کیا ہے۔

علمائے متقدمین نے بھی اس سے رفع الی السماء مراد لیا ہے۔ ابن اسحاق، ابن جریج، ابن الجوزی، ابن سیرین، حسن بصری، ربیع بن انس، زجاج، سعید بن جبیر، سعید بن المسیّب، ضحاک، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ، حضرت قتادہ، ماوَردی، مجاہد، وھب بن منبہ اور محمد بن کعب

اعتبار سے موت اور رفع الی السماء دونوں پر صادق آسکتا ہے گویا متنبہ کردیا کہ نہ لفظ توفی کے لئے موت لازم ہے اور نہ خاص توفی بصورت موت کو مضمون زیر بحث میں کسی قسم کا مدخل ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں کی نسبت میں قیامت کے دن اسی طرح کہوں گا جس طرح بندۂ صالح (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا تھا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي..... اس قسم کی تشبیہات سے یہ نکالنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توفی بہمہ وجوہ یکساں ہونی چاہیئے عربیت سے ناواقفیت کی دلیل ہے (تفسیر عثمانی : ۱۶۹)

٤٣٤٧ : حدثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ : الْبَحِيرَةُ : الَّتِي يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيتِ ، فَلَا يَحْلُبُهَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ ، وَالسَّائِبَةُ : كَانُوا يُسَيِّبُونَهَا لِآلِهَتِهِمْ لَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ .

قرطبی نے رفع الی السماء کے معنی مراد لئے ہیں۔ دیکھیے بحر محیط (ج ۲ ص ۴۷۲) و معالم التنزیل (ج ۲ ص ۱۵۰) و مقاصد حسنہ (ص ۴۷۲) و مصنف بن ابی شیبہ (ج ۱۵ ص ۱۹۸) قرطبی (ج ۲ ص ۲۲۵) وابن جریر (ج ۳ ص ۲۰۷) و درمنثور (ج ۲ ص ۲۰۷) و روح المعانی (ج ۳ ص ۱۶۴) وابن کثیر (ج ۱ ص ۱۵

جہاں تک تعلق ہے سورۂ آل عمران کی آیت "اِنِّی مُتَوَفِّیک و رافعک الی" کا تو اس میں توفی کے عام مفسرین نے دو معنی نقل کئے ہیں ایک موت دوسرا نوم پھر جن حضرات نے موت کے معنی مراد لئے ہیں وہ اس کی تفسیر میں دو گروہوں میں تقسیم ہیں، قتادہ، ضحاک، اور فراء وغیرہ حضرات کہتے ہیں کہ آیت کریمہ میں تقدیم و تاخیر ہے۔ واو اس میں مطلقاً جمع کے لئے ہے، ترتیب کے لئے نہیں ہے اور آیت کے معنی ہیں "انی رافعک الیّ، ومطهرک من الذین کفروا، ومتوفیک بعد ان تنزل من السماء" یعنی اب ہم آپ کو اٹھاتے ہیں .... اور نزول الی الارض کے بعد پھر ہم آپ کو موت دیں گے۔

اور وہب بن منبہ وغیرہ حضرات لکھتے ہیں کہ رفع الی السماء سے پہلے اللہ جل شانہ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر چند ساعات کے لئے موت طاری کی تھی، آیت "متوفیک" سے اسی عارضی موت کی طرف اشارہ ہے، یہ دونوں قول حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر (ج ۱ ص ۳۶۶) میں اور علامہ قرطبی نے الجامع لاحکام القرآن (ج ۴ ص ۱۰۰-۹۹) میں ذکر کئے ہیں۔

اور بعض حضرات نے توفی سے یہاں نوم مراد لی ہے، حافظ ابن کثیر نے اسی کو اکثر کا قول قرار دیا یعنی اللہ جل شانہ نے رفع الی السماء سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نوم طاری کردی تھی۔

بہرحال اس آیت میں توفی سے چاہے موت مراد لی جائے، چاہے نیند یا رفع الی السماء تاہم کسی صورت میں حیات عیسیٰ علیہ السلام کا انکار لازم نہیں آتا کیونکہ وہ ایک اجماعی عقیدہ ہے اور امت میں سے آج تک کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا، حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر ص ۳۱۹ میں یہ اجماع نقل کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الانبیاء میں اس پر ایک مستقل باب باندھا ہے "باب نزول عیسی ابن مریم" (دیکھیے صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۰) واللہ اعلم بالصواب

حیات عیسیٰ پر اکابر علماء نے مستقل کتابیں اور رسائل لکھے ہیں مثلاً حضرت انور شاہ کشمیریؒ کی تصنیف بزبان عربی "عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام" حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی کی کتاب بزبان اردو "حیات عیسیٰ علیہ السلام" مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب کی تصنیف "حیات مسیح علیہ السلام" اور حضرت کشمیری کے حکم سے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی جمع کردہ سو احادیث کا مجموعہ "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" اور مولانا محمد حسین نیلوی صاحب کا رسالہ "القول الاتم فی حیاۃ عیسی ابن مریم" (اردو)

قَالَ : وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : قَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ ، كانَ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ) . وَالْوَصِيلَةُ النَّاقَةُ الْبِكْرُ ، تُبَكِّرُ فِي أَوَّلِ نِتَاجِ الْإِبِلِ ، ثُمَّ تُثَنِّي بَعْدُ بِأُنْثَى ، وَكَانُوا يُسَيِّبُونَهَا لِطَوَاغِيتِهِمْ ، إِنْ وَصَلَتْ إِحْدَاهُمَا بِالْأُخْرَى لَيْسَ بَيْنَهُمَا ذَكَرٌ ، وَالحَامِ : فَحْلُ الْإِبِلِ يَضْرِبُ الضِّرَابَ المَعْدُودَ ، فَإِذَا قَضَى ضِرَابَهُ وَدَعُوهُ لِلطَّوَاغِيتِ وَأَعْفَوْهُ مِنَ الحَمْلِ ، فَلَمْ يُحْمَلْ عَلَيْهِ شَيْءٌ ، وَسَمَّوْهُ الحَامِيَ .

وَقَالَ أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : سَمِعْتُ سَعِيدًا قَالَ : يُخْبِرُهُ بِهٰذَا .

قَالَ : وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ : نَحْوَهُ .

قوله: "وقال ابو الیمان"، وفی روایة ابی ذر "قال لی ابو الیمان"، وهو الحکم بن نافع یروی عن شعیب بن ابی حمزة الحمصی، عن الزهری۔ قوله: "یخبره"، من الإخبار والضمیر المرفوع فیه یرجع إلی سعید بن المسیب، والمنصوب یرجع إلی الزهری۔ قوله: "قال وقال ابو هریرة رضی اللہ عنہ"، ای قال سعید بن المسیب: قال ابو هریرة: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَرَوَاهُ ٱبْنُ الْهَادِ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَعِيدٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ . [ر : ۳۳۳۲]

ای روی الحدیث المذکور یزید بن عبد اللہ بن اسامة بن الهاد عن الزهری، عن سعید عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ

بحیرہ اس اونٹنی کو کہا جاتا تھا جس کا دودھ طواغیت اور بتوں کے نام پر روک دیا جاتا تھا۔

سائبہ وہ تھی جس کو بتوں کے نام پر آزاد چھوڑ دیتے تھے اور اس پر بوجھ نہیں لادا جاتا تھا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمرو بن عامر خزاعی کو میں نے دیکھا وہ اپنی آنتوں کو دوزخ کے اندر کھینچے چلا جارہا ہے، یہ وہی شخص تھا جس نے سب سے پہلے بتوں کے نام پر جانوروں کو آزاد کرنے کا طریقہ رائج کیا تھا۔

وصیلہ وہ جوان اونٹنی ہوتی ہے جو پہلی مرتبہ مادہ اونٹنی جنتی ہے، پھر دوسری مرتبہ بھی اونٹنی ہی جنتی ہے چونکہ اونٹوں میں مذکر کے مقابلہ میں مؤنث اور مادہ کی بڑی قیمت ہوتی ہے اس لیے دو مادہ پے در پے جننے کی وجہ سے وہ اسے بتوں کے نام پر آزاد کردیتے تھے۔

اور حام وہ نر اونٹ کہلاتا جس کو ایک مقررہ تعداد میں جفتی کرنے کے بعد بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔

بحیرہ، سائبہ وغیرہ کی اس کے علاوہ اور بھی تشریح کی گئی ہے اور اہلِ لغت کے ان میں مختلف اقوال ہیں بہرحال اتنی بات متعین ہے کہ یہ زمانۂ جاہلیت میں بتوں کے نام پر آزاد چھوڑنے والے جانوروں کے نام ہیں۔

٤٣٤٨ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ أَبُو عَبْدِ ٱللهِ الْكِرْمَانِيُّ : حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا ، وَرَأَيْتُ عَمْرًا يَجُرُّ قُصْبَهُ ، وَهُوَ أَوَّلُ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ) . [ر : ٩٩٧]

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ روایات اور نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے کہ جہنم میں کفار اور فساق کا داخلہ قیامت کے دن ہوگا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن عامر خزاعی کو جہنم میں قبل الوقت کیسے دیکھ لیا؟

❶ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اگرچہ کفار اور فساق جہنم میں قیامت قائم ہونے کے بعد داخل ہوں گے تاہم عالم برزخ میں بھی صبح و شام جہنمیوں کو جہنم پر پیش کیا جاتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے "اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا" (٦٧) تو بہت ممکن ہے کہ عمرو بن عامر خُزاعی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت دیکھا ہو جب اس کو صبح و شام میں کسی وقت جہنم پر لایا گیا ہو۔

❷ اور دوسرا جواب یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ یہ عالمِ شہادت ہے اور جنت و جہنم عالمِ غیب کی چیزیں ہیں اور ان کے درمیان ایک عالمِ مثال بھی ہے، جو کچھ اس عالم شہادت میں موجود ہے اس کی ایک مثالی شکل بھی عالم مثال میں موجود ہے، ممکن ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی مثالی شکل دکھائی گئی ہو جس کو عذاب دیا جارہا ہو۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوگا کہ عالم مثال میں مُعذَّب ہونے سے عالم برزخ میں وہ مُعذَّب ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مثالی شکل کے معذب ہونے سے اس کا اثر صاحبِ مثال کو پہنچ سکتا ہے اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے، اس کو مثال سے یوں سمجھ لو کہ ساحر جب سحر کرتا ہے تو بسااوقات وہ موم کا ایک پُتلا بناتا ہے اور اس پتلے میں عذاب اور سزا کے مختلف آلات داخل کرتا ہے، سوئی داخل کرتا ہے، اس پُتلا کو دھاگے سے مضبوطی کے ساتھ باندھتا ہے جس کی وجہ سے وہ شخص جس پر یہ جادو کیا گیا ہو اپنے اندر سوئی چھبتی ہوئی محسوس کرتا ہے یا اپنے جسم کو زنجیروں میں جکڑا ہوا محسوس کرتا ہے تو ساحر کا عمل عالم مثال سے متعلق ہوتا ہے لیکن اس کی تکلیف عالم شہادت میں آدمی محسوس کرتا ہے، اس لئے عمرو بن عامر خزاعی کو

اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم مثال میں بھی دیکھا ہو کہ اس کو جہنم میں عذاب دیا جارہا ہے تب بھی برزخ میں اس کے اثر سے اس کا معذب ہونا کوئی مستبعد نہیں ہے۔ واللہ اعلم

۱۲۱ – باب : «وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ما دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ» /۱۱۷/.

۴۳۴۹ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قالَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ ابْنَ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : خَطَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَقَالَ : (يَا أَيُّهَا النَّاسُ ، إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ إِلَى اللهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً ، ثُمَّ قالَ : «كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فاعِلِينَ» . إِلَى آخِرِ الآيَةِ ، ثُمَّ قالَ : أَلَا وَإِنَّ أَوَّلَ الخَلَائِقِ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ ، أَلَا وَإِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ ، فَأَقُولُ : يَا رَبِّ أُصَيْحَابِي ، فَيُقَالُ : إِنَّكَ لَا تَدْرِي ما أَحْدَثُوا بَعْدَكَ ، فَأَقُولُ كَمَا قالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ : «وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ما دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ» . فَيُقَالُ : إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ) . [ر : ۳۱۷۱]

اِنَّكُمْ مَحشورون الى الله حُفاةً، عُراة، غرلاً

حُفَاةً، حافی کی جمع ہے، وہ آدمی جو ننگے پاؤں ہو، عُرَاةً عاری کی جمع ہے، ننگے بدن اور غُرُل، اغرل کی جمع ہے، غیر مختوں کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن سب لوگوں کا جب حشر ہوگا تو ننگے پاؤں، برہنہ جسم اور غیر مختوں ہوں گے۔

روایت باب پر ایک اشکال اور اس کے جوابات

اس پر حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے اشکال ہوتا ہے جو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے کہ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے فرمایا کہ نئے کپڑے لاؤ، چنانچہ نئے کپڑے انہیں پیش کئے گئے اور انہوں نے وہ کپڑے پہن لئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے "ان المیت فیبعث فی ثیابہ التی یموت فیہا" (۶۸) اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت بعث ہوگا

اس وقت آدمی لباس پہنے ہوئے ہوگا اور حدیث باب سے معلوم ہورہا ہے کہ لوگ ننگے ہوں گے۔

❶ اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ بعث اور چیز ہے اور حشر دوسری چیز، بعث قبروں سے اٹھنے کو کہتے ہیں اور حشر قیامت کے اجتماع کا نام ہے، حدیثِ باب حشر سے متعلق ہے جبکہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث بعث سے متعلق ہے لھذا کوئی تعارض نہیں ہے۔

❷ بعضوں نے یہ بھی کہا کہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث کا تعلق شہداء سے ہے اور یہاں "انکم محشورون الی اللہ" میں غیر شہداء مراد ہیں۔

❸ ایک بات یہ بھی کہی گئی ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث میں ثیاب سے اعمال مراد ہیں کہ آدمی کو ان اعمال کے ساتھ اٹھایا جائے گا جو اس نے اپنی زندگی میں کئے تھے، اب سوال ہوگا کہ کیا حضرت ابوسعید خدریؓ کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ انہوں نے اپنے لئے نئے کپڑے منگوائے، اس کے متعلق آپ کہہ سکتے ہیں کہ انہیں یہ بات معلوم تھی لیکن انہوں نے ظاہر حدیث پر عمل کرنے کا اہتمام کیا (۶۹) واللہ اعلم

اِنَّ اَوَّلَ الْخَلَائِقِ یُکْسٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِبراھیمُ

سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قیامت کے دن لباس پہنایا جائے گا، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے تو حضرت ابراھیم علیہ السلام کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت لازم آتی ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ یہ جزئی فضیلت ہے جو آپ ﷺ کی کلی فضیلت کے منافی نہیں ہے باقی رہی یہ بات کہ سب سے پہلے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو کیوں لباس پہنایا جائے گا تو روایات میں اس کی مختلف علتیں اور وجوہات بیان ہوئی ہیں۔

❶ ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ جل شانہ کے لئے سب سے پہلے نمرود کی آگ میں ڈالے گئے تھے اس لئے قیامت کے دن یہ اعزاز انہیں دیا جائے گا (۷۰)۔

❷ اور بعض روایات میں ہے "لانہ اول من لبس السراویل" چونکہ انہوں نے اللہ کے لئے سب سے پہلے سراویل کا استعمال کیا جس میں تستر کا زیادہ اہتمام ہوتا ہے اس لئے سب سے پہلے ان کو جوڑا دیا جائے

---

(۶۷) المؤمن: ۳۶

(۶۸) دیکھیے سنن ابی داود: ۳/۱۹۰ کتاب الجنائز باب مایستحب من تطهیر المیت عند الموت، رقم الحدیث: ۳۱۱۴

(۶۹) مذکورہ توجیہات اور مزید توجیہات کے لئے دیکھیے فتح الباری: ۱۱/۳۸۴-۳۸۳ کتاب الرقاق، باب الحشر

(۷۰) فتح الباری: ۶/۳۹۰ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا

گا (۷۱)۔

ابن المبارک وغیرہ کی روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لباس پہنایا جائے گا اور بعض روایات میں اتنا اضافہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو لباس پہنایا جائے گا وہ نہایت قیمتی ہوگا (۷۲) تو اس تاخیر کی تلافی اس طرح کی جائے گی کہ آپ کو جو لباس دیا جائے گا وہ زیادہ قیمتی اور بہتر ہوگا۔

۱۲۲ - باب : قَوْلِهِ :

«إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الحَكِيمُ» /۱۱۸/ .

۴۳۵۰ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قالَ : حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ ، وَإِنَّ نَاسًا يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمالِ ، فَأَقُولُ كما قالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ : «وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ما دُمْتُ فِيهِمْ - إِلَى قَوْلِهِ - الْعَزِيزُ الحَكِيمُ») . [ر : ۳۱۷۱]

---

(۷۱) فتح الباری: ۶/ ۳۹۰ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا

(۷۲) مذکورہ تینوں روایات کے لئے دیکھیے فتح الباری: ۱۱/ ۳۸۴، کتاب الرقاق، باب الحشر

١٢٣ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الأَنْعَامِ .

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ» /٢٣/ : مَعْذِرَتُهُمْ . «مَعْرُوشاتٍ» /١٤١/ : ما يُعْرَشُ مِنَ الْكَرْمِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ . «حَمُولَةً» /١٤٢/ : ما يُحْمَلُ عَلَيْهَا . «وَلَلَبَسْنَا »/٩/ : لَشَبَّهْنَا . «يَنْأَوْنَ» /٢٦/ : يَتَبَاعَدُونَ . «تُبْسَلَ» /٧٠/ : تُفْضَحُ . «أُبْسِلُوا» /٧٠/ : أُفْضِحُوا . «بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ» /٩٣/ : الْبَسْطُ الضَّرْبُ . «ٱسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الإِنْسِ» /١٢٨/ : أَضْلَلْتُمْ كَثِيرًا . «مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الحَرْثِ »/١٣٦/ : جَعَلُوا لِلّٰهِ مِنْ ثَمَرَاتِهِمْ وَمالِهِمْ نَصِيبًا ، وَلِلشَّيْطَانِ وَالْأَوْثَانِ نَصِيبًا . «أَمَّا ٱشْتَمَلَتْ» /١٤٣ ، ١٤٤/ : يَعْنِي هَلْ تَشْتَمِلُ إِلَّا عَلَى ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى ، فَلِمَ تُحَرِّمُونَ بَعْضًا وَتُحِلُّونَ بَعْضًا ؟ . «مَسْفُوحًا» /١٤٥/ : مُهْرَاقًا . «صَدَفَ» /١٥٨/ : أَعْرَضَ .

أُبْلِسُوا : أُويِسُوا ، و «أُبْسِلُوا» /٧٠/ : أُسْلِمُوا . «سَرْمَدًا» /القصص: ٧١ ، ٧٢/ : دَائِمًا . «ٱسْتَهْوَتْهُ» /٧١/ : أَضَلَّتْهُ . «تَمْتَرُونَ» /٢/ : تَشُكُّونَ . «وَقْرًا» /٢٥/ : صَمَمًا . وَأَمَّا الْوِقْرُ : فَإِنَّهُ ٱلْحِمْلُ . «أَسَاطِيرُ» /٢٥/ : وَاحِدُهَا أُسْطُورَةٌ وَإِسْطَارَةٌ ، وَهِيَ التُّرَّهَاتُ . «الْبَأْسَاءِ» /٤٢/ : مِنَ الْبَأْسِ ، وَيَكُونُ مِنَ الْبُؤْسِ . «جَهْرَةً» /٤٧/ : مُعَايَنَةً . «الصُّورِ» /٧٣/ : جَمَاعَةُ صُورَةٍ ، كَقَوْلِهِ سُورَةٌ وَسُوَرٌ . «مَلَكُوتَ» /٧٥/ : مُلْكَ ، مِثْلُ : رَهَبُوتٌ خَيْرٌ مِنْ رَحَمُوتٍ ، وَيَقُولُ : تُرْهَبُ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تُرْحَمَ . «وَإِنْ تَعْدِلْ» /٧٠/ : تُقْسِطْ ، لَا يُقْبَلْ مِنْهَا فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ . «جَنَّ» /٧٦/ : أَظْلَمَ . «تَعَالَى» /١٠٠/ : عَلَا . يُقَالُ : عَلَى ٱللّٰهِ حُسْبَانُهُ أَيْ حِسَابُهُ ، وَيُقَالُ : «حُسْبَانًا» /٩٦/ : مَرَامِيَ وَ «رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ» /الملك: ٥/. «مُسْتَقِرٌّ» /٩٨/ : فِي الصُّلْبِ «وَمُسْتَوْدَعٌ» /٩٨/ : فِي الرَّحِمِ . الْقِنْوُ الْعِذْقُ ، وَالِاثْنَانِ قِنْوَانِ ، وَالْجَمَاعَةُ أَيْضًا قِنْوَانٌ . مِثْلُ صِنْوٍ وَ «صِنْوَانٍ» /الرعد: ٤/. «أَكِنَّةً» / ٢٥/ : وَاحِدُهَا كِنَانٌ .

سورة الانعام

قال ابن عباسؓ: ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ: مَعْذِرَتُهُمْ

"وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ، ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ" حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت میں فِتْنَتُهُمْ کی تفسیر مَعْذِرَتُهُمْ سے کی ہے، مطلب یہ ہے کہ جب قیامت کے دن مشرکین سے سوال ہوگا کہ تم اللہ کے ساتھ جن کو شریک ٹھہراتے تھے، آج تمہارے وہ شرکاء کہاں ہیں تو اس وقت ان کو معذرت کے لئے اس کے سوا کوئی جملہ نہیں ملے گا کہ "واللہ ہم تو مشرک نہیں تھے"

حضرت ابن عباسؓ کی اس تعلیق کو ابن ابی حاتم نے موصولاً نقل کیا ہے (۱) حضرت قتادہ نے "فِتْنَة" کی تفسیر "مَقَالَتُهُمْ" سے کی ہے اور بعضوں نے "حُجَّتُهُمْ" سے کی ہے (۲) مطلب سب کا ایک ہی بنتا ہے۔

مَعْرُوشَاتٍ: مَا يُعْرَشُ مِنَ الْكَرْمِ وَغَيْرِ ذَلِكَ

"وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ" اللہ وہ ذات ہے جس نے باغات پیدا کئے ایسے جو ٹٹیوں (چھپروں) پر چڑھائے جاتے ہیں (جیسے انگور، کدو وغیرہ) اور جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے (جیسے، آم امرود وغیرہ) حضرت ابن عباسؓ نے "مَعْرُوشَات" کی تفسیر "مَا يُعْرَشُ مِنَ الْكَرْمِ وَغَيْرِ ذَلِكَ" سے کی ہے یعنی انگور وغیرہ کی بیل جنہیں لکڑیوں کا ڈھانچا بنا کر اس پر چڑھایا جاتا ہے۔

حَمُولَةً: مَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا

"وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَّفَرْشًا" اور چوپایوں میں سے کچھ تو بوجھ اٹھانے والے (اونچے قد کے جیسے اونٹ، خچر، گھوڑا اور گدھا) اور کچھ زمین سے لگے ہوئے (یعنی چھوٹے قد کے جیسے بکری، بھیڑ)۔

وَلَلَبَسْنَا: لَشَبَّهْنَا

"لَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا، وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُونَ" اور ہم ان کو اسی شبہے میں ڈالتے جس

(۱) عمدة القاری: ۲۱۹/۱۸

(۲) عمدة القاری: ۲۱۹/۱۸

میں وہ اب پڑے ہوئے ہیں، کافر کہتے تھے کہ فرشتہ کو رسول بنا کر کیوں نہیں بھیجا گیا، قرآن جواب میں کہتا ہے کہ اگر ہم کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے تو وہ بھی آدمی ہی کی صورت میں ہوتا اور ان کو اسی شبہ میں ڈالتے جس میں وہ اب ہیں کہ جو شکوک و شبہات رسول کے بشر ہونے پر کرتے ہیں وہ فرشتہ کے بصورت بشر آنے پر بھی کریں گے۔

وَيَنْأَوْنَ: يَتَبَاعَدُوْنَ

"وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ" اور وہ کفار قرآن سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں۔

تُبْسَلُ: تُفْضَحُ، اُبْسِلُوْا: اُفْضِحُوا

"وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا" اور اس قرآن کے ذریعہ (آخرت کا بھولا ہوا سبق) یاد دلائے تاکہ کوئی شخص اپنی بداعمالی کے سبب گرفتار مصیبت نہ ہوجائے (اس لیے کہ قیامت کے دن) اس کے لیے سوائے اللہ کے کوئی مددگار نہیں اور نہ کوئی سفارشی ہے اور اگر کوئی (اس دن اپنی خلاصی کے لیے) ہر قسم کا معاوضہ بھی دیدے تو اس سے نہ لیا جائے گا یہی لوگ (جنھوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے) گرفتار عذاب ہوئے ہیں، اپنے بُرے اعمال کی بناء پر۔

بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ، اَلْبَسْطُ: اَلضَّرْبُ

"وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ..." "بسط" کی تفسیر "ضرب" کے ساتھ کی ہے، بسط کے معنی پھیلانے کے آتے ہیں چونکہ فرشتے روح قبض کرنے کے لئے ہاتھ پھیلانے کے ساتھ ساتھ ان کو ماریں گے بھی اس لئے بسط کی تفسیر مجازاً ضرب سے کی ہے۔

اِسْتَكْثَرْتُمْ: اَضْلَلْتُمْ كَثِيْرًا

آیت میں ہے "وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ" اور جس دن اللہ

تعالی تمام خلائق کو جمع کریں گے (بطور توبیخ شیاطین الجن سے کہا جائے گا) اے گروہ جنّات (یعنی اے گروہ شیاطین) تم نے انسانوں (کے گمراہ کرنے) میں بڑا حصہ لیا اور بہتوں کو گمراہ کیا، استکثرتم کے معنی ہیں بہتوں کو گمراہ کیا۔

ذَرَأَمِنَ الْحَرْثِ جعلوا لِلّٰہِ من ثمرتھم ومالِھم نصیباً وللشیطٰان والاوثان نصیباً

آیت میں ہے "وَجَعَلُوْالِلّٰہِ مِمَّا ذَرَأَمِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا" "اور ان لوگوں نے اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مویشی میں سے (بطور نیاز) ایک حصہ اللہ کے لیے مقرر کیا" اس آیت کریمہ میں "ذَرَأَمِنَ الْحَرْثِ" کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے یعنی مشرکوں نے اپنے پھلوں اور اپنے مال میں سے ایک حصہ اللہ تعالی کے لیے مقرر کیا اور ایک حصہ شیطانوں اور بتوں کے لیے مقرر کیا پھر اگر اتفاق سے اللہ تعالی کے حصّہ میں سے کچھ بتوں کے حصّہ میں کوئی چیز گرجاتی تو اس کو اسی میں رہنے دیتے اور کہتے کہ اللہ تو غنی ہے اور اگر اس کے برعکس بتوں کے حصّہ میں سے کوئی چیز اللہ تعالی کے حصّہ میں گر جاتی تو اس کو نکال کر پھر بتوں کے حصّہ میں شامل کردیتے یہ کتنی بڑی جہالت اور حماقت ہے۔

اَمَّا اشْتَمَلَتْ یعنی ھل تشتمل الاعلی ذکرا او انثی فَلِمَ تُحرّمون بعضا وتُحِلُّون بعضاً

آیت میں ہے "قُلْ ءٰالذَّکَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْہِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ" "اے نبی! آپ پوچھیے (ان کافروں سے کہ یہ تو بتلاؤ) کیا اللہ تعالی نے دونوں (جانوروں) کے نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں کے ماداؤں کو حرام کیا ہے (یعنی خدا نے بھیڑ اور بکری کے کُل نر کو حرام کیا ہے یا دونوں کے کُل مادہ حرام کیے ہیں) یا اس (بچہ) کو جس پر دونوں ماداؤں کے رحم (بچہ دانی) مشتمل ہے" مطلب یہ ہے کہ کیا وہ بچہ حرام ہے جس کو دونوں مادہ (بھیڑ اور بکری) اپنے پیٹ میں لیے ہوئے ہیں، یہ استفہام انکاری ہے اور اس آیت سے مشرکین کے اس قول "مَافِی بُطُوْنِ ھٰذِہِ الْاَنْعَامِ خَالِصَۃٌ لِذُکُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰی اَزْوَاجِنَا" کے رد کی طرف اشارہ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ تم نے جو سائبۃ، وَصِیْلۃ، بَحِیْرۃ اور حامی کو حرام کر رکھا ہے یہ کس وجہ سے ہے؟ اگر یہ تحریم مذکورہ کی وجہ سے ہے تو سارے نر کو حرام کہو اور اگر مادہ کی طرف سے ہے تو سارے ماداؤں کو حرام قرار دو اَمَّا اشْتَمَلَتْ یا جس بچہ پر دونوں ماداؤں کی بچہ دانی مشتمل ہے یعنی جو بچہ پیٹ میں ہے، وہ نر ہے، یا مادہ، پھر کیوں بعض کو حرام کہتے ہو اور بعض کو حلال؟ اپنی طرف سے خدا کی پیدا کی

ہوئی چیزوں کو حلال یا حرام کہنا اس کا مرادف ہے کہ خدائی کا منصب معاذاللہ تم اپنے لیے تجویز کرتے ہو یا خدا پر جان بوجھ کر افتراء کر رہے ہو اور یہ دونوں صورتیں مہلک اور تباہ کن ہیں ۔

مَسْفُوْحاً: مُهْرَاقاً

آیت میں ہے "قُلْ لَاۤ اَجِدُ فِیْمَاۤ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا" آپ فرما دیجیے (کہ ان چیزوں کی حرمت کے بارے میں جن کی حرمت کو تم خدا کی طرف منسوب کرتے ہو) میں اس وحی میں جو مجھ پر کی گئی ہے ان میں سے کسی چیز کو بھی کھانے والے پر جو اسے کھائے حرام نہیں پاتا (خواہ مرد ہو یا عورت) مگر یہ کہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون .... اس آیت میں "دماً مسفوحاً" کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے دماً مُهْرَاقاً یعنی بہتا ہوا خون ۔

صَدَفَ: اَعْرَضَ

آیت میں ہے "فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا" "اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جس نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور اس سے اعراض کیا ۔

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ صَدَفَ عنها بمعنی اعرَضَ عنها ہے ۔

اُبْلِسُوا: اُوْیِسُوا، وَاُبْسِلُوْا: اُسْلِمُوْا

"اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ" "ہم نے ان کو اچانک پکڑا پس وہ ناامید ہوگئے" مُبْلِس کے معنی ہیں: ناامید ہونے والا، اُبلِسُوا کی تشریح امام نے اُوْیِسُوْا سے کی، یہ باب افعال سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے بمعنی ناامید کیے جانا اور آیت کریمہ "اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا" میں "اُبْسِلُوْا" کی تفسیر "اُسْلِمُوْا" کے ساتھ کی گئی ہے یعنی ان لوگوں کو اپنی بداعمالی کی وجہ سے عذاب اور ہلاکت کے سپرد کردیا جائے گا اس سے دو تین سطر پہلے "اُبْسِلُوْا" کے معنی "اُفْضِحُوْا" سے کئے ہیں یعنی وہ لوگ بداعمالیوں کی وجہ سے رسوا کئے جائیں گے، نتیجہ دونوں تفسیروں کا ایک ہی ہے، عذاب کے سپرد کرنا اور رسوا کرنا دونوں کا ایک ہی مطلب ہے

سَرْمَدًا: دَائِمًا

یہ سورۃ قصص کی آیت میں ہے "قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" اس میں سَرْمَدًا کے معنی دائما کے ہیں۔

اس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں کیوں ذکر کیا؟ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس لفظ کو یہاں ذکر کرنے کی مناسبت ظاہر نہیں ہے (۳)۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام بخاریؒ نے اس لفظ کو یہاں ذکر کرنے سے سورۃ الانعام اور سورۃ القصص کی آیت میں معارضہ کے وہم کو دور کیا ہے، سورۃ الانعام کی آیت میں ہے "وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رات سکون اور قرار کے ساتھ متصف ہوتی ہے اور اس کو دوام ہوتا ہے. اسی طرح کہتے ہیں، لَيْلٌ سَرْمَدٌ: لمبی رات جبکہ سورۃ القصص کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کو دوام اور قرار نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس تعارض کو دور کیا کہ سورۃ القصص کی آیت میں اگرچہ سرمد کے معنی دوام کے ہیں لیکن عام طور سے جو "لیل سرمد" کہتے ہیں، اس سے مراد دوام نہیں ہوتا بلکہ اس سے رات کا طویل اور لمبا ہونا مراد ہوتا ہے، اسی طرح رات کے ساکن ہونے سے بھی دوام مراد نہیں ہوتا بلکہ یہ مجاز عن الطُّول ہے اور "وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا" جو سورۃ الانعام میں ہے، اس سے رات کا ساکن ہونا مراد نہیں بلکہ لوگوں اور جانوروں وغیرہ کا ساکن ہونا مراد ہے کہ رات میں سب خاموش اور ساکن ہوتے ہیں (۴)۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ توجیہ بے غبار نہیں ہے، دونوں آیات کے درمیان تعارض کا وہم اور ازالہ تو واضح ہے کہ سورۃ انعام کی آیت سے رات کا دوام اور قرار معلوم ہوتا ہے اور سورۃ قصص کی آیت سے رات کا عدم قرار اور عدم دوام معلوم ہوتا ہے، اس وہم کا ازالہ بھی واضح ہے کہ انعام کی آیت میں سکونِ لیل سے خود رات کا سکون مراد نہیں بلکہ اس سے رات میں لوگوں کا آرام کرنا مراد ہے، لیکن یہ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس وہم کا ازالہ کس طرح کردیا، حضرت گنگوہی کی توجیہ میں یہ صاف نہیں، امام بخاریؒ نے "سرمدا" کی تشریح "دائما" سے کی ہے اس سے مذکورہ تعارض کے وہم کا ازالہ نہیں ہوتا ہے، یہ ازالہ تو اس وقت ہوتا جب امام بخاری "وَجَعَلْنَا الَّيْلَ سَكَنًا" میں سکن کی تشریح یوں کرتے کہ اس سے مافی اللیل کا ساکن ہونا مراد ہے۔

---

(۳) عمدۃ القاری: ۱۸/۲۲۱

(۴) لامع الدراری: ۹/۸۰-۸۱

اِستَهوَتهُ: اَضلَتهُ

آیت میں ہے "کَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِينُ" اس شخص کی طرح جس کو شیاطین نے گمراہ کردیا، اس میں اِستَهوَتهُ بمعنی اضلته ہے۔

تَمتَرُونَ: تَشُكُّونَ

آیت میں ہے "ثم انتم تمترون" پھر بھی تم شک کرتے ہو۔

وَقرٌ: صَمَمٌ، واما الوِقرُ: الحِملُ

آیت میں ہے "وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَفْقَهُوْهُ وَفِي اٰذَانِهِمْ وَقْرًا" اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں تاکہ وہ اس (قرآن) کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں بوجھ۔

یعنی آیت میں وَقر کے معنی ہیں صَمَم: بہراپن، بوجھ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ وہ (منکرین قرآن) سنتے ہیں لیکن حق وہدایت کی باتوں سے بہرے ہیں جمہور کی قرأت میں اسی طرح ہے، یعنی بفتح الواو، ایک قراءت بکسر الواو ہے، ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ وِقر بکسر الواو کے معنی ہیں "بوجھ" اس صورت میں معنی ہوں گے ان کے کانوں میں بوجھ ہے، ڈاٹ ہے کہ بات سننے میں رکاوٹ ہوتی ہے۔

اَساطِيرُ: واحدها اُسطُورَةٌ واِسطَارَةٌ، وهى التُّرَّهَاتُ

آیت کریمہ میں ہے "يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيرُ الاَوَّلِينَ" اس میں اساطیر "اُسطُورَةٌ" اور "اِسطَارَةٌ" کی جمع ہے جس کی تشریح "ترھات" سے کی ہے، تُرَّهَات تُرَّهَةٌ کی جمع ہے جس کے معنی باطل کے آتے ہیں تو اساطیر سے مراد اباطیل ہیں، تُرَّهَةٌ اصل میں اس چھوٹے راستے کو کہتے ہیں جو کسی بڑے راستے سے الگ ہوا ہو، پھر جھوٹے قصہ اور باطل داستان کے لئے کنایہ کرلیا گیا (۵)۔

اَلبَاْسَاءُ: مِنَ البَاْسِ ويكون من البُؤسِ

فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ "فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَاءِ" میں باْساء مشتق ہے بَاْسٌ سے جس کے معنی

(۵) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۲۲

شدّت اور سختی کے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بُؤسٌ بالضم سے مشتق ہو جس کے معنی فقر کے ہیں، آیت کا ترجمہ ہے "پھر ہم نے ان کو سختی اور بیماری سے پکڑا یعنی تکلیف میں مبتلا کردیا"۔

جَهْرَةً: مُعَايَنَةً

آیت میں ہے "قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ" آپ کہیے کہ یہ تو بتلاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک آجائے یا آشکارا ہو تو سوائے ظالموں کے اور کون ہلاک کیا جائے گا۔

ابوعبیدہؒ نے جَهْرَةً کی تفسیر کی ہے معایَنَةً سے یعنی آنکھوں دیکھتے، کھلّم کھلاّ۔

اَلصُّوَرُ: جَمَاعةُ صُوْرَةٍ كَقَولِه سُوْرَةٌ وسُوَرٌ

آیت میں ہے "وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ" ابوعبیدہ نے اس آیت میں صُوَر کو بفتح الواو پڑھا ہے اور صُوْرَة کی جمع قرار دیا ہے جیسے سُوْرَةٌ کی جمع سُوَرٌ آتی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ مُردوں کی صورتوں میں صور پھونکا جائے گا اور پھر وہ زندہ کئے جائیں گے، لیکن جمہور مفسرین اور اکثر محققین کا قول یہ ہے کہ صُوْرٌ واؤ کے سکون کے ساتھ ہے، واؤ کے فتحہ کے ساتھ صُوْرَةٌ کی جمع یہاں مراد نہیں ہے بلکہ یہ ایک سینگ ہے جس میں قیامت کے دن حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونک ماریں گے جس کی وجہ سے تمام خلقت زندہ ہوجائے گی (٦)۔

مَلَكُوْت: ملك، مثل: رَهَبُوْتٌ خير من رَحَمُوْتٍ، وتقول: تُرهَبُ خير من أن تُرحَم

آیت میں ہے "وَكَذٰلِكَ نُرِيْ إِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ" فرماتے ہیں کہ اس میں "ملکوت" ملک کے معنی میں ہے یعنی بادشاہت اور اقتدار اعلیٰ، یہاں فَعَلُوْت کا وزن مصدر کے معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے جیسے "رَهَبُوْتٌ خَير من رَحَمُوْتٍ" میں رہبوت اور رحموت دونوں مصدری معنی میں استعمال ہیں یعنی خوف و رہبت رحم سے بہتر ہے، کہتے ہیں "تُرْهَبُ خَير من أَنْ تُرْحَمَ" یعنی لوگ تم سے خائف رہیں یہ بہتر ہے کہ لوگ تم پر رحم کریں، اس لئے کہ رحم جس کے ساتھ کیا جاتا ہے عام طور سے

---

(٦) وفی فیض الباری: ۴/ ۱۸۱ "ان ماقاله ابوعبيدة صواب، لكنه لا توافقه اللغة لأن الصورة تجمع على صور، لا على سكون الواو، وليس الصور بمعنى الصورة"

بہت سارے لوگ اسے ستاتے بھی رہتے ہیں اور اگر کوئی وقار اور رعب سے رہتا ہے تو کوئی اسے ستانے اور تنگ کرنے کی جرات نہیں کرتا ہے (۷)۔

جنّ: اظلَمَ

آیت میں ہے "فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ" "پس جب رات نے اس پر اندھیرا کرلیا" آیت میں جنّ کے معنی ہیں اظلم: اندھیرا کردیا، اس پر رات چھاگئی۔

يقال: على الله حُسْبَانُه اى حِسَابُه، ويقال: حُسْبَانًا: مَرَامِىَ، ورجوما للشيٰطين

آیت میں ہے "وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا" حُسْبَان باب نصر سے مصدر ہے جیسے حساب مصدر ہے اور مطلب یہ ہے کہ سورج چاند کو اللہ جل شانہ نے حساب کا ذریعہ بنایا کہ لوگ ان کے ذریعہ سالوں، مہینوں اور ایام کا حساب لگاتے ہیں۔

حُسْبَان کی دوسری تفسیر "مَرَامِىَ ورُجُوْمًا لِلشَّيَاطِيْنِ" سے کی، مَرَامِى مِرْمَاة کی جمع ہے یعنی تیر پھینکنے کا آلہ، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کواکب کو حسبان بنایا ہے یعنی شیاطین کے مارنے کا ذریعہ بنایا "رجوما للشيطين" سورۃ ملک میں ہے "وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ" اس کی تفصیل کتاب بدء الخلق میں باب صفۃ الشمس و القمر میں گزر چکی۔

مُسْتَقَرٌّ فى الصُّلْبِ ومُسْتَوْدَعٌ فى الرَّحِم

آیت میں ہے "وَهُوَ الَّذِىْ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ" اور (اللہ) وہ ہے جس نے تم کو ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا (پھر سلسلہ توالد و تناسل جاری کیا) پھر ایک تو ٹھکانہ ہے (یعنی ٹھہرنے کی جگہ) اور ایک امانت رکھنے کی جگہ۔

آیت کریمہ کے اندر مستقر اور مستودع کی مراد میں مفسرین کرام کے اقوال مختلف ہیں:

مُسْتَقَرٌّ فِى الصُّلْبِ: مستقر صلب میں ہے، مستقر کے معنی ہیں قرار گاہ، ٹھہرنے کی جگہ اور مُسْتَوْدَعٌ استیداع سے ہے جس کے معنی ہیں امانت رکھنے کی جگہ، ابوعبیدہ کی تفسیر کے مطابق مستقر سے مراد باپ کا صلب ہے، اور مستودع سے مراد رحم مادر ہے۔

---

(۷) وفى لامع الدرارى: ۹ / ۸۲ " حاصله ان مقام الخشية أعلى و أفضل من مقام الرجاء، فان الخاشى يتكلف من الأعمال والمشاق مالا يتحمله الراجى وفى تعليقاته " فان كان الغالب على القلب داء الامن من مكر الله تعالىٰ والاغترار به، فالخوف افضل، وان كان الاغلب هو اليأس والقنوط من رحمة الله، فالرجاء افضل " وانظر لتفصيل المسئلة تعليقات لامع الدرارى: ۹/ ۸۲-۸۳ واحياء العلوم ۴/۱۶۹ واتحاف السادة المتقين ۹/ ۲۱۶ -

١٢٤ – باب : «وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ» /٥٩/ .

٤٣٥١ : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ : (مَفَاتِحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ : إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ، وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ، وَيَعْلَمُ ما فِي الْأَرْحامِ ، وَما تَدْرِي نَفْسٌ ماذَا تَكْسِبُ غَدًا ، وَما تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ) . [ر : ٩٩٢]

١٢٥ – باب :

«قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ» /٦٥/ .

«يَلْبِسَكُمْ» /٦٥/ : يَخْلِطَكُمْ ، مِنَ الْاِلْتِبَاسِ . «يَلْبِسُوا» /٨٢/ : يَخْلِطُوا . «شِيَعًا» /٦٥/ : فِرَقًا .

آیت میں ہے، "أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ" یا تم کو گروہ گروہ کرکے خلط ملط کردے (یعنی مختلف پارٹیوں میں کرکے باہم دست بگریباں کردے) اور ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔

فرماتے ہیں کہ يَلْبِسَكُمْ کے معنی یخلطکم ہیں اور یہ التباس سے مشتق ہے جس کے معنی اشتباہ واختلاط کے ہیں، يَلْبِسُوا از باب ضرب بمعنی يَخْلِطُوا ہے، یعنی ملانا، خراب وفاسد کرنا، شِيَعًا بمعنی فرقًا ہے جو فرقة کی جمع ہے شِيَعٌ شِيْعَةٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں فرقہ، پارٹی۔

٤٣٥٢ : حدّثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ : «قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ» . قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (أَعُوذُ بِوَجْهِكَ) . قالَ : «أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ» . قالَ :

(۴۳۵۲) اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر، باب قوله تعالی: قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم رقم الحدیث: ۴۳۵۲، وایضاً اخرجه البخاری فی کتاب الاعتصام، باب، قوله تعالی: او یلبسکم شیعا، رقم الحدیث: ۷۳۱۳، وایضا اخرجه البخاری فی کتاب التوحید، باب قوله: کل شئی هالک الا وجهه، رقم الحدیث: ۷۴۰۶، واخرجه النسائی فی السنن الکبری فی کتاب التفسیر، باب قوله تعالی: قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا۔ رقم الحدیث: ۱۱۱۶۴، ورقم الحدیث: ۱۱۱۶۵

(أَعُوذُ بِوَجْهِكَ). «أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ». قَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ: (هٰذَا أَهْوَنُ، أَوْ: هٰذَا أَيْسَرُ). [٦٨٨٣، ٦٩٧١]

یعنی جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں یہ ذکر کیا گیا کہ اوپر سے عذاب آئے گا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہ کے ذات پاک کے وسیلہ سے پناہ چاہی اور جب یہ فرمایا گیا کہ نیچے سے عذاب آئے گا، اس سے خسف یعنی زمین میں دھنسنا مراد ہے تو آپ نے اللہ کے عذاب سے پناہ طلب کی اور جب فرمایا کہ تم میں اختلاف ہوجائے اور ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوجاؤ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اھون ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس روایت پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت سے خسف کا عذاب اٹھالیا گیا ہے اور ابن مَرْدُوْیَہ وغیرہ کی روایت میں تصریح بھی آئی ہے، روایت کے الفاظ ہیں "دعوت اللہ ان یرفع عن امتی اربعا، فرفع عنھم ثنتین وأبی أن یرفع عنھم اثنتین: دعوت اللہ ان یرفع عنھم الرجم من السماء والخسف من الارض وان لا یلبسھم شیعا ولا یذیق بعضھم بأس بعض، فرفع اللہ عنھم الخسف والرجم وابی ان یرفع عنھم الاخریین" (۸) جبکہ امام ترمذی نے حضرت عائشہؓ کی حدیث نقل کی ہے اس میں ہے "یکون فی آخر ھذہ الأمۃ خسف و مسخ وقذف" (۹) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خسف ظاہر ہوگا بظاہر دونوں روایات میں تعارض ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس امت میں خسف ہوگا لیکن اس میں چند افراد مبتلا ہوں گے پوری امت عذاب خسف میں مبتلا نہیں ہوگی تو جن روایات میں عذاب خسف کی نفی کی گئی ہے وہ نفی پوری امت کے اعتبار سے ہے اور جن میں اس کے وقوع کا ذکر ہے وہ چند افراد کے اعتبار سے ہے (۱۰)۔

١٢٦ – باب: «وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ» /٨٢/.

٤٣٥٣: حدَّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ: حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ،

---

(۸) فتح الباری: ۸/۲۹۲

(۹) سنن الترمذی: ۲/۴۲، کتاب الفتن، باب الخسف، فتح الباری: ۸/۲۹۲

(۱۰) فتح الباری: ۸/۲۹۳

عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : لَمَّا نَزَلَتْ : «وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ» . قالَ أَصْحَابُهُ : وَأَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ ؟ فَنَزَلَتْ : «إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ» . [ر : ٣٢]

١٢٧ – باب : «وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلاً فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ» /٨٦ .

٤٣٥٤ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنَ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ مَهْدِيٍّ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ ، يَعْنِي ٱبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (ما يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ : أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى) . [ر : ٣٠٦٧]

٤٣٥٥ : حدّثنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : أَخْبَرَنَا سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قالَ : سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (ما يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ : أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى) . [ر : ٣٢٣٤]

١٢٨ – باب : قَوْلِهِ : «أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى ٱللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ ٱقْتَدِهْ» /٩٠ .

آیت کریمہ میں "فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ" فرمایا "فبھم اقتدہ" نہیں فرمایا، اس لئے کہ اس صورت میں معنی یہ ہوتے کہ آپ انبیاء کی اتباع کیجئے اور ان کی اتباع سے اتباع کامل مراد ہوتی ہے "فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ" فرما کر ان کی سیرت اور ہدایت کی اقتداء کا حکم دیا اور شخصی اتباع کا حکم نہیں دیا اور سیرت وہدایت کی اقتداء اور شخصی اقتداء میں فرق ہوتا ہے، سیرت وہدایت کی اقتداء کے معنی موافقت کے ہوں گے اور شخصی اقتداء کا مفہوم ہے تابع بن جانا لہذا چونکہ قرآن نے ان کی سیرت اور ہدایت کی اقتداء کا حکم دیا ہے اس لئے اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان انبیاء کا کلیۃً تابع ہونا مفہوم نہیں ہوگا بلکہ ثابت ہوگا کہ آپ ان کی موافقت فرمائیں (۱۱)۔

فائدہ

اس آیت میں تنبیہ ہے، کہ اصولی طور پر آپ کا راستہ انبیاء سابقین سے جدا نہیں رہا، فروع کا اختلاف وہ ہر زمانے کی مناسبت اور استعداد کے اعتبار سے پہلے بھی واقع ہوتا رہا ہے اور اب بھی واقع ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، علماء اصول نے اس آیت کے عموم سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ "شرائع من قبلنا" کا بھی اعتبار ہے بشرط عدم الانکار (۱۲)۔

(۱۱)فیض الباری: ۱۸۲/۴ (۱۲)تفسیر عثمانی: ۱۸۴

٤٣٥٦ : حدّثني إبراهيمُ بنُ موسى : أخبرنا هشامٌ : أنَّ ابنَ جُرَيجٍ أخبرهم قال : أخبرني سليمانُ الأحولُ : أنَّ مجاهدًا أخبرهُ : أنَّه سألَ ابنَ عبَّاسٍ : أفي «ص» سجدةٌ ؟ فقال : نعم ، ثمَّ تلا : «ووهبنا له إسحٰقَ ويعقوبَ – إلى قوله – فبهداهم اقتده» . ثمَّ قال : هو منهم .

اس پر تفصیلی بحث ان شاء اللہ سورۃ "ص" کی تفسیر میں آئے گی۔

زادَ يزيدُ بنُ هارونَ ، ومحمَّدُ بنُ عُبيدٍ ، وسهلُ بنُ يوسفَ ، عن العوَّامِ ، عن مجاهدٍ : قلتُ لابنِ عبَّاسٍ ، فقال : نبيُّكم ﷺ ممَّن أُمِرَ أن يقتديَ بهم . [ر : ٣٢٣٩]

یزید بن ھارون کی روایت کو اسماعیلی نے موصولاً نقل کیا ہے، محمد بن عبید کی روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ "ص" کی تفسیر میں موصولاً نقل کیا ہے اور سہل بن یوسف کے طریق کو امام بخاری نے کتاب الانبیاء میں موصولاً نقل کیا ہے (۱۳)۔

١٢٩ – باب : «وعلى الذين هادوا حرَّمنا كلَّ ذي ظُفُرٍ ومن البقرِ والغنمِ حرَّمنا عليهم شحومهما» الآيةَ /١٤٦/ .

وقال ابنُ عبَّاسٍ : كلَّ ذي ظُفُرٍ : البعيرُ والنَّعامةُ . «الحوايا» /١٤٦/ : المباعرُ . وقال غيرُهُ : هادوا : صاروا يهودًا . وأمَّا قولُهُ : «هُدنا» /الأعراف: ١٥٦/ : تُبنا ، هائدٌ تائبٌ .

حضرت ابن عباسؓ نے "كُلّ ذِي ظُفُرٍ" کی تفسیر "البعیر والنّعامة" سے کی ہے اور حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ "ذی ظفر" سے مراد وہ جانور ہیں جن کی انگلیاں علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں، ملی ہوئی نہیں ہوتی ہیں (۱۴)۔

---

(۱۳) فتح الباری: ۸/۲۹۵

(۱۴) عمدۃ القاری: ۱۸/۲۲۶

الْحَوَايَا: المبعر

آیت میں ہے "اَوِالْحَوَايَا اَوْمَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ" حَوَايَا "حَاوِيَةٌ" "حوية" کی جمع ہے، آنتوں اور انتڑیوں کو کہتے ہیں، مبعر اس جگہ کو کہتے ہیں جس میں مینگنیاں جمع رہتی ہیں یعنی آنت۔

وقال غیرہ: هادوا: صاروا يهودا، واما قوله: هُدْنا: تُبْنا، هائد: تائب

آیت باب میں "وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا" سے یہود ہونا مراد ہے اور سورۃ اعراف میں ہے "اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ" (۱۵) اس میں "هُدْنا" "تُبنا" یعنی توبہ کرنے اور رجوع کرنے کے معنی میں ہے، هادالرجل۔ هَوْدًا: رجوع کرنا، توبہ کرنا، یہود کو اسی لئے یہود کہتے ہیں کہ انہوں نے بچھڑے کی عبادت سے توبہ کی تھی، یہ نام بطور مدح کے تھا تاہم ان کی شریعت منسوخ ہونے کے بعد معنی مدح اس سے ختم ہوگئے، اب اس منسوخ اور تحریف شدہ دین کو اختیار کرنے والے پر یہودی کا اطلاق ہوتا ہے۔

٤٣٥٧ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ : قالَ عَطَاءٌ : سَمِعْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ قالَ : (قاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ ، لَمَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِمْ شُحُومَهَا جَمَلُوهَا ، ثُمَّ بَاعُوهَا ، فَأَكَلُوهَا) .

وَقالَ أَبُو عاصِمٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الحَمِيدِ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ : كَتَبَ إِلَيَّ عَطَاءٌ : سَمِعْتُ جابِرًا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٢١٢١]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ کرے جب اللہ نے ان پر چربی کھانے کو حرام کیا تو انہوں نے اس کو پگھلایا اور پھر بیچ کر اس کو کھایا" جَمَلَ الشحم : چربی کو پگھلانا، یہ روایت کتاب البیوع میں گزر چکی ہے (۱۶)۔

١٣٠ - باب : قَوْلِهِ : «وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ ما ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ» /١٥١/ .

٤٣٥٨ : حدّثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : (لَا أَحَدٌ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ ، وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَما بَطَنَ ،

---

(۱۵) سورۃ الاعراف: ۱۵۶

(۱۶) دیکھئے کتاب البیوع، باب بیع المیتۃ والاصنام: ۱/ ۲۹۸

وَلَا شَيْءَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللّٰهِ ، وَلِذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ) . قُلْتُ : سَمِعْتَهُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ ؟ قَالَ : نَعَمْ ، قُلْتُ : وَرَفَعَهُ ؟ قَالَ : نَعَمْ . [٤٣٦١ ، ٤٩٢٢ ، ٦٩٦٨]

«وَكِيلٌ» /١٠٢/ : حَفِيظٌ وَمُحِيطٌ بِهِ . «قُبُلًا» /١١١/ : جَمْعُ قَبِيلٍ ، وَالْمَعْنىٰ : أَنَّهُ ضُرُوبٌ لِلْعَذَابِ ، كُلُّ ضَرْبٍ مِنْهَا قَبِيلٌ . «زُخْرُفَ الْقَوْلِ» /١١٢/ : كُلُّ شَيْءٍ حَسَّنْتَهُ وَوَشَّيْتَهُ ، وَهُوَ بَاطِلٌ ، فَهُوَ زُخْرُفٌ . «وَحَرْثٌ حِجْرٌ» /١٣٨/ : حَرَامٌ ، وَكُلُّ مَمْنُوعٍ فَهُوَ حِجْرٌ مَحْجُورٌ ، وَالْحِجْرُ كُلُّ بِنَاءٍ بَنَيْتَهُ ، وَيُقَالُ لِلْأُنْثىٰ مِنَ الْخَيْلِ : حِجْرٌ ، وَيُقَالُ لِلْعَقْلِ : حِجْرٌ وَحِجًى ، وَأَمَّا الْحِجْرُ فَمَوْضِعُ ثَمُودَ ، وَمَا حَجَّرْتَ عَلَيْهِ مِنَ الْأَرْضِ فَهُوَ حِجْرٌ ، وَمِنْهُ سُمِّيَ حَطِيمُ الْبَيْتِ حِجْرًا ، كَأَنَّهُ مُشْتَقٌّ مِنْ مَحْطُومٍ ، مِثْلُ : قَتِيلٍ مِنْ مَقْتُولٍ ، وَأَمَّا حَجْرُ الْيَمَامَةِ فَهُوَ مَنْزِلٌ .

قُبُلا جمع قَبِيْلٍ، والمعنى: انه ضُرُوْبٌ للعذاب، كل ضَرب منها قبيل

سورۂ انعام میں ہے "وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا" اس آیت کریمہ میں "قبلا" "قبیل" کی جمع ہے اور قبیل "قبیلة" کی جمع ہے، قبیلہ کے معنی جماعت اور گروہ کے ہیں، آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم ہر چیز کو گروہ گروہ اور صنف صنف ان کے سامنے جمع کردیتے ہیں تب بھی یہ کافر ایمان نہیں لاتے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں اس لفظ کے معنی عذاب کے اقسام و انواع سے کئے ہیں لیکن یہ معنی سورۂ انعام کی مذکورہ آیت میں درست نہیں ہیں البتہ یہ لفظ سورۂ کہف میں آیا ہے، وہاں اس کے معنی عذاب کے اقسام و انواع کے کئے گئے ہیں، آیت ہے "وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا اِذْ جَاءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّا اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا" (١٧) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے سہواً سورۂ کہف کے اس لفظ کی تفسیر سورۂ انعام میں ذکر کردی (١٨)۔

---

(١٧) الكهف: ٥٥

(١٨) دیکھئے تعلیقات لامع الدراری: ٩/ ٨٣

(٤٣٥٨) اخرجه البخاري في كتاب التفسير، باب: قوله تعالى: ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن، رقم الحديث: ٤٣٥٨، وايضاً اخرجه البخاري في كتاب التفسير، باب قوله: انما حرم ربي الفواحش ما ظهر منها وما بطن، رقم الحديث: ٤٣٦١، و في كتاب التوحيد، باب قوله تعالى: ويحذركم الله نفسه، رقم الحديث: ٧٤٠٣، و اخرجه مسلم في التوبة، باب: غيرة الله تعالى و تحريم الفواحش، رقم الحديث: ٢٧٦٠، واخرجه النسائي في السنن الكبرى في كتاب التفسير، باب قوله تعالى: ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها، رقم الحديث: ١١١٧٣، واخرجه الترمذي في كتاب الدعوات، رقم الحديث: ٣٥٣٠

زُخْرُفَ الْقَوْلِ: كُلُّ شئی حَسَّنْتَه وَوَشَّيْتَه، وهو باطل، فهو زُخْرُفٌ

وہ چیز جسے حسین اور مزین بناکر پیش کیا جائے اور وہ باطل ہو لیکن اس کی تزئین کے ذریعے اس کے بطلان کو چھپانے کی کوشش کی جارہی ہو، وہ زخرف ہے۔

وَحَرْثٌ: حجر حرام، وکل ممنوع، فَهُوَ حِجْرٌ مَحْجُورٌ

آیت میں ہے "وَقَالُوْا هٰذِهٖ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ" حجر کے معنی حرام کے ہیں، کھیتی کا کچھ حصہ ایسا ہوتا تھا جس کا استعمال وہ اپنے لئے حرام کرلیتے تھے اور بتوں کے لئے اسے نامزد کردیا کرتے تھے، اسے بیان کیا جارہا ہے اور ہر وہ شئی جسے ممنوع قرار دیدیا گیا ہو اسے حجر اور محجور کہا جاتا ہے اور ہر وہ عمارت جسے آپ بنائیں اسے بھی حجر کہتے ہیں کیونکہ بنائے جانے کے بعد دوسروں کا داخلہ اس کے اندر ممنوع ہوتا ہے اور گھوڑی کو بھی حجر کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہاں بھی اس کا مالک یہ کوشش کرتا ہے کہ عام گھوڑا اس کے ساتھ جفتی نہ کرے تو وہاں بھی ممنوعیت پائی جاتی ہے، جفتی کے لئے خاص گھوڑے کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ عقل کو بھی حجر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی برائیوں سے منع کرتی ہے اور حجر قوم ثمود کے علاقے کا بھی نام ہے اور جس زمین پر آپ نشان لگادیا کرتے ہیں اور آس پاس سے الگ کرکے اسے محفوظ کردیا کرتے ہیں کہ کوئی اس میں داخل نہ ہو، ایسے خطہ زمین کو بھی حجر کہتے ہیں اور حطیم البیت کو بھی حجر کہا جاتا ہے اس لئے کہ اسے بھی دیوار بناکر گھیر دیا گیا ہے، گویا حطیم مشتق ہے محطوم سے مقصد یہ ہے کہ مفہوم کے اعتبار سے جو محطوم کا مطلب ہوتا ہے وہی حطیم کا مطلب ہے مفہوم میں یکسانیت اور مناسبت بیان کرنا مقصود ہے، لفظ کا دوسرے لفظ سے استخراج بیان کرنا مقصود نہیں جیسے قتیل کو کہتے ہیں کہ مقتول سے مشتق ہے۔ حَجر الیمامۃ (حاء کے فتحہ کے ساتھ) ایک منزل کا نام ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی تفصیل حضرت ثمود علیہ السلام کے قصہ میں بھی ذکر کی ہے (۱۹)۔

۱۳۱ - باب: «هَلُمَّ شُهَدَاءَ كُمْ» /۱۵۰/.

لُغَةُ أَهْلِ الْحِجَازِ هَلُمَّ لِلْوَاحِدِ وَالِاثْنَيْنِ وَالْجَمِيعِ.

---

(۱۹) دیکھئے صحیح البخاری، باب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی "وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا": ۱ / ۴۷۸

١٣٢ - باب : «لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا» /١٥٨/ .

٤٣٥٩/٤٣٦٠ : حدَّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا عُمَارَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا ، فَإِذَا رَآهَا النَّاس آمَنَ مَنْ عَلَيْهَا ، فَذَاكَ حِينَ : «لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ») .

(٤٣٦٠) : حدَّثني إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ هَمَّامٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا ، فَإِذَا طَلَعَتْ وَرَآهَا النَّاسُ آمَنُوا أَجْمَعُونَ ، وَذٰلِكَ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا) . ثُمَّ قَرَأَ الآيَةَ . [٦١٤١]

"يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا"

جس وقت طلوعِ آفتاب من المغرب ہوگا اور لوگ اسے دیکھیں گے تو زمین پر موجود تمام لوگ ایمان لے آئیں گے لیکن اس وقت ان کا ایمان لانا جو پہلے سے مومن نہیں تھے مفید نہیں ہوگا یا جس نے پہلے سے نیک اعمال نہیں کیے تھے تو اب طلوعِ شمس من المغرب کے بعد اس کا نیک اعمال کرنا اس کے ایمان کے لئے مفید نہیں ہوگا۔

علامہ زمخشری نے اس آیت سے معتزلہ کے اس عقیدہ پر استدلال کیا ہے کہ ایمان عملِ صالح کے بغیر مفید نہیں اور کافر اور مرتکبِ گناہِ کبیرہ دونوں مخلّد فی النار ہوں گے، چنانچہ تفسیر کشاف میں فرماتے ہیں "فلم یفرق کما تری بین النفس الکافرۃ اذا آمنت فی غیر وقت الایمان، وبین النفس التی آمنت فی وقتہ ولم تکسب خیرا، لیعلم ان قولہ "الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ" جمع بین قرینتین، لاینبغی ان تنفک

(۴۳۶۰-۴۳۵۹) اخرجہ مسلم فی کتاب الایمان، باب: بیان الزمن الذی لایقبل فیہ الایمان، رقم الحدیث: ۱۵۷، واخرجہ البخاری فی کتاب الفتن، رقم الحدیث: ۷۱۲۰ (مع الفتح) و اخرجہ البخاری فی کتاب الرقاق، رقم الحدیث: ۶۵۰۶ وفی کتاب التوحید، و اخرجہ ابوداؤد فی کتاب الملاحم، باب حسر الفرات عن کنز، رقم الحدیث: ۴۳۱۳، واخرجہ الترمذی فی کتاب الفتن، باب، ماجاء فی قتال الترک، رقم الحدیث: ۲۲۱۵، واخرجہ ابن ماجہ فی کتاب الفتن، باب طلوع الشمس من مغربہا، رقم الحدیث: ۴۰۶۸

احداهما عن الأخری حتی یفوز صاحبهما ویسعد، والافالشقوۃ والهلاک " (۲۰) علامہ زمخشری کے استدلال کا حاصل یہ ہے کہ طلوعِ شمس من المغرب سے پہلے کوئی ایمان نہ لایا ہو اور اب اس کے بعد ایمان لائے تو اس کا ایمان مفید نہیں ہوگا، اسی طرح پہلے کوئی ایمان لایا ہو لیکن نیک اعمال نہیں کئے ہوں تو بھی اس کا ایمان اس کے لئے نافع نہیں ہوگا، طلوع شمس کے بعد ایمان غیرنافع، طلوع شمس سے قبل ایمان بدونِ عملِ صالح کے غیرمفید، ان کے نزدیک تقدیرِ آیت اس طرح ہے "یَوْمَ یَأْتِیْ بَعْضُ آیَاتِ رَبِّکَ، لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا، لَمْ تَکُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ، اَوْ آمَنَتْ، وَلَمْ تَکْسِبْ فِیْ اِیْمَانِهَا خَیْرًا "

علامہ زمخشری کے اس استدلال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

❶ مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں "او" سیاق نفی میں ہے اور تقدیرِ آیت ہے "یَوْمَ یَأْتِیْ بَعْضُ آیَاتِ رَبِّکَ، لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَکُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ، اَوْلَمْ تَکُنْ کَسَبَتْ فِیْ اِیْمَانِهَا خَیْرًا " اس میں ایمان اور عمل صالح دونوں کا انتفاء کیا گیا ہے کہ جس کے پاس ایمان اور عمل صالح دونوں نہ ہوں اور اب طلوع شمس من المغرب کے بعد وہ ایمان لاتا ہے تو یہ ایمان اس کے لئے مفید نہیں ہوگا (۲۱)۔

❷ اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ آیت کے اندر لف و نشر مرتب ہے، لف کے اندر اجمال رکھا گیا ہے اور نشر کے اندر دونوں اجزاء ذکر کردیئے گئے، تقدیرِ آیت ہے "یوم یاتی بعض آیات ربک لاینفع نفسا ایمانہا، ولا کسبھا العمل الصالح فی ایمانہا، لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیرا " یعنی جس دن تیرے رب کی بعض آیات کا ظہور ہوگا اس نفس کو ایمان نفع نہیں دے گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو اور نہ اس کا عمل کرنا مفید ہوگا جس نے پہلے سے خیر کا کوئی کام نہ کیا ہو، مطلب یہ ہے کہ طلوعِ شمس مِن المغرب کے بعد نہ ایمان مفید ہوگا اور نہ عملِ صالح مفید ہوگا، آیت میں ایمان اور عمل کے غیرِ مفید ہونے کا تعلق طلوعِ شمس مِن المغرِب کے بعد کے زمانہ کے ساتھ ہے لہذا طلوعِ شمس سے قبل ایمان کے بدونِ عملِ صالح کے غیرمفید ہونے پر اس سے استدلال درست نہیں ہے (۲۲)۔

---

(۲۰) دیکھیے تفسیر کشاف: ۲/۸۲ تفسیر سورۃ الانعام

(۲۱) فیض الباری: ۴/۱۸۲-۱۸۴ قال الشیخ بدر عالم المیرتھی فی حاشیۃ البدر الساری الی فیض الباری: "قلت: و حینئذ لابد من بیان نکتۃ للتعرض الی خصوص ھذا الیوم، فان عدم النفع عند الخلو عن الایمان، والاعمال عام لا اختصاص لہ بیوم دون یوم، ولم یتفق لی فیہ مراجعۃ الی الشیخ" (البدر الساری: ۴/۱۸۳)

(۲۲) وانظر، الانتصاف علی الکشاف: ۲/۸۲ و روح المعانی: ۵/۲۶

فائدہ

علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں "جب اللہ کا ارادہ ہوگا کہ موجودہ نظام درہم برہم کردیا جائے تو موجودہ قوانین طبعیہ کے خلاف بہت سے عظیم الشان خوارق وقوع میں آئیں گے ان میں ایک طلوع الشمس من مغربہا ہے اور اس حرکتِ مقلوبی سے اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ جو قوانینِ قدرت اور نوامیسِ طبعیہ دنیا کے موجودہ نظم ونسق میں کارفرما تھے ان کی میعاد ختم ہونے کا وقت آپہنچا ہے گویا اس وقت کے عالم کبیر کے نزع اور جانکنی کاوقت شروع ہوتا ہے اور جس طرح عالم صغیر (انسان) کی جانکنی کے وقت ایمان اور توبہ مقبول ہیں اسی طرح طلوع الشمس من المغرب کے بعد مجموعہ عالم کے حق میں یہی حکم ہوگا۔

بعض روایات میں اس کے ساتھ خروج دجال اور خروج دابہ وغیرہ بیان ہوئے ہیں ان روایات کی مراد یہ ہے کہ توبہ کا دروازہ جب بند ہوگا کہ ان سب نشانات کا مجموعہ متحقق ہو اور وہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ طلوع الشمس من المغرب بھی متحقق ہو الگ الگ ہر نشان پر یہ حکم متفرع نہیں (۲۳)۔

١٣٣ - باب : تَفْسِيرِ سُورَةِ الْأَعْرَافِ.

قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «وَرِيَاشًا» /٢٦/ : المَالُ. «إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ» /٥٥/ : فِي ٱلدُّعَاءِ وَفِي غَيْرِهِ. «عَفَوْا» /٩٥/ : كَثُرُوا وَكَثُرَتْ أَمْوَالُهُمْ. «الْفَتَّاحُ» /سبأ: ٢٦/ : الْقَاضِي. «ٱفْتَحْ بَيْنَنَا» /٨٩/ : ٱقْضِ بَيْنَنَا. «نَتَقْنَا» /١٧١/ : رَفَعْنَا. «ٱنْبَجَسَتْ» /١٦٠/ : ٱنْفَجَرَتْ. «مُتَبَّرٌ» /١٤٩/ : خُسْرَانٌ. «آسَى» /٩٣/ : أَحْزَنُ. «تَأْسَ» /المائدة: ٢٦ ، ٦٨/ : تَحْزَنْ.

وَقَالَ غَيْرُهُ : «ما مَنَعَكَ أَنْ لَا تَسْجُدَ» /١٢/ : يَقُولُ : ما مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ. «يَخْصِفَانِ» /٢٢/ : أَخَذَا ٱلْخِصَافَ مِنْ وَرَقِ الجَنَّةِ ، يُؤَلِّفَانِ الْوَرَقَ ، يَخْصِفَانِ الْوَرَقَ بَعْضَهُ إِلَى بَعْضٍ. «سَوْآتِهِمَا» /٢٠/ : كِنَايَةٌ عَنْ فَرْجَيْهِمَا. «وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ» /٢٤/ : هُوَ هٰهُنَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ، وَٱلْحِينُ عِنْدَ الْعَرَبِ مِنْ سَاعَةٍ إِلَى ما لَا يُحْصَى عَدَدُهُ.

الرِّيَاشُ وَالرِّيشُ وَاحِدٌ ، وَهُوَ ما ظَهَرَ مِنَ اللِّبَاسِ.

---

(۲۳) تفسیر عثمانی: ۱۹۹

«قَبِيلُهُ» /٢٧/ : جِيلُهُ الَّذِي هُوَ مِنْهُمْ . «ادَّارَكُوا »/٣٨/ : اجْتَمَعُوا .

وَمَشَاقُّ الْإِنْسَانِ وَالدَّابَّةِ كُلُّهَا يُسَمَّى سُمُومًا ، وَاحِدُهَا سَمٌّ ، وَهِيَ : عَيْنَاهُ وَمَنْخِرَاهُ وَفَمُهُ وَأُذُنَاهُ وَدُبُرُهُ وَإِحْلِيلُهُ . «غَوَاشٍ» /٤١/ : مَا غُشُّوا بِهِ . «نُشُرًا» /٥٧/ : مُتَفَرِّقَةً . «نَكِدًا» /٥٨/ : قَلِيلاً . «يَغْنَوْا» /٩٢/ : يَعِيشُوا . «حَقِيقٌ» /١٠٥/ : حَقٌّ . «اسْتَرْهَبُوهُمْ» /١١٦/ : مِنَ الرَّهْبَةِ . «تَلْقَفُ» /١١٧/ : تَلْقَمُ . «طَائِرُهُمْ» /١٣١/ : حَظُّهُمْ . طُوفَانٌ مِنَ السَّيْلِ ، وَيُقَالُ لِلْمَوْتِ الْكَثِيرِ الطُّوفَانُ . «الْقُمَّلَ» /١٣٣/ : الْحُمْنَانُ يُشْبِهُ صِغَارَ الْحَلَمِ . عُرُوشٌ وَعَرِيشٌ بِنَاءٌ . «سُقِطَ» /١٤٩/ : كُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِي يَدِهِ . الْأَسْبَاطُ قَبَائِلُ بَنِي إِسْرَائِيلَ . «يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ » /١٦٣/ : يَتَعَدَّوْنَ لَهُ ، يُجَاوِزُونَ . «تَعْدُ» /الكهف: ٢٨/ : تُجَاوِزْ . «شُرَّعًا» ١٦٣/ : شَوَارِعَ . «بَئِيسٍ» /١٦٥/ : شَدِيدٍ . «أَخْلَدَ» /١٧٦/ : قَعَدَ وَتَقَاعَسَ . «سَنَسْتَدْرِجُهُمْ» /١٨٢/ : نَأْتِيهِمْ مِنْ مَأْمَنِهِمْ ، كَقَوْلِهِ تَعَالَى : «فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا» /الحشر: ٢/ . «مِنْ جِنَّةٍ» /١٨٤/ : مِنْ جُنُونٍ . «فَمَرَّتْ بِهِ» /١٨٩/ : اسْتَمَرَّ بِهَا الْحَمْلُ فَأَتَمَّتْهُ . «يَنْزَغَنَّكَ» /٢٠٠/ : يَسْتَخِفَّنَّكَ . «طَيْفٌ» /٢٠١/ : مُلِمٌّ بِهِ لَمَمٌ ، وَيُقَالُ : «طَائِفٌ» وَهُوَ وَاحِدٌ . «يَمُدُّونَهُمْ» /٢٠٢/ : يُزَيِّنُونَ . «وَخِيفَةً» /٢٠٥/ : خَوْفًا ، وَخُفْيَةً مِنَ الْإِخْفَاءِ . «وَالْآصَالُ» /٢٠٥/ : وَاحِدُهَا أَصِيلٌ ، وَهُوَ مَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى الْمَغْرِبِ ، كَقَوْلِهِ : «بُكْرَةً وَأَصِيلاً» /الفرقان: ٥/ .

سورۃ الاعراف

قال ابن عباس: وَرِيَاشًا: اَلْمَالُ

سورۂ اعراف میں ہے "قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْآتِكُمْ وَرِيَاشًا" رِيَاشًا جمع ہے "رِيْش" کی، جمہور کی قراءت "سَوْآتِكُمْ وَرِيْشًا" ہے (۲۴) ریاشا کی ایک تفسیر مال سے کی گئی ہے اور دوسری تفسیر

(۲۴) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۳۱

لباس سے کی گئی ہے جو آگے آرہی ہے۔

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ: في الدعاء وفي غيره

آیت میں ہے "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً، اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ" اِعْتداء حد سے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں، اعتداء فی الدعاء اللہ جل شانہ کو پسند نہیں ہے، دعاء میں اعتداء یہ ہے کہ انسان محالات اور ناممکن اشیاء کی دعا کرے، مثلاً نبوت کا سوال کرنا، یا فرشتہ بننے کی دعا کرنا، اسی طرح دعا میں زیادہ قیود لگانا بھی اعتداء میں داخل ہے، امام ابن ماجہ نے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں اس کی ممانعت کی گئی ہے، روایت کے الفاظ ہیں "ان عبداللہ بن مغفل سمع ابنہ یقول: اللهم! انی اسألک القصر الابیض عن یمین الجنة، اذا دخلتها، فقال: ای بُنَیَّ! سلِ اللہَ الجنة، وعُذْ به من النار، فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یقول: "سیکون قوم، یعتدون فی الدعاء" (۲۵) اسی طرح دعاء میں شور اور رفع صوت کیا جائے کہ نمازیوں اور ذکر کرنے والوں کو پریشانی ہو یہ بھی اعتداء فی الدعاء میں داخل ہے۔

عَفَوْا: كَثُرُوْا، وَكَثُرَتْ اَمْوَالُهُمْ

آیت میں ہے "ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا" یعنی ہم نے بدحالی کی جگہ خوش حالی بدل دی ہے یہاں تک کہ بہت بڑھے یعنی خوب ترقی ہوئی، فرماتے ہیں عفوا کے معنی ہیں بہت ہوئے اور ان کے اموال زیادہ ہوگئے۔

اَلْفَتَّاحُ: القَاضِي، اِفْتَحْ بَيْنَنَا: اقْضِ بيننا

آیت میں ہے "رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ" اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ کردیجیے، فتاح: قاضی یعنی حکم کرنے والا اور اِفْتَحْ بَيْنَنَا کے معنی ہیں ہمارے درمیان فیصلہ کردیجیے۔

نَتَقْنَا الْجَبَلَ: رَفَعْنَا

آیت کریمہ میں ہے "وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ" اور جبکہ ہم نے ان کے اوپر پہاڑ کو اٹھایا

---

(۲۵) الحدیث اخرجہ ابن ماجہ فی سننہ، فی کتاب الدعاء، باب کراھیة الاعتداء فی الدعاء، رقم الحدیث: ۳۸۶۴

گویا کہ وہ چھتری ہے "نَتَقْنَا" کے معنی ہیں رَفَعْنَا: ہم نے اٹھایا۔

اِنْبَجَسَتْ: اِنْفَجَرَتْ

آیت کریمہ میں ہے "اَنِ اضْرِبْ بِعَصَاکَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا" یعنی پتھر پر اپنی لاٹھی مارو، چنانچہ اس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہوگئے اِنْبَجَسَتْ بمعنی اِنْفَجَرَتْ ہے یعنی جاری ہوگیا۔

مُتَبَّرٌ: خُسْرَانٌ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ" یہ لوگ جس طریقے میں لگے ہوئے ہیں، خسارہ والا ہے (یعنی یہ لوگ تباہ کیے جائیں گے) متبّر بمعنی خسران ہے یہ لفظ صیغۂ اسم مفعول ہے، از باب تفعیل، تبّر، یتبّر: ہلاک کرنا۔

اٰسٰی: اَحْزَنُ، تَأْسَ: تحزن

آیت میں ہے "فَکَيْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ کٰفِرِيْنَ" پس کیسے (یعنی کیوں) غم کروں کافر قوم پر اسٰی واحد متکلم کا صیغہ ہے، بمعنی احزنُ، حزن کے معنی ہیں: رنج کرنا، غم کھانا اسی مناسبت سے دوسرا لفظ تَأْسَ بمعنی تحزن کو ذکر کردیا ہے اگرچہ یہ لفظ اس سورت میں نہیں ہے بلکہ سورۃ مائدہ میں ہے "فَلَا تَأْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِيْنَ"

وقال غیرہ: مَا مَنَعَکَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ، یقول: مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ

آیت میں ہے "مَا مَنَعَکَ اَنْ لَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ" بعض حضرات نے اس میں "لا" کو زائدہ مانا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا "کس چیز نے تجھ کو سجدہ کرنے سے منع کیا جبکہ میں نے خود تجھے حکم دیا" اور بعض حضرات نے "لا" کو زائدہ نہیں مانا وہ فرماتے ہیں یہ "لا" اس نفی کی تاکید کے لئے ہے جو "منعک" سے سمجھ میں آرہی ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا "کس چیز نے تجھ کو روکا کہ تو سجدہ نہیں کرتا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا"

يَخْصِفَانِ اخذا الخصاف مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ، يُؤَلِّفَانِ الْوَرَقَ يَخْصِفَانِ الْوَرَقَ بَعْضَهٗ اِلٰی

بَعْضٍ

آیت میں ہے "فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ" یعنی جب ان دونوں نے اس درخت کو چکھا تو دونوں کے مستور بدن ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے (کیونکہ جنت کا لباس اس عمل کی وجہ سے اتار لیا گیا) اور انہوں نے اپنی شرمگاہوں پر پتے رکھنے شروع کردیئے، پتوں کو جوڑتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ ملاکر ستر کے لئے بدن کے مستور حصہ پر رکھتے تھے۔ خَصَفُ الشَّيْءِ عَلَى الشَّيْءِ: چپکانا، "خِصَاف" "خَصَفَة" کی جمع ہے، خَصَفَة کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی ٹوکری اور زنبیل وغیرہ کو کہتے ہیں۔

وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ، هو ههنا الى يوم القيامة، والحين عند العرب من ساعة الى مالا يحصى عددهم

"وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ" اس میں حین قیامت کے معنی میں ہے، حین کا لفظ ایک گھڑی سے لیکر غیر محصور مدت تک کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ادَّارَكُوا: اِجْتَمَعُوا

آیت کریمہ میں ہے "كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَهَا حَتَّى إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا" یعنی جس وقت بھی کوئی جماعت (کفار کی) داخل (دوزخ) ہوگی، اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کریگی یہاں تک کہ جب اس (دوزخ) میں سب جمع ہوجائیں گے .... فرماتے ہیں اداركوا کے معنی ہیں اجتمعوا۔

مَشَاقُّ الْإِنْسَانِ وَالدَّابَّةِ كُلُّهُمْ يُسَمَّى سُمُومًا، واحدها سَمٌّ

آیت میں ہے "حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ" فرماتے ہیں کہ انسان اور دابہ سب کے اندر جو سوراخ ہیں انہیں سموم کہا جاتا ہے اس کا مفرد "سم" ہے انسان کی آنکھیں، ناک کے سوراخ، کان اور دبر قبل کو سموم کہا جاسکتا ہے۔

غَوَاشٍ: مَا غُشُّوا بِهِ

آیت میں ہے "لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ" غواش "غَاشِيَةٌ" کی جمع ہے وہ چیز جس

سے کسی دوسری چیز کو ڈھانکا جائے، پردہ وغیرہ

نُشُرًا: مُتَفَرِّقَةً

"وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ نُشُرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ" جمہور کی قراءت "بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ" ہے امام بخاری نے "نُشُرًا" والی قراءت نقل کی ہے، اس صورت میں اس کا ترجمہ ہوگا "اور اللہ وہ ذات ہے جو بارانِ رحمت سے پہلے مختلف ہوائیں بھیجتا ہے"

نَكِدًا: قليلا

"وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا" اور جو زمین خراب ہے اس کی پیداوار کم نکلتی ہے، اس میں نکد کے معنی قلیل کے ہیں۔

يَغْنَوْا: يَعِيْشُوا

آیت کریمہ میں ہے "الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَأَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا" جنھوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی (ان کی ایسی حالت ہوگئی) گویا ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے، يَغْنَوْا کے معنی جینے اور زندگی گزارنے کے ہیں۔

حَقِيْقٌ: حَقٌّ

آیت کریمہ میں ہے "قَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ إِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ حَقِيْقٌ عَلٰى أَنْ لَّا أَقُوْلَ عَلَى اللهِ إِلَّا الْحَقَّ" موسیٰ نے (فرعون سے) کہا اے فرعون میں رب العلمین کا رسول (فرستادہ) ہوں مجھ پر حق اور واجب یہی ہے کہ بجز سچ کے، اللہ کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں (یعنی جھوٹ کی نسبت نہ کروں) حقیق بمعنی حق ہے۔

اِسْتَرْهَبُوْهُمْ: مِنَ الرَّهْبَةِ

آیت میں ہے "فَلَمَّا أَلْقَوْا سَحَرُوْا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ" پس جب ان لوگوں (جادوگروں)

نے (اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو) ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کردی اور ان پر خوف طاری کردیا۔
اِستَرْھَبُوْھُمْ "رھبۃ" سے مشتق ہے جس کے معنی خوف کے ہیں۔

تَلْقَفُ: تَلْقَمُ

"فَاِذَاهِیَ تَلْقَفُ مَا یَأْفِکُوْنَ" اس میں "تَلْقَفُ" "تَلْقَمُ" کے معنی میں ہے یعنی لقمہ بنا کر نگلنا۔

طَائِرُهُمْ: حَظُّهُمْ

آیت میں ہے "اَلَا اِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ" امام نے طائر کی تفسیر حظ سے کی ہے جس کے معنی حصہ اور نصیب کے آتے ہیں لیکن اکثر حضرات نے طائر کے معنی نحوست یا سبب نحوست کے کئے ہیں۔

القُمَّلُ: الحُمْنَانُ یُشْبِهُ صِغَارَ الحَلَمِ

آیت میں ہے "فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ" امام بخاری نے قمل کی تشریح کی ہے کہ اس سے مراد جوئیں ہیں جو چچڑیوں کے مشابہ ہوتی ہیں حُمْنَان: (حاء کے ضمہ اور میم کے سکون کے ساتھ) حَمْنَانَة کی جمع ہے جوں اور چچڑی کو کہتے ہیں، الحَلَم چھوٹے کیڑے اور چچڑی کو کہتے ہیں یہ حَلَمَةٌ کی جمع ہے۔

عُرُوْشٌ، وَعَرِیْشٌ: بِنَاءٌ

آیت کریمہ میں ہے "وَدَمَّرْنَا مَا کَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا کَانُوْا یَعْرِشُوْنَ" اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ عمارتیں بناتے تھے تباہ کردیا۔
فرماتے ہیں کہ عروش اور عریش کے معنی ہیں، بناء یعنی عمارت، محل۔

سُقِطَ: کُلُّ مَنْ نَدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِیْ یَدِهِ

"وَلَمَّا سُقِطَ فِیْ اَیْدِیْهِمْ" جو آدمی نادم ہوتا ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے سُقِطَ فِیْ یَدِهِ

الأسباطُ: قبائلُ بني إسرائيلَ

آیت کریمہ میں ہے "وقطّعنٰهم اثنتي عشرة أسباطا أمما" ہم نے ان کو بارہ خاندانوں میں تقسیم کرکے الگ الگ جماعت کردی، اسباط سے مراد قبائل بنی اسرائیل ہیں، اس کا واحد سِبط ہے۔

يَعْدُونَ: يتعدّون له، يجاوزون، تعدُ: تجاوزْ

آیت کریمہ میں ہے "واسئلهم عن القرية التي كانت حاضرة البحر إذ يعدون في السبت" اور آپ ان (یہود) سے اس بستی کا حال پوچھیے جو سمندر کے کنارے واقع تھی، جبکہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے تجاوز کررہے تھے، آیت کریمہ میں يَعْدُونَ کے معنی ہیں يتعدّون یعنی تجاوز کررہے تھے۔

شُرَّعًا: شَوَارِعَ

"إذ تأتيهم حيتانهم يوم سبتهم شُرَّعًا" لفظ "شُرَّعًا" کے معنی شوارع سے کئے ہیں اور یہ جمع ہے شارع کی، جس کے معنی ہیں پانی کے اوپر ظاہر ہونے والے، یعنی ہفتہ کے دن مچھلیاں ظاہر ہو کر ان کے سامنے آتی تھیں۔

أخْلَدَ: قَعَدَ وتقاعَسَ

آیت کریمہ میں ہے "ولٰكنّه أخلد إلى الأرض واتّبع هواه" لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہوگیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا، اخلد کی تفسیر، قعد اور تقاعس سے کی ہے، قعد عن حاجته اور تقاعس عن الامر دونوں کے معنی ہیں: پیچھے ہٹا اور قعود الی الارض دنیا کی طرف شدتِ میلان سے کنایہ ہے۔ اب معنی ہوئے۔ دنیا کو لازم پکڑا، دنیا کی طرف مائل ہوگیا، لکنہ کی ضمیر کا مرجع اکثر مفسرین کے نزدیک بلعم بن باعوراء ہے جو ایک یہودی عالم تھا اور اسم اعظم جانتا تھا۔

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ: نأتيهم من مَأْمَنِهِمْ

آیت میں ہے "سنستدرجهم من حيث لا يعلمون" آئیں گے ہم ان کے پاس اس جگہ سے جہاں سے انہیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا اور ان کے خیال میں وہ جگہ بالکل امن کی ہوگی "من مأمنهم" "من

حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ " کی تفسیر ہے، جیسا کہ سورۂ حشر میں ہے "فَاَتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا " اللہ کا حکم اس طور پر آیا جہاں سے ان کو گمان بھی نہیں تھا اس آیت کے ساتھ تشبیہ اچانک گرفت میں ہے (۳۶)۔

من جِنَّةٍ: من جُنُوْنٍ

آیت کریمہ میں ہے "اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِنْ جِنَّةٍ" کیا ان لوگوں نے اس بات میں غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کو کچھ بھی جنون نہیں ہے، اس میں جِنَّةٍ کی تفسیر جنون سے کی ہے۔

فَمَرَّتْ بِهِ: فَاسْتَمَرَّ بِهَا الْحَمْلُ فَاَتَمَّتْهُ

اس سے سورۃ الاعراف کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔

" هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا، فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا، فَمَرَّتْ بِهِ، فَلَمَّا اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ○ فَلَمَّا اٰتٰهُمَا صَالِحًا، جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا، فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ"

" اللہ وہ ذات ہے جس نے تم کو ایک تن واحد (حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اپنے اس جوڑے سے سکون حاصل کرلے پھر جب میاں نے بی بی سے قربت کی تو اس کو حمل رہ گیا ہلکا سا، سو وہ اس حمل کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہوگئی (اور حمل کی مدت بڑھ گئی) تو دونوں میاں بیوی نے اللہ سے دعا کی جو کہ ان کا رب ہے کہ اگر آپ نے ہمکو اچھا سا بچہ دیا تو ہم خوب شکر گزاری کریں گے، پس جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو نیک بچہ دیدیا تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے لئے اس کے ماسوا کو شریک قرار دینے لگے سو اللہ تعالیٰ پاک ہے ان کے شرک سے "

آیت کریمہ میں "نفس واحدۃ" سے حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں اور "وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا"

---

(۳۶) قال الراغب فی المفردات: سنستدرجهم معناه: ناخذهم درجة فدرجة، وذلک ادناؤهم من الشئی شیئا فشیئا کالمراقی والمنازل فی ارتقائها ونزولها" (وانظر المفردات فی لغات القرآن: ۱٦٧) "وقال الالوسی فی تفسیر روح المعانی ۱۲٦/۵ (الجزء التاسع) "واستدراجه تعالی ایاهم بادرار النعم علیهم مع انهماکهم فی الغی"

میں "زَوْج" سے حضرات حواء مراد ہیں (۲۷) اور آگے "فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلاً خَفِيفًا" کی ضمیر میں مفسرین کی دو رائے ہیں بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ضمیر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء کی طرف راجع ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ضمیر مطلقاً مرد و عورت کی طرف راجع ہے اور اس سے کوئی متعین مرد یا عورت مراد نہیں ہے۔

ضمیر اگر مطلقاً مرد و عورت کی طرف راجع ہو تو اس صورت میں آیت کی تفسیر پر کوئی اشکال نہیں ہوتا اور مطلب یہ ہوگا کہ اللہ جل شانہ نے تمام انسانوں کو حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا اور انہیں سے ان کی بی بی حضرت حواء کو پیدا کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ آدم علیہ السلام کو ان سے سکون حاصل ہو، پھر ان دونوں سے نسل چلی، اللہ جل شانہ کی اس خلقت و صنعت عجیبہ کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اولاد آدم اللہ کی شکر گزار ہوتی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتی لیکن آدم کی غفلت شعار نسلوں نے معاملہ اس کے برعکس کیا اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگے اور اس شرک کی تفصیل "فَلَمَّا تَغَشّٰهَا" سے یوں بیان کی گئی ہے کہ جب مرد نے عورت سے فطری خواہش پوری کی تو عورت حاملہ ہوئی، شروع شروع میں جب تک حمل کا بوجھ نہ تھا، عورت بے تکلف آزادی کے ساتھ اس حمل کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی، پھر جب پیٹ بڑھ گیا تب مرد عورت دونوں نے اولاد صالح کی دعا کی، جب اللہ نے ان کی یہ تمنا پوری کردی تو شکر گزاری کے بجائے شرک میں مبتلا ہوگئے جس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، کبھی تو عقیدہ ہی فاسد ہوتا ہے کہ یہ بچہ ہمیں فلاں زندہ یا مردہ مخلوق نے دیا ہے، کسی نے عقیدہ سے نہیں تو عملاً اس کو غیراللہ کی طرف منسوب کرکے اس کے نام کی نذر و نیاز شروع کردی یا بچہ کی پیشانی اس کے سامنے ٹیک دی یا بچہ کا نام ایسا رکھا جس سے شرک کا اظہار ہوتا ہے مثلاً عبدالعزی، عبدالشمس یا بندہ علی وغیرہ۔

آیت کی یہ تفسیر بہت سارے مفسرین نے اختیار کی ہے (۲۸) اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اسی تفسیر کو راجح قرار دیا ہے (۲۹) اس تفسیر کی رو سے آیت میں شرک اور ناشکری کی نسبت عام انسانوں کی طرف ہے، حضرت آدم اور حضرت حوّاء کا نہیں بلکہ ان کی اولاد کا نقشہ اس میں کھینچا گیا ہے آیت کی ابتداء "هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا" میں اگرچہ حضرت

---

(۲۷) قال القرطبی فی الجامع لاحکام القرآن: ۷/ ۳۳۷ "قال جمہور المفسرین: المراد بالنفس الواحدة آدم، وجعل منها زوجها، یعنی حواء" و تفسیر البحر المحیط: ۴/ ۴۳۸.

(۲۸) الجامع لاحکام القرآن: ۷/ ۳۳۹ و التفسیر الکبیر: ۱۵/ ۸۸ و روح المعانی: ۵/ ۳۱ (جز: ۹) و النکت و العیون، تفسیر الماوردی: ۲/ ۲۷۶ و فتح البیان فی مقاصد القرآن: ۳/ ۲۷۶-۲۷۷ و صفوة التفاسیر: ۱/ ۴۸۷ و التفسیر الواضح لمحمود حجازی: ۱/ ۵۰ الجزء التاسع، و تفسیر المراغی لاحمد مصطفی المراغی: ۹/ ۱۳۹ و تفسیر الثعالبی: ۲/ ۶۴ و تفسیر البحر المحیط: ۴/ ۴۴۰

(۲۹) دیکھیے تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۲۷۵

آدم و حواء کا ذکر ہے مگر اس کے بعد "فَلَمَّا تَغَشّٰھَا" سے مطلقاً مرد و عورت کا تذکرہ شروع کردیا گیا، اس تفسیر پر کوئی اشکال نہیں ہوتا ہے۔

لیکن بہت سے حضرات نے ان آیات میں بیان کردہ قصہ کو حضرت آدم اور حضرت حواء کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے اور اس کی تائید میں مختلف روایات نقل کی ہیں، امام احمد بن حنبل نے "مسند" میں ایک روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں "حدثنا عبدالصمد، حدثنا عمر بن ابراهیم، حدثنا قتادة عن الحسن، عن سمرة، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال: "لما ولدت حواء، طاف بها ابلیس، وکان لا یعیش لها ولد، فقال: سمیه عبدالحارث، فانه یعیش، فسمته عبدالحارث، فعاش، وکان ذلک من وحی الشیطان وامره" (۳۰)

یعنی حضرت حواء کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا، ابلیس (نیک مخلوق کی صورت میں) حواء کے پاس آیا اور کہا کہ اگر لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام "عبدالحارث" رکھو تو وہ زندہ رہے گا (حارث ابلیس کا نام تھا، عبدالحارث (یعنی بندۂ شیطان) چنانچہ حضرت حواء نے اس کا نام عبدالحارث رکھ دیا تو وہ زندہ رہا، آیت کریمہ میں "وَجَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا" سے اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس صورت میں "فلما تغشها" وغیرہ کی ضمیر مؤنث حضرت حواء کی طرف راجع ہوگی اور پورا واقعہ حضرت آدم و حواء سے متعلق ہوگا۔

لیکن اس تفسیر پر اشکال ہوتا ہے کہ آیت میں شرک کے ارتکاب کا ذکر ہے اور حضراتِ انبیاء معصوم ہوتے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام نے شرک کا ارتکاب کیسے کیا جبکہ آپ ابوالانبیاء ہیں اور شرک آپ کی شانِ عصمت کے منافی ہے؟

اس کے دو جوابات دیئے گئے ہیں، ایک جواب علی سبیل التسلیم ہے اور ایک جواب علی سبیل الانکار ہے۔

❶ عَلٰی سَبِیلِ الانکار جواب یہ ہے کہ جن روایات نے ان آیات میں بیان کردہ واقعہ کو حضرت آدم علیہ السلام اور حواء کے ساتھ مخصوص کیا ہے وہ روایات صحیح نہیں ہیں اور مختلف وجوہ کی بناء پر وہ معلول ہیں ان میں بعض تو اسرائیلیات ہیں اور امام احمد نے جو روایت نقل کی ہے وہ معلول ہے۔

ایک علت تو اس میں یہ ہے کہ وہ "حسن عن سمرة" کے طریق سے مروی ہے اور حضرت حسن

---

(۳۰) دیکھیے مسند امام احمد: ۱۱/۵

بصری کا سماع حضرت سمرہ بن جندب سے مختلف فیہ ہے (۳۱)۔

دوسری علت اس کی سند میں یہ ہے کہ اس میں عمر بن ابراھیم ہے اور عمر بن ابراھیم متکلم فیہ راوی ہے (۳۲)۔

تیسری علت یہ ہے کہ اس حدیث کے موقوف اور مرفوع ہونے میں اختلاف ہے، امام احمد بن حنبل نے تو اس کو مرفوعاً نقل کیا ہے لیکن ابن جریر نے اس کو موقوفاً نقل کیا ہے (۳۳)۔

اور چوتھی علت یہ ہے کہ یہ روایت حضرت حسن بصری سے منقول ہے اور حضرت بصری سے خود اس روایت کے خلاف آیت کی پہلی تفسیر منقول ہے (۳۴)۔

❷ دوسرا جواب علی سبیل التسلیم ہے کہ اگر ان روایات کو صحیح تسلیم کرلیا جائے اور آیت میں بیان کردہ قصہ کو حضرت آدم اور حواء کے متعلق قرار دیا جائے تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے حقیقتاً شرک کا ارتکاب کیا، چنانچہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جب بچہ پیدا ہوا تو دونوں نے "عبدالحارث" نام رکھا، ظاہر ہے کہ اسمائے اعلام میں لغوی معنی معتبر نہیں ہوتے ہوں بھی تو "عبد" کی اضافت "حارث" کی طرف اس کو مستلزم نہیں کہ "حارث" کو معاذ اللہ

---

(۳۱) قال سعید، فیماروی الخزرجی فی خلاصة تذهیب تهذیب الکمال: ص ۷۷ "قال سعید: لم یسمع من سمرة" وقال المزی فی تهذیب الکمال: ۶/ ۱۲۳ "وقال محمد بن سیرین: لم یسمع الحسن من سمرة" وقال الذهبی فی سیر اعلام النبلاء: ۴/ ۵۶۷ "قال یحیی القطان: احادیثه عن سمرة، سمعنا انه کتاب" وقال ابن سعد فی طبقاته: ۷/ ۱۵۷ "وقال یحیی بن سعید القطان فی احادیث سمرة التی یرویها الحسن عنه: سمعنا انه من کتاب" وقال البخاری فی تاریخه الکبیر: ۲/ ۲۹۰ "قال علی المدینی: وسماع الحسن من سمرة صحیح" وقال الذهبی فی السیر: ۴/ ۵۶۷ "وقد صح سماعه فی حدیث العقیقة وفی حدیث النهی عن المثلة من سمرة" وحدیث العقیقة اخرجه احمد: ۵/ ۷-۱۷-۲۲ وابوداؤد (۲۸۳۸) والترمذی (۱۵۲۲) والنسائی: ۷/ ۱۶۶" وحدیث النهی عن المثلة اخرجه ابوداؤد (۲۶۲۷) وقال الحافظ ابن حجر فی تهذیب التهذیب: ۲/ ۲۶۹ "واما روایة الحسن عن سمرة بن جندب ففی صحیح البخاری سماعا منه لحدیث العقیقة"

(۳۲) عمر بن ابراهیم وثقه ابن المعین (تهذیب الکمال: ۲۱/ ۲۷۱) وقال ابوحاتم "یکتب حدیثه ولا یحتج به" (تهذیب الکمال: ۲۱/ ۲۷۱) وفی خلاصة الخزرجی: ۲۷۱، "حدیثه عن قتادة مضطرب" وقال البزار "لیس هو بالحافظ" (کشف الاستار: ۱۱۱۵) وذکره ابن حبان فی الثقات: ۸/ ۴۳۶ وقال: یخطی ویخالف، وقال الذهبی فی میزان الاعتدال: ۳/ ۱۷۹" عمر بن ابراهیم عن قتادة عن الحسن عن سمرة، ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: کانت حواء لایعیش لها ولد.....الخ صححه الحاکم وهو حدیث منکر....."

(۳۳) تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۲۷۴

(۳۴) تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۲۷۴

معبود سمجھ لیا جائے ، ایک مہمان نواز آدمی کو عرب "عبدالضیف" کہہ دیتے ہیں ، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ گویا میزبان مہمان کی پوجا کرتا ہے ، پس اگر "عبدالحارث" نام رکھنے کا یہ واقعہ صحیح ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ آدم علیہ السلام نے معاذاللہ حقیقۃً شرک کا ارتکاب کیا جو انبیاء کی شانِ عصمت کے منافی ہے ، ہاں بچہ کا ایسا غیرموزوں نام رکھنا جس سے بظاہر شرک کی بو آتی ہو، نبی معصوم کی شان رفیع اور جذبۂ توحید کے مناسب نہ تھا، قرآن کریم کی عادت ہے کہ انبیائے مقربین کی چھوٹی سی لغزش اور ادنیٰ ترین زلت کو "حسنات الابرار سیئات المقربین" کے قاعدہ کے مطابق اکثر سخت عنوان سے تعبیر کرتا ہے ، یہاں بھی آدم علیہ السلام کے رتبہ کے لحاظ سے اس موہم شرک تسمیہ کو تغلیظاً ان الفاظ میں ادا فرمایا "جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا" یعنی ان کی شان کے لائق نہ تھا کہ ایسا نام رکھیں جس کی سطح سے شرک کا وہم ہوتا ہے ، گو حقیقۃً شرک نہیں ، شاید اس لئے "فَقَدْ اَشْرَكَا" وغیرہ مختصر عبارت چھوڑ کر یہ طویل عنوان "جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا" اختیار فرمایا (۳۵) ۔

● امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اولا اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ آیت میں بیان کردہ قصہ کا تعلق حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کے ساتھ ہے اور تسلیم نہ کرنے کی انہوں نے مختلف وجوہات لکھی ہیں۔

ایک تو اس لئے کہ آیت کے آخر میں "فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ" کے الفاظ خود اس بات پر دلالت کررہے ہیں کہ شرک کرنے والے دو نہیں تھے ، پوری ایک جماعت تھی جو اولاد آدم ہی ہوسکتی ہے ۔

دوسرے یہ کہ اس کے بعد آیت ہے "أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ" اس میں لفظ "ما" استعمال کیا گیا ہے جو غیر ذوی العقول کے لئے آتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں ان لوگوں پر رد کرنا مقصود ہے جنہوں نے بتوں کو شریک خدا بنایا، ابلیس لعین کو شریک خدا بنانے کا ذکر اس آیت میں نہیں ہے ۔

تیسرے اس لئے کہ حضرت آدم کو ابلیس کے تمام نام معلوم تھے جیسا کہ "وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا" سے واضح ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس کی دشمنی اور راندہ درگاہ ہونے کی اچھی طرح خبر تھی، اس کے باوجود حضرت آدم اپنے کسی بچے کا نام "عبدالحارث" کیونکر رکھ سکتے تھے ۔

چوتھے اس لئے کہ توحید پر ایمان رکھنے والے عام آدمی کے پاس بھی اگر کوئی آکر اس قسم کی بات کہے جس سے شرک کی بو آتی ہو تو وہ اسے تسلیم نہیں کرے گا، تو حضرت آدم علیہ السلام جیسے جلیل

---

(۳۵) دیکھیے تفسیر عثمانی: ۲۳۲

القدر نبی سے اس کا صدور کیونکر ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اس ابلیس کی بات مان لی ہو جس نے آپ کو باغ رضوان سے نکالا اور جس کی بناء پر آپ برسوں اپنے رب کے حضور مغفرت کی دعا مانگتے رہے (۳۶)۔

ان وجوہات کی بناء پر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کا حضرت آدم اور حضرت حواء سے تعلق تسلیم نہیں کیا، اس کے بعد فرمایا کہ آیت میں بیان کردہ قصہ کو بالفرض حضرت آدم اور حضرت حواء سے متعلق قرار بھی دیا جائے تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت آدم و حواء نے ارتکاب شرک کیا بلکہ آیت میں ان کی طرف شرک کی نسبت کرنے والوں پر رد ہے اور وہ اس طرح کہ مشرکین کہتے تھے کہ حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام بھی .... معاذ اللہ .... بتوں کی عبادت کرتے تھے ، تو اللہ جل شانہ نے مذکورہ آیت میں حضرت آدم اور حواء کا قصہ ذکر کیا اور ان کا قول نقل کیا "لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ" اس کے بعد فرمایا "فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا" یہ جملہ استفہامیہ ہے یعنی بچہ عطا کرنے کے بعد کیا حضرت آدم اور حواء علیہما السلام نے اللہ کے ساتھ شرک کیا؟ استفہام انکاری ہے یعنی نہیں، آگے فرمایا "فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ" یعنی اللہ جل شانہ اس شرک سے پاک ہیں جو یہ مشرکین کرتے ہیں اور حضرت آدم اور حواء کی طرف منسوب کرتے ہیں تو اس آیت میں حضرت آدم اور حواء سے شرک کی نفی ہے اور مشرکین پر رد ہے (۳۷)۔

❷ بعض حضرات نے فرمایا کہ ان آیات میں حضرت آدم اور حواء کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے ، نہ آیات کے شروع میں، نہ آخر میں، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر ایک کو ایک نفس سے پیدا کیا اور ہر نفس کے لئے اس کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا، پھر جب یہ دونوں ایک دوسرے سے فطری خواہش پوری کرلیتے ہیں اور حمل ٹھہر جاتا ہے تو زمانہ حمل میں ساری امیدیں اللہ ہی سے وابستہ ہوتی ہیں کہ وہی صحیح و سالم بچہ پیدا کرے گا لیکن جب بچہ پیدا ہوجاتا ہے تو شکرئے کے لئے نذریں اور نیازیں غیراللہ کے نام پر چڑھائی جاتی ہیں، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تفسیر کے بارے میں فرمایا "وھذا جواب فی غایۃ الصحۃ والسداد" (۳۸) لیکن علامہ آلوسیؒ نے فرمایا "ولا یخفی ان المتبادر من صدرھا آدم وحواء، ولا یکاد یفھم غیرھما رأسا" (۳۹)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ آیت میں "فَمَرَّتْ بِهِ" کی تشریح کی ہے "فاستمر بھا الحمل،

---

(۳۶) دیکھیے تفسیر کبیر: ۸۶/۱۵

(۳۷) دیکھیے تفسیر کبیر: ۸۷/۱۵

(۳۸) تفسیر کبیر: ۸۷/۱۵

(۳۹) دیکھیے روح المعانی: ۱۴۱/۵ (الجزء التاسع)

فاتمته " یعنی وہ حمل قائم رہا، برقرار رہا، پھر عورت نے اس کی مدت کو پورا کیا، اس تشریح کے مطابق معنی میں قلب ہے، "فَمَرَّتْ" میں ضمیر عورت کی طرف راجع ہے لیکن مراد اس سے حمل کا استمرار ہے

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "فمرت به: استمرت به، والمراد: بقیت به کما کانت قبل حیث قامت وقعدت واخذت وترکت وھو معنی لاغبار فیه " (۴۰) یعنی وہ حمل کے ساتھ اسی طرح چلتی پھرتی، اٹھتی بیٹھتی اور لیتی چھوڑتی رہی جس طرح حمل سے پہلے تھی۔

يَنْزَغَنَّكَ: يَسْتَخِفَّنَّكَ

آیت کریمہ میں ہے "وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ" اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مان لیا کیجیے۔

فرماتے ہیں کہ يَنْزَغَنَّكَ کے معنی يَسْتَخِفَّنَّكَ ہیں، استخفاف کے لغوی معنی ہیں حق وصواب سے ہٹا دینا اور اماّ میں ان شرطیہ اور ما زائدہ ہے مطلب یہ ہے کہ اگر شیطان کی طرف سے حق سے پھیرنے کا وسوسہ آئے یعنی غصہ آئے تو پناہ مانگ لیا کیجیے۔

طَيْفٌ: مُلِمٌّ بِهٖ لَمَمٌ، وَيُقَالُ: طَائِفٌ وَهُوَ وَاحِدٌ

آیت میں ہے "اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَيْفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ" طیف کے معنی ہیں: خیال، جنون، غصہ، طَيْفٌ مُلِمٌّ دل میں اترنے والا خیال، جب آدمی کو وسوسے آتے ہوں اور نیم قسم کا جنون لاحق ہو تو کہتے ہیں: به لَمَمٌ.... لَمَمٌ چھوٹے گناہ اور نیم دیوانگی کو کہتے ہیں، امام بخاریؒ نے طیف کی صفت ذکر کی ہے مُلِمٌّ طیف ملم: دل میں آنے والا خیال، انسان پر طاری ہونے والا جنون، پھر آگے فرمایا "به لمم" یہ اس وقت بولتے ہیں جب انسان وسواس میں مبتلا ہو اور پراگندہ خیالات اس کو پریشان کرتے ہوں۔

جمہور کی قراءت "طَائِفٌ" ہے "اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ" امام بخاری فرماتے ہیں وھو واحد، یعنی طیف اور طائف دونوں کے معنی ایک ہیں، آیت کریمہ کا مطلب ہے جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے خیال اور وسوسہ آتا ہے تو وہ اللہ کی یاد میں لگ جاتے ہیں (۴۱)۔

---

(۴۰) روح المعانی: ۱۳۸/۵ (الجزء التاسع)

(۴۱) قال ابو عبیدة فی قوله: "اذا مسھم طائف من الشیطان" ای لمم، واللمم یطلق علی ضرب من الجنون وعلی صغار الذنوب، حکی بعض اھل العربیة ان الطیف والطائف بمعنی واحد، واسند عن ابن عباسؓ قال: الطائف: اللمة من الشیطان (فتح الباری: ۳۰۱/۸)

يَمُدُّونَهُمْ: يُزَيِّنُونَ

آیت میں ہے "وَاِخْوَانهم يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الغَيِّ ثم لا يقصرون" يَمُدُّوْنَهُمْ کی تشریح يُزَيِّنُون سے کی ہے یعنی گمراہی کی باتوں کو مزین کر کے ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

وَخِيفَةً: خَوفًا، وَخُفْيَةً مِنَ الإِخْفَاءِ

آیت میں ہے "وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً" اس میں "خِيفَةً" خوف کے معنی میں ہے اور سورۃ اعراف ہی کی ایک دوسری آیت میں ہے "ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً" فرماتے ہیں، خُفْيَةً اِخفاء سے ماخوذ ہے (۴۲)۔

وَالآصَالِ: وَاحِدُهَا أَصِيلٌ وَهو ما بين العصر الى المغرب كقوله: بُكْرَةً وَأَصِيلاً

آیت کریمہ میں ہے "وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ" فرماتے ہیں آصال کا واحد اصیل ہے اور اصیل عصر کے بعد سے لے کر مغرب کے وقت تک کو کہتے ہیں اور بعض سے منقول ہے کہ آصال جمع الجمع ہے، یعنی اصیل کی جمع اُصُل اور اُصُل کی جمع آصال آتی ہے بہرحال لفظ اصیل واحد ہے جس کی دلیل بُكْرَةً وَأَصِيلاً ہے۔

١٣٤ - باب : إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ ما ظَهَرَ مِنْهَا وَما بَطَنَ» /٣٣/.

٤٣٦١ : حدّثنا سُلَيمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : - قُلْتُ : أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ عَبْدِ ٱللهِ ؟ قالَ : نَعَمْ ، وَرَفَعَهُ ، قالَ - : (لَا أَحَدَ أَغْيَرُ مِنَ ٱللهِ ، فَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ ما ظَهَرَ مِنْهَا وَما بَطَنَ ، وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ ٱللهِ ، فَلِذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ) . [ر : ٤٣٥٨]

(۴۲) وفی الفتح: ۳۰۱/۸ "قوله: خفية من الاخفاء، فيه تجوز، والمعروف فی عرف اهل الصرف من الخفاء، لان المزيد مشتق من الثلاثی، ويوجه الذی هنا بانه اراد انتظام الصفتين من معنی واحد" وقال العينی فی العمدة: ۲۳۷/۱۸ "ولكن يمكن ان يوجه كلامه باعتبار اشتقاق الصيغتين فی معنی واحد"

١٣٥ - باب :

«وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِي وَلٰكِنِ ٱنْظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ ٱسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ» /١٤٣/ .

قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : أَرِنِي : أَعْطِنِي .

حضرت ابن عباسؓ نے "رَبِّ اَرِنِی اَنْظُرْ اِلَیْکَ" میں "اَرِنِی" کی تشریح "اَعْطِنِی" سے کی ہے تاکہ "ارنی" اور "انظر الیک" میں معنوی اتحاد اور مناسبت ظاہر ہوجائے مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! آپ مجھے قوت رویت عطا فرمادیجئے تاکہ میں آپ کو دیکھ سکوں۔

بعض حضرات نے کہا کہ "اَرِنی" کا مفعول "نَفْسَکَ" محذوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! آپ مجھے اپنی ذات دکھا دیجئے کہ میں آپ کو دیکھ سکوں (۴۳)۔

حضرت ابن عباسؓ کی یہ تعلیق طبری نے علی بن ابی طلحہ سے موصولاً نقل کی ہے (۴۴)۔

٤٣٦٢ : حدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَدْ لُطِمَ وَجْهُهُ ، وَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ ، إِنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِكَ مِنَ الْأَنْصَارِ لَطَمَ فِي وَجْهِي ، قَالَ : (ٱدْعُوهُ) . فَدَعَوْهُ ، قَالَ : (لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهُ) . قَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنِّي مَرَرْتُ بِالْيَهُودِ ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ : وَالَّذِي ٱصْطَفَى مُوسَى عَلَى الْبَشَرِ ، فَقُلْتُ : وَعَلَى مُحَمَّدٍ ، وَأَخَذَتْنِي غَضْبَةٌ فَلَطَمْتُهُ ، قَالَ : (لَا تُخَيِّرُونِي مِنْ بَيْنِ الْأَنْبِيَاءِ ، فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ ، فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ ، فَلَا أَدْرِي أَفَاقَ قَبْلِي أَمْ جُزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّورِ) .

[ر : ٢٢٨١]

(۴۳) تعلیقات لامع الدراری: ۹/۸۸

(۴۴) عمدة القاری: ۱۸/۲۴۹

یامحمد، ان رجلا من اصحابک من الانصار لطَمَ فی وجھی

بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ طمانچہ مارنے کا تعلق انصار سے تھا، حافظ ابوبکر بن ابی الدنیا نے روایت نقل کی ہے کہ طمانچہ مارنے والے حضرت صدیق اکبرؓ تھے (۴۵) دونوں روایات میں بظاہر تعارض ہے کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ انصار میں سے نہیں تھے۔

❶ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ دونوں میں تطبیق کردی جائے کہ طمانچہ مارنے والے حضرت صدیق اکبر ہی تھے، یہاں بخاری کی روایت میں ان کا تعلق انصار سے بتایا گیا ہے یہ اپنے معنی لغوی کے اعتبار سے ہے، انصار کے معنی مدد کرنے والوں کے آتے ہیں اور حضرت صدیق اکبرؓ سے بڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور کس نے کی ہے۔

❷ دوسرا جواب یہ ہے کہ ابن ابی الدنیا کے مقابلہ میں بخاری کی روایت کو راجح قرار دیا جائے چنانچہ علامہ عینی فرماتے ہیں "وماذکرہ البخاری: ھوالاصح" (۴۶)۔

فَاِنَّ النَّاسَ یَصْعَقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یُّفِیْقُ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام لوگ بیہوش ہوجائیں گے، سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا، فرمایا کہ میں دیکھوں گا کہ موسیٰ عرش کا ایک پایہ پکڑے کھڑے ہوں گے، اب مجھے معلوم نہیں کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے تھے یا طور کی بیہوشی کا انہیں بدلہ دیا گیا اور ان پر بے ہوشی طاری ہی نہ ہوئی ہو۔

صَعْق کہتے ہیں کہ کسی آواز کے سننے یا کسی چیز کے دیکھنے کی وجہ سے خوف کے باعث بیہوش ہوجانا (۴۷) دو مرتبہ نفخ صور ہوگا، پہلی مرتبہ سب کے ہوش اڑ جائیں گے اور جتنے زندہ ہیں وہ سب مرجائیں گے اور جو مرچکے تھے ان کی ارواح پر بیہوشی کی کیفیت طاری ہوجائے گی، اس کے بعد دوسرا نفخہ ہوگا جس سے مردوں کی ارواح ابدان کی طرف واپس آجائیں گی اور بے ہوشوں کو افاقہ ہوگا، چنانچہ سورۂ زمر میں ہے "وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی، فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ"

---

(۴۵) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۴۰

(۴۶) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۴۰

(۴۷) والمراد بالصعق غشی یلحق من سمع صوتا اورای شیئا یفزع منہ (فتح الباری: ۶/ ۴۴۳ کتاب الانبیاء)

یہاں بخاری کی مذکورہ روایت میں "فاکون اول من یفیق" میں نفخۂ ثانیہ کے بعد کا افاقہ مراد ہے، شعبی کی روایت میں اس کی تصریح ہے "انی اول من یرفع رأسہ بعد النفخۃ الأخیرۃ" (۴۸)۔

قیامت کے دن تعداد نفخات

قیامت کے دن نفخات کی تعداد میں اختلاف ہے، علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ چار نفخات ہوں گے، پہلا نفخہ ہوگا جس سے تمام زندہ مرجائیں گے، دوسرا نفخہ ہوگا جس سے تمام مردے زندہ ہوجائیں گے اور حساب کے لئے جمع ہوں گے، تیسرا نفخہ ہوگا جس سے عام بے ہوشی طاری ہوجائے گی اور چوتھا نفخہ ہوگا جس سے طاری ہونے والی بے ہوشی سے افاقہ ہوگا (۴۹) حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے (۵۰)۔

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے "لامع الدّراری" میں تین (۵۱) اور "کوکب الدُّری" میں چار نفخات کا قول اختیار کیا ہے، ایک نفخۂ اماتت، دوسرا نفخۂ احیاء، تیسرا نفخۂ صعقہ اور چوتھا نفخۂ افاقہ، نفخۂ صعقہ اس وقت ہوگا جب اللہ جل شانہ حساب کے لئے ظہور فرمائیں گے (۵۲)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ روایتِ باب میں "یَصْعَقُوْنَ" سے حساب کے لئے اللہ تعالیٰ کے ظہور کے وقت کا صعقہ مراد ہے (۵۳)۔

بعض حضرات نے پانچ نفخات کا قول اختیار کیا ہے، صاحبِ جُمل نے اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا "وقد سمعنا بمن زاد فی الطنبور نغمۃ، ولم نسمع بمن زاد فی الصور نفخۃ" (۵۴) یعنی یہ تو ہم نے سنا کہ ساز میں کسی نغمہ کا کسی شخص نے اضافہ کردیا ہے (کہ ایک نغمہ نیا ایجاد کردیا ہے) لیکن صور میں نفخہ کے اضافہ کا قول ہم نے کبھی نہیں سنا۔

---

(۴۸) فتح الباری: ۶/۴۴۴ کتاب احادیث الانبیاء، باب وفاۃ موسیٰ وذکرہ بعد

(۴۹) فتح الباری: ۶/۴۴۴ کتاب احادیث الانبیاء، باب وفاۃ موسیٰ وذکرہ بعد

(۵۰) دیکھیے تفسیر عثمانی: ۶۲۰ سورۃ الزمر، لیکن حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے سورہ النمل کی تفسیر میں پانچ نفخات ذکر کئے ہیں لکھتے ہیں "ایک بار صور پھنکے گا جس سے خلق مرجائے گی، دوسرا پھنکے گا تو جی اٹھیں گے، اس کے بعد پھنکے گا تو گھبرا جائیں گے، پھر پھنکے گا تو بے ہوش ہوجائیں گے اور پھر پھنکے گا تو ہشیار ہوں گے (دیکھیے تفسیر عثمانی: ۵۱۲ سورۃ النمل)

(۵۱) دیکھیے لامع الدراری: ۸/۵۸ کتاب الانبیاء

(۵۲) تعلیقات لامع الدراری: ۸/۵۹ کتاب الانبیاء والکوکب الدری:

(۵۳) الظاہر ان ہذا الصعق یکون یوم القیامۃ حین یاتی الرب عزوجل لفصل القضاء ویتجلی فیصعقون حینئذ ای یغشی علیہم ولیس المراد من الصعق الموت (عمدۃ القاری: ۱۸/۲۴۰)

(۵۴) تعلیقات لامع الدراری: ۸/۵۹ کتاب الانبیاء

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تین کے قول کو ترجیح دی ہے (۵۵) لیکن جمہور اور علمائے محققین کے نزدیک کل دو مرتبہ نفخ صور ہوگا (۵۶) جن کا تذکرہ سورۃ زمر کی مذکورہ آیت میں کردیا گیا ہے کہ پہلی مرتبہ نفخ صور ہوگا تو آسمان و زمین کے تمام جاندار بے ہوش ہو جائیں گے مگر جس کو اللہ چاہے "اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ" سے بعض نے حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت مراد لئے ہیں، بعض کے نزدیک انبیاء و شہداء مراد ہیں اور بعضوں نے کہا کہ اس سے وہ جاندار مراد ہیں جو نفخۂ اولی سے پہلے مرچکے ہوں (۵۷)۔

یہ روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب احادیث الانبیاء" میں بھی نقل کی ہے (۵۸)۔

١٣٦ – باب : «الْمَنَّ وَالسَّلْوَى» /١٦٠/ .

٤٣٦٣ : حدّثنا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ ، وَمَاؤُهَا شِفَاءُ الْعَيْنِ) . [ر : ٤٢٠٨]

١٣٧ – باب : «قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ» /١٥٨/ .

٤٣٦٤ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمُوسَى بْنُ هَارُونَ قالَا : حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ زَبْرٍ قالَ : حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُولُ : كَانَتْ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ مُحَاوَرَةٌ ، فَأَغْضَبَ أَبُو بَكْرٍ عُمَرَ ، فَانْصَرَفَ عَنْهُ عُمَرُ مُغْضَبًا ، فَاتَّبَعَهُ أَبُو بَكْرٍ يَسْأَلُهُ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَهُ فَلَمْ يَفْعَلْ ، حَتَّى أَغْلَقَ بَابَهُ فِي وَجْهِهِ ، فَأَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ . فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ : وَنَحْنُ عِنْدَهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (أَمَّا صَاحِبُكُمْ هٰذَا فَقَدْ غَامَرَ) . قالَ : وَنَدِمَ عُمَرُ

---

(۵۵) دیکھیے روح المعانی:

(۵۶) دیکھیے تفسیر عثمانی: ۶۲۰

(۵۷) دیکھیے الجامع لاحکام القرآن: ۱۵/ ۲۸۰

(۵۸) دیکھیے صحیح بخاری مع فتح الباری، کتاب احادیث الانبیاء، باب وفاۃ موسیٰ وبعدہ: ۶/ ۴۴۱

عَلَى ما كانَ مِنهُ ، فَأَقْبَلَ حَتَّى سَلَّمَ وَجَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، وَقَصَّ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ الْخَبَرَ . قالَ أَبُو الدَّرْداءِ : وَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ، وَجَعَلَ أَبُو بَكْرٍ يَقُولُ : وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ ، لَأَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ . فَقالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (هَلْ أَنْتُمْ تارِكُونَ لِي صاحِبِي ، هَلْ أَنْتُمْ تارِكُونَ لِي صاحِبِي ، إِنِّي قُلْتُ : يا أَيُّها النَّاسُ ، إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ، فَقُلْتُمْ : كَذَبْتَ ، وَقالَ أَبُو بَكْرٍ : صَدَقْتَ) . [ر : ٣٤٦١]

حضرت ابوالدّرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی، حضرت صدیق اکبرؓ نے اس بحث میں حضرت عمرؓ کو ناراض کردیا حضرت عمرؓ حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس سے ناراض ہوکر واپس چلے گئے ، حضرت ابوبکرؓ ان کے پیچھے پیچھے گئے اور ان سے معافی مانگنے لگے لیکن حضرت عمرؓ نے ان کو معاف نہیں کیا اور اپنے گھر کا دروازہ بند کردیا تو حضرت صدیق اکبرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر وہاں موجود صحابہ سے فرمانے لگے "اماصاحبکم ھذا، فقد غامر " تمہارے یہ صاحب یعنی ابوبکرؓ کسی سے جھگڑے ہیں، آپ نے ان کے تیور دیکھ کر فراست سے اندازہ لگالیا تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ وحی کے ذریعہ آپ کو اطلاع ہوگئی ہو، بعد میں حضرت عمرؓ کو ندامت ہوئی تو وہ آئے اور سلام کرکے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور آپؐ سے پورا قصہ ذکر کردیا، آپ حضرت عمرؓ پر ناراض ہوگئے حضرت ابوبکرؓ کہنے لگے "خدا کی قسم! زیادتی میری طرف سے تھی" پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کیا تم لوگ میرے صاحب کو چھوڑنا چاہتے ہو، کیا تم لوگ میرے صاحب کو چھوڑنا چاہتے ہو؟" میں نے کہا تھا "یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا " (لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں) تو اس وقت تم نے میری تکذیب کی اور ابوبکرؓ نے میری تصدیق کی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت میں "اماصاحبکم ھذا فقد غامر " میں "غامر" کی تشریح کی ہے "سابق بالخیر" سے ، بھلائی اور خیر میں سبقت لیجانے کے معنی مراد لئے ہیں لیکن اکثر حضرات نے "غامر" کے معنی "خاصم" کے کئے ہیں (۵۹) یعنی لڑنا، جھگڑنا اور یہاں روایت میں یہی معنی موزوں اور مناسب ہیں۔

---

(۵۹) تعلیقات لامع الدراری: ۹ / ۸۹ و فی الفیض: ۴ / ۱۸۴ "ای خاصم، واصلہ النزول فی الماء الکثیر، والمرادمنہ ھھنا الخصومة، و مافسر بہ المحشی [illegible]!"

اس روایت میں امام بخاریؒ کے شیخ "عبداللہ" ہیں ان کے والد کا نام ذکر نہیں کیا ہے ، ابن السکن نے فربری کے طریق سے امام بخاری کی یہ روایت نقل کی ہے اس میں والد کا نام ہے یعنی عبداللہ بن حماد، یہ امام بخاری کے ہمعصر بھی ہیں اور ان کے تلامذہ میں سے بھی ہیں، حفاظ حدیث میں ان کا شمار ہوتا ہے ، ۹ محرم ۲۲۳ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے (۶۰)۔

فائدہ

اس روایت سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ جو شخص بہت سے کمالات اور فضائل کا مالک ہو اگر اس سے کوئی لغزش ہوجائے تو وہ نظر انداز کردی جاتی ہے ، یہاں حضرت صدیق اکبرؓ اپنی زیادتی کا اقرار بھی کررہے ہیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے باوجود حضرت عمرؓ پر اپنی ناراضگی کا اظہار کررہے ہیں اس لئے بھائی! اگر بزرگوں سے کوئی غلطی واقع ہوجائے یا ان سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو خواہ مخواہ اس کے پیچھے نہیں پڑنا چاہیئے ، اس لئے کہ ان بزرگوں کی بہت ساری نیکیاں، بھی ہوتی ہیں اور معلوم نہیں کہ ان نیکیوں کی بدولت حق تعالی شانہ کے یہاں ان کا کتنا بڑا مقام ہو کہ اس لغزش کی طرف اللہ تعالی توجہ نہ فرمائے اور طعن و تشنیع کرنے والوں کا مواخذہ ہوجائے ۔

۱۳۸ – باب : «وَقُولُوا حِطَّةٌ» /۱۶۱/ .

۴۳۶۵ : حدّثنا إسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (قِيلَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ : «ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ» . فَبَدَّلُوا ، فَدَخَلُوا يَزْحَفُونَ عَلَى أَسْتَاهِهِمْ ، وَقَالُوا : حَبَّةٌ فِي شَعَرَةٍ) [ر : ۳۲۲۲]

یہ روایت جلد اول میں گزر چکی ہے ، وہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ کا نام اسحاق بن نصر مذکور ہے ، یہاں صرف "حدثنا اسحاق" ہے ، حافظ ابن حجر، علامہ عینی اور علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ یہاں "اسحاق" سے مراد "اسحاق بن راہویہ" ہیں (۶۱) اس لئے کہ جب "اسحاق" مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے "اسحاق بن راہویہ" ہی مراد ہوتے ہیں لیکن ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مراد "اسحاق بن نصر" ہیں کیونکہ یہی سند اور متن جلد اول کتاب الانبیاء میں گزر چکا ہے اور وہاں "اسحاق بن نصر" ہیں (۶۲)۔

(۶۰) عمدة القاری: ۱۸/ ۲۴۱ (۶۱) دیکھیے عمدة القاری: ۱۸/ ۲۴۲ وفتح الباری: ۸/ ۳۰۴ وارشاد الساری:

١٣٩ – باب : «خُذِ الْعَفْوَ وأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الجَاهِلِينَ» /١٩٩/.

الْعُرْفُ : المَعْرُوفُ.

٤٣٦٦ : حدّثنا أَبُو الْيَمانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ ٱللّٰهِ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ : أَنَّ ٱبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ ، فَنَزَلَ عَلَى ٱبْنِ أَخِيهِ الحُرِّ بْنِ قَيْسٍ ، وَكانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِينَ يُدْنِيهِمْ عُمَرُ ، وَكانَ الْقُرَّاءُ أَصْحابَ مَجالِسِ عُمَرَ وَمُشاوَرَتِهِ ، كُهُولاً كانُوا أَوْ شُبَّانًا ، فَقالَ عُيَيْنَةُ لِٱبْنِ أَخِيهِ : يا ٱبْنَ أَخِي ، لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هٰذَا الأَمِيرِ ، فَٱسْتَأْذِنْ لِي عَلَيْهِ ، قالَ : سَأَسْتَأْذِنُ لَكَ عَلَيْهِ ، قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : فَٱسْتَأْذَنَ الحُرُّ لِعُيَيْنَةَ ، فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قالَ : هِيْ يا ٱبْنَ الخَطَّابِ ، فَوَٱللّٰهِ ما تُعْطِينَا الجَزْلَ وَلَا تَحْكُمُ بَيْنَنَا بِالْعَدْلِ . فَغَضِبَ عُمَرُ حَتَّى هَمَّ بِهِ ، فَقالَ لَهُ الحُرُّ : يا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ، إِنَّ ٱللّٰهَ تَعَالَى قالَ لِنَبِيِّهِ ﷺ : «خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الجَاهِلِينَ» . وَإِنَّ هٰذَا مِنَ الجَاهِلِينَ . وَٱللّٰهِ ما جاوَزَهَا عُمَرُ حِينَ تَلَاهَا عَلَيْهِ ، وَكانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتابِ ٱللّٰهِ .

[٦٨٥٦]

٤٣٦٧ : حدّثنا يَحْيَى : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ : «خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ» . قالَ : ما أَنْزَلَ ٱللّٰهُ إِلَّا فِي أَخْلَاقِ النَّاسِ .

وَقالَ عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قالَ : أَمَرَ ٱللّٰهُ نَبِيَّهُ ﷺ أَنْ يَأْخُذَ الْعَفْوَ مِنْ أَخْلَاقِ النَّاسِ ، أو كما قالَ .

(٤٣٦٦) واخرجه البخاری ایضاً فی کتاب الاعتصام، باب الاقتداء لسنن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث: ٧٢٨٦، مع الفتح، وھذا الحدیث من افرادہ (عمدۃ القاری: ١٨/ ١٧)

(٤٣٦٧) واخرجه فی کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: خذ العفو وامر بالعرف، رقم الحدیث: ٤٦٤٣، وھذا تعلیق اخرجه عن عبداللہ بن براد (عمدۃ القاری ج ١٨ ص ٢٤٣)

تَفسِيرُ سُورَةِ الأَنفَالِ .

١٤٠ - باب : قَوْلُهُ : «يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ» /١/ .

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : الْأَنْفَالُ : المَغَانِمُ . قالَ قَتَادَةُ : «رِيحُكُمْ» /٤٦/ : الحَرْبُ . يُقَالُ : نَافِلَةٌ عَطِيَّةٌ .

سورة الانفال

قال ابن عباس: اَلْاَنْفَالُ: اَلْمَغَانِمُ

اس تفسیر سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں "نفل" اس معروف معنی میں مستعمل نہیں ہے جو فقہاء کی اصطلاح ہے کہ غازی اور جہاد میں حصہ لینے والے کو مقررہ حصے سے کچھ زائد عطا کیا جائے بلکہ یہاں نفل کے معنی مطلقاً غنیمت کے ہیں (۱) حضرت ابن عباسؓ کی یہ تعلیق ابن ابی حاتم نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے موصولاً نقل کی ہے (۲)۔

یقال: نَافِلَة: عَطِيَّة

نافلہ بمعنی عطیہ ہے، یہ لفظ اگرچہ سورۂ انفال میں نہیں ہے لیکن لفظِ انفال کی مناسبت سے امام نے اس کو یہاں ذکر کیا، اس کے معنی اصل میں زیادتی کے ہیں، اس لئے فرض اور واجب نمازوں سے زائد رکعات کو نافلہ کہتے ہیں۔

---

(۱) لامع الدراری: ۹/ ۹۰

(۲) عمدة القاری: ۱۸/ ۲۴۳

٤٣٦٨ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمانَ : أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قالَ : قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : سُورَةُ الْأَنْفَالِ ، قالَ : نَزَلَتْ فِي بَدْرٍ . [ر : ٣٨٠٥]

حضرت سعید بن جبیرؒ کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ سورۃ انفال کس سلسلہ میں نازل ہوئی، تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بتایا کہ یہ غزوۂ بدر کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے غزوۂ بدر میں سعید بن العاص کو قتل کر کے اس کی تلوار لے لی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یہ تلوار مال غنیمت میں جمع کر دو جس کی وجہ سے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو صدمہ ہوا، حضرت سعد تلوار جمع کر کے ابھی کچھ دور نہیں گئے تھے کہ سورۃ انفال کی ابتدائی آیت نازل ہوئی، چنانچہ آپؐ نے حضرت سعد کو بلا کر وہ تلوار دیدی (۳)۔

ابوداؤد اور نسائی وغیرہ میں شانِ نزول کا ایک دوسرا واقعہ بھی مذکور ہے کہ غزوۂ بدر میں فتح کے بعد صحابہ میں مال غنیمت کے سلسلے میں اختلاف ہونے لگا، نوجوانوں کا خیال تھا کہ یہ سب ہماری محنت کا نتیجہ ہے، بوڑھوں کی رائے یہ تھی کہ ہم تمہارا سہارا تھے، مرکز میں جھنڈا ہم نے سنبھال رکھا تھا اس لئے تمہیں کوئی فوقیت اور ہم پر ترجیح حاصل نہیں، یہ تنازع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا تو اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی (۴)۔

«الشَّوْكَةُ» /٧/ : الحَدُّ . «مُرْدَفِينَ» /٩/ : فَوْجًا بَعْدَ فَوْجٍ ، رَدِفَنِي وَأَرْدَفَنِي جاءَ بَعْدِي . «ذُوقُوا» /٥٠/ : بَاشِرُوا وَجَرِّبُوا ، وَلَيْسَ هٰذَا مِنْ ذَوْقِ الْفَمِ . «فَيَرْكُمَهُ» /٣٧/ : يَجْمَعَهُ . «وَإِنْ جَنَحُوا» /٦١/ : طَلَبُوا ، السِّلْمُ وَالسَّلْمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ . «يُثْخِنَ» /٦٧/ : يَغْلِبَ . وَقالَ مُجَاهِدٌ : «مُكَاءً» إِدْخالُ أَصَابِعِهِمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ «وَتَصْدِيَةً» /٣٥/ : الصَّفِيرُ . «لِيُثْبِتُوكَ» /٣٠/ : لِيَحْبِسُوكَ .

الشَّوْكَة: الحَدُّ

آیت میں ہے ”وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ“

(۳) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۴۵ والدر المنثور فی التفسیر بالماثور: ۳/ ۱۵۸

(۴) الدر المنثور فی التفسیر بالماثور: ۳/ ۱۵۹-۱۶۰ والسنن الکبری للنسائی، کتاب التفسیر، سورۃ الانفال، رقم الحدیث: ۱۱۱۹۷

اس میں "الشوکۃ" کی تفسیر "الحدُّ" سے کی ہے، حد تلوار کی دھار کو کہتے ہیں، شوکۃ اصل میں کانٹے کو کہتے ہیں تو کانٹا جیسے کاٹتا ہے تلوار بھی کاٹ کرتی ہے "غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ" سے غیر مسلح جماعت یعنی قریش کا تجارتی قافلہ مراد ہے۔

مُرْدِفِیْنَ: فَوْجاً بعد فوج، رَدِفَنِي وَأَرْدَفَنِي: جاء بَعْدِي

آیت کریمہ میں ہے "اَنِّی مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ" یعنی میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو سلسلہ وار چلے آویں گے، "مردفین" کے معنی ہیں ایک جماعت کے بعد ایک جماعت، فرماتے ہیں کہ رَدِفَ ثلاثی مجرد اور اَرْدَفَ از باب افعال دونوں کے معنی ہیں جاء بعدی یعنی میرے بعد آیا، میرے پیچھے آیا، یہ ماخوذ ہے رِدْفٌ سے جس کے معنی ہیں پیچھے آنے والا، تابع، تو مردفین کے معنی متبعین کے ہوئے۔

فَیَرْکُمَہٗ: یجمعہ

آیت کریمہ میں ہے "لِیَمِیْزَ اللّٰہُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ وَیَجْعَلَ الْخَبِیْثَ بَعْضَہٗ عَلٰی بَعْضٍ فَیَرْکُمَہٗ جَمِیْعاً فَیَجْعَلَہٗ فِیْ جَھَنَّمَ" تاکہ اللہ ناپاک کو پاک سے الگ کردے اور ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے، پھر اس کو جمع کردے اکٹھا پھر اس کو جہنم میں ڈال دے۔

کہتے ہیں کہ آیت میں یَرْکُمَہٗ کے معنی ہیں یجمعہ، یعنی جمع کردے، ڈھیر کردے۔

اصل میں باب نصر سے رَکَمَ یَرْکُمُ کے معنی ہیں ڈھیر کرنا، جمع کرنا، یرکمہ کی ضمیر فریق خبیث یعنی کفار کی طرف راجع ہے۔

ذُوْقُوْا: بَاشِرُوْا، وَجَرِّبُوْا، ولیس ھذا من ذَوْقِ الفَمِ

"ذٰلِکُمْ فَذُوْقُوْہُ وَاَنَّ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابَ النَّارِ" اس میں ذوق سے مراد منہ سے چکھنا نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ تم اب اس عذاب کو برداشت کرو اور آزماؤ۔

وان جنحوا: طلبوا

آیت کریمہ میں ہے "وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَھَا وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ" اور اگر وہ صلح کی طرف

جھکیں تو آپ بھی اس کی طرف جھک جائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ فرماتے ہیں کہ "جَنَحُوْا" کے معنی طلبوا ہیں یعنی اگر وہ صلح و سلامتی طلب کریں تو آپ بھی آمادہ ہوجائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔

يُثْخِنَ يَغْلِبَ

آیت کریمہ میں ہے "مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ" کسی نبی کے لیے مناسب نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں، جب تک کہ وہ زمین میں خوب خونریزی نہ کردیں۔

ابوعبیدہ يُثْخِنَ کی تفسیر یغلب سے کرتے ہیں، یعنی جب تک دشمنوں کی خونریزی اور کثرت قتل سے ملک میں غلبہ نہ حاصل کرے اس وقت تک قیدی کافروں کو باقی رکھنا مناسب نہیں۔

لِيُثْبِتُوْكَ: لِيَحْبِسُوْكَ

آیت کریمہ میں ہے "وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ" اور جب کہ کافرلوگ آپ کی نسبت تدبیریں سوچ رہے تھے کہ (آیا) آپ کو قید کرلیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کردیں۔

يُثْبِتُوْكَ کے معنی يَحْبِسُوْكَ کے ہیں، یعنی آپ کو قید کرلیں، آپ کو روک لیں۔

وقال مجاهد: مُكَاءً: إدخال اصابعهم في افواههم، وَتَصْدِيَةً: الصَّفِيْرُ

آیت میں ہے "وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً" مجاہد نے اس آیت میں "مُکاءً" کی تفسیر کی ہے، "اپنی انگلیوں کو اپنے منہ میں داخل کرنا" اور تصدیہ کے معنی بیان کئے ہیں، "سیٹی" لیکن یہ تفسیر غیر مشہور ہے، مشہور تفسیر یہ ہے کہ مکاء کے معنی سیٹی بجانا اور تصدیہ کے معنی ہیں تالی بجانا (۵)

علامہ شبیر احمد عثمانی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"یعنی حقیقی نمازیوں کو مسجد سے روکتے ہیں اور خود ان کی نماز کیا ہے؟ کعبہ کا برہنہ ہوکر طواف کرنا اور ذکراللہ کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجانا جیسے آج بھی بہت سی قومیں گھنٹیاں اور ناقوس بجانے کو بڑی

(۵) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۳۶

عبادت سمجھتی ہیں غرض نہ خود اللہ کی عبادت کرتے ہیں، نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں، ان بے معنی اور لغو باتوں کو عبادت قرار دے رکھا ہے، بعض نے کہا کہ سیٹیاں اور تالیاں بجانا مسلمانوں کی عبادت میں خلل ڈالنے کے لیے ہوتا تھا یا ازراہ استہزاء و تمسخر ایسا کرتے تھے۔ "

١٤١ - باب : «إِنَّ شَرَّ ٱلدَّوَابِّ عِنْدَ ٱللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ» /٢١/ .

٤٣٦٩ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : «إِنَّ شَرَّ ٱلدَّوَابِّ عِنْدَ ٱللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ» . قَالَ : هُمْ نَفَرٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ ٱلدَّارِ .

١٤٢ - باب : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ٱسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَٱعْلَمُوا أَنَّ ٱللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ» /٢٤/ .

ٱسْتَجِيبُوا : أَجِيبُوا . لِمَا يُحْيِيكُمْ : يُصْلِحُكُمْ .

٤٣٧٠ : حدّثني إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا رَوْحٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : سَمِعْتُ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ يُحَدِّثُ ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ أُصَلِّي ، فَمَرَّ بِي رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ فَدَعَانِي ، فَلَمْ آتِهِ حَتَّى صَلَّيْتُ ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ : (مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنِي ؟ أَلَمْ يَقُلِ ٱللَّهُ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ٱسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ» . ثُمَّ قَالَ : لَأُعَلِّمَنَّكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ) . فَذَهَبَ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ لِيَخْرُجَ فَذَكَرْتُ لَهُ .

وَقَالَ مُعَاذٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ خُبَيْبٍ : سَمِعَ حَفْصًا : سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ ، رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ ، بِهٰذَا . وَقَالَ : (هِيَ : «الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ» . السَّبْعُ الْمَثَانِي) . [ر : ٤٢٠٤]

١٤٣ - باب : «وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ٱئْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ» /٣٢/ .

قَالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : مَا سَمَّى ٱللَّهُ تَعَالَى مَطَرًا فِي الْقُرْآنِ إِلَّا عَذَابًا ، وَتُسَمِّيهِ الْعَرَبُ الْغَيْثَ ؛ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالَى : «يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا» /الشورى: ٢٨/ .

(٤٣٦٩) وهذا الحديث من افراد البخاری (عمدة القاری: ١٨/ ٢٤٧)

ابن عُیینہ نے کہا "مَطَرٌ" کا اطلاق قرآن نے جہاں کیا ہے وہ عذاب کے لئے کیا ہے اور مطر بمعنی بارانِ رحمت کے لئے لفظ "غیث" استعمال کیا گیا ہے، جیسا کہ آیت میں ہے "يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَاقَنَطُوْا" لیکن یہ کوئی قانون کلّی نہیں ہے، قرآن مجید کی ایک آیت میں ہے "وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ" اس میں "مطر" عذاب کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اس سے غیث اور بارش مراد ہے۔

٤٣٧١ : حدّثني أَحْمَدُ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ مُعَاذٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ الحَمِيدِ ، هُوَ ٱبْنُ كُرْدِيدٍ ، صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ : سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : قالَ أَبُو جَهْلٍ : اللَّهُمَّ إِنْ كانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ ، فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجارَةً مِنَ السَّماءِ ، أَوِ ٱئْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ . فَنَزَلَتْ : «وَما كانَ ٱللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كانَ ٱللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ . وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمُ ٱللهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الحَرَامِ» . الآيَةَ . [٤٣٧٢]

احمد بن النَّضْر

احمد یہاں غیر منسوب ہے یعنی والد کا نام امام نے ذکر نہیں کیا ہے، حاکم وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ اَحمد بن النَّضْر بن عبدالوہاب نیشاپوری ہیں، اس حدیث سے متصل اگلی حدیث محمد بن النَّضْر سے امام بخاری نے نقل کی ہے، محمد بن النَّضْر احمد بن النَّضْر کے بھائی ہیں (٦) امام بخاری جب نیشاپور تشریف لاتے تو ان دو بھائیوں کے پاس اکثر رہتے، حافظ ابن حجر نے کہا کہ یہ دونوں امام مسلمؒ کے ہم طبقہ ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں اور امام کے ساتھ ان کے بعض شیوخ سے روایت کرنے میں شریک بھی ہیں، ان دونوں بھائیوں کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے (٧)۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت عبیداللہ بن معاذ سے نقل کی ہے (٨) جو احمد بن النَّضْر کے شیخ ہیں، اس طرح امام مسلمؒ کی سند ایک درجہ عالی ہے اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ امام مسلم کو اس طرح کی فضیلت صرف چار احادیث میں حاصل ہوئی ہے (٩)

(٤٣٧١) ورقم الحديث: ٤٣٧٢، واخرجه مسلم فى صفات المنافقين واحكامهم، باب: فى قول الله تعالى: وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم، رقم الحديث: ٢٧٩٦

(٦) عمدة القارى: ١٨/٢٤٩

(٧) فتح البارى: ٨/٣٠٨ ـ وتهذيب الكمال: ١/١١٥ ـ ٥١٦

(٨) دیکھیے صحيح مسلم: كتاب صفات المنافقين واحكامهم، رقم الحديث: ٢٧٩٦

(٩) دیکھیے کشف البارى، كتاب المغازى: ٦٩٢

١٤٤ - باب : «وَما كانَ ٱللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَما كانَ ٱللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ» /٣٣ .

٤٣٧٢ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ النَّضْرِ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ ٱللّٰهِ بْنُ مُعاذٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ الحَمِيدِ صَاحِبِ الزِّيَادِيِّ : سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ قالَ : قالَ أَبُو جَهْلٍ : اللّٰهُمَّ إِنْ كانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ ، فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجارَةً مِنَ السَّماءِ ، أَوِ ائْتِنَا بِعَذابٍ أَلِيمٍ . فَنَزَلَتْ : «وَما كانَ ٱللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَما كانَ ٱللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ . وَما لَهُمْ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمُ ٱللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرامِ» . الآيَةَ . [ر : ٤٣٧١]

آیت کریمہ کی دو تفسیریں

روایت میں ہے کہ ابوجہل وغیرہ نے کہا "اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ " یعنی اے اللہ! اگر یہی قرآن پاک آپ کی طرف سے حق ہے تو ہم پر پتھر برسا دیجئے یا کوئی دوسرا سخت عذاب نازل کردیجئے، قرآن نے اس کا جواب دیا "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ " اس جواب میں عذاب نازل نہ ہونے کی دو وجہ بتائی گئی ہیں ایک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں موجود ہونا، دوسری وجہ لوگوں کا استغفار کرنا، ابن جریر وغیرہ نے فرمایا "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ " آیت کا یہ حصہ اس وقت نازل ہوا جب کہ آپ مکہ مکرمہ میں موجود تھے اور پھر ہجرت مدینہ کے بعد آیت کا دوسرا حصہ یہ نازل ہوا "وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ " يَسْتَغْفِرُوْنَ کی ضمیر مسلمانوں کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ضعفاء مسلمین موجود ہیں جو ہجرت نہ کرسکے اور اللہ سے استغفار کررہے ہیں، ان کی خاطر اور ان کے استغفار کی برکت سے اھل مکہ پر عذاب نازل نہیں کیا گیا۔

پھر جب ان سب حضرات نے ہجرت کرلی اور مکہ مکرمہ سے چلے گئے تو اگلی آیت نازل ہوئی "وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ "

مطلب یہ ہے کہ اب مانع عذاب دونوں سبب رفع ہوچکے، نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں رہے اور نہ استغفار کرنے والے مسلمان مکہ میں باقی رہے تو اب عذاب آنے سے کوئی رکاوٹ باقی نہیں، چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر ان کافروں پر عذاب نازل کیا گیا ان میں بعض مارے گئے، بعض نکالے گئے اور باقی

مغلوب ہوئے (۱۰)

اس تفسیر کے مطابق "وَاَنْتَ فِیْهِمْ" سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں قیام ہے اور "یستغفرون" سے مسلمانوں کا استغفار مراد ہے اور عذاب سے فتح مکہ کے وقت کفار کا مغلوب ہونا مراد ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں موجود ہونا مانع عذاب ہے، صرف مکہ میں موجود ہونا مراد نہیں اور یَسْتَغْفِرُوْنَ کی ضمیر کافروں کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ اھل مکہ کے اعمال بد کا تقاضہ تو یہی تھا کہ ان پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں مگر دو چیزیں اس عذاب سے مانع ہوئیں ایک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں موجود ہونا، دوسرے اھل مکہ کا استغفار کرنا، اھل مکہ اگرچہ مشرک تھے تاہم طواف وغیرہ کے وقت "غُفْرَانَکَ غُفْرَانَکَ" کا ورد کیا کرتے تھے، ان کا یہ استغفار کفر کے ساتھ اگرچہ ان کے لئے آخرت میں نافع نہ ہو مگر دنیا میں انہیں اس کا یہ فائدہ ہوا کہ وہ لوگ عذاب دنیوی سے بچ گئے اور آگے آیت "وَمَا لَهُمْ اَنْ لَّا یُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ..." سے اس صورت میں عذاب اخروی مراد ہوگا، مطلب یہ ہوگا کہ اگرچہ یہ لوگ دنیوی عذاب سے بچ گئے تاہم آخرت کا عذاب ان کو ضرور دیا جائے گا (۱۱) تو جس عذاب کی نفی کی گئی ہے "وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ..." سے، اس سے عذاب دنیا مراد ہے اور جس کا اثبات کیا گیا ہے "وَمَا لَهُمْ اَلَّا یُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ..." سے اس سے آخرت کا عذاب مراد ہے (۱۲)۔

١٤٥ – باب : «وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ ٱلدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ» /٣٩/ .

٤٣٧٤/٤٣٧٣ : حدَّثنا الحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنَا حَيْوَةُ ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو ، عَنْ بُكَيْرٍ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَجُلًا جَاءَهُ فَقَالَ : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، أَلَا تَسْمَعُ مَا ذَكَرَ ٱللّٰهُ فِي كِتَابِهِ : «وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ٱقْتَتَلُوا» . إِلَى آخِرِ الآيَةِ ، فَمَا يَمْنَعُكَ أَنْ لَا تُقَاتِلَ كَمَا ذَكَرَ ٱللّٰهُ فِي كِتَابِهِ ؟ فَقَالَ : يَا ٱبْنَ أَخِي ، أَغْتَرُّ بِهٰذِهِ الآيَةِ وَلَا أُقَاتِلُ ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَغْتَرَّ بِهٰذِهِ الآيَةِ الَّتِي يَقُولُ ٱللّٰهُ تَعَالَى : «وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا» . إِلَى آخِرِهَا . قَالَ : فَإِنَّ ٱللّٰهَ يَقُولُ : «وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ» . قَالَ ٱبْنُ

(۱۰) دیکھیے تفسیر طبری ۲/۶۸۳ نیز البحر المحیط: ۴/۴۸۹

(۱۱) دیکھیے البحر المحیط: ۴/۴۹۰

(۱۲) دیکھیے تفسیر کبیر: ۱۵/۱۵۹

عُمَرَ : قَدْ فَعَلْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِذْ كَانَ الْإِسْلَامُ قَلِيلاً ، وَكَانَ الرَّجُلُ يُفْتَنُ فِي دِينِهِ : إِمَّا يَقْتُلُونَهُ وَإِمَّا يُوثِقُونَهُ ، حَتَّى كَثُرَ الْإِسْلَامُ فَلَمْ تَكُنْ فِتْنَةٌ . فَلَمَّا رَأَى أَنَّهُ لَا يُوَافِقُهُ فِيمَا يُرِيدُ قَالَ : فَمَا قَوْلُكَ فِي عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ ؟ قَالَ ٱبْنُ عُمَرَ : مَا قَوْلِي فِي عَلِيٍّ وَعُثْمَانَ ؟ أَمَّا عُثْمَانُ : فَكَانَ اللّٰهُ قَدْ عَفَا عَنْهُ ، فَكَرِهْتُمْ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُ . وَأَمَّا عَلِيٌّ : فَٱبْنُ عَمِّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَخَتَنُهُ – وَأَشَارَ بِيَدِهِ – وَهٰذِهِ ٱبْنَتُهُ – أَوْ بَيْتُهُ – حَيْثُ تَرَوْنَ .

(٤٣٧٤) : حدثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونسَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا بَيَانٌ : أَنَّ وَبَرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ : حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا – أَوْ : إِلَيْنَا – ٱبْنُ عُمَرَ ، فَقَالَ رَجُلٌ : كَيْفَ تَرَى فِي قِتَالِ الْفِتْنَةِ ؟ فَقَالَ : وَهَلْ تَدْرِي مَا الْفِتْنَةُ ؟ كَانَ مُحَمَّدٌ ﷺ يُقَاتِلُ الْمُشْرِكِينَ ، وَكَانَ ٱلدُّخُولُ عَلَيْهِمْ فِتْنَةً ، وَلَيْسَ كَقِتَالِكُمْ عَلَى الْمُلْكِ . [ر : ٤٢٤٣]

فقال: یاابن اخی اَغْتَرُّ بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ۔۔۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور آپ سے کہنے لگا کہ آپ مسلمانوں کی باہمی لڑائی میں حصہ کیوں نہیں لیتے جبکہ قرآن میں اللہ کا ارشاد ہے "وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا..." حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ اس آیت کے سلسلے میں دھوکہ میں پڑ جاؤں (اور اس کا صحیح مفہوم نہ سمجھ پاؤں اور قتال مسلمین میں شرکت نہ کروں) یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں دھوکہ میں پڑوں اس آیت کے سلسلے میں جس میں اللہ نے فرمایا "وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا..." یعنی اس آیت کے سلسلے میں کوئی غلط فہمی مجھے گوارا نہیں کہ قتل مومن عمداً کو میں معمولی اور ہلکا کام سمجھوں، لہذا میں قتل مومن کا عمدا ارتکاب نہیں کرسکتا۔

بعض نسخوں میں "اَغْتَرُّ" کے بجائے "اُعَيَّرُ" باب تفعیل سے صیغہ مجہول واحد متکلم ہے عَيَّرَ، تَعْيِيْرًا کے معنی ہوتے ہیں: عار دلانا، عیب لگانا، اس صورت میں ترجمہ ہوگا "مجھ کو "وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا" والی آیت کے اوپر عمل نہ کرنے پر عار دلائی جائے یہ بہتر ہے میرے نزدیک اس سے کہ مجھ کو "وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا..." پر عمل کرنے کی وجہ سے عار دلائی جائے"۔

واما علیؓ: فَابْنُ عَمِّ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَخَتَنُہٗ۔ واشار بیدہ۔ وَهٰذِهٖ ابْنَتُهٗ اَوْ بَيْتُهٗ

یعنی حضرت علیؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور ان کے داماد ہیں اور اپنے ہاتھ سے

اشارہ کیا کہ یہ ان کا گھر ہے یعنی نسبی قرابت کے ساتھ ساتھ مکان کے اعتبار سے بھی وہ آپ ﷺ کے قریب اور متصل رہے ہیں، یہاں روایت میں "هذه ابنته او بيته" ہے لیکن اس میں صحیح "هذا بيته" والا نسخہ ہے، چنانچہ امام بخاری نے یہ روایت ص ۶۴۸ پر نقل کی ہے وہاں بلاشک "هذا بيته" ہی وارد ہوا ہے (۱۳)۔

۱٤٦ - باب : «يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ» /٦٥ .

٤٣٧٥ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : لَمَّا نَزَلَتْ : «إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ» . فَكُتِبَ عَلَيْهِمْ أَنْ لَا يَفِرَّ وَاحِدٌ مِنْ عَشَرَةٍ . فَقَالَ سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ : أَنْ لَا يَفِرَّ عِشْرُونَ مِنْ مِائَتَيْنِ ، ثُمَّ نَزَلَتْ : «الْآنَ خَفَّفَ ٱللهُ عَنْكُمْ» . الآيَةَ . فَكَتَبَ أَنْ لَا يَفِرَّ مِائَةٌ مِنْ مِائَتَيْنِ . زَادَ سُفْيَانُ مَرَّةً نَزَلَتْ : «حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ» .

قالَ سُفْيَانُ : وَقَالَ ٱبْنُ شُبْرُمَةَ : وَأُرَى الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ مِثْلَ هٰذَا .

[٤٣٧٦]

ابتداء میں حکم یہ تھا کہ ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلے سے جنگ میں نہیں بھاگے گا، دس مسلمان سو کا، بیس دو سو کا اور ہزار دس ہزار کافروں کا مقابلہ کریں گے لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا اور آیت نازل ہوئی "اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا، فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ" یعنی ایک سو مسلمان ثابت قدم ہوں تو وہ دو سو کفار پر غالب آسکیں گے، اس میں اشارہ کردیا کہ اپنے سے دوگنی تعداد پر تو مسلمان ہی کے غالب رہنے کی توقع ہے اس لئے فرار جائز نہیں، ہاں اگر فریق مخالف کی تعداد دوگنی سے بھی زیادہ ہوجائے تو فرار جائز ہے۔

میدان جنگ سے فرار کب جائز ہے؟

جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کے نزدیک حکم یہی ہے کہ جب تک فریق مخالف کی تعداد دوگنی سے زائد نہ ہو، اس وقت تک میدان جنگ سے بھاگنا حرام ہے (۱۴)۔

---

(۱۳) صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب قوله: وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة: ۶۴۸/۲

(۴۳۷۵) وايضا اخرجه في كتاب التفسير، باب الآن خفف الله عنكم، رقم الحديث: ۴۳۷۶، وهذا الحديث من افراده (عمدة القاري: ۲۵۲/۱۸)۔

(۱۴) دیکھئے الجامع لاحکام القرآن: ۳۸۰-۳۸۱/۷

اس میں گفتگو ہوئی ہے کہ دشمن کا دوگنا ہونا تعداد کے اعتبار سے ہے یا قوت اور اسلحہ کے اعتبار سے ہے، ابن ماجشون مالکی وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ دوگنا ہونا تعداد کے اعتبار سے نہیں، اسلحہ اور قوت کے اعتبار سے ہے، لہذا سو مسلمان اگر ایسے سو کافروں سے فرار اختیار کرلیں جو قوت اور اسلحہ کے اعتبار سے ان سے دوگنے ہوں تو ان کے نزدیک یہ جائز ہے (۱۵)۔

لیکن جمہور علماء کے نزدیک دوگنا ہونا تعداد کے اعتبار سے ہے لہذا مذکورہ صورت میں ان سو مسلمانوں کا راہ فرار اختیار کرنا جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہوگا۔

ہاں اگر کفار کی تعداد دوگنے سے بھی زیادہ ہوجائے تو پھر راہِ فرار اختیار کرنا جائز ہے البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لشکر اسلام کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ جائے تو پھر میدان جنگ سے بھاگنا درست نہیں، چاہے دشمن کی تعداد دوگنے سے زائد ہی کیوں نہ ہو (۱۶)۔

اور استدلال میں زہری کے طریق سے مروی حدیث پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خیر الأصحاب أربعة، وخیر السّرایا اربع، وخیر الجیوش اربعة آلاف، ولن یؤتی اثنا عشر ألفاً من قلة ولن یغلب" (۱۷)۔ اس روایت میں تصریح ہے کہ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد جب بارہ ہزار ہو تو وہ مغلوب نہیں ہوں گے اس حدیث کی وجہ سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا لشکر اگر بارہ ہزار سے زاید ہو تو وہ کفار کے مقابلے سے راہ فرار اختیار نہیں کریں گے، چاہے کفار کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، علامہ قرطبی نے امام مالک سے بھی ایک روایت امام محمدؒ کے مذہب کے مطابق نقل کی ہے (۱۸)۔

تاریخ اسلام میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں کہ مسلمان کفار کے مقابلہ میں انتہائی محدود تعداد میں تھے لیکن ثابت قدم رہے تو اللہ جل شانہ نے انہیں فتح اور کامیابی عطا فرمائی۔

غزوۂ موتہ کا واقعہ گزر چکا ہے، اس میں مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار تھی جبکہ رومیوں اور ان کے حلیفوں کی تعداد دو لاکھ کے قریب تھی، جنگِ قادسیہ میں مسلمانوں کی تعداد چالیس ہزار کے قریب تھی،

---

(۱۵) الجامع لاحکام القرآن: ۷/۳۸۰

(۱۶) احکام القرآن للجصاص: ۳/۴۸، الکلام فی الفرار من الزحف

(۱۷) الحدیث اخرجہ ابوداؤد عن ابی خیثمة زهیر بن حرب، وعن وهب بن جریر عن ابیه، عن یونس، عن الزهری، عن عبیداللہ بن عبداللہ، عن ابن عباس، فی کتاب الجهاد، باب فیما یستحب من الجیوش والرفقاء والسرایا، رقم: ۲۶۱۱۔ قال ابوداؤد: والصحیح انه مرسل، ورواه الترمذی فی کتاب السیر، باب ما جاء فی السرایا، رقم: ۱۵۵۵۔ وقال: هذا حدیث حسن غریب لا یسنده کبیر احد غیر جریر ابن حازم، وانما روی هذا الحدیث عن الزهری، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسلاً.

(۱۸) الجامع لأحکام القرآن: ۸/۷/۳۸۲

جبکہ کفار بعض روایات کے مطابق دو لاکھ سے زائد تھے (۱۹)، فتح اندلس کے وقت طارق بن زیادؒ کی زیر قیادت لشکرِ اسلام کی تعداد سترہ سو تھی جبکہ مخالف لشکر ستر ہزار افراد پر مشتمل تھا (۲۰)۔

قال سفیان: وقال ابن شُبْرُمَة: وارى الامر بالمعروف والنهى عن المنكر مثل هذا ابن شُبْرُمَة (شین کے ضمہ، باء کے سکون اور راء کے ضمہ کے ساتھ) کا نام عبداللہ ہے، تابعی ہیں اور کوفہ کے قاضی رہے ہیں، سن ۱۴۴ ھجری میں ان کی وفات ہوئی (*) یہ فرماتے ہیں کہ امربالمعروف والنہی عن المنکر کے سلسلہ میں بھی یہ حکم ہے کہ ایک آدمی کے مقابلہ میں دو آدمی منکر پر ہیں تو اس کے لیے فرار جائز نہیں لیکن اگر دو سے زاید ہوگئے تو پھر فرار جائز ہے۔

١٤٧ – باب : «الآنَ خَفَّفَ ٱللهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعفًا». الآيَةَ /٦٦/.
إِلَى قَوْلِهِ : «وَٱللهُ مَعَ الصَّابِرِينَ».

٤٣٧٦ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ ٱللهِ السُّلَمِيُّ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ : أَخْبَرَنَا جَرِيرُ ٱبْنُ حازِمٍ قالَ : أَخْبَرَنِي الزُّبَيْرُ بْنُ خِرِّيتٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : لَمَّا نَزَلَتْ : «إِنْ يَكُنْ مِنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ». شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ ، حِينَ فُرِضَ عَلَيْهِمْ أَنْ لَا يَفِرَّ وَاحِدٌ مِنْ عَشَرَةٍ ، فَجَاءَ التَّخْفِيفُ ، فَقَالَ : «الآنَ خَفَّفَ ٱللهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مِنكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ». قالَ فَلَمَّا خَفَّفَ ٱللهُ عَنْهُمْ مِنَ الْعِدَّةِ ، نَقَصَ مِنَ الصَّبْرِ بِقَدْرِ ما خُفِّفَ عَنْهُمْ. [ر : ٤٣٧٥]

(۱۹)

(۲۰) الجامع لأحکام القرآن: ۸/۳۸۱

(*) عمدۃ القاری: ۱۸/۲۵۲

١٤٨ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ «بَرَاءَةٌ» [التَّوْبَةِ] .

«وَلِيجَةً» /١٦/ : كُلُّ شَيْءٍ أَدْخَلْتَهُ فِي شَيْءٍ . «الشُّقَّةُ» /٤٢/ : السَّفَرُ . الخَبَالُ الْفَسَادُ ، وَالخَبَالُ المَوْتُ . «وَلَا تَفْتِنِّي» /٤٩/ : لَا تُوَبِّخْنِي . «كَرْهًا» وَ «كُرْهًا» /٥٣/ : وَاحِدٌ . «مُدَّخَلاً» /٥٧/ : يُدْخَلُونَ فِيهِ . «يَجْمَحُونَ» /٥٧/ : يُسْرِعُونَ . «وَالمُؤْتَفِكَاتِ» /٧٠/ : ٱئْتَفَكَتْ ٱنْقَلَبَتْ بِهَا الْأَرْضُ . «أَهْوَى» /النجم: ٥٣/ : أَلْقَاهُ فِي هُوَّةٍ . «عَدْنٍ» /٧٢/ : خُلْدٍ ، عَدَنْتُ بِأَرْضٍ أَيْ أَقَمْتُ ، وَمِنْهُ : مَعْدِنٌ ، وَيُقَالُ : فِي مَعْدِنِ صِدْقٍ ، فِي مَنْبَتِ صِدْقٍ . «الخَوَالِفُ» /٩٣/ : الخَالِفُ الَّذِي خَلَفَنِي فَقَعَدَ بَعْدِي ، وَمِنْهُ : يَخْلُفُهُ فِي الْغَابِرِينَ ، وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ النِّسَاءُ ، مِنَ الخَالِفَةِ ، وَإِنْ كَانَ جَمْعَ ٱلذُّكُورِ ، فَإِنَّهُ لَمْ يُوجَدْ عَلَى تَقْدِيرِ جَمْعِهِ إِلَّا حَرْفَانِ : فَارِسٌ وَفَوَارِسُ ، وَهَالِكٌ وَهَوَالِكُ . «الْخَيْرَاتُ» /٨٨/ : وَاحِدُهَا خَيْرَةٌ ، وَهِيَ الْفَوَاضِلُ . «مُرْجَوْنَ» /١٠٦/ : مُؤَخَّرُونَ . الشَّفَا : الشَّفِيرُ ، وَهُوَ حَدُّهُ ، وَالجُرُفُ ما تَجَرَّفَ مِنَ السُّيُولِ وَالْأَوْدِيَةِ .

«هَارٍ» /١٠٩/ : هَائِرٍ ، يُقَالُ : تَهَوَّرَتِ الْبِئْرُ إِذَا ٱنْهَدَمَتْ ، وَٱنْهَارَ مِثْلُهُ . «لَأَوَّاهٌ» /١١٤/ : شَفَقًا وَفَرَقًا . وَقَالَ الشَّاعِرُ :

إِذَا قُمْتُ أَرْحَلُهَا بِلَيْلٍ تَأَوَّهُ آهَةَ الرَّجُلِ الحَزِينِ

سورة براءة

وَلِيْجَةً: كُلّ شئى اَدْخَلْتَه فى شئى

آیت میں ہے "وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً" امام فرماتے ہیں کہ وَلِیْجَةً ہر اس چیز کو کہتے ہیں جسے کسی دوسری چیز میں آپ داخل کریں، یہ ولوج بمعنی دخول سے مشتق ہے (۲۱)

---

(۲۱) قال الراغب فی المفردات: ۵۳۲ "الولوج: الدخول فی مضیق، والولیجة: کل مایتخذه الانسان معتمدا علیه، ولیس من اهله، من قولهم: فلان ولیجة فی القوم، اذالحق بهم، ولیس منهم انسانا کان او غیره"

یہاں آیت میں اس سے بھیدی اور اندرونی دلی دوست مراد ہے۔

الشُّقَّةُ: السَّفر

آیت میں ہے "لَوْكَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ" اس میں "شُقَّة" کی تفسیر سفر سے کی ہے اور بعضوں نے کہا کہ شُقَّة سے مدینہ منورہ سے شام تک کی مسافت مراد ہے (۲۲)۔

الْخَبَالُ: الْفَسَاد، والخَبَالُ: الْمَوْتُ

"لَوْخَرَجُوْافِيْكُمْ مَازَادُوْكُمْ اِلَّاخَبَالًا" امام فرماتے ہیں خبال کے معنی ہیں فساد اور خبال کے معنی موت کے بھی ہیں، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ "الموت" کے بجائے "المُوتة" ہونا چاہیئے "موتة" کے معنی مرگی اور جنون کے ہیں (۲۳)۔

وَلَاتَفْتِنِّيْ: تُوَبِّخْنِيْ

آیت کریمہ میں ہے "وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَاتَفْتِنِّيْ" اور ان (منافقین متخلفین) میں سے بعض وہ ہے جو کہتا ہے کہ مجھ کو اجازت دیجیے اور مجھ کو فتنہ میں نہ ڈالیے، یعنی مجھ پر زجرو توبیخ نہ کیجیے۔

کَرْھًا و کُرْھًا واحد

آیت کریمہ میں ہے "قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْكَرْهًا لَنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ". کہہ دیجیے کہ تم خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے تمہارا ہرگز قبول نہ ہوگا، کہتے ہیں کَرْھًا (بفتح الکاف) و کُرْھًا (بضم الکاف) دونوں کے معنی ہیں ناخوش۔

مُدَّخَلًا: يدخلون فيه

آیت کریمہ میں ہے "لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ" اگر وہ

(۲۲) عمدة القاری: ۱۸/ ۲۵۴

(۲۳) عمدة القاری: ۱۸/ ۲۵۴

(منافقین) پائیں کوئی جائے پناہ یا غار یا گھس بیٹھنے کی جگہ تو ضرور اسی طرف پھر جاتے دوڑتے ہوئے،
یَجْمَحُوْنَ کے معنی ہیں یُسْرِعُوْنَ یعنی دوڑتے ہوئے، بھاگتے ہوئے۔

اَلْمُؤْتَفِكَاتُ، اِئْتَفَكَتْ: اِنْقَلَبَتْ بِهَا الْاَرْضُ

آیت میں ہے "وَاَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ" امام فرماتے ہیں اس میں "اَلْمُؤْتَفِكَاتُ" اِئْتَفَكَتْ بِهَا الْاَرْضُ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں، "انقلبت بها الارض" یہاں اس سے منقلب اور الٹی ہوئی قوم لوط کی بستیاں مراد ہیں (۲۴)

اَهْوٰى: القاه فی هُوَّة

یہ لفظ سورۃ براءت میں نہیں ہے، سورۃ نجم میں ہے "وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى" چونکہ سورۃ براءت میں "المؤتفكات" آیا جو "مؤتفكة" کی جمع ہے، اسی مناسبت سے امام نے لفظ "اهوی" کی تشریح یہاں ذکر کردی، اهوی کے معنی ہیں: اس کو ایک گڑھے میں ڈال دیا، هُوَّة کہتے ہیں پست زمین اور گڑھے کو۔

عَدْنٍ: خُلْدٍ، عَدَنْتُ بِاَرْضٍ اَيْ اَقَمْتُ، ومنه مَعْدِنٌ، ويقال: فِي مَعْدِنِ صِدْقٍ، فِي مَنْبَتِ صِدْقٍ

"فِي جَنّٰتِ عَدْنٍ" اس میں عدن کے معنی خلد کے ہیں یعنی ہمیشگی کے باغوں میں
کہتے ہیں "عَدَنْتُ بارض" میں نے اس میں اقامت اختیار کی، اسی سے "معدن" مشتق ہے، سونے چاندی وغیرہ کی کان کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے "فی معدن صدق" یعنی فی منبت صدق: صدق و سچائی کے اگنے کی جگہ میں ہے، یہ اس شخص کے بارے میں کہتے ہیں جس کے یہاں صدق ہی صدق ہو اور کذب کا وہاں گزر نہ ہو۔

اَلْخَوَالِفُ: اَلْخَالِفُ الَّذِيْ خَلَفَنِيْ فَقَعَدَ بَعْدِيْ

"رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ" اس میں خوالف "خالف" کی جمع ہے، خالف وہ شخص جو میرے پیچھے رہ گیا ہو اور میرے بعد وہ گھر میں بیٹھا رہا ہو، جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے وہاں دعا کے طور پر کہا کرتے ہیں "والله يخلفه في الغابرين" یعنی اس کے پسماندگان میں اللہ

(۲۴) عمدة القاری: ۱۸/۲۵۵

اس کا خلیفہ بن جائے، آگے امام فرماتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ "خوالف" سے مراد عورتیں ہوں اور یہ "خالِفة" کی جمع ہو (کیونکہ فاعلة کی جمع "فواعل" کے وزن پر آتی ہے) اور اگر خوالف مذکر یعنی خالف کی جمع ہو تو یہ شاذ ہوگی کیونکہ فاعل کی جمع فواعل کے وزن پر صرف دو لفظوں میں آتی ہے ایک فارِس کہ اس کی جمع "فوارِس" آتی ہے دوسرے ھالک کہ اس کی جمع ھوالک آتی ہے۔

لیکن امام کا یہ قول محلِ نظر ہے کیونکہ مذکورہ دو لفظوں کے علاوہ بھی چند الفاظ ایسے ہیں جن کی جمع "فواعل" کے وزن پر آتی ہے جیسے سَابِق، داجِن اور ناکِس ہے کہ ان کی جمع سَوابِق، دَواجِن اور نَواکِس آتی ہے (۲۵)۔

اَلْخَيْرَاتُ واحدُها خَيْرَةٌ وهِيَ الفَوَاضِلُ

آیت کریمہ میں ہے "وَاُولٰئِکَ لَهُمُ الْخَیْرَاتُ وَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" اور انھی کے لیے ساری خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں (جن لوگوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا) فرماتے ہیں کہ خَیْرَاتٌ کا واحد خَیْرَةٌ ہے (بفتح الخاء وسکون الیا وآخرھا ھاء التانیث)، اس کی تفسیر میں ابوعبیدہ فرماتے ہیں، وھی الفواضل یعنی فضائل وخوبیاں، نیکیاں اور بھلائیاں۔

مُرْجَوْنَ: مُؤَخَّرُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "وَآخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا یُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْهِمْ" اور کچھ لوگ وہ ہیں جن کا معاملہ خدا کے حکم آنے تک ملتوی ہے کہ ان کو سزا دے گا یا ان کی توبہ قبول کرے گا، فرماتے ہیں کہ آیت میں مرجون کے معنی ہیں، جس کا معاملہ پیچھے کردیا جائے، ملتوی کردیا جائے۔

اَلشَّفَا: اَلشَّفِیْرُ، وَهُوَ حَدُّهُ، وَالجُرُفُ مَا تَجَرَّفَ مِنَ السُّیُوْلِ وَالْاَوْدِیَةِ، هَارٍ: هَائِرٍ

آیت میں ہے "اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ" "یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی گھاٹی (یعنی غار) کے کنارہ پر جو کہ گرنے ہی کو ہو رکھی ہو، پھر وہ عمارت اس (بانی) کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے" اس میں "شَفَا" کے معنی ہیں شَفِیْر یعنی کنارہ "جُرُف" نالے کے

(۲۵) دیکھیے عمدة القاری: ۱۸/ ۲۵۶ وفتح الباری: ۸/ ۳۱۴

اس کنارے کو کہتے ہیں جو نہر اور وادیوں کے پانی سے کمزور ہوجاتا ہے اور گرنے کے قریب ہوجاتا ہے، ذرا سی حرکت سے گر جاتا ہے (۲۶)۔

هَارٍ اصل میں هائر تھا اور هائر میں قلب ہوگیا ہے، هائر کو هاری بنادیا، پھر ہمزہ کو ماقبل کسرہ کی وجہ سے یا بنادیا، هاری بن گیا، یاء کو حذف کردیا تو هار بن گیا بمعنی گرنے والا (۲۷)۔

لَأَوَّاهٌ، شَفَقًا وَفَرَقًا، وقال الشاعر (۲۸)

إِذَا مَاقُمْتُ أَرْحَلُهَا بِلَيْلٍ
تَأَوَّهُ آهَةَ الرَّجُلِ الْحَزِيْنِ

آیت میں ہے "اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ" یعنی ابراہیم علیہ السلام بہت آہ آہ کرنے والے تھے اور حلیم الطبع تھے، امام نے فرمایا "شَفَقًا وَفَرَقًا" یعنی اللہ کے خوف اور ڈر سے آپ آہ آہ کرتے تھے اور رب کے حضور آہ و زاری کرنے والے تھے، شاعر کہتا ہے "جب میں رات کو اپنی اونٹنی پر کجاوہ کسنے لگتا ہوں تو وہ

---

(۲۶) قال الآلوسی فی روح المعانی: ۱۱/۲۲ "الجُرُف بضمتین: البئر التی لم تطو، وقیل: هو الهوة وما یجرفه السیل من الاودیة لجرف الماء له ای اکله و اذهابه"

(۲۷) قال الآلوسی فی روح المعانی: ۱۱/۲۲ "واصله، هاور، او هایر، فهو مقلوب، ووزنه فالع، وقیل: انه حذفت عینه اعتباطا، فوزنه فال....وقیل: انه لا قلب فیه، ولا حذف، واصله هور، او هیر علی وزن فعل، بکسر العین، ککتف، فلما تحرک حرف العلة، وانفتح ماقبله، قلب الفا" وفی الکشاف: ۲/۳۱۲ "---ونظیره: شاک وصات فی شائک وصائت، والفه لیست بالف فاعل، انما هی عینه، واصله هور، وشوک، وصوت"

(۲۸) وهو المثقب العبدی وانظر بعض اشعار هذه القصیدة فی عمدة القاری: ۱۸/۲۵۷ وفتح الباری: ۸/۳۱۵

افاطم قبل بینک متعینی
ومنعک ماسالت کان تبینی
فلا تعدی مواعد کاذبات
تمر بها ریاح الصیف دونی
فانی لو تخالفنی شمالی
لما اتبعتها ابدا یمینی
فاما ان تکون اخی بحق
فاعرف منک غثی من سمینی
والا فاطرحنی واتخذنی
عدوا اتقیک و تتقینی

وکان ابو محمد بن العلا یقول: لوکان الشعر مثلها، وجب علی الناس ان یتعلموه"

غمگین آدمی کی طرح آہ، آہ کرتی ہے۔"

۱۴۹ - باب : «بَرَاءَةٌ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ» /۱/ .
«أَذَانٌ» /۳/ : إِعْلَامٌ . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «أُذُنٌ» /۶۱/ : يُصَدِّقُ . «تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا» /۱۰۳/ : وَنَحْوُهَا كَثِيرٌ ، وَالزَّكَاةُ : الطَّاعَةُ وَالْإِخْلَاصُ . «لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ» /فصلت : ۷/ : لَا يَشْهَدُونَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ . «يُضَاهُونَ» /۳۰/ : يُشَبِّهُونَ .

وقال ابن عباس: أُذُنٌ: يُصَدِّقُ

"وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ" اذن کے معنی آتے ہیں کان، یہاں اس کے معنی بیان کئے ہیں اس آدمی کے جو ہر بات کی تصدیق کرتا ہے، بعض منافقین کہتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر بات کی تصدیق کردیتے ہیں، بات کو پرکھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے، سچ اور جھوٹ کو پہچاننے کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے، قرآن نے اس کا جواب دیا "قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ" یعنی اگر وہ کان ہی ہیں تو تمہارے بھلے کے واسطے ہیں، نبی کی عادت تمہارے حق میں بہتر ہے۔

تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا: ونحوها كثير، والزَّكَاةُ: الطَّاعَةُ وَالْإِخْلَاصُ

"خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا" آیت کریمہ میں "تُطَهِّرُهُمْ" اور "تُزَكِّيهِمْ" دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، تطہیر سے یہاں تزکیہ عن الذنوب اور تزکیہ قلب مراد ہے، زکاۃ کی ادائیگی سے قلب سے رذیلۂ بخل کا ازالہ ہوتا ہے، آگے امام فرماتے ہیں "ونحوها كثير" یعنی الفاظ میں مختلف لیکن معنی میں متحد کلمات کی لغتِ عرب میں بہت ساری مثالیں ہیں، پھر فرمایا زکاۃ کے معنی طاعت اور اخلاص کے بھی آتے ہیں۔

لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ: لَا يَشْهَدُونَ ان لا اله الا الله

آیت میں ہے "وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ" اس میں "لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ" کی تشریح کی ہے کہ وہ "لا اله الا الله" کی گواہی نہیں دیتے ہیں تو اس آیت میں زکاۃ سے مال والی زکاۃ مراد نہیں بلکہ زکاۃ

قلبی مراد ہے جو شرک اور کفر سے قلب کو پاک کرتی ہے، آیت کی یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے (۲۹) یہ آیت سورۃ براءت میں نہیں ہے بلکہ سورۃ فصلت میں ہے یہاں سورۃ براءت میں "وُتُزَكِّيهِم بِهَا" کی مناسبت سے امام نے اس کو ذکر کردیا ہے۔

٤٣٧٧ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : آخِرُ آيَةٍ نَزَلَتْ : «يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ» . وَآخِرُ سُورَةٍ نَزَلَتْ بَرَاءَةٌ .
[ر : ٤١٠٦]

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ سب سے آخر میں سورۃ براءت نازل ہوئی، مطلب یہ ہے کہ سورۃ براءت کا اکثر حصہ آخر میں نازل ہوا (۳۰) پوری سورۃ کا آخر میں نازل ہونا مراد نہیں ہے، پوری سورۃ جو سب سے آخر میں نازل ہوئی وہ "اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ...." ہے (۳۱)۔

١٥٠ - باب : قَوْلِهِ : «فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَأَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ» /٢/ .

سِيحُوا : سِيرُوا .

٤٣٧٨ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قالَ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ . وَأَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ ، فِي مُؤَذِّنِينَ بَعَثَهُمْ يَوْمَ النَّحْرِ ، يُؤَذِّنُونَ بِمِنًى : أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ .

قالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : ثُمَّ أَرْدَفَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، وَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةَ .

قالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ يَوْمَ النَّحْرِ فِي أَهْلِ مِنًى بِبَرَاءَةَ ، وَأَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ

(۲۹) عمدة القاری: ۲۵۹/۱۸

(۳۰) عمدة القاری: ۲۵۹/۱۸

(۳۱) فتح الباری: ۳۱۶/۸

مُشْرِكٌ ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ . [ر : ٣٦٢]

١٥١ – باب : «وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الحَجِّ الأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ المُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ» /٣/.

آذَنَهُمْ : أَعْلَمَهُمْ .

٤٣٧٩ : حدّثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ قالَ ابْنُ شِهَابٍ : فَأَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قالَ : بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي تِلْكَ الحَجَّةِ فِي المُؤَذِّنِينَ ، بَعَثَهُمْ يَوْمَ النَّحْرِ يُؤَذِّنُونَ بِمِنًى : أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ .

قالَ حُمَيْدٌ : ثُمَّ أَرْدَفَ النَّبِيُّ ﷺ بِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةَ .

قالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي أَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ بِبَرَاءَةَ ، وَأَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ . [ر : ٣٦٢]

١٥٢ – باب : «إِلَّا الَّذِينَ عاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ» /٤/.

٤٣٨٠ : حدّثنا إِسْحٰقُ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ : أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعَثَهُ ، فِي الحَجَّةِ الَّتِي أَمَّرَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهَا قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ ، فِي رَهْطٍ ، يُؤَذِّنُ فِي النَّاسِ : أَنْ لَا يَحُجَّنَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ ، وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ .

فَكَانَ حُمَيْدٌ يَقُولُ : يَوْمُ النَّحْرِ يَوْمُ الحَجِّ الأَكْبَرِ ، مِنْ أَجْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ . [ر : ٣٦٢]

١٥٣ – باب : «فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ» /١٢/.

٤٣٨١ : حدّثنا محمدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيَى : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ قالَ : كُنَّا عِنْدَ حُذَيْفَةَ فَقَالَ : ما بَقِيَ مِنْ أَصْحَابِ هٰذِهِ الآيَةِ إِلَّا ثَلَاثَةٌ ، وَلَا مِنَ المُنَافِقِينَ إِلَّا

(٤٣٨١) هذا الحديث لم يخرجه احد من اصحاب الستة سوى البخاري

أَرْبَعَةٌ. فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ : إِنَّكُمْ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ تُخْبِرُونَنَا فَلَا نَدْرِي ، فَمَا بَالُ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ يَبْقُرُونَ بُيُوتَنَا ، وَيَسْرِقُونَ أَعْلَاقَنَا ؟ قَالَ : أُولٰئِكَ الْفُسَّاقُ ، أَجَلْ ، لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةٌ ، أَحَدُهُمْ شَيْخٌ كَبِيرٌ ، لَوْ شَرِبَ الْمَاءَ الْبَارِدَ لَمَا وَجَدَ بَرْدَهُ .

زید بن وھب کا بیان ہے کہ ہم حضرت حذیفہؓ کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا کہ اس آیت کے اصحاب میں سے صرف تین رہ گئے ہیں اور منافقین میں سے چار باقی ہیں (حضرت حذیفہؓ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے رازداں تھے ، نام بنام منافقین کو جانتے تھے) ایک اعرابی مجلس میں موجود تھا (۳۲) اس نے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں، آپ ہی ہمیں دین کے احکام وغیرہ بتاتے ہیں، ہم تو خود سے کچھ نہیں جانتے ہیں، یہ کون لوگ ہیں جو ہمارے گھروں میں نقب لگاتے ہیں، وَيَسْرِقُوْنَ اَعْلَاقَنَا اور ہماری نفیس اشیاء کو چوری کرلیتے ہیں، اَعلاق: عِلْقٌ (عین کے کسرہ کے ساتھ) کی جمع ہے عِلْقٌ نفیس شئی کو کہتے ہیں کیونکہ اس کے ساتھ دل معلق رہتا ہے اور بعض نسخوں میں "یسرقون اغلاقنا" آیا ہے ، اغلاق: غَلَقٌ (غین اور لام کے فتحہ کے ساتھ) کی جمع ہے ۔ غلق سے مراد چابی ہے یعنی وہ ہماری چابیاں چوری کر کے ہماری مقفل چیزیں کھولتے ہیں اور چوری کرتے ہیں۔

اعرابی کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ آپ نے بتایا ائمۃ الکفر میں سے تین اور منافقین میں سے چار باقی رہ گئے ہیں، اتنے تھوڑے آدمی اتنا لمبا چکر تو چلا نہیں سکتے تو چوری کرنے والے لوگ پھر کون ہیں؟ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ یہ فاسق لوگ ہیں یہ ائمۃ الکفر اور منافقین کا مصداق نہیں ہیں، منافقین میں سے تو صرف چار باقی ہیں، ایک تو اتنا بوڑھا ہوگیا ہے کہ اگر ٹھنڈا پانی پئے تو اس کی ٹھنڈک بھی اسے محسوس نہیں ہوگی۔

تنبیہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح امام نسائیؒ اور ابن مَردُوَیہ نے بھی یہ حدیث آیت (فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ) کے ذیل میں ذکر فرمائی ہے (۳۳) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں "اصحاب هذه الآية" میں آیت سے "فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ" والی آیت مراد ہے ، حدیث میں اس کی وضاحت نہیں ہے کہ "هذه الآية" سے کونسی آیت مراد ہے لیکن اسماعیلی نے سفیان بن عیینہ کے طریق سے ایک روایت ذکر کی ہے اور اس میں آیت کی تصریح ہے اور وہ آیت سورۃ ممتحنہ کی ہے "لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ " روایت کے الفاظ

(۳۲) قال الحافظ فی فتح الباری: ۸/ ۳۲۳، "لم اقف علی اسمه"

(۳۳) فتح الباری: ۸/ ۳۲۳

ہیں "مابقی من المنافقین من اهل هذه الایة "لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَاءَ" الآیة... الااربعة نفر، ان احدهم لشیخ کبیر" (۳۴)

اسماعیلی نے کہا کہ اگر "اصحاب هذه الآیة" میں آیت وہی مراد ہے جو سفیان بن عیینہ نے اپنی روایت میں ذکر کی ہے تو پھر یہ روایت سورۃ براءت میں ذکر نہیں ہونی چاہیئے بلکہ سورۃ ممتحنہ میں ذکر کردینی چاہیئے (۳۵)۔ واللہ اعلم

۱٥٤ – باب : قَوْلِهِ :

«وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ» /٣٤/ .

٤٣٨٢ : حدّثنا الحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ : أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ ٱللَّهِ ﷺ يَقُولُ : (يَكُونُ كَنْزُ أَحَدِكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ) . [ر : ١٣٣٨]

٤٣٨٣ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ : مَرَرْتُ عَلَى أَبِي ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ ، فَقُلْتُ : ما أَنْزَلَكَ بِهٰذِهِ الْأَرْضِ ؟ قَالَ : كُنَّا بِالشَّأْمِ ، فَقَرَأْتُ : «وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ» . قَالَ مُعَاوِيَةُ : ما هٰذِهِ فِينَا ، ما هٰذِهِ إِلَّا فِي أَهْلِ الْكِتَابِ ، قَالَ : قُلْتُ : إِنَّهَا لَفِينَا وَفِيهِمْ . [ر : ١٣٤١]

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ کنز سے مراد معنی لغوی ہیں، جو مال بھی ذخیرہ بنا کر رکھا جائے وہ یہاں مراد ہے اور آیت میں اسی پر وعید ہے لیکن جمہور کی رائے یہ ہے کہ کنز سے یہاں وہ مال مراد ہے جس کی زکواۃ ادا نہ کی گئی ہو، زکوۃ ادا کرنے کے بعد مال ذخیرہ کرنے پر وعید نہیں ہے (۳۶) حضرت معاویہؓ کا خیال یہ تھا کہ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں ہے لیکن حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے تھے کہ یہ آیت اہل کتاب اور مسلمان دونوں کے بارے میں ہے، شُجاع اقرع: اس سانپ کو کہتے ہیں جس پہ بال نہ ہوں۔

---

(۳۴) فتح الباری: ۳۲۳/۸

(۳۵) فتح الباری: ۳۲۳/۸

(۳۶) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۱۲۵/۸

١٥٥ – باب : قَوْلِهِ : «يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ» /٣٥.

٤٣٨٤ : وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبِ بْنِ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ خَالِدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَقَالَ : هٰذَا قَبْلَ أَنْ تُنْزَلَ الزَّكَاةُ ، فَلَمَّا أُنْزِلَتْ جَعَلَهَا اللّٰهُ طُهْرًا لِلْأَمْوَالِ . [ر : ١٣٣٩]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں "قال احمد" کہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیق ہے لیکن یہ تعلیق نہیں ہے کیونکہ امام نے یہی روایت کتاب الزکاۃ میں ذکر کی ہے اور وہاں "قال" کے بجائے "حدثنا" کہا ہے (٣٧) امام بخاری رحمہ اللہ کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ جب وہ کسی روایت کو مختصراً ذکر کرتے ہیں تو وہاں قاعدہ تحدیث کا جو طرز و طریقہ ہے اس کے مطابق نہیں کرتے بلکہ "قال" سے ذکر کرتے ہیں۔

یہاں ہمارے ہندوستانی نسخوں میں "احمد بن شعیب" لکھا ہے یہ غلط ہے صحیح "احمد بن شَبیب" ہے چنانچہ باقی نسخوں میں "احمد بن شَبیب" ہی ہے (٣٨)۔

١٥٦ – باب : قَوْلِهِ : «إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ» /٣٦.

الْقَيِّمُ : هُوَ الْقَائِمُ .

٤٣٨٥ : حدّثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا ، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ، ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ : ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ) .

[ر : ٦٧]

(٣٧) دیکھیے صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب ما ادی زکاتہ فلیس بکنز : ١٨٨/١

(٣٨) قال العینی فی العمدة : ١٨ / ٢٦٥ "احمد بن شبیب بفتح الشین و کسر الباء الموحدة من رجال البخاری یروی عن ابیه شَبیب بن سعید ابی عبدالرحمٰن البصری".

کفار و مشرکین نسی اختیار کرتے تھے، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم تینوں اشہر حرم ہیں، وہ اشہر حرم کے تین پے درپے مہینوں سے اکتا کر یہ کرتے کہ محرم کو صفر اور صفر کو محرم بنادیتے تھے (۳۹) بسا اوقات حج کو اس کے وقت سے مؤخر کردیتے تھے (۴۰) اور ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ شمسی اور قمری سال کو ایک دوسرے سے متوافق بنانے کے لئے قمری سال سے کچھ ایام گھٹا دیا کرتے تھے، اس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ ۳۸ سال بعد مہینوں کا دور اپنی جگہ واپس آتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سال حج کیا اس سال ذی الحجہ اپنے صحیح وقت میں اور اپنی اصلی ہیئت پر آگیا تھا۔

اشہر حرم کا اعتبار کس طرح ہوگا، اس میں اختلاف ہے اہل بصرہ اور اہل مدینہ کی رائے یہ ہے کہ اس کی ترتیب میں اول ذی قعدہ دوم ذی الحجہ اور سوم محرم اور چہارم رجب کا اعتبار ہوگا لیکن اہل کوفہ اور اہل شام کی رائے ہے کہ اشہر حرم محرم سے شروع ہوں گے اور چاروں ایک سال میں آئیں گے، علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس اختلاف کا اثر نذر وغیرہ کے وقت ظاہر ہوگا کہ کسی شخص نے نذر مانی کہ "اگر میں اس کام میں کامیاب ہوجاؤں تو اشہر حرم کے روزے رکھوں گا" تو یہ شخص اہل بصرہ اور اہل مدینہ کے مذہب کے مطابق ذی القعدہ سے روزے رکھے گا اور اہل کوفہ کے نزدیک محرم سے روزوں کا آغاز کرے گا (۴۱)

یہاں حدیث میں ماہِ رجب کو قبیلہ مُضر کی طرف منسوب کیا گیا ہے کیونکہ قبیلہ مضر رجب کی بہت تعظیم کرتا تھا (۴۲)۔

١٥٧ – باب : قَوْلِهِ : «ثَانِيَ ٱثْنَيْنِ إِذْ هُما فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ ٱللهَ مَعَنَا» /٤٠ .
أَيْ نَاصِرُنَا . السَّكِينَةُ : فَعِيلَةٌ مِنَ السُّكُونِ .

"لَاتَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" مَعَنَا کی تفسیر کی "نَاصِرُنَا" سے لہذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ معیت باعتبارِ نصرت ہے۔

"فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ" میں "سَكِيْنَة" فعيلة کے وزن پر، مشتق ہے سکون سے، یعنی اللہ تعالے نے حضرت صدیق اکبرؓ پر سکون اور اطمینان نازل فرمایا۔

٤٣٨٦ : حدَّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ محمَّدٍ : حَدَّثَنَا حَبَّانُ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ : حَدَّثَنَا ثَابِتٌ : حَدَّثَنَا

(۳۹) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۸/۱۳۷

(۴۰) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۸/۱۳۷

(۴۱) روح المعانی: ۱۳۰/۶ والجامع لاحکام القرآن: ۸۵/۴

(۴۲) فتح الباری: ۳۲۵/۸

أَنَسٌ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ في الْغارِ ، فَرَأَيْتُ آثارَ الْمُشْرِكِينَ ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ رَفَعَ قَدَمَهُ رَآنَا ، قالَ : (ما ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللهُ ثالِثُهُما) . [ر : ٣٤٥٣]

٤٣٨٩/٤٣٨٧ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما : أَنَّهُ قالَ حِينَ وَقَعَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ ابْنِ الزُّبَيْرِ : قُلْتُ : أَبُوهُ الزُّبَيْرُ ، وَأُمُّهُ أَسْماءُ ، وَخالَتُهُ عائِشَةُ ، وَجَدُّهُ أَبُو بَكْرٍ ، وَجَدَّتُهُ صَفِيَّةُ .
فَقُلْتُ لِسُفْيانَ : إِسْنادُهُ ؟ فَقالَ : حَدَّثَنا ، فَشَغَلَهُ إِنْسانٌ ، وَلَمْ يَقُلْ : ابْنُ جُرَيْجٍ .

اس روایت کے آخر میں ہے کہ عبداللہ بن محمد نے سفیان بن عیینہ سے پوچھا کہ اس حدیث کی اسناد تو بیان کریں، انہوں نے فرمایا "حدثنا" ابھی صرف یہی جملہ کہا تھا کہ کسی نے ان کو مشغول کردیا اور وہ "ابن جریج" نہیں کہہ سکے، اوپر سند میں اگرچہ ابن جریج ہے لیکن وہ صیغہ "عن" کے ساتھ ہے، عبداللہ بن محمد صیغۂ تحدیث کے ساتھ سننا چاہتے تھے اس لئے ان سے سوال کیا۔

(٤٣٨٨) : حدّثني عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قالَ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ : حَدَّثَنا حَجَّاجٌ : قالَ ابْنُ جُرَيْجٍ : قالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ : وَكانَ بَيْنَهُما شَيْءٌ ، فَغَدَوْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ ، فَقُلْتُ : أَتُرِيدُ أَنْ تُقاتِلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ ، فَتُحِلَّ حَرَمَ اللهِ ؟ فَقالَ : مَعاذَ اللهِ ، إِنَّ اللهَ كَتَبَ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَبَنِي أُمَيَّةَ مُحِلِّينَ ، وَإِنِّي وَاللهِ لا أُحِلُّهُ أَبَدًا . قالَ : قالَ النَّاسُ : بايِعْ لِابْنِ الزُّبَيْرِ ، فَقُلْتُ : وَأَيْنَ بِهٰذَا الْأَمْرِ عَنْهُ ، أَمَّا أَبُوهُ : فَحَوارِيُّ النَّبِيِّ ﷺ ، يُرِيدُ الزُّبَيْرَ ، وَأَمَّا جَدُّهُ : فَصاحِبُ الْغارِ ، يُرِيدُ أَبا بَكْرٍ ، وَأَمَّا أُمُّهُ : فَذاتُ النِّطاقِ ، يُرِيدُ أَسْماءَ ، وَأَمَّا خالَتُهُ : فَأُمُّ الْمُؤْمِنِينَ ، يُرِيدُ عائِشَةَ ، وَأَمَّا عَمَّتُهُ : فَزَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ ، يُرِيدُ خَدِيجَةَ ، وَأَمَّا عَمَّةُ النَّبِيِّ ﷺ فَجَدَّتُهُ ، يُرِيدُ صَفِيَّةَ ، ثُمَّ عَفِيفٌ فِي الْإِسْلامِ ، قارِئٌ لِلْقُرْآنِ ، وَاللهِ إِنْ وَصَلُونِي وَصَلُونِي مِنْ قَرِيبٍ ، وَإِنْ رَبُّونِي رَبَّنِي أَكْفاءٌ كِرامٌ ، فَآثَرَ التُّوَيْتاتِ وَالْأُسامات وَالْحُمَيْداتِ ، يُرِيدُ أَبْطُنًا مِنْ بَنِي أَسَدٍ : بَنِي تُوَيْتٍ وَبَنِي أُسامَةَ وَبَنِي أَسَدٍ ، إِنَّ ابْنَ أَبِي الْعاصِ بَرَزَ يَمْشِي الْقُدَمِيَّةَ ، يَعْنِي عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوانَ ، وَإِنَّهُ لَوَّى ذَنَبَهُ ، يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ .

وکان بینهما شئی

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے درمیان کچھ اختلاف تھا جب حضرت معاویہؓ کا انتقال ہوگیا اور ان کے بیٹے یزید کے ہاتھ پر بیعت کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے بیعت سے انکار کردیا۔ یزید نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف مسلم بن عقبہ کی زیرسرکردگی ایک لشکر مکہ مکرمہ روانہ کیا اور حرّہ کا مشہور واقعہ پیش آیا جس میں کعبہ پر منجنیق پھینکا گیا تھا اور خانۂ کعبہ جل گیا تھا، یزید کے انتقال کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی خلافت کے لئے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی، حجاز، مصر، عراق اور دیگر کئی علاقوں کے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، محمد بن الحنفیہؒ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس وقت مکہ میں موجود تھے، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان دونوں حضرات کو بھی اپنی خلافت کے لئے بیعت کی دعوت دی لیکن ان دونوں حضرات نے انکار کردیا اور کہا کہ جب تک کسی ایک خلیفہ پر مسلمان متفق نہ ہوجائیں اس وقت تک ہم کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کریں گے، ان دونوں بزرگوں کی وجہ سے کئی دوسرے لوگ بھی بیعت سے رک گئے تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے سختی شروع کی اور ان کو مکہ میں روک لیا۔

دوسری طرف عبدالملک بن مروان کی حکومت، شام، مصر اور کوفہ وغیرہ میں قائم ہوچکی تھی، کوفہ میں مروانی حاکم مختار بن ابی عبید کو جب معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ میں عبداللہ بن زبیرؓ نے عبداللہ بن عباسؓ اور محمد بن الحنفیہؒ کو قید کردیا ہے تو اس نے لشکر بھیجا ان دونوں بزرگوں کو وہاں سے نکال لیا اور یہ دونوں جاکر طائف میں آباد ہوگئے (۴۳) یہاں روایت میں "بینهما شئی" سے اسی اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔

فَغَدَوْتُ علی ابن عباس، فقلت: اترید ان تقاتل ابنَ الزبیر

ابن ابی مُلَیکہ کہتے ہیں کہ میں صبح کے وقت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا آپ عبداللہ بن زبیرؓ سے جنگ کا ارادہ کررہے ہیں تو کیا آپ ان سے قتال کرکے حرم کو حلال بنائیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا، معاذاللہ! یہ تو اللہ تعالیٰ نے ابن زبیرؓ اور بنی امیہ کے مقدر میں لکھ دیا ہے کہ حرم

---

(۴۳) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھیے، فتح الباری: ۸/ ۳۲۷ اس لشکر نے ان دونوں بزرگوں سے حضرت ابن زبیرؓ کے ساتھ قتال کی اجازت چاہی لیکن انہوں نے منع کیا اور قتال کی اجازت نہیں دی، حضرت ابن عباسؓ کا تو سن ۶۸ھ میں طائف ہی میں انتقال ہوا اور محمد بن حنفیہ کا ایلہ میں سن ۷۳ھ میں انتقال ہوا (دیکھیے فتح الباری: ۸/ ۳۲۷)

کو حلال بناکر اس کی بے حرمتی کریں اور میں تو خدا کی قسم! کبھی بھی حرم کو حلال نہیں بناؤں گا۔

لوگوں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ آپ حضرت ابن زبیرؓ سے بیعت کرلیں تو آپ نے جواب دیا، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بیعت کے استحقاق سے دور نہیں مطلب یہ ہے کہ ان میں صلاحیت ہے اور انہیں خلافت کا حق ہے کیونکہ ان کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہیں، ان کے نانا صدیق اکبرؓ ہیں، ان کی والدہ حضرت اسماءؓ ہیں اور ان کی خالہ حضرت عائشہؓ ہیں اور ان کی پھوپھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہؓ ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہؓ ان کی دادی ہیں پھر وہ خود ذاتی حیثیت سے بھی اسلام میں پاک دامن رہے، قرآن کے عالم ہیں۔

والله، ان وصلونی، وصلونی من قریب وان رَبّوني، رَبّوني اکفاء کرام

"اور بخدا! اگر بنوامیہ میرے ساتھ صلہ رحمی کریں گے تو وہ قرابت اور رشتہ داری کی وجہ سے میرے ساتھ صلہ رحمی کریں گے" مطلب یہ ہے کہ بنوامیہ نے میرے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ وہ رشتہ دار میرے قریب ہیں (حضرت ابن عباس بن ہاشم بن عبدمناف ہیں اور اس وقت کا اموی حکمراں عبدالملک بن مروان ہاشم کے بھائی عبدشمس کا پوتا تھا تو تیسری پشت میں ابن عباسؓ اور عبدالملک بن مروان شریک ہوجاتے ہیں (۴۴)، آگے فرماتے ہیں اور اگر "وہ میری پرورش کریں گے اور میرا خیال رکھیں گے تو میری پرورش کرنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے امثال اور کفو ہیں اور شریف ہیں" یہ بنوامیہ کی تعریف ہورہی ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر میں کسی کی خلافت تسلیم کرکے رعایتیں حاصل کروں تو پھر بنوامیہ سے کیوں نہ کروں اس لئے کہ قرابت میں وہ مجھ سے قریب ہیں اور ہمارے مثل ہیں، آگے حضرت ابن الزبیر کے متعلق فرمارہے ہیں۔

فآثَرَ التُّوَيْتَاتِ وَالْأُسَامَاتِ وَالْحُمَيْدَاتِ

لیکن عبداللہ بن الزبیرؓ نے تویتات، اسامات اور حمیدات کو ہم پر ترجیح دی ہے یہ تینوں بنو اسد کی شاخیں ہیں اور مراد ان سے بنو تویت، بنواسامہ اور بنوحمید ہیں، حضرت ابن عباسؓ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان لوگوں کو ہم پر ترجیح دی اور ہماری پرواہ نہیں کی اور نہ ہمارا خیال کیا، جب یہ ہمارا خیال

(۴۴) فتح الباری: ۳۲۸/۸

نہیں کرتے تو بنو امیہ ہم سے زیادہ قریب ہیں، اگر وہ میرے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں تو میرے لئے قابل قبول ہیں۔

ان ابن ابی العاص بَرَزَ يَمْشِي الْقُدَمِيَّةَ يعنى عبدالملك بن مروان وَإِنَّهُ لَوَّى ذَنَبَهُ يعنى ابنَ الزُّبيرِ

یعنی عبدالملک نمایاں ہوا آگے کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے اور اس نے ابن زبیرؓ کی دم موڑ دی۔
مطلب یہ ہے کہ عبدالملک کی حکومت کا دائرہ دن بدن بڑھ رہا ہے، جبکہ عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت کا دائرہ وسیع ہونے کے بجائے تنگ ہو رہا ہے۔
يمشی القُدَمِيَّةَ (۴۵) (قاف کے ضمہ، دال کے فتحہ اور میم کے کسرہ کے ساتھ) اس وقت کہتے ہیں جب کوئی ترقی کی راہ پر گامزن ہو۔

(٤٣٨٩) : حدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ : حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونسَ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ قالَ : أَخْبَرَنِي ٱبْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ : دَخَلْنَا عَلَى ٱبْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ : أَلَا تَعْجَبُونَ لِٱبْنِ الزُّبَيْرِ ، قامَ في أَمْرِهِ هٰذَا ، فَقُلْتُ : لَأُحاسِبَنَّ نَفْسِي لَهُ ما حاسَبْتُهَا لِأَبِي بَكْرٍ وَلَا لِعُمَرَ ، وَلَهُمَا كانَا أَوْلَى بِكُلِّ خَيْرٍ مِنْهُ ، وَقُلْتُ : ٱبْنُ عَمَّةِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَٱبْنُ الزُّبَيْرِ ، وَٱبْنُ أَبِي بَكْرٍ ، وَٱبْنُ أَخِي خَدِيجَةَ ، وَٱبْنُ أُخْتِ عائِشَةَ ، فَإِذَا هُوَ يَتَعَلَّى عَنِّي وَلَا يُرِيدُ ذٰلِكَ ، فَقُلْتُ : مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنِّي أَعْرِضُ هٰذَا مِنْ نَفْسِي فَيَدَعُهُ ، وَما أُراهُ يُرِيدُ خَيْرًا ، وَإِنْ كانَ لَا بُدَّ ، لَأَنْ يَرُبَّنِي بَنُو عَمِّي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَرُبَّنِي غَيْرُهُمْ .

ابن ابی مُلَیکہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ ابن زبیرؓ پر تم لوگوں کو تعجب نہیں ہوتا کہ وہ امارت کا دعوی لے کر کھڑا ہوا ہے، چنانچہ میں نے تو اپنے دل میں یہی سوچ لیا کہ میں اپنے نفس کی نگرانی کروں گا ان کے معاملہ میں، اس طرح کہ میں نے اپنے نفس کو ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں بھی اتنا پابند نہیں کیا تھا (میں نے سوچا تھا کہ میں اپنی زبان سے ان کے خلاف کوئی لفظ نہیں نکالوں گا) حالانکہ ابوبکرؓ و عمرؓ ان سے ہر حیثیت میں بہتر و افضل تھے۔

(۴۵) وفی الفتح: ۳۲۹/۸ "۔۔القُدَمِية: بضم القاف وفتح الدال، قال الخطابی وغیره: معناها التبختر، وهو مثل، يريد انه برز يطلب معالی الامور، قال ابن الاثير: الذی فی البخاری القدمية، وهی التقدمة فی الشرف والفضل"

لَأُحَاسِبَنَّ نَفْسِيْ لَه (۴۶) کا ایک مطلب تو یہ ہے اور دوسرا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ میں اپنے نفس کو مشقت میں ڈال کر ابن زبیرؓ کے لئے محنت کروں گا، ان کی تائید کروں گا، ایسی تائید جو حضرات شیخین کی بھی نہیں کی، ابن زبیر کے مناقب اور فضائل بیان کروں گا۔

چنانچہ میں نے لوگوں سے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی اولاد میں سے ہیں، حضرت زبیرؓ کے بیٹے ہیں، حضرت صدیق اکبرؓ کے نواسے، حضرت خدیجہؓ کے بھائی کے بیٹے اور حضرت عائشہؓ کی بہن کے بیٹے ہیں لیکن وہ تو مجھ سے بڑا بننے لگے (مجھے خاطر میں ہی نہیں لاتے) میں نے دل میں کہا کہ مجھ کو اس کا گمان بھی نہیں تھا کہ میں اپنی طرف سے ایسی عاجزی اور انکساری ظاہر کروں گا اور وہ اسے ٹھکرا کر مجھے نظرانداز کردیں گے (۴۷) اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ (میرے معاملہ میں) اب کسی قسم کی بھلائی اور خیر چاہتے ہیں، اب اگر کسی کی تابعداری کرنی ہی ہے تو میرے بنو اعمام یعنی بنوامیہ میری پرورش کریں مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ کوئی دوسرا میری پرورش کرے اور میری رعایت کرے۔

١٥٨ – باب «وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ» /٦٠/.

قالَ مُجاهِدٌ: يَتَأَلَّفُهُمْ بِالْعَطِيَّةِ.

٤٣٩٠: حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ: بُعِثَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِشَيْءٍ فَقَسَمَهُ بَيْنَ أَرْبَعَةٍ وَقالَ: (أَتَأَلَّفُهُمْ). فَقالَ رَجُلٌ: ما عَدَلْتَ، فَقالَ: (يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَمْرُقُونَ مِنَ ٱلدِّينِ). [ر: ٤٠٩٤]

١٥٩ – باب: قَوْلِهِ: «الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ» /٧٩/.

يَلْمِزُونَ: يَعِيبُونَ. وَ«جُهْدَهُمْ» وَ«جَهْدَهُمْ» /٧٩/: طَاقَتَهُمْ.

٤٣٩١: حدّثني بِشْرُ بْنُ خالِدٍ، أَبُو مُحَمَّدٍ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمانَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قالَ: لَمَّا أُمِرْنَا بِالصَّدَقَةِ كُنَّا نَتَحَامَلُ، فَجاءَ

---

(۴۶) وفی الفتح: ۸ / ۳۲۹ "لَأُحَاسِبَنَّ نفسی: ای لأناقشنها فی معونته ونصحه، قاله الخطابی، وقال الداودی: معناه: لاذکرن من مناقبه مالم اذکر من مناقبهما، وانما صنع ابن عباس ذلک لاشتراک الناس فی معرفة مناقب ابی بکر و عمر، بخلاف ابن الزبیر، فما کانت مناقبه فی الشهرة کمناقبهما، فاظهر ذلک ابن عباس، وبینه للناس انصافا منه له، فلما لم ینصفه هو، رجع عنه"

(۴۷) وفی روایة: "ان ابن عباس لما حضرته الوفاة بالطائف، جمع بنیه، فقال: یابنی، ان ابن الزبیر لما خرج بمکة، شددت ازره، ودعوت الناس الی بیعته، وترکت بنی عمنا من بني أُمَيَّة الذین ان قبلونا، قبلونا اکفاء، وان ربونا، ربونا کراما، فلما اصاب ما اصاب، جفانی" (وانظر فتح الباری: ۸/۳۲۸)

أَبُو عُقَيْلٍ بِنِصْفِ صَاعٍ ، وَجَاءَ إِنْسَانٌ بِأَكْثَرَ مِنْهُ ، فَقَالَ الْمُنَافِقُونَ : إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَدَقَةِ هٰذَا ، وَما فَعَلَ هٰذَا الآخَرُ إِلَّا رِئَاءً ، فَنَزَلَتْ : «الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ» . الآيَةَ . [ر : ١٣٤٩]

٤٣٩٢ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قالَ : قُلْتُ لِأَبِي أُسَامَةَ أَحَدَّثَكُمْ زَائِدَةُ ، عَنْ سُلَيْمانَ ، عَنْ شَقِيقٍ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قالَ : كانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْمُرُ بِالصَّدَقَةِ ، فَيَحْتَالُ أَحَدُنَا حَتَّى يَجِيءَ بِالْمُدِّ ، وَإِنَّ لِأَحَدِهِمِ الْيَوْمَ مِائَةَ أَلْفٍ . كَأَنَّهُ يُعَرِّضُ بِنَفْسِهِ .

[ر : ١٣٥٠]

وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں اور عیب لگاتے ہیں ان مومنین پر جو رغبت اور خوشی سے صدقہ دینے والے ہیں، روایت باب میں ہے ، حضرت ابو مسعود انصاریؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ کی ترغیب دیتے تو ہم بوجھ اٹھاتے (اور مزدوری کرتے جو کچھ اس میں ملتا ہم وہ لاکر صدقہ کردیتے تھے) اسی طرح مزدوری کرکے ابو عقیلؓ آدھا صاع کھجور صدقہ لے کر آئے اور ایک دوسرے آدمی اس سے زیادہ لیکر آئے (مراد اس سے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ ہیں، وہ آٹھ ہزار درہم لے کر آئے تھے) (۴۸) اس پر منافقین نے کہا یہ جو ابو عقیل کا نصف صاع ہے اللہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے اور اس دوسرے نے تو محض دکھاوے کے لئے اتنا زیادہ صدقہ دیا ہے تو اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

دوسری روایت بھی حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے مروی ہے ، فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیتے تھے تو ہم میں سے ایک آدمی تدبیر اور مزدوری کرتا تھا (تاکہ صدقہ ادا کرے) تو وہ بیچارہ مزدوری وغیرہ کرکے ایک مد حاصل کرتا اور صدقہ دینے کے لئے اسے لے کر آتا اور آج انہی لوگوں کے پاس ایک ایک لاکھ درہم موجود ہیں۔

حضرت ابو مسعود انصاریؓ اپنی ہی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ میں بھی اس وقت ایسا ہی تھا، مزدوری کرکے صدقہ دے پاتا تھا اور آج اللہ نے اتنا دیا ہے کہ لاکھوں میں کھیل رہا ہوں۔

حضرت ابو مسعود انصاریؓ کے اس بیان سے مقصود کیا ہے ؟ ابن بطّال کا خیال ہے کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کو جو کچھ میسر ہوتا اس کا صدقہ کردیتے تھے اور اب لوگوں کے پاس مال و دولت کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں لیکن صدقہ نہیں کرتے ، لیکن حافظ ابن حجر نے ابن

---

(۴۸) فتح الباری: ۳۳۲/۸

بطالؒ کے بیان کردہ اس مطلب کو بعید قرار دیا (۴۹)۔

ابن المنیرؒ نے کہا کہ مقصد اس سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مال کی قلت کے باوجود لوگ محنت کر کے صدقہ کیا کرتے تھے، اب اللہ نے ان پر مال و دولت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور بڑی آسانی کے ساتھ صدقہ کرتے ہیں تنگی کا خوف دامن گیر نہیں رہتا (۵۰)۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ آپؐ کے زمانہ میں مال و دولت کی فراوانی نہیں تھی، تنگی تھی اور اب مال و دولت کی فراوانی ہوگئی ہے (۵۱)۔ واللہ اعلم

۱۶۰ – باب : «اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ» /۸۰/

۴۳۹۳ : حدَّثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْماعِيلَ ، عَنْ أَبِي أُسامَةَ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ، عَنْ نافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُما قالَ : لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللَّهِ ، جاءَ ابْنُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَسَأَلَهُ أَنْ يُعْطِيَهُ قَمِيصَهُ يُكَفِّنُ فِيهِ أَباهُ فَأَعْطاهُ ، ثُمَّ سَأَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ ، فَقامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ ، فَقامَ عُمَرُ فَأَخَذَ بِثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقالَ : يا رَسُولَ اللَّهِ تُصَلِّي عَلَيْهِ ، وَقَدْ نَهاكَ رَبُّكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ ؟ فَقالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (إِنَّما خَيَّرَنِي اللَّهُ فَقالَ : «اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً» . وَسَأَزِيدُهُ عَلَى السَّبْعِينَ) . قالَ : إِنَّهُ مُنافِقٌ ، قالَ : فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَأَنْزَلَ اللَّهُ : «وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ ماتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ» . [ر : ۱۲۱۰]

۴۳۹۴ : حدَّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ . وَقالَ غَيْرُهُ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ، عَنِ ابْنِ شِهابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قالَ : لَمَّا ماتَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ ، دُعِيَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ ، فَلَمَّا قامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَثَبْتُ إِلَيْهِ ، فَقُلْتُ : يا رَسُولَ اللَّهِ ، أَتُصَلِّي عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ ، وَقَدْ قالَ يَوْمَ كَذا : كَذا وَكَذا ، قالَ : أُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهُ ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقالَ :

---

(۴۹) فتح البارى: ۸/۳۳۳

(۵۰) فتح البارى: ۸/۳۳۳

(۵۱) فتح البارى: ۸/۳۳۳

(أَخِّرْ عَنِّي يَا عُمَرُ) . فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ ، قَالَ : (إِنِّي خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ ، لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ يُغْفَرْ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا) . قَالَ : فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ انْصَرَفَ ، فَلَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيرًا ، حَتَّى نَزَلَتِ الْآيَتَانِ مِنْ بَرَاءَةَ : «وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا – إِلَى قَوْلِهِ – وَهُمْ فَاسِقُونَ» . قَالَ : فَعَجِبْتُ بَعْدُ مِنْ جُرْأَتِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ . [ر : ۱۳۰۰]

١٦١ – باب : «وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ» /٨٤.

٤٣٩٥ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ : لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ ، جَاءَ ابْنُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَأَعْطَاهُ قَمِيصَهُ ، وَأَمَرَهُ أَنْ يُكَفِّنَهُ فِيهِ ، ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي عَلَيْهِ ، فَأَخَذَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ بِثَوْبِهِ ، فَقَالَ : تُصَلِّي عَلَيْهِ وَهُوَ مُنَافِقٌ ، وَقَدْ نَهَاكَ اللَّهُ أَنْ تَسْتَغْفِرَ لَهُمْ ، قَالَ : (إِنَّمَا خَيَّرَنِي اللَّهُ – أَوْ أَخْبَرَنِي – فَقَالَ : «اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ» . فَقَالَ : سَأَزِيدُهُ عَلَى سَبْعِينَ) . قَالَ : فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ ، ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ : «وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ» . [ر : ۱۲۱۰]

لما توفی عبداللہ بن ابی

عبداللہ بن اُبی کا انتقال ذی قعدہ ۹ھ میں غزوۂ تبوک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے بعد ہوا، عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین تھا اور غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوا تھا، قرآن کریم کی یہ آیت "لوخَرَجُوْا فِيْكُمْ مَازَادُوْكُمْ اِلَّاخَبَالاً" عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھ غزوۂ تبوک سے تخلف کرنے والے دوسرے منافقین کے بارے میں نازل ہوئی (۵۲)۔

جاء ابنہ عبداللہ بن عبداللہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسألہ ان یعطیہ قمیصہ، یکفن فیہ اباہ، فاعطاہ، ثم سألہ ان یصلی علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیصلی

(۵۲) عمدۃ القاری: ۱۸/۲۸۲ وفتح الباری: ۸/۳۳۳

عبداللہ بن عبداللہ جو فضلائے صحابہ میں سے تھے اور عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے بیٹے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ اپنی قمیص انہیں عنایت کردیں وہ اس کو اپنے والد کا کفن بنائیں گے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قمیص انہیں دیدی، پھر انہوں نے درخواست کی کہ آپ اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائیں تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوگئے۔

عبداللہ بن اُبی کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ مخلص صحابہ میں سے تھے (۵۳) ان کا باپ اگرچہ منافق تھا لیکن مخلص بیٹے نے باپ کے معاملہ کو ظاہر اسلام پر محمول کرکے آپ سے اس کے متعلق مذکورہ دو درخواستیں کیں، بعض روایات میں ہے کہ عبداللہ بن ابی نے خود اس پر اصرار کیا اور بیٹے کو آپ کے پاس بھیجا کہ آپ اپنی قمیص اس کے کفن کے لئے دیں اور اس کی جنازہ پڑھائیں (۵۴)۔

طبَرانی کی روایت میں ہے کہ آپ عبداللہ بن اُبی کے پاس آئے جب وہ مریض تھا تو اس نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دونوں سوال کئے (۵۵)۔

اس نے یہ سوال اس لئے نہیں کئے تھے کہ وہ نفاق سے تائب ہوچکا تھا بلکہ یہ سوال اس لئے کئے تاکہ مرنے کے بعد لوگ اس کے بیٹے اور قبیلہ کو اس کے نفاق کا طعنہ نہ دیں، وہ دل سے اب بھی منافق تھا اور نفاق کی حالت میں ہی مرا، چنانچہ قرآن نے آگے اس کی تصریح کردی ہے "...اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں درخواستیں قبول فرمائیں۔

چند اشکالات اور ان کے جوابات

یہاں ایک سوال تو یہ ہوتا ہے کہ عبداللہ بن اُبی کا نفاق مختلف مواقع میں ظاہر ہوچکا تھا، اس کے باوجود آپ نے اپنی قمیص مبارک اس کے کفن کے لئے دی اور اس کے ساتھ یہ امتیازی سلوک کیا، اس کی آخر کیا وجہ ہے؟

علماء نے اس کی ایک وجہ تو یہ لکھی ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر جب قریش کے چند سردار گرفتار ہوگئے تھے، ان میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ نے دیکھا کہ ان کے بدن پر کرتے نہیں ہیں تو صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو قمیص پہنا دیا جائے چونکہ عبداللہ بن اُبی دراز قد تھا اور حضرت عباسؓ بھی

(۵۳) وفی الفتح: ۸/۳۳۴ "وکان عبداللہ بن عبداللہ بن ابی من فضلاء الصحابة، وشهد بدرا، وما بعدها، واستشهد يوم اليمامة فی خلافة ابی بکر الصدیق"

(۵۴) فتح الباری: ۸/ ۳۳۴

(۵۵) فتح الباری: ۸/ ۳۳۴

دراز قد تھے اس لئے اس کے علاوہ کسی اور کی قمیص حضرت عباسؓ کے جسم پر فٹ نہیں آرہی تھی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن اُبی کی قمیص لیکر اپنے چچا حضرت عباسؓ کو پہنائی، اس کے اس احسان کا بدلہ ادا کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اس کو عطا فرمادی (۵۶)۔

اس کے ساتھ ساتھ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ عبداللہ بن اُبی کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ فضلائے صحابہ میں سے تھے، ان کی دلجوئی کی خاطر آپ نے قمیص مرحمت فرمائی (۵۷)۔

دوسرا سوال نماز جنازہ کے متعلق ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس منافق کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی، یہی وجہ ہے کہ جب آپؐ نماز جنازہ کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے اور آپ کا دامن پکڑ کر عرض کرنے لگے "یا رسول اللہ، أتصلی علیہ، وقد نہاک ربک ان تصلی علیہ" یا رسول اللہ! کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے، حالانکہ آپ کے رب نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے آپ کو منع کیا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہاں سے کہدی جبکہ اس سے پہلے کسی آیت میں صراحت کے ساتھ آپؐ کو منافق کی نماز جنازہ سے منع نہیں کیا گیا، ظاہر یہی ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے سورۃ توبہ کی مذکورہ آیت سے سمجھا ہوگا، آیت میں ہے "اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ، اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ" حضرت فاروق اعظمؓ نے آیت کے اسلوب سے سمجھ لیا کہ اس میں "او" تخییر کے لئے نہیں ہے بلکہ تسویہ کے لئے ہے یعنی ان منافقین کے حق میں استغفار اور عدم استغفار دونوں برابر ہیں، اسی طرح "سَبْعِيْنَ مَرَّةً" کا عدد تحدید کے لئے نہیں ہے بلکہ مبالغہ کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ آپ اس کے لئے استغفار کی کثرت ہی کیوں نہ کردیں تاہم اللہ جل شانہ اس کو معاف نہیں فرمائیں گے اور چونکہ نمازِ جنازہ سے ایک بڑا مقصد میت کے لئے دعائے مغفرت ہوتا ہے اس لئے حضرت عمرؓ نے اس آیت سے استنباط کرکے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو منافق کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے منع کیا ہے (۵۸) چنانچہ ابن مَرْدُوْيَه نے حضرت سعید بن جبیرؒ کے طریق سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے: "فقال عمر: اتصلی علیہ وقد نہاک اللہ ان تصلی علیہ؟ قال: این؟ قال: اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ الآیۃ" (۵۹) اس روایت میں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ نے آپ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روکا ہے کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہاں مجھے روکا ہے؟" تو حضرت فاروق اعظم نے

---

(۵۶) عمدۃ القاری: ۱۸/۲۸۲

(۵۷) ارشاد الساری: ۱۰/۲۶۵

(۵۸) فتح الباری: ۸/۳۳۵

(۵۹) فتح الباری: ۸/۳۳۵

مذکورہ آیت استدلال میں پیش کی۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے "اِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْلَهُمْ، اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ " اور میں ستر مرتبہ سے بھی زیادہ استغفار کروں گا (کیونکہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کو معاف کردیں)

بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر مرتبہ سے زائد استغفار عبداللہ بن ابی کے لئے کیا، چنانچہ طبری کی روایت میں ہے " فأنا أستغفرلهم سبعين وسبعين وسبعين " (۶۰)

اب سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی اور اس کے لئے استغفار کیوں کیا جبکہ آیت کے سیاق و سباق اور خود اس منافق کی منافقانہ حرکتوں کا تقاضہ تو وہی تھا جو حضرت عمرؓ کی رائے تھی اور بعد میں آیت بھی حضرت عمرؓ کی تائید میں اتری "وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ "

❶ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آیت کا مفہوم وہی سمجھتے تھے جو حضرت عمرؓ فرما رہے تھے کہ منافق کی مغفرت تو بہرحال ہوگی نہیں خواہ آپؐ کتنی ہی بار استغفار کرلیں تاہم آیت میں صراحت کے ساتھ آپؐ کو استغفار سے روکا بھی نہیں گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مذکورہ سے یہی سمجھ لیا تھا کہ میرے نماز پڑھانے سے اس کی مغفرت تو ہوگی نہیں، ہاں نماز پڑھانے سے دیگر مصالح اسلامیہ حاصل ہونے کی توقع اور امید تھی اور نماز پڑھانے کی صراحت کے ساتھ ممانعت بھی نہیں تھی اس لئے آپ نے نماز پڑھائی، کرتہ دینے اور نماز پڑھانے میں مصالح یہ تھیں کہ ایک تو حضرت عبداللہ بن عبداللہ کی دلجوئی پیش نظر تھی اور دوسری مصلحت عبداللہ بن اُبی کا خاندان تھا، یہ رویہ دیکھ کر اس میں جو لوگ اسلام سے قریب نہیں تھے ان کے اسلام کے قریب تر ہونے کی توقع تھی، چنانچہ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا کرتہ اس کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا مگر میں نے یہ کام اس لئے کیا کہ مجھے اس عمل سے اس کی قوم کے ہزار آدمیوں کے مسلمان ہونے کی امید ہے (۶۰) چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ اس واقعہ کو دیکھ کر قبیلہ خزرج کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہوگئے (۶۲)۔

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس عمل کو نفی

---

(۶۰) فتح الباری: ۸/ ۳۳۶

(۶۱) فتح الباری: ۸/ ۳۳۶

(۶۲) ارشاد الساری: ۱۰/ ۲۶۷

نفسہ مفید نہیں سمجھتے تھے مگر مذکورہ مصالح کے پیش نظر آپ نے یہ عمل کیا۔

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ یہ استغفار بمنزلۂ دعا کے ہے اور دعا کا قانون یہ ہے کہ اگر وہ اس کے محل کے لئے کی جائے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اسے قبول کرتے ہیں، اس کی پھر مختلف صورتیں ہوتی ہیں یا تو وہ چیز عطا کردی جاتی ہے جس کی دعا کی گئی ہوتی ہے، یا وہ چیز مصلحتاً عطا نہیں کی جاتی تاہم آخرت کے لئے وہ دعا ذخیرہ ہوجاتی ہے جس کا ثواب داعی کو وہاں ملے گا اور یا اس دعا کے عوض کسی آنے والی بڑی مصیبت کو دفع کردیا جاتا ہے، یہ اس وقت ہے کہ جب دعا اس محل کے لئے کی گئی ہو جو اس دعا کے لئے صالح ہو لیکن اگر دعا کسی ایسے محل کے لئے کی جائے جو صالح للدعا نہ ہو تو ایسی صورت میں بے شک اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں کرتے لیکن چونکہ دعا بہرحال ایک عبادت ہے اس لئے دعا کرنے والے کو اس کا ثواب ملتا ہے، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں یہ بات رہی کہ چونکہ یہ رئیس المنافقین ہے اس لئے محلِ مغفرت تو نہیں ہے، اس کے لئے دعائے مغفرت درحقیقت محض مدعو یعنی اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے ہے تو اس کا اجر بہرحال ملے گا، اس اجر کو کیوں چھوڑا جائے (۶۳)

یہ توجیہ ابن المُنَیِّر وغیرہ نے کی ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس میں نظر ہے کیونکہ اس سے اس شخص کے لئے طلب مغفرت کی مشروعیت لازم آتی ہے جس کے لئے شریعت کے نقطہ نظر سے مغفرت محال ہے (۶۴)

ایک اور اشکال بھی ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ستّر مرتبہ سے بھی زیادہ اس کے لئے استغفار کروں گا اور آپ نے استغفار کیا بھی، جب کہ اس واقعہ سے بہت پہلے قرآن کی یہ آیت نازل ہوچکی تھی "مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِي قُرْبٰى" یہ آیت ابوطالب کے قصہ میں نازل ہوئی تھی جب ان کا انتقال ہوا تو آپؐ نے فرمایا تھا "لَاَسْتَغْفِرَنَّ لك مالم اُنهَ عنك" چنانچہ اس آیت میں آپ کو اس کے لئے دعائے مغفرت سے روک دیا تو اس آیت کے ہوتے ہوئے آپؐ نے منافق کے لئے کیونکر دعائے مغفرت کی؟

اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا کہ آیت مذکورہ میں مشرکین کے لئے دعا سے ممانعت آئی ہے،

---

(۶۳) وفی فتح الباری: ۸ / ۳۳۸ " وقیل: ان الاستغفار یتنزل منزلة الدعاء والعبد اذا سأل ربه حاجة فسؤاله اياه یتنزل منزلة الذكر، لكنه من حیث طلب تعجیل حصول المطلوب لیس عبادة، فاذا كان كذلك، والمغفرة فی نفسها ممكنة، وتعلق العلم بعدم نفعها، لا بغیر ذلك، فیكون طلبها لالغرض حصولها بل لتعظیم المدعو، فاذا تعذرت المغفرة، عوض الداعی عنها ما یلیق به من الثواب او دفع السوء، كما ثبت فی الخبر، وقد یحصل بذلك عن المدعو لهم تخفیف، كما فی قصة ابی طالب "

(۶۴) فتح الباری: ۸/۳۳۸

منافقین کے لئے دعائے مغفرت اس سے ثابت نہیں ہوتی، منافقین بہرحال ظاہراً اپنے مسلمان ہونے کا اعلان اور اظہار تو کرتے ہیں اس لئے وہ اس آیت کے ذیل میں نہیں آتے (۶۵)۔

١٦٢ - باب : قَوْلِهِ : «سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رِجْسٌ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ» /٩٥/ .

٤٣٩٦ : حدّثنا يَحْيٰى : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مالِكٍ قالَ : سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مالِكٍ ، حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ تَبُوكَ : وَاللهِ ما أَنْعَمَ اللهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ ، بَعْدَ إِذْ هَدَانِي ، أَعْظَمَ مِنْ صِدْقِي رَسُولَ اللهِ ﷺ : أَنْ لَا أَكُونَ كَذَبْتُهُ ، فَأَهْلِكَ كما هَلَكَ الَّذِينَ كَذَبُوا حِينَ أُنْزِلَ الْوَحْيُ : «سَيَحْلِفُونَ بِاللهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ – إلى – الْفَاسِقِينَ» . [ر : ٢٦٠٦]

١٦٣ - باب : قَوْلِهِ : «يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ» .
إِلَى قَوْلِهِ : «الْفَاسِقِينَ» /٩٦/ .

١٦٤ - باب : قَوْلِهِ : «وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلاً صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللهُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ» /١٠٢/ .

٤٣٩٧ : حدّثنا مُؤَمَّلٌ ، هُوَ ابْنُ هِشَامٍ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا عَوْفٌ : حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ : حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَنَا : (أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ ، فَابْتَعَثَانِي ، فَانْتَهَيَا بِي إِلَى مَدِينَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَلَبِنِ فِضَّةٍ ، فَتَلَقَّانَا رِجالٌ : شَطْرٌ مِنْ خَلْقِهِمْ ، كَأَحْسَنِ ما أَنْتَ رَاءٍ ، وَشَطْرٌ كَأَقْبَحِ ما أَنْتَ رَاءٍ ، قالَا لَهُمْ : اذْهَبُوا فَقَعُوا فِي ذٰلِكَ النَّهَرِ ، فَوَقَعُوا فِيهِ ، ثُمَّ رَجَعُوا إِلَيْنَا ، قَدْ ذَهَبَ ذٰلِكَ السُّوءُ عَنْهُمْ ، فَصَارُوا فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ ، قالَا لِي : هٰذِهِ جَنَّةُ عَدْنٍ ، وَهٰذَاكَ مَنْزِلُكَ ، قالَا : أَمَّا الْقَوْمُ الَّذِينَ كانُوا شَطْرٌ مِنْهُمْ حَسَنٌ ، وَشَطْرٌ مِنْهُمْ قَبِيحٌ ، فَإِنَّهُمْ خَلَطُوا عَمَلاً صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا ، تَجَاوَزَ اللهُ عَنْهُمْ) . [ر : ٨٠٩]

١٦٥ - باب : «ما كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ» /١١٣/ .

٤٣٩٨ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ،

(۶۵) فتح الباری: ۸/۳۳۹

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ ، دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ وَعِنْدَهُ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَيْ عَمِّ ، قُلْ لا إِلٰهَ إِلَّا ٱللهُ ، أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ ٱللهِ) . فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ : يَا أَبَا طَالِبٍ ، أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ ما لَمْ أُنْهَ عَنْكَ) . فَنَزَلَتْ : «ما كانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كانُوا أُولِي قُرْبَى مِنْ بَعْدِ ما تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الجَحِيمِ» . [ر : ١٢٩٤]

١٦٦ – باب : «لَقَدْ تَابَ ٱللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ ما كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ» /١١٧/ .

٤٣٩٩ : حدَّثنا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ وَهْبٍ قالَ : أَخْبَرَنِي يُونُسُ : قالَ أَحْمَدُ . وَحَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ : حَدَّثَنَا يُونُسُ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ كَعْبٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ ٱللهِ بْنُ كَعْبٍ ، وَكانَ قائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ ، قالَ : سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مالِكٍ في حَدِيثِهِ : «وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا» . قالَ في آخِرِ حَدِيثِهِ : إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مالِي صَدَقَةً إِلَى ٱللهِ وَرَسُولِهِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَمْسِكْ بَعْضَ مالِكَ فَهْوَ خَيْرٌ لَكَ) . [ر : ٢٦٠٦]

١٦٧ – باب : «وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ ٱللهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ ٱللهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ» /١١٨/ .

٤٤٠٠ : حدَّثني مُحَمَّدٌ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَعْيَنَ : حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ رَاشِدٍ : أَنَّ الزُّهْرِيَّ حَدَّثَهُ قالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مالِكٍ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : سَمِعْتُ أَبِي كَعْبَ بْنَ مالِكٍ ، وَهُوَ أَحَدُ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ تِيبَ عَلَيْهِمْ : أَنَّهُ لَمْ يَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ في غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ غَيْرَ غَزْوَتَيْنِ : غَزْوَةِ الْعُسْرَةِ وَغَزْوَةِ بَدْرٍ ، قالَ : فَأَجْمَعْتُ صِدْقَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ضُحًى ، وَكانَ قَلَّمَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ سَافَرَهُ إِلَّا ضُحًى ، وَكانَ يَبْدَأُ بِالْمَسْجِدِ ، فَيَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ ، وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كَلَامِي وَكَلَامِ صَاحِبَيَّ ،

وَلَمْ يَنْهَ عَنْ كَلَامِ أَحَدٍ مِنَ الْمُتَخَلِّفِينَ غَيْرِنَا ، فَاجْتَنَبَ النَّاسُ كَلَامَنَا ، فَلَبِثْتُ كَذٰلِكَ حَتَّى طَالَ عَلَيَّ الْأَمْرُ ، وَما مِنْ شَيْءٍ أَهَمُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمُوتَ فَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ ، أَوْ يَمُوتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَكُونَ مِنَ النَّاسِ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ ، فَلَا يُكَلِّمُنِي أَحَدٌ مِنْهُمْ وَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَوْبَتَنَا عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ حِينَ بَقِيَ الثُّلُثُ الْآخِرُ مِنَ اللَّيْلِ ، وَرَسُولُ اللهِ ﷺ عِنْدَ أُمِّ سَلَمَةَ ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مُحْسِنَةً فِي شَأْنِي ، مَعْنِيَّةً فِي أَمْرِي ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (يَا أُمَّ سَلَمَةَ ، تِيبَ عَلَى كَعْبٍ) . قَالَتْ : أَفَلَا أُرْسِلُ إِلَيْهِ فَأُبَشِّرَهُ ، قَالَ : (إِذًا يَحْطِمَكُمُ النَّاسُ فَيَمْنَعُونَكُمُ النَّوْمَ سَائِرَ اللَّيْلَةِ) . حَتَّى إِذَا صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ آذَنَ بِتَوْبَةِ اللهِ عَلَيْنَا ، وَكَانَ إِذَا اسْتَبْشَرَ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ ، حَتَّى كَأَنَّهُ قِطْعَةٌ مِنَ الْقَمَرِ ، وَكُنَّا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ الَّذِينَ خُلِّفُوا عَنِ الْأَمْرِ الَّذِي قُبِلَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ اعْتَذَرُوا ، حِينَ أَنْزَلَ اللهُ لَنَا التَّوْبَةَ ، فَلَمَّا ذُكِرَ الَّذِينَ كَذَبُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ مِنَ الْمُتَخَلِّفِينَ وَاعْتَذَرُوا بِالْبَاطِلِ ، ذُكِرُوا بِشَرِّ مَا ذُكِرَ بِهِ أَحَدٌ ، قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ : «يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ قُلْ لَا تَعْتَذِرُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ» . الْآيَةَ . [ر : ٢٦٠٦]

١٦٨ - باب : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ» /١١٩/ .

٤٤٠١ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ، وَكَانَ قَائِدَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ : سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ ، حِينَ تَخَلَّفَ ، عَنْ قِصَّةِ تَبُوكَ : فَوَاللهِ مَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَبْلَاهُ اللهُ فِي صِدْقِ الْحَدِيثِ أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلَانِي ، مَا تَعَمَّدْتُ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ إِلَى يَوْمِي هٰذَا كَذِبًا ، وَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ : «لَقَدْ تَابَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ - إِلَى قَوْلِهِ - وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ» . [ر : ٢٦٠٦]

(۴۴۰۲) واخرجہ البخاری فی کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، رقم الحدیث: ۴۷۰۱، ۴۷۰۲، وفی باب کاتب القرآن، رقم الحدیث: ۴۷۰۳، واخرجہ النسائی فی السنن الکبری، رقم الحدیث: ۸۰۰۲

١٦٩ – باب : قَوْلِهِ : «لَقَدْ جاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ ما عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ» /١٢٩/ : مِنَ الرَّأْفَةِ .

٤٤٠٢ : حدّثنا أَبُو الْيَمانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي ٱبْنُ السَّبَّاقِ : أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصارِيَّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، وَكانَ مِمَّنْ يَكْتُبُ الْوَحْيَ ، قالَ : أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمامَةِ ، وَعِنْدَهُ عُمَرُ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : إِنَّ عُمَرَ أَتانِي فَقَالَ : إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ ٱسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِالنَّاسِ ، وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِي الْمَوَاطِنِ ، فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ ، إِلَّا أَنْ تَجْمَعُوهُ ، وَإِنِّي لَأَرَى أَنْ تَجْمَعَ الْقُرْآنَ . قالَ أَبُو بَكْرٍ : قُلْتُ لِعُمَرَ : كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ؟ فَقَالَ عُمَرُ : هُوَ وَٱللهِ خَيْرٌ ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي فِيهِ حَتَّى شَرَحَ ٱللهُ لِذٰلِكَ صَدْرِي ، وَرَأَيْتُ الَّذِي رَأَى عُمَرُ ، قالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ ، وَعُمَرُ عِنْدَهُ جالِسٌ لَا يَتَكَلَّمُ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عاقِلٌ وَلَا نَتَّهِمُكَ ، كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَٱجْمَعْهُ . فَوَٱللهِ لَوْ كَلَّفَنِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ ما كانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ . قُلْتُ : كَيْفَ تَفْعَلَانِ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : هُوَ وَٱللهِ خَيْرٌ ، فَلَمْ أَزَلْ أُرَاجِعُهُ حَتَّى شَرَحَ ٱللهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ ٱللهُ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ ، فَقُمْتُ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الرِّقَاعِ وَالْأَكْتَافِ وَالْعُسُبِ ، وَصُدُورِ الرِّجالِ ، حَتَّى وَجَدْتُ مِنْ سُورَةِ التَّوْبَةِ آيَتَيْنِ مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصارِيِّ لَمْ أَجِدْهُما مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ : «لَقَدْ جاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ ما عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ» . إِلَى آخِرِهِما .

وَكانَتِ الصُّحُفُ الَّتِي جُمِعَ فِيهَا الْقُرْآنُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حَتَّى تَوَفَّاهُ ٱللهُ ، ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَتَّى تَوَفَّاهُ ٱللهُ ، ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ

تَابَعَهُ عُثْمانُ بْنُ عُمَرَ ، وَاللَّيْثُ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ . وَقالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خالِدٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، وَقالَ : مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ الْأَنْصارِيِّ . وَقالَ مُوسَى ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ شِهَابٍ : مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ . وَتَابَعَهُ يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ أَبِيهِ . وَقالَ أَبُو ثَابِتٍ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ وَقالَ : مَعَ خُزَيْمَةَ ، أَوْ أَبِي خُزَيْمَةَ .

[٤٧٠١ ، ٤٧٠٣ ، ٦٧٦٨ ، ٦٩٨٩، وانظر: ٢٦٥٢ ، ٤٧٠٢]

اِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ (٦٦) يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِالنَّاسِ وَاِنِّي اَخْشٰى اَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِي الْمَوَاطِنِ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے کہا کہ یمامہ میں لوگوں کا قتل (اور مسلمانوں کی شہادت) بہت ہوئی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ مختلف مواقع میں قرآن کے قاری شہید ہوں گے تو اس طرح قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہوجائے گا۔

جنگ یمامہ مسیلمہ کذّاب کے خلاف لڑی گئی تھی اور اس میں مسلمانوں کی کافی تعداد شہید ہوئی تھی، بعض میں گیارہ سو، بعض روایات میں چودہ سو کی تعداد بتائی گئی ہے جن میں ستّر قرآن شریف کے قاری تھے (٦٧)

حتّٰى وَجَدْتُّ من سورة التوبة آيتين مع خُزيمة الانصاريِّ، لم اَجِدْهُمَا مع احد غيره

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورۃ توبہ کی دو آیتیں خزیمہ انصاریؓ کے پاس مجھے ملیں جو ان کے علاوہ کسی کے پاس مجھے نہیں ملی تھیں (مراد سورہ توبہ کی آخری دو آیتیں ہیں)

مطلب یہ ہے کہ یہ دو آیتیں لکھی ہوئی ان کے پاس سے ملیں، کسی اور کے پاس لکھی ہوئی نہیں ملیں البتہ یہ آیتیں یاد سب کو تھیں لہٰذا یہ اعتراض کرنا درست نہیں ہوگا کہ قرآن تو متواتر ہے اور یہ آیات ایک آدمی سے ملی ہیں، کیونکہ یہاں تلاش مکتوب کی تھی عام طور سے لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ نفس مکتوب کی تلاش تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہیں اس مکتوب کی تلاش تھی جو نزول آیت کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت کے ذریعے محفوظ کیا تھا۔

تابعہ عثمان بن عمر، و اللیث، عن یونس، عن ابن شہاب

یعنی شعیب کی متابعت عثمان بن عمر اور لیث بن سعد نے کی اور "عن یونس عن ابن شہاب" نقل کیا، عثمان کی متابعت امام احمد نے موصولاً نقل کی ہے اور لیث کی متابعت امام بخاریؒ نے فضائل قرآن اور

---

(٦٦) وفی العمدۃ: ١٨/ ٢٨١ "قد استحر: ای اشتد و کثر، علی وزن استفعل من الحر، و ذلک ان المکروہ یضاف الی الحر، والمحبوب یضاف الی البرد، ومنہ المثل: تولی حارھا من تولی قارھا"

(٦٧) عمدۃ القاری: ١٨/ ٢٨١

کتاب التوحید میں موصولاً نقل کی ہے (۶۸)۔

وقال اللیث : حدثنی عبدالرحمان بن خالد، عن ابن شهاب، وقال : مع ابی خزیمة الانصاری

لیث بن سعد نے عبدالرحمٰن بن خالد سے بھی یہ روایت نقل کی ہے اور یونس بن یزید سے بھی لیکن عبدالرحمٰن بن خالد کے طریق میں "خزیمة الانصاری" کے بجائے "ابوخزیمة الانصاری" ہے، لیث بن سعد کی یہ تعلیق ابوالقاسم بَغَوی نے "معجم الصحابہ" میں موصولاً نقل کی ہے (۶۹)۔

وقال موسیٰ عن ابراهیم: حدثنا ابن شهاب: مع ابی خُزیمة

موسیٰ بن اسماعیل نے ابراہیم بن سعد سے یہ روایت نقل کی ہے اور اس میں بھی "خُزَیمَة" کے بجائے "ابی خُزیمة" ہے، یہ تعلیق امام بخاریؒ نے "فضائل قرآن" میں موصولاً نقل کی ہے (۷۰)۔

وتابعه یعقوب بن ابراهیم، عن ابیه

یعنی موسیٰ بن اسماعیل کی متابعت یعقوب بن ابراہیم نے کی ہے، یہ متابعت ابوبکر بن ابی داؤد نے "کتاب المصاحف" میں موصولاً نقل کی ہے (۷۱)

وقال ابوثابت: حدثنا ابراهیم وقال: مع خزیمة او مع ابی خزیمة

ابو ثابت محمد بن عبیداللہ مدنی نے بھی ابراہیم سے یہ روایت نقل کی ہے اور اس میں "خزیمۃ" اور "ابی خزیمۃ" کو شک کے ساتھ ذکر کیا ہے، ابوثابت کی یہ تعلیق امام بخاریؒ نے کتاب الاحکام میں موصولاً نقل کی ہے (۷۲)۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ابراہیم بن سعد سے روایت کرنے والوں میں اختلاف ہے، بعض "مع خزیمۃ" نقل کرتے ہیں اور بعض "مع ابی خزیمۃ" ذکر کرتے ہیں۔

---

(۶۸) عمدة القاری: ۱۸/ ۲۸۲ و فتح الباری: ۸/ ۳۴۵

(۶۹) فتح الباری: ۸/ ۳۴۵ و عمدة القاری: ۱۸/ ۲۸۲

(۷۰) عمدة القاری: ۱۸/ ۲۸۲ و فتح الباری: ۸/ ۳۴۵

(۷۱) عمدة القاری: ۱۸/ ۲۸۲ و فتح الباری: ۸/ ۳۴۵

(۷۲) عمدة القاری: ۱۸/ ۲۸۳ و فتح الباری: ۸/ ۳۴۵

دو صحابی ہیں ایک حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ جو ذوالشہادتین سے مشہور ہیں جن کی گواہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو گواہوں کے برابر قرار دیدی تھی، یہ حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ صفین میں شہید ہوئے ہیں (۷۳)۔

اور دوسرے صحابی حضرت ابوخزیمہ بن اوس بن زیدؓ ہیں، یہ جنگِ بدر میں شریک رہے ہیں اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں ان کی وفات ہوئی ہے (۷۴)۔

سورۃ توبہ کی یہ آخری دو آیات حضرت خزیمہ کے پاس سے ملیں یا ابوخزیمہ کے پاس سے؟ اس سلسلہ میں روایات میں اختلاف ہے، حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ سورۃ توبہ کی مذکورہ آیات حضرت ابو خزیمہ کے پاس سے ملیں اور سورۃ احزاب کی آیت حضرت خزیمہؓ سے ملی (۷۵)۔

جمعِ قرآن کے متعلق تفصیلی بحث فضائل قرآن میں انشاء اللہ آئے گی۔

١٧٠ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ يُونُسَ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ: «فَٱخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ ٱلْأَرْضِ» /٢٤/ : فَنَبَتَ بِالْمَاءِ مِنْ كُلِّ لَوْنٍ . «قَالُوا ٱتَّخَذَ ٱللهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ هُوَ ٱلْغَنِيُّ» /٦٨/ .

وَقَالَ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ : «أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ» /٢/ : مُحَمَّدٌ ﷺ ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ : خَيْرٌ .

يُقَالُ : «تِلْكَ آيَاتُ» /١/ : يَعْنِي هٰذِهِ أَعْلَامُ الْقُرْآنِ ، وَمِثْلُهُ : «حَتَّى إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ» /٢٢/ : الْمَعْنَى بِكُمْ . «دَعْوَاهُمْ» /١٠/ : دُعَاؤُهُمْ . «أُحِيطَ بِهِمْ» /٢٢/ : دَنَوْا مِنَ الْهَلَكَةِ . «أَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ» /البقرة: ٨١/ . «فَأَتْبَعَهُمْ» /٩٠/ : وَاتَّبَعَهُمْ وَاحِدٌ . «عَدْوًا» /٩٠/ : مِنَ الْعُدْوَانِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «وَلَوْ يُعَجِّلُ ٱللهُ لِلنَّاسِ ٱلشَّرَّ ٱسْتِعْجَالَهُمْ بِٱلْخَيْرِ» قَوْلُ الْإِنْسَانِ لِوَلَدِهِ وَمَالِهِ إِذَا غَضِبَ : اللَّهُمَّ لَا تُبَارِكْ فِيهِ وَالْعَنْهُ «لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ» /١١/ : لَأُهْلِكَ مَنْ دُعِيَ عَلَيْهِ

(۷۳) دیکھیے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ۱/۴۲۶ رقم الترجمۃ: ۲۲۵۲

(۷۴) عمدۃ القاری: ۱۸/۲۸۲

(۷۵) فتح الباری: ۸/۳۴۵

وَالْأَمَانَةُ . «لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى» مِثْلُهَا حُسْنَى «وَزِيَادَةٌ» /۲٦/ : مَغْفِرَةٌ . «الْكِبْرِيَاءُ» /۷۸/ : الْمُلْكُ .

سورۃ یونس

وقال ابن عباس: فَاخْتَلَطَ: فَنَبَتَ بِالماء من كُلِّ لَوْنٍ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ" فَاخْتَلَطَ کی تفسیر کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پانی کے ذریعہ مختلف انواع کے پھول اور گھاس پیدا فرمائے، یہ تعلیق ابن جریر نے موصولاً نقل کی ہے (۷٦)

قالوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ هُوَ الْغَنِيُّ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی آیت تو ذکر کی لیکن آگے کچھ ذکر نہیں کیا، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ توحید کے متعلق کوئی روایت نقل کرنا چاہتے تھے لیکن انہیں موقع نہیں ملا اور بیاض رہ گئی (۷۷)۔

وقال زید بن اسلم: اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ: مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم، وقال مجاهد: خَيْرٌ

آیت کریمہ میں ہے "اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ" "کیا ان (مکہ کے) لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو (احکامِ خداوندی کی خلاف ورزی کرنے پر) ڈرائے اور جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنائے کہ ان کے رب کے پاس (پہنچ کر) ان کو پورا مرتبہ ملے گا، کافر کہنے لگے کہ (نعوذباللہ) یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے۔"

یہاں "قَدَمَ صِدْقٍ" سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یہ تفسیر زید بن اسلم کی ہے اور

---

(۷٦) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۸۴

(۷۷) فتح الباری: ۸/ ۳۳٦

مجاہد نے فرمایا "قَدَمَ صِدْقٍ" سے مراد خیر ہے، زید بن اسلم کی تعلیق ابن جریر نے موصولاً نقل کی ہے (۷۸) اور مجاہد کی تعلیق کو فریابی نے موصولاً نقل کیا ہے (۷۹) ابن جریر نے مجاہدؒ کے قول کو راجح قرار دیا ہے (۸۰) علامہ زمخشری نے فرمایا کہ "قدم صدق" سے مراد فضیلت ہے (۸۱)۔

یقال: تِلكَ آيَاتٌ: يعنى هَذِهِ اَعْلَامُ القرآن

آیت میں ہے "الٓرٰ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ" یہاں بظاہر اشکال ہوتا ہے کہ "تلک" کیوں استعمال کیا گیا اس لئے کہ یہ تو بعید کے لئے استعمال ہوتا ہے اور آیات قریب ہیں، اس کے متعلق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ تلک "ھذہ" کے معنی میں ہے اور آیات اعلام کے معنی میں ہیں اور الکتاب سے قرآن حکیم مراد ہے۔ رہا سوال کہ بعید کا صیغہ قریب کے لئے کیوں استعمال کیا گیا، اس کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ بعض اوقات بعد رتبی کو بعد مکانی کے درجے میں اتار لیا جاتا ہے اور پھر بعد مکانی کے لئے جو صیغہ استعمال کیا جاتا ہے وہ قریب کے لئے استعمال کرلیا جاتا ہے، اسی طرح یہاں بھی ہوا ہے کہ یہ آیات اگرچہ مکاناً قریب ہیں مگر رتبہ اور مقام کے اعتبار سے یہ بعید ہیں، ان کا رتبہ بہت بلند اور اونچا ہے، آگے امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اس آیت میں بھی ہوا ہے (۸۲) "حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ" اس آیت میں "بھم" "بکم" کے معنی میں ہے کیونکہ "اِذَا كُنْتُمْ" میں صیغۂ خطاب ہے، آگے پھر غائب کی ضمیر لے آئے، اھلِ معانی کے ہاں اس طرح کے تصرفات کلام میں درست ہیں ان کو اِلتفات کہا جاتا ہے اور کسی خاص نکتہ کے پیش نظر اس قسم کے تصرفات کلام میں کئے جاتے ہیں۔

اُحِيطَ بِهِمْ: دَنَوْا مِنَ الْهَلَكَةِ، اَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ

آیت کریمہ میں ہے "وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ اُحِيطَ بِهِمْ" "اور ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ (بری طرح) وہ گھر

---

(۷۸) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۸۳

(۷۹) فتح الباری: ۸/ ۳۴۶

(۸۰) فتح الباری: ۸/ ۳۴۶ و عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۸۳

(۸۱) وفی الکشاف: ۲/ ۳۲۷ "ای سابقۃ وفضلا ومنزلۃ رفیعۃ"

(۸۲) وفی لامع الدراری: ۹/ ۱۰۲ "ومثلہ فی وضع اللفظۃ موضع اخری قولہ تعالی: "حتی اذاکنتم"، فالتشبیہ انما ھو فی وضع الکلمۃ مقام اخری وفی العمدۃ: ۱۸/ ۲۸۴ "وجہ المماثلۃ بینھما ھو انّ "تلک" بمعنی "ھذہ" فکذلک قولہ: بھم، بمعنی بکم، حیث صُرِف الکلام عن الخطاب الی الغیبۃ، کما ان فی الاول صرف اسم الاشارۃ عن الغائب الی الحاضر"

گئے " ابوعبیدہ" احیط بھم کی تفسیر دنوامن الھلکۃ سے کرتے ہیں یعنی ہلاکت و بربادی کے قریب آگئے، جیسے کہ ایک اور آیت کریمہ میں ہے "بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ" اس میں احاطت بہ خطیئتہ کے معنی ہیں گناہوں نے اس کو سب طرف سے گھیر لیا،

دُنُوْا: کو بضم الدال مجہول پڑھنا بھی درست ہے جو اصل میں دنیوا تھا، یا کا ضمہ نقل کر کے ماقبل نون کو دے دیا اور اجتماع ساکنین کی وجہ سے یا کو حذف کیا۔

فَاَتْبَعَهُمْ وَاتَّبَعَهُمْ واحد

آیت کریمہ میں ہے "وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا" "اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا اور فرعون اور اس کے لشکر نے ان کا پیچھا کیا شرارت اور ظلم کے ارادہ سے" فرماتے ہیں کہ آیت میں اِتَّبَعَهُمْ (بکسر الھمزۃ و تشدید التاء) از باب افتعال جو حضرت حسن بصریؒ کی قراءت ہے اور اَتْبَعَھم (بفتح الھمزۃ و سکون التاء) جو معروف قراءت جمہور کی ہے، دونوں کے معنی ایک ہیں۔

وقال مجاھد: يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ

مجاہدؒ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد غصہ کے وقت آدمی کا اپنی اولاد اور اپنے مال کے متعلق یہ کہنا ہے کہ اے اللہ! اس میں برکت نہ فرما اور اسے اپنی رحمت سے دور کر دے تو اس طرح انسان اس کے لئے شر کو طلب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر وہ انسان کو شر اور نقصان اس کی بددعاؤں کی وجہ سے اتنی جلد پہنچا دے جتنی جلد کہ وہ بھلائی پہونچنے کی خواہش رکھتے ہیں تو ان کی عمر ختم کر دی جائے (اور اللہ تعالیٰ اولاد کو بھی ہلاک کر دیں اور مال کو بھی جس کے لئے بددعا کی گئی ہے) لیکن انسان اس طرح بددعائیں کرتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم کی وجہ سے انسان کی ان بددعاؤں کو قبول نہیں فرماتے اس طرح اس کی اولاد اور مال کو باقی اور برقرار رکھتے ہیں۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى: مِثْلُهَا حُسْنٰى، وَزِيَادَةٌ: مَغْفِرَةٌ وَرِضْوَانٌ، وقال غیرہ: النَّظَرُ اِلٰى وَجْهِهٖ

آیت میں ہے "لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ" یعنی ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اچھے اعمال کئے جو اجر ہوگا وہ اس حسنیٰ مثل بہترین اور اچھا ہوگا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "مِثْلُهَا" کے بعد پھر "حُسْنٰى" کا اضافہ کیا ہے حالانکہ "حُسْنٰى" کی تفسیر "مثلها" سے ہوگئی تھی تو یہ اضافہ اس بات کو بتلانے کے لئے ہے کہ آیت میں "وزیادة" کا عطف "الحُسْنٰى" پر ہے (۸۳) اور اس "زِیادة" کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ حسنیٰ کے ساتھ مغفرت عطا ہوگی اور اللہ کی رضامندی نصیب ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ اس سے جنت عدن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی زیارت اور رؤیت مراد ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے تضعیف اجر مراد ہے اور بھی اقوال ہیں "وقال غیرہ" کی ضمیر مجاہدؒ کی طرف راجع ہے مجاہد کے غیر سے مراد حضرت قتادہؒ ہیں (۸۴)۔

۱۷۱ – باب : «وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدْوًا حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ» /۹۰/ .

«نُنَجِّيكَ» /۹۲/ : نُلْقِيكَ عَلَى نَجْوَةٍ مِنَ الْأَرْضِ ، وَهُوَ النَّشَزُ : الْمَكَانُ الْمُرْتَفِعُ .

۴۴۰۳ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ ، وَالْيَهُودُ تَصُومُ عَاشُورَاءَ ، فَقَالُوا : هٰذَا يَوْمٌ ظَهَرَ فِيهِ مُوسَى عَلَى فِرْعَوْنَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأَصْحَابِهِ : (أَنْتُمْ أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْهُمْ ، فَصُومُوا) . [ر : ۱۹۰۰]

کیا فرعون کا ایمان لانا معتبر تھا؟

فرعون کا ایمان لانا معتبر ہے یا نہیں، ابوبکر باقلانیؒ، بعض حنابلہ، صوفیاء میں شیخ اکبرؒ، ملا جامی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ فرعون کا یہ ایمان لانا معتبر ہے، شیخ اکبر نے "فتوحات" میں اس پر بڑی تفصیلی بحث کی ہے اور فرعون کو مومن اور اس کی موت کو شہادت ثابت کرنے کی

(۸۳) وفی اللامع: ۹/ ۱۰۳ فقوله: حسنی بعد قوله: مثلها اما بیان للضمیر المجرور او تمییز عن نسبة المثل الی ضمیره"

(۸۴) عمدة القاری: ۸/ ۲۸۵

کوشش کی ہے (۸۵)۔

اس پر علماء نے ان کے خلاف لکھا اور ان پر سخت اعتراضات کئے بعض لوگوں نے ان کی حمایت بھی کی، علامہ جلال دوانی نے شیخ اکبر کی تائید میں اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بھی لکھا (۸۶)۔

لیکن فرعون کے ایمان کا قول تمام نصوص اور آیات کے ظاہر کے خلاف ہے، فرعون حالت غرغرہ میں ایمان لایا تھا اور ایسی حالت میں ایمان لانا معتبر نہیں ہے، قرآن کی کئی آیات میں اس کی تصریح ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے "وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ" النساء/۱۸

ایک دوسری آیت ہے "فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ، فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا (المؤمن/۸۴و ۸۵) "

اسی طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ہے "إِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ توبة العبد مالم يُغَرْغِرْ" (۸۷)

اس کے علاوہ قرآن مجید نے اس موقع پر بھی فرعون سے خطاب کر کے ارشاد فرمایا "آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ مِنْ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ "

یہ تمام نصوص اس بات پر صراحتاً دلالت کررہی ہیں کہ فرعون کا ایمان معتبر نہیں ہے اور یہی محققین اور جمہور امت کا قول ہے۔

علامہ محمد بن عبدالرسول برزنجی اپنی مجلس میں علانیہ فرعون کے ایمان کا ذکر فرمایا کرتے تھے، علامہ حسن بن احمد باختر نے ان سے ملاقات کی اور کہا کہ آپ فرعون کے مومن ہونے کی بات کرتے ہیں، یہ مناسب نہیں ہے، دلائل اس کے ایمان کی تردید کررہے ہیں لیکن علامہ برزنجی قائل نہیں ہوئے، ایک دن جب یہ آئے تو علامہ حسن باختر نے کہا "السلام علیک یا اخا فرعون ! یہ سن کر وہ بہت کبیدہ خاطر اور غمگین ہوئے اور لوگوں سے جاکر کہنے لگے کہ حسن باختر نے مجھے "اخو فرعون" کہا ہے، لوگوں کو بھی بڑا تعجب ہوا کہ اتنے بڑے آدمی نے ایسی زیادتی کیوں کی، لوگ علامہ باختر کے پاس آئے اور ان سے اس سلسلہ میں پوچھا تو انہوں نے کہا اس میں زیادتی کی کیا بات ہے وہ کہتے ہیں فرعون مومن تھا اور قرآن مجید نے کہا

---

(۸۵) دیکھیے روح المعانی، الجزء العاشر: ۱۸۵-۱۸۶

(۸۶) وقد انتصر له بعض الناس، ومنهم فی المشهور الجلال الدوانی، وله رسالة فی ذلک اتی فیها بما لا یعد شیئا عند أصاغر الطلبة، لکن فی تاریخ حلب للفاضل الحلبی.... انها لیست للجلال، وانما هی لرجل یسمی محمد بن هلال النحوی القزوینی، وشنع علیه، وقال: انما مثله مثل رجل بال فی زمزم لیشتهر بین الناس، وفی المثل، خَالِفْ تُعْرَفْ (وانظر روح المعانی: ۱۰/ ۱۸۷-۱۸۶)

(۸۷) سنن الترمذی: کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبة والاستغفار، رقم الحدیث: ۳۵۳۷

ہے "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ" یہ سن کر سب خاموش ہوگئے (۸۸)۔

یہ بات تو اپنی جگہ بے غبار ہے کہ فرعون کا ایمان معتبر نہیں اور وہ بروقت ایمان نہیں لایا، شرحِ مواقف میں یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ فرعون کا ایمان نہ لانا درحقیقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے حامیوں کے حق میں بددعا کی تھی "وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ" اعتراض یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام تو دعوہ الی الایمان کے لئے بھیجے گئے تھے، پھر انہوں نے یہ دعا کیوں کہ یہ تو رِضابالکفر ہے اور رِضا بالکفر خود کفر ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر نبی ہیں، انبیاء کے معصوم ہونے پر اجماعِ اُمت ہے۔

حسن چلپی نے حاشیہ شرح مواقف میں اس اعتراض کا جواب دیا کہ رضابالکفر علی وجہ الاستحسان ہو تو کفر ہے، علی وجہ الاستقباح کفر نہیں ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بدعا بھی اسی قبیل سے تھی، یہ دعا اس لئے تھی کہ فرعون کا ظلم، عدوان اور سرکشی حد سے بڑھی ہوئی تھی (۸۹)۔

نُنَجِّیْکَ: نُلْقِیْکَ عَلٰی نَجْوَۃٍ مِنَ الْاَرْضِ، وَهُوَ النَّشَزُ: الْمَکَانُ الْمُرْتَفِعُ

آیت میں ہے "فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لِتَکُوْنَ لِمَنْ خَلْفَکَ آیَۃً" بنی اسرائیل کو شبہ تھا کہ فرعون مرا بھی یا نہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کی لاش کو سمندر میں سے اچھال کر زمین کے ایک اونچے ٹیلے پر پہنچا دیا، وہاں وہ مرا ہوا پڑا تھا، ناک ٹیڑھی ہوگئی تھی اور منہ کی ہیئت اور شکل بگڑ کر مسخ ہوگئی تھی، بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ فرعون اپنے انجام کو پہنچ گیا ہے تو پھر انہیں اطمینان ہوا۔ نجوۃ کے معنی بیان کئے: اونچی جگہ، ٹیلہ، اسی کو "نشز" بھی کہتے ہیں پھر "نَشَزٌ" کی تفسیر "المکان المرتفع" سے کی۔

مشہور یہ ہے کہ فرعون کی لاش آج تک قاہرہ کے عجائب گھر میں محفوظ ہے مگر یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ وہی فرعون ہے جس کا مقابلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا تھا یا کوئی دوسرا فرعون ہے کیونکہ لفظ فرعون کسی ایک شخص کا نام نہیں، اس زمانہ میں مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون کا نام دیا جاتا تھا۔

---

(۸۸) محمد بن عبدالرسول: له علم بالتفسیر والادب، من فقهاء الشافعیة ولد، وتعلم بشهر زور، واستقر فی المدینة، وتوفی بها سنة: ۱۱۰۳ (وانظر الاعلام للزرکلی: ۶/۲۰۳ ـ ۲۰۴)، والبرزنجی: منسوب الی برزنج مدینة من نواحی اران بینها وبین برذعة ثمانیة عشر فرسخا۔ (وانظر تعلیقات الانساب: ۱/۳۱۸)

(۸۹) وفی حاشیة برخوردار: "... والاصح انه لایکفر بالرضا بکفر الغیر، ان کان لایحب الکفر، ولایستحسنه" (وانظر حاشیة برخوردار علی هامش النبراس: ۲۶۸)

مگر کچھ عجب نہیں کہ قدرت نے جس طرح غرق شدہ لاش کو عبرت کے لئے کنارہ پر ڈال دیا تھا اسی طرح آئندہ نسلوں کی عبرت کے لئے اس کو گلنے سڑنے سے بھی محفوظ رکھا ہو اور اب تک موجود ہو (۹۰)۔

اس فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان لکھا ہے (۹۱)۔

۱۷۲ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ هُودِ .

قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «عَصِيبٌ» /۷۷/ : شديد . «لَا جَرَمَ» /۲۲/ : بَلَى .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «وَحاقَ» /۸/ : نَزَلَ ، «يَحِيقُ» /فاطر: ۴۳/ : يَنْزِلُ . «يَئُوسٌ» /۹/ : فَعُولٌ مِنْ يَئِسْتُ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «تَبْتَئِسْ» /۳٦/ : تَحزَنْ . «يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ» شَكٌّ وَٱمْتِرَاءٌ في الحَقِّ «لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ» /۵/ : مِنَ ٱللهِ إِنِ ٱسْتَطَاعُوا .

وَقَالَ أَبُو مَيْسَرَةَ : الْأَوَّاهُ الرَّحِيمُ بِالحَبَشِيَّةِ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «بَادِيَ الرَّأْيِ» /۲۷/ : ما ظَهَرَ لَنَا .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «الجُودِيِّ» /٤٤/ : جَبَلٌ بِالجَزِيرَةِ .

وَقَالَ الحَسَنُ : «إِنَّكَ لَأَنْتَ الحَلِيمُ» /۸۷/ : يَسْتَهْزِئُونَ بِهِ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «أَقْلِعِي» /٤٤/ : أَمْسِكِي . «وَفارَ التَّنُّورُ» /٤٠/ : نَبَعَ المَاءُ ، وَقَالَ عِكْرِمَةُ : وَجْهُ الْأَرْضِ .

---

(۹۰) دیکھئے معارف القرآن: ۴/ ۵٦٤

(۹۱) عمدة القاری: ۱۸/ ۲۸۵

سورۃ هود (*)

عَصِيبٌ: شَدِيدٌ

آیت کریمہ میں ہے "وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ" "آج کا دن سخت ہے بھاری ہے" حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ عصیب کے معنی ہیں شدید یعنی سخت۔

لَا جَرَمَ: بَلَىٰ

آیت میں ہے "لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ" حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "لاجرم" بمعنی "بلیٰ" ہے یعنی کیوں نہیں، ضرور (۱)

وقال غیرہ: وَحَاقَ: نزل، يَحِيقُ: ينزل

آیت کریمہ میں ہے "وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ" اور جس چیز کے ساتھ یہ لوگ استہزاء کر رہے تھے وہ ان کو گھیر لے گا یعنی ان پر اتر پڑے گا، عکرمہ کے غیر یعنی ابوعبیدہؒ نے کہا حاق بمعنی نزل ہے یعنی اتر پڑا یحیق: اترتا ہے، یہ لفظ سورۃ فاطر میں ہے "وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ" اور بری تدبیروں کا وبال ان تدبیر والوں ہی پر پڑتا ہے۔

(*) یہاں بخاری کے نسخوں میں الفاظ کی تحقیق کی ترتیب میں اختلاف ہے، ہم نے اپنے متن کے نسخے کی ترتیب کے مطابق الفاظ کی تحقیق کی ہے۔

(۱) وفی العمدة : ۱۸ / ۲۸۷ "لا جرم: کلمة کانت فی الاصل بمنزلة لابد، لا محالة، فجرت علی ذلک و کثرت حتی تحولت الی معنی القسم و صارت بمنزلة حقا، فلذلک یجاب عنه باللام، کما یجاب بها عن القسم، الاتراهم یقولون : لاجرم لآتینک، ویقال : جرم فعل عند البصریین، واسم عند الکوفیین، فاذا کان اسما یکون بمعنی حقا، ومعنی الآیة : حقا انهم فی الآخرة هم الاخسرون، وعلی قول البصریین لا رد لقول الکفار، وجرم معناه عندهم : کسب ای کسب کفرهم الخسارة فی الآخرة" وفی المفردات للراغب : ۹۲ "ومعنی جرم : کسب او جنی.... وقیل جرم و جرم بمعنی لکن خص بهذا الموضع جرم، کما خص عمر بالقسم وان کان عمر و عمر بمعنی.... وقد قیل فی ذلک اقوال اکثرها لیس بمرتضی عند التحقیق.... لا جرم قیل : ان "لا" یتناول محذوفا، نحو لا فی قوله : "لا اقسم"

یَؤُوْسٌ: فعول من یَئِسْتُ

آیت کریمہ میں ہے "لَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَیَؤُوْسٌ كَفُوْرٌ" "اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھا کر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ ناامید اور ناشکرا ہوجاتا ہے" فرماتے ہیں کہ آیت میں یَؤُوْسٌ فعول کے وزن پر ہے اور یئستُ سے ماخوذ ہے بمعنی ناامید ہونا۔

وقال مجاھد: تَبْتَئِسْ: تحزن

آیت کریمہ میں ہے "فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ" "پھر تم کچھ غم نہ کرو جو کچھ وہ کررہے ہیں" مجاہد نے بیان کیا کہ آیت میں تَبْتَئِسْ کے معنی ہیں تَحْزَنْ، لَا تَبْتَئِسْ ای لَا تَحْزَنْ: غم نہ کر۔

وقال ابو میسرۃ: اَلْاَوَّاهُ: اَلرَّحِیْمُ بِالْحَبَشِیَّةِ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ" ابو میسرہ عمرو بن شرحبیل فرماتے ہیں کہ "اَوَّاہ" حبشی زبان میں مہربان اور رحم دل کو کہتے ہیں۔

وقال ابن عباس: بَادِیَ الرَّاْیِ: مَا ظَهَرَ لَنَا

آیت کریمہ میں ہے "هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ" "وہ لوگ ہم سے رذیل ہیں سرسری نظر میں" حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ بَادِیَ الرَّاْیِ کے معنی ہیں "مَا ظهر لنا" جو ہمارے سامنے بالکل ظاہر ہے، عیاں ہے۔

وقال مجاھد: اَلْجُوْدِیُّ: جَبَلٌ بِالْجَزِیْرَةِ

آیت کریمہ میں ہے وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِیِّ "اور کشتی جودی پہاڑ پر آٹھہری" مجاہد فرماتے ہیں کہ جودی جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے (جو ملک شام میں مَوصِل کے قریب دَجلہ و فُرات کے درمیان ہے)۔

وقال الحسن: اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ: یَسْتَهْزِئُوْنَ بِهٖ

"اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ" حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کفار بطور استہزاء یہ جملہ حضرت

شعیب علیہ السلام سے کہا کرتے تھے۔

وقال ابن عباس: اَقْلِعِیْ: اَمْسِکِیْ

آیت کریمہ میں ہے "وَقِیْلَ یٰاَرْضُ ابْلَعِیْ مَاءَکِ وَیٰسَمَاءُ اَقْلِعِیْ" "اور حکم ہوگیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان (برسنے سے) تھم جا" حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اقلعی کے معنی ہیں رک جا، تھم جا۔

وَفَارَ التَّنُّوْرُ: نَبَعَ الْمَاءُ، قال عکرمة: وَجْهُ الْاَرْضِ

"حَتّٰی اِذَا جَاءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ" فرماتے ہیں کہ فَارَ التَّنُّوْرُ کے معنی ہیں پانی کا ابلنا، عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ تنور سے سطح زمین مراد ہے یعنی سطح زمین سے پانی ابلنا شروع ہوا۔

بعض حضرات نے یہاں تنور سے معروف معنی مراد لئے ہیں اور کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا تنور مقام "عین وَرْدَہ" ملک شام میں تھا، وہ مراد ہے اس سے پانی نکلنے لگا (۲)۔

بعض نے کہا حضرت آدم علیہ السلام کا اصل تنور کوفہ میں تھا، وہ مراد ہے (۳) اور بھی اقوال ہیں۔

۱۷۳ – باب: «أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ» /٥/.

٤٤٠٤/٤٤٠٦: حدّثنا الحَسَنُ بْنُ محمَّدِ بْنِ صَبَّاحٍ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قالَ: قالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أخبرَنِي محمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ: أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ: «أَلَا إِنَّهُمْ تَثْنَوْنِي صُدُورُهُمْ». قالَ: سَأَلْتُهُ عَنْهَا. فَقَالَ: أُنَاسٌ كانُوا يَسْتَحْيُونَ أَنْ يَتَخَلَّوْا فَيُفْضُوا إِلَى السَّماءِ، وَأَنْ يُجَامِعُوا نِسَاءَهُمْ فَيُفْضُوا إِلَى السَّماءِ، فَنَزَلَ ذٰلِكَ فِيهِمْ.

---

(۲) عمدۃ القاری: ۱۸/۲۸۹

(۳) عمدۃ القاری: ۱۸/۲۸۸

(۴۴۰۴) اخرجہ البخاری فی کتاب التفسیر، باب "الا انہم یثنون صدورھم" رقم الحدیث: ۴۴۰۴، ۴۴۰۵، ۴۴۰۶، وھذا الحدیث لم یخرجہ احد من اصحاب الستۃ سوی البخاری

(٤٤٠٥) : حدّثني إبراهيم بن موسى : أخبرنا هشام ، عن ابن جريج . وأخبرني محمّد ابن عبّاد بن جعفر : أنّ ابن عبّاس قرأ : «ألا إنّهم تثنوني صدورهم» . قلت : يا أبا العبّاس ما تثنوني صدورهم ؟ قال : كان الرّجل يجامع امرأته فيستحي ، أو يتخلّى فيستحي ، فنزلت : «ألا إنّهم تثنوني صدورهم» .

(٤٤٠٦) : حدّثنا الحميديّ : حدّثنا سفيان : حدّثنا عمرو قال : قرأ ابن عبّاس : «ألا إنّهم يثنون صدورهم ليستخفوا منه ألا حين يستغشون ثيابهم» . وقال غيره : عن ابن عبّاس : «يستغشون» يغطّون رؤوسهم .

«سيء بهم» ساء ظنّه بقومه «وضاق بهم» /۷۷/ : بأضيافه . «بقطع من اللّيل» /۸۱/ : بسواد . وقال مجاهد : «أنيب» /۸۸/ : أرجع .

اس آیت کریمہ کی مختلف شان نزول بیان کی گئی ہیں، یہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ میں سے بعض حضرات پر حیا کا اس قدر غلبہ ہوا کہ استنجاء یا جماع وغیرہ ضروریاتِ بشری کے وقت بدن کے کسی حصہ کو برہنہ کرنے سے شرماتے تھے کہ اللہ جل شانہ ان کو دیکھ رہا ہے جس کی وجہ سے وہ جھکے جاتے اور شرمگاہ کو چھپانے کے لئے سینہ کو دہرا کئے دیتے تھے اور اوپر سے چادر یا کپڑا ڈال لیتے تاکہ اللہ کے سامنے کشفِ عورت نہ ہونے پائے، اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے تکلفات کو اختیار کرنے سے منع فرمایا چنانچہ آیت میں ارشاد ہے۔

"سن لو! وہ لوگ اپنے سینوں کو دہرا کئے دیتے ہیں (اور اوپر سے کپڑا ڈالتے ہیں) تاکہ اللہ سے چھپ جائیں، سن لو! جب یہ کپڑوں سے اپنے آپ کو ڈھانپتے ہیں اللہ ان کے چھپے کو بھی جانتا ہے اور کھلے کو بھی، وہ تو ان رازوں سے بھی واقف ہے جو دلوں کے اندر ہیں۔"

مطلب یہ ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ سے کسی وقت اور کسی حال میں بھی نہیں چھپ سکتا تو پھر ضروریاتِ بشریہ کے متعلق اس قدر غلو اور اس طرح تکلفات سے کام لینا درست نہیں ہے۔

اس تفسیر کے مطابق تو یہ آیت مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن دوسرے بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت کفار اور مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، کفار اور مشرکین کا رویہ یہ تھا کہ وہ آپ ﷺ کی کسی بات کو سننے کے لئے تیار نہ تھے، جب آپ کو دور سے آتے دیکھتے تو سینے کا رخ پھیر لیتے یا کپڑے کی اوٹ میں منہ چھپا لیتے یا تمسخر کے طور پر اپنے سروں اور سینوں کو نیچے جھکا لیتے، اسی

طرح مسلمانوں کے خلاف کفار جب منصوبے بناتے تو جھک کر اور سینوں کو کپڑے میں لپیٹ کر باتیں کرتے تاکہ کہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو علم نہ ہوجائے، اللہ جل شانہ نے آیت کریمہ نازل فرمائی کہ اللہ جل شانہ ان کی سب حرکتوں کو جانتے ہیں حتّٰی کہ ان کے دل کے بھیدوں اور پوشیدہ باتوں سے بھی بخوبی واقف ہیں۔

چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُمْ" کے بعد "شَکٌّ وَامْتِرَاءٌ فِی الْحَقِّ" کا اضافہ کر کے اسی دوسری شانِ نزول کی طرف اشارہ کیا ہے۔ "شک وامتراء" "یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُمْ" کی تفسیر نہیں بلکہ کفار و مشرکین کے اس فعل کے لیے بطورِ علت بیان کیا ہے کہ یہ لوگ اس طرح کی جو حرکتیں کرتے ہیں یہ حق میں شکٌ وَامْتِرَاء کی وجہ سے کرتے ہیں۔

"یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُمْ" وہ اپنے سینوں کو دہرا کئے دیتے ہیں، موڑ دیتے ہیں۔

ثَنیَ الشَّیْئَ: ثنیا: موڑنا، لپیٹنا، باب ضرب سے ہے، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں فرمایا کہ "یثنون صدورھم" یا تو یہ اعراض عن الحق سے کنایہ ہے یعنی وہ مشرکین حق سے منہ پھیرتے ہیں، اعراض کرتے ہیں اور یا اس سے مجازاً اخفاء اور چھپانے کے معنی مراد ہیں یعنی وہ کافر کفریہ باتوں کو اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں اور یا اس سے حقیقی معنی مراد ہیں کہ جب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتے ہیں تو مڑ جاتے ہیں (۴)۔ ان تینوں احتمالات کی صورت میں آیت کا تعلق کفار اور مشرکین کے واقعہ سے ہے اور اسی کو علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے راجح قرار دیا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں "والذی یقتضیہ السیاق، ویستدعیہ ربط الآیات، کون الآیۃ فی المشرکین" (۵)

کَانُوْا یَسْتَحْیُوْنَ اَنْ یَّتَخَلَّوْا فَیُفْضُوْا اِلَی السَّمَاءِ

(یَتَخَلَّوْا) یَقْضُوْا حاجۃ فی الخلاء، وھم عراۃ (فَیُفْضُوْا) فتظھر عورتھم فی الفضاء، لیس بینھا وبین السماء حاجز یعنی وہ شرماتے تھے اس بات سے کہ قضائے حاجت کریں پس کھلی فضا اور آسمان کی طرف اپنا ستر کھولیں۔

سِیْئَ بِھِمْ: سَاءَ ظَنُّہٗ بِقَوْمِہٖ وَضَاقَ بِھِم: بِاَضْیَافِہٖ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْئَ بِھِمْ وَضَاقَ بِھِمْ ذَرْعًا" "اور جب ہمارے

(۴) دیکھیے روح المعانی: ۱۱/۲۰۹ (۵) روح المعانی: ۱۱/۲۱۰

بھیجے ہوئے (فرشتے) لوط (علیہ السلام) کے پاس آئے تو لوطؑ اُن کے آنے کی وجہ سے مغموم ہوئے اور ان کے آنے کے سبب بہت تنگدل ہوئے" (اپنی قوم کی نامعقول حرکت کا خیال کر کے)۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں سِیْئَ بِھِم کے معنی ہیں سَاءَ ظَنُّہٗ بِقَوْمِہٖ یعنی حضرت لوطؑ اپنی قوم سے بدگمان ہوئے اور ان مہمانوں کی (آمد کی) وجہ سے بہت تنگدل ہوئے، یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ کی ہے۔

بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ: بِسَوَادٍ

آیت کریمہ میں ہے "فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ" "پس آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر (یہاں سے باہر) چلے جائیں اور تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھے" فرماتے ہیں کہ آیت میں بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ سے مراد رات کی سیاہی ہے یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے۔

وقال مجاھد: اُنِیْبُ: اَرْجِعُ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ" "اور مجھ کو جو کچھ توفیق ہوجاتی ہے، صرف اللہ ہی کی مدد سے ہے، اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں" مجاہد نے بیان کیا کہ آیت میں انیب بمعنی ارجع ہے یعنی میں رجوع کرتا ہوں۔

۱۷٤ - باب: قَوْلِهِ: «وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ» /۷/.

٤٤٠٧: حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: (قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ،

(۴۴۰۷) واخرجہ فی کتاب النفقات، باب فضل النفقۃ علی الاھل، رقم الحدیث: ۵۳۵۲، (مع الفتح) وفی التوحید، باب لما خلقت بیدی: ۷۴۱۱، (مع الفتح)، وباب، وکان عرشہ علی الماء: ۷۴۱۹، (مع الفتح) وباب، ویریدون ان یبدلوا... رقم الحدیث: ۷۴۹۶، (مع الفتح)، واخرجہ مسلم فی زکاۃ، باب الحث علی النفقۃ وتبشیر المنفق بالخلف، رقم الحدیث: ۹۹۳، واخرجہ النسائی فی السنن الکبریٰ فی التفسیر، باب وکان عرشہ علی الماء، رقم الحدیث: ۱۱۲۳۹

وَقَالَ : يَدُ اللهِ مَلْأَى لَا تَغِيضُهَا نَفَقَةٌ ، سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ . وَقَالَ : أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَدِهِ ، وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ ، وَبِيَدِهِ الْمِيزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ) .
[۷۵۰۷ ، ۶۸۶۳ ، ۳۷۶۳ ، ۷۶۰۵]

انفق، انفق علیک

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں تو خرچ کر تو میں بھی تم پر خرچ کروں گا، مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا عوض اور بدل عطا فرماتے ہیں۔

یَدُ اللّٰہِ مَلْأَیٰ، لَا تَغِیضُہَا نَفَقَۃٌ سَحَّاءُ اللَّیْلِ وَالنَّہَارِ

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرپور ہے ، رات دن کا مسلسل خرچ اس میں کمی اور نقصان واقع نہیں کرسکتا۔ غَاضَ ،یَغِیْضُ ، غَیْضاً : کم ہونا، کم کرنا، لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے (۹) سَحَّاء : مسلسل بہنے والا، (۱۰) یہ نَفَقَۃٌ کی صفت ہے ، اللیل والنہار ظرف ہیں۔

آگے فرمایا، تمہارا کیا خیال ہے ، اللہ تعالیٰ نے جب سے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا اس وقت سے اب تک کتنا خرچ کیا ہوگا لیکن اس مسلسل اور بے حساب خرچ نے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں جو کچھ ہے اسے کم نہیں کیا۔

وکان عرشہ علی الماء

اور اللہ کا عرش پانی پر ہے ، یعنی اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے سمندر ہے جس کی مسافت پانچ سو میل کے برابر ہے ، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے (۱۱) بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد دنیا کا

---

(۹) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۹۳

(۱۰) قولہ: سحاء ای دائمۃ الصب والھطل بالعطاء، یقال: سح یسح فھو ساح والمؤنث سحاء وھی فعلاء لا افعل لھا، کھطلاء (عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۹۳)

(۱۱) لم اجد ھذہ المسافۃ المذکورۃ فیما بین یدی من المصادر

سمندر ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے پائے اس زمین کے سمندر میں ہیں (۱۲) اگرچہ وہ نظر نہیں آتے لیکن نظر نہ آنا نہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی، اس کی تفصیلی بحث ان شاء اللہ آگے کتاب التوحید میں آئے گی۔

وَبِيَدِهِ الْمِيْزَانُ يخفض ويرفع

میزان سے یا تو میزان عدل مراد ہے اور یا میزان رزق مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتے ہیں جھکا دیتے ہیں اور جس کے لئے چاہتے ہیں اوپر کر دیتے ہیں (۱۳)۔

«اَعْتَرَاكَ» /٥٤/ : اَفْتَعَلَكَ ، مِنْ عَرَوْتُهُ أَيْ أَصَبْتُهُ ، وَمِنْهُ يَعْرُوهُ وَاَعْتَرَانِي . «آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا» /٥٦/ : أَيْ فِي مِلْكِهِ وَسُلْطَانِهِ . «عَنِيدٌ» /٥٩/ : وَعَنُودٌ وَعَانِدٌ وَاحِدٌ ، هُوَ تَأْكِيدُ التَّجَبُّرِ . «اَسْتَعْمَرَكُمْ» /٦١/ : جَعَلَكُمْ عُمَّارًا ، أَعْمَرْتُهُ اَلدَّارَ فَهِيَ عُمْرَى جَعَلْتُهَا لَهُ . «نَكِرَهُمْ» /٧٠/ : وَأَنْكَرَهُمْ وَاَسْتَنْكَرَهُمْ وَاحِدٌ . «حَمِيدٌ مَجِيدٌ» /٧٣/ : كَأَنَّهُ فَعِيلٌ مِنْ مَاجِدٍ ، مَحْمُودٌ مِنْ حَمِدَ . «سِجِّيلٍ» /٨٢/ : الشَّدِيدُ الكَبِيرُ ، سِجِّيلٌ وَسِجِّينٌ ، وَاللَّامُ وَالنُّونُ أُخْتَانِ ، وَقَالَ تَمِيمُ بْنُ مُقْبِلٍ :

وَرَجْلَةٍ يَضْرِبُونَ الْبَيْضَ ضَاحِيَةً ضَرْبًا تَوَاصَى بِهِ الْأَبْطَالُ سِجِّينَا

اِعْتَرَاكَ، اِفْتَعَلَكَ مِنْ عَرَوْتُهُ اَیْ اَصَبْتُهُ، وَمِنْهُ يَعْرُوْهُ وَاعْتَرَانِی

آیت میں ہے "اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ" فرماتے ہیں، اس میں اعتراک باب افتعال سے ہے، مجرد میں نصر سے ہے، کہتے ہیں عَرَوْتُهُ: میں نے اس کو مصیبت میں مبتلا کر دیا، اسی سے ہے يَعْرُوْهُ اور اِعْتَرَانِي: خلاصہ یہ کہ یہ لفظ نصر اور افتعال دونوں سے ایک ہی معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی پیش آنا، لاحق ہونا، کسی کے پاس سائل بن کر جانا، مبتلائے مصیبت کرنا۔

آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا: اَیْ فِی مِلْكِهٖ وَسُلْطَانِهٖ

"وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" اس میں "آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا" کا

(۱۲) قال فی تفسیر فتح البیان: ۳۲۷/۴: و عبارۃ سلیمان الجمل بل ھو فی مکانہ الذی ھو فیہ الآن و ھو مافوق السموات السبع و الماء فی المکان الذی ھو فیہ الآن و ھو ماتحت الارضین السبع

(۱۳) عمدۃ القاری: ۲۹۳/۱۸

مطلب بیان کیا کہ ہر دابہ اللہ تعالیٰ کے قبضے اور اس کی حکومت میں ہے، کوئی چیز اللہ کے قبضہ اور قدرت سے باہر نہیں ہے۔

عَنِيْدٌ وَعَنُوْدٌ وَعَانِدٌ وَاحِدٌ وَهُوَ تَاكِيْدُ التَّجَبُّرِ

آیت کریمہ میں ہے وَاتَّبَعُوْا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ "اور وہ لوگ ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم اور سرکش تھے" فرماتے ہیں کہ آیت میں عنید، عاند اور عنود سب کے معنی ایک ہیں یعنی سرکش، اور یہ تجبّر بمعنی تکبر کی تاکید ہے اور اس کا مبالغہ ہے۔

اِسْتَعْمَرَكُمْ: جَعَلَكُمْ عُمَّارًا: اَعْمَرْتُهُ الدَّارَ، فَهِيَ عُمْرَى، جَعَلْتُهَا لَهُ

آیت میں ہے "هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ" فرماتے ہیں کہ اس میں اِسْتَعْمَرَكُمْ کے معنی ہیں، تم کو آباد کیا، بسایا، اَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرَى بولتے ہیں یعنی میں نے وہ گھر اس کو عمر بھر کے لئے دیدیا، پس وہ عمریٰ ہے۔

نَكِرَهُمْ وَاَنْكَرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ وَاحِدٌ

آیت کریمہ میں ہے "فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً" "پھر جب دیکھا ابراہیمؑ نے کہ ان (فرشتوں) کے ہاتھ کھانے تک نہیں پہنچ رہے ہیں تو متوحش ہوگئے اور دل میں ان سے خوفزدہ ہوگئے" فرماتے ہیں کہ ابوعبیدہؒ نے بیان کیا ہے کہ نَكِرَ ثلاثی مجرد اور اَنْكَرَ ثلاثی مزید فیہ اور اِسْتَنْكَرَ باب استفعال سے سب کے ایک معنی ہیں۔

حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ: كَاَنَّهُ فَعِيْلٌ مِنْ مَاجِدٍ، محمود من حمد

آیت میں ہے "رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهُ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ" اس میں حمید اور مجید دونوں فعیل کے وزن پر ہیں لیکن حمید مفعول کے معنی میں ہے اور مجید فاعل کے معنی میں ہے۔

سِجِّيْلٌ: اَلشَّدِيْدُ الْكَبِيْرُ، سِجِّيْلٌ وَسِجِّيْنٌ وَاللَّامُ وَالنُّوْنُ اُخْتَانِ، وقال تميم بن مقبل:

وَرُجْلَةٍ يَضْرِبُوْنَ الْبَيْضَ ضَاحِيَةً
ضَرْبًا تَوَاصٰى بِهِ الْأَبْطَالُ سِجِّيْنًا (٦)

آیت میں ہے "وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ" اس میں سجیل کے معنی ہیں سخت اور بڑا، سجیل اور سجین دونوں لغت ہیں اور معنی ایک ہیں، لام اور نون دونوں بہنیں ہیں، جیسے تمیم بن مقبل کا شعر ہے، "بہت سے پیدل چلنے والے ایسے ہیں جو چاشت کے وقت ایسی سخت تلواریں مارتے ہیں جس کی بہادر آدمی وصیت کرتے ہیں / یا بہت سے پیدل چلنے والے ایسے ہیں جو خودوں پر ایسی ضرب شدید لگاتے ہیں جس کی بہادر آدمی وصیت کرتے ہیں۔"

وَرُجْلَةٍ: واوٴ بمعنی رب ہے رجلة: راجل کی جمع ہے: پیدل چلنے والا

البِیض (باء کے کسرہ کے ساتھ) ابیض کی جمع ہے: سفید تلوار، اور یا یہ باء کے فتحہ کے ساتھ ہے اس وقت یہ بیضة کی جمع ہوگی بمعنی خود (۷)۔

«وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا» /٨٤/ : إِلَى أَهْلِ مَدْيَنَ ، لِأَنَّ مَدْيَنَ بَلَدٌ ، وَمِثْلُهُ «وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ» /يوسف: ٨٢/ : وَاسْأَلِ الْعِيرَ ، يَعْنِي أَهْلَ الْقَرْيَةِ وَأَصْحَابَ الْعِيرِ .

«وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا» /٩٢/ : يَقُولُ : لَمْ تَلْتَفِتُوا إِلَيْهِ ، وَيُقَالُ إِذَا لَمْ يَقْضِ الرَّجُلُ حاجَتَهُ : ظَهَرْتَ بِحَاجَتِي وَجَعَلْتَنِي ظِهْرِيًّا ، وَالظِّهْرِيُّ هَا هُنَا : أَنْ تَأْخُذَ مَعَكَ دَابَّةً أَوْ وِعَاءً تَسْتَظْهِرُ بِهِ . «أَرَاذِلُنَا» /٢٧/ : سُقَّاطُنَا . «إِجْرَامِي» /٣٥/ : هُوَ مَصْدَرٌ مِنْ أَجْرَمْتُ ، وَبَعْضُهُمْ يَقُولُ : جَرَمْتُ . «الْفُلْكُ» /٣٧/ : وَالْفَلَكُ وَاحِدٌ ، وَهِيَ السَّفِينَةُ وَالسُّفُنُ . «مُجْرَاهَا» /٤١/ : مَدْفَعُهَا ،

---

(٦) وفی العمدة: ١٨/ ٢٩١ "تمیم بن مقبل شاعر مخضرم، ادرک الجاهلية و الاسلام، والبیت المذکور من جملة قصیدته التی ذکر فیها لیلی زوج ابیه، وکان خلف علیها، فلما فرق الاسلام بینهما قال:

طاف الخيال بنا ركبا يمانيا
و دون ليلى عواد لو تعدينا
منهم معروف آيات الكتاب وان
نعتل تكذب ليلى ما تمنينا
فان فينا صبوحا ان اريت به
ركبا بهيا وآلافا ثمانينا
ورجلة يضربون البيض ضاحية
ضربا تواصى به الابطال سجينا"

(۷) عمدة القاری: ١٨/ ٢٩١

وَهُوَ مَصْدَرُ أَجْرَيْتُ، وَأَرْسَيْتُ: حَبَسْتُ، وَيُقْرَأُ: «مَرْسَاهَا» مِنْ رَسَتْ هِيَ، وَ «مَجْرَاهَا» مِنْ جَرَتْ هِيَ. «وَمُجْرِيهَا وَمُرْسِيهَا» مِنْ فُعِلَ بِهَا. «رَاسِيَاتٍ» /سبأ: ۱۳/: ثَابِتَاتٌ.

وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا: إِلَى أَهْلِ مَدْيَنَ، لِأَنَّ مَدْيَنَ بَلَدٌ، وَمِثْلُهُ وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ وَاسْأَلِ الْعِيرَ۔

آیت میں ہے کہ مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا یعنی مدین والوں کی طرف مقصد اشارہ کرنا ہے کہ مضاف محذوف ہے) کیونکہ مدین ایک شہر ہے اور اسی طرح وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ اور وَاسْأَلِ الْعِيرَ ہے یعنی مراد اھل قریہ اور اھل عیر ہے، مطلب یہ ہے کہ ان دونوں مثالوں میں بھی مضاف محذوف ہے عیر بکسر العین قافلہ کو کہتے ہیں اور مدین دراصل حضرت ابراہیمؑ کے ایک بیٹے کا نام ہے جنھوں نے اس بستی کو آباد کیا اور اپنے نام پر مدین نام رکھا۔

وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا، يقول: لَمْ تَلْتَفِتُوا إِلَيْهِ، وَيُقَالُ إِذَا لَمْ يَقْضِ الرَّجُلُ حَاجَتَهُ: ظَهَرْتَ بِحَاجَتِي، وَجَعَلْتَنِي ظِهْرِيًّا

آیت میں ہے "قَالَ يٰقَوْمِ أَرَهْطِيْ أَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا" "اے میری قوم! کیا میری قوم تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں زیادہ عزت رکھنے والی ہے اور تم نے اللہ کو پس پشت ڈال دیا۔" اس کی طرف التفات نہیں کیا، جب کوئی کسی کی حاجت پوری نہ کرے تو ایسے موقع پر عرب کہتے ہیں: ظَهَرْتَ بِحَاجَتِيْ، وَجَعَلْتَنِي ظهريا: یعنی میری حاجت کو پس پشت ڈال دیا اور مجھ کو پس پشت ڈال دیا۔

وَالظِّهْرِيُّ هٰهُنَا: أَنْ تَأْخُذَ مَعَكَ دَابَّةً أَوْ وِعَاءً تَسْتَظْهِرُ بِهِ

اور "ظِهْرِيّ" کا مفہوم یہاں یہ ہے کہ آپ اپنے ساتھ کسی جانور کو یا کسی برتن کو لیں تاکہ اسے آپ بوقت ضرورت مدد حاصل کر سکیں۔

یہ حصہ ابوذر کی روایت میں نہیں ہے اور بظاہر یہی صحیح ہے کیونکہ جو معنی یہاں بیان کئے ہیں آیت میں وہ معنی مراد نہیں ہیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام بخاریؒ بتانا چاہتے ہیں کہ "ظِهْرِيّ" اس معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور "هٰهُنَا" سے سورۃ ہود کی آیت کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ اس کلام کی طرف اشارہ

ہے جس میں یہ عون اور مدد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی ہماری بول چال اور محاورہ میں یہ لفظ اس معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے (۱۴)۔

اَرَاذِلُنَا: سُقَّاطُنَا

آیت کریمہ میں ہے "وَمَانَرٰکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ ھُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ" "اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمھارا اتباع انھیں لوگوں نے کیا ہے جو ہم میں بالکل رذیل ہیں سرسری نظر میں" فرماتے ہیں کہ اَرَاذِلُنَا سے گرے پڑے نیچ قوم مراد ہیں۔

اِجْرَامِی ھُو مَصدر من اَجْرَمْتُ وبعضھم یقول جَرَمْتُ

آیت کریمہ میں ہے "قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُہٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ" "آپ فرما دیجیے کہ اگر میں نے اس (قرآن) کو خود گھڑا ہے تو مجھ پر ہے میرا گناہ اور جو جرم تم کر رہے ہو میں اس سے بری ہوں" فرماتے ہیں اِجْرَام مصدر ہے اَجْرَمْتُ باب افعال سے بعض حضرات ثلاثی مجرد جَرَمْتُ سے اس کو ماخوذ کہتے ہیں۔

مُجْرَاھَا: مَدْفَعُھَا، وھو مصدر اَجْرَیْتُ، وَاَرْسَیْتُ حَبَسْتُ، وَیُقْرَأُ: مَرْسَاھَا، مِنْ رَسَتْ ھِیَ، وَمَجْرَاھَا، مِنْ جَرَتْ ھِیَ، وَمُجْرِیْھَا وَمُرْسِیْھَا، مِنْ فُعِلَ بِھَا

آیت کریمہ میں ہے "بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖیھَا وَمُرْسٰھَا" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں تین قراءتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

❶ ایک قراءت ہے "مُجْرَاھَا، ومُرْسَاھَا" اس قراءت کی صورت میں یہ دونوں باب افعال سے مصدر میمی ہیں (۸) مُجْرَاھَا کی تفسیر امام نے "مَدْفَعُھَا" سے کی اور مراد اس سے کشتی کا چلانا ہے، "مُرْسَاھَا" اَرْسَیْتُ سے مصدر میمی ہے جس کے معنی روکنے کے ہیں، مُرْسٰھَا: یعنی اس کشتی کا روکنا، مطلب یہ ہے کہ کشتی کا چلانا اور روکنا اللہ ہی کے نام سے ہے۔

---

(۱۴) "قولہ: "والظھری ھھنا" ای حیث یستعمل فی معنی العون والمدد، ولیس اشارۃ الی مافی الآیۃ، لانہ لیس فیھا بالمعنی الذی ذکر بعد قولہ: "ھھنا" (وانظر لامع الدراری: ۹/۱۰۶)

(۸) مصدر نہیں ہیں کیونکہ اس باب سے مصدر "افعال" کے وزن پر آتا ہے اس لئے مراد مصدر میمی ہیں

❷ دوسری قراءت ہے "مَجْرَاهَا و مَرْسَاهَا" میم کے فتحہ کے ساتھ، اس قراءت کی صورت میں "مَجْرَاها" "جَرَتْ هی" سے اور "مَرْسَاهَا" "رَسَتْ هیَ" سے ماخوذ ہے اور ان کے معنی چلنے اور رکنے کے آتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس کشتی کا چلنا اور رکنا اللہ ہی کے نام سے ہے۔ جَرَتْ کے معنی ہیں: "چلی، روانہ ہوئی" رَسَتْ کے معنی ہیں: "رک گئی، ٹھہر گئی"۔

❸ تیسری قراءت ہے "مُجْرِيهَا و مرسِيهَا" اس قراءت کی صورت میں دونوں باب افعال سے اسم فاعل کے صیغے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اس کشتی کا چلانے والا اور ٹھہرانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس وقت مِنْ فعل بها میں "فعل" معروف کا صیغہ ہوگا اور اگر مُجْرِيهَا و مُرْسِيهَا کو اسم فاعل کے بجائے اسم مفعول بنائیں مُجْرَاهَا و مُرْسَاهَا بمعنی مُجْرِی بِهَا و مُرْسَابِهَا تو "مِن فِعلِ بِهَا میں "فعل" مجہول کا صیغہ ہوگا اور مطلب یہ ہوگا کہ اس کشتی کا چلایا جانا اور روکا جانا اللہ ہی کے نام سے ہے اس تیسری قراءت میں اسم فاعل اور اسم مفعول کی دو قراءتوں کی طرف اشارہ ہوا اور پہلی قراءت میں مُجْرَاهَا و مُرْسَاهَا میں مصدر میمی کا اعتبار کیا گیا تھا امام بخاریؒ نے قراءتِ حفص کی طرف اشارہ نہیں کیا جس میں مَجْرِهَا وَ مرساها (بفتح المیم فی الاول وضم المیم فی الثانی) وارد ہوا ہے، اس قراءت میں اول ثلاثی سے ہے اور دوسرا رباعی سے ہے۔

١٧٥ – باب : «وَيَقُولُ الْأَشْهَادُ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِينَ» /١٨.

وَاحِدُ الْأَشْهَادِ شَاهِدٌ ، مِثْلُ : صَاحِبٍ وَأَصْحَابٍ .

٤٤٠٨ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ وَهِشَامٌ قَالَا : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ قَالَ : بَيْنَا ابْنُ عُمَرَ يَطُوفُ ، إِذْ عَرَضَ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، أَوْ قَالَ : يَا ابْنَ عُمَرَ : سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ فِي النَّجْوَى ؟ فَقَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (يُدْنَى الْمُؤْمِنُ مِنْ رَبِّهِ – وَقَالَ هِشَامٌ : يَدْنُو الْمُؤْمِنُ – حَتَّى يَضَعَ عَلَيْهِ كَنَفَهُ ، فَيُقَرِّرُهُ بِذُنُوبِهِ ، تَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا ؟ يَقُولُ : أَعْرِفُ ، يَقُولُ : رَبِّ أَعْرِفُ ، مَرَّتَيْنِ ، فَيَقُولُ : سَتَرْتُهَا فِي الدُّنْيَا ، وَأَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ ، ثُمَّ تُطْوَى صَحِيفَةُ حَسَنَاتِهِ . وَأَمَّا الْآخَرُونَ أَوِ الْكُفَّارُ ، فَيُنَادَى عَلَى رُؤُوسِ الْأَشْهَادِ : «هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِينَ») .

وَقَالَ شَيْبَانُ ، عَنْ قَتَادَةَ : حَدَّثَنَا صَفْوَانُ . [ر : ٢٣٠٩]

"اور گواہ کہیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی تھیں، سن لو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر" اَشْهاد شَاہِد کی جمع ہے جیسے صاحب کی جمع اصحاب یہاں اشہاد سے مراد فرشتے ہیں جو اعمال کی گواہی دیں گے۔

۱۷٦ - باب: قَوْلِهِ:

«وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ» /۱۰۲/.

«الرِّفْدُ الْمَرْفُودُ» /۹۹/: الْعَوْنُ الْمُعِينُ، رَفَدْتُهُ أَعَنْتُهُ. «تَرْكَنُوا» /۱۱۳/: تَمِيلُوا. «فَلَوْلَا كَانَ» /۱۱٦/: فَهَلَّا كَانَ. «أُتْرِفُوا» /۱۱٦/: أُهْلِكُوا.

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ» /۱۰٦/: شَدِيدٌ وَصَوْتٌ ضَعِيفٌ.

٤٤۰۹: حدَّثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: (إِنَّ اللهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ، حَتَّى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ). قَالَ: ثُمَّ قَرَأَ: «وَكَذٰلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَى وَهِيَ ظَالِمَةٌ إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ».

الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ: اَلْعَوْنُ الْمُعِيْنُ، رَفَدْتُهٗ: اَعَنْتُهٗ

آیت کریمہ میں ہے "وَاتُّبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ" "اور اس دنیا میں بھی لعنت اس کے پیچھے لگادی گئی اور قیامت کے روز بھی برا انعام ہے جو ان کو دیا گیا" فرماتے ہیں آیت میں اَلرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ کے معنی ہیں اَلْعَوْنُ الْمُعِيْنُ: یعنی مدد، عرب کہتے ہیں رفدتہ: میں نے اس کی مدد کی رفد کے معنی بخشش، انعام اور مدد کے آتے ہیں۔

تَرْكَنُوْا: تَمِيْلُوْا

آیت کریمہ میں ہے "وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا" اور (اے مسلمانو) ظالموں کی طرف (یا جو ان

(۴۴۰۹) واخرجه مسلم فی البر والصلة والادب، باب، تحریم الظلم، رقم الحدیث: ۲۵۸۳، واخرجه الترمذی فی التفسیر، باب ومن سورة هود، رقم الحدیث: ۳۱۱۰، واخرجه النسائی فی السنن الکبری، فی التفسیر، باب وکذالک اخذ ربک... رقم الحدیث: ۱۱۲۴۵، واخرجه ابن ماجه فی الفتن، باب العقوبات، رقم الحدیث: ۴۰۱۸

کی مثل ہوں ان کی طرف دلی دوستی سے یا اعمال و احوال میں مشارکت و مشابہت سے) مت جھکو" فرماتے ہیں کہ تَرْکَنُوْا "تَمِیْلُوْا" کے معنی میں ہے لَاتَرْکَنُوْا: مت مائل ہو، نہ جھکو۔

فَلَوْلَاکَانَ: فَهَلَّاکَانَ

آیت کریمہ میں ہے "فَلَوْلَاکَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِکُمْ" "پھر کیوں نہ ہوئے ان جماعتوں میں سے جو تم سے پہلے تھیں" فرماتے ہیں کہ آیت میں فَلَوْلَاکَانَ کے معنی فَهَلَّاکَانَ ہے۔

أُتْرِفُوْا: أُهْلِکُوْا

آیت میں ہے "وَاتَّبَعَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مَا أُتْرِفُوْا فِیْهِ وَکَانُوْا مُجْرِمِیْنَ" "اور نافرمان لوگ انھیں لذّتوں کے پیچھے پڑے رہ گئے، جو ان کو دی گئی تھیں اور وہ تھے مجرم لوگ" فرماتے ہیں اترفوا بمعنی اُھلکوا ہے یعنی ہلاک کیے گئے، اصل میں تَرِفَ یَتْرَفُ از باب سمع کے معنی ہیں: خوش حال ہونا، آسائش سے زندگی بسر کرنا، اور باب افعال سے اتراف کے معنی ہیں، خوشحال و دولت مندی سے سرکش و خراب ہونا اور یہی باعث ہلاکت ہے، "اُهْلِکُوْا" اُتْرِفُوْا کی تفسیر باللازم ہے۔

قال ابن عباس: زَفِیْرٌ وَشَهِیْقٌ: صَوْتٌ شدید و صوت ضعیف

آیت کریمہ میں ہے "فَأَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّشَهِیْقٌ" "پھر جو لوگ بدبخت ہوں گے وہ تو دوزخ میں ایسے حال میں ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ و پکار پڑی رہے گی" فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ زفیر زور دار آواز اور شہیق پست آواز کو کہتے ہیں، ائمہ لغت کے اس میں مختلف اقوال ہیں، بعض فرماتے ہیں کہ زفیر گدھے کی پہلی آواز اور شہیق اس کی آخری آواز کو کہتے ہیں، بعض نے کہا کہ زفیر گدھے کی آواز اور شہیق خچر کی آواز کو کہتے ہیں۔

۱۷۷ - باب: قَوْلِهِ: «وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ» /١١٤/.

وَزُلَفًا: سَاعَاتٍ بَعْدَ سَاعَاتٍ، وَمِنْهُ سُمِّيَتِ الْمُزْدَلِفَةُ، الزُّلَفُ: مَنْزِلَةٌ بَعْدَ مَنْزِلَةٍ، وَأَمَّا

«زُلْفَى» /ص: ٤٠/ : فَمَصْدَرٌ مِنَ الْقُرْبٰى ، ازْدَلَفُوا : اجْتَمَعُوا ، «أَزْلَفْنَا» /الشعراء: ٦٤/ : جَمَعْنَا .

٤٤١٠ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ ، هُوَ ابْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَجُلاً أَصَابَ مِنَ امْرَأَةٍ قُبْلَةً ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ ، فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ : «وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ» . قَالَ الرَّجُلُ : أَلِيَ هٰذِهِ ؟ قَالَ : (لِمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ أُمَّتِي) . [ر : ٥٠٣]

امام بخاریؒ فرماتے ہیں یکے بعد دیگرے آنے کو زلف کہتے ہیں، یہ زُلْفَة کی جمع ہے ساعات بھی چونکہ یکے بعد دیگرے آتی ہیں، اس لئے انہیں زلف کہا گیا، مزدلفہ کو بھی مزدلفہ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہاں یکے بعد دیگرے لوگ پہنچتے رہتے ہیں اور "زُلْفٰی" مصدر ہے جیسے "قُرْبٰی" بمعنی نزدیکی، یہ لفظ سورۃ الزمر میں ہے، وہاں آیت کریمہ میں ہے "...وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى..." یعنی جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوست پکڑ رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) کہ ہم تو ان کی عبادت کرتے ہیں اس واسطے کہ ہم کو پہنچادیں اللہ کی طرف قریب کے درجہ میں"۔

اِنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنْ اِمْرَاَةٍ قُبْلَةً

یہ آدمی کون تھے بعض نے کہا عمرو بن غزیّہ تھے، بعضوں نے کہا کعب بن عمرو تھے، بعض کہتے ہیں کہ نبہان تمّار تھے اور بعضوں نے عامر بن قیس کا نام لیا ہے (۱۵)۔

اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ

بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، ایک دوسری آیت میں ہے "اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ" (۱۶) اور حدیث میں آتا ہے "الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة كفارة لما بينهن ما اجتنبت الكبائر" (۱۷)۔

---

(۱۵) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۲۹۷

(۱۶) النساء/ ۳۱

(۱۷) مشکوٰۃ: ۱/ ۵۶

بعض حضرات نے تو یہ کہا کہ حسنات، سیئات کے لئے کفارہ اس وقت بنیں گی جب کبائر کا ارتکاب نہ کیا ہو (۱۸)

بعضوں نے کہا کہ اگر کبائر کا ارتکاب کیا ہوگا تو حسنات صرف صغائر کے لئے کفارہ بنیں گی (۱۹)۔

بعضوں نے کہا کہ آدمی جب حسنات کا اہتمام کرتا ہے تو وہ گناہوں سے محفوظ ہوجاتا ہے اور پھر گناہوں کا ارتکاب نہیں کرتا ہے، یہ معتزلہ کی رائے ہے (۲۰)۔

جمہور کا مسلک یہ ہے کہ حسنات کی وجہ سے صغائر کا کفارہ ہوجاتا ہے خواہ اس نے کبائر کا ارتکاب کیا ہو یا نہیں (۲۱)۔

۱۷۸ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ يُوسُفَ .

وَقَالَ فُضَيْلٌ : عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ : «مُتَّكَأً» /۳۱/ : الْأُتْرُجُّ ، قَالَ فُضَيْلٌ : الْأُتْرُجُّ بِالْحَبَشِيَّةِ مُتْكًا .

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ : عَنْ رَجُلٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ : مُتْكًا : كُلُّ شَيْءٍ قُطِعَ بِالسِّكِّينِ .

وَقَالَ قَتَادَةُ : «لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ» /۶۸/ : عَامِلٌ بِمَا عَلِمَ .

وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ : «صُوَاعَ» /۷۲/ : مَكُّوكُ الْفَارِسِيِّ الَّذِي يَلْتَقِي طَرَفَاهُ ، كَانَتْ تَشْرَبُ بِهِ الْأَعَاجِمُ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «تُفَنِّدُونِ» /۹۴/ : تُجَهِّلُونِ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «غَيَابَة» /۱۰ ، ۱۵/ : كُلُّ شَيْءٍ غَيَّبَ عَنْكَ شَيْئًا فَهُوَ غَيَابَةٌ . وَالْجُبُّ : الرَّكِيَّةُ الَّتِي لَمْ تُطْوَ . «بِمُؤْمِنٍ لَنَا» /۱۷/ : بِمُصَدِّقٍ . «أَشُدَّهُ» /۲۲/ : قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ فِي النُّقْصَانِ ، يُقَالُ : بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغُوا أَشُدَّهُمْ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : وَاحِدُهَا شَدٌّ .

---

(۱۸) دیکھیے فتح الباری:۸/۳۵۷ وتفسیر روح المعانی:۷/۱۵۷

(۱۹)

(۲۰) تفسیر روح المعانی:۷/۱۵۷ وفتح الباری:۸/۳۵۷

(۲۱) تفسیر روح المعانی:۷/۱۵۷ وفتح الباری:۸/۳۵۷

سورۃ یوسف

وقال فضیل عن حصین۔۔۔

حضرت مجاہدؒ کا قول ہے کہ آیت کریمہ "وَاعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً" میں "مُتَّكَأً" کے معنی اترنج کے ہیں (کبھی نون کو جیم میں مدغم بھی کردیتے ہیں اور اترج کہتے ہیں) جس کے معنی نارنگی کے ہیں، اسی طرح فضیل نے بھی کہا کہ اترج کو حبشی زبان میں "متکا" کہتے ہیں اور سفیان بن عیینہ نے ایک آدمی کے واسطہ سے حضرت مجاہدؒ سے نقل کیا ہے کہ "مُتَّكَأً" ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو چھری سے کاٹی جائے۔

اس لفظ میں دو قراء تیں ہیں، حضرت ابن عباسؓ ابن عمرؓ اور مجاہدؒ وغیرہ کی قراءت میں ہمزہ نہیں ہے اور لفظ "مُتْكًا" (میم کے ضمہ، تا کے سکون اور کاف کی تنوین کے ساتھ) ہے (۲۲) لیکن جمہور کی قرات "مُتَّكَأً" (میم کے ضمہ، تا کے فتحہ اور تشدید اور ہمزہ کی تنوین کے ساتھ) ہے، امام بخاریؒ چھ سات لفظوں کی تشریح کرنے کے بعد آگے دوبارہ اس لفظ پر کلام کریں گے۔

وقال قتادہ: لَذُوْ عِلْمٍ: عَامِلٌ بِمَا عَلِمَ

آیت میں ہے "وَإِنَّهُ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ" قتادہؒ فرماتے ہیں اس میں ذو علم سے مراد وہ آدمی ہے جو اپنے علم پر عمل کرنے والا ہو۔

وقال ابن جبیر: صُوَاعَ: مَكُّوْكُ الْفَارِسِي الَّذِيْ يَلْتَقِي طَرَفَاهُ، كَانَتْ تَشْرَبُ بِهِ الْأَعَاجِمُ

آیت میں ہے "قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ" حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ صواع اھل فارس کا ایک پیالہ ہے جس کی دونوں جانب ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی تھیں، عجمی لوگ اس میں پانی پیتے تھے (۲۳) مَکُّوک (میم کے فتحہ، کاف کے ضمہ مشددہ اور واو کے سکون کے ساتھ) اھل عراق کے ایک پیمانہ کا نام ہے، مصری بادشاہ کا یہ صواع چاندی کا تھا اور جواہرات اس پر جڑے ہوئے تھے، بڑے لوگ اس میں پانی پیا کرتے تھے اور اس کے بعد پیمانہ کے طور پر بھی استعمال ہونے لگا۔

---

(۲۲) روح المعانی: ۱۲/۲۲۸

(۲۳) وفی فیض الباری: ۴

وقال ابن عباس: تُفَنِّدُوْنَ: تُجَهِّلُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "اِنِّی لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنَ" (یوسف کے باپ نے کہا) "اگر تم لوگ مجھ کو بڑھاپے میں بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو (ایک بات کہوں کہ) مجھ کو تو یوسف کی خوشبو آتی ہے" حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ آیت میں تُفَنِّدُوْنَ کے معنی تُجَهِّلُوْنَ کے ہیں یعنی اگر تم جاہل نہ کہو، نقصان عقل کی طرف منسوب نہ کرو۔

وقال غیرہ: غَیَابَةِ الْجُبِّ: کُلُّ شَیْءٍ غَیَّبَ عَنْکَ شَیْئًا فَهُوَ غَیَابَةٌ

حضرت ابن عباسؓ کے غیر یعنی ابوعبیدہ نے فرمایا کہ آیت "وَاَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبٰتِ الْجُبِّ" میں غَیَابَة کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو آپ سے کسی دوسری شئے کو غائب کردے اور جُب اس کنویں کو کہتے ہیں جس کی مینڈھ اور کنارے نہ بنائے گئے ہوں (۲۴)۔

غَیَابَةِ الْجُبِّ سے مراد بعض لوگوں نے کنویں کی تاریکی لی ہے، بعضوں نے کہا اس سے مراد قعرِ بئر ہے اس لئے کہ قعر میں جب کوئی چیز گرے گی تو وہ اسے چھپالے گی اور اوپر والوں کو وہ نظر نہیں آئے گی اور بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد کنویں کے اندر پانی اور پانی کے اوپر دیوار میں بنائے جانے والے وہ طاق ہیں جو ضرورت کے پیش نظر کنویں میں عام طور سے بنائے جاتے ہیں (۲۵)۔

بمؤمن لنا: بمصدق لنا

آیت کریمہ میں ہے "وَتَرَکْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَکَلَهُ الذِّئْبُ وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا" "اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا پھر اس کو بھیڑیا نے کھالیا اور آپ تو ہماری بات ماننے والے نہیں ہیں" یعنی تصدیق کرنے والے نہیں ہیں (کیونکہ ہم سے آپ کو بدگمانی ہے)۔

یقال: بَلَغَ اَشُدَّهُ قَبْلَ اَنْ یَاْخُذَ فِی النُّقْصَانِ، وَقَالُوْا: بَلَغَ اَشُدَّهُ وَبَلَغُوْا اَشُدَّهُمْ وقال بعضهم: واحدها شَدٌّ

(۲۴) قال الراغب فی المفردات: ۸۵ "جب: ای بئر لم تطو، وتسمیته بذلک اما لکونه محفورا فی جبوب ای فی ارض غلیظة، واما لانه قد جب، والجب قطع الشئی من اصله"

(۲۵) روح المعانی: ۱۲/۱۹۲

آیت میں ہے "وَلَمَّابَلَغَ اَشُدَّهٗ آتَيْنَاهُ حُكْمًاوَّ عِلْمًا" اَشُدَّ سے مراد وہ عمر ہے جو نقصان اور زوال و انحطاط سے پہلے ہو جس میں آدمی نشوونما کے اعتبار سے مکمل ہوجاتا ہے تیس سال تک آدمی بڑھتا رہتا ہے اس کے بعد چالیس سال تک کا زمانہ اشد کہلاتا ہے (۲۶) اور چالیس کے بعد پھر انحطاط شروع ہوجاتا ہے اور اشد واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، کہتے ہیں بَلَغَ اَشُدَّهٗ بلغوا اشدھم، بعض لوگوں نے کہا اس کا واحد شَدَّ ہے، بعضھم سے سِیْبَوَیْہ مراد ہیں (۲۷)۔

وَالْمُتَّكَأُ : ما اتَّكَأْتَ عَلَيْهِ لِشَرَابٍ أَوْ لِحَدِيثٍ أَوْ لِطَعَامٍ ، وَأَبْطَلَ الَّذِي قالَ الْأُتْرُجُّ ، وَلَيْسَ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ الْأُتْرُجُّ ، فَلَمَّا احْتُجَّ عَلَيْهِمْ بِأَنَّ الْمُتَّكَأَ مِنْ نَمَارِقَ ، فَرُّوا إِلَى شَرٍّ مِنْهُ ، فَقَالُوا : إِنَّمَا هُوَ الْمُتْكُ ، سَاكِنَةَ التَّاءِ ، وَإِنَّمَا الْمُتْكُ طَرَفُ الْبَظْرِ ، وَمِنْ ذٰلِكَ قِيلَ لَهَا : مَتْكَاءُ وَابْنُ الْمَتْكَاءِ ، فَإِنْ كانَ ثَمَّ أُتْرُجٌّ فَإِنَّهُ بَعْدَ الْمُتَّكَأِ

یہ دوبارہ اسی لفظ کی تشریح شروع کردی، مناسب یہ تھا کہ مذکورہ تشریح، پہلی تشریح کے ساتھ متصل ہوتی، فرماتے ہیں اَلْمُتَّكَا (باب افتعال سے صیغہ اسم مفعول) (۲۸) اس چیز کو کہتے ہیں جس پر پینے کے وقت، یا بات کرتے وقت یا کھاتے وقت مجلس میں ٹیک لگاتے ہیں اور جس نے مُتَّكَأً کے معنی اترج بیان کئے ہیں اس نے غلط کہا ہے کیونکہ کلام عرب میں مُتَّكَأً کے معنی اترج (نارنگی) کے نہیں آتے ہیں، پھر جب ان کے خلاف دلیل پیش کی گئی کہ مُتَّكَأً کے معنی مسند اور تکیہ کے ہیں تو اترنج کا قول اختیار کرنے والے اس سے بھی بدتر معنی بیان کرنے لگے اور کہنے لگے یہ لفظ "مُتْک" ہے تاء کے سکون کے ساتھ، حالانکہ مَتْک عورت کی شرمگاہ کے کنارہ کو کہتے ہیں (عورت کی ختنہ کرنے کے بعد شرمگاہ کا جو حصہ باقی رہتا ہے اسے مَتک کہتے ہیں) اور اسی وجہ سے (جس عورت کی ختنہ نہیں ہوئی ہوتی) اسے مَتْکاء (میم کے فتحہ کے ساتھ) کہتے ہیں اور اس کے بیٹے کو ابن المتکاء کہتے ہیں پھر اگر وہاں (مجلس زلیخا میں) نارنگیاں تھیں بھی تو وہ مسند اور تکیہ کے بعد ہی لائی گئی ہوں گی۔

---

(۲۶) روح المعانی: ۲۰۹/۱۲

(۲۷) عمدة القاری: ۳۰۰/۱۸ لیکن علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ سیبویہ کے نزدیک یہ "شِدّة" کی جمع ہے جیسے نعمة کی جمع انعم ہے اور امام فراء کے نزدیک یہ شد کی جمع ہے جیسے صک کی جمع اصک آتی ہے (دیکھیے روح المعانی: ۲۰۹/۱۲)

(۲۸) واصلہ مُوتکاء لانہ من توکات، فابدلت الواو تاءا، وادغمت فی مثلھا (روح المعانی: ۲۲۸/۱۲)

جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا کہ مذکورہ آیت میں دو قراءتیں ہیں ایک قراءت جمہور کی ہے اور دوسری قراءت مجاہدؒ وغیرہ سے منقول ہے جو شاذ ہے ، جمہور کی قراءت "مُتَّکَأً" ہے اور مجاہد کی قراءت "مُتْکًا" ہے جس کے معنی مجاہد نے اترج (نارنگی) کے بیان کئے ہیں ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد کی قراءت کی تردید کی اور فرمایا کہ "متک" کے معنی کلام عرب میں "اترج" کے نہیں آتے بلکہ اس کے معنی کنارہ شرمگاہ کے آتے ہیں جو آیت میں کسی طرح درست نہیں ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ اشکال درست نہیں ، یہ قراءت حضرت ابن عباسؓ سے مجاہد نقل کرتے ہیں، اس کو غلط کیسے کہا جاسکتا ہے اور "متک" کے معنی جس طرح کنارہ شرمگاہ کے آتے ہیں ٹھیک اسی طرح اس کے معنی اترج کے بھی آتے ہیں اہل لغت نے "متک" کے یہ معنی لکھے ہیں (۲۹) لہذا امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ متک بمعنی اترج کلام عرب میں مستعمل نہیں محل نظر ہے ، بعض حضرات نے کہا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں ابوعبیدہ کی اندھی تقلید کی ہے اس لئے اس غلطی کا شکار ہوگئے ، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وقلّد اباعبیدة، والآفة من التقلید" (۳۰)۔

«شَغَفَهَا» /۳۰/ : يُقَالُ : بَلَغَ شِغَافَهَا ، وَهُوَ غِلَافُ قَلْبِهَا ، وَأَمَّا شَعَفَهَا فَمِنَ الْمَشْعُوفِ . «أَصْبُ» /۳۳/ : أَمِلْ ، صَبَا مَالَ . «أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ» /٤٤/ : ما لَا تَأْوِيلَ لَهُ ، وَالضِّغْثُ : مِلْءُ الْيَدِ مِنْ حَشِيشٍ وَما أَشْبَهَهُ ، وَمِنْهُ : «وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا» /ص : ٤٤/ : لَا مِنْ قَوْلِهِ أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ ، وَاحِدُهَا ضِغْثٌ . «نَمِيرُ» /٦٥/ : مِنَ الْمِيرَةِ . «وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ» /٦٥/ : ما يَحْمِلُ بَعِيرٌ . «آوَى إِلَيْهِ» /٦٩/ : ضَمَّ إِلَيْهِ . «السِّقَايَةُ» /٧٠/ : مِكْيَالٌ . «تَفْتَأُ» /٨٥/ : لَا تَزَالُ . «حَرَضًا» /٨٥/ : مُحْرَضًا ، يُذِيبُكَ الْهَمُّ . «تَحَسَّسُوا» /٨٧/ : تَخَبَّرُوا . «مُزْجَاةٍ» /٨٨/ : قَلِيلَةٍ . «غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللهِ» /١٠٧/ : عَامَّةٌ مُجَلِّلَةٌ . «اسْتَيْأَسُوا» /٨٠/ : يَئِسُوا . «لَا تَيْأَسُوا مِنْ رَوْحِ اللهِ» /٨٧/ : مَعْنَاهُ الرَّجَاءُ . «خَلَصُوا نَجِيًّا» /٨٠/ : اعْتَزَلُوا نَجِيًّا ، وَالْجَمِيعُ أَنْجِيَةٌ .

شَغَفَهَا، يقال: بَلَغَ شِغَافَهَا، وَهُوَ غِلَافُ قَلْبِهَا، وَاَمَّا شعفها فمن الْمَشْعُوْفِ

آیت میں ہے "قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا" یعنی یوسف علیہ السلام کی محبت اس کے دل کے پردے تک

(۲۹) روح المعانی: ۱۲/۲۲۸ و عمدۃ القاری: ۱۸/۳۰۰

(۳۰) عمدۃ القاری: ۱۸/۳۰۱

پہنچ گئی اور ایک قراءت میں "شَعَفَهَا" (عین مہملہ کے ساتھ) بھی آیا ہے (۳۱) یہ مشعوف سے ہے، مشعوف اس آدمی کو کہتے ہیں جس کا دل محبت کی وجہ سے جل گیا ہو۔

اَصْبُ: اَمِيلُ

آیت کریمہ میں ہے "وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ" "اور (اے خدا) اگر آپ ہی ان کے داؤ پیچ کو مجھ سے دفع نہ کریں تو ممکن ہے کہ میں اس کی طرف مائل ہوجاؤں" فرماتے ہیں کہ آیت میں اصبُ بمعنی اَمیل ہے یعنی میں مائل ہوجاؤں گا۔

وَالضِّغْثُ مِلْءُ الْيَدِ مِنْ حَشِيشٍ وَمَا اَشْبَهَهُ، ومنه: وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا، لَا مِنْ قَوْلِه: اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ، واحدها ضِغْثٌ

آیت میں ہے "قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ، وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ" امام فرماتے ہیں کہ اضغاث احلام سے وہ پریشان خواب مراد ہیں جن کی کوئی تعبیر نہ ہو اس کا مفرد "ضِغْث" ہے، ضغث کے معنی گھاس اور اس کی مشابہ چیزوں (تنکے وغیرہ) سے ہاتھ بھرنے کے آتے ہیں، سورۃ ص کی یہ آیت اسی معنی میں ہے "خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا" لیکن یہاں سورۃ یوسف میں یہ معنی مراد نہیں ہیں یہاں اس سے خواب پریشاں مراد ہے "لا من قوله: اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ" سے اسی طرف اشارہ ہے (۳۲) کہ سورۃ ص میں خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا اضغاث احلام کے معنی میں نہیں۔

نَمِيرُ: مِنَ الْمِيْرَةِ

آیت میں ہے "وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ" فرماتے ہیں "نمیر" "مِیرَة" سے ماخوذ ہے جس کے معنی طعام اور غلہ کے ہیں، از باب ضرب مَارَ أَهلَه.... مَیرًا: گھروالوں کے لئے غلہ لانا، وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا کے معنی ہوں گے "ہم اپنے گھروالوں کے لئے غلہ اور طعام حاصل کریں" اور كَيْلَ بَعِيْرٍ سے مراد اتنا غلہ ہے جس کو ایک اونٹ اٹھا سکتا ہو۔

---

(۳۱) روح المعانی: ۱۲/۲۲۶

(۳۲) وفی المفردات للراغب: ۲۹۷ "الضغث قبضة ريحان او حشيش، وجمعه اضغاث، قال "وخذ بيدك ضغثا" وبه شبه الاحلام المختلطة التى لا يتبين حقائقها، "قالوا اضغاث احلام" حزمُ اخلاط من الاحلام "

آوٰی الیہ: ضَمَّ اِلَیْہِ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰی اِلَیْہِ اَخَاہُ" "اور جب یہ لوگ (یعنی برادرانِ یوسف) یوسف کے پاس پہنچے (اور بنیامین کو پیش کرکے کہا کہ ہم آپ کے حکم کے موافق ان کو لائے ہیں) انھوں نے اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھا" فرماتے ہیں کہ آیت میں اٰوٰی اِلَیْہِ کے معنی ہیں ضَمَّ اِلَیْہِ اپنے ساتھ ملالیا، اپنے پاس جگہ دی۔

السِّقَایَۃُ: مِکْیَال

آیت کریمہ میں ہے "فَلَمَّا جَھَّزَھُمْ بِجَھَازِھِمْ جَعَلَ السِّقَایَۃَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْہِ" "پھر جب یوسفؑ نے ان کا سامان تیار کردیا تو پانی پینے کا برتن (کہ وہی پیمانہ غلّہ دینے کا بھی تھا) اپنے بھائی کے اسباب میں رکھ دیا" فرماتے ہیں کہ سقایہ کے معنی پیمانہ ہیں۔

تَفْتَؤُ: لَاتَزَالُ

آیت میں ہے "قَالُوْا تَاللّٰہِ تَفْتَؤُ تَذْکُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَکُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَکُوْنَ مِنَ الْھَالِکِیْنَ" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں "تَفْتَؤُ" "لَاتَزَالُ" کے معنی میں ہے، یہاں "لا" محذوف ہے اصل عبارت "لَاتَفْتَأُ" ہے جس کے معنی ہیں: ہمیشہ

اور "حَرَضًا" مصدر "مُحْرَضًا" اسم مفعول کے معنی میں ہے بمعنی مضمحل، بیمار، امام نے اس کی تفسیر کی یُذِیبُکَ الھمّ مطلب یہ ہے کہ آپ برابر یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا غم آپ کو پگھلا کر رکھ دے گا۔

تَحَسَّسُوا: تخبّروا

آیت کریمہ میں ہے "یٰبَنِیَّ اذْھَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْہِ" "اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور ان کے بھائی کو تلاش کرو، فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں تَحَسَّسُوْا بمعنی تخبّروا ہے یعنی تم خبر لو، تَحَسَّسْ کے معنی ہیں خبر لینا، تلاش کرنا، ٹوہ لگانا۔

مُزْجَاةٍ: قَلِيْلَةٍ

آیت کریمہ میں ہے "وَجِئْنَابِبِضَاعَةٍمُّزْجَاةٍ" "اور ہم کچھ نکمی چیز لائے ہیں، یعنی قلیل پونجی اور ناقص دام لائے ہیں، فرماتے ہیں کہ آیت میں مُزْجَاةٍ کے معنی قلیل و ناقص کے ہیں۔

غَاشِيَةٌ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ: عَامَّةٌ مُجَلِّلَةٌ

آیت میں ہے "اَفَاَمِنُوْا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ" اس میں "غَاشِيَةٌ" کی تفسیر عَامَّةٌ مُجَلِّلَةٌ یعنی ایک عالمگیر عذاب جَلَّلَ الشَّيْئَ، تَجْلِيْلاً: عام ہونا، یہ غاشیۃ کی صفت ہے، آیت کا مطلب ہے کیا وہ لوگ اس بات سے مامون تھے کہ ان پر اللہ کے عذاب میں سے کوئی چھا جانے والی مصیبت آئے یا ان پر اچانک قیامت آجائے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔

١٧٩ – باب : قَوْلِهِ :

«وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَى أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحٰقَ» /٦/ .

٤٤١١ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ دِينَارٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (الْكَرِيمُ ٱبْنُ الْكَرِيمِ ، ٱبْنِ الْكَرِيمِ ، ٱبْنِ الْكَرِيمِ ، يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحٰقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ) .

[ر : ٣٢٠٢]

١٨٠ – باب : «لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ» /٧/ .

٤٤١٢ : حدّثني مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : سُئِلَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ أَيُّ النَّاسِ أَكْرَمُ ؟ قَالَ : (أَكْرَمُهُمْ عِنْدَ ٱللهِ أَتْقَاهُمْ) . قَالُوا : لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ ، قَالَ : (فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ نَبِيُّ ٱللهِ ، ٱبْنُ نَبِيِّ ٱللهِ ، ٱبْنِ نَبِيِّ ٱللهِ ، ٱبْنِ خَلِيلِ ٱللهِ) . قَالُوا : لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ ، قَالَ : (فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونَنِي) . قَالُوا : نَعَمْ ، قَالَ : (فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ ، إِذَا فَقِهُوا) .

تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ . [ر : ٣١٧٥]

١٨١ - باب : قَوْلِهِ : «قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا» /١٨/ .

سَوَّلَتْ : زَيَّنَتْ .

٤٤١٣/٤٤١٤ : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ . قالَ : وَحدَّثَنَا الحَجَّاجُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ عُمَرَ النُّمَيْرِيُّ : حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ الْأَيْلِيُّ قالَ : سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ : سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ ، وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ ، وَعَلْقَمَةَ ٱبْنَ وَقَّاصٍ ، وَعُبَيْدَ ٱللهِ بْنَ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنْ حَدِيثِ عائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، حِينَ قالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قالُوا ، فَبَرَّأَهَا ٱللهُ ، كُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنَ الحَدِيثِ ، قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ ٱللهُ ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ ، فَٱسْتَغْفِرِي ٱللهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ) . قُلْتُ : إِنِّي وَٱللهِ لَا أَجِدُ مَثَلاً إِلَّا أَبَا يُوسُفَ : «فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَٱللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى ما تَصِفُونَ» . وَأَنْزَلَ ٱللهُ : «إِنَّ الَّذِينَ جَاؤُوا بِالْإِفْكِ» . الْعَشْرَ الآيَاتِ .

(٤٤١٤) : حدّثنا مُوسَى : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قالَ : حَدَّثَنِي مَسْرُوقُ بْنُ الْأَجْدَعِ قالَ : حَدَّثَتْنِي أُمُّ رُومانَ وَهْيَ أُمُّ عائِشَةَ قالَتْ : بَيْنَا أَنَا وَعائِشَةُ أَخَذَتْهَا الحُمَّى ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَعَلَّ في حَدِيثٍ تُحُدِّثَ) . قالَتْ : نَعَمْ ، وَقَعَدَتْ عائِشَةُ ، قالَتْ : مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَيَعْقُوبَ وَبَنِيهِ : «وَٱللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى ما تَصِفُونَ» . [ر : ٢٤٥٣]

یہ آیت سورۃ یوسف میں دو جگہ ہے، ایک سورۃ یوسف کے دوسرے رکوع میں ہے، جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے لیجا کر کنویں میں ڈالا اور آکر حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ ان کو بھیڑیئے نے کھا لیا ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لائے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے قمیص دیکھ کر فرمایا "بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ" یعنی یہ تمہارے لئے تمہارے دلوں نے ایک بات بنالی ہے اب تو صبر ہی بہتر ہے

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے فائدہ میں لکھتے ہیں:

"بھلا جس کو شام میں بیٹھ کر مصر سے یوسف کے کرتہ کی خوشبو آتی تھی، وہ بکری کے خون پر یوسف کے خون کا گمان کب کرسکتا تھا، انہوں نے سنتے ہی جھٹلا دیا اور جیسا کہ بعض تفاسیر میں ہے، کہنے لگے کہ وہ بھیڑیا واقعی بڑا حلیم اور متین ہوگا جو یوسف کو لے گیا اور خون آلود کرتہ کو نہایت احتیاط سے صحیح

وسالم اتار کر رکھ گیا، سچ ہے "دروغگو را حافظہ نہ باشد" خون کے چھینٹے تو دیئے مگر یہ خیال نہ رہا کہ قمیص کو بے ترتیبی سے نوچ کر اور پھاڑ کر پیش کرتے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے صاف طور پر فرمادیا کہ یہ سب تمہاری سازش اور اپنے دلوں سے تراشی ہوئی باتیں ہیں، بہرحال میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں جس میں نہ کسی غیر کے سامنے شکوہ ہوگا نہ تم سے انتقام کی کوشش صرف اپنے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس صبر میں میری مدد فرمائے اور اپنی اعانت غیبی سے جو باتیں تم ظاہر کررہے ہو، ان کی حقیقت اس طرح آشکارا کردے کہ سلامتی کے ساتھ یوسف سے دوبارہ ملنا نصیب ہو، معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو مطلع کردیا گیا تھا کہ جس امتحان میں وہ مبتلا کئے گئے ہیں وہ پورا ہوکر رہے گا اور ایک مدت معین کے بعد اس مصیبت سے نجات ملے گی، فی الحال ڈھونڈنے یا انتقامی تدابیر اختیار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، یوسف ابھی ملیں گے نہیں، ہاں دوسرے بیٹے ساری دنیا میں رسوا ہوجائیں گے اور ممکن ہے کہ طیش میں آکر خود یعقوب علیہ السلام کو ایذاء پہنچانے کی کوشش کریں۔" (۴۳)

اور دوسری جگہ یہ آیت سورۃ یوسف کے دسویں رکوع میں ہے، جب بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے پاس روک لیا اور ایک خاص حیلے کے تحت بنیامین کو جانے نہیں دیا تو بھائیوں نے آکر حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ بنیامین نے چوری کی تھی جس کی پاداش میں وہ پکڑا گیا تو اس وقت بھی حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا "بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا" اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ اس دوسرے موقع پر تو بھائیوں نے سچ کہا تھا، اس کے باوجود حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کی بات کو تسویل نفسانی قرار دیا اور ان کی بات کا اعتبار نہیں کیا حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں اور وہ ایک غلط بات کیسے کہہ سکتے ہیں؟

❶ اس اشکال کا ایک جواب تو حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے وہ فرماتے ہیں "پہلی بار کی بے اعتباری سے اس مرتبہ بھی حضرت یعقوب نے بیٹوں کا اعتبار نہیں کیا، لیکن نبی کا کلام جھوٹ نہیں، بیٹوں کی بنائی ہوئی بات تھی، حضرت یوسف بھی بیٹے تھے گویا کہ "لکم" کا خطاب جنس ابناء کی طرف ہوا۔" (۴۴)

اس کا حاصل یہ ہے کہ اس مرتبہ بھائیوں نے جو کچھ کہا تھا سچ تھا لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کے مذکورہ جملہ میں اشارہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حیلہ کی طرف تھا۔

---

(۴۳) دیکھیے تفسیر عثمانی: ۳۱۵-۳۱۴ فائدہ نمبر۱

(۴۴) تفسیر عثمانی: ۳۲۵ فائدہ نمبر۴

❷ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرا جواب دیا، وہ فرماتے ہیں :

"بعض مفسرین نے یہ مطلب لیا ہے کہ تم یہاں سے حفاظت کے کیسے وعدے کر کے اصرار کے ساتھ لے گئے ، وہاں پہنچ کر اتنا بھی نہ کہا کہ اس کے اسباب سے پیالہ برآمد ہونے سے چوری کیسے ثابت ہوگئی، شاید کسی اور نے چھپا دیا ہو، مدافعت تو کیا کرتے یہ کہہ کر کہ پہلے اس کے بھائی نے چوری کی تھی اس جرم کو پختہ کردیا، تمہارے دل میں کھوٹ نہ ہوتا تو یہ طرزِ عمل اختیار نہ کرتے ، اب باتیں بنانے کے لئے آئے ہو (۳۵) ۔"

اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کے قصہ میں تسویل کی نسبت اس بناء پر کی ہے کہ جب بنیامین کے کجاوے سے پیالہ برآمد ہوا اور ان پر چوری کا الزام عائد کیا گیا تو اس وقت بھائیوں نے کہا "اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ" بنیامین کی طرف انہوں نے سرقہ کی نسبت کردی حالانکہ انہوں نے تحقیق نہیں کی تھی اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے تسویل کی اسناد ان کی طرف کی، اسی طرح انہوں نے جو جزاء اور سزا تجویز کی تھی کہ جس کے پاس پیمانہ نکل آیا اسے گرفتار کرلیا جائے یہ سزا انہوں نے اپنی طرف سے مرتب کی تھی، بادشاہ مصر کے ہاں سارق کی یہ سزا نہ تھی۔

❸ تیسرا جواب یہ دیا گیا کہ یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام سے اجتہادی غلطی ہوئی اور انہوں نے بیٹوں کی سچ بات کو تسلیم نہیں کیا، لیکن ان کی سچ بات کو تسلیم نہ کرنے کی معقول وجہ تھی، اس سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں انہیں تجربہ ہوچکا تھا کہ بھائیوں نے دھوکہ سے کام لیا ہے ، اب یہاں یہ بات واضح تھی کہ سارق کو قید کرنا اور چوری کے بدلہ میں اس کو لے لینا صرف حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت کی سزا تھی، کسی اور شریعت میں اس وقت سارق کی یہ سزا مقرر نہ تھی اور نہ ہی بادشاہ مصر کے قانون سرقہ کے تحت یہ سزا آتی تھی۔ حضرت یعقوب نے سمجھا کہ چوری ظاہر ہونے کے بعد انہوں نے اپنی شریعت کے مطابق اس لئے فتوی دیا کہ بنیامین کو روک لیا جائے اس لئے ان کی بات کو غلط قرار دیا اور کسی صحیح بات کو اس وجہ سے غلط قرار دینا کہ اس کے غلط ہونے کے قرائن موجود ہوں کوئی قابل جرح امر نہیں ہے چنانچہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ۔

"وذکر ابن المُنَیِّر فی توجیہ ھذا القول ھھنا.... انھم کانوا عند ابیھم علیہ السلام حینئذ متھمین، وھم قمن باتھامہ لما أسلفوہ فی حق یوسف علیہ السلام، وقامت عندہ قرینۃ تؤکد التھمۃ تقویھا وھوأخذ

(۳۵) تفسیر عثمانی : ۳۲۵ فائدہ نمبر۴

الملک له في السرقة، ولم يكن ذلك الا من دينه، لا من دينه ولا من دين غيره من الناس، فظن انهم الذين افتوه بذلك بعد ظهور السرقة التي ذكروها تعمداً ليتخلف دونهم، واتهام من هو بحيث يتطرق اليه التهمة لاجرح فيه، لاسيما فيما يرجع الى الوالد مع الولد (۳۶)۔"

١٨٢ - باب : «وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ» /٢٣/ .
وَقَالَ عِكْرِمَةُ : هَيْتَ لَكَ : بِالحَوْرَانِيَّةِ : هَلُمَّ . وَقَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ : تَعَالَهْ .

"هِيتَ لَکَ" هاء کے کسرہ اور فتحہ دونوں طرح نقل کیا گیا ہے، عکرمہ فرماتے ہیں کہ یہ حورانی لغت ہے اور "هلم" کے معنی میں ہے، حوران شام کے کسی شہر کا نام تھا (۳۷) اس کی طرف یہ منسوب ہے، امام سُدِّی فرماتے ہیں یہ قبطی زبان کا لفظ ہے (۳۸) اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ سریانی زبان کا لفظ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ عبرانی زبان میں استعمال ہوتا ہے لیکن جمہور کی رائے ہے کہ یہ لفظ عربی زبان کا ہے (۳۹)۔

٤٤١٥ : حدّثني أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ : «هَيْتَ لَكَ» . قَالَ : وَإِنَّمَا نَقْرَؤُهَا كما عُلِّمْنَاهَا .
«مَثْوَاهُ» /٢١/ : مُقَامُهُ . «وَأَلْفَيَا» /٢٥/ : وَجَدَا . «أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ» /الصافات : ٦٩/ .
«أَلْفَيْنَا» /البقرة : ١٧٠/ .
وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ : «بَلْ عَجِبْتُ وَيَسْخَرُونَ» /الصافات : ١٢/ .

اس کا تعلق سورۃ یوسف سے نہیں ہے بلکہ سورۃ الصافات میں واقع ہے، امام بخاری نے اس کو یہاں کیوں ذکر کیا، بعض حضرات نے کہا کہ اس کو یہاں بے محل ذکر کیا ہے، یہاں اس کو لانے کی کوئی مناسبت نہیں ہے (۴۰) لیکن بعض شراح بخاری نے مناسبت بیان کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی

---

(۳۶) دیکھیے روح المعانی: ۱۳/ ۳۹
(۳۷) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۳۰۵
(۳۸) فتح الباری: ۸/ ۳۶۴
(۳۹) فتح الباری: ۸/ ۳۶۴
(۴۰) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۳۰۶

قراءت "بَلْ عَجِبْتَ" تاء کے ضمہ کے ساتھ ہے اور "هِيْتَ لَكَ" میں بھی ایک قراءت تاء کے ضمہ کے ساتھ ہے تو اسے لاکر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح "بَلْ عَجِبْتَ" میں ایک قراءت بضم التاء ہے اسی طرح "هِيتَ لَكَ" میں بھی ایک قراءت بضم التاء ہے (۴۱)۔

قاضی شریح نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول "بَلْ عَجِبْتُ" میں تاء کے ضمہ والی قراءت کو رد کیا کیونکہ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں میں تعجب کرتا ہوں اور تعجب وہ آدمی کرتا ہے جو حقیقت حال سے واقف نہیں ہوا کرتا جبکہ اللہ تعالیٰ تو ہر حال اور ہر حقیقت سے واقف ہے لہذا تعجب کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف درست نہیں ہوگی۔

لیکن ابراہیم نَخَعِی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قاضی شُرَیْح اپنے علم کی وجہ سے عجب اور پندار میں مبتلا ہوگئے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی اور عالم کی قراءت کو رد کردیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختصاص رکھنے والا اتنا بڑا صحابی کوئی قراءت اپنی طرف سے تو نہیں وضع کرے گا بلکہ ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہوگا اس لئے قاضی شریح کا یہ کہنا کہ مذکورہ قراءت درست نہیں محل نظر ہے۔

جہاں تک قاضی شُرَیْح کے اشکال کا تعلق ہے کہ اس صورت میں تعجب کی اسناد اللہ کی طرف ہوگی اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہاں "قل" محذوف مان لیا جائے یعنی اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ مجھے تعجب ہے اس صورت میں اسناد اللہ کی طرف نہیں ہوگی اور دوسرا جواب یہ ہے کہ تعجب کی نسبت اللہ کی طرف ہو بھی تو اس صورت میں اس کے وہی معنی مراد ہوں گے کہ جو اللہ جل شانہ کی شان کے لائق اور سزاوار ہوں (۴۲) مثلاً یہ مطلب بیان کیا جاسکتا ہے کہ میں ایسا معاملہ کرتا ہوں جیسے تعجب کرنے والا معاملہ کرتا ہے حقیقت میں تعجب کرنا مراد نہیں

٤٤١٦ : حدَّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ مُسْلِمٍ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ قُرَيْشًا لَمَّا أَبْطَؤُوا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْإِسْلَامِ ، قَالَ : (اللَّهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ) . فَأَصَابَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ ، حَتَّى أَكَلُوا الْعِظَامَ ،

---

(۴۱) قال الکرمانی رحمہ اللہ فی شرحہ البخاری : ۱۷ / ۱۶۳ "فان قلت : هذه فی سورة الصافات، فلم ذکر ها هنا؟ قلت: لبیان ان ابن مسعود یقراه مضموما کما یقرا هیت مضموما" وفی اللامع : ۹ / ۱۱۴-۱۱۳ "قوله : هیت لک، قراه ابن مسعود رضی اللہ عنہ بضم التاء، والاخرون بفتحها، وعلیہ مدار اعتراض ابی وائل، وکذلک اختلف ابن مسعود مع الجمهور فی قوله : بل عجبت: ولذلک اورده المؤلف ههنا تنظیر اللاختلاف"

(۴۲) دیکھیے فتح الباری : ۸/۳۶۵

حَتَّى جَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا مِثْلَ الدُّخَانِ ، قَالَ اللَّهُ : «فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ» . قَالَ اللَّهُ : «إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيلاً إِنَّكُمْ عَائِدُونَ» . أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؟ وَقَدْ مَضَى الدُّخَانُ ، وَمَضَتِ الْبَطْشَةُ . [ر : ۹۶۲]

اس روایت کا ترجمۃ الباب سے بظاہر کوئی تعلق نظر نہیں آتا ہے کیونکہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے لئے بددعا کی جس کے نتیجے میں ان پر قحط پڑا آپ نے بددعا میں فرمایا تھا "اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ" لیکن روایت میں صرف حضرت یوسف کا نام آجانا مناسبت کے لئے کافی نہیں ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ اس روایت کے دوسرے طریق میں ہے جب قریش پر قحط کی سختی ہوئی تو ابوسفیان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا آپؐ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں، آپ کی قوم بھوکی مررہی ہے، ان کے لئے دعا کیجئے، آپؐ نے قریش کے مظالم اور ان کے قصور سے درگزر کرتے ہوئے دعا فرمائی یہ ٹھیک اسی طرح ہوا جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے مظالم اور زلیخا کا قصور معاف فرمادیا تھا اور ان سے کسی قسم کا بدلہ نہیں لیا تھا، اس مناسبت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث یہاں ذکر فرمائی (۴۳)۔

١٨٣ – باب : قَوْلِهِ : «فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ . قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُنَّ يُوسُفَ عَنْ نَفْسِهِ قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ» /٥٠ ، ٥١/ .

وَحَاشَ وَحَاشَى : تَنْزِيهٌ وَاسْتِثْنَاءٌ . «حَصْحَصَ» /٥١/ : وَضَحَ .

٤٤١٧ : حدَّثنا سَعِيدُ بْنُ تَلِيدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ ، عَنْ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (يَرْحَمُ اللَّهُ لُوطًا ، لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ ، وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ ، وَنَحْنُ أَحَقُّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لَهُ : «أَوَ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي») . [ر : ٣١٩٢]

(۴۳) عمدۃ القاری: ۱۸/ ۳۰۷

عبدالرحمن بن القاسم

یہ امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، ان کا سلسلہ نسب یہ ہے عبدالرحمن بن القاسم بن خالد بن جنادۃ العتَقی، المصری۔

امام ابوزرعہ نے ان کے بارے میں فرمایا "ثقة رجل صالح"۔

امام نسائی فرماتے ہیں "ثقة مامون احد الفقهاء"۔

اور امام حاکم فرماتے ہیں "ثقة مامون"۔

ابن حبّان نے کتاب "الثقات" میں ان کا ذکر کیا ہے۔

ان کی وفات ۲۱ صفر ۱۹۱ھ میں ہوئی اور ولادت کے بارے میں تین قول ہیں ۱۲۸ھ، ۱۳۱ھ اور ۱۳۲ھ، امام بخاریؒ، امام نسائی اور امام ابوداؤد "مراسیل" میں ان سے روایت کرتے ہیں (۴۴)۔

لَقَدْ كَانَ يَأْوِیْ اِلٰی رُكْنٍ شَدِيْدٍ

یعنی حضرت لوط علیہ السلام رکن شدید کی طرف مائل ہوتے تھے اگر "رکن شدید" سے مراد اللہ تعالے ہیں اور ظاہر ہے اللہ سے زیادہ اور رکن شدید کون ہوسکتا ہے، اس صورت میں آپ کی دعا "یرحم اللہ لوطا...." بطور مدح ہوگی کہ ان کا مقام کتنا بڑا تھا، کیسے کیسے مصائب آئے لیکن حضرت لوط نے کبھی غیراللہ کی طرف رجوع نہیں کیا بلکہ اللہ تعالی ہی کی طرف انہوں نے رجوع اختیار کیا، اللہ جل شانہ کی ان پر خصوصی رحمت ہے۔

اور "رکن شدید" سے خاندان اور قبیلہ بھی مراد ہوسکتا ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے تمنا کی کہ میرا کوئی مضبوط قبیلہ اور خاندان یہاں ہوتا تو ان کی یہ جرات نہ ہوتی، یہ لوگ مجھے خوار اور رسوا اس لئے کررہے ہیں کہ میں اکیلا اور تنہا ہوں۔

اس صورت میں یہ دعا حضرت لوط علیہ السلام کے ایک تسامح کو بیان کرنے کے لئے فرمائی، ان سے بتقاضائے بشریت یہ لغزش ہوئی، اللہ تعالی انہیں معاف فرمائیں اور اپنی رحمت ان پر نازل فرمائیں۔

---

(۴۴) "عبدالرحمٰن بن القاسم.... الفقيه المشهور صاحب مالك، وراوى "المدونة" من علم مالك، وليس له فى البخارى سوى هذا الموضع.... والاسناد مسلسل بالمصريين الى يونس بن يزيد، والباقون مدنيون، وفيه رواية الاقران، لان عمرو بن الحارث المصرى بالفقيه المشهور، من اقران يونس بن يزيد" (وانظر فتح البارى: ۸ / ۳٦٧) ان کے حالات اور مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے تهذيب الكمال: ۱۷ / ۳۴۴۔ وابن خلكان: ۳/ ۱۲۹ والجمع لابن القيسرانى: ۱/ ۲۹۳، والكاشف ۲/ الترجمة ۳۰، وشذرات الذهب: ۱/ ۳۲۹، وثقات ابن حبان: ۸/ ۳۸۴۔

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اللہ جل شانہ نے ہر نبی کو ایک مستحکم قبیلہ میں سے بھیجا تاکہ انہیں کسی موقع پر یہ کہنے کی نوبت نہ آئے کہ کاش میرا خاندان ہوتا تو میری مدد کے لئے آتا (۴۵)۔

١٨٤ – باب : قَوْلِهِ : «حَتَّى إِذَا ٱسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ» /١١٠/.

٤٤١٨/٤٤١٩ : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ ٱللَّهِ : حَدَّثَنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا قالَتْ لَهُ، وَهُوَ يَسْأَلُهَا عَنْ قَوْلِ ٱللَّهِ تَعَالَى : «حَتَّى إِذَا ٱسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ». قالَ : قُلْتُ : أَكُذِبُوا أَمْ كُذِّبُوا ؟ قالَتْ : عائِشَةُ : كُذِّبُو، قُلْتُ : فَقَدِ ٱسْتَيْقَنُوا أَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوهُمْ فَمَا هُوَ بِالظَّنِّ ؟ قالَتْ : أَجَلْ لَعَمْرِي لَقَدْ ٱسْتَيْقَنُوا بِذٰلِكَ، فَقُلْتُ لَهَا : وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا، قالَتْ : مَعَاذَ ٱللَّهِ، لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذٰلِكَ بِرَبِّهَا، قُلْتُ : فَمَا هٰذِهِ الآيَةُ ؟ قالَتْ : هُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِينَ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوهُمْ، فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَٱسْتَأْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ، حَتَّى إِذَا ٱسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ، وَظَنَّتِ الرُّسُلُ أَنَّ أَتْبَاعَهُمْ قَدْ كَذَّبُوهُمْ، جاءَهُمْ نَصْرُ ٱللَّهِ عِنْدَ ذٰلِكَ.

(٤٤١٩) : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ : فَقُلْتُ : لَعَلَّهَا «كُذِبُوا» مُخَفَّفَةً، قالَتْ : مَعَاذَ ٱللَّهِ. [ر : ٣٢٠٩]

اس پر تفصیلی کلام سورہ بقرہ کے تحت گزر چکا ہے۔

١٨٥ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الرَّعْدِ.

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ» /١٤/ : مَثَلُ الْمُشْرِكِ الَّذِي عَبَدَ مَعَ ٱللَّهِ إِلٰهًا غَيْرَهُ، كَمَثَلِ الْعَطْشَانِ الَّذِي يَنْظُرُ إِلَى خَيَالِهِ فِي الْمَاءِ مِنْ بَعِيدٍ، وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَتَنَاوَلَهُ وَلَا يَقْدِرُ.

وَقالَ غَيْرُهُ : «سَخَّرَ» /٢/ : ذَلَّلَ. «مُتَجَاوِرَاتٌ» /٤/ : مُتَدَانِيَاتٌ. «الْمَثُلَاتُ» /٦/ :

(۴۵) فتح الباری: ۶/۳۱۵ کتاب احادیث الانبیاء، باب "ولوطا اذ قال لقومہ....."

وَاحِدُهَا مَثُلَةٌ ، وَهِيَ الْأَشْبَاهُ وَالْأَمْثَالُ .

وَقَالَ : «إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا» /يونس: ١٠٢/ . «بِمِقْدَارٍ» /٨/ : بِقَدَرٍ . «مُعَقِّبَاتٌ» /١١/ : مَلَائِكَةٌ حَفَظَةٌ ، تُعَقِّبُ الْأُولَى مِنْهَا الْأُخْرَى ، وَمِنْهُ قِيلَ الْعَقِيبُ ، يُقَالُ : عَقَّبْتُ فِي إِثْرِهِ . «الْمِحَالِ» /١٣/ : الْعُقُوبَةُ . «كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ» /١٤/ : لِيَقْبِضَ عَلَى الْمَاءِ . «رَابِيًا» /١٧/ : مِنْ رَبَا يَرْبُو . «أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِثْلُهُ» /١٧/ : الْمَتَاعُ ما تَمَتَّعْتَ بِهِ . «جُفَاءً» /١٧/ : أَجْفَأَتِ الْقِدْرُ ، إِذَا غَلَتْ فَعَلَاهَا الزَّبَدُ ، ثُمَّ تَسْكُنُ فَيَذْهَبُ الزَّبَدُ بِلَا مَنْفَعَةٍ ، فَكَذٰلِكَ يُمَيِّزُ الْحَقُّ مِنَ الْبَاطِلِ . «الْمِهَادُ» /١٨/ : الْفِرَاشُ . «يَدْرَؤُونَ» /٢٢/ : يَدْفَعُونَ ، دَرَأْتُهُ عَنِّي دَفَعْتُهُ . «سَلَامٌ عَلَيْكُمْ» /٢٤/ : أَيْ يَقُولُونَ : سَلَامٌ عَلَيْكُمْ . «وَإِلَيْهِ مَتَابِ» /٣٠/ : تَوْبَتِي . «أَفَلَمْ يَيْأَسْ» /٣١/ : أَفَلَمْ يَتَبَيَّنْ . «قَارِعَةٌ» /٣١/ : دَاهِيَةٌ . «فَأَمْلَيْتُ» /٣٢/ : أَطَلْتُ ، مِنَ الْمَلِيِّ وَالْمِلَاوَةُ ، وَمِنْهُ «مَلِيًّا» /مريم: ٤٦/ : وَيُقَالُ لِلْوَاسِعِ الطَّوِيلِ مِنَ الْأَرْضِ : مَلًى مِنَ الْأَرْضِ . «أَشَقُّ» /٣٤/ : أَشَدُّ مِنَ الْمَشَقَّةِ . «مُعَقِّبَ» /٤١/ : مُغَيِّرٌ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «مُتَجَاوِرَاتٌ» /٤/ : طَيِّبُهَا عَذْبُهَا ، وَخَبِيثُهَا السِّبَاخُ . «صِنْوَانٌ» النَّخْلَتَانِ أَوْ أَكْثَرُ فِي أَصْلٍ وَاحِدٍ «وَغَيْرُ صِنْوَانٍ» /٤/ : وَحْدَهَا . «بِمَاءٍ وَاحِدٍ» /٤/ : كَصَالِحِ بَنِي آدَمَ وَخَبِيثِهِمْ ، أَبُوهُمْ وَاحِدٌ . «السَّحَابَ الثِّقَالَ» /١٢/ : الَّذِي فِيهِ الْمَاءُ . «كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ» /١٤/ : يَدْعُو الْمَاءَ بِلِسَانِهِ ، وَيُشِيرُ إِلَيْهِ بِيَدِهِ ، فَلَا يَأْتِيهِ أَبَدًا . «سَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا» /١٧/ : تَمْلَأُ بَطْنَ كُلِّ وَادٍ بِحَسَبِهِ . «زَبَدًا رَابِيًا» /١٧/ : الزَّبَدُ زَبَدُ السَّيْلِ . «زَبَدٌ مِثْلُهُ» /١٧/ : خَبَثُ الْحَدِيدِ وَالْحِلْيَةِ .

سورۃ الرعد

وقال ابن عباس ؓ : كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ : مَثَلُ الْمُشْرِكِ الَّذِي عَبَدَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا غَيْرَهُ، كَمَثَلِ الْعَطْشَانِ الَّذِي يَنْظُرُ إِلَى خَيَالِهِ فِي الْمَاءِ مِنْ بَعِيدٍ، وهو يريد ان يتناوله ولا يقدر

آیت میں ہے ”وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ“

وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ " فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مشرک کی مثال بیان کی گئی ہے جو اللہ کے ساتھ دوسرے الہ کی بھی عبادت کرتا ہے کہ اس کی مثال اس پیاسے جیسی ہے جو دور سے اپنے تصور اور خیال میں پانی کو دیکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ پانی حاصل کرلے لیکن اس پر قادر نہیں ہوتا ہے (اسی طرح یہ مشرک غیراللہ کی عبادت اس نیت سے کرتا ہے کہ وہ اس کی مدد کریگا حالانکہ وہ اس کی مدد پر قادر نہیں ہوتا ہے)

وقال غیرہ: سخّر: ذلّل

آیت کریمہ میں ہے "وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى" "اور آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگادیا، ہر ایک (ان دونوں میں سے) وقت مقررہ پر چلتا رہتا ہے" حضرت ابن عباسؓ کے غیر نے کہا کہ سَخَّرَ کے معنی ہیں ذَلَّلَ: تابع بنایا، تابع فرمان کیا۔

مُتَجَاوِرَاتٌ: مُتَدَانِيَاتٌ

آیت میں ہے "وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ" متجاورات کے معنی ہیں ایک دوسرے کے قریب اور ملے ہوئے (۴۶)۔

اَلْمَثُلَاتُ: واحدها مَثُلَةٌ، وَهِيَ الْاَشْبَاهُ وَالْاَمْثَالُ، وقال: اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا

"وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلَاتُ" "اَلْمَثُلَاتُ" "مَثُلَةٌ" کی جمع ہے، اس کے معنی اشباہ اور امثال کے آتے ہیں "فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ" اس آیت میں بھی "مثل" کا مفہوم وہی ہے جو پہلی آیت میں ہے۔

بِمِقْدَارٍ: بِقَدَرٍ

آیت کریمہ میں ہے "وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ" "اور ہر چیز اللہ کے نزدیک ایک خاص انداز سے ہے" فرماتے ہیں کہ مقدار کے معنی ہیں قدر یعنی معین انداز، مقررہ اندازہ کہ نہ اس سے بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔

---

(۴۶) "قال الراغب الاصفهانی" وقد تصور من الجار معنی القرب، فقیل لمن یقرب من غیرہ جارہ و جاورہ، و تجاور، قال تعالی: "وفی الارض قطعا متجاورات" (المفردات فی غریب القرآن: ۴۳۰)

مُعَقِّبَاتٌ : مَلَائِكَةٌ حَفَظَةٌ، تُعَقِّبُ الْأُولٰى مِنْهَا الْأُخْرٰى، وَمِنْهُ قِيلَ الْعَقِيبُ، يُقَالُ: عَقَّبْتُ فِي إِثْرِهِ

آیت میں ہے "لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ" فرماتے ہیں اس میں معقبات سے مراد حفاظت کرنے والے وہ فرشتے ہیں جن کی پہلی جماعت کے بعد دوسری جماعت آتی ہے، اسی سے عقیب ہے، اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بعد میں آنے والا ہو اور عَقَّبْتُ فِي إِثْرِهِ بولتے ہیں جب آپ اس کے نشان قدم پر پیچھے پیچھے آئے ہوں (۴۷)۔

اَلْمِحَالُ: اَلْعُقُوبَةُ

آیت کریمہ میں ہے "وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللّٰهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ" "اور وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ سخت گرفت کرنے والا ہے" فرماتے ہیں کہ آیت میں محال کے معنی ہیں عقوبت یعنی عذاب یہ تفسیر ابوعبیدہؒ کی ہے، حضرت مجاہدؒ سے منقول ہے کہ محال کے معنی ہیں سخت قوت والا، محال کے معنی حیلہ اور تدبیر کے بھی آتے ہیں۔

رَابِيًا مِنْ رَبَا، يَرْبُو

آیت میں ہے "فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا" یعنی پھر وہ سیلاب اوپر لے آتا ہے پھولے ہوئے جھاگ کو، رَابِيًا: رَبَا، يَرْبُو سے مشتق ہے جس کے معنی پھولنے اور چڑھنے، بڑھنے کے آتے ہیں۔

أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ: اَلْمَتَاعُ: مَا تَمَتَّعْتَ بِهِ

آیت میں ہے "وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِثْلُهُ" فرماتے ہیں متاع اس چیز کو کہتے ہیں جس سے آپ فائدہ اٹھائیں یعنی برتن وغیرہ (۴۸) آیت کا مطلب آگے آرہا ہے۔

جُفَاءً أَجْفَأَتِ الْقِدْرُ، إِذَا غَلَتْ، فَعَلَاهَا الزَّبَدُ، ثُمَّ تَسْكُنُ، فَيَذْهَبُ الزَّبَدُ بِلَا مَنْفَعَةٍ، فَكَذٰلِكَ

---

(۴۷) قال الراغب فی المفردات: ۳۴۰ "والتعقیب ان یاتی بشئی بعد آخر، یقال: عقب الفرس فی عدوہ، قال: "لہ معقبات من بین یدیہ و من خلفہ" ای ملائکۃ یتعاقبون علیہ، حافظین لہ"

(۴۸) قال الراغب فی المفردات: ۴۶۱ "و یقال لما ینتفع بہ فی البیت متاع .... و کل ماینتفع بہ علی وجہ ما فہو متاع و متعۃ"

یُمَیِّزُ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ

آیت میں ہے "فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَاءً" یعنی پھر وہ جھاگ خشک ہو کر ختم ہوجاتا ہے، اَجْفَأَتِ الْقِدْرُ بولتے ہیں جب ہانڈی میں جوش پیدا ہو اور جھاگ اس کے اوپر آجائے اور پھر اس میں سکون آئے تو جھاگ بلا کسی فائدہ کے ختم ہوجاتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ حق کو باطل سے جدا کرتے ہیں، باطل جھاگ کی طرح نمایاں ہوتا ہے لیکن وہ اپنا کوئی فائدہ اور اثر چھوڑ کر نہیں جاتا، ختم اور زائل ہوجاتا ہے۔

اَلْمِهَادُ: اَلْفِرَاشُ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ" "اور ان کا ٹھکانہ (ہمیشہ کے لیے) دوزخ ہے اور وہ بری قرار گاہ ہے" فرماتے ہیں کہ آیت میں مہاد بمعنی فراش ہے یعنی بچھونا، آرام گاہ۔

یَدْرَؤُنَ: یَدْفَعُوْنَ دَرَأْتُهُ عَنِّی: دَفَعْتُهُ

آیت کریمہ میں ہے "وَیَدْرَؤُنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ" "اور یہ لوگ برائی کو بھلائی سے رفع کرتے ہیں" (یعنی بدسلوکی کا مقابلہ حسن سلوک سے کرتے ہیں) فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں یَدْرَؤُنَ کے معنی ہیں یَدْفَعُوْنَ، دَرَأْتُهُ عنی: دفعتہ یعنی میں نے اس کو دور کیا۔

سَلَامٌ عَلَیْكُمْ اَیْ یَقُوْلُوْنَ سَلَامٌ عَلَیْكُمْ

آیت کریمہ میں ہے "وَالْمَلٰٓئِكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ" "اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آئیں گے اور کہیں گے تم (ہر آفت اور خطرہ سے) صحیح سلامت رہو گے بدولت اس کے کہ تم (دین حق پر) مضبوط رہے تھے پس اس جہان میں تمھارا انجام بہت اچھا ہے" فرماتے ہیں "سلام علیکم" سے پہلے آیت کریمہ میں "یقولون" محذوف ہے۔

وَاِلَیْهِ مَتَابِ: تَوْبَتِیْ

آیت کریمہ میں ہے "لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ مَتَابِ" "اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق

نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کرلیا اور اسی کے پاس مجھ کو جانا ہے" فرماتے ہیں کہ آیت میں الیہ متاب کے معنی ہیں الیہ توبتی یعنی اس کی طرف میرا رجوع کرنا ہے مقصد یہ ہے کہ متاب مصدر میمی ہے بمعنی رجوع۔

قَارِعَةٌ: دَاهِيَةٌ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ" "اور یہ (مکہ کے) کافر تو ہمیشہ (آئے دن) اسی حالت میں رہتے ہیں کہ ان کے کرتوتوں یعنی بداعمالیوں کے سبب کوئی نہ کوئی حادثہ پڑتا رہتا ہے" (کہیں قتل کہیں قید کہیں شکست) فرماتے ہیں کہ آیت میں قارعة کے معنی ہیں داھیة یعنی مہلک آفت، سخت مصیبت۔

فَأَمْلَيْتُ أَطَلْتُ مِنَ الْمَلِيِّ وَالْمِلَاوَةُ، وَمِنْهُ مَلِيًّا وَيُقَالُ لِلْوَاسِعِ الطَّوِيْلِ مِنَ الْأَرْضِ: مَلًا مِنَ الْأَرْضِ

آیت کریمہ میں ہے "فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ" "سو میں نے کافروں کو ڈھیل دی، پھر میں نے ان کو پکڑلیا، پس کیسا عذاب تھا" (یعنی سخت سزا تھی)

فرماتے ہیں کہ آیت میں اَمْلَيْتُ بمعنی اَطَلْتُ ہے یعنی میں نے مہلت دراز کردی، ڈھیل دے دی یہ مَلِيّ (بفتح المیم وکسر اللام وتشدید الیاء) اور ملاوۃ بکسر المیم سے مشتق ہے اور اسی سے "مَلِيًّا" ماخوذ ہے قرآن میں ایک جگہ ہے "وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا" اور کشادہ و طویل زمین یعنی صحرا و بیابان کو ملا من الارض کہا جاتا ہے۔

اَشَقُّ: اَشَدُّ من المشقة

آیت کریمہ میں ہے "وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ اَشَقُّ" "اور ان کافروں کے لیے آخرت کا عذاب بہت ہی سخت ہے" فرماتے ہیں کہ آیت میں اَشَقُّ بمعنی اَشَدُّ ہے جو مشقت سے مشتق ہے اور اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔

أَفَلَمْ يَايْئَسِ : أفلم يتبين

"أَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِينَ آمَنُوا أَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا" فرماتے ہیں اس میں "لم یائیس" "لم یتبین" کے معنی میں ہے یعنی کیا ایمان والوں پر یہ بات ظاہر نہیں ہوئی ہے کہ اگر خدا چاہتا تو تمام آدمیوں کو ہدایت دے دیتا۔

طبری نے قاسم بن معن سے نقل کیا ہے کہ یہ معنی ہوازن کی لغت میں ہیں وہ کہتے ہیں "یئست کذا ای علمتہ" (۴۹)

وقال مجاهد : مُتَجَاوِرَاتٌ : طَيِّبُهَا عَذْبُهَا وَخَبِيثُهَا السِّبَاخُ

"وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ" یعنی زمین میں ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے مختلف قطعے ہیں، ان میں جو طیب ہوتے ہیں وہ تو میٹھے ہوتے ہیں ان ـــ اچھی اور عمدہ پیداوار حاصل ہوتی ہے اور جو ناکارہ ہوتے ہیں وہ شور ہوتے ہیں اور ان میں انبات کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے، سباخ کے معنی شور، ویران کے ہیں۔

صِنْوَانٌ : النَّخْلَتَانِ أَوْ أَكْثَرُ فِي أَصْلٍ وَاحِدٍ، وَغَيْرُ صِنْوَانٍ وَحْدَهَا بِمَاءٍ وَاحِدٍ كَصَالِحِ بَنِي آدَمَ، وَخَبِيثِهِمْ أَبُوهُمْ وَاحِدٌ

آیت میں ہے "وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ" فرماتے ہیں دو کھجوریں ہوں یا دو سے زیادہ، ایک جڑ میں نکلی ہوں انہیں صنوان کہتے ہیں اور غیر صنوان سے مراد ہے کہ ایک ہی تنا ایک ہی جڑ سے نکلا ہو، ان سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ درخت، ان کا پھل اور شاخیں ایک ہی زمین، ایک ہی پانی سے سیراب کی جاتی ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی ساخت میں اور ان کے ذائقہ میں فرق ہوتا ہے۔

اسی طرح انسانوں کی مثال ہے کہ ان کا باپ ایک ہی حضرت آدم علیہ السلام ہیں لیکن کوئی بچہ صالح پیدا ہوتا ہے اور کوئی خبیث النفس ہوتا ہے۔

---

(۴۹) عمدۃ القاری: ۱۸/۳۱۱

مُعَقِّبٌ: مُغَیِّرٌ

آیت کریمہ میں ہے "وَاللّٰہُ یَحْکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِہٖ" "اللہ حکم کرتا ہے (جو چاہتا ہے) کوئی اس کے حکم کو پیچھے کرنے والا نہیں" یعنی بدلنے والا نہیں۔

السَّحَابُ الثِّقَالُ: اَلَّذِیْ فِیْہِ الْمَاءُ

آیت کریمہ میں ہے "ھُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ" "وہی ہے جو تم کو بجلی دکھاتا ہے جس سے (اس کے گرنے کا) ڈر بھی ہوتا ہے اور (اس سے بارش کی) امید بھی ہوتی ہے اور اٹھاتا ہے بھاری بادل۔ فرماتے ہیں کہ اَلسَّحَابُ الثِّقَالُ سے مراد وہ بادل ہے جس میں پانی بھرا ہوا ہو۔
سحاب اسم جنس ہے، اس کا واحد سحابۃ ہے جس کے معنی بادل کے ہیں، خواہ اس میں پانی ہو یا نہ ہو۔ "ثِقال" سحاب کی صفت ہے سَحاب ثِقال کے معنی ہوئے "پانی سے بوجھل بادل"

سَالَتْ اَوْدِیَۃٌ بِقَدَرِھَا: تَمْلَأُ بَطْنَ وَادٍ

آیت میں ہے "اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِیَۃٌ بِقَدَرِھَا" یعنی اللہ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا تو نالے اپنی اپنی مقدار کے موافق بہنے لگے، وادی کا بطن یعنی اندرونی حصہ پانی سے بھر جاتا ہے۔

زَبَدًا رَّابِیًا: اَلزَّبَدُ السَّیْلُ: زَبَدٌ مِّثْلُہٗ: خَبَثُ الْحَدِیْدِ وَالْحِلْیَۃِ

"فَاحْتَمَلَ السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا" زَبَدًا رَّابِیًا سے سیلاب کا جھاگ مراد ہے اور اسی آیت میں ہے "اومتاع زبد مثلہ" زبد مثلہ سے لوہے اور زیور کا میل مراد ہے، لوہے اور زیور کے اوپر جو زنگ ہوتا ہے، پانی میں آگ پر گرم کرتے ہوئے وہ جھاگ کی شکل میں نمودار ہوتا ہے، پوری آیت ہے "اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِیَۃٌ بِقَدَرِھَا فَاحْتَمَلَ السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا، وَمِمَّا یُوْقِدُوْنَ عَلَیْہِ فِی النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْیَۃٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُہٗ کَذٰلِکَ یَضْرِبُ اللّٰہُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ، فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْھَبُ جُفَاءً، وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ، کَذٰلِکَ یَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ"۔
آیت کریمہ کا ترجمہ ہے: "اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا، پھر نالے اپنی مقدار کے موافق بہنے لگے (یعنی چھوٹے نالے میں تھوڑا پانی اور بڑے نالے میں زیادہ پانی) پھر وہ سیلاب خس و خاشاک

کو بہا لایا جو اس (پانی) کی (سطح کے) اوپر (آرہا) ہے اور جن چیزوں کو آگ کے اندر زیور یا اور اسباب بنانے کی غرض سے تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی میل کچیل (اوپر آجاتا) ہے، اللہ تعالی حق اور باطل کی اسی طرح کی مثال بیان کررہا ہے، سو جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کے لیے کار آمد ہے وہ دنیا میں رہتی ہے، اللہ تعالی اسی طرح مثالیں بیان کیا کرتے ہیں"۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"آسمان کی طرف سے بارش اتری جس سے ندی نالے بہہ پڑے، ہر نالے میں اس کے ظرف اور گنجائش کے موافق جتنا خدا نے چاہا پانی جاری کردیا، چھوٹے میں کم، بڑے میں زیادہ، پانی جب زمین پر رواں ہوا تو مٹی اور کوڑا کرکٹ ملنے سے گدلا ہوگیا، پھر میل کچیل اور جھاگ پھول کر اوپر آیا، جیسے تیز آگ میں چاندی، تانبا، لوہا اور دوسری معدنیات پگھلاتے ہیں تاکہ زیور، برتن اور ہتھیار وغیرہ تیار کریں، اس میں اسی طرح جھاگ اٹھتا ہے مگر تھوڑی دیر بعد خشک یا منتشر ہوکر جھاگ جاتا رہتا ہے اور جو اصلی کار آمد چیز تھی (یعنی پانی یا پگھلی ہوئی معدنیات) وہ ہی زمین یا زمین والوں کے ہاتھ میں باقی رہ جاتی ہیں، جس سے مختلف طور پر لوگ منتفع ہوتے ہیں، یہ ہی مثال حق و باطل کی سمجھ لو، جب وحی آسمانی دین حق کو لے کر اترتی ہے تو قلوب بنی آدم اپنے اپنے ظرف اور استعداد کے موافق فیض حاصل کرتے ہیں پھر حق و باطل باہم بھڑ جاتے ہیں تو میل ابھر آتا ہے، بظاہر باطل جھاگ کی طرح حق کو دبا لیتا ہے لیکن اس کا یہ ابال عارضی اور بے بنیاد ہے، تھوڑی دیر بعد اس کے جوش و خروش کا پتہ نہیں رہتا جو اصلی اور کار آمد چیز جھاگ کے نیچے دبی ہوئی تھی (یعنی حق و صداقت) بس وہ ہی رہ گئی، دیکھو خدا کی بیان کردہ مثالیں کیسی عجیب ہوتی ہیں، کیسے موثر طرز میں سمجھایا کہ دنیا میں جب حق و باطل کا جنگی مقابلہ ہوتا ہے تو گو چند دن کے لیے باطل اونچا اور پھولا ہوا نظر آئے لیکن آخرکار باطل کو منتشر کرکے حق ہی ظاہر و غالب ہوکر رہے گا، کسی مومن کو باطل کی عارضی نمائش سے دھوکا نہ کھانا چاہیے اسی طرح کسی انسان کے دل میں جب حق اتر جائے، کچھ دیر کے لیے اوہام و وساوس زور شور دکھلائیں تو گھبرانے کی بات نہیں، تھوڑی دیر میں یہ ابال بیٹھ جائے گا اور خالص حق ثابت و مستقر رہے گا"۔

١٨٦ - باب: قَوْلِهِ: «اللّٰهُ يَعْلَمُ ما تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثىٰ وَما تَغِيضُ الْأَرْحامُ» /٨/

«غِيضَ» /هود: ٤/: نُقِصَ.

٤٤٢٠: حدَّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ: حَدَّثَنَا مَعْنٌ قالَ: حَدَّثَني مالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

ٱبْنِ دِينَارٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ قَالَ : (مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا ٱللّٰهُ : لَا يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا ٱللّٰهُ ، وَلَا يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ إِلَّا ٱللّٰهُ ، وَلَا يَعْلَمُ مَتَى يَأْتِي الْمَطَرُ أَحَدٌ إِلَّا ٱللّٰهُ ، وَلَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ، وَلَا يَعْلَمُ مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا ٱللّٰهُ) [ر : ۹۹۲]

اللہ خوب جانتا ہے جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ (یعنی لڑکا ہے یا لڑکی ، نیک ہے یا بد) اور جو کچھ سکڑتے ہیں پیٹ اور بڑھتے ہیں (یعنی خوب جانتا ہے جو کچھ ان عورتوں کے پیٹ میں کمی بیشی ہوتی ہے کہ کبھی ایک بچہ اور کبھی زیادہ کبھی جلدی پیدا ہوتا ہے کبھی دیر میں) غیض بمعنی نقص سے اشارہ ہے ایک دوسری آیت کریمہ کی طرف جو سورۃ ہود میں ہے ، جس میں ہے وَغِيضَ الْمَاءُ پانی کم ہوگیا۔ چونکہ تغیض اور غیض کا مادہ ایک ہے ، اس لیے امام بخاری نے اس لفظ کو یہاں ذکر کیا۔

۱۸۷ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ إِبْرَاهِيمَ .

قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «هَادٍ» /الرعد: ۷/ : دَاعٍ . وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «صَدِيدٌ» /۱۶/ : قَيْحٌ وَدَمٌ .
وَقَالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : «ٱذْكُرُوا نِعْمَةَ ٱللّٰهِ عَلَيْكُمْ» /٦/ : أَيَادِيَ ٱللّٰهِ عِنْدَكُمْ وَأَيَّامَهُ .
وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ» /٣٤/ : رَغِبْتُمْ إِلَيْهِ فِيهِ . «يَبْغُونَهَا عِوَجًا» /۳/ و /هود: ۱۹/ : يَلْتَمِسُونَ لَهَا عِوَجًا . «وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ» /۷/ : أَعْلَمَكُمْ ، آذَنَكُمْ . «رَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ» /۹/ : هٰذَا مَثَلٌ ، كَفُّوا عَمَّا أُمِرُوا بِهِ . «مَقَامِي» /١٤/ : حَيْثُ يُقِيمُهُ ٱللّٰهُ بَيْنَ يَدَيْهِ . «مِنْ وَرَائِهِ» /١٦/ : قُدَّامِهِ . «لَكُمْ تَبَعًا» /٢١/ : وَاحِدُهَا تَابِعٌ ، مِثْلُ غَيَبٍ وَغَائِبٍ . «بِمُصْرِخِكُمْ» /٢٢/ : ٱسْتَصْرَخَنِي ٱسْتَغَاثَنِي . «يَسْتَصْرِخُهُ» /القصص: ١٨/ : مِنَ الصُّرَاخِ . «وَلَا خِلَالَ» /٣١/ : مَصْدَرُ خَالَلْتُهُ خِلَالًا ، وَيَجُوزُ – أَيْضًا – جَمْعُ خُلَّةٍ وَخِلَالٍ .
«ٱجْتُثَّتْ» /٢٦/ : ٱسْتُؤْصِلَتْ .

سورۃ ابراھیم

قال ابن عباس: ھاد: داع

سورۃ رعد کی آیت کریمہ میں ہے "اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" اس لفظ کو سورۃ رعد کی تفسیر میں نقل کرنا چاہیے تھا شاید کتابت کی غلطی سے اس کو یہاں ذکر کیا۔

وقال مجاهد: صَدِيْدٌ: قَيْحٌ وَدَمٌ

آیت کریمہ میں ہے "مِنْ وَّرَائِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّاءٍ صَدِيْدٍ" "اس کے آگے دوزخ (کا عذاب) ہے اور پیپ کا پانی پلایا جائے گا" اور مجاہد نے فرمایا ہے کہ آیت میں صدید کے معنی ہیں پیپ اور خون۔

وقال مجاهد: مِنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ: رَغِبْتُمْ اِلَيْهِ فِيْهِ

آیت میں ہے "وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَآتٰكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ" اس میں مجاہد نے سَاَلْتُمُوْهُ کی تفسیر "رَغِبْتُمْ اِلَيْهِ" سے کی ہے یعنی جن چیزوں کی طرف تم کو رغبت ہے اللہ جل شانہ نے وہ تمہیں عطا کی، رَغِبَ کے صلہ میں "اِلیٰ" اور "فی" دونوں استعمال ہوتے ہیں، اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے امام نے "رغبتم الیہ، فیہ" کہا۔

يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا: يَلْتَمِسُوْنَ لَهَا عِوَجًا

آیت کریمہ میں ہے "وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا" "اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں" فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں يَبْغُوْنَهَا کے معنی ہیں يَلْتَمِسُوْنَ لَهَا یعنی راہِ خدا میں کجی تلاش کرتے ہیں۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ: اَعْلَمَكُمْ، آذَنَكُمْ

فرماتے ہیں کہ آیت میں "تَاَذَّنَ" بمعنی اَعْلَمَ اور آذَنَ ہے یعنی تَاَذَّنَ، ایذان کے معنی میں ہے

اور ایذان کے معنی اعلام اور اطلاع دینے کے آتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جب آپ کے رب نے آپ کو اطلاع دی۔

رُدُّوا اَیْدِیَهُمْ فِیْ اَفْوَاهِهِمْ هٰذَا مَثَلٌ کُفُّوْا عَمَّا اُمِرُوْا بِهٖ

آیت میں ہے "جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنَاتِ فَرَدُّوا اَیْدِیَهُمْ فِیْ اَفْوَاهِهِمْ" (۵۰) امام فرماتے ہیں "رُدُّوا اَیْدِیَهُمْ فِیْ اَفْوَاهِهِمْ" ضرب المثل ہے اس کے معنی "کُفُّوْا عَمَّا اُمِرُوْا بِهٖ" کے ہوتے ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب رسول ان لوگوں کے پاس دلائل لائے تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں لوٹائے یعنی جس چیز کا ان کو حکم دیا گیا تھا اس سے وہ رکے رہے اور اِنَّا کَفَرْنَا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهٖ کہنے لگے دوسری جگہ کفار ہی کے بارے یں ارشاد ہے "وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ" جب یہ اکیلے ہوتے ہیں تو غصے سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں اسی کیفیت کا یہاں ذکر ہے۔

بعض حضرات نے مِثْل بکسر المیم پڑھا ہے اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ "رُدُّوا اَیْدِیَهُمْ فِیْ اَفْوَاهِهِمْ" "کفوا عما امروا به" کی طرح ہے اور دونوں کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے، بعض حضرات نے افواههم کی ضمیر کا مرجع حضرات انبیاء علیہم السلام کو قرار دیا ہے یعنی ان کافروں نے اپنے ہاتھ پیغمبروں کے منہ پر رکھ دیئے مطلب یہ ہے کہ کافر انبیاء کی نصیحت کو مانتے تو کیا الٹے یہ کوشش کرتے تھے کہ ان کو بات تک نہ کرنے دیں اور پیغمبروں کے منہ پر ہاتھ رکھ کر ان کو بات کرنے سے روکتے تھے ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایادی سے مراد نعمتیں ہیں یعنی نصائح جو دراصل اللہ کی نعمتیں تھیں ان کو پیغمبروں کے منہ پر لوٹا دیا یعنی نہیں مانا۔

مَقَامِیْ: حَیْثُ یُقِیْمُهُ اللّٰهُ بَیْنَ یَدَیْهِ

آیت میں ہے "ذٰلِکَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ" اس میں "مقامی" سے مراد وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ بندے کو اپنے سامنے کھڑا کریں گے (۵۱) مراد قیامت کے دن حساب وکتاب کے لئے قیام ہے۔

---

(۵۰) قال الراغب: "قوله تعالی: (فردوا ایدیهم فی افواههم) قیل: عضوا الانامل غیظاً وقیل: اومئوا الی السکوت، واشاروا بالید الی الفم، وقیل: ردوا ایدیهم فی افواه الانبیاء فاسکتوهم، واستعمال الرد فی ذلک تنبیها انهم فعلوا ذلک مرة بعد اخری" (المفردات للراغب: ۱۹۲)

(۵۱) ای موقفی الذی یقف به العباد بین یدی الحساب یوم القیامة، والی هذا ذهب الزجاج، فالمقام اسم مکان واضافته الی ضمیره تعالی لکونه بین یدیه سبحانه، وقال الفراء: هو مصدر میمی اضیف الی الفاعل ای خاف قیامی علیه بالحفظ لاعماله ومراقبتی ایاه (روح المعانی: ۱۳/ ۲۰۰)

لَكُمْ تَبَعًا: وَاحِدُهَا تَابِعٌ، مِثْلُ غَيَبٍ وَغَائِبٍ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ" "ہم لوگ (دنیا میں) تمھارے تابع تھے (حتی کہ دین کی جو راہ تم نے ہم کو بتلائی ہم اسی پر ہوگئے اور آج ہم پر مصیبت ہے) تو کیا تم خدا کے عذاب کا کچھ حصہ ہم سے ہٹا سکتے ہو" (یعنی بالکل نہ بچاسکو تو کسی قدر بھی بچاسکتے ہو)

فرماتے ہیں کہ آیت میں تَبَعًا جمع ہے، اس کا واحد تابع ہے جیسے غَيَبٌ (بفتحتین) غائب کی جمع ہے، نیز جیسے خادم کی جمع خدم ہے۔

بِمُصْرِخِكُمْ، اِسْتَصْرَخَنِي: اِسْتَغَاثَنِي، يَسْتَصْرِخُهُ مِنَ الصُّرَاخِ

آیت میں ہے "فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْا اَنْفُسَكُمْ، مَا اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ، وَمَا اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ"...."مَا اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ" کے معنی "مَا اَنَا بِمُغِيْثِكُمْ" ہیں یعنی نہ میں تمھارا مددگار بن سکتا ہوں اور نہ ہی تم میرے مددگار بن سکتے ہو، عرب کہتے ہیں استصرخنی: اس نے مجھ سے مدد طلب کی، يَسْتَصْرِخُهُ: صراخ سے ماخوذ ہے جس کے معنی فریاد اور چیخ کے آتے ہیں (۵۲)۔

وَلَا خِلَالٌ: مَصْدَرُ خَالَلْتُهُ خِلَالًا، وَيَجُوْزُ ايضا جَمْعُ خُلَّةٍ وَخِلَالٍ

"يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلَالٌ" فرماتے ہیں یہ باب مفاعلہ خَالَلَ کا مصدر ہے بمعنی دوستی کرنا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ "خُلَّة" کی جمع ہو جس کے معنی دوستی کے آتے ہیں۔

۱۸۸ – باب : قَوْلِهِ :

«كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ . تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ» /۲٤ ، ۲٥/ .

٤٤٢١ : حدّثني عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ أَبِي أُسَامَةَ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَقَالَ : (أَخْبِرُونِي بِشَجَرَةٍ تُشْبِهُ ، أَوْ : كالرَّجُلِ الْمُسْلِمِ ، لَا يَتَحَاتُّ وَرَقُهَا ، وَلَا وَلَا وَلَا ، تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ) . قالَ ٱبْنُ عُمَرَ :

(۵۲) (ماانا بمصرخکم) ای بمغیثکم ممانتم فیہ من العذاب، یقال : استصرخنی فاصرخته ای استغاثنی فاغثته واصله من الصراخ، وھو مد الصوت، والھمزۃ للسلب، کان المغیث یزیل صراخ المستغیث (روح المعانی: ۱۳/ ۲۰۹)

فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ ، وَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَا يَتَكَلَّمَانِ ، فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ ، فَلَمَّا لَمْ يَقُولُوا شَيْئًا ، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (هِيَ النَّخْلَةُ) . فَلَمَّا قُمْنَا قُلْتُ لِعُمَرَ : يَا أَبَتَاهُ ، وَاللّٰهِ لَقَدْ كَانَ وَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ ، فَقَالَ : مَا مَنَعَكَ أَنْ تَكَلَّمَ ؟ قَالَ : لَمْ أَرَكُمْ تَكَلَّمُونَ ، فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ أَوْ أَقُولَ شَيْئًا ، قَالَ عُمَرُ : لَأَنْ تَكُونَ قُلْتَهَا ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا .

[ر : ٦١]

یہاں اللہ جل شانہ نے کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کی مثال بیان کی ہے ، کلمہ طیبہ سے مراد کلمہ توحید، معرفت الٰہی کی باتیں ، ایمان و ایمانیات، قرآن، حمد و ثنا، تسبیح و تہلیل سب ہیں (۵۳)۔ اور کلمہ خبیثہ سے کلمہ کفر، جھوٹی بات اور ہر وہ کلام مراد ہے جو خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو (۵۴)۔

کلمہ طیبہ کی مثال اس شجرہ طیبہ سے دی گئی ہے جس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں پھیلی ہوں اور جس کی چوٹی آسمان کی طرف بلند ہو، اس سے مراد جیسا کہ یہاں بخاری کی روایت میں ہے کھجور کا درخت ہے اور کلمہ خبیثہ کی مثال اس گندے درخت کے ساتھ دی گئی ہے جس کی جڑ زمین سے اکھاڑ لی گئی ہو اور اس میں پائیداری نہ ہو، اس سے مراد درخت حنظل ہے (۵۵) گو عموم لفظ میں ہر خراب درخت شامل ہوسکتا ہے ، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

"دونوں مثالوں کا حاصل یہ ہوا کہ مسلمانوں کا دعوائے توحید و ایمان پکا اور سچا ہے جس کے دلائل نہایت صاف و صحیح و مضبوط ہیں، موافق فطرت ہونے کی وجہ سے اس کی جڑیں قلوب کی پہنائیوں میں اتر جاتی ہیں اور اعمال صالحہ کی شاخیں آسمان قبول سے جالگتی ہیں "اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ". اس کے لطیف و شیریں ثمرات سے مُوَحِّدین کے کام و دہن ہمیشہ لذت اندوز ہوتے ہیں، الغرض حق و صداقت اور توحید و معرفت کا سدا بہار درخت روز بروز پھولتا پھلتا اور بڑی پائیداری کے ساتھ اونچا ہوتا رہتا ہے ، اس کے برخلاف جھوٹی بات اور شرک و کفر کے دعوائے باطل کی جڑ بنیاد کچھ نہیں ہوتی.... ناحق بات ثابت کرنے میں خواہ کتنے ہی زور لگائے جائیں لیکن انسانی ضمیر اور فطرت کے مخالف ہونے کی وجہ سے اس کی جڑیں دل کی گہرائیوں میں نہیں پہنچتیں، تھوڑا دھیان کرنے سے وہ غلط معلوم ہونے لگتی ہیں ، اس لئے مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے یعنی سچ کی طرح اپنے پاؤں پر نہیں چلتا، نہ اس

(۵۳) روح المعانی: ۱۳/ ۲۱۳

(۵۴) روح المعانی: ۱۳/ ۲۱۴

(۵۵) روح المعانی: ۱۳/ ۲۱۵

سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔ " (۵٦)

١٨٩ – باب : «يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ» /٢٧/ .

٤٤٢٢ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قالَ : أَخْبَرَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ قالَ : سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عازِبٍ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ : (الْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ : يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ . فَذٰلِكَ قَوْلُهُ : «يُثَبِّتُ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ») . [ر : ١٣٠٣]

"فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا" سے دنیا میں مومن کا لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا مراد ہے اور "فِی الْآخِرَۃِ" سے برزخ میں اس کا لاالہ الا اللہ کی گواہی دینا مراد ہے (۵۷)۔

١٩٠ – باب : «أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللهِ كُفْرًا» /٢٨/ .

أَلَمْ تَرَ : أَلَمْ تَعْلَمْ ؟ كَقَوْلِهِ : «أَلَمْ تَرَ كَيْفَ» /٢٤/ . «أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا» /البقرة: ٢٤٣/. «الْبَوَارُ» /٢٨/ : الْهَلَاكُ ، بَارَ يَبُورُ بُورًا . «قَوْمًا بُورًا» /الفرقان: ١٨/ : هَالِكِينَ .

٤٤٢٣ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ عَطَاءٍ : سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ : «أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللهِ كُفْرًا» . قالَ : هُمْ كُفَّارُ أَهْلِ مَكَّةَ . [ر : ٣٧٥٨]

"اَلَمْ تَرَ" "اَلَمْ تَعْلَمْ" کے معنی میں ہے، جیسے اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ اور اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا میں "اَلَمْ تَرَ" "اَلَمْ تَعْلَمْ" کے معنی میں ہے "بَدَّلُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ کُفْرًا" کے معنی ہیں بدلوا شکر نعمۃ اللہ کفرا یعنی اللہ کی نعمت کے شکر کو انہوں نے کفر سے بدل دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے رسول مبعوث فرمائے جو درحقیقت اللہ جل شانہ کی بڑی نعمت تھے اس نعمت کے شکر کا تقاضہ یہ تھا کہ وہ لوگ ان کی بات مانتے اور ان کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل کرتے لیکن ان لوگوں نے ناشکری کی اور اللہ کے رسول اور ان کی تعلیمات کا انکار کردیا۔

---

(۵٦) دیکھیے تفسیر عثمانی: ۳۴۳ فائدہ نمبر ۲

(۵۷) روح المعانی: ۱۳/۲۱۷

۱۹۱ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ ٱلْحِجْرِ.

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ» /٤١/ : الْحَقُّ يَرْجِعُ إِلَى ٱللهِ وَعَلَيْهِ طَرِيقُهُ. «وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُبِينٍ» /٧٩/ : الْإِمَامُ كُلُّ مَا ائْتَمَمْتَ وَاهْتَدَيْتَ بِهِ إِلَى الطَّرِيقِ.

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «لَعَمْرُكَ» /٧٢/ : لَعَيْشُكَ. «قَوْمٌ مُنْكَرُونَ» /٦٢/ : أَنْكَرَهُمْ لُوطٌ.

وَقَالَ غَيْرُهُ : «كِتَابٌ مَعْلُومٌ» /٤/ : أَجَلٌ. «لَوْ مَا تَأْتِينَا» /٧/ : هَلَّا تَأْتِينَا. «شِيَعِ» /١٠/ : أُمَمٍ ، وَلِلْأَوْلِيَاءِ أَيْضًا شِيَعٌ.

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «يُهْرَعُونَ» /هود: ٧٨/ : مُسْرِعِينَ. «لِلْمُتَوَسِّمِينَ» /٧٥/ : لِلنَّاظِرِينَ. «سُكِّرَتْ» /١٥/ : غُشِّيَتْ. «بُرُوجًا» /١٦/ : مَنَازِلَ لِلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ. «لَوَاقِحَ» /٢٢/ : مَلَاقِحَ مُلْقِحَةً. «حَمَإٍ» /٢٦/ : جَمَاعَةُ حَمْأَةٍ ، وَهُوَ الطِّينُ الْمُتَغَيِّرُ ، وَالْمَسْنُونُ الْمَصْبُوبُ. «تَوْجَلْ» /٥٣/ : تَخَفْ. «دَابِرَ» /٦٦/ : آخِرَ. «الصَّيْحَةُ» /٨٣/ : الْهَلَكَةُ.

سورة الحجر

وقال مجاهد: صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ. اَلْحَقُّ يَرْجِعُ إِلَى اللهِ وَعَلَيْهِ طَرِيقُهُ

آیت میں ہے "هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ." اس میں "علی" "الی" کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ راہ حق صراط مستقیم ہے، اللہ کی طرف جانے والی ہے اور اسی حق کے اوپر چل کر آدمی اللہ تک پہنچ سکتا ہے اور اس کی خوشنودی کو حاصل کرسکتا ہے ۔ یہ تعلیق ابن ابی حاتم نے موصولاً نقل کی ہے (۱)۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "یعنی بے شک بندگی اور اخلاص کی راہ سیدھی میرے تک پہنچتی ہے اور یہ ہی میرا صاف اور سیدھا راستہ ہے جس میں کوئی ہیر پھیر نہیں کہ جو بندے عبودیت اور اخلاص کی راہ اختیار کریں گے وہ ہی شیطان لعین کے تسلط سے مامون رہیں گے اور جو ملعون کی پیروی کریں گے اس کے ہمراہ دوزخ میں جائیں گے ۔ بعض مفسرین نے "هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ

مستقیم" کو تہدید پر محمول کیا ہے یعنی او ملعون! لوگوں کو صراط مستقیم سے گمراہ کرکے کہاں بھاگے گا، وہ کونسا راستہ ہے جو ہماری طرف نہ جاتا ہو، پھر ہماری سزا سے بچ کر کدھر جاسکتا ہے، اس وقت کلام ایسا ہوگا جیسے کہتے ہیں "اِفعل ماشئت فطریقک علَی" اور قرآن میں دوسری جگہ فرمایا "اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ" (۱)۔

اَلْاِمَامُ: کُلُّ مَا ائْتَمَمْتَ وَاهْتَدَیْتَ بِهٖ

آیت کریمہ میں ہے "وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ" "اور یہ دونوں (قوم کی) بستیاں صاف سڑک پر (واقع) ہیں" فرماتے ہیں کہ امام ہر وہ چیز ہے جس کی تو پیروی کرے اور جس کے ذریعے راہ پائے، امام بروزن فِعَال اسم ہے بمعنی مقتدا، رہنما، ہر وہ چیز جس کی اقتداء اور پیروی کی جائے جس کا قصد کیا جائے چونکہ راستہ بھی رہنما ہے اس لیے ایک معنی امام کے راستہ ہے، مبین کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ قوم لوطؑ اور اصحابِ اَیکہ کھلے راستے پر واقع ہیں جو حجاز سے شام کی طرف جاتا ہے۔

وقال ابن عباس: لَعَمْرُکَ: لَعَیْشُکَ

آیت میں ہے "لَعَمْرُکَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَکْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ" عُمر (عین کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ) حیات اور زندگی کو کہتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ اللہ تبارک و تعالے نے آپ کی مدت حیات یعنی آپ کی عمر کی قسم کھائی ہے۔

قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ: اَنْکَرَهُمْ لُوْطٌ

آیت کریمہ میں ہے "فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوْطِ ِالْمُرْسَلُوْنَ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ مُّنْکَرُوْنَ" "پھر جب فرشتے خاندان لوطؑ کے پاس آئے (تو چونکہ فرشتے بشکل بشر تھے اس لیے) کہنے لگے تم لوگ تو اجنبی معلوم ہوتے ہو" آیت میں قوم منکرون کا مفہوم یہ ہے کہ لوطؑ نے ان فرشتوں کو اجنبی سمجھا۔

وقال غیرہ: کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ: اَجَلٌ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَا اَهْلَکْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا وَلَهَا کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ" "اور ہم نے جتنی بستیاں (کفر کی

(۱) عمدۃ القاری: ۱۹/۶(۱) تفسیر عثمانی: ۳۵/فائدہ: ۱۔

وجہ سے) ہلاک کی ہیں ان سب کے لیے ایک متعین وقت لکھا ہوا ہوتا ہے " حضرت ابن عباسؓ کے غیر یعنی ابوعبیدہؒ نے کہا کہ آیت میں کتاب سے مراد اجل یعنی مدت ہے پس کتاب معلوم کے معنی ہوئے " مقررہ مدت "

لَوْمَاتَأْتِيْنَا: هَلَّاتَأْتِيْنَا

آیت کریمہ میں ہے "لَوْمَاتَأْتِيْنَا بِالْمَلٰئِكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ" "اگر (تم نبوت کے دعوے میں) سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتے" فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں لو بمعنی ھلاّ ہے یعنی لو تحضیض کے لیے ہے ۔

شِيَعٌ: أُمَمٌ، وَلِلْأَوْلِيَاءِ أَيْضًا شِيَعٌ

آیت میں ہے "وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِيْنَ" یہاں شِیَع کے معنی اُمم کے بھی ہوسکتے ہیں اور اولیاء کو بھی شیع کہا جاسکتا ہے ۔ پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے آپ سے پہلی امتوں کے اندر رسولوں کو بھیجا اور دوسری صورت میں معنی ہوں گے کہ ہم نے آپ سے پہلے ان گزرے لوگوں میں بھی رسول بھیجے جن میں اتحاد و اتفاق ہوتا تھا اور جو ایک دوسرے کے دوست ہوتے تھے ۔

لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ: لِلنَّاظِرِيْنَ

آیت کریمہ میں ہے "إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ" "بلاشبہ اس واقعہ میں بہت سی نشانیاں ہیں اہل بصیرت کے لیے" فرماتے ہیں کہ آیت میں متوسمین کے معنی ہیں ناظرین یعنی دیکھنے والے ۔

سُكِّرَتْ: غُشِّيَتْ

آیت کریمہ میں ہے "إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُوْرُوْنَ" "ہماری نظر بند کردی گئی بلکہ ہم لوگوں پر جادو کر رکھا ہے" فرماتے ہیں کہ سُکِّرَتْ بمعنی غُشِّیَتْ ہے یعنی پردہ ڈال دیا گیا، نظر بندی کردی گئی ۔

برُوُجاً: مَنَازِلَ لِلشَّمسِ و القمر

آیت کریمہ میں ہے "وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَاءِ بُرُوْجًا وَزَیَّنّٰھَا لِلنّٰظِرِیْنَ" "اور البتہ ہم نے آسمان میں بُرج بنائے ہیں اور اس کو دیکھنے والوں کے لیے مزین کردیا ہے" فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں برج سے مراد سورج اور چاند کی منزلیں ہیں۔

لَوَاقِحَ: مَلَاقِحَ، مُلْقِحَةٌ

آیت میں ہے "وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً" اس میں لَوَاقِحَ "مَلَاقِحَ" کے معنی میں ہے اور مَلَاقِحَ "مُلْقِحَةٌ" کی جمع ہے، اس سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو پانی کو اٹھائے ہوئے ہوتی ہیں، لَوَاقِحَ، لَاقِحَةٌ کی جمع ہے، لَاقِحَةٌ اور مُلْقِحَةٌ کے معنی ایک ہیں۔

حَمَإٍ جَمَاعَةُ حَمْأَةٍ، وَهُوَ الطِّيْنُ الْمُتَغَيِّرُ، وَالْمَسْنُوْنُ: اَلْمَصْبُوْبُ

آیت میں ہے "لَمْ اَكُنْ لِاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاٍ مَسْنُوْنٍ" اس میں "حَمَإٍ" حَمْأَةٌ (حاء کے فتحہ، میم کے سکون اور ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ) کی جمع ہے اس مٹی کو کہتے ہیں جو سڑنے کی وجہ سے متغیر ہوگئی ہو اور مسنون کے معنی ہیں وہ چیز جو ڈھالی گئی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کے پتلے کو اللہ جل شانہ نے کھکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا اور اس مٹی کو جس سے انسان کی تخلیق وجود میں آئی انسان کے قالب میں ڈھالا گیا تھا اور وہ سڑنے کی وجہ سے متغیر ہوگئی تھی۔ صَلْصَالٍ: اس خشک مٹی کو کہتے ہیں جو خشک ہونے کی وجہ سے بجنے اور کھنکھنانے لگتی ہے (۲)۔

تَوْجَلْ: تَخَفْ

آیت کریمہ میں ہے "قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ" "انھوں نے کہا کہ آپ خائف نہ ہوں، کیونکہ ہم (فرشتے ہیں من جانب اللہ ایک بشارت لے کر آئے ہیں اور) آپ کو ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہوگا" فرماتے ہیں کہ تَوْجَلْ بمعنی تَخَفْ ہے یعنی آیت مذکورہ میں لَا تَوْجَلْ کے معنی ہیں، خائف نہ ہو، مت ڈرو۔

---

(۲) قال الراغب فی المفردات: ۲۸۴ "اصل الصلصال تردد الصوت من الشئی الیابس ... وسمی الطین الجاف صلصالاً ... والصلصلة بقية ماء، سميت بذلك لحكاية صوت تحركه فی المزادة، وقيل: الصلصال المنتن من الطين"

دابِرَ: آخِرَ

آیت کریمہ میں ہے "وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذَٰلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هَٰؤُلَاءِ مَقْطُوعٌ مُّصْبِحِينَ" "اور ہم نے ان فرشتوں کے واسطے سے لوطؑ کے پاس یہ حکم بھیجا کہ صبح ہوتے ہی ان کی جڑ کٹ جائے گی" فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں دابر کے معنی آخر کے ہیں یعنی جڑ، بنیاد دَابِرَ اسم فاعل کا صیغہ ہے، ہر چیز کے آخر اور تابع کے معنی میں مستعمل ہے۔

اَلصَّيْحَةُ: اَلْهَلَكَةُ

آیت کریمہ میں ہے "فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِينَ" "پس ان کو صبح کے وقت چنگھاڑ (سخت آواز) نے آپکڑا" فرماتے ہیں کہ آیت میں صَيْحَةٌ کے معنی ہیں ہلاکت۔

١٩٢ – باب: قَوْلِهِ: «إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ» /١٨/.

٤٤٢٤: حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ، قالَ: (إِذَا قَضَى اللهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ، ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ، كالسِّلْسِلَةِ عَلَى صَفْوَانٍ – قالَ عَلِيٌّ: وَقالَ غَيْرُهُ: صَفْوَانٍ، يَنْفُذُهُمْ ذٰلِكَ – فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ، قالُوا: ماذَا قالَ رَبُّكُمْ، قالُوا لِلَّذِي قالَ: الْحَقَّ، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ. فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُو السَّمْعِ، وَمُسْتَرِقُو السَّمْعِ هٰكَذَا وَاحِدٌ فَوْقَ آخَرَ – وَوَصَفَ سُفْيَانُ بِيَدِهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدِهِ الْيُمْنَى، نَصَبَهَا بَعْضَهَا فَوْقَ بَعْضٍ – فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ الْمُسْتَمِعَ قَبْلَ أَنْ يَرْمِيَ بِهَا إِلَى صَاحِبِهِ فَيُحْرِقَهُ، وَرُبَّمَا لَمْ يُدْرِكْهُ حَتَّى يَرْمِيَ بِهَا إِلَى الَّذِي يَلِيهِ، إِلَى الَّذِي هُوَ أَسْفَلَ مِنْهُ، حَتَّى يُلْقُوهَا إِلَى الْأَرْضِ – وَرُبَّمَا قالَ سُفْيَانُ: حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى الْأَرْضِ – فَتُلْقَى عَلَى فَمِ السَّاحِرِ، فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ، فَيُصَدَّقُ فَيَقُولُونَ: أَلَمْ يُخْبِرْنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا،

(۴۴۲۴) واخرجہ فی التفسیر، باب حتی اذا فزع عن قلوبھم، رقم الحدیث: ۴۵۲۲، و فی التوحید، باب فی المشیئۃ والارادۃ، رقم الحدیث: ۶۴۸۱ (مع الفتح)، واخرجہ ابن ماجہ فی المقدمۃ، رقم الحدیث: ۱۹۴، واخرجہ الترمذی فی کتاب التفسیر، رقم الحدیث: ۳۲۲۳، واخرجہ ابو داؤد فی کتاب الحروف، رقم الحدیث: ۳۹۸۹

يَكُونُ كَذَا وَكَذَا ، فَوَجَدْنَاهُ حَقًّا ؟ لِلْكَلِمَةِ الَّتِي سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ) .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فیصلہ فرماتے ہیں تو ملائکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد کے سامنے اپنی عاجزی اور بے بسی کو ظاہر کرنے کے لئے اپنے پروں کو مارتے ہیں اور ان پروں کو مارنے کی آواز ایسی ہوتی ہے جیسے کہ چکنے پتھر پر زنجیر کھینچی جائے۔

علی بن عبداللہ مدینی نے فرمایا کہ سفیان کے علاوہ ہمارے دوسرے استاذ نے صفوان ینفذھم ذلک فرمایا ایک تو انہوں نے صفوان کے فاء کو مفتوح پڑھا جبکہ سفیان نے اس کو مجزوم پڑھا تھا، دوسرے انہوں نے ینفذھم ذلک کا اضافہ کیا جو سفیان نے نہیں کیا تھا یعنی اللہ تعالیٰ اس حکم کو فرشتوں تک پہنچا دیتے ہیں۔

فَاِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ، قَالُوا: مَاذَا قَالَ رَبُّكُم؟ قالوا لِلَّذِيْ قَالَ: اَلْحَقَّ

پھر جب ان فرشتوں کے قلوب سے خوف کی وہ کیفیت ختم ہوجاتی ہے تو وہ مقرب فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا کہا؟ تو وہ فرشتے اس چیز کے بارے میں بتاتے ہیں جو اللہ نے فرمائی ہے "الحق" کہ اللہ نے حق فرمایا ہے وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ اور وہ بزرگ و بلند ہیں، اب چونکہ اس بات کا تذکرہ ملائکہ میں ہوتا ہے تو چوری چھپے سننے والے شیاطین اس کو سن لیتے ہیں۔

وَمُسْتَرِقُوا السَّمْعِ هٰكَذَا، وَاحِدٌ فَوْقَ آخَرَ، ووصف سفیان بیده، وَفَرَّجَ بَيْنَ اصابع يَدِهِ الْيُمْنٰى نصبها بعضها فوق بعض

اور چوری چھپے سننے والے شیاطین اس طرح رہتے ہیں ایک کے اوپر دوسرا، پھر تیسرا، سفیان نے (سمجھانے کی غرض سے) اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیاں کھول کر بعض انگلیوں کو بعض پر رکھ کر اس کی کیفیت بیان کی، پھر کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ شہاب ثاقب اس سننے والے کو پکڑ لیتا ہے اور قبل اس کے کہ وہ اس بات کو اپنے صاحب تک پہنچائے اور وہ اسے جلا دیتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ شہاب اس سننے والے کو نہیں پکڑتا یہاں تک کہ وہ اسے پہنچا دیتے ہیں اس شیطان کی طرف جو اس کے نیچے اس سے متصل ہے، پھر وہ اپنے سے متصل نیچے والے کی طرف، یہاں تک کہ وہ بات زمین تک پہنچ جاتی ہے، پھر وہ بات ساحر

کے منہ تک پہنچا دی جاتی ہے اور وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر بیان کرتا ہے، پھر اس کی تصدیق کی جاتی ہے اور اس ایک بات کی بناء پر لوگ کہتے ہیں کہ کیا اس نے فلاں دن نہیں کہا تھا کہ آئندہ ایسا ایسا ہوگا اور ہم نے اس کو درست پایا، یہ تصدیق اس ایک بات کی وجہ سے ہوتی ہے جو آسمان سے چوری چھپے سنی گئی تھی۔

حدَّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عَمْرٌو ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : (إِذَا قَضَى ٱللهُ الْأَمْرَ) . وَزَادَ : (وَالْكَاهِنِ) .

یعنی پہلی روایت میں آیا ہے "فَتُلقَیٰ علیٰ فم السَّاحر" اس روایت میں "علیٰ فم السَّاحر" کے بعد "الکاهن" کا اضافہ بھی ہے۔

وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ فَقَالَ : قَالَ عَمْرٌو : سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ : (إِذَا قَضَى ٱللهُ الْأَمْرَ ، وَقَالَ : عَلَى فَمِ السَّاحِرِ) . قُلْتُ لِسُفْيَانَ : أَأَنْتَ سَمِعْتَ عَمْرًا قَالَ : سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ ؟ قَالَ : نَعَمْ . قُلْتُ لِسُفْيَانَ : إِنَّ إِنْسَانًا رَوَى عَنْكَ : عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، وَيَرْفَعُهُ : أَنَّهُ قَرَأَ : «فُرِّغَ» . قَالَ سُفْيَانُ : هٰكَذَا قَرَأَ عَمْرٌو ، فَلَا أَدْرِي : سَمِعَهُ هٰكَذَا أَمْ لَا ، قَالَ سُفْيَانُ : وَهِيَ قِرَاءَتُنَا . [۴۵۲۲ ، ۷۰۴۳]

قال: وحدثنا سفیان، فقال: قال عمرو: سمعت عکرمة....وقال: علی فم الساحر

امام بخاری فرماتے ہیں کہ علی مدینی نے بیان کیا کہ ہم سے سفیان نے حدیث بیان کی تو اس میں سند کے الفاظ تھے "قال عمرو: سمعت عکرمة..." اسناد سابق بطریق عنعنہ تھا اور اس میں سماع کی تصریح ہے اور "علی فم الساحر" کہا، کاہن کا ذکر نہیں کیا۔

قلت لسفیان: أأنت سمعتَ عمروًا، قال: سمعتُ عِکْرِمَةَ، قال: سمعت اباهریرة، قال: نعم

علی المدینی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ سفیان سے پوچھا کہ آپ کے استاذ عمرو بن دینار نے جب یہ روایت آپ سے بیان کی تھی تو انہوں نے "سمعت عکرمة، سمعت اباهریرة" کے الفاظ سے

بیان کی تھی؟ سفیان نے کہا "جی ہاں" سماع کی تصریح آگئی۔

قلتُ لِسُفیان : واِنَّ انسانا رَوَیٰ عنک : عن عمرو، عن عکرمة عن ابی هریرة

علی بن عبداللہ مدینی فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان سے پوچھا کہ ایک آدمی آپ سے اس حدیث کو نقل کرتا ہے لیکن اس میں سماع کی تصریح نہیں ہے اور روایت مرفوعاً ہے اور اس میں "فُزِّعَ" پڑھا گیا (سائل کو آیت کریمہ "فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ، قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ" (۳) میں "فزع" کی قراءت میں شبہ ہے کہ یہ "فزع" ہے یا "فرغ" ہے جمہور کی قراءت "فزع" ہے اور ایک قراءت "فرغ" بھی ہے) تو سفیان نے کہا کہ عمرو بن دینار نے تو "فزع" ہی پڑھا ہے، اب مجھے معلوم نہیں کہ عمرو نے "فزع" سن کر پڑھا ہے یا بغیر سنے پڑھا ہے اور سفیان نے کہا کہ جیسے انہوں نے "فزع" پڑھا ہے، ہماری قراءت بھی "فزع" ہی ہے۔

یہاں ایک بات تو یہ ہوگئی کہ "فرغ" کو انہوں نے بیان نہیں کیا، "فزع" کو بیان کیا، مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہی ہوگا لیکن اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ ایک طرف تو فرما رہے ہیں کہ ہماری قراءت "فزع" ہے اور دوسری طرف فرما رہے ہیں "فلا أدری سمعه هکذا ام لا" تو جب سماع کا علم نہیں تو قراءت کے اندر قیاس کا دخل تو ہوتا نہیں تو پھر انہوں نے اس کو اپنی قرائت کیسے قرار دیا۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ سفیان نے "فلا ادری سمعه هکذا ام لا" صرف عمرو بن دینار کے حوالہ سے کہا کہ مجھے ان کے متعلق معلوم نہیں کہ انہوں نے اپنے شیخ عکرمہ سے سن کر پڑھا ہے یا نہیں، جہاں تک اس قراءت کے سماع کا تعلق ہے تو سفیان نے بہت ممکن ہے دوسرے مشائخ سے سماع کے ساتھ یہ قراءت سنی ہو۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت سفیان کا نقطہ نظر یہ ہو کہ سماع کے بغیر بھی قراءت کا اعتبار ہونا چاہیئے اگر معنی میں کوئی خرابی اور نقص لازم نہ آتا ہو۔

شیاطین اور شہاب ثاقب

یہاں روایت میں شیاطین کے آسمان پر جانے اور شہاب ثاقب کے ذریعے انہیں مار بھگانے کا

(۳) سورۃ سبا: ۲۳

ذکر ہے ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں بڑی جامع اور نفیس بحث لکھی ہے جس سے اس بارے میں وارد ہونے والے اشکالات ختم ہوجاتے ہیں ، وہ لکھتے ہیں :

''آسمانوں پر شیاطین کا کچھ عمل دخل نہیں چلتا، بلکہ بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے تو ان کا گزر بھی وہاں نہیں ہوسکتا، اب انتہائی کوشش ان کی یہ ہوتی ہے کہ ایک شیطانی سلسلہ قائم کرکے آسمان کے قریب پہنچیں اور عالم ملکوت سے نزدیک ہوکر اخبار غیبیہ کی اطلاعات حاصل کریں ، اس پر بھی فرشتوں کے پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں کہ جب شیاطین ایسی کوشش کریں اوپر سے آتشبازی کی جائے ، نصوصِ قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تکوینی امور کے متعلق آسمان پر جب کسی فیصلہ کا اعلان ہوتا ہے اور خداوند قدوس اس سلسلہ میں فرشتوں کی طرف وحی بھیجتا ہے تو وہ اعلان ایک خاص کیفیت کے ساتھ اوپر سے نیچے کو درجہ بدرجہ پہنچتا ہے ، آخر سماء دنیا پر اور بخاری کی ایک روایت کے موافق ''عنان (بادل) میں فرشتے اس کا مذاکرہ کرتے ہیں ، شیاطین کی کوشش ہوتی ہے کہ ان معاملات کے متعلق غیبی معلومات حاصل کریں ، اسی طرح جیسے آج کوئی پیغام بذریعہ وائرلیس ، ٹیلیفون جارہا ہو اسے بعض لوگ راستہ میں جذب کرنے کی تدبیر کرتے ہیں ، ناگہاں اوپر سے بم کا گولہ (شہاب ثاقب) پھٹتا ہے اور ان غیبی پیغامات کی چوری کرنے والوں کو مجروح یا ہلاک کرکے چھوڑتا ہے ، اسی دوا دوش اور ہنگامہ داروگیر میں جو ایک آدھ بات شیطان کو ہاتھ لگ جاتی ہے وہ ہلاک ہونے سے پیشتر بڑی عجلت کے ساتھ دوسرے شیاطین کو اور وہ شیاطین اپنے دوست انسانوں کو پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں ، کاہن لوگ اس ادھوری سی بات میں سیکڑوں جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر عوام کو غیبی خبریں بتلاتے ہیں ، جب وہ ایک آدھ سماوی بات سچی نکلتی ہے تو ان کے معتقدین اسے ان کی سچائی کے ثبوت پیش کرتے ہیں اور جو سیکڑوں بنائی ہوئی خبریں جھوٹی ثابت ہوتی ہیں ، ان سے اغماض و تغافل برتا جاتا ہے ، قرآن و حدیث نے یہ واقعات بیان کرکے متنبہ کردیا کہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اور چھوٹی سے چھوٹی سچائی کا سرچشمہ بھی وہی عالم ملکوت ہے ، شیاطین الجن و الانس کے خزانہ میں بجز کذب و افتراء کوئی چیز نہیں ، نیز یہ کہ آسمانی انتظامات اس قدر مکمل ہیں کہ کسی شیطان کی مجال نہیں وہاں قدم رکھ سکے یا باوجود انتہائی جدوجہد کے وہاں کے انتظامات اور فیصلوں پر معتد بہ دسترس حاصل کرلے ، باقی جو ایک آدھ جملہ اِدھر اُدھر کا فرشتوں سے سن بھاگتا ہے ، حق تعالےٰ نے ارادہ نہیں کیا کہ اس کی قطعاً بندش کردی جائے ، وہ چاہتا تو اس سے بھی روک دیتا، مگر یہ بات اس کی حکمت کے موافق نہ تھی، آخر شیاطین الجن و الانس کو جن کی بابت اسے معلوم ہے کہ کبھی اغوا و اضلال سے باز نہ آئیں گے اتنی طویل مہلت اور مغویانہ اسباب و وسائل پر دسترس دینے میں کچھ نہ کچھ حکمت تو

سب کو ماننی پڑے گی اسی طرح حکمت یہاں بھی سمجھ لو۔

تنبیہ

شیاطین ہمیشہ شہابوں کے ذریعہ مرتے رہتے ہیں مگر جس طرح قطب جنوبی اور ہمالیہ کی بلند تر چوٹی کی تحقیق کرنے والے مرتے رہتے ہیں اور دوسرے ان کا یہ انجام دیکھ کر اس مہم کو ترک نہیں کرتے ، اسی پر شیاطین کی مسلسل جدوجہد کو قیاس کرلو، یہ واضح رہے کہ قرآن و حدیث نے یہ نہیں بتلایا کہ شہب کا وجود صرف رجم شیاطین ہی کے لئے ہوتا ہے ، ممکن ہے ان کے وجود سے اور بہت سے مصالح وابستہ ہوں اور حسب ضرورت یہ کام بھی لیا جاتا ہو[۴]۔

١٩٣ – باب : قَوْلِهِ : «وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ» /٨٠/ .

٤٤٢٥ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ دِينَارٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ لِأَصْحَابِ الْحِجْرِ (لَا تَدْخُلُوا عَلَى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ ، فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ ، أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ ما أَصَابَهُمْ) . [ر : ٤٢٣]

١٩٤ – باب : «وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ» /٨٧/ .

٤٤٢٦ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى قَالَ : مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أُصَلِّي ، فَدَعَانِي فَلَمْ آتِهِ حَتَّى صَلَّيْتُ ، ثُمَّ أَتَيْتُ فَقَالَ : (ما مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَ) . فَقُلْتُ : كُنْتُ أُصَلِّي ، فَقَالَ : (أَلَمْ يَقُلِ اللهُ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ» . ثُمَّ قَالَ : (أَلَا أُعَلِّمُكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ أَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ) . فَذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ لِيَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَذَكَّرْتُهُ ، فَقَالَ : («الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ» . هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي ، وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيتُهُ) . [ر : ٤٢٠٤]

٤٤٢٧ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ . حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

(۴) تفسیر عثمانی : ۳۳۸-۳۳۹ فائدہ نمبر ۲

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (أُمُّ الْقُرْآنِ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ) .

۱۹۵ – باب : قَوْلِهِ : «الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ» /۹۱/ . (۵)

«الْمُقْتَسِمِينَ» /۹۰/ : الَّذِينَ حَلَفُوا ، وَمِنْهُ «لَا أُقْسِمُ» /البلد: ۱/ : أَيْ أُقْسِمُ ، وَتُقْرَأُ «لَأُقْسِمُ» . «قَاسَمَهُمَا» /الأعراف: ۲۱/ : حَلَفَ لَهُمَا وَلَمْ يَحْلِفَا لَهُ . وَقالَ مُجَاهِدٌ : «تَقَاسَمُوا» /النمل: ٤٩/ : تَحَالَفُوا .

٤٤٢٨/٤٤٢٩ : حدّثني يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : «الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ» . قالَ هُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ ، جَزَّؤُوهُ أَجْزَاءً ، فَآمَنُوا بِبَعْضِهِ وَكَفَرُوا بِبَعْضِهِ .

(٤٤٢٩) : حدّثني عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : «كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ» . قالَ : آمَنُوا بِبَعْضٍ وَكَفَرُوا بِبَعْضٍ ، الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى . [ر : ۳۷۲۹]

اَلْمُقْتَسِمِيْنَ : الذين حَلَفُوْا

آیت میں ہے "كَمَا اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ" فرماتے ہیں مُقْتَسِمِيْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے قسم کھائی تھی یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے کافر لوگ تھے ، انہوں نے قسم کھائی تھی کہ رات کی تاریکی میں حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے متبعین پر حملہ کرکے سب کو ختم کردیں گے ، چنانچہ سورۂ نمل میں اس کی وضاحت آئی ہے "قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَاشَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ" (٦)

وَمِنْهُ : لَا أُقْسِمُ أَیْ أُقْسِمُ ، وَتُقْرَأُ : لَأُقْسِمُ

اور مُقْتَسِمِيْنَ سے ہی "لَا أُقْسِمُ" ہے اس میں "لَا" زائدہ ہے اور معنی ہیں "میں قسم کھاتا ہوں"

---

(۵) "عضین" ای اعضاء متفرقة من عضیت الشئ ای فرقته، وقیل : هو جمع عضة واصلها عضوة من عضى الشئ، اذا جعلها اعضاء ای جزّأها اجزاء، وقیل : اصلها عضهة، فحذفت الهاء الاصلية... وبعد الحذف جمع على عضین مثل ما جمع برة على برین وقلة على قلین (عمدة القاری : ۱۳/۱۹)

(٦) سورة النمل : ۴۹

بعض نے اس کو "لَأُقْسِمُ" پڑھا جس میں لام تاکید کا ہے یہ ابن کثیر کی قراءت ہے (۷) مقتسمین کی مناسبت سے اس کو ذکر کیا ہے۔

قَاسَمَهُمَا: حَلَفَ لَهُمَا وَلَمْ يَحْلِفَا لَهُ

سورۃ اعراف میں ہے "وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ" امام فرماتے ہیں کہ آیت میں "قَاسَمَهُمَا" کا مطلب یہ ہے کہ شیطان نے حضرت آدم اور حواء کے سامنے قسم کھائی تھی تاہم حضرت آدم اور حضرت حواء نے قسم نہیں کھائی تھی، اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ یہاں باب مفاعلہ میں خاصیتِ مشارکت نہیں ہے، طرفین سے قسم نہیں کھائی گئی، صرف شیطان نے قسم کھائی تھی، اعراف کی آیت کی طرف اشارہ بھی مقتسمین کی مناسبت سے کیا ہے۔

وقال مجاهد: تَقَاسَمُوا: تَحَالَفُوا

سورۃ نمل میں ہے "قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللّٰهِ" یہ بھی قسم سے ہے یعنی ان سب نے حلف اٹھایا، سورۃ نمل کی آیت کی طرف اشارہ بھی مقتسمین کی مناسبت سے کیا ہے۔

آیت کریمہ میں مقتسمین سے کون لوگ مراد ہیں اس سلسلہ میں تین قول مشہور ہیں۔

❶ حضرت صالح اور ان کے متبعین پر رات کے وقت حملہ کرنے والے ان کی قوم کے کافر لوگ، جیسا کہ گزر چکا۔

❷ وہ سولہ آدمی جنھوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سننے سے لوگوں کو روکیں گے (۹)۔

ان دونوں صورتوں میں یہ لفظ قسم سے ماخوذ ہے لیکن اس کی ایک تیسری تفسیر بھی ہے۔

❸ کہ مقتسمین سے وہ اھل کتاب مراد ہیں جنھوں نے قرآن کے اجزاء بنائے اور اسے ٹکڑوں اور حصوں میں تقسیم کیا اس طرح کہ کسی حصہ پر ایمان لے آئے اور کسی حصہ کا انکار کردیا، چنانچہ باب کی دونوں روایات میں یہی تفسیر بیان کی گئی ہے اور یہی تفسیر راجح ہے اور جمہور نے اختیار کی ہے۔

اس صورت میں "مُقْتَسِمِينَ" قسم سے نہیں بلکہ "قسمة" سے ماخوذ ہوگا اقتسام کے معنی ہوتے

---

(۷) عمدة القاری: ۱۹/ ۱۳

(۹) عمدة القاری: ۱۹/ ۱۳ وتفسیر نسفی: ۲/ ۲۷۹۔ لیکن اس میں بارہ آدمیوں کا ذکر ہے۔

ہیں تقسیم کرنا، بانٹنا یعنی انہوں نے قرآن کو تقسیم کردیا کہ بعض حصوں پر عمل کیا اور بعض پر نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے دونوں تفسیروں کی طرف اس طرح اشارہ کیا کہ ابتداء میں فرمایا "المقتسمین: اَلَّذِیْنَ حَلَفُوْا" اس سے اشارہ کردیا کہ یہ قسم سے ماخوذ ہے اور جو دو روایات ذکر کی اس سے اشارہ کردیا کہ یہ قسمة سے ماخوذ ہے۔ واللہ اعلم

١٩٦ – باب : «وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ» /٩٩/ .

قالَ سَالِمٌ : الْيَقِينُ المَوْتُ

١٩٧ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ النَّحْلِ .

«رُوحُ الْقُدُسِ» /١٠٢/ : جِبْرِيلُ . «نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ» /الشعراء: ١٩٣/ . «فِي ضَيْقٍ» /١٢٧/ : يُقَالُ : أَمْرٌ ضَيْقٌ وَضَيِّقٌ ، مِثْلُ هَيْنٍ وَهَيِّنٍ ، وَلَيْنٍ وَلَيِّنٍ ، وَمَيْتٍ وَمَيِّتٍ .

قالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «تَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ» /٤٨/ : تَتَهَيَّأُ . «سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلاً» /٦٩/ : لَا يَتَوَعَّرُ عَلَيْهَا مَكَانٌ سَلَكَتْهُ .

وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «فِي تَقَلُّبِهِمْ» /٤٦/ : اخْتِلَافِهِمْ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «تَمِيدَ» /١٥/ : تَكَفَّأَ . «مُفْرَطُونَ» /٦٢/ : مَنْسِيُّونَ .

وَقالَ غَيْرُهُ : «فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ» /٩٨/ : هٰذَا مُقَدَّمٌ وَمُؤَخَّرٌ ، وَذٰلِكَ أَنَّ الْاِسْتِعَاذَةَ قَبْلَ الْقِرَاءَةِ ، وَمَعْنَاهَا : الْاِعْتِصَامُ بِاللهِ .

سورة النحل

رُوْحُ الْقُدُسِ: جبریل، نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ

آیت میں ہے " قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ " اس میں روح القدس کی تفسیر امام بخاری رحمہ اللہ جبرئیل کررہے ہیں اور اس کے لئے انہوں نے تائید سورۃ شعراء کی آیت "نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ" سے بیان کی کیونکہ اس میں "روح" کا اطلاق حضرت جبرئیل پر ہوا ہے۔

فی ضَیْقٍ، یقال: اَمْرٌ ضَیْقٌ وَضَیِّقٌ، مِثْلُ هَیْنٍ وَهَیِّنٍ، وَلَیْنٍ وَلَیِّنٍ، وَمَیْتٍ وَمَیِّتٍ

آیت میں ہے "وَلَا تَکُ فِی ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ" امام فرماتے ہیں، اس میں دو لغت ہیں ایک ضَیْق (بسکون الیاء) دوسری ضَیِّق (بتشدید الیاء) جیسے ھَیْن اور لَیْن اور مَیْت میں بھی دو لغت ہیں، امام بخاریؒ کے بیان کے مطابق مَیْت (یا کے سکون کے ساتھ) اور مَیِّت (بتشدید الیاء) میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن اھل لغت نے ان دونوں میں تھوڑا سا فرق بیان کیا ہے، وہ یہ کہ مَیْت (بسکون الیاء) اس کو کہتے ہیں جو فی الحال مرا ہوا ہو اور میّت (بتشدید الیاء) عام ہے، فی الحال جو فوت ہوچکا ہے، اس کے اوپر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے اور جو مستقبل میں فوت ہونے والا ہے، اس کے لئے بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ (۱۰) سورۃ زمر میں "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ" (۱۱) میں اس لفظ کا اطلاق مستقبل کے اعتبار ہی سے کیا گیا ہے۔

وقال ابن عباس: فی تقلُّبِهِمْ: اِخْتِلَافِهِمْ

آیت کریمہ میں ہے "اَوْ یَاْخُذَهُمْ فِی تَقَلُّبِهِمْ" "یا ان کو چلتے پھرتے (کسی آفت میں) پکڑ لے" حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ فی تَقَلُّبِهِمْ کے معنی ہیں فی اختلافهم یعنی ان کے سفر و حضر میں ان کے رات اور دن میں اللہ تعالیٰ پکڑ لے۔

وقال مجاهد: تَمِیْدَ: تَکَفَّأَ

آیت میں ہے "وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ" یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین میں بڑے بڑے پہاڑ بچھادیئے تاکہ زمین تم کو لے کر متحرک اور مضطرب نہ ہو، مجاہد نے تمید کی تشریح "تَکَفَّأَ" سے کی ہے جس کے معنی پلٹنے، ڈگمگانے اور لڑکھڑانے کے آتے ہیں، مجاہد کی یہ تعلیق ابو محمد نے موصولاً

---

(۱۰) قال الفیروز آبادی فی القاموس المحیط: ۱/۱۶۴: "اَلْمَیْتُ مخففة: الذی مات، وَاَلْمَیِّت والمائت: الذی لم مت بعد" وقال الزبیدی فی تاج العروس: ۱/۵۸۶ نقلاً عن شیخه: "وعلی هذه التفرقة جماعة من الفقهاء والادباء، وعندی فیه نظر، فانهم صرّحوا بان اَلْمَیْتُ مخفف الیاء ماخوذ و مخفف من المیّت المشدد، و اذا کان ماخوذا منه، فکیف یتصور الفرق فیهما فی الاطلاق، حتی قال العلامة بن دحیة .... بانه خطأ فی القیاس، و مخالف للسماع اما القیاس، فان اَلْمَیْتَ۔ المخفف۔ انما اصله میّت المشدد مخفف، و تخفیفه لم یحدث فیه معنی مخالفا لمعناه فی حال التشدید" وفی لسان العرب: ۲/۹۱: "قال الزجاج: اَلْمَیْتُ المیّت بالتشدید الا انه یخفف یقال: مَیْت، مَیِّت، والمعنی واحد"۔

(۱۱) الزمر: ۳۰

نقل کی ہے (۱۲)۔

مُفْرَطُوْنَ: مَنسِيُّوْنَ

آیت میں ہے "لَاجَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُفْرَطُوْنَ" فرماتے ہیں اس میں "مُفْرَطُوْنَ" "مَنسِيُّوْنَ" کے معنی میں ہے یعنی بلاشبہ ان کے لئے قیامت کے دن دوزخ ہے اور وہ لوگ بھلا دیئے جائیں گے (دوزخ میں ڈالنے کے بعد پھر ان کی کوئی خبر نہیں لی جائے گی) حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے ترجمہ فرمایا "محقق ہوگیا کہ ان کے واسطے آگ ہے اور وہ بڑھائے جارہے ہیں" یعنی ان لوگوں کے لیے دوزخ تیار ہے جس کی طرف وہ بڑھائے جارہے ہیں اور جہاں پہنچ کر گویا بالکل بھلا دیئے جائیں گے اور مہربانی کی نظر کبھی ان پر نہ ہوگی۔

وقال غیرہ: فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ، هٰذَا مقدم و مؤخر، وذلک ان الاِسْتِعَاذة قبلَ القِرَاءَةِ، ومعناها: اَلْاِعْتِصَامُ بِاللّٰهِ

آیت میں ہے "فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ" امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابوعبیدہ کے اتباع میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی "اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ" کو پہلے ذکر کیا ہے لیکن وہ موخر ہوگا اور "فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ" کو بعد میں ذکر کیا گیا ہے لیکن وہ مقدم ہوگا کیونکہ استعاذہ قرآن کی تلاوت سے مقدم ہوتا ہے۔

جمہور علماء تقدیم و تاخیر کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ "اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ" کے معنی "اذا اردت قراءة القرآن" ہیں یعنی جب آپ قرآن کی تلاوت کا ارادہ کریں تو استعاذہ کریں علامہ نووی اور حافظ ابن کثیر وغیرہ نے یہی معنی بیان کئے ہیں (۱۳)۔

استعاذہ کے معنی امام نے بیان کئے "الاعتصام باللہ" یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرنا اور اللہ کی پناہ میں آنا

تلاوت سے قبل تعوذ کا حکم

جمہور علماء کے نزدیک قرآن شریف کی تلاوت سے قبل تعوذ مسنون ہے۔

---

(۱۲) عمدة القاری: ۱۵/۱۹

(۱۳) دیکھیے تفسیر ابن کثیر ۲/۵۸۶ والجامع لاحکام القرآن: ۸۶/۱ و روح المعانی: ۲۲۸/۱۴

عطاء بن ابی رَباح اور دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ تعوّذ قبل القراء ۃ واجب ہے (۱۴)۔

حضرت ابوہریرہؓ، محمد بن سیرین اور حضرت ابراہیم نخعی سے نقل کیا گیا ہے کہ تعوذ قراءت کے بعد ہونا چاہیئے انہوں نے آیت کے ظاہر پر نظر کرتے ہوئے تعوّذ کا مقام قراءت کے بعد تجویز کیا، داود ظاہری اور حمزہ زیّات کا بھی یہی مذہب ہے (۱۵)۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ تعوذ قراءت سے پہلے بھی اور قراءت کے بعد بھی دونوں مواقع میں ہونا چاہیئے (۱۶)۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ تعوذ جہراً پڑھنا چاہیئے یا سرّاً.... نماز کے اندر جمہور علماء کے نزدیک تعوذ جہراً نہیں پڑھنا چاہیئے بلکہ ابن قُدامہ نے فرمایا کہ تعوذ کا نماز میں سراً پڑھنا اجماعی اور متفق علیہ مسئلہ ہے (۱۷) لیکن حضرات شوافع سے اس سلسلہ میں دو قول منقول ہیں، ایک قول تو یہ ہے کہ تعوذ سرّاً پڑھا جائے گا اور دوسرا قول ہے کہ قاری کو اختیار ہے، چاہے وہ جہراً پڑھے یا سرّاً (۱۸)

شَاكِلَتِهِ: نَاحِيَتِهِ

یہ لفظ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت میں ہے "قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ" یہاں اس کا ذکر بے محل ہے، ناسخ نے سہواً اس کو یہاں ذکر کردیا ہے (۱۹)

وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «تُسِيمُونَ» /۱۰/: تَرْعَوْنَ. «قَصْدُ السَّبِيلِ» /۹/: الْبَيَانُ. الدِّفْءُ: ما اسْتَدْفَأْتَ. «تُرِيحُونَ» /۶/: بِالْعَشِيِّ، وَ«تَسْرَحُونَ» /۶/: بِالْغَدَاةِ. «بِشِقِّ» /۷/: يَعْنِي الْمَشَقَّةَ. «عَلَى تَخَوُّفٍ» /۴۷/: تَنَقُّصٍ. «الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً» /۶۶/: وَهِيَ تُؤَنَّثُ وَتُذَكَّرُ، وَكَذٰلِكَ: الْأَنْعَامُ جَمَاعَةُ النَّعَمِ. «أَكْنَانًا» /۸۱/: وَاحِدُهَا كِنٌّ مِثْلُ: حِمْلٍ وَأَحْمَالٍ.

---

(۱۴) الجامع لاحکام القرآن: ۸۶/۱

(۱۵) فتح الباری: ۳۸۵/۸ و روح المعانی: ۲۲۹/۱۴

(۱۶) تفسیر کبیر: ۶۰/۱

(۱۷) قال موفق الدین احمد بن قدامۃ فی کتابہ "المغنی": ۲۸۳/۱۔ "ویسر الاستعاذۃ، ولا یجھر بھا، لا اعلم فیہ خلافاً"

(۱۸) قال الشافعی رحمہ اللہ فی کتابہ: "الام": ۱۰۷/۱: "وایھما فعل الرجل أجزاہ، ان جھر او اخفی"

(۱۹) مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ایک توجیہ کی ہے "ولعل الوجہ فی ایرادہ ھھنا التنبیہ علی ان قصدہ فی القراءۃ لا ینبغی ان یکون الا للہ، وعلی ھذا، فالمناسب فی ترجمۃ الشاکلۃ ھھنا ھی النیۃ" (لامع الدّراری: ۹/۱۱۷-۱۱۶) و فی الفتح: ۳۸۵/۸ "شاکلتہ: ناحیتہ، ووقع فی روایۃ ابی ذر "نیتہ" بدل ناحیتہ"

«سَرَابِيلَ» قُمُصٌ «تَقِيكُمُ الحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ» /۸۱/ : فَإِنَّهَا الدُّرُوعُ . «دَخَلاً بَيْنَكُمْ» /۹۲ ، ۹۴/ : كُلُّ شَيْءٍ لَمْ يَصِحَّ فَهُوَ دَخَلٌ .

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «حَفَدَةً» /۷۲/ : مَنْ وَلَدَ الرَّجُلُ . السَّكَرُ ما حُرِّمَ مِنْ ثَمَرَتِهَا ، وَالرِّزْقُ الحَسَنُ ما أَحَلَّ اللّٰهُ .

وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ صَدَقَةَ : «أَنْكَاثًا» /۹۲/ : هِيَ خَرْقَاءُ ، كَانَتْ إِذَا أَبْرَمَتْ غَزْلَهَا نَقَضَتْهُ .

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ : الأُمَّةُ مُعَلِّمُ الخَيْرِ ، وَالقَانِتُ المُطِيعُ .

قَصْدُ السَّبِيلِ: البَيَان

آیت میں ہے "وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ" فرماتے ہیں کہ اس میں "قصد" کے معنی بیان کرنے کے ہیں یعنی ہدایت و ضلالت کا بیان کرنا اللہ ہی پر ہے ، بعضوں نے قصد السبیل کی تفسیر صراط مستقیم سے کی ہے (۲۰) یعنی سیدھی راہ اللہ تک پہنچتی ہے اور بعض رستے (جو دین کے خلاف ہیں) ٹیڑھے بھی ہیں اور اگر اللہ چاہے تو تم سب کو سیدھی راہ دے۔

الدِّفْءُ: مَا اسْتُدْفِئَ بِهِ

آیت میں ہے "وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ" فرماتے ہیں اس میں دِفْءٌ سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے آپ گرمی حاصل کرتے ہیں ، آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانور پیدا کئے ، ان میں تمہارے لئے گرمی حاصل کرنے کا سامان ہے (کیونکہ ان کے بال اور کھال سے پوستین اور کپڑے بنتے ہیں)

تُرِيحُونَ: بِالْعَشِيِّ، وَتَسْرَحُونَ: بِالْغَدَاةِ

آیت میں ہے "وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ" تُرِيحُونَ کے معنی ہیں جانوروں کو چرا کر شام کے وقت لانا اور تَسْرَحُونَ کے معنی ہیں صبح کے وقت چرانے کے لئے لیجانا۔ مطلب یہ ہے

(۲۰) عمدة القاری: ۱۹/۱۶

کہ جانوروں کو صبح کے وقت چرانے کے لئے لے جانے اور شام کے وقت واپس لانے میں تمہارے لئے ایک شان اور ایک رونق ہے ۔

اَلْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً: وهی تُؤَنَّثُ وَتُذَكَّرُ، وكذلك الْاَنْعَام جَمَاعَةُ النَّعَمِ

"وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً، نُسْقِيْكُمْ مِمَّا فِي بُطُوْنِهٖ" امام فرماتے ہیں کہ لفظ "اَنْعَام" مذکر اور مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور یہ نَعَمٌ کی جمع ہے، نَعَمٌ بھی مذکر اور مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے، یہاں انعام مذکر استعمال ہوا ہے چنانچہ "فِي بُطُوْنِهٖ" میں ضمیر مذکر اس کی طرف راجع ہے اور سورۃ مومنون میں "نُسْقِيْكُمْ مِمَّا فِي بُطُوْنِهَا" (۲۱) ہے وہاں مونث استعمال ہوا ہے ۔

بِشِقِّ: بمعنى الْمَشَقَّةِ

آیت کریمہ میں ہے "وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ" "وہ تمہارے بوجھ بھی (لاد کر) ایسے شہر کو لیجاتے ہیں جہاں تم بدون جان کو محنت (مشقت) میں ڈالے ہوئے نہیں پہونچ سکتے" فرماتے ہیں کہ آیت میں شِقٌّ سے مراد ہے مشقت اور محنت ۔

عَلٰى تَخَوُّفٍ: تَنَقُّصٍ

آیت کریمہ میں ہے "اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ" "یا ان کو گھٹاتے گھٹاتے پکڑ لے" (جیسے قحط دوبارہ پڑے اور بتدریج خاتمہ ہوجائے) مطلب یہ ہے کہ نڈر نہ ہونا چاہیے خدا کو سب پر قدرت حاصل ہے، فرماتے ہیں کہ آیت میں تخوف کے معنی تنقص کے ہیں جس کے معنی ہیں بتدریج گھٹانا، کم کرنا اور یہی تفسیر حضرت ابن عباسؓ اور مجاہدؒ وغیرہ ائمہ تفسیر سے منقول ہے اور یہی تفسیر حکیم الامت حضرت تھانوی نے کی ہے جیسے کہ ترجمہ گھٹاتے گھٹاتے سے ظاہر ہے، لفظ تخوف جو بظاہر خوف سے مشتق ہے جس کے معنی ڈرانے اور خوف دلانے کے ہے ۔

سَرَابِيْلَ: قُمُصٌ "تَقِيْكُمُ الْحَرَّ" وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَأْسَكُمْ، فَاِنَّهَا الدُّرُوْعُ

آیت میں ہے "وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَأْسَكُمْ" یہاں پہلے سرابیل (جو

(۲۱) سورۃ المؤمنون: ۲۱

گرمی سے حفاظت کے لئے ہے) سے مراد قمیصیں اور کرتے ہیں اور دوسرے سَرَابِیْلَ (جو جنگ میں حفاظت کے لئے ہے) سے مراد زرہیں ہیں۔

دَخَلاً بَيْنَكُمْ: كُلُّ شَيْءٍ لَمْ يَصِحَّ فَهُوَ دَخَلٌ

"وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلاً بَيْنَكُمْ" وہ چیز جس کا داخل کرنا صحیح نہ ہو اور اسے بیچ میں لایا جائے وہ دَخَل کہلاتی ہے، دغا، فساد، خیانت اور ہر ملاوٹ پر دخل کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

وقال ابن عباس: حَفَدَةً: مَنْ وَلَدَ الرَّجُلَ

آیت میں ہے "وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً" اس میں بَنِيْنَ سے صلبی اولاد مراد ہے اور حَفَدَةً سے پوتے مراد ہیں۔

السَّكَرُ: مَا حُرِّمَ مِنْ ثَمَرَتِهَا، وَالرِّزْقُ الْحَسَنُ: مَا أَحَلَّ اللّٰهُ

"وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيْلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا" شراب یا کوئی دوسرا مسکر جو ثمار سے تیار کیا جاتا ہے وہ سکر کہلاتا ہے اور رزق حسن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے جائز اور حلال قرار دیا ہے (۲۲)۔

وقال ابن مسعود: الْأُمَّةُ: مُعَلِّمُ الْخَيْرِ، وَالْقَانِتُ: الْمُطِيْعُ

آیت میں ہے "إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِيْفًا" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "امت" سے مراد بھلائی اور خیر کی تعلیم دینے والا ہے اور قانت کے معنی مطیع اور فرمانبردار کے ہیں۔

وقال ابن عيينة، عَنْ صَدَقَةَ: أَنْكَاثًا: هِيَ خَرْقَاءُ، كَانَتْ إِذَا أَبْرَمَتْ غَزْلَهَا نَقَضَتْهُ

(أنكاثا) جمع نِكْث، وهو الغزل يحل فتله فيعود كما كان قبل الفتل مفرق الأجزاء. (هي خرقاء) حمقاء (نقضت) من النقض، ويستعمل لمعان منها: الهدم والابطال والحل بعد العقد. (أبرمت) فتلت

(۲۲) اشکال ہوتا ہے کہ شراب تو حرام ہے اس کو نعمتوں میں کیسے ذکر کیا، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اس کا جواب دیتے ہیں۔ "ولا يبعد ان يقال: ان الامتنان بمالم يسكر منها، ولاشك فى جواز القدر الذى لايسكر منها، فصح للامتنان، او يقال: ان الاية مكية، وتحريم المحرمات منها مدنى، فصح الامتنان وقت انزال الاية" (لامع الدراری: ۹/۱۱۸)

"صدقہ" سے کون مراد ہیں؟

حضرت سفیان بن عیینہؒ نے صدقہ سے نقل کیا ہے علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ صدقہ سے امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ صدقہ بن الفضل مَرْوَزِی مراد ہیں لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تردید کی ہے، پھر فرمایا کہ اس سے میرے خیال کے مطابق "صدقہ ابن ابی عمران قاضی اہواز" مراد ہیں۔ لیکن امام بخاری نے اپنی تاریخ اور ابن حبّان نے "کتاب الثقات" میں صدقہ ابوھذیل کا ذکر کیا ہے کہ ان سے سفیان بن عیینہ روایت کرتے ہیں اور بظاہر یہاں صدقہ ابوہذیل ہی مراد ہیں، اس طرح تعلیقاً یہ رجال بخاری میں سے ہیں لیکن رجالِ بخاری پر کام کرنے والوں نے ان کا ذکر نہیں کیا ہے، خلاصۂ کلام یہ کہ یہاں صدقہ کے بارے میں تین قول ہوگئے۔

❶ ایک قول علامہ کرمانی رحمہ اللہ کا ہے، وہ فرماتے ہیں اس سے صدقہ بن الفضل مَرْوَزِی مراد ہیں، صدقہ ابن الفضل مَرْوَزِی امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ ہیں اور سفیان بن عُیینہ سے روایت کرتے ہیں، سفیان ان کے شیخ ہیں چنانچہ ابن حبّان "کتاب الثقات" میں لکھتے ہیں: "صدقة بن الفضل المَرْوَزِي، كُنيتُه ابو الفضل، يروي عن ابن عُيينة...."

علامہ کرمانی رحمہ اللہ کے اس قول پر ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ صدقہ بن الفضل، سفیان بن عیینہ کے شاگرد ہیں، ان کے شیخ نہیں ہیں، صدقہ بن الفضل، سفیان سے روایت کرتے ہیں، سفیان صدقہ سے روایت نہیں کرتے ہیں، جبکہ یہاں سفیان صدقہ سے روایت کررہے ہیں۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ سفیان اگرچہ صدقہ کے شیخ ہیں لیکن یہاں شیخ اپنے شاگرد سے روایت کررہے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ بسا اوقات شیخ اپنے شاگرد سے روایت کرتا ہے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ کے قول پر دوسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ مذکورہ روایت ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے "عن ابن عيينة، عن صدقة، عن السُّدِّي" کے طریق سے نقل کی ہے اور صدقہ بن الفضل نے سدی اور اس کے اصحاب کو نہیں پایا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں "ويكتفى فى الرد عليه ما اخرجناه من تفسير جرير و ابن ابى حاتم من رواية صدقة هذا، عن السدى، فان صدقة بن الفضل المروزى ما ادرك السُّدِّي ولا اصحاب السُّدِّي ..." اس لیے کرمانیؒ کا قول ضعیف ہے۔

❷ دوسرا قول حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ اس سے صدقہ ابن ابی عمران مراد ہیں کیونکہ ابن عُیینہ کی ان سے روایت ثابت ہے، لیکن یہ قول بھی ضعیف ہے کیونکہ سفیان بن عیینہ کے بھائی محمد بن عیینہ ان سے روایت کرتے ہیں، علامہ مِزّی نے اس کی تصریح کی ہے، سفیان کی ان سے روایت کا عام طور سے

کتب رجال میں ذکر نہیں ہے۔

۳ تیسرا قول جو صحیح معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ اس سے صدقہ ابوہذیل مراد ہیں، چنانچہ امام بخاریؒ "تاریخ کبیر" میں فرماتے ہیں: "صدقة ابو الهذيل، عن السدي، روى عنه ابن عيينة" تقریباً یہی الفاظ ابن حبّان نے ذکر کیے ہیں، صدقہ ابوہذیل کے تفصیلی حالات اور تعارف، رجال کی کتابوں میں نہیں ملتے ہیں (۲۳)

وہ فرماتے ہیں کہ آیت "وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ أَنْكَاثًا" میں مکہ میں رہنے والی ایک پاگل اور دیوانی عورت کا ذکر ہے جس کا نام خرقاء یا ریطہ بنت عمرو تھا (۲۴) یہ صبح سے دوپہر تک سوت کاتا کرتی تھی، پھر اس کاتے ہوئے سوت کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالتی تھی، آیت کریمہ میں عہد اور وعدہ توڑنے والے کی مثال بیان کی گئی ہے، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"یعنی عہد باندھ کر توڑنا ایسی حماقت ہے جیسے کوئی عورت دن بھر سوت کاتے، پھر کتا کتایا سوت شام کے وقت توڑ کر پارہ پارہ کردے، چنانچہ مکہ میں ایک دیوانی عورت ایسا ہی کیا کرتی تھی، مطلب یہ ہے کہ معاہدات کو محض کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب چاہا کاتا اور جب چاہا انگلیوں کی اپنی حرکت سے بے تکلف توڑ ڈالا، سخت ناعاقبت اندیشی اور دیوانگی ہے، بات کا اعتبار نہ رہے تو دنیا کا نظام مختل ہوجائے، قول و اقرار کی پابندی ہی سے عدل کی ترازو سیدھی رہ سکتی ہے، جو قومیں قانونِ عدل و انصاف سے ہٹ کر محض اغراض و خواہشات کی پوجا کرنے لگتی ہیں، ان کے یہاں معاہدات صرف توڑنے کے لئے رہ جاتے ہیں، جہاں معاہد قوم کو اپنے سے کمزور دیکھا، سارے معاہدات ردی کی ٹوکری میں پھینک دیئے گئے (۲۵)۔"

۱۹۸ – باب: «وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ» /۷۰/.

۴۴۳۰: حدَّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُوسَى، أَبُو عَبْدِ ٱللهِ الْأَعْوَرُ، عَنْ شُعَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ كَانَ يَدْعُو: (أَعُوذُ بِكَ

---

(۲۳) حافظ ابن حجر کے اقوال کے لئے دیکھیے، فتح الباری: ۸/ ۲۸۷، علامہ کرمانی کے قول کے لیے دیکھیے، شرح الکرمانی: ۱۷/۱۶۷۔ امام بخاری کے قول کے لیے دیکھیے التاریخ الکبیر: ۴/۲۹۴۔ الترجمۃ: ۲۸۷۹۔ ابن حبّان کے قول کے لیے دیکھیے کتاب الثقات: ۶/۴۶۷ و ۸/۳۲۱ اور علامہ مزی کے قول کے لیے دیکھیے: تہذیب الکمال: ۱۳/۱۳۹۔ ترجمۃ: ۲۸۶۶۔

(۲۴) فتح الباری: ۸/ ۳۸۷

(۲۵) تفسیر عثمانی: ۳۶۷ فائدہ نمبر ۴

مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ ، وَأَرْذَلِ الْعُمُرِ ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ ، وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ ، وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ) .
[ر : ٢٦٦٨]

ارذل عمر اس عمر کو کہتے ہیں جس میں انسان سراسر دوسروں کا محتاج ہوجائے ، اس سے آپؐ نے پناہ مانگی ہے۔

١٩٩ - باب : سُورَةُ بَنِي إِسْرَائِيلَ [الْإِسْرَاءِ] .

٤٤٣١ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : فِي بَنِي اسْرَائِيلَ وَالْكَهْفِ وَمَرْيَمَ : إِنَّهُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْأُوَلِ ، وَهُنَّ مِنْ تِلَادِي . [٤٤٦٢ ، ٤٧٠٨]

سورۃ بنی اسرائیل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ کہف اور سورۃ مریم کے متعلق فرمایا کہ یہ اول درجہ کی عمدہ سورتوں میں سے ہیں یعنی یہ قدیم زمانہ کی نازل شدہ ابتدائی سورتیں ہیں اور یہ میرا پرانا محفوظ مال ہے، عِتاق : عتیق کی جمع ہے جس کے معنی عمدہ اور قدیم کے ہیں تلاد : قدیم، وہ مال جو انسان کے پاس پرانے زمانے سے ہو۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ رُؤُوسَهُمْ» /٥١/ : يَهُزُّونَ . وَقَالَ غَيْرُهُ : نَغَضَتْ سِنُّكَ أَيْ تَحَرَّكَتْ .

«وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ» /٤/ : أَخْبَرْنَاهُمْ أَنَّهُمْ سَيُفْسِدُونَ ، وَالْقَضَاءُ عَلَى وُجُوهٍ : «وَقَضَى رَبُّكَ» /٣٣/ : أَمَرَ رَبُّكَ . وَمِنْهُ : الْحُكْمُ : «إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ» /يونس: ٩٣/

(٤٤٣١) واخرجه البخاري ايضاً في التفسير باب سورة الانبياء، رقم الحديث: ٤٤٦٢، وباب تاليف القرآن، رقم الحديث: ٤٧٠٨ وهذا الحديث لم يخرجه احد من اصحاب الستة سوى البخاري۔

و /النحل: ٧٨/ و /الجاثية: ١٧/. وَمِنْهُ: الخَلْقُ: «فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ» /الصافات: ١٢/: خَلَقَهُنَّ.

«نَفِيرًا» /٦/: مَنْ يَنْفِرُ مَعَهُ. «وَلِيُتَبِّرُوا» يُدَمِّرُوا «ما عَلَوْا» /٧/. «حَصِيرًا» /٨/: مَحْبِسًا، مَحْصَرًا. «حَقَّ» /١٦/: وَجَبَ. «مَيْسُورًا» /٢٨/: لَيِّنًا. «خِطْئًا» /٣١/: إِثْمًا، وَهُوَ اسْمٌ مِنْ خَطِئْتَ، وَالخَطَأُ - مَفْتُوحٌ - مَصْدَرُهُ مِنَ الإِثْمِ، خَطِئْتُ بِمَعْنَى أَخْطَأْتُ. «لَنْ تَخْرِقَ» /٣٧/: لَنْ تَقْطَعَ. «وَإِذْ هُمْ نَجْوَى» /٤٧/: مَصْدَرٌ مِنْ نَاجَيْتُ، فَوَصَفَهُمْ بِهَا، وَالمَعْنَى: يَتَنَاجَوْنَ. «رُفَاتًا» /٤٩، ٩٨/: حُطَامًا. «وَاسْتَفْزِزْ» /٦٤/: اسْتَخِفَّ. «بِخَيْلِكَ» /٦٤/: الفُرْسَانِ، وَالرَّجْلُ: الرَّجَّالَةُ، وَاحِدُهَا رَاجِلٌ، مِثْلُ صَاحِبٍ وَصَحْبٍ، وَتَاجِرٍ وَتَجْرٍ.

«حاصِبًا» /٦٨/: الرِّيحُ العَاصِفُ، وَالحَاصِبُ أَيْضًا: ما تَرْمِي بِهِ الرِّيحُ، وَمِنْهُ: «حَصَبُ جَهَنَّمَ» /الأنبياء: ٩٨/: يُرْمَى بِهِ فِي جَهَنَّمَ، وَهُوَ حَصَبُهَا، وَيُقَالُ: حَصَبَ فِي الأَرْضِ ذَهَبَ، وَالحَصَبُ: مُشْتَقٌّ مِنَ الحَصْبَاءِ وَالحِجَارَةِ. «تَارَةً» /٦٩/: مَرَّةً، وَجَمَاعَتُهُ تِيَرَةٌ وَتَارَاتٌ. «لَأَحْتَنِكَنَّ» /٦٢/: لَأَسْتَأْصِلَنَّهُمْ، يُقَالُ: احْتَنَكَ فُلَانٌ ما عِنْدَ فُلَانٍ مِنْ عِلْمٍ اسْتَقْصَاهُ. «طَائِرَهُ» /١٣/: حَظَّهُ.

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كُلُّ سُلْطَانٍ فِي القُرْآنِ فَهُوَ حُجَّةٌ. «وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ» /١١١/: لَمْ يُحَالِفْ أَحَدًا

وقال ابن عباس: فَسَيُنْغِضُوْنَ: يَهُزُّوْنَ، وقال غيره: نَغَضَتْ سِنُّكَ أَيْ تَحَرَّكَتْ

آیت میں ہے "قُلِ الَّذِیْ فَطَرَکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ، فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْکَ رُءُوْسَھُمْ" اس کے معنی یَھُزُّوْنَ کے ہیں یعنی وہ اپنے سروں کو ہلاتے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غیر یعنی ابوعبیدہ نے کہا کہ نَغَضَتْ سِنُّکَ کے معنی ہیں: تَحَرَّکَتْ: یعنی تیرا دانت، ہل گیا، مجرد میں یہ باب ضرب اور نصر سے استعمال ہوتا ہے نغض الشیئُ نَغْضاً: ہلنا، حرکت کرنا، یُنْغِضُوْن باب افعال سے متعدی ہے بمعنی ہلانا، حرکت دینا

وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ: أَخْبَرْنَاهُمْ أَنَّهُمْ سَيُفْسِدُوْنَ، وَالْقَضَاءُ عَلَى وُجُوْهٍ: وَقَضَى رَبُّكَ: أَمَرَ رَبُّكَ، وَمِنْهُ الْحُكْمُ: إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ، وَمِنْهُ الْخَلْقُ: فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ

آیت میں ہے "وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ " اس میں قضینا کے معنی اخبرنا کے ہیں یعنی ہم نے جبرئیل کو خبر کردی تھی کہ وہ فساد کریں گے ، لفظ قضا کے مختلف معنی آتے ہیں ❶ حکم دینا، جیسے وَقَضَىٰ رَبُّكَ: آپ کے رب نے حکم دیا ❷ فیصلہ کرنا، جیسے ان ربک یقضی بینھم : آپ کے رب نے ان کے درمیان فیصلہ کیا ❸ پیدا کرنا، جیسے فقضاھن سبع سمٰوات یعنی اللہ نے سات آسمان پیدا کئے۔

اسماعیل بن احمد نیشاپوری نے "کتاب الوجوہ والنظائر" میں لکھا ہے کہ لفظ قضا قرآن میں پندرہ معنوں میں استعمال ہوا ہے ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفصیل نقل کی ہے (۳۶)۔

نَفِيرًا: مَنْ يَنْفِرُ مَعَهُ

آیت میں ہے "وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا" نفیر ان لوگوں کو کہتے ہیں جو کسی کے ساتھ جانے والے ہوں یعنی دشمن کے مقابلہ کے لئے ساتھ نکلنے والے لوگ!

وَلِيُتَبِّرُوا: يُدَمِّرُوا مَا عَلَوْا

آیت میں ہے "وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا" یعنی جس چیز پر وہ غالب آجائیں اسے ہلاک اور برباد کردیں۔

حَصِيرًا: مَحْبِسًا، مَحْصَرًا

"وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا" حصیر کے معنی محبس و محصر یعنی جیل اور قید خانہ کے ہیں۔

فَحَقَّ: وَجَبَ

آیت کریمہ میں ہے "فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا" "پس ان پر (یعنی اس بستی والوں پر) حجت تمام ہوجاتی ہے پھر ہم اس بستی کو غارت (برباد) کر ڈالتے ہیں" فرماتے ہیں کہ آیت میں حق بمعنی وجب ہے یعنی ثابت ہوا، تمام ہوا اور بعض نے تفسیر کی ہے وَجَبَ عَلَيْهَا الْعَذَابُ۔

---

(۳۶) فتح الباری: ۳۸۹/۸

مَیْسُوْرًا: لَیِّنًا

آیت کریمہ میں ہے "فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا" "تو ان سے نرمی سے بات کہو" فرماتے ہیں کہ آیت میں میسور کے معنی ہیں لَیِّن یعنی نرم، ملائم۔

خِطْئًا: اِثْمًا، وَهُوَاسْمٌ مِنْ خَطِئْتَ، وَالْخَطَأُ۔ مَفتوح۔ مصدره .... مِنَ الْاِثْمِ، خَطِئْتُ بِمَعْنَی اَخْطَأْتُ

آیت میں ہے "اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيْرًا" اس میں خطئا کے معنی گناہ کے ہیں یعنی ان کو قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو عبیدہ کی اتباع میں یہاں تین باتیں بیان کی ہیں اور تینوں میں غلطی ہوئی ہے خِطْئًا (بکسر الخاء) کو انہوں نے اسم مصدر کہا ہے خَطِئْتُ کا حالانکہ وہ مصدر ہے، خَطَأً (بفتح الخاء) کو انہوں نے مصدر کہا ہے حالانکہ وہ اَخْطَأَ کا اسم مصدر ہے اور خَطِئْتُ کو اَخْطَأْتُ کے معنی میں کہا ہے حالانکہ ثلاثی مجرد سے اس کے معنی بالعَمْد گناہ کرنے کے ہیں اور باب افعال سے بلاعَمْد گناہ کرنے کے ہیں (۲۷)۔

یہاں عبارت کے آخر میں ہے "من الاثم خَطِئْتُ بمعنی اخطَأْتُ" اس میں تقدیم و تاخیر ہے، اصل عبارت ہونی چاہیے "خَطِئْتُ من الاثم بمعنی اخطأت" یعنی خطئت جو گناہ کے معنی میں ہے بمعنی اخطأت ہے چنانچہ علامہ عینی فرماتے ہیں "ای خطئت الذی اخذ معناہ من الاثم بمعنی أخطأت"۔

لَنْ تَخْرِقَ: لَنْ تَقْطَعَ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا"

"اور زمین پر اتراتا ہوا مت چل (کیونکہ) تو (زمین پر زور سے پاؤں رکھ کر) نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ اپنے بدن کو تان کر) پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتا ہے"۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں لَنْ تَخْرِقَ کے معنی ہیں لَنْ تَقْطَعَ یعنی تو زمین کو قطع نہیں کرسکے گا، طے نہیں کرسکے گا کیونکہ زمین بہت بڑی ہے عرب کہتے ہیں فلان اخرق من فلان یعنی فلاں نے فلاں سے زیادہ سفر کیا ہے۔

---

(۲۷) عمدۃ القاری: ۱۹/ ۲۰۔ وفی مختار الصحاح: "الخطء" الذنب، وھو مصدر (خطئی) بالکسر۔

وإذهُمْ نَجْوىٰ: مصدر مِنْ نَاجَيْتُ، فوصفهم بها، والمعنى: يَتَنَاجَوْنَ

"نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهِ اِلَيْكَ وَاِذْهُمْ نَجْوٰى" اس میں نجوی "ناجیت" کا مصدر ہے اور "هم" پر مبالغةً اس کا حمل کیا گیا ہے اور معنی ہیں "وَاِذْهُمْ يَتَنَاجَوْنَ" یعنی جب وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں۔

رُفَاتًا: حُطَامًا

آیت میں ہے "وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا" (۲۸) رُفَاتًا کے معنی حُطَامًا کے ہیں یعنی کیا جس وقت ہم ہڈیاں بن جائیں گے اور چورہ چورہ اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو پھر ہمیں زندہ کیا جائے گا۔

وَاسْتَفْزِزْ: اِسْتَخِفَّ بِخَيْلِكَ: الفُرْسَانِ، وَالرَّجْلُ، الرَّجَّالَة، واحدها رَاجِل، مثل صاحب وصَحْب وتاجر وتَجْر

آیت میں ہے "وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ" یہ بعینہ امام نے ابوعبیدہ کا کلام نقل کیا ہے اِسْتَفْزِزْ کے معنی ہیں اِسْتَخِفَّ یعنی ہلکا سمجھنا، راہ حق سے ہٹادینا، بخیلک سے شہسوار مراد ہیں اور رَجْلٍ اور رَجَّالَة جمع ہیں، اس کا مفرد راجل ہے جیسے صاحب کی جمع صَحْبٌ اور تاجر کی جمع تَجْرٌ آتی ہے، آیت کا مطلب یہ ہے کہ اور ان میں سے جس پر تجھے قدرت ہو اپنی آواز (وسوسہ) سے اس کو راہ حق سے ہٹادے، راہ ہدایت سے اس کو ڈگمگادے اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کو لے آ، آیت میں شیطان سے خطاب ہے۔

حَاصِبًا: الرِّيْحُ الْعَاصِفُ وَالْحَاصِبُ اَيْضًا: مَا تَرْمِيْ بِهِ الرِّيْحُ، ومنه: حَصَبُ جَهَنَّمَ: يُرْمٰى بِهِ فِيْ جَهَنَّمَ، وهُوَ حَصَبُهَا، ويقال: حَصَبَ فِي الْاَرْضِ: ذَهَبَ، وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِنَ الحَصْبَاءِ وَالحِجَارَةِ

آیت میں ہے "اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا" حاصب آندھی کو کہتے ہیں

(۲۸) قوله: "رفاتا" قال مجاهد: ترابا، وقيل: حطاما، والرفات كل مايكسر ويبلى من كل شئى (تفسير البغوي: ۱۱۸/۳)

اور حاصب اس کنکر اور ریت وغیرہ کو بھی کہتے ہیں جسے ہوا اٹھا کر پھینک دے اور اسی سے حصب جھنم ماخوذ ہے جو سورۃ انبیاء میں ہے "اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ" یعنی دوزخ کا ایندھن کیونکہ انہیں جہنم میں پھینکا جائے گا... اور حَصَبٌ حَصْبَاء سے مشتق ہے بمعنی پتھر چونکہ پتھر اور کنکر کو پھینکا جاتا ہے اس لئے اسے حصب کہتے ہیں، واضح رہے کہ یہاں اشتقاق سے اصطلاحی اشتقاق مراد نہیں جیسا کہ فعل کا اشتقاق مصدر سے ہوتا ہے بلکہ اشتقاق سے یہاں صرف مناسبت مراد ہے، عبارت میں "الحِجَارَة" "الحَصْبَاء" کی تفسیر ہے۔

تَارَةً: مَرَّةً وَجَمَاعَتُهُ تِيَرَةٌ وَتَارَاتٌ

آیت کریمہ میں ہے "اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى" "تَارَةً" "مَرَّةً" کے معنی میں ہے اس کی جمع تِيَرَةٌ اور تَارَاتٌ آتی ہے۔

لَاَحْتَنِكَنَّ: لَاَسْتَأْصِلَنَّهُمْ، يقال: اِحْتَنَكَ فُلَانٌ مَا عِنْدَ فُلَانٍ مِنْ عِلْمٍ: اِسْتَقْصَاهُ

آیت کریمہ میں ہے "لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗ اِلَّا قَلِيْلًا" اس میں اِحْتَنِكَنَّ کے معنی ہیں: میں ان کا استیصال کردوں گا، جڑ سے اکھاڑ دوں گا (۲۹) عرب کہتے ہیں "اِحْتَنَكَ فُلَانٌ مَا عند فلان من علم" اس کے معنی ہوتے ہیں: اِسْتَقْصَاهُ یعنی فلاں آدمی کے پاس جتنا علم تھا فلاں شاگرد نے وہ سارا حاصل کرلیا، اس کی انتہا کو پہنچ کر اس کا احاطہ کرلیا۔

وقال ابن عباس: كُلُّ سُلْطَانٍ فِي الْقُرْآنِ فَهُوَ حُجَّةٌ

آیت میں ہے "فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا" ایک اور جگہ ہے "وَاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں سلطان کا لفظ جہاں بھی آیا ہے وہ حجت کے معنی میں ہے۔

وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ: لَمْ يُحَالِفْ اَحَدًا

آیت میں ہے "وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا" یعنی کمزوری کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار

---

(۲۹) قال البغوی فی معالم التنزیل ۳/ ۱۲۲: "لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗ أي لَاَسْتَأْصِلَنَّهُمْ بِالْإِضْلَالِ، یقال: احتنک الجراد الزرع، اذا اکله کله، وقیل: هو من قول العرب حنک الدابة یحنک اذا شد فی حنکها الاسفل حبلا یقودها، ای لأقودنهم کیف شئت، وقیل: لاستولین علیهم بالاغواء"

نہیں ہے، وَلِیٌّ مِنَ الذُّلِّ کی تفسیر کی ہے لَمْ یُحَالِفْ اَحَدًا یعنی اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ کمزوری کی بناء پر کسی کے ساتھ اس نے معاہدہ کیا ہو اور کسی کو حلیف بنایا ہو کہ بوقت ضرورت وہ اللہ کی مدد کے لئے آئے کیونکہ اللہ جل شانہ کسی کا محتاج نہیں ہے، ہر قسم کی کمزوری اور نقص سے وہ منزہ اور پاک ہے۔

٢٠٠ – باب : قَوْلِهِ : «سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِنَ المَسْجِدِ الحَرَامِ» /١/.

٤٤٣٢ : حدّثنا عَبْدَانُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ (ح) . وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ : حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ : حَدَّثَنَا يُونُسُ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ : قالَ ابْنُ المُسَيَّبِ : قالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ بِإِيلِيَاءَ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَلَبَنٍ ، فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا ، فَأَخَذَ اللَّبَنَ ، قالَ جِبْرِيلُ : الحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ ، لَوْ أَخَذْتَ الخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ . [ر : ٣٢١٤]

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَاکَ لِلْفِطْرَةِ

یعنی فطرت اسلامیہ کو آپ نے اختیار کیا، ہدایت اور ضلالت کو لَبَن اور خمر کی شکل میں پیش کیا گیا تھا تو آپ نے لبن کو اختیار فرمایا اور ہدایت کی جانب کو منتخب کیا، اگر آپ خمر کو اختیار کرتے تو گویا ضلالت کا انتخاب ہوتا اور آپ کی امت گمراہی میں مبتلا ہوجاتی۔

٤٤٣٣ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قالَ : أَخْبَرَنِي يُونُسُ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ : قالَ أَبُو سَلَمَةَ : سَمِعْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ ، قُمْتُ فِي الحِجْرِ ، فَجَلَّى اللّٰهُ لِي بَيْتَ المَقْدِسِ ، فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ) .

زَادَ يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَمِّهِ : (لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ ، حِينَ أُسْرِيَ بِي إِلَى بَيْتِ المَقْدِسِ) . نَحْوَهُ . [ر : ٣٦٧٣]

«قاصِفًا» /٦٩/ : رِيحٌ تَقْصِفُ كُلَّ شَيْءٍ .

٢٠١ – باب : «وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ» /٧٠/ .

كَرَّمْنَا وَأَكْرَمْنَا واحِدٌ . «ضِعْفَ الحَيَاةِ» عَذَابَ الحَيَاةِ . «وَضِعْفَ المَمَاتِ» /٧٥/ : عَذَابَ المَمَاتِ . «خِلَافَكَ» /٧٦/ : وَخَلْفَكَ سَوَاءٌ . «وَنَأَى» /٨٣/ : تَبَاعَدَ . «شاكِلَتِهِ» /٨٤/ :

نَاحِيَتِهِ ، وَهِيَ مِنْ شَكْلَتُهُ . «صَرَّفْنَا» /٤١ ، ٨٩/ : وَجَّهْنَا . «قَبِيلًا» /٩٢/ : مُعَايَنَةً وَمُقَابَلَةً ، وَقِيلَ : الْقَابِلَةُ لِأَنَّهَا مُقَابِلَتُهَا وَتَقْبَلُ وَلَدَهَا . «خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ» /١٠٠/ : أَنْفَقَ الرَّجُلُ أَمْلَقَ ، وَنَفِقَ الشَّيْءُ ذَهَبَ . «قَتُورًا» /١٠٠/ : مُقَتِّرًا . «لِلْأَذْقَانِ» /١٠٧ ، ١٠٩/ : مُجْتَمَعُ اللَّحْيَيْنِ ، وَالْوَاحِدُ ذَقَنٌ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «مَوْفُورًا» /٦٣/ : وَافِرًا . «تَبِيعًا» /٦٩/ : ثَائِرًا ، وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : نَصِيرًا . «خَبَتْ» /٩٧/ : طَفِئَتْ .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «لَا تُبَذِّرْ» /٢٦/ : لَا تُنْفِقْ فِي الْبَاطِلِ . «ٱبْتِغَاءَ رَحْمَةٍ» /٢٨/ : رِزْقٍ . «مَثْبُورًا» /١٠٢/ : مَلْعُونًا . «لَا تَقْفُ» /٣٦/ : لَا تَقُلْ . «فَجَاسُوا» /٥/ : تَيَمَّمُوا . يُزْجِي الْفُلْكَ : يُجْرِي الْفُلْكَ . «يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ» /١٠٧ ، ١٠٩/ : لِلْوُجُوهِ .

قَاصِفًا : رِيْحٌ تَقْصِفُ كُلَّ شَيْءٍ

آیت میں ہے "فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ" قَاصِف اس سخت آندھی کو کہتے ہیں جو ہر شئی کو اکھاڑ کر پھینک دیا کرتی ہے ۔

ضِعْفَ الْحَيَاةِ : عَذَابَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ : عَذَابَ الْمَمَاتِ

آیت میں ہے "إِذًا لَّأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ" ابوعبیدہ نے اس کی تفسیر کی ہے "ضِعْفَ عذابِ الحیاۃ و ضِعف عذاب الممات" اور بعضوں نے کہا "عَذَابًا ضِعْفًا فِي الْحَيَاةِ وَعَذَابًا ضِعْفًا فی الممات" موصوف "عذابا" کو حذف کرکے صفت "ضعفا" کو اس کا قائم مقام بنایا اور پھر اس کی اضافت کردی گئی (۳۰)۔

طَائِرَهُ : حَظَّهُ

آیت کریمہ میں ہے وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ "اور ہم نے ہر (عمل کرنے والے) انسان کا عمل (نیک ہو یا بد) اس کے گلے کا ہار بنا رکھا ہے (یعنی ہر شخص کا عمل اس کے ساتھ لازم و ملزوم ہے)۔

---

(۳۰) قال البغوی فی معالم التنزیل : ۳ / ۱۲٦ "یعنی اضعفنالک العذاب فی الدنیا و الآخرۃ، وقیل: الضعف ھو العذاب، سمی ضعفا، لتضاعف الألم فیہ"

فرماتے ہیں کہ آیت میں طائرہ بمعنی حظّہ ہے جس کے معنی حصہ، قسمت اور نصیب کے ہیں۔

خِلَافَکَ وَخَلْفَکَ سَوَاءٌ

آیت کریمہ میں ہے "وَإِذًا لَّا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا" "اور اس وقت وہ بھی آپ کے بعد بہت کم ٹھہرنے پائیں گے" فرماتے ہیں کہ خِلَافَکَ (بکسر الخاء) اور خَلْفَک (بفتح الخاء) دونوں برابر ہیں۔

وَنَأَىٰ: تَبَاعَدَ

آیت کریمہ میں ہے "وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ" "اور جب ہم انسان کو نعمت عطا کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے" فرماتے ہیں کہ آیت میں نَأَىٰ بمعنی تباعد ہے یعنی دور ہوا۔

شَاكِلَتِهِ: نَاحِيَتِهِ، وَهِيَ مِنْ شَكْلِهِ

آیت میں ہے "قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ" شَاكِلَتِهِ کی تفسیر ناحیة سے کی ہے جس کے معنی طرف، راستہ اور طریقہ کے آتے ہیں اور یہ شکل سے ماخوذ ہے، شکل کے معنی مثل، نظیر کے ہیں (یہاں ہمارے متن کے نسخے میں "شکلہ" اسم کے بجائے "شَكَلْتُهُ" فعل ہے) آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان اپنے طریقے، نیت اور طبیعت اور مذہب پر چلتا ہے اور اسی کے مطابق عمل کرتا ہے (۳۱)۔

قَبِيلًا: مُعَايَنَةً وَمُقَابَلَةً، وَقِيلَ: الْقَابِلَةُ، لِأَنَّهَا مُقَابِلَتُهَا وَتَقْبَلُ وَلَدَهَا

آیت میں ہے "أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا" اس میں "قَبِيلًا" کے معنی ہیں آنکھوں کے سامنے، روبرو، یہ کفار کہتے تھے کہ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے نہیں لائیں گے (اور ہم روبرو ان کو دیکھ نہ لیں گے) قَبِيلًا کے معنی "سامنے" کے ہیں تو اسی مناسبت سے آگے فرماتے ہیں کہ دائی کو قابلہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اس عورت کے سامنے

(۳۱) قال ابن عباس: علی ناحیتہ، قال الحسن و قتادۃ: علی نیتہ، و قال مقاتل: علی خلیقتہ، قال الفراء: علی طریقتہ التی جبل علیہا، و قیل: علی السبیل الذی اختارہ لنفسہ، و ہو من الشکل، یقال: لست علی شکلی و شاکلتی، و کلہا لغات متقاربۃ (وانظر تفسیر البغوی: ۱۳۳/۳)

بیٹھتی ہے جس کے یہاں بچے کی ولادت ہورہی ہوتی ہے اور اس کے بچے کو لیتی اور قبول کرتی ہے ۔

خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ : أَنْفَقَ الرَّجُلُ : أَمْلَقَ، وَنَفِقَ الشَّيْئُ : ذَهَبَ

آیت میں ہے "إِذًا لَّأَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ" اس کے معنی ہیں فقر، أَنْفَقَ الرَّجُلُ بولا جاتا ہے إِذَا أَمْلَقَ جبکہ وہ محتاج اور فقیر ہوجائے، نَفِقَ الشَّيْئُ بولا جاتا ہے، جب وہ چیز ختم ہوجائے ۔

قَتُورًا : مُقَتِّرًا

آیت میں ہے "وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَتُورًا" قَتُورٌ بمعنی مُقَتِّرٌ ہے یعنی بخیل

لِلْأَذْقَانِ : مُجْتَمَعُ اللَّحْيَيْنِ، وَالْوَاحِد : ذَقَنٌ

آیت میں ہے "وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا" دونوں جبڑوں کے ملنے کی جگہ کو ذَقَنٌ کہتے ہیں اور جمع اس کی أَذْقَان آتی ہے ۔

تَبِيعًا : ثَائِرًا، وقال ابن عباس : نَصِيرًا

آیت میں ہے "ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا" اس میں تَبِيعًا "ثَائِرًا" کے معنی میں ہے ثائر دیت طلب کرنے والے اور بدلہ لینے والے کو کہتے ہیں اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تبیعا بمعنی نصیرا ہے، دیت طلب کرنے والا بھی ایک طرح کا مددگار ہی ہوتا ہے ۔

يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ : لِلْوُجُوهِ

وہ چہروں کے بل گرتے ہیں کیونکہ ذقن چہرے ہی میں ہوتی ہے اس لیے لِلْأَذْقَانِ فرمایا ہے ۔

٢٠٢ - باب : قَوْلِهِ : «وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا» . الآيَةَ /١٦/ .

٤٤٣٤ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ،

(٤٤٣٤) وهذا الحديث لم يخرجه احد من اصحاب الستة سوى البخاري۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قالَ : كُنَّا نَقُولُ لِلْحَيِّ إِذَا كَثُرُوا في الجاهِلِيَّةِ : أَمِرَ بَنُو فُلَانٍ .

حدثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَقَالَ : أَمَرَ .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب زمانہ جاہلیت میں کسی قبیلہ کے لوگ بہت ہوجاتے تو ہم کہتے "اَمِر بنو فلان" یعنی فلاں قبیلہ بڑھ گیا ہے، حمیدی کے طریق میں اَمَرَ بنو فلان ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود آیت "اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا..." میں مختلف قراء توں کی طرف اشارہ کرنا ہے۔

❶ جمہور کی قراءت "اَمَرْنَا" ہے باب نصر سے اَمَرَ۔ اَمراً کے معنی ہیں: حکم دینا، اس صورت میں آیت کا ترجمہ ہوگا "جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں" مطلب یہ ہے کہ انبیاء کے ذریعہ ہم ان کو ایمان و اطاعت کا حکم دیتے ہیں، پھر جب وہ فسق کرنے لگتے ہیں تو ہم ان کو تباہ کردیتے ہیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"یعنی جب بداعمالیوں کی بدولت کسی بستی کو تباہ کرنا ہوتا ہے تو یوں ہی دفعتاً پکڑ کر ہلاک نہیں کردیتے، بلکہ اتمام حجت کے بعد سزا دی جاتی ہے، اول پیغمبر یا اس کے نائبین کی زبانی خدائی احکام ان کو پہنچائے جاتے ہیں، خصوصاً وہاں کے امراء اور بارسوخ لوگوں کو جن کے ماننے نہ ماننے کا اثر جمہور پر پڑتا ہے، آگاہ کیا جاتا ہے، جب یہ بڑے لوگ سمجھ بوجھ کر خدائی پیغام کو رد کردیتے ہیں اور کھلے بندوں نافرمانیاں کرکے تمام بستی کی فضا کو مسموم و مکدّر بنادیتے ہیں، اس وقت وہ بستی اپنے کو علانیہ مجرم ثابت کرکے عذاب الٰہی کی مستحق ہوجاتی ہے (۳۲)۔"

خلاصہ کلام یہ کہ "اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا" میں فسق و فجور کا حکم مراد نہیں کہ اشکال کیا جائے کہ اللہ جل شانہ فسق و فجور کا حکم کیسے دے سکتے ہیں "اِنَّ اللّٰهَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ" بلکہ حکم سے مراد انبیاء کے ذریعہ مترفین کو ایمان و طاعت کا حکم ہے (۳۳)۔

اسی طرح اللہ کسی بستی کی تباہی و بربادی کا ارادہ بھی تب ہی کرتے ہیں جب وہ بداعمالیوں میں اپنی

---

(۳۲) تفسیر عثمانی: ۳۷۶ فائدہ نمبر ۶

(۳۳) واختار الطبری قراءة الجمهور، واختار فی تاویلها حملها علی الظاهر، وقال: المعنی امرنا مترفیها بالطاعة فعصوا (فتح الباری: ۳۹۵/۸)

وقال بعض السلف: ان الامر فی قوله تعالی "امرنا مترفیها" امر تکوینی قدری بالفسق وقوله تعالی: ان اللّٰه لا یامر بالفحشاء، معناه نفی الامر التشریعی فلا منافاة (تفسیر عثمانی: ۳۷۶)

انتہا تک پہنچ چکی ہو تو پھر اتمام حجت کے لئے وہاں کے خوش عیش لوگوں تک پیغام الٰہی پہنچایا جاتا ہے اور جب وہ اسے پس پشت ڈال دیتے ہیں تو ان پر عذاب آجاتا ہے۔

یہ تو اس صورت میں ہے جب "امرنا" کے معنی حکم کرنے کے لئے جائیں لیکن امرنا کے معنی کثیر ہونے کے بھی آتے ہیں جیسا کہ یہاں حمیدی کے طریق میں امربنو فلان کے معنی کثُر کے آئے ہیں، اس صورت میں ترجمہ ہوگا "جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں خوش عیش لوگوں کی تعداد بڑھا دیتے ہیں" وہ فسق وگناہ کرتے ہیں تو ہم اس کو تباہ کردیتے ہیں۔

❷ دوسری قراءت حضرت ابن عباسؓ سے نقل کی گئی "أَمِرْنَا مُتْرَفِيهَا" أَمِرَ باب سمع سے ہے جس کے معنی بڑھنے اور زیادہ ہونے کے ہیں، یہاں اس کے معنی "كَثَّرْنَا" ہیں، متعدی ہے یعنی اس بستی میں ہم عیش پرست لوگوں کی تعداد بڑھا دیتے ہیں، یہ متعدی اور لازم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے کہتے ہیں أَمِرَ بنو فلان : فلاں خاندان بڑھ گیا۔ أَمِرَهُمُ اللّٰهُ: اللہ ان کو بڑھائیں۔

۲۰۳ - باب : «ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا» /۳/.

٤٤٣٥ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : أُتِيَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ بِلَحْمٍ ، فَرُفِعَ إِلَيْهِ ٱلذِّرَاعُ ، وَكانَتْ تُعْجِبُهُ ، فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً ثُمَّ قالَ : (أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَهَلْ تَدْرُونَ مِمَّ ذٰلِكَ ؟ يَجْمَعُ ٱللهُ النَّاسَ الْأَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ ، يُسْمِعُهُمُ ٱلدَّاعِي وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ ، وَتَدْنُو الشَّمْسُ ، فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ ما لَا يُطِيقُونَ وَلَا يَحْتَمِلُونَ ، فَيَقُولُ النَّاسُ : أَلَا تَرَوْنَ ما قَدْ بَلَغَكُمْ ، أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ ؟ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ : عَلَيْكُمْ بِآدَمَ ، فَيَأْتُونَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُونَ لَهُ : أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ ، خَلَقَكَ ٱللهُ بِيَدِهِ ، وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ ، وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ ، ٱشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ ، أَلَا تَرَى إِلَى ما نَحْنُ فِيهِ ، أَلَا تَرَى إِلَى ما قَدْ بَلَغَنَا ؟ فَيَقُولُ آدَمُ : إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ ، وَإِنَّهُ نَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي ، ٱذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي ، ٱذْهَبُوا إِلَى نُوحٍ . فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ : يَا نُوحُ ، إِنَّكَ أَنْتَ

أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ ، وَقَدْ سَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُورًا ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ ، أَلَا تَرَى إِلَى ما نَحْنُ فِيهِ؟ فَيَقُولُ : إِنَّ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ ، وَإِنَّهُ قَدْ كانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَى قَوْمِي ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي ، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي ، اذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ . فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ : يَا إِبْرَاهِيمُ ، أَنْتَ نَبِيُّ اللّٰهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ ، أَلَا تَرَى إِلَى ما نَحْنُ فِيهِ؟ فَيَقُولُ لَهُمْ : إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ ، وَإِنِّي قَدْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ – فَذَكَرَهُنَّ أَبُو حَيَّانَ فِي الْحَدِيثِ – نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي ، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي ، اذْهَبُوا إِلَى مُوسٰى . فَيَأْتُونَ مُوسٰى فَيَقُولُونَ : يَا مُوسٰى ، أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ ، فَضَّلَكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ عَلَى النَّاسِ ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ ، أَلَا تَرَى إِلَى ما نَحْنُ فِيهِ؟ فَيَقُولُ : إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ ، وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا ، نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي ، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي ، اذْهَبُوا إِلَى عِيسٰى . فَيَأْتُونَ عِيسٰى فَيَقُولُونَ : يَا عِيسٰى ، أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ ، وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ، اشْفَعْ لَنَا ، أَلَا تَرَى إِلَى ما نَحْنُ فِيهِ؟ فَيَقُولُ عِيسٰى : إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ قَطُّ ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ – وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا – نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي ، اذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي ، اذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ ﷺ . فَيَأْتُونَ مُحَمَّدًا ﷺ فَيَقُولُونَ : يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ ، وَخَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ ، وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ما تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَما تَأَخَّرَ ، اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ ، أَلَا تَرَى إِلَى ما نَحْنُ فِيهِ؟ فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ ، فَأَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّي عَزَّ وَجَلَّ ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي ، ثُمَّ يُقَالُ : يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ ، سَلْ تُعْطَهْ ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ ، فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ : أُمَّتِي يَا رَبِّ ، أُمَّتِي يَا رَبِّ ، فَيُقَالُ : يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذٰلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ ، ثُمَّ قَالَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، إِنَّ ما بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَحِمْيَرَ ، أَوْ : كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى) . [ر : ۳۱٦۲]

یہ حدیث شفاعت ہے ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الانبیاء میں بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے لیکن یہاں اس حدیث کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے ، امام مسلم اور امام ترمذی نے بھی حدیث شفاعت نقل کی ہے (۳۴)۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن میدان حشر میں جب تمام لوگ جمع ہوں گے اور وہاں کی گرمی، ہولناکی اور خوف کی وجہ سے ناقابل برداشت تکلیف اور مصیبت میں ہوں گے تو ان کے درمیان مشورہ ہوگا کہ کسی ایسی شخصیت کے پاس جانا چاہیئے جو اللہ جل شانہ سے سفارش کرے چنانچہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے ، ان سے سفارش کے لئے کہیں گے تو وہ انکار کردیں گے اور حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جانے کا مشورہ دیں گے ، لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے ، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانے کا مشورہ دیں گے ، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جانے کا مشورہ دیں گے ، حضرت موسیٰ علیہ اسلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جانے کے لئے کہیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام، سرور دو عالم جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کا مشورہ دیں گے ، چنانچہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے اور اللہ جل شانہ سے سفارش کے لئے درخواست کریں گے ، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرش تلے پہنچ کر اللہ جل شانہ کے سامنے سجدہ میں گر پڑیں گے اور اللہ جل شانہ کی ایسی تعریف اور ثناء بیان کریں گے کہ آپ سے پہلے کسی کو بھی تعریف اور ثناء کے ایسے کلمات نہیں سکھائے گئے ہوں گے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول کی جائے گی اور اللہ جل شانہ کا ارشاد ہوگا "اے محمد! سر اٹھایئے ، مانگئے ، آپ کو دیا جائے گا، سفارش کیجئے ، آپ کی سفارش قبول کی جائے گی" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے "امتی یارب، امتی یارب، امتی یارب" ارشاد ہوگا "اے محمد! آپ اپنی امت سے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب نہیں ہے جنت کے داہنے دروازے سے داخل کیجئے ، اس کے علاوہ باقی دروازوں سے بھی وہ لوگوں کے ساتھ داخل ہوسکتے ہیں" پھر آپ ؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جنت کے کناروں کے دونوں اطراف میں مکہ اور حمیر یا مکہ اور بصریٰ جتنا فاصلہ ہے ۔

---

(۳۴) الحدیث اخرجہ البخاری، فی کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ عزوجل: ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ، وباب قول اللہ عزوجل: واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، وفی تفسیر سورۃ بنی اسرائیل ھنا، وفی کتاب التوحید، باب قول اللہ: وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ، وفی کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار، واخرجہ مسلم فی کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار: ۱/۱۱۱، والترمذی فی صفۃ القیامۃ، باب ماجاء فی الشفاعۃ، رقم ۲۴۳۴۔

يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي، وَيَنفُذُهُمُ الْبَصَرُ

یعنی میدان حشر ایسا ہموار ہوگا کہ اس میں پکارنے والا سب کو اپنی آواز سنا سکے گا اور نگاہ سب میں نفوذ کرسکے گی یعنی سب کو دیکھ سکے گی، یہاں لفظ "ینفذھم" کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ باب افعال سے ہے یا مجرد سے، دوسرا اختلاف یہ ہے کہ دال کے ساتھ ہے یا ذال کے ساتھ، حضرات محدثین میں اکثر ذال کے ساتھ مجرد سے "یَنفُذُھُم" پڑھتے ہیں یعنی نگاہ سب میں نفوذ کرسکے گی، ابوحاتم سجستانی اس کو دال کے ساتھ "یُنفِدھم" پڑھتے ہیں اور ترجمہ کرتے ہیں "یبلغ اولھم وآخرھم" یعنی وہ نگاہ اول آخر سب تک پہنچے گی (۳۵)۔

پھر یہاں نگاہ سے مخلوق کی نگاہ مراد ہے، ابوعبیدہ نے اللہ جل شانہ کی نگاہ مراد لی ہے لیکن وہ قول راجح نہیں ہے کیونکہ اللہ جل شانہ کی رؤیت تمام لوگوں کو ہر حال میں محیط ہے، چاہے لوگ کسی ایک میدان میں ہوں یا مختلف مقامات میں ہوں، یہاں لوگوں کی نگاہ مراد ہے کہ سب ایک میدان میں اس طرح جمع ہوں گے کہ ہر نگاہ سب کو دیکھ سکے گی (۳۶)۔

وَتَدنُو الشَّمسُ

اور سورج قریب ہوجائے گا، بعض روایات میں "قدر المیل" کا اضافہ بھی ہے (۳۷) یعنی ایک میل کے بقدر قریب ہوجائے گا، راوی نے کہا کہ یہ متعین نہیں کرسکتا کہ اس میل سے مسافت والا میل مراد ہے یا مکحلہ اور سرمہ دانی کے اندر جو سلائی ہوتی ہے اسے بھی میل کہتے ہیں وہ مراد ہے، بہرحال مسافت والا میل بھی مراد ہو تب بھی اس کی گرمی کی شدت کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، آج سورج کا فاصلہ لاکھوں میل سے زائد ہے لیکن اس کی سوزش اور گرمی سے انسان بدحواس ہوجاتے ہیں تو اس وقت گرمی کا کیا عالم ہوگا !!

وَإِنِّي قَدْ كُنْتُ كَذَبْتُ ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ، فَذَكَرَهُنَّ أَبُو حَيَّانَ فِي الْحَدِيثِ

ان تین کذبات کی تفصیل کتاب الانبیاء میں گزر چکی ہے، چنانچہ وہاں روایت کے الفاظ ہیں "لم یکذب ابراھیم علیہ السلام الا ثلاث کذبات: ثنتین منھن فی ذات اللہ عزوجل: قولہ: "انی سقیم" وقولہ "بل

(۳۵) دیکھیے شرح مسلم للنووی: ۱/۱۱۱ وفتح الملھم: ۱/۳۶۸-۳۶۷ وفتح الباری: ۸/۳۹۶

(۳۶) فتح الباری: ۸/۳۹۶ وشرح مسلم للنووی: ۱/۱۱۱ وفتح الملھم: ۱/۳۶۸-۳۶۷

فعله کبیر ھم ھذا" وقال: "بینا ھو ذات یوم و سارۃ، اذ اتی علی جبار من الجبابرۃ، فقیل لہ: ان ھاھنا رجلا معہ امرأۃ من احسن الناس، فارسل الیہ، فسألہ عنھا، فقال: من ھذہ؟ قال: اختی، فاتی سارۃ، قال: یا سارۃ! لیس علی وجہ الارض مؤمن غیری وغیرک، وان ھذا سألنی عنک، فاخبرتہ انک اختی فلا تکذبینی (۳۸)"

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق قرآن نے فرمایا "اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا" اور صدیق اسے کہتے ہیں جس کے رگ و ریشے میں صدق سرایت کرجائے، جس سے کذب کے صادر ہونے کا احتمال ہی باقی نہ رہے، تو صدیق ہونے کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ارتکاب کذب کیونکر ہوا؟

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اصل میں یہ کذب نہیں تھا، توریہ تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے "انی سقیم" فرمایا، اس سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ میں اپنے نہ جانے کی کوئی دلیل پیش کرنے سے قاصر ہوں جس کو تم مان لو، میں سقیم الحجۃ ہوں تمہیں قائل نہیں کرسکتا، ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اگر یہ کہتے کہ تم عید منانے کے لئے جارہے ہو وہاں شرک کا ارتکاب کروگے، اللہ تبارک و تعالیٰ کی توحید کے عقیدے کی خلاف ورزی کروگے اور یہ جائز اور درست نہیں ہے، تو لوگ اس بات کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوتے (۳۹)۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ "اِنِّیْ سَقِیْمٌ" سے وقتی طور پر فی الحال بیمار ہونا مراد نہ ہو بلکہ مطلب یہ ہو کہ میں مستقبل میں بیمار ہونے والا ہوں، اسم فاعل کا صیغہ مستقبل کے لئے بکثرت استعمال ہوتا ہے (۴۰)۔

امام نووی نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام واقعۃً اس وقت بیمار تھے اور ان کو بخار تھا، لیکن حافظ ابن حجرؒ نے اس کو بعید قرار دیا کیونکہ اس صورت میں نہ پھر یہ صراحتاً کذب ہوگا اور نہ تعریضاً (۴۱)۔

اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ تمہاری حرکات شرکیہ کے ساتھ موافقت کرنے کے لئے مری طبیعت آمادہ نہیں ہے، ان کے ساتھ موافق نہ ہونے کو بیمار ہونے سے تعبیر کیا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ "فَنَظَرَ نَظْرَۃً فِی النُّجُوْمِ، فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ" کے تحت لکھتے ہیں:

"ان کی قوم میں نجوم کا زور تھا، حضرت ابراہیم نے ان کو دکھانے کو تاروں کی طرف نظر ڈال

---

(۳۷) فتح الباری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار: ۱۱/۴۳۲

(۳۸) دیکھیے صحیح البخاری مع فتح الباری، کتاب الانبیاء، باب واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، رقم: ۳۳۵۸

(۳۹) فتح الباری: ۶/۳۹۱ کتاب الانبیاء، باب واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا

(۴۰) ایضاً

(۴۱) ایضاً

کر کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں (اور ایسا دنیا میں کون ہے جس کی طبیعت ہر طرح ٹھیک رہے ، کچھ نہ کچھ عوارض اندرونی یا بیرونی لگے ہی رہتے ہیں ، یہ ہی تکلیف اور بدمزگی کیا کم تھی کہ ہر وقت قوم کی ردی حالت کو دیکھ کر کڑھتے تھے) یا یہ مطلب تھا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں (بیماری نام ہے مزاج کے اعتدال سے ہٹ جانے کا، تو موت سے پہلے ہر شخص کو یہ صورت پیش آنے والی ہے) بہرحال حضرت ابراہیم کی مراد صحیح تھی لیکن ستاروں کی طرف دیکھ کر "اِنِّی سَقِیْمٌ" کہنے سے لوگ یہ مطلب سمجھے کہ بذریعہ نجوم کے انہوں نے معلوم کرلیا ہے کہ عنقریب بیمار پڑنے والے ہیں ، وہ لوگ اپنے ایک تہوار میں شرکت کے لئے شہر سے باہر جارہے تھے ، یہ کلام سن کر حضرت ابراہیم کو ساتھ لے جانے سے معذور سمجھا اور تنہا چھوڑ کر چلے گئے ، ابراہیم علیہ السلام کی غرض یہ ہی تھی کہ کوئی موقع فرصت اور تنہائی کا ملے تو ان جھوٹے خداؤں کی خبر لوں ، چنانچہ بت خانہ میں جاگھسے اور بتوں کو خطاب کرکے کہا یہ کھانے اور چڑھاوے جو تمہارے سامنے رکھے ہوئے ہیں کیوں نہیں کھاتے باجودیکہ تمہاری صورت کھانے والوں کی سی ہے .... " تقریر بالا سے ظاہر ہوگیا کہ حضرت ابراہیم کا "اِنِّی سَقِیْمٌ" کہنا مطلب واقعی کے اعتبار سے جھوٹ نہ تھا ہاں ، مخاطبین نے جو مطلب سمجھا اس کے اعتبار سے خلاف واقعہ تھا، اسی لئے بعض احادیث صحیحہ میں اس پر لفظ کذب کا اطلاق کیا گیا ہے ، حالانکہ فی الحقیقت یہ کذب نہیں ، بلکہ توریہ ہے اور اس طرح توریہ مصلحت شرعی کے وقت مباح ہے ، جیسے حدیث ہجرت میں "ممن الرجل" کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من الماء" اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں کہا "رجل یھدینی السبیلَ" ہاں ، یہ توریہ بھی چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رتبہ بلند کے لحاظ سے خلاف اولیٰ تھا اس لئے بقاعدہ "حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ" حدیث میں اس کو "ذنب" قرار دیا گیا (۴۲) ۔ "

اسی طرح "بَلْ فَعَلَہٗ کَبِیْرُھُمْ ھٰذَا" میں بھی توریہ ہے اور یہ مشروط ہے "اِنْ کَانُوْا یَنْطِقُوْنَ" کے ساتھ، مطلب یہ ہے کہ اگر یہ بت بول سکتے ہیں تو پھر اس بڑے نے یہ حرکت کی ہے اور اگر نہیں بول سکتے تو پھر کسی اور نے یہ کام کیا ہوگا (۴۳) ۔

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصود بڑے بت کے لئے اس فعل کا اثبات نہیں بلکہ فعل کو اپنی ہی طرف ایک بلیغ تعریفی اسلوب میں منسوب کرنا تھا جس میں کفار کے

---

(۴۲) تفسیر عثمانی : ۵۹۸ فائدہ نمبر ۸

(۴۳) فتح الباری : ۳۹۲/۶ کتاب احادیث الانبیاء باب "واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا"

ساتھ تمسخر بھی تھا، اس کو مثال سے یوں سمجھئے کہ آپ مثلاً بہترین خطاط ہیں، آپ نے ایک تحریر لکھی، آپ کے ایک اور ساتھی نے جس کو قلم پکڑنا بھی صحیح نہیں آتا آپ سے پوچھا یہ تحریر کس نے لکھی ہے؟ آپ اس سے جواب میں کہیں "یہ آپ نے لکھی ہے" اس جواب میں مقصود ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ واقعۃً اس نے لکھی ہے بلکہ اس میں تحریر کی نسبت اپنی ہی طرف کرنی مقصود ہے اور ساتھ ساتھ مخاطب کے ساتھ تمسخر بھی مقصود ہوتا ہے (۴۴) اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا "بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا" ان کو سمجھنا چاہیئے تھا کہ کرنے والا موجود ہے، پھر کیوں پوچھ رہے ہیں، اس کے بعد آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے استہزاء فرمایا "فَاسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ"

امام کسائی نے اس کی ایک اور توجیہ کی ہے کہ فعلہ الگ جملہ ہے، کبیرھم اس کا فاعل نہیں ہے بلکہ "كَبِيْرُهُمْ هٰذَا" مستقل جملہ مستانفہ ہے، یعنی فَعَلَهٗ مَنْ فَعَلَهٗ یہ کام کیا جس نے کیا اور ان بتوں کا بڑا یہ ہے، لیکن اس توجیہ میں جو تکلف ہے وہ ظاہر ہے (۴۵)۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"یعنی مجھ سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ فرض کرلیا جائے کہ ان بڑے نے جو صحیح سالم کھڑا ہے اور توڑنے کا آلہ بھی اس کے پاس موجود ہے، یہ کام کیا ہوگا، لیجئے بحث و تحقیق کے وقت بطور الزام و تبکیت میں یہ دعوی کئے لیتا ہوں کہ بڑے بت نے سب چھوٹوں کو توڑ ڈالا، اب آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ ایسا نہیں ہوا، کیا دنیا میں ایسا ہوتا نہیں کہ بڑے سانپ چھوٹے سانپوں کو، بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جاتی ہے اور بڑے بادشاہ چھوٹی سلطنتوں کو تباہ کر ڈالتے ہیں، اس لئے بہترین صورت میرے تمہارے درمیان فیصلہ کی یہ ہے کہ تم خود اپنے ان معبودوں ہی سے دریافت کرلو کہ یہ ماجرا کس طرح ہوا، اگر یہ کچھ بول سکتے ہیں تو کیا ایسے اہم معاملہ میں بول کر میرے جھوٹ سچ کا فیصلہ نہ کردیں گے ---"

تنبیہ

"ہماری تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ "بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا" کہنا خلاف واقعہ خبر دینے کے طور پر نہ تھا جسے حقیقتاً جھوٹ کہا جائے، بلکہ ان کی تحمیق و تجہیل کے لئے ایک فرضی احتمال کو بصورت دعوی لیکر

(۴۴) تفسیر کشاف: ۳/۱۲۴

(۴۵) فتح الباری: ۶/۳۹۲ کتاب احادیث الانبیاء، باب "واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا"

بطور تعریض و الزام کلام کیا گیا تھا جیسا کہ عموماً بحث و مناظرہ میں ہوتا ہے ، اس کو جھوٹ نہیں کہہ سکتے ، ہاں بظاہر صورت جھوٹ کی معلوم ہوتی ہے ، اسی لئے بعض احادیث میں اس پر لفظ کذب کا اطلاق صورۃً کیا گیا ہے ، مفسرین نے اس کی توجیہ میں اور بھی کئی محمل بیان کئے ہیں ، مگر ہمارے نزدیک یہ ہی تقریر زیادہ صاف ، بے تکلف اور اقرب الی الروایات ہے (۴۶)۔ "

اور تیسری بات حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی بیوی حضرت سارہ کو "هذه أختی" کہنا ہے ، یہ بھی توریہ تھا اور مطلب یہ تھا کہ اخوت دینیہ کے اعتبار سے یہ میری بہن ہیں وہ یہ سمجھا کہ نسبی قرابت کے اعتبار سے بہن بتارہے ہیں۔

البتہ یہاں ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ جب یہ باتیں جھوٹ نہ تھیں بلکہ توریہ کے زمرے میں داخل تھیں تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو "کذبات" سے کیوں تعبیر کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ توریہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رتبہ بلند کے لحاظ سے خلاف اولیٰ تھا اس لئے بقاعدہ حسنات الابرار سیئات المقربین اس کو آپ نے کذب قرار دیا۔

یاعیسی ، أَنْتَ رسولُ اللهِ و کلمتُه أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ جل شانہ نے کلمہ "کن" سے پیدا کیا ہے ، توالد و تناسل کے ظاہری واسطہ کی نوبت آپ کے پیدا ہونے میں نہیں آئی ، شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے لکھا ہے کہ کلمہ کہتے ہیں لفظ وضع لمعنی مفرد کو ، جس طرح کلمہ کے اندر معنی مستور ہوتے ہیں ، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں حقیقت ملکیہ مستور تھی ، صورۃً تو وہ بشر تھے لیکن ان کے اندر حقیقت ملکیہ موجود تھی۔

نقش آدم لیک معنی جبرئیل
رستہ از جملہ ہواؤ قال وقیل

یعنی صورت میں انسان لیکن حقیقت میں صفات جبرئیل کے ساتھ موصوف ، نہ خواہشات کا غلبہ نہ قیل و قال کی حجت بازی

اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے اور قرآن نے کہا "الیہ یصعد الکلم الطیب" اس لئے آپ کو بھی آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔

محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دنیوی ولادت بطن مادر میں ہوئی ہے جیسا کہ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ سے معلوم ہوتا ہے لیکن اصل مولد چونکہ ان کا عالم قدس تھا اس لئے اللہ

(۴۶) تفسیر عثمانی : ۴۳۶ فائدہ نمبر ۱

تبارک و تعالیٰ نے تھوڑے عرصے کے بعد ان کو واپس اصل وطن عالم قدس میں بلایا۔

آگے فرمایا "وَرُوْحٌ مِّنْهُ" یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو پیدا کیا، روح مخلوق مِنْ امر اللہ یہ مِنْ ابتدائیہ ہے، تبعیضیہ نہیں (۲) منشاء یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں مادے کا دخل نہیں ہے، صلب والد کا دخل نہیں پایا گیا اور چونکہ روح کی پرواز آسمانوں کی طرف ہوتی ہے، اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمان کی طرف اٹھایا۔

یہاں روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاؤ تو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ خود بھی لوگوں کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو اس سے ایک حدیث کا مفہوم واضح ہوجاتا ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام تمام انبیاء میں مجھ سے اقرب ہیں (۳) اس کا عام طور پر مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے درمیان کسی دوسرے نبی کا مبعوث ہونا نہیں پایا گیا لیکن اس روایت کے پیش نظر اس کا ایک مطلب یہ بھی ہوگیا کہ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں قرب ظاہر ہوگا بایں طور کہ شفاعت کی درخواست کے لئے لوگوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں عیسیٰ علیہ السلام بھی آئیں گے گویا قیامت میں ان کا یہ قرب آپ کے ساتھ ہوگا۔

وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ خطاب تشریف ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ

---

(۲) و روح منہ: قیل: ہو روح کسائر الارواح الا ان اللہ تعالیٰ اضافہ الی نفسہ تشریفاً، وقیل: الروح ہو النفخ الذی نفخ جبرئیل علیہ السلام فی درع مریم، واضافہ الی نفسہ، لانہ کان بامرہ، وقیل: الروح الوحی" (وانظر معالم التنزیل: ۱/۵۰۲ سورۃ النساء) ویحکیٰ ان طبیبا نصرانیا ناظر علی بن الحسین الواقدی، فقال لہ: ان فی کتابکم مایدل علی ان عیسیٰ علیہ السلام جزء منہ تعالیٰ، وتلا ہذہ الایۃ، فقرا الواقدی قولہ تعالیٰ: "وسخر لکم مافی السموات ومافی الارض جمیعا منہ" فقال: اذن یلزم ان یکون جمیع الاشیاء جزءاً منہ سبحانہ و تعالیٰ علوا کبیرا، فانقطع النصرانی، فاسلم (روح المعانی: ۶/۲۵ سورۃ النساء) وقال ابن العربی فی احکام القرآن: ۱/۵۱۷: "اختلف العلماء فیہ علی ستۃ اقوال: الاول: انہا نفخۃ، نفخہا فی جیب درعہا، وسمیت النفخۃ روحاً، لانہا تکون من الریح۔ الثانی: ان الروح الحیاۃ۔ الثالث: ان معنی الروح رحمۃ۔ الرابع: ان روح صورۃ، لما خلق اللہ آدم اخرج من صلبہ ذریتہ، وصوّرہم، فعیسیٰ من تلک الارواح، ادخلہ فی مریم، و اختار ہذا ابی بن کعب، وقیل فی الخامس: روح صورۃ، صورّہا اللہ تعالیٰ ابتداء و جہہا فی مریم، وقیل فی السادس: سر روح منہ، یعنی من جبریل، و ہو معنی کلام اللہ "القاہا الیہ و روح منہ" ای القاء الکلمۃ کان من اللہ ثم من جبریل۔

(۳) وفی جامع الاصول فی احادیث الرسول: ۸/۵۲۳ والفاظہ: انا اولی الناس بابن مریم فی الدنیا والاخرۃ

تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں یہ تسلی دیدی ہے کہ آخرت میں آپ سے کسی بات کا مواخذہ نہیں ہوگا تو گویا آپ شفاعت اور سفارش کے لئے اللہ تعالی کی بارگاہ میں پیش ہوسکیں گے (۴)۔

بعض حضرات نے کہا کہ جن حضرات سے صدور ذنب ہوتا ہے ان کا رتبہ اس کے برابر نہیں ہوسکتا جس سے صدور ذنب نہ ہوا ہو، دوسرے انبیاء سے چونکہ ان کے اپنے رتبہ کے اعتبار سے صدور ذنوب ہوا تھا اس لئے وہ شفاعت کی جرات نہ کرسکیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ صدور ذنب سے محفوظ تھے اس لئے آپ شفاعت پر آمادہ ہوگئے۔

لیکن حافظ ابن تیمیہ اور ان کے اتباع میں حافظ ابن قیم نے اس قاعدہ کو رد کیا ہے کہ جس شخص سے صدور ذنب ہوا ہو وہ اس شخص کے برابر نہیں ہوسکتا جس سے صدور ذنب نہ ہوا ہو کیونکہ بسا اوقات گناہ صادر ہونے کے بعد آدمی توبہ کرتا ہے تو اس کا درجہ اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جس سے گناہ صادر نہ ہوا ہو بلکہ زیادہ بھی ہوسکتا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "مناقب شافعی" میں لکھا ہے کہ "مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ" سے وہ قصور مراد ہیں جو نبوت سے پہلے صادر ہوئے اور "ماتاخر" سے مراد عصمت ہے کہ اللہ نے نبوت عطا کرنے کے بعد آپ کو معصوم بنایا اور پھر آپؐ سے کوئی گناہ اور قصور صادر نہیں ہوا (۷)۔

بعض حضرات نے کہا کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اگلی پچھلی سب خطائیں اللہ تعالیٰ معاف کرچکا ہے اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام آپؐ کے پاس آنے کا مشورہ دیں گے کہ اس مقام شفاعت میں بالفرض اگر کوئی تقصیر بھی ہوجائے تو وہ بھی عفو عام کے تحت پہلے ہی آچکی ہے (۸)۔

فاقول: امتی یاربِّ، امتی یَاربِّ

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ ساری مخلوق آپ کے پاس آئی تھی اور آپ نے سفارش کا وعدہ بھی فرمایا تھا تو پھر آپ نے صرف اپنی امت کی سفارش کیوں کی، دوسرے تمام لوگوں کی سفارش کیوں نہیں

---

(۴) ولم اجده تحت هذه الاية، ولكنه ذكره في فيض الباري: ۹۱/۴ - تحت قوله تعالى: "اعملوا ماشئتم"

(۷) یہ قول علامہ نووی نے شرح مسلم (ج ۱/ ۱۰۹) میں قاضی عیاض کی طرف سے منسوب کیا ہے - "مناقب بیہقی" ہمارے پاس نہیں البتہ امام شافعی رحمہ اللہ کے "احکام القرآن" جس کو امام بیہقی نے جمع کیا، اس میں ہے "سئل الشافعی عن قول اللہ عز وجل: "انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر" قال: معناه (ماتقدم) من ذنب ابیک ادم، وهبته لک (وما تاخر) من ذنوب امتک، ادخلهم الجنة بشفاعتک (وانظر احکام القرآن للشافعی: ۳۸)

(۸) دیکھیے فتح الملہم: ۱/ ۳۶۴

کی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں روایت میں اختصار ہے، ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حساب کے آغاز کے لئے تمام لوگوں کی سفارش کریں گے، روایات میں اس کا ذکر موجود ہے، وہ شفاعت کبریٰ ہوگی، یہاں روایت میں اپنی امت کے لئے شفاعت صغریٰ کا ذکر ہے (۹)

اِنَّ مَابَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَحِمْيَرَ اَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرىٰ

یعنی جنت کے دو دروازوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا مکہ اور حمیر کے درمیان یا فرمایا، جتنا مکہ اور بصریٰ کے درمیان، مختلف شہروں کے نام آپ نے لئے ہیں، یہ اس اعتبار سے کہ جس علاقہ کے لوگ آپ سے مخاطب ہیں وہ اپنے علاقے کے شہروں کے فاصلوں کو جانتے ہیں۔

یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اتنا بڑا دروازہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں دروازوں کے چھوٹے بڑے اور اس کے مناسب اور حسین ہونے کا تعلق اور انحصار عمارت کے چھوٹے اور بڑے ہونے پر ہے، عمارت اگر بہت بڑی ہو تو اس کا چھوٹا دروازہ اچھا نہیں لگتا اور ظاہر ہے جنت کی عمارات تو بڑی عظیم ہوں گی اس لئے ان کے دروازے بھی بڑے ہوں گے۔

٢٠٤ – باب : «وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا» /٥٥/.

٤٤٣٦ : حدَّثني إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ هَمَّامٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (خُفِّفَ عَلَى دَاوُدَ الْقِرَاءَةُ ، فَكَانَ يَأْمُرُ بِدَابَّتِهِ لِتُسْرَجَ ، فَكَانَ يَقْرَأُ قَبْلَ أَنْ يَفْرُغَ – يَعْنِي – الْقُرْآنَ) . [ر : ١٩٦٧]

حضرت داود علیہ السلام کے لئے قراءت زبور کو سہل اور آسان کردیا گیا تھا چنانچہ وہ اپنے دابہ کے لئے زین کسنے کا حکم دیتے تھے اور زین کے باندھے جانے سے پہلے وہ پوری زبور پڑھ لیا کرتے تھے، یہ معجزہ تھا۔

علامہ سیوطی نے بعض بزرگوں کے متعلق نقل کیا ہے کہ وہ ایک دن اور ایک رات میں نو مرتبہ

---

(۹) قولہ: "یامحمد، ادخل من امتک" ھذہ القطعة فی الشفاعة الصغریٰ، وکانت الاولیٰ فی الکبریٰ، لفتح باب الحساب، وحاصلہ ان العالم بمجموعہ اذا احتاج الی شافع، لم یسر عنہم مارابہم غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، واذا وصل الامر الی کل من الامم، تکفل کل نبی لامتہ۔۔۔۔ (فیض الباری: ۱۹۸/۴)

قرآن ختم کرتے تھے اور شیخ سہروردی ایک دن میں ساٹھ مرتبہ ختم کرتے تھے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے عصر سے مغرب تک ترتیل کے ساتھ قرآن مجید ختم کیا (۱۰)۔

صوفیاء کی اصطلاح میں اس کو "طی زمان" کہتے ہیں اور ایک ہوتا ہے "طی مکان" مثلاً ایک آدمی بہت قلیل وقت میں یہاں سے مکہ معظمہ پہنچ جائے، شیخ ابن عربی نے "فتوحات" میں اس قسم کے کئی واقعات نقل کئے ہیں، ایک واقعہ لکھا ہے کہ جوہری ایک مرتبہ سوئے، خواب میں دیکھا کہ وہ بغداد گئے ہیں اور وہاں ایک عورت سے شادی کی ہے جس سے ان کے کئی بچے پیدا ہوئے جب خواب سے بیدار ہوئے تو کچھ مدت کے بعد ایک عورت بغداد سے آئی اور اس نے دعوی کیا کہ جوہری نے اس کے ساتھ نکاح کیا ہے اور یہ بچے اسی کے ہیں، شیخ مجدد احمد سرہندیؒ نے اس واقعہ کا انکار کیا اور اس کو درست قرار نہیں دیا لیکن مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس میں کوئی بعد نہیں ہے اور طی زمان کے باب سے اس کو قرار دیا (۱۱)۔

۲۰۵ - باب :

«قُلِ ٱدْعُوا ٱلَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ ٱلضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلاً» /٥٦/.

٤٤٣٧ : حدّثني عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ : «إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ» . قالَ : كانَ نَاسٌ مِنَ الْإِنْسِ يَعْبُدُونَ نَاسًا مِنَ الْجِنِّ ، فَأَسْلَمَ الْجِنُّ وَتَمَسَّكَ هٰؤُلَاءِ بِدِينِهِمْ . زَادَ الْأَشْجَعِيُّ : عَنْ سُفْيَانَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ : «قُلِ ٱدْعُوا ٱلَّذِينَ زَعَمْتُمْ» . [٤٤٣٨]

آیت کا ترجمہ ہے "آپ کہئے کہ بلاؤ ان کو جن کو تم اللہ کے سوا گمان کرتے تھے معبود (جب انہیں بلاؤ گے) تو وہ نہ تمہاری تکلیف زائل کرسکیں گے اور نہ اسے تبدیل کرسکیں گے"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ جنات کی پرستش کیا

---

(۱۰) فیض الباری: ۱۹۸/۴

(۱۱) دیکھیے فیض الباری: ۱۹۸/۴-۱۹۹

(۴۴۳۷-۴۴۳۸) اخرجه البخاري ايضاً في التفسير، رقم الحديث: ۴۷۱۵ (مع الفتح)، واخرجه مسلم في التفسير، باب اولئك الذين يدعون يبتغون.... رقم الحديث: ۳۰۳۰، واخرجه النسائي في السنن الكبرى في التفسير، باب قوله تعالى: قل ادعوا الذين زعمتم رقم الحديث: ۱۱۲۸۷

کرتے تھے، وہ جنات تو مسلمان ہوگئے اور ان کی عبادت کرنے والے اسی طرح شرک اور کفر میں مبتلا رہے، ان کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے کہ وہ جنات جن کو ان لوگوں نے معبود بنایا تھا وہ کسی قسم کے نفع اور نقصان پر قدرت نہیں رکھتے ہیں۔

۲۰۶ – باب: «أُولٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ». الآيَةَ /۵۷/.

۴۴۳۸: حدّثنا بِشْرُ بْنُ خالِدٍ: أَخْبَرَنَا محمَّدُ بْنُ جعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمانَ، عَنْ إِبْراهِيمَ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: فِي هٰذِهِ الآيَةِ: «الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ». قالَ: كانَ نَاسٌ مِنَ الْجِنِّ يُعْبَدُونَ، فَأَسْلَمُوا. [ر: ۴۴۳۷]

۲۰۷ – باب: «وَما جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ» /۶۰/

۴۴۳۹: حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: «وَما جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ». قالَ: هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ، أُرِيَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ. «وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ» شَجَرَةُ الزَّقُّومِ. [ر: ۳۶۷۵]

یہاں رؤیا کی تفسیر میں اختلاف ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اس رؤیا سے مراد رؤیا عین ہے اور یہ وہ واقعہ ہے جو لیلۃ الاسراء میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور پھر وہاں سے سات آسمانوں تک دکھایا گیا۔

بعض نے کہا کہ رؤیا سے مراد رؤیا بدر ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقتولین کے قتل ہوکر گرنے کی جگہ دکھائی گئی ہے (۱۲)۔

بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد رؤیا حدیبیہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا گیا کہ آپ نے احرام باندھ رکھا ہے اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام کی جماعت نے احرام باندھ رکھا ہے اور سارے حضرات عمرہ ادا کرنے گئے ہوئے ہیں (۱۳) بہرحال اقوال مختلف ہیں لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما چونکہ حبرالامۃ اور رئیس المفسرین ہیں اس لئے ان کی رائے کو ترجیح دی جائے گی۔

---

(۱۲) روح المعانی: ۱۵/۱۰۷

(۱۳) الجامع لاحکام القرآن: ۱۰/۲۸۲ لیکن مذکورہ دونوں قول ضعیف ہیں کیونکہ آیت مکیہ ہے اور رؤیا بدر و حدیبیہ کا تعلق مدینہ سے ہے۔

۲۰۸ - باب : «إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا» /۷۸/ .

قَالَ مُجَاهِدٌ : صَلَاةَ الْفَجْرِ .

٤٤٤٠ : حدّثني عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَابْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (فَضْلُ صَلَاةِ الْجَمِيعِ عَلَى صَلَاةِ الْوَاحِدِ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ دَرَجَةً ، وَتَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ) . يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ : اقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ : «وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا» . [ر : ٦٢٢]

فجر کے وقت قرآن پڑھنے کو مشہود قرار دیا گیا ہے، اس کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں۔

❶ یہاں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ فجر کے وقت رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

❷ بعض حضرات نے کہا کہ اس وقت شواھد قدرت ظاہر ہوتے ہیں، اس وقت رات کی ظلمت دن کی روشنی سے تبدیل ہوتی ہے اور نوم جو کہ اخت الموت ہے انتباہ اور استیقاظ سے تبدیل ہوتی ہے (۱۴)۔

❸ بعض حضرات نے کہا کہ اس وقت نمازی حضرات اپنے بستر کو چھوڑ کر حاضر ہوتے ہیں اس لئے اس کو مشہود کہا (۱۵)۔

❹ بعض حضرات نے کہا کہ اس میں ترغیب ہے اس بات کی طرف کہ قرآن الفجر کا حق یہ ہے کہ اس میں جمّ غفیر کو حاضری دینی چاہیئے (۱۶)۔

مجاہد نے فرمایا کہ قرآن الفجر سے صبح کی نماز مراد ہے، اکثر ائمہ تفسیر، ابن کثیرؒ، قرطبی اور مظہریؒ وغیرہ نے یہی معنی مراد لئے ہیں (۱۷)۔

---

(۱۴) روح المعانی: ۱۵/ ۱۳۷

(۱۵) روح المعانی: ۱۵/ ۱۳۷

(۱۶) روح المعانی: ۱۵/ ۱۳۷

(۱۷) دیکھیے التفسیر لابن کثیر: ۳/ ۵۵ و روح المعانی: ۸/ ۱۳۵ والتفسیر الکبیر: ۲۱/ ۲۷ والقرطبی: ۱۰/ ۳۰۲

۲۰۹ – باب : «عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا» /۷۹/.

٤٤٤١ : حدّثني إسماعِيلُ بْنُ أَبَانَ : حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ، عَنْ آدَمَ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : إِنَّ النَّاسَ يَصِيرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ جُثًا ، كُلُّ أُمَّةٍ تَتْبَعُ نَبِيَّهَا يَقُولُونَ : يَا فُلَانُ اشْفَعْ ، يَا فُلَانُ اشْفَعْ ، حَتَّى تَنْتَهِيَ الشَّفَاعَةُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَذٰلِكَ يَوْمَ يَبْعَثُهُ اللهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ .

ابوالاحوص کا نام سلام بن سلیم ہے ، یہ روایت کرتے ہیں آدم بن علی عِجْلی بصری سے ، آدم بن علی کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے ۔

آدم بن علی

ابن سعد نے "طبقات" میں اہل کوفہ کے طبقہ ثانیہ میں ان کو ذکر کیا ہے یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے سفیان ثوری ، شعبہ ، اسرائیل بن یونس ، ابراھیم بن طھمان ، امام بخاری اور امام نسائی روایت کرتے ہیں ۔

امام جرح و تعدیل یحیی بن معین ان کے بارے میں فرماتے ہیں "ثقة" ۔

امام نسائی نے ان کے بارے میں فرمایا "لیس بہ بأس" ۔

ابن حبّان نے "ثقات" میں ان کا تذکرہ کیا ہے ۔

ہشام بن عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں ان کی وفات ہوئی ہے (۱۸) ۔

٤٤٤٢ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ : حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ ، عَنْ محمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ : (مَنْ قالَ حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ : اللَّهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ ، وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ ، حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ) .

(۴۴۴۱) واخرجه النسائی فی السنن الکبری ، فی التفسیر ، باب قوله تعالیٰ : عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا ، رقم الحدیث: ۱۱۲۹۴ ، وھذا الحدیث لم یخرجه احد من اصحاب الستة سوی البخاری

(۱۸) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۸/ ۴۰۰ و تہذیب الکمال: ۲/ ۳۰۸ ـ ۳۰۹ ـ و طبقات ابن سعد: ۶/ ۲۲۵ ـ والجرح والتعدیل: ۱/ ۲۶۷ ـ

رَوَاهُ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٥٨٩]

یہاں روایت میں "آت محمداً الوسیلة والفضیلة" کے بعد "الدرجة الرفیعة" کا ذکر نہیں ہے، کسی صحیح روایت میں اس لفظ کا ثبوت نہیں ملتا ہے البتہ ابن السُّنی نے "عمل الیوم واللیلة" میں "الدرجة الرفیعة" کا ذکر کیا ہے (۱۹) حافظ ابن تیمیہ کے فتاویٰ میں بھی اس لفظ کا ذکر موجود ہے (۲۰) لیکن وہ سب یا تو سہو ناسخ ہے یا پھر اصل مصنفین کو دھوکہ لگا ہے کیونکہ کسی بھی صحیح سند کے ساتھ یہ لفظ منقول نہیں ہے، یہ روایت کتاب الاذان میں تشریح کے ساتھ گزر چکی ہے۔

٢١٠ – باب : «وَقُلْ جاءَ الحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كانَ زَهُوقًا» /٨١/ .

يَزْهَقُ : يَهْلِكُ .

٤٤٤٣ : حدَّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ ، وَحَوْلَ الْبَيْتِ سِتُّونَ وَثَلَاثُمِائَةِ نُصُبٍ ، فَجَعَلَ يَطْعُنُهَا بِعُودٍ فِي يَدِهِ وَيَقُولُ : «جاءَ الحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كانَ زَهُوقًا» . «جاءَ الْحَقُّ وَما يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَما يُعِيدُ» . [ر : ٢٣٤٦]

٢١١ – باب : «وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ» /٨٥/ .

٤٤٤٤ : حدَّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قالَ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : بَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حَرْثٍ ، وَهْوَ مُتَّكِئٌ عَلَى عَسِيبٍ ، إِذْ مَرَّ الْيَهُودُ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ : سَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ ؟ فَقَالَ : ما رَابَكُمْ إِلَيْهِ ؟ وَقالَ بَعْضُهُمْ : لَا يَسْتَقْبِلُكُمْ بِشَيْءٍ تَكْرَهُونَهُ ، فَقَالُوا : سَلُوهُ ، فَسَأَلُوهُ عَنِ الرُّوحِ ، فَأَمْسَكَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِمْ شَيْئًا ، فَعَلِمْتُ أَنَّهُ يُوحَى إِلَيْهِ ، فَقُمْتُ مَقَامِي ،

---

(۱۹) عمل الیوم واللیلة: ۸۸

(۲۰) فتاوی ابن تیمیة: ۱/۱۹۲ قال ملاعلی القاری فی کتابه: "المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع" /۱۰۰ـ "حدیث: الدرجة الرفیعة، فیما یقال بعد الاذان، قال السخاوی: لم اره فی شئی من الروایات" وقال الحافظ ابن حجر فی "التلخیص الحبیر" ۱/۲۱۰ "ولیس فی شئی من طرق هذا الحدیث ذکر (الدرجة الرفیعة) ـ و زیادة بعضهم فی آخر هذا الدعاء (یا ارحم الراحمین) لیست ایضا فی شئی من طرق هذا الحدیث" وقال الشیخ عبدالفتاح ابو غده رحمه الله فی "تعلیقات المصنوع" ۱۰۱: "فلا تقال ایضاً ولا تزاد"

فَلَمَّا نَزَلَ الْوَحْيُ قالَ : «وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلاً» . [ر : ١٢٥]

(ما رابكم إليه) بصيغة الماضي من الريب ، وذكره في [النهاية] بضم الباء : (ما رابُكم إليه) أي ما إرْبكم وحاجتكم إلى سؤاله ، وفي نسخة (ما رأبكم) أي فكركم .وفي العيني : قال الخطابي : الصواب : (ما أربكم) أي ما حاجتكم .

روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہودیوں نے روح کے متعلق سوال کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا، اتنے میں قرآن شریف کی یہ آیت نازل ہوئی "وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ، قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی، وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا" قليلاً میں تنوین تقلیل کے لئے ہے یعنی تمہارا علم اقل قلیل ہے اس لئے کہ تم علم حواس کے ذریعہ حاصل کرتے ہو اور حواس روح کا احاطہ نہیں کرسکتے لہذا تم روح کے متعلق زیادہ نہیں سمجھ سکتے۔

دو عالم ہوتے ہیں ایک عالم امر اور دوسرا عالم خَلْق، عالم خلق عالم مادیات کو کہتے ہیں اور عالم امر مجرد عن المادہ ہے ، روح عالم خلق کی چیز نہیں ہے کہ اسے مادیات میں شمار کیا جائے بلکہ وہ عالم امر کی چیز ہے اور مادے سے مجرد ہے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں فرمایا کہ عالم امر اور عالم خلق کی اصطلاح بعد کی پیداوار ہے ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب قرآن نازل ہورہا تھا تو یہ اصطلاح نہ تھی لہذا اس اصطلاح کو آیتِ قرآنیہ پر منطبق کرنا درست نہیں ہے ، چنانچہ وہ لکھتے ہیں : "ثم ان لی فی هذا الوجه وقفة، فان الظاهر أن اطلاق عالم الأمر على الكائن من غير تحصل من مادة و تولد من اصل، واطلاق عالم الخلق على خلافه محض اصطلاح لا يعرف للعرب ولا يعرفونه، وفي الاستدلال عليه بقوله تعالىٰ : "الاله الخلق والامر" مالا يخفى على منصف" (۲۱)۔

عالم خلق اور عالم امر

عالم خلق اور عالم امر کی اصطلاح اگرچہ بعد کی پیداوار ہے لیکن علماء نے قرآن کی آیت "اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ" سے یہ اصطلاح اخذ کی ہے ، ان دونوں اصطلاح پر روشنی ڈالتے ہوئے شیخ الاسلام مولانا شبیر

(۲۱) روح المعانی: ۱۵/ ۱۵۴

احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

"ایک عالم امر کا لفظ ہے جس کی مناسب تشریح ضروری ہے اور جس کے سمجھنے سے امید ہے روح کی معرفت حاصل کرنے میں بہت مدد ملے گی، سورۃ اعراف کی آیت "الالہ الخلق والامر" میں "اَمر" کو "خَلق" کے مقابل رکھا ہے جس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ خدا کے یہاں دو مد بالکل علیحٰدہ علیحٰدہ ہیں، ایک خلق، دوسرا امر..... مخلوقات کو ایک معین و محکم نظام پر چلاتے رہنا جسے تدبیر و تصریف کہہ سکتے ہیں امر ہو اللّٰہ الّذی خلق سَبعَ سَمٰوٰتٍ وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ... " حق تعالیٰ نے اول آسمان و زمین کی تمام مشینیں بنائیں جس کو "خلق" کہتے ہیں، ہر چھوٹا بڑا پرزہ ٹھیک اندازہ کے موافق تیار کیا گیا جسے "تقدیر" کہا گیا ہے "قَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا" سب پرزوں کو جوڑ کر مشین کو فٹ کیا گیا جسے "تصویر" کہتے ہیں "خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ" یہ سب افعال خلق کی مد میں تھے، اب ضرورت تھی کہ جس مشین کو جس کام میں لگانا ہے لگا دیا جائے، آخر مشین کو چالو کرنے کے لئے "امرِ الٰہی" کی بجلی چھوڑ دی گئی... اس امرِ الٰہی کو فرمایا "اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْــًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ" دوسری جگہ نہایت وضاحت کے ساتھ امر "کن" کو خلق جسد پر مرتب کرتے ہوئے ارشاد ہوا "خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ" بلکہ تتبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں "كُنْ فَیَكُوْنُ" کا مضمون جتنے مواضع میں آیا ہے عموماً خلق و ابداع کے ذکر کے بعد آیا ہے جس سے خیال گزرتا ہے کہ کلمہ "کن" کا خطاب "خلق" کے بعد تدبیر و تصریف وغیرہ کے لئے ہوتا ہوگا۔ واللہ اعلم

بہرحال یہاں امر کے معنی حکم کے ہیں اور وہ حکم یہ ہی ہے کہ جسے لفظ "کُن" سے تعبیر کیا گیا اور "کن" جنس کلام سے ہے جو حق تعالیٰ کی صفتِ قدیمہ ہے جس طرح ہم اس کی تمام صفات کو بلاکیف تسلیم کرتے ہیں کلام اللہ اور کلمۃ اللہ کے متعلق بھی یہی مسلک رکھنا چاہیئے، خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ "روح" کے ساتھ اکثر جگہ قرآن میں امر کا لفظ استعمال ہوا ہے مثلاً "قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ" "وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا" "یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ" "یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ" اور پہلے گزر چکا کہ "امر" عبارت ہے کلمہ کن سے یعنی وہ کلام انشائی جس سے مخلوقات کی تدبیر و تصریف اس طریقہ پر کی جائے جس پر غرض ایجاد و تکوین مرتب ہو، لہذا ثابت ہوا کہ روح کا مبداء حق تعالیٰ کی صفت کلام ہے جو صفت علم کے ماتحت ہے" (۲۲)۔

---

(۲۲) تفسیر عثمانی: ۳۸۷ فائدہ نمبر ۴

کیا روح کی حقیقت کا علم کسی کو ہوسکتا ہے ؟

بعض متاخرین صوفیہ کی رائے ہے کہ روح کی حقیقت کا علم کسی کو نہیں ہوسکتا ہے اور روح کی حقیقت میں بحث اور غور و فکر کرنا سوء ادب ہے (۲۳)۔

لیکن یہ بات درست نہیں، کسی نبی اور رسول کو وحی کے ذریعہ یا کسی ولی کو کشف و الہام کے ذریعہ سے روح کی حقیقت معلوم ہونا کوئی امر مستبعد نہیں ہے ۔

البتہ روح کی حقیقت اور کنہ معلوم کرنا عام انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے لیکن جس طرح روح کے خالق کو صفات کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے اسی طرح روح کو بھی اس کی صفات کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے ۔

متکلمین کہتے ہیں کہ روح ایک لطیف نورانی جسم ہے اور انسان کے بدن میں وہ اسی طرح سرایت کئے ہوئے ہے جیسے عرقِ گلاب گلاب میں اور آگ کوئلے میں سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے (۲۴)۔

فلاسفہ کہتے ہیں کہ روح ایک جوہر ہے جو مجرد عن المادہ ہے، جسم سے اس کا تعلق تصرف اور تدبیر کا ہے، وہ جسم سے نہ خارج ہے اور نہ داخل ہے، نہ جسم کے ساتھ متصل ہے اور نہ منفصل ہے ۔

مسلمانوں میں سے امام راغب اصفہانیؒ اور حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے (۲۵) اور یہ سب کچھ اسی لئے کہتے ہیں کہ روح کی حقیقت کا صحیح علم نہیں اس لئے اس کے اوپر خارج ہونے یا داخل ہونے کا کوئی خاص حکم بھی نہیں لگاسکتے ۔

کیا روح اور نفس ایک ہیں یا الگ الگ

بعض علماء کہتے ہیں کہ روح اور نفس ایک ہیں، ابن زید نے اکثر علماء کا یہی قول نقل کیا ہے اور ابن حبیب اندلسی نے دونوں کو الگ الگ قرار دیا ہے، ابن مندہ نے دونوں کے درمیان فرق کرتے ہوئے فرمایا "اِنَّ النَّفَسَ طِینِیَّۃ ناریۃ، والروح نوریۃ رُوحانیّۃ" بعض نے کہا "النفس ناسُوتیۃ والروح لاھُوتیۃ (۲۶)" ۔

---

(۲۳) روح المعانی: ۱۵/۱۵۴، وفتح الباری: ۸/۴۰۳-۴۰۴

(۲۴) روح المعانی: ۱۵/۱۵۵ علامہ ابن قیم نے اسی قول کو صحیح قرار دیا اور اس پر ایک سو سے زائد دلیلیں پیش کی ہیں (دیکھیے کتاب الروح: ۲۹۰ - ۲۱۷)

(۲۵) روح المعانی: ۱۵/۱۵۶

(۲۶) دیکھیے روح المعانی: ۱۵/۱۵۷-۱۵۸

علامہ ابن قیم نے "کتاب الروح" میں پہلا قول اختیار کیا ہے اور اسی کو راجح قرار دیا ہے (۲۷) ابن العربی نے دوسرے قول کو حق قرار دیا ہے (۲۸) اور علامہ آلوسی نے نے فرمایا حق یہ ہے کہ دونوں من وجہ متحد بھی ہیں اور من وجہ مختلف بھی ہیں (۲۹)۔

مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیق

علامہ شبیر احمد عثمانی روح جوہر مجرد یا جسم نورانی لطیف ہونے کے متعلق مولانا انور شاہ کشمیری کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"رہا مسئلہ کہ روح جوہر مجرد ہے جیسا کہ اکثر حکمائے قدیم اور صوفیہ کا مذہب ہے یا جسم نورانی لطیف جیسا کہ جمہور اہلحدیث وغیرہ کی رائے ہے، اس میں میرے نزدیک قول فیصل وہی ہے جو بقیۃ السلف بحر العلوم علامہ سید انور شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ بالفاظ عارف جامی یہاں تین چیزیں ہیں ❶ وہ جواہر جن میں مادہ اور کمیت دونوں ہوں جیسے ہمارے ابدان مادیہ ❷ جواہر جن میں مادہ نہیں صرف کمیت ہے جنہیں صوفیہ اجسام مثالیہ کہتے ہیں ❸ وہ جواہر جو مادہ اور کمیت دونوں سے خالی ہوں جن کو صوفیہ "ارواح" یا حکماء جواہر مجردہ کے نام سے پکارتے ہیں، جمہور اہل شرع جس کو "روح" کہتے ہیں وہ صوفیہ کے نزدیک "بدن مثالی" سے موسوم ہے جو بدن مادی میں کبھی حلول کرتا ہے اور بدن مادی کی طرح اعضاء رکھتا ہے، یہ روح بدن مادی سے کبھی جدا ہوجاتی ہے اور اس جدائی کی حالت میں بھی ایک طرح کا مجہول الکیفیت علاقہ بدن کے ساتھ قائم رکھ سکتی ہے، جس سے بدن پر حالت موت طاری ہونے نہیں پاتی گویا حضرت علی کرم اللہ وجہ کے قول کے موافق جس کو بغوی نے "اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا" کی تفسیر میں نقل کیا، اس وقت روح خود علیحدہ رہتی ہے مگر اس کی شعاع جسد میں پہنچ کر بقائے حیات کا سبب بنتی ہے جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے، بہرحال اہل شرع جو روح ثابت کرتے ہیں، صوفیہ کو اس کا انکار نہیں بلکہ وہ اس کے اوپر ایک اور روح مجرد مانتے ہیں جس میں کوئی استحالہ نہیں .... بلکہ اس روح مجرد کی بھی کوئی اور روح ہو اور آخر میں کثرت کا سارا سلسلہ سمٹ کر "امر ربی" کی وحدت پر منتہی ہوجائے تو انکار کی ضرورت نہیں (۳۰)۔"

---

(۲۷) دیکھیے کتاب الروح لابن قیم: ۳۴۸ و ۳۵۱ و روح المعانی: ۱۵/ ۱۵۸

(۲۸) فتح الباری: ۸/ ۴۰۳

(۲۹) روح المعانی: ۱۵/ ۱۵۸

(۳۰) تفسیر عثمانی: ۳۸۸ فائدہ نمبر ۴

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں کسی کو یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ روح کو ماتبل میں جوہر مجرد یا جسم نورانی کہا گیا اور قرآن نے اس کو "امر ربی" سے متعلق قرار دیا، امر سے مراد "کن" کا حکم ہے جو کلام کی ایک قسم ہے تو یہ حکم جوہر مجرد یا جسم نورانی لطیف کی شکل کس طرح اختیار کرسکتا ہے؟ اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"اسے یوں سمجھ لو کہ تمام عقلاء اس پر متفق ہیں کہ ہم خواب میں جو اشکال و صوَر دیکھتے ہیں بعض اوقات وہ محض ہمارے خیالات ہوتے ہیں جو دریا، پہاڑ، شیر وغیرہ کی شکلوں میں نظر آتے ہیں، اب غور کرنے کا مقام ہے کہ خیالات جو اعراض ہیں اور دماغ کے ساتھ قائم ہیں، وہ جواہر و اجسام کیونکر بن گئے اور کس طرح ان میں اجسام کے لوازم و خواص پیدا ہوگئے .... جب ایک آدمی کی قوت مصورہ میں اس نے اس قدر طاقت رکھی ہے کہ وہ اپنی بساط کے موافق غیر مجسم خیالات کو جسمی سانچہ میں ڈھال لے اور ان میں وہ ہی خواص و آثار باذن اللہ پیدا کرلے جو عالم بیداری میں اجسام سے وابستہ تھے تو کیا اس حقیر سے نمونہ کو دیکھ کر ہم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ ممکن ہے قادر مطلق اور مصورّ برحق جل وعلا کا امر بے کیف باوجود صفت قائمہ بذاتہ تعالیٰ ہونے کے کسی ایک یا متعدد صورتوں میں جلوہ گر ہوجائے، ان صورتوں کو ہم ارواح یا فرشتے یا کسی اور نام سے پکاریں، وہ ارواح و ملائکہ وغیرہ سب حادث ہیں اور "امر الٰہی" بحالہ قدیم رہے، پس کوئی شبہ نہیں کہ روح انسانی "امر ربی" کا مظہر ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ مظہر کے سب احکام و آثار ظاہر پر جاری ہوں" (۳۱)۔

روح کی قسمیں

بعض حضرات نے روح کی دو قسمیں بیان کی ہیں ایک روح طِبّی اور دوسری روح شرعی اس آیت میں روح شرعی کا ذکر کیا گیا ہے اور یہی روح شرعی اعمال کی مکلف ہے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ روح طبی مرکوب ہے اور روح شرعی راکب ہے، روح طبی سے اخلاط اربعہ پیدا ہوتے ہیں (۳۲)۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ روح کی دو قسمیں ہیں علوی اور سفلی، روح علوی مادہ سے مجرد اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جس کی حقیقت کا ادراک مشکل ہے، اہل کشف کو اس کا اصل مقام عرش کے اوپر دکھائی دیتا ہے کیونکہ وہ عرش سے بھی زیادہ لطیف ہے، روح علوی بنظر کشفی اوپر نیچے یا پانچ درجات

(۳۱) تفسیر عثمانی: ۳۸۸ فائدہ نمبر ۴

(۳۲) دیکھیے حجۃ اللہ البالغۃ مع ترجمہ اردو نعمۃ اللہ السابغۃ: ۳۸/۱

میں محسوس کی جاتی ہے قلب، روح، سر، خفی، اخفی یہ سب عالم امر کے لطائف میں سے ہیں۔

اور روح سفلی وہ بخار لطیف ہے جو بدن انسانی کے عناصر اربعہ آگ، پانی، مٹی، ہوا سے پیدا ہوتا ہے اور اسی روح سفلی کو نفس کہا جاتا ہے۔

اس طرح انسان درحقیقت دس چیزوں کا جامع ہے جن میں پانچ عالم خلق اور پانچ عالم امر سے متعلق ہیں، قلب، روح، سر، خفی اور اخفی کا تعلق عالم امر سے ہے اور آگ، پانی، مٹی، ہوا اور ان چاروں سے پیدا ہونے والے بخار کا تعلق عالم خلق سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے روح سفلی کو جسے نفس کہتے ہیں ارواح علویہ مذکورہ کا آئینہ بنایا ہے، ان کا عکس اس روح سفلی کے آئینہ میں آکر ارواح علویہ کے آثار اور کیفیات اس میں منتقل کردیتا ہے اور یہی آثار جو نفوس میں پیدا ہوجاتے ہیں ہر ہر فرد کے لئے ارواح جزئیہ کہلاتے ہیں (۳۳)۔

کیا روح پر موت طاری ہوتی ہے؟

اس سلسلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے، بعضوں کا خیال ہے کہ روح پر موت طاری ہوتی ہے اس لئے روح نفس انسانی کا نام ہے اور ہر نفس پر موت کا طاری ہونا قرآن کی آیت سے ثابت ہے "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ، كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ" جب ملائکہ پر موت آئے گی تو ارواح بشریہ پر بطریقہ اولیٰ موت آسکتی ہے (۳۴)

لیکن علماء کی ایک دوسری جماعت کا خیال ہے کہ روح پر موت نہیں آتی، کیونکہ بدن انسانی سے روح کی جدائی کے بعد اس کا نعمتوں یا عذاب میں ہونا احادیث صریحہ سے ثابت ہے جس کا تقاضہ ہے کہ روح پر موت نہیں آتی ورنہ روح کا پھر نعمت اور عذاب میں ہونا چہ معنی دارد؟

باقی جن نصوص میں ہر چیز پر موت آنے کا ذکر ہے وہ اپنی جگہ درست ہیں تاہم جسم سے روح کے جدا ہونے کو موت سے تعبیر کرسکتے ہیں، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "موت الروح هو مفارقتها الجسد، فان اريد بموتها هذا القدر فهى ذائقة الموت، وان اريد انها تعدم وتضمحل، فهى لا تموت بل تبقى مفارقة ماشاء الله تعالىٰ، ثم تعود الى الجسد، وتبقى معه فى نعيم او عذاب، ابدا الآبدين، ودهر الداهرين" (۳۵)

قرآن نے ایک اور جگہ کفار کا اشکال نقل کیا ہے "وَقَالُوٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِى الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِىْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ"

(۳۳) دیکھئے تفسیر مظہری: ۵/۴۸۵

(۳۴) روح المعانی: ۱۵/۱۵۹

(۳۵) روح المعانی: ۱۵/۱۵۹

اس کے بعد اس کا جواب دیا "قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ" حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اشکال کیا کہ یہاں اشکال اور جواب میں بظاہر مطابقت نہیں ہے، پھر خود ہی فرمایا کہ کفار موت کو عدم محض سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ موت عدم محض نہیں ہے بلکہ روح کو ایک مقرر فرشتہ نکال کر لے جاتا ہے، بالکل وہ فنا نہیں ہوجاتی (۳۶)۔

یہاں روح سے کیا مراد ہے

جس روح کے متعلق یہود نے سوال کیا تھا، اس سے کونسی روح مراد ہے؟ اس سلسلہ میں بہت سارے اقوال ہیں ❶ روح انسان ❷ روح حیوان ❸ جبرائیل ❹ حضرت عیسیٰ ❺ قرآن ❻ فرشتہ ❼ ایک خاص مخلوق ❽ وحی (۳۷)۔

امام رازی اور امام قرطبی نے روح انسانی والے قول کو ترجیح دی ہے (۳۸) علامہ قرطبی نے ایک بات اور بھی کہی ہے کہ چونکہ سائل یہودی تھے اور یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "روح اللہ" ہونے کے منکر تھے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد نہیں ہیں، اسی طرح وہ حضرت جبرئیل کے فرشتہ ہونے کے قائل تھے اس لئے وہ بھی مراد نہیں۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ روح انسانی ایک ایسی چیز ہے جسے سب ہی تسلیم کرتے ہیں؛ اس کا تذکرہ قرآن نے جہاں بھی کیا ہے وہاں اس کے لئے لفظ "نفس" استعمال کیا ہے، لفظ "روح" استعمال نہیں کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس روح کے متعلق انہوں نے سوال کیا، اس سے وہ روح مراد ہے جس کا ذکر آیت کریمہ "یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا" میں ہے یعنی جبرئیل امین، روح انسانی مراد نہیں (۳۹)۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ابن قیم کی بات کو مرجوح قرار دیا اور فرمایا کہ راجح یہی ہے کہ سوال روح انسانی کے متعلق تھا (۴۰)۔

---

(۳۶) تفسیر عثمانی: ۵۵۳ فائدہ نمبر ۷

(۳۷) دیکھیے فتح الباری: ۸/۴۰۲ و تفسیر کبیر: ۲۱/۳۸-۳۹

(۳۸) دیکھیے تفسیر کبیر: ۲۱/۳۶ والجامع لاحکام القرآن: ۱۰/۳۲۴

(۳۹) کتاب الروح: ۲۴۳ و فتح الباری: ۸/۴۰۳

(۴۰) فتح الباری: ۸/۴۰۳

٢١٢ - باب : «وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا» /١١٠/.

٤٤٤٥ : حدّثنا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ : حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : فِي قَوْلِهِ تَعَالَى : «وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا» . قَالَ : نَزَلَتْ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ مُخْتَفٍ بِمَكَّةَ ، كَانَ إِذَا صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ ، فَإِذَا سَمِعَهُ الْمُشْرِكُونَ سَبُّوا الْقُرْآنَ وَمَنْ أَنْزَلَهُ وَمَنْ جَاءَ بِهِ ، فَقَالَ اللهُ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ ﷺ : «وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ» أَيْ بِقِرَاءَتِكَ ، فَيَسْمَعَ الْمُشْرِكُونَ فَيَسُبُّوا الْقُرْآنَ «وَلَا تُخَافِتْ بِهَا» عَنْ أَصْحَابِكَ فَلَا تُسْمِعُهُمْ «وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلاً» . [٧٠٥٢ ، ٧٠٨٧ ، ٧١٠٨]

٤٤٤٦ : حدّثني طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ : حَدَّثَنَا زَائِدَةُ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : أُنْزِلَ ذَلِكَ فِي الدُّعَاءِ . [٥٩٦٨ ، ٧٠٨٨]

یہاں حضرت ابن عباسؓ کی پہلی روایت سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ آیت قراءتِ صلاۃ کے بارے میں نازل ہوئی اور آگے حضرت عائشہؓ کی روایت سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے (۴۱) بظاہر دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ دعا چونکہ جزء نماز اور جزء قراءت ہے، یہاں جزء بول کر کل مراد لیا ہے، دعا سے بھی مراد قراءت صلاۃ ہے (۴۲)۔

اور دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ممکن ہے آیت کا نزول دو مرتبہ ہوا ہو ایک مرتبہ قراءتِ صلاۃ کے متعلق اور دوسری مرتبہ دعاء کے متعلق۔

(۴۴۴۵) وایضاً اخرجہ فی التوحید، باب قولہ تعالی: وانزلہ بعلمہ، رقم الحدیث: ۷۴۹۰، و باب قولہ تعالی: واسروا قولکم رقم الحدیث: ۷۵۲۵، و باب قول النبی ﷺ: الماهر بالقرآن مع سفرة الکرام البرر، رقم الحدیث: ۷۵۴۷، و اخرجہ مسلم فی الصلاۃ، باب التوسط فی القراءۃ فی الصلاۃ الجهریة، رقم الحدیث: ۴۴۶، واخرجہ الترمذی فی کتاب التفسیر، باب و من سورة بنی اسرائیل رقم الحدیث: ۳۱۴۶، واخرجہ النسائی فی السنن الکبری، باب صفة الصلوة رقم الحدیث: ۱۰۸۴

(۴۴۴۶) واخرجہ فی الدعوات، باب الدعاء فی الصلاۃ، رقم الحدیث ۶۳۲۷ (مع الفتح) و فی التوحید، باب واسروا قولکم او اجهروا بہ، رقم الحدیث: ۷۵۲۶ (مع الفتح) و هذا الحدیث من افرادہ: (عمدة القاری ۳۵/۱۹)

(۴۱) حضرت ابن عباسؓ سے بھی اس مفہوم کی ایک روایت منقول ہے چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں "و روی عن ابن عباس مثل ماروی عن عائشة، رواہ ابن مردویہ من حدیث اشعث عن عکرمة، عن ابن عباس "نزلت هذه الآیة "ولا تجهر بصلاتک" فی الدعا" (وانظر عمدة القاری: ۳۵/۱۹)

(۴۲) عمدة القاری: ۳۵/۱۹

٢١٣ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْكَهْفِ.

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «تَقْرِضُهُمْ» /١٧/ : تَتْرُكُهُمْ . «وَكَانَ لَهُ ثُمُرٌ» /٣٠٤/ : ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ ، وَقَالَ غَيْرُهُ : جَمَاعَةُ الثَّمَرِ . «بَاخِعٌ» /٦/ : مُهْلِكٌ . «أَسَفًا» /٦/ : نَدَمًا . «الْكَهْفُ» /٩/ : الْفَتْحُ فِي الْجَبَلِ . «وَالرَّقِيمِ» /٩/ : الْكِتَابُ . «مَرْقُومٌ» /المطففين: ٢٠/ : مَكْتُوبٌ ، مِنَ الرَّقْمِ . «رَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ» /١٤/ : أَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا . «لَوْلَا أَنْ رَبَطْنَا عَلَى قَلْبِهَا» /القصص: ١٠/ . «شَطَطًا» /١٤/ : إِفْرَاطًا . «الْوَصِيدِ» /١٨/ : الْفِنَاءُ ، جَمْعُهُ : وَصَائِدُ وَوُصُدٌ . وَيُقَالُ : الْوَصِيدُ الْبَابُ . «مُؤْصَدَةٌ» /البلد: ٢٠/ و /الهمزة: ٨/ : مُطْبَقَةٌ ، آصَدَ الْبَابَ وَأَوْصَدَ .

«بَعَثْنَاهُمْ» /١٩/ : أَحْيَيْنَاهُمْ . «أَزْكَى» /١٩/ : أَكْثَرُ . يُقَالُ : أَحَلُّ ، وَيُقَالُ : أَكْثَرُ رَيْعًا . قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «أُكُلَهَا» . وَقَالَ غَيْرُهُ : «وَلَمْ تَظْلِمْ» /٣٣/ : لَمْ تَنْقُصْ .

وَقَالَ سَعِيدٌ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ : «الرَّقِيمِ» اللَّوْحُ مِنْ رَصَاصٍ ، كَتَبَ عَامِلُهُمْ أَسْمَاءَهُمْ ، ثُمَّ طَرَحَهُ فِي خِزَانَتِهِ ، فَضَرَبَ ٱللهُ عَلَى آذَانِهِمْ فَنَامُوا .

وَقَالَ غَيْرُهُ : وَأَلَتْ تَئِلُ تَنْجُو ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «مَوْئِلًا» /٥٨/ : مَحْرِزًا . «لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا» /١٠١/ : لَا يَعْقِلُونَ

سورۃ الکھف

وقال مجاھد: تَقۡرِضُهُمۡ تَتۡرُكُهُمۡ

آیت میں ہے "وَإِذَا غَرَبَت تَّقۡرِضُهُمۡ ذَاتَ ٱلشِّمَالِ" یعنی سورج ڈوبتے وقت ان کو چھوڑ کر بائیں جانب اتر جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ سورج کے غروب کے وقت بھی ان پر دھوپ نہیں پڑتی ہے، مجاہد کی یہ تعلیق حنظلی نے موصولاً نقل کی ہے (۱) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

(۱) عمدۃ القاری:۱۹/۳۶۔

"یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں ایسے ٹھکانے کی طرف رہنمائی کی جہاں مامون و مطمئن ہوکر آرام کرتے ہیں نہ جگہ کی تنگی سے جی گھبرائے نہ کسی وقت دھوپ ستائے، غار اندر سے کشادہ اور ہوادار تھا اور جیسا کہ ابن کثیر نے لکھا ہے شمال رویہ ہونے کی وجہ سے ایسی وضع وہیئت پر واقع ہے جس میں دھوپ بقدر ضرورت پہنچتی اور بدون ایذا دیئے نکل جاتی" (فوائد عثمانی فائدہ ۸ ص ۳۹۴)

وَكَانَ لَهُ ثُمُرٌ: ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ، وَقَالَ غَيْرُهُ: جَمَاعَةُ الثَّمَرِ

"وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا، وَكَانَ لَهُ ثُمُرٌ" اس میں دو قراءت ہیں بعضوں کی قراءت ثُمُرٌ (ثا اور میم کے ضمہ کے ساتھ) جس کے معنی سونے اور چاندی کے ہیں، عاصم کی قراءت ثَمَرٌ (ثا اور میم کے فتحہ کے ساتھ) ہے بمعنی پھل

ثُمُرٌ (بضمتین) کے متعلق مجاہد کے غیر یعنی قتادہ نے کہا ہے کہ یہ ثَمَرٌ کی جمع ہے اور ثَمَرٌ ثَمَرَةٌ کی جمع ہے، ثَمَرَة واحد ہے، اس کی جمع ثَمَرٌ، پھر اس کی جمع ثِمَارٌ اور پھر اس کی جمع ثُمُرٌ ہے۔

بَاخِعٌ: مُهْلِكٌ

آیت کریمہ میں ہے "فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا" شاید کہ آپ ان کے پیچھے اپنی جان کو ہلاک کرنے والے ہیں غم سے اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآن) پر ایمان نہ لائے"۔

امام فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں "بَاخِع" بمعنی "مُهْلِكٌ" یعنی ہلاک کرنے والا ہے۔

أَسَفًا: نَدَمًا

مذکورہ آیت کریمہ میں ہے "إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا" اس میں "أَسَفًا" بمعنی "نَدَمًا" ہے یعنی ندامت کی وجہ سے آپ اپنے نفس کو شاید ہلاک کرنے والے ہیں، یہ تفسیر ابوعبیدہ کی ہے، حضرت قتادہ نے "أَسَفًا" کی تفسیر "حَزَنًا" سے کی ہے یعنی غم کی وجہ سے آپ اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے ہیں۔

اَلْکَهْفُ: اَلْفَتْحُ فِی الْجَبَلِ

آیت میں ہے "اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا" "کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ کہف اور رقیم والے ہماری عجائبات میں سے کچھ تعجب کی چیز تھی" کہف غار کو کہتے ہیں، علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

"یعنی حق تعالیٰ کی قدرتِ عظیمہ کے لحاظ سے اصحاب کہف کا قصہ جو آگے مذکور ہے اچنبھا نہیں ہے جسے حد سے زیادہ عجیب سمجھا جائے، زمین، آسمان، چاند، سورج، وغیرہ کا پیدا کرنا، ان کا محکم نظام قائم رکھنا، انسان ضعیف البنیان کو سب پر فضیلت دینا، انسانوں میں انبیاء کا بھیجنا، ان کی قلیل و بے سروسامان جماعتوں کو بڑے بڑے متکبرین کے مقابلے میں کامیاب بنانا، خاتم الانبیاءؑ اور رفیق غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دشمنوں کے نرغے سے نکال کر "غار ثور" میں تین روز ٹھہرانا، کفار کا غار کے منہ تک تعاقب کرنا، پھر ان کو بے نیل و مرام واپس لوٹانا، آخر گھر بار چھوڑنے والے مٹھی بھر بے سروسامانوں کو تمام جزیرہ العرب بلکہ مشرق و مغرب میں اس قدر قلیل مدت کے اندر غالب و منصور کرنا، کیا یہ اور اس قسم کی بے شمار چیزیں اصحاف کہف کے قصہ سے کم عجیب ہیں؟

اصل یہ ہے کہ یہود نے قریش کو مشورہ دیا تھا کہ محمدؐ سے آزمائش کے لئے تین سوال کریں، روح کیا ہے؟ اصحاب کہف کا کیا قصہ تھا؟ اور ذوالقرنین کی سرگزشت کیا تھی؟ اصحاب کہف کے قصہ کو عجیب ہونے کی حیثیت سے انہوں نے خاص اہمیت دی تھی اس لئے اس آیت میں بتلایا گیا کہ وہ اتنا عجیب نہیں جیسے تم سمجھتے ہو، اس سے کہیں بڑھ کر عجیب و غریب نشاناتِ قدرت موجود ہیں۔

آگے اصحاب کہف کا قصہ اول مجملاً اور پھر مفصلاً بیان فرمایا ہے، کہتے ہیں کہ یہ چند نوجوان روم کے کسی ظالم و جبار بادشاہ کے عہد میں تھے جس کا نام بعض نے دقیانوس بتلایا ہے، بادشاہ سخت غالی بت پرست تھا اور جبر و اکراہ سے بت پرستی کی اشاعت کرتا تھا، عام لوگ سختی اور تکلیف کے خوف اور چند روزہ دنیوی منافع کے طمع سے اپنے مذاہب کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کرنے لگے اس وقت چند نوجوانوں کے دلوں میں جن کا تعلق عمائد سلطنت سے تھا خیال آیا کہ ایک مخلوق کی خاطر خالق کو ناراض کرنا ٹھیک نہیں، ان کے دل خشیت الٰہی اور نور تقویٰ سے بھرپور تھے حق تعالیٰ نے صبر و استقلال اور توکل اور تبتل کی دولت سے مالا مال کیا تھا، بادشاہ کے روبرو جاکر بھی انہوں نے "لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا" کا نعرہ مستانہ لگایا اور ایمانی جرات و استقلال کا مظاہرہ کر کے دیکھنے والوں کو مبہوت اور حیرت زدہ کر دیا، بادشاہ کو کچھ ان کی نوجوانی پر رحم آیا اور کچھ دوسرے مشاغل اور مصالح مانع ہوئے کہ انہیں فوراً قتل کر دے، چند روز کی مہلت دی کہ

وہ اپنے معاملے میں غور و نظر ثانی کر لیں ، انہوں نے مشورہ کر کے طے کیا کہ ایسے فتنے کے وقت جبکہ جبر و تشدد سے عاجز ہو کر قدم ڈگمگا جانے کا بہر حال خطرہ ہے، مناسب ہوگا کہ شہر کے قریب کسی پہاڑ میں روپوش ہو جائیں اور واپسی کے لئے مناسب موقع کا انتظار کریں، دعا کی کہ خداوند! تو اپنی خصوصی رحمت سے ہمارا کام بنادے اور رشد و ہدایت کی جادہ پیمائی میں ہمارا سب انتظام درست کردے ، آخر شہر سے نکل کر کسی قریبی پہاڑ میں پناہ لی اور اپنے میں سے ایک کو مامور کیا کہ بھیس بدل کر کسی وقت شہر میں جایا کرے تاکہ ضروریات خرید کر لاسکے اور شہر کے احوال و اخبار سے سب کو مطلع کرتا رہے جو شخص اس کام پر مامور تھا اس نے ایک روز اطلاع دی کہ آج شہر میں سرکاری طور پر ہماری تلاش ہے اور ہمارے اقارب و اعزہ کو مجبور کیا جارہا ہے کہ ہمارا پتہ بتلائیں ، یہ مذاکرہ ہو رہا تھا کہ حق تعالیٰ نے ان سب پر دفعتاً نیند طاری کردی، کہا جاتا ہے کہ سرکاری آدمیوں نے بہت تلاش کیا، پتہ نہ لگا، تھک ہار کر بیٹھ رہے اور بادشاہ کی رائے سے ایک سیسہ کی تختی پر ان نوجوانوں کے نام اور مناسب حالات لکھ کر خزانے میں ڈال دیئے گئے ، تاکہ آنے والی نسلیں یاد رکھیں کہ ایک جماعت حیرت انگیز طریقے سے لاپتہ ہوگئی ہے ، ممکن ہے آگے چل کر اس کا کچھ سراغ نکلے اور بعض عجیب واقعات کا انکشاف ہو۔

یہ نوجوان کس مذہب پر تھے ؟ اس میں اختلاف ہوا ہے بعض نے کہا کہ نصرانی یعنی اصل دین مسیحی کے پیرو تھے لیکن ابن کثیر نے قرائن سے اس کو ترجیح دی ہے کہ اصحاب کہف کا قصہ حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے کا ہے" ۔ (۲) واللہ اعلم

اصحاب کہف کے غار کے محلِ وقوع میں مختلف اقوال ہیں لیکن راجح قول یہ ہے کہ مذکورہ غار اردن میں واقع ہے (۳)

---

(۲) تفسیر عثمانی :اص ۳۹۳)

(۳) اصحاب کہف کا وہ غار جس میں وہ تین سو سال سے زیادہ سوتے رہے کس جگہ واقع ہے ؟ اس سلسلہ میں علماء اور محققین کی آراء بہت مختلف رہی ہیں، بعض نے کہا وہ اردن میں واقع ہے ، بعضوں کا خیال ہے کہ شام میں ہے بعض کہتے ہیں یمن میں ہے ، بعض کا کہنا ہے کہ اندلس کے شہر غرناطہ میں ہے اور اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ ترکی کے شہر افسس کے قریب میں واقع ہے ، شہر اُفسس کا اسلامی نام طرسوس ہے ، یہ شہر تقریباً گیارہویں صدی قبل مسیح میں تعمیر ہوا تھا اور بعد میں یہ بت پرستی کا بہت بڑا مرکز بن گیا۔ مولانا شیر علی شاہ صاحب تفسیر سورۃ الکہف (ص ۶۱) پر علامہ عینی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"وذهب معظم المفسرين الى ان الكهف المبحوث عنه واقع فى "افسس" المعروف بطرسوس، لانه كان مركزا هاما لعبادة الاصنام، ولما آمن بعض شبان هذه المدينة حسب فطرتهم السليمة، اجبرهم الملك الجبار على عبادة الاصنام فآووا الى كهف واقع فى جبل بمسافة"۔

اور مولانا محمد تقی عثمانی صاحب "جہان دیدہ" (ص ۲۱۸) پر لکھتے ہیں:

"مسیحی مصادر میں تقریباً جزم کے ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ ترکی کے شہر افسس کے قریب پیش آیا تھا اور وہیں پر ایک

غار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ اصحاب کہف کا غار ہے، شاید انہی مسیحی روایات کے زیر اثر بہت سے مسلمان مفسرین اور مؤرخین نے بھی اصحاب کہف کا محل وقوع افسس ہی کو بتایا ہے"۔

لیکن آخری دور کے اکثر محققین نے ترجیح اس کو دی ہے کہ مذکورہ غار اردن میں واقع ہے مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہارویؒ نے "قصص القرآن" میں، مولانا سید سلیمان ندوی صاحبؒ نے "تاریخ ارض القرآن" میں، مولانا ابوالکلام آزاد نے "تفسیر سورۃ کہف" میں، مولانا مفتی محمد شفیعؒ صاحب نے "معارف القرآن" میں، اردن کے محقق تیسیر ظبیان نے "موقع اصحاب کہف" میں، رفیق وفا دجانی نے "اکتشاف کہف اصحاب الکہف" میں اور مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے "جہان دیدہ" میں اسی قول کو دلائل و شواہد کی بنیاد پر ترجیح دی ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی وغیرہ کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اردن کے مشہور تاریخی شہر پٹرا کا اصل نام "رقیم" تھا جسے رومی حکومت نے بدل کر "پٹرا" کردیا اور یہ غار اسی کے قریب کہیں واقع تھا۔

لیکن ۱۹۵۳ء میں اردن کے محقق تیسیر ظبیان صاحب کو پتہ چلا کہ عمّان کے قریب ایک پہاڑ پر ایک ایسا غار واقع ہے جس میں کچھ قبریں اور مردہ ڈھانچے موجود ہیں، وہ اس کی تلاش میں نکلے اور اس کی دریافت میں کامیاب ہوگئے، انہوں نے محکمۂ آثار قدیمہ کو متوجہ کیا جس نے ۱۹۶۱ء میں اس کی کھدائی کا کام شروع کیا اور جس قدر اثری تحقیق کی گئی اس سے ایسے شواہد اور قرائن ملتے گئے جن سے ان کی اس رائے کی تائید ہوتی گئی کہ قرآن میں ذکر کردہ کہف یہی ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں اس غار کے جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں اس غار میں وہ پائے جاتے ہیں، قرآن میں ہے: "وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِنْهُ" اس غار میں صورت حال یہی ہے کہ دھوپ کسی وقت اندر نہیں آتی بلکہ طلوع اور غروب کے وقت دائیں بائیں سے گزر جاتی ہے۔

اسی طرح قرآن میں اس غار کے اوپر لوگوں کے مسجد بنانے کے ارادہ کا بھی ذکر ہے، مذکورہ غار کے اوپر بھی ایک مسجد برآمد ہوئی ہے۔

اس نئے دریافت شدہ غار کے اندر جو سکے پڑے ہوئے ملے ہیں، ان میں کچھ سکے ٹراجان کے زمانے کے ہیں جس کے بارے میں اکثر محققین کا کہنا ہے کہ یہی وہ مشرک بادشاہ تھا جس کے ظلم و ستم سے تنگ آکر اصحاب کہف نے غار میں پناہ لی تھی، اس سے بھی مذکورہ رائے کو تقویت ملتی ہے۔

استاذ محترم مولانا محمد تقی عثمانی صاحب اس رائے کی تائید میں دلائل و شواہد ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"بہرکیف: اتنے پرانے واقعے کے محل وقوع کے بارے میں حتمی طور پر سو فیصد یقین کے ساتھ کچھ کہنا تو مشکل ہے لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ اب تک جتنے مقامات کے بارے میں مقام اصحاب کہف ہونے کی رائے ظاہر کی گئی ہے، ان سب میں جتنے زیادہ قرائن و شواہد اس غار کے حق میں ہیں، کسی اور غار کے حق میں اتنے قرائن موجود نہیں ہیں..... یہ غار عمّان شہر سے ۷ کیلومیٹر جنوب میں واقع ہے اور اردن کی مرکزی شاہراہ جو عقبہ سے عمّان تک گئی ہے، اس سے اس کا فاصلہ ۲ کیلومیٹر ہے..... غار تین حصوں میں تقسیم ہوگیا ہے، ایک حصہ دہانے سے سیدھا شمال تک گیا ہے، دوسرا دائیں ہاتھ مشرق کی طرف مڑ گیا ہے اور تیسرا بائیں ہاتھ مغرب کی طرف! مشرقی اور مغربی حصوں میں آٹھ تابوت نما قبریں بنی ہوئی ہیں..... غار کا جو حصہ جنوب سے شمال کی طرف سیدھا گیا ہے وہ تقریباً سپاٹ ہے اور اس کے بارے میں تیسیر ظبیان صاحب کا خیال یہ ہے کہ یہی وہ "فَجْوَة" ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے"۔ (جہان دیدہ: ۲۲۲-۲۲۳)۔

اردن کے محقق تیسیر ظبیان اور وہاں کے ماہر اثریات رفیق دجانی نے اس غار کے متعلق اپنی رائے کی تائید میں مستقل کتابیں لکھی ہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کے غار مختلف زمانوں میں اور مختلف علاقوں میں دریافت ہوتے رہے ہیں اور شاید ہوتے رہیں گے،

اَلرَّقِیْمُ: اَلْکِتَابُ، مَرْقُوْمٌ: مَکْتُوْبٌ مِنَ الرَّقْمِ.

آیت میں ہے "اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ آیَاتِنَا عَجَبًا"
رقیم کے معنی میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

❶ اس کے معنی کتاب کے ہیں، اسی سے مرقوم بمعنی مکتوب ہے اور یہ رَقْم سے ماخوذ ہے چونکہ بادشاہِ وقت نے ان کی تلاش کے بعد ان کے نام پتھر کی ایک تختی پر کندہ کرادیئے تھے اس لئے ان کو اصحاب رقیم بھی کہا جاتا ہے، حضرت سعید بن جبیرؒ سے یہی منقول ہے (۴) اور مفسرین کے یہاں یہی قول مشہور ہے، امام بخاریؒ نے یہی قول اختیار کیا ہے چنانچہ حضرت سعید کی تعلیق صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں مذکور ہے جس کو ابن المنذر نے موصولاً نقل کیا ہے۔

❷ رقیم اس پہاڑ کا نام ہے جس کے اندر وہ غار واقع تھا (۵)۔

❸ رقیم اس وادی کا نام ہے جہاں پہاڑ میں وہ غار تھا جس میں اصحاب کہف روپوش ہوئے تھے، قتادہ وغیرہ نے اسی کی تائید کی ہے (۶)۔

❹ اصحاب کہف کے کتے کا نام ہے (۷)۔

ابن عطیہؒ نے اندلس کے شہر غرناطہ کے قریب اس طرح کے غار، اس میں مردہ ڈھانچوں اور اس کے پاس ایک مسجد کے دیکھنے کا ذکر کیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں: "ذهبتُ بنفسی اربع و خمسمائة، فوجدت الاجساد علی هذه الحالة المسموعة، وعند ذلک الکهف مسجد و عمارة قديمة من طراز الروم" اور ابوحیّان اندلسی نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے (دیکھیے البحر المحیط: ۱۰۲/۶) اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے واقعات مختلف زمانوں اور مختلف علاقوں میں پیش آتے رہے ہیں، کفر اور شرک کی تاریکیوں میں چند سعادت مندوں کا توحید کی شمع جلا کر شہروں کو چھوڑنا اور غاروں میں جاکر عبادت کرنا ایک بار نہیں کئی بار ہوا ہے، جہاں تک تعلق ہے اس غار کا جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے اس کے متعلق کوئی حتمی بات اس لیے نہیں کی جاسکتی کہ خود اللہ اور اس کے رسول نے اس کے محل وقوع کے بارے میں تعیین نہیں فرمائی کہ وہ مقصود نہیں ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

"وقد اخبر الله تعالی بذلک، و اراد منّا فهمه و تدبره، ولم یخبرنا بمکان هذا الکهف فی ای البلاد من الارض، اذ لا فائدة لنا فیه، ولا قصد شرعی، وقد تکلف بعض المفسرین، فذکروا فیه اقوالاً.... والله اعلم بای بلاد الله هو، ولو کان لنا فیه مصلحة دینیة، لأرشدنا الله تعالی و رسوله الیه، فقد قال صلی الله علیه وسلم: ما ترکت شیئاً یقربکم الی الجنة، و یباعدکم من النار الا وقد اعلمتکم به، فاعلمنا الله تعالی بصفته، ولم یعلمنا بمکانه، فقال: وتری الشمس اذا طلعت الآیة"۔ (تفسیر ابن کثیر: ۷۵/۳)۔

(۴) واختاره سعید بن جبیر، و مجاهد (فتح القدیر: ۲۷۲/۳)

(۵) تفسیر البیضاوی: ۳/۱

(۶) قصص القرآن: ۲۵۴/۳

(۷) تفسیر سورة الکهف: ۵۶

❺ ان دراہم کا نام ہے جو ان کے پاس موجود تھے (۸) ۔

❻ اس بستی کا نام ہے جس میں اصحاب کہف رہتے تھے چنانچہ حضرت ابن عباس ؓ سے منقول ہے کہ یہ ایلہ (عقبہ) کے قریب ایک شہر کا نام ہے، متاخرین علمائے محققین کی اکثریت نے اسی کو درست قرار دیا چنانچہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ لکھتے ہیں:

"تاریخی اور اثری تحقیقات کے پیش نظر یہ آخری قول ہی صحیح اور قرآن عزیز کے بیان کے مطابق ہے اور باقی اقوال محض قیاس و تخمین پر مبنی ہیں، خلیج عقبہ (ایلہ) سے شمال کی جانب بڑھتے ہوئے پہاڑوں کے دو متوازی سلسلے ملتے ہیں، ان ہی میں سے ایک پہاڑ کی بلندی پر انباط کا دارالحکومت رقیم آباد تھا" (۹) ۔

فائدہ

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں: "رقیم، پہاڑ کی کھوہ کو کہتے ہیں اور بمعنی مرقوم بھی آتا ہے یعنی لکھی ہوئی چیز، مسند عبد بن حمید کی ایک روایت میں ہے جسے حافظ نے علی شرط البخاری کہا ہے، ابن عباس ؓ سے رقیم کے دوسرے معنی منقول ہیں یعنی اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں، غار میں رہنے کی وجہ سے وہ اصحاب کہف کہلاتے ہیں اور چونکہ ان کے نام و صفت وغیرہ کی تختی لکھ کر رکھ دی گئی تھی اس لئے اصحاب رقیم کہلائے مگر مترجم محقق (شیخ الہند) رحمہ اللہ نے پہلے معنی لئے ہیں اور بہرصورت اصحاب کہف و اصحاب رقیم کو ایک ہی قرار دیا ہے، بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اصحاب رقیم کا قصہ قرآن میں مذکور نہیں ہوا محض عجیب ہونے کے لحاظ سے اصحاب کہف کے تذکرے میں اس کا حوالہ دیا گیا ہے اور فی الحقیقت اصحاب رقیم کھوہ والے وہ تین شخص ہیں جو بارش سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزین ہوئے تھے، اوپر سے ایک بڑا پتھر آپڑا جس نے غار کا منہ بند کردیا، اس وقت ان میں سے ہر شخص نے اپنی عمر کے مقبول ترین عمل کا حوالہ دیکر حق تعالیٰ سے فریاد کی اور بتدریج غار کا منہ کھل گیا، امام بخاریؒ نے اصحاب کہف کا ترجمہ منعقد کرنے کے بعد حدیث الغار کا مستقل عنوان قائم کیا ہے اور اس میں ان تین شخصوں کا قصہ

---

(۸) الصاوی: ۴/۳

(۹) قصص القرآن: ۲۵۴/۳ و ۲۶۱ ۔ تیسیر ظبیان اور رفیق وفا دجانی نے عمان کے قریب جس غار کو دریافت کیا ہے، وہاں سے کل سو میٹر کے فاصلے پر ایک چھوٹی سی بستی "رجیب" کہلاتی ہے، ان کا خیال ہے کہ یہ "رقیم" کی بگڑی ہوئی شکل ہے، کیونکہ وہاں کے لوگ اکثر قاف کو جیم اور میم کو باء سے بدل کر بولتے ہیں، چنانچہ حکومت اردن نے اس بستی کا نام اب سرکاری طور پر "رقیم" ہی کردیا ہے ۔ (دیکھیے موقع اصحاب کہف ۱۱۸ و جہان دیدہ: ۲۲۱)۔

مفصل درج کر کے شاید اسی طرف اشارہ کردیا ہے کہ اصحاب رقیم یہ لوگ ہیں، طبرانی اور بزار نے باسناد حسن نعمان بن بشیر سے مرفوعاً روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رقیم کا تذکرہ فرماتے تھے اور یہ قصہ تین شخصوں کا بیان کیا، واللہ اعلم"

دوسرا لفظ امام بخاری رحمہ اللہ نے "رَقیم" کی مناسبت سے "مرقوم" ذکر کیا جو سورۃ مطففین میں واقع ہے "کِتَابٌ مَرْقُوْمٌ" یعنی لکھا ہوا دفتر۔

رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ: اَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا، لَوْلَا اَنْ رَبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا

رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کے معنی ہیں "ہم نے ان کے دلوں میں صبر ڈال دیا" سورۃ قصص کی آیت "لَوْلَا اَنْ رَبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا" کے بھی یہی معنی ہیں، یعنی اگر ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں صبر نہ ڈالتے۔

شَطَطًا: اِفْرَاطًا

آیت میں ہے "لَنْ نَدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا" ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی معبود کی عبادت ہرگز نہ کریں گے (کیونکہ اگر ہم نے ایسا کرلیا) تو اس صورت میں ہم نے یقیناً بڑی بے جا بات کہی، امام فرماتے ہیں کہ آیت میں "شَطَطًا" کے معنی "اِفْرَاطًا" کے ہیں یعنی حد سے تجاوز کرنا، غلط اور بے جا بات کہنا۔

اَلْوَصِیْدُ: اَلْفِنَاءُ، جَمْعُهٗ: وَصَائِدُ وَوُصُدٌ، وَیُقَالُ: اَلْوَصِیْدُ: اَلْبَابُ

آیت میں ہے "وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ" یعنی "ان کا کتا اپنے دونوں بازو دروازے کی چوکھٹ پر پھیلائے ہوئے ہے" وَصِیْد کے معنی صحن کے ہیں اور اس کے معنی دروازہ کے بھی بیان کئے گئے ہیں۔

مُؤْصَدَةٌ: مُطْبَقَةٌ، آصَدَ الْبَابَ، وَاَوْصَدَ

یہ سورۃ ھمزہ میں ہے "اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُؤْصَدَةٌ" یعنی کفار کو دوزخ میں ڈال کر دروازے بند کردیئے جائیں گے، آصَدَ الْبَابَ: دروازہ کو بند کرنا، وصید کی مناسبت سے اس کو یہاں ذکر کیا ہے۔

بَعَثْنَاهُمْ: اَحْيَيْنَاهُمْ

آیت میں ہے "ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا" پھر ہم نے ان کو (نیند سے) اٹھایا تاکہ ہم (ظاہری طور پر بھی) معلوم کرلیں کہ کون سا گروہ ان کے رہنے کی مدت سے زیادہ واقف تھا، امام فرماتے ہیں کہ آیت میں "بعثناهم" کے معنی ہیں ہم نے ان کو زندہ کیا یعنی نیند سے جو کہ اخوالموت ہے ہم نے ان کو بیدار کیا۔

اَزْكٰى: اَكْثَر، ويقال: اَحَلُّ، ويقال: اَكْثَرُ رَيْعاً

"فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا" یعنی پھر دیکھے کونسا کھانا ازکی ہے اس میں "اَزْكٰى" کے معنی اَكْثَر کے بھی ہوسکتے ہیں اس وقت یہ زکاۃ بمعنی نماء سے ماخوذ ہوگا یعنی جو اکثر شہریوں کی خوراک ہے

اور اس کے معنی "اَحَلُّ" کے بھی بیان کئے ہیں، اس وقت یہ زکاۃ بمعنی طہارت سے ماخوذ ہوگا یعنی جو پاکیزہ اور حلال کھانا ہو، وہ لایئے اور اس کے معنی "اَكْثَرُ رَيْعًا" کے بھی بیان کئے گئے ہیں جس کے اندر نماء زیادہ ہو، رَیْع کے معنی نماء اور زیادتی کے آتے ہیں (۱۰)۔

قال ابن عباس: اُكُلَهَا، وَلَمْ تَظْلِمْ: لَمْ تَنْقُصْ

آیت میں ہے "كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا" یعنی دونوں باغ اپنا پھل لاتے ہیں ان میں سے کسی باغ نے اپنے پھل میں کچھ کمی نہیں کی، اس میں "اُكُلَهَا" کو ذکر کیا لیکن اس کی تفسیر بیان نہیں کی، حاشیہ میں اس کی تفسیر بیان کی ہے "ثَمَرُهَا" یعنی "اکلها" کے معنی پھل اور میوہ کے ہیں اور لَمْ تَظْلِمْ کے معنی ہیں "کسی باغ نے اپنے پھل میں سے کچھ کمی نہیں کی"

فَضَرَبَ اللّٰهُ عَلٰى آذَانِهِمْ: فَنَامُوْا

آیت میں ہے "فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا" "یعنی پھر تھپکی دی ہم نے ان کے کانوں پر اس کھو میں گنتی کے چند برس" جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برسوں غار میں پڑے سوتے رہے اِدھر اُدھر کی کوئی خبر ان کے کانوں میں نہیں پڑتی تھی۔

---

(۱۰) عمدة القاری: ۱۹/۴۷۔

"ضَرْب عَلَی الْاٰذَانِ" نیند سے کنایہ ہے، مولانا ابوالکلام آزاد نے اس معنی پر اشکال کیا ہے کہ عربی میں نیند کے لئے "ضَرْب عَلَی الْاٰذَانِ" کی تعبیر نہیں ملتی ہے، اس لئے اس کے معنی ان کے نزدیک یہ ہیں کہ دنیا کی طرف سے ان کے کان بند ہوگئے۔ (۱۱)

لیکن عام مفسرین کہتے ہیں کہ یہ ایک طرح کا استعارہ ہے، گہری نیند کی حالت کو "ضرب علی الاذان" کی حالت سے تشبیہ دی گئی ہے، مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی جمہور مفسرین کے ذکر کردہ معنی کی ترجیح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ہمارے نزدیک مفسرین کی تفسیر ہی راجح ہے اور یہ استعارہ ہر زبان کے محاورات میں پایا جاتا ہے مثلاً جب ماں گود کے بچے کو لوریاں دے کر سلاتی ہے تو اس کے کان اور بازو پر ہاتھ رکھ کر تھپکتی جاتی ہے، اس لئے اردو زبان میں بھی "کانوں کو تھپکی دینا" نیند طاری کرنے کے لئے بولا جاتا ہے، چنانچہ شیخ الہند نور اللہ مرقدہ نے اس جملہ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "پھر تھپک دیئے ہم نے ان کے کان اس کھوہ (غار) میں چند برس گنتی کے" علاوہ ازیں عربی زبان میں "ضرب علی اذنہ" کے معنی "منعہ ان یسمع" کے آتے ہیں، اب سننے سے روک دینے کی متعدد صورتیں ہیں ایک یہ کہ کوئی شخص جنگل میں غار کی کھوہ میں جا بیٹھا اور دنیا کی باتوں سے اس کے کان ناآشنا ہوگئے دوسری یہ کہ وہ بہرا ہوگیا اور سننے سے معذور کردیا گیا، تیسری یہ کہ وہ سوگیا اور دیگر حواس ظاہرہ کی طرح کان بھی سننے سے معطل ہوگئے لہذا "ضرب علی الآذان" کی تعبیر ان سب صورتوں کے لئے یکساں قابل استعمال ہے اور استعارہ و تشبیہ ہے تو تینوں معنی کے لئے ہے۔

البتہ مولانا آزاد کی تفسیر میں یہ اشکال ضرور لازم آتا ہے کہ اگر "ضرب علی الآذان" کے معنی یہ ہیں کہ ان کے کان دنیا کی طرف سے بند ہوگئے تھے، یعنی وہ بحالت بیداری عام زندگی کے مطابق بستی سے دور پہاڑ کے غار میں راہبانہ زندگی بسر کررہے تھے تو پھر اس آیت کے کیا معنی ہوں گے "وَكَذٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ، قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ، قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ" کیا یہ آیت اپنے صاف معنی میں ظاہر نہیں کرتی کہ "ضرب علی الاذان" کی صاف تعبیر یہاں وہی ہے جو جمہور مفسرین کے نزدیک صحیح اور راجح ہے یعنی وہ سوگئے بلکہ ایسے موقع پر "بَعَثْنَاهُمْ" کی تعبیر کا تقاضا تو یہ ہے کہ مفسرین کی تفسیر کے علاوہ دوسرے معنی لینا قطعاً بے محل ہیں" (۱۲)

---

(۱۱) دیکھیے ترجمان قرآن: ۲/۳۷۶۔ سورۃ الکھف

(۱۲) دیکھیے قصص القرآن: ۳/۲۷۰۔ ۲۷۱

وقال غیرہ: وَأَلَتْ، تَئِلُ: تَنْجُوْ، وقال مجاهد: مَوْئِلًا: مَحْرِزًا

آیت میں ہے "بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْئِلًا" حضرت ابن عباسؓ کے غیر نے فرمایا کہ وَأَلَ، یئل ازباب ضرب کے معنی نجات پانے کے ہیں لہذا موئل جائے نجات کو کہا جائے گا، مجاھد نے اس کے معنی مَحْرِز کے بیان کئے ہیں یعنی حفاظت کی جگہ، دونوں معنی ایک ہی مفہوم ادا کرتے ہیں۔

لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا: لَا يَعْقِلُونَ

آیت میں ہے "الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا" اس آخری جزء کی تفسیر باللازم کی یعنی چونکہ وہ اعراض کرتے ہیں، سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں اس لئے سمجھتے بھی نہیں ہیں۔

٢١٤ - باب : «وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا» /٥٤/ .

٤٤٤٧ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ : أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ طَرَقَهُ وَفاطِمَةَ ، قالَ : (أَلَا تُصَلِّيانِ) . [ر : ١٠٧٥]

یہ روایت یہاں مختصر ذکر کی گئی ہے، 'کتاب الصلاۃ میں' باب تحریض النبی ﷺ علی قیام اللیل کے تحت یہ روایت پوری ذکر کی گئی ہے جس کے آخر میں وہاں مذکورہ آیت ذکر کی گئی ہے، (۱۳) اور اسی مفصل روایت کی مناسبت کی وجہ سے یہ روایت امام یہاں لائے ہیں۔

«رَجْمًا بِالْغَيْبِ» /٢٢/ : لَمْ يَسْتَبِنْ . «فُرُطًا» /٢٨/ : نَدَمًا . «سُرَادِقُهَا» /٢٩/ : مِثْلُ السُّرَادِقِ ، وَالْحُجْرَةِ الَّتِي تُطِيفُ بِالْفَسَاطِيطِ . «يُحَاوِرُهُ» /٣٤ ، ٣٧/ : مِنَ الْمُحَاوَرَةِ . «لٰكِنَّا هُوَ ٱللهُ رَبِّي» /٣٨/ : أَيْ لٰكِنْ أَنَا هُوَ ٱللهُ رَبِّي ، ثُمَّ حَذَفَ الْأَلِفَ وَأَدْغَمَ إِحْدَى النُّونَيْنِ فِي الْأُخْرَى . «وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا» /٣٣/ : يَقُولُ : بَيْنَهُمَا . «زَلَقًا» /٤٠/ : لَا يَثْبُتُ فِيهِ قَدَمٌ .

---

(۱۳) وہاں روایت کے الفاظ ہیں: "ان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اخبرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرقہ، وفاطمۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ، فقال: الا تصلیان؟ فقلت: یارسول اللہ، انفسنا بید اللہ، فاذاشاء ان یبعثنا بعثنا، فانصرف حین قلت ذلک، ولم یرجع الی شیئا، ثم سمعتہ، وھو مول، یضرب فخذہ، وھو یقول: وکان الانسان اکثر شئی جدلا" (صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قیام اللیل: ۱/۱۵۲)

«هُنَالِكَ الْوِلَايَةُ» /٤٤/ : مَصْدَرُ الْوَلِيِّ . «عُقْبًا» /٤٤/ : عاقِبَةٌ وَعُقْبَى وَعُقْبَةٌ وَاحِدٌ ، وَهِيَ الآخِرَةُ . قِبَلاً وَ «قُبُلاً» /٥٥/ : وَقَبَلاً : اَسْتِئْنَافًا . «لِيُدْحِضُوا» /٥٦/ : لِيُزِيلُوا ، اَلدَّحْضُ الزَّلَقُ .

رَجْمًا بِالْغَيْبِ: لَمْ يَسْتَبِنْ

"وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ" رَجْمًا بِالْغَيْبِ کے معنی ہیں ان پر حقیقت واضح نہیں ہے، صرف اٹکل اور اندازے سے کہتے ہیں۔

قرآن کی اس آیت میں یہ سبق سکھایا گیا کہ لاحاصل بحثوں سے پرہیز کرنا چاہیئے چنانچہ قرآن نے اصحابِ کہف کے واقعہ کے ان حصوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جو تذکیر کے لئے مفید تھے تاہم وہ جزئیات جو محض تاریخی حیثیت رکھتی ہیں مثلاً یہ کہ ان نوجوانوں کی تعداد کتنی تھی؟ ان کی عمریں کیا تھیں؟ وہ غار میں کتنی مدت مقیم رہے؟ قرآن کے اسلوب نے اس قسم کی بحثوں کی کھوج کی فکر سے روکا ہے فرمایا "قُلْ رَّبِّيْ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا"

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان قلیل میں سے میں بھی ہوں جن کو ان کی تعداد کا علم ہے (۱۴) فرمایا کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تعداد کے متعلق پہلے دو مقولوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا "رَجْمًا بِالْغَيْبِ" تاہم تیسرا قول ذکر کرنے کے بعد ایسی کوئی بات نہیں کہی، اس لئے یہی صحیح تعداد ہے۔

فُرُطًا: نَدَمًا

آیت میں ہے "وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا" فُرُطًا کا ترجمہ نَدَمًا سے کیا ہے یعنی ان کا معاملہ ندامت اور شرمندگی کا باعث بنا۔

سُرَادِقُهَا: مِثْلُ السُّرَادِقِ، وَالْحُجْرَةُ الَّتِيْ تُطِيْفُ بِالْفَسَاطِيْطِ

آیت میں ہے "اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا" یعنی ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کی ہے اس آگ کی قناتیں ان کا احاطہ کئے ہوئے ہوں گی۔

(۱۴) تفسیر ابن کثیر: ۷۸/۳ و تفسیر الدر المنثور: ۲۱۷/۴

امام نے فرمایا "مِثْلُ السُّرَادِقِ" جیسے چاروں طرف پردہ کرنے کے لئے قناتیں لگاتے ہیں اسی طرح وہاں بھی چاروں طرف آگ کی قناتیں لگی ہوں گی۔

اس کی دوسری مثال اس حجرہ کی سی ہے کہ خیموں نے جس کا احاطہ کیا ہوا ہو، فَسَاطِیط "فُسْطَاط" کی جمع ہے، بمعنی خیمہ۔

یُحَاوِرُهُ: مِنَ الْمُحَاوَرَةِ

آیت میں ہے "فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا" پھر بولا اپنے ساتھی سے جب اس سے باتیں کرنے لگا، میرے پاس تجھ سے زیادہ مال ہے اور زیادہ عزت والے لوگ ہیں یحاور محاورۃ سے مشتق ہے جس کے معنی باتیں کرنے کے ہیں۔

لَكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّي: أَيْ لٰكِنْ أَنَا هُوَ اللّٰهُ رَبِّي، ثُمَّ حَذَفَ الْأَلِفَ وَأَدْغَمَ إِحْدَى النُّونَيْنِ فِي الْأُخْرَى

آیت میں ہے "لَكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا" یعنی میں تو یہی کہتا ہوں وہی اللہ میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتا "لَكِنَّا" اصل میں "لٰكِنْ أَنَا" تھا، انا کا ھمزہ حذف کردیا گیا اور "لٰکن" کے نون کا "انا" کے نون میں ادغام کردیا گیا، "لکنّا" ہوگیا۔

زَلَقًا: لَا يَثْبُتُ فِيهِ قَدَمٌ

"فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا" پس وہ باغ صاف میدان ہوکر رہ جائے۔

امام فرماتے ہیں کہ "زلقا" کے معنی ہیں ایسا صاف اور چکنا کہ جس پر قدم نہ ٹھہرے بلکہ پھسل جائے۔

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ: مصدر الوَلِيّ

"هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ" وہاں پر مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہے "وَلَايَة" "وَلِيّ" کا مصدر ہے جس کے معنی مدد اور نصرت کے آتے ہیں۔

عُقباً: عَاقِبَةٌ وَعُقبَى وَاحِدٌ وَهِيَ الْآخِرَةُ

آیت میں ہے "هُوَخَيْرٌثَوَابًاوَخَيْرٌعُقْبًا" اس کا ثواب سب سے اچھا ہے اور اس کا انجام سب سے بہتر ہے۔

امام فرماتے ہیں کہ "عُقْبًا" بمعنی "عَاقِبَة" ہے، عاقبۃ اور عقبیٰ کے ایک ہی معنی ہیں یعنی آخرت

قِبَلاً وقُبُلاً وقَبَلاً: اِستِینَافًا

آیت میں ہے "اَوْيَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا" "یعنی یا آجائے عذاب ان کے سامنے" اس میں قُبُلاً کے معنی استیناف و استقبال کے ہیں، قِبَلاً (بکسر القاف وفتح الباء) قُبُلاً (بضمتین) اور قَبَلاً (بفتحین) سب کے معنی امام نے ایک ہی بتائے ہیں۔

لیکن مشہور یہ ہے کہ قِبَلاً کے معنی "عیانا" کے ہیں اور قُبُلاً "قبیل" کی جمع ہے، مختلف انواع کے لئے استعمال ہوتا ہے (۱۵) اور قَبَلاً کے معنی استیناف کے ہوتے ہیں۔

لِيُدْحِضُوا: لِيُزِيلُوا: الدَّحْضُ: الزَّلَقُ

آیت میں ہے "وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْابِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْابِهِ الْحَقَّ" دَحْض کے معنی پھسلنے کے آتے ہیں اور باب افعال میں جب لیجائیں گے تو زائل کرنے کے معنی ہوں گے کیونکہ پھسلنے کے بعد بھی آدمی اپنی جگہ باقی نہیں رہتا، زائل ہوجاتا ہے۔

۲۱۵ - باب : «وَإِذْ قالَ مُوسٰى لِفَتَاهُ لَا أَبْرَحُ حَتَّى أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا» /۶۰ : زَمانًا ، وَجَمْعُهُ أَحْقَابٌ .

آیت میں ہے "وَاِذْقَالَ مُوْسٰى لِفَتٰهُ لَآاَبْرَحُ حَتّٰى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْاَمْضِيَ حُقُبًا" یاد کرو اس وقت کو جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے خادم سے کہا کہ میں برابر چلتا رہوں گا، یہاں تک کہ اس جگہ پہنچ جاؤں جہاں دو دریا آپس میں ملے ہیں یا یوں ہی طویل زمانہ تک چلتا رہوں گا۔

فرماتے ہیں کہ "حُقُبٌ" طویل زمانہ کو کہتے ہیں اور اس کی جمع "اَحْقَاب" آتی ہے۔

(۱۵) عمدۃ القاری: ۱۹/۳۹

٤٤٤٨ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قالَ : أَخْبَرَنِي سَعِيدُ ابْنُ جُبَيْرٍ قالَ : قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ : إِنَّ نَوْفًا الْبِكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوسٰى صَاحِبَ الخَضِرِ لَيْسَ هُوَ مُوسٰى صَاحِبَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ : حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ : (إِن مُوسٰى قامَ خَطِيبًا في بَنِي إِسْرَائِيلَ ، فَسُئِلَ : أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ ؟ فَقَالَ : أَنَا ، فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ العِلْمَ إِلَيْهِ ، فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ : إِنَّ لِي عَبْدًا بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ ، قالَ مُوسٰى : يَا رَبِّ فَكَيْفَ لِي بِهِ ؟ قالَ : تَأْخُذُ مَعَكَ حُوتًا فَتَجْعَلُهُ فِي مِكْتَلٍ ، فَحَيْثُمَا فَقَدْتَ الحوتَ فَهُوَ ثَمَّ ، فَأَخَذَ حُوتًا فَجَعَلَهُ فِي مِكْتَلٍ ، ثُمَّ انْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهُ بِفَتَاهُ يُوشَعَ بْنِ نُونٍ ، حَتَّى إِذَا أَتَيَا الصَّخْرَةَ وَضَعَا رُؤُوسَهُمَا فَنَامَا ، وَاضْطَرَبَ الحُوتُ فِي المِكْتَلِ فَخَرَجَ مِنْهُ فَسَقَطَ فِي الْبَحْرِ ، فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ، وَأَمْسَكَ اللّٰهُ عَنِ الحُوتِ جِرْيَةَ المَاءِ فَصَارَ عَلَيْهِ مِثْلَ الطَّاقِ ، فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ نَسِيَ صَاحِبُهُ أَنْ يُخْبِرَهُ بِالحوتِ ، فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا وَلَيْلَتِهِمَا ، حَتَّى إِذَا كانَ مِنَ الْغَدِ قالَ مُوسٰى لِفَتَاهُ : آتِنَا غَدَاءَنَا ، لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ، قالَ : وَلَمْ يَجِدْ مُوسٰى النَّصَبَ حَتَّى جاوَزَا المَكانَ الَّذِي أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ ، فَقَالَ لَهُ فَتَاهُ : أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ ، فَإِنِّي نَسِيتُ الحُوتَ ، وَما أَنْسَانِيهِ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ، وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ، قالَ : فَكانَ لِلْحُوتِ سَرَبًا ، وَلِمُوسٰى وَلِفَتَاهُ عَجَبًا ، فَقَالَ مُوسٰى : ذٰلِكَ ما كُنَّا نَبْغِي ، فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِما قَصَصًا ، قالَ : رَجَعَا يَقُصَّانِ آثَارَهُما حَتَّى انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ ، فَإِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى ثَوْبًا ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوسٰى ، فَقَالَ الخَضِرُ : وَأَنَّى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ ، قالَ : أَنَا مُوسٰى ، قالَ : مُوسٰى بَنِي إِسْرَائِيلَ ؟ قالَ : نَعَمْ ، أَتَيْتُكَ لِتُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رَشَدًا ، قالَ : إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ، يَا مُوسٰى إِنِّي عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ ، وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لَا أَعْلَمُهُ ، فَقَالَ مُوسٰى : سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ، فَقَالَ لَهُ الخَضِرُ : فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ ، حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ، فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ ، فَمَرَّتْ سَفِينَةٌ فَكَلَّمُوهُمْ أَنْ يَحْمِلُوهُمْ ، فَعَرَفُوا الخَضِرَ فَحَمَلُوهُمْ بِغَيْرِ نَوْلٍ ، فَلَمَّا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ ، لَمْ يَفْجَأْ إِلَّا وَالخَضِرُ قَدْ قَلَعَ لَوْحًا مِنْ أَلْوَاحِ السَّفِينَةِ بِالْقَدُومِ ، فَقَالَ لَهُ مُوسٰى : قَوْمٌ حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ إِلَى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا ،

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ، قَالَ : أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ، قَالَ : لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ، قَالَ : وَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : وَكَانَتِ الْأُولَى مِنْ مُوسَى نِسْيَانًا ، قَالَ : وَجَاءَ عُصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ ، فَنَقَرَ فِي الْبَحْرِ نَقْرَةً ، فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ : مَا عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ ٱللهِ ، إِلَّا مِثْلُ مَا نَقَصَ هٰذَا الْعُصْفُورُ مِنْ هٰذَا الْبَحْرِ ، ثُمَّ خَرَجَا مِنَ السَّفِينَةِ ، فَبَيْنَا هُمَا يَمْشِيَانِ عَلَى السَّاحِلِ ، إِذْ أَبْصَرَ الْخَضِرُ غُلَامًا يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ ، فَأَخَذَ الْخَضِرُ رَأْسَهُ بِيَدِهِ فَاقْتَلَعَهُ بِيَدِهِ فَقَتَلَهُ ، فَقَالَ لَهُ مُوسَى : أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَاكِيَةً بِغَيْرِ نَفْسٍ ، لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا ، قَالَ : أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ، قَالَ : وَهٰذَا أَشَدُّ مِنَ الْأُولَى ، قَالَ : إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا ، فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا ، فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ ، قَالَ : مَائِلٌ ، فَقَامَ الْخَضِرُ فَأَقَامَهُ بِيَدِهِ ، فَقَالَ مُوسَى : قَوْمٌ أَتَيْنَاهُمْ فَلَمْ يُطْعِمُونَا وَلَمْ يُضَيِّفُونَا ، لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ، قَالَ : «هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ - إِلَى قَوْلِهِ - ذٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا» . فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : وَدِدْنَا أَنَّ مُوسَى كَانَ صَبَرَ حَتَّى يَقُصَّ ٱللهُ عَلَيْنَا مِنْ خَبَرِهِمَا)

قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ : فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ : وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا . وَكَانَ يَقْرَأُ : وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا وَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ . [ر : ٧٤]

٢١٦ - باب : «فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا» /٦١/ .

مَذْهَبًا ، يَسْرُبُ يَسْلُكُ ، وَمِنْهُ : «وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ» /الرعد: ١٠/ .

٤٤٤٩ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ : أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قَالَ : أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، يَزِيدُ أَحَدُهُمَا عَلَى صَاحِبِهِ ، وَغَيْرُهُمَا قَدْ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ : إِنَّا لَعِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي بَيْتِهِ ، إِذْ قَالَ : سَلُونِي ، قُلْتُ : أَيْ أَبَا عَبَّاسٍ ، جَعَلَنِي ٱللهُ فِدَاءَكَ ، بِالْكُوفَةِ رَجُلٌ قَاصٌّ يُقَالُ لَهُ نَوْفٌ ، يَزْعُمُ أَنَّهُ لَيْسَ بِمُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ ، أَمَّا عَمْرٌو فَقَالَ لِي : قَالَ : قَدْ كَذَبَ عَدُوُّ ٱللهِ ، وَأَمَّا يَعْلَى فَقَالَ لِي : قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (مُوسَى رَسُولُ ٱللهِ عَلَيْهِ

السَّلَامُ ، قالَ : ذَكَّرَ النَّاسَ يَوْمًا ، حَتَّى إِذَا فَاضَتِ الْعُيُونُ وَرَقَّتِ الْقُلُوبُ وَلَّى ، فَأَدْرَكَهُ رَجُلٌ فَقَالَ : أَيْ رَسُولَ اللهِ ، هَلْ في الْأَرْضِ أَحَدٌ أَعْلَمُ مِنْكَ ؟ قالَ : لَا ، فَعَتَبَ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَى اللهِ ، قِيلَ : بَلَى ، قالَ : أَيْ رَبِّ ، فَأَيْنَ ؟ قالَ : بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ ، قالَ : أَيْ رَبِّ ، اجْعَلْ لِي عَلَمًا أَعْلَمُ ذٰلِكَ بِهِ ، فَقَالَ لِي عَمْرٌو : قالَ : حَيْثُ يُفَارِقُكَ الحوتُ ، وَقالَ لِي يَعْلَى : قالَ : خُذْ نُونًا مَيِّتًا ، حَيْثُ يُنْفَخُ فِيهِ الرُّوحُ ، فَأَخَذَ حُوتًا فَجَعَلَهُ في مِكْتَلٍ ، فَقالَ لِفَتَاهُ : لَا أُكَلِّفُكَ إِلَّا أَنْ تُخْبِرَنِي بِحَيْثُ يُفَارِقُكَ الحوتُ ، قالَ : ما كَلَّفْتَ كَثِيرًا ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ : «وَإِذْ قالَ مُوسَى لِفَتَاهُ» . يُوشَعَ بْنِ نُونٍ ، – لَيْسَتْ عَنْ سَعِيدٍ – قالَ : فَبَيْنَما هُوَ في ظِلِّ صَخْرَةٍ في مَكانٍ ثَرْيَانَ ، إِذْ تَضَرَّبَ الحُوتُ وَمُوسَى نَائِمٌ ، فَقَالَ فَتَاهُ : لَا أُوقِظُهُ ، حَتَّى إِذَا اسْتَيْقَظَ نَسِيَ أَنْ يُخْبِرَهُ ، وَتَضَرَّبَ الحوتُ حَتَّى دَخَلَ الْبَحْرَ ، فَأَمْسَكَ اللهُ عَنْهُ جِرْيَةَ الْبَحْرِ ، حَتَّى كَأَنَّ أَثَرَهُ في حَجَرٍ . قالَ لِي عَمْرٌو : هٰكَذَا كَأَنَّ أَثَرَهُ في حَجَرٍ – وَحَلَّقَ بَيْنَ إِبْهَامَيْهِ وَاللَّتَيْنِ تَلِيَانِهِمَا – لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ، قالَ : قَدْ قَطَعَ اللهُ عَنْكَ النَّصَبَ – لَيْسَتْ هٰذِهِ عَنْ سَعِيدٍ – أَخْبَرَهُ فَرَجَعَا ، فَوَجَدَا خَضِرًا . قالَ لِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي سُلَيْمانَ : عَلَى طِنْفِسَةٍ خَضْرَاءَ عَلَى كَبِدِ الْبَحْرِ ، قالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ : مُسَجًّى بِثَوْبِهِ ، قَدْ جَعَلَ طَرَفَهُ تَحْتَ رِجْلَيْهِ وَطَرَفَهُ تَحْتَ رَأْسِهِ ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوسَى فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ وَقالَ : هَلْ بِأَرْضِي مِنْ سَلَامٍ ، مَنْ أَنْتَ : قالَ : أَنَا مُوسَى ، قالَ : مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ ؟ قالَ : نَعَمْ . قالَ : فَمَا شَأْنُكَ ؟ قالَ : جِئْتُ لِتُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رَشَدًا ، قالَ : أَمَا يَكْفِيكَ أَنَّ التَّوْرَاةَ بِيَدَيْكَ ، وَأَنَّ الْوَحْيَ يَأْتِيكَ ؟ يَا مُوسَى ، إِنَّ لِي عِلْمًا لَا يَنْبَغِي لَكَ أَنْ تَعْلَمَهُ وَإِنَّ لَكَ عِلْمًا لَا يَنْبَغِي لِي أَنْ أَعْلَمَهُ ، فَأَخَذَ طَائِرٌ بِمِنْقَارِهِ مِنَ الْبَحْرِ ، فَقَالَ : وَاللهِ ما عِلْمِي وَما عِلْمُكَ في جَنْبِ عِلْمِ اللهِ ، إِلَّا كَمَا أَخَذَ هٰذَا الطَّائِرُ بِمِنْقَارِهِ مِنَ الْبَحْرِ ، حَتَّى إِذَا رَكِبَا في السَّفِينَةِ وَجَدَا مَعَابِرَ صِغَارًا ، تَحْمِلُ أَهْلَ هٰذَا السَّاحِلِ إِلَى أَهْلِ السَّاحِلِ الآخَرِ ، عَرَفُوهُ ، فَقَالُوا : عَبْدُ اللهِ الصَّالِحُ – قالَ : قُلْنَا لِسَعِيدٍ : خَضِرٌ ، قالَ : نَعَمْ – لَا نَحْمِلُهُ بِأَجْرٍ ، فَخَرَقَهَا وَوَتَدَ فِيهَا وَتِدًا ، قالَ مُوسَى : أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا ، لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا – قالَ مُجَاهِدٌ : مُنْكَرًا – قالَ : أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ، كَانَتِ الْأُولَى نِسْيَانًا ، وَالْوُسْطَى شَرْطًا ، وَالثَّالِثَةُ عَمْدًا ، قالَ : لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ، لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ . قالَ يَعْلَى : قالَ سَعِيدٌ : وَجَدَ غِلْمَانًا

يَلْعَبُونَ ، فَأَخَذَ غُلامًا كافِرًا ظَرِيفًا فَأَضْجَعَهُ ثُمَّ ذَبَحَهُ بِالسِّكِّينِ ، قالَ : أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ - لَمْ تَعْمَلْ بِالْحِنْثِ ، وَكانَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَرَأَهَا : زَكِيَّةً زاكِيَةً مُسْلِمَةً ، كَقَوْلِكَ غُلامًا زَكِيًّا - فَانْطَلَقَا فَوَجَدَا جِدارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ - قالَ سَعِيدٌ بِيَدِهِ هٰكَذَا ، وَرَفَعَ يَدَهُ - فَاسْتَقَامَ - قالَ يَعْلَى : حَسِبْتُ أَنَّ سَعِيدًا قالَ : فَمَسَحَهُ بِيَدِهِ فَاسْتَقَامَ - لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا - قالَ سَعِيدٌ : أَجْرًا نَأْكُلُهُ - وَكانَ وَرَاءَهُمْ - وَكانَ أَمامَهُمْ ، قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ : أَمامَهُمْ مَلِكٌ . يَزْعُمُونَ عَنْ غَيْرِ سَعِيدٍ : أَنَّهُ هُدَدُ بْنُ بُدَدٍ ، وَالْغُلامُ الْمَقْتُولُ اسْمُهُ يَزْعُمُونَ جَيْسُورٌ - مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ، فَأَرَدْتُ إِذَا هِيَ مَرَّتْ بِهِ أَنْ يَدَعَهَا لِعَيْبِهَا ، فَإِذَا جاوَزُوا أَصْلَحُوهَا فَانْتَفَعُوا بِهَا - وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ سَدُّوهَا بِقارُورَةٍ ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ بِالْقارِ - كانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ وَكانَ كافِرًا ، فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا ، أَنْ يَحْمِلَهُمَا حُبُّهُ عَلَى أَنْ يُتابِعَاهُ عَلَى دِينِهِ ، فَأَرَدْنَا أَنْ يُبَدِّلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكاةً ، لِقَوْلِهِ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً ، وَأَقْرَبَ رُحْمًا ، هُما بِهِ أَرْحَمُ مِنْهُمَا بِالْأَوَّلِ الَّذِي قَتَلَ خَضِرٌ) . وَزَعَمَ غَيْرُ سَعِيدٍ : أَنَّهُمَا أُبْدِلَا جارِيَةً ، وَأَمَّا دَاوُدُ بْنُ أَبِي عاصِمٍ فَقالَ : عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ : إِنَّهَا جارِيَةٌ . [ر : ۷٤]

اَخْبَرَنِىْ يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلٰى صَاحِبِهٖ، وَغَيْرُهُمَا سَمِعْتُهٗ يُحَدِّثُهٗ عَنْ سَعِيْدٍ

ہشام بن یوسف کے استاذ ابن جریج فرماتے ہیں کہ مجھ سے یعلی بن مسلم اور عمرو بن دینار نے سعید بن جبیر کے واسطہ سے بیان کیا اور ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے الفاظ کچھ زیادہ کہے تھے اور ان دونوں (یعنی یعلی بن مسلم اور عمرو بن دینار) کے علاوہ ایک اور شخص سے بھی میں نے سنا وہ بھی سعید بن جبیر سے حدیث بیان کررہے تھے۔ حاصل یہ کہ یہاں ابن جریج کے تین شیخ ہیں۔ ❶ ایک یعلی بن مسلم ❷ دوم عمرو بن دینار ❸ اور سوم غیرھما پہلے دو کے علاوہ، امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کا نام آگے روایت میں ذکر کردیا ہے چنانچہ فرمایا قال لی عثمان بن ابی سلیمان۔

سَرَبًا: مَذْهَبًا، يَسْرُبُ: يَسْلُكُ، ومنه: "وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ"

"فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ سَرَبًا" پس اس مچھلی نے دریا میں اپنا راستہ بنالیا سرنگ بناکر

امام فرماتے ہیں کہ آیت میں "سَرَبًا" "مَذْهَبًا" کے معنی میں ہے یعنی راستہ، چلنے کی جگہ۔

یَسْرَبُ: یَسْلُکُ: وہ چلتا ہے اور سورۃ رعد کی آیت میں "وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ" اسی سے ہے یعنی دن کو چلنے والا

اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ، لَمْ تَعْمَلْ بِالْحِنْثِ، وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقْرَأُهَا زَكِيَّةً: زَاكِيَةً: مُسْلِمَةً، كَقَوْلِكَ: غُلَامًا زَكِيًّا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا کہ آپ نے ایک بے گناہ جان کو بغیر جان کے بدلے قتل کیا، جس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔

حضرت ابن عباس "زَكِيَّةً" کے بجائے "زَاكِيَةً" پڑھتے تھے بمعنی مسلمۃ، جیسے "غُلَامًا زَكِيًّا" میں ہے۔

۲۱۷ – باب: «فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا. قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ».

إِلَى قَوْلِهِ: «عَجَبًا» /٦٢، ٦٣/. «صُنْعًا» /١٠٤/: عَمَلاً. «حِوَلاً» /١٠٨/: تَحَوُّلاً.

«قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا» /٦٤/. «إِمْرًا» /٧١/: وَ«نُكْرًا» /٧٤/: دَاهِيَةً. «يَنْقَضَّ» /٧٧/: يَنْقَاضُ كَمَا تَنْقَاضُ السِّنُّ. «لَتَخِذْتَ» /٧٧/: وَاتَّخَذْتَ وَاحِدٌ. «رُحْمًا» /٨١/: مِنَ الرُّحْمِ، وَهِيَ أَشَدُّ مُبَالَغَةً مِنَ الرَّحْمَةِ، وَنَظُنُّ أَنَّهُ مِنَ الرَّحِيمِ، وَتُدْعَى مَكَّةُ أُمَّ رُحْمٍ، أَيِ الرَّحْمَةُ تَنْزِلُ بِهَا.

إِمْرًا، وَنُكْرًا: دَاهِيَةً

ایک آیت میں ہے "لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا" اور دوسری آیت میں ہے "لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا"

فرماتے ہیں کہ "إِمْرًا" اور "نُكْرًا" کے معنی ہیں: دَاهِيَةً: مصیبت، بڑا معاملہ اور مجاہد نے "إِمْرًا" کا ترجمہ "منکرا" کیا ہے یعنی ناآشنا اور تعجب خیز کام

صُنْعًا: عَمَلًا

"وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا" اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں اس میں

"صُنْعًا" "عَمَلًا" کے معنی میں ہے۔

حولا: تحولاً

"لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا" وہ لوگ جنت سے کہیں اور جانا نہیں چاہیں گے فرماتے ہیں اس "حِوَلًا" "تَحَوُّلًا" کے معنی میں ہے یعنی پھرنا۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یعنی ہمیشہ رہنے سے اکتائیں گے نہیں، ہر دم تازہ بتازہ نعمتیں ملیں گی کبھی خواہش نہ کریں گے کہ ہم کو یہاں سے منتقل کر دیا جائے"

يَنْقَضَّ: يَنْقَاضُ، كَمَا تَنْقَاضُ السِّنُّ

آیت کریمہ میں ہے "فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيْدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ" ان دونوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گرنا چاہتی تھی پس حضرت خضر نے اس کو سیدھا کر دیا۔

فرماتے ہیں يَنْقَضَّ اور يَنْقَاضُ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی گرنا، جیسے کہتے ہیں تنقاض السنّ دانت گر رہا ہے۔

لَتَخِذْتَ، وَاتَّخَذْتَ وَاحِدٌ

"قَالَ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر آپ چاہتے تو اس کام پر اجرت ہی لے لیتے، فرماتے ہیں کہ آیت میں ایک قرائت "لَتَخِذْتَ" ہے تخذت (از باب سمع) اور اِتَّخَذْتَ (از باب افتعال) دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی لینا

رُحْمًا: مِنَ الرُّحْمِ، وَهِيَ أَشَدُّ مُبَالَغَةً مِنَ الرَّحْمَةِ، وَنَظُنُّ أَنَّهُ مِنَ الرَّحِيْمِ، وَتُدْعَى مَكَّةُ أُمَّ رُحْمٍ، أَيِ الرَّحْمَةُ تَنْزِلُ بِهَا

"خَيْرًا مِنْهُ زَكٰوةً وَّأَقْرَبَ رُحْمًا" فرماتے ہیں "رُحْمًا" "رُحْمٌ" سے ماخوذ ہے بمعنیٰ قرابت و رشتہ داری اور اس میں "رحمة" سے زیادہ مبالغہ ہے اور ایک خیال یہ بھی ہے کہ "رحما" "رحیم" سے ماخوذ ہے مکہ کو "أُمُّ الرُّحْمِ" کہتے ہیں کیونکہ وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

قوله: "من الرَّحِم" بكسر الحاء بمعنى القرابة، وهى اشد مبالغة من الرحمة التى هى رقة والتعطف، لاستلزام القرابة الرقة غالباً من غير عكس، فظن بعضهم انه مشتق من الرحيم الذى من الرحمة، وغرضه انه بمعنى القرابة، لاالرقة، وعندالبعض بالعكس۔ (۱)

٤٤٥٠ : حدّثني قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قالَ : حَدَّثَنِي سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قالَ : قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ : إِنَّ نَوْفًا الْبِكَالِيَّ يَزْعُمُ : أَنَّ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ لَيْسَ بِمُوسَى الخَضِرِ ، فَقَالَ : كَذَبَ عَدُوُّ اللهِ . حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قالَ : (قامَ مُوسَى خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ ، فَقِيلَ لَهُ : أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ ؟ قالَ : أَنَا ، فَعَتَبَ اللهُ عَلَيْهِ ، إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ ، وَأَوْحَى إِلَيْهِ : بَلَى ، عَبْدٌ مِنْ عِبَادِي بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ ، هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ . قالَ : أَيْ رَبِّ ، كَيْفَ السَّبِيلُ إِلَيْهِ ؟ قالَ : تَأْخُذُ حُوتًا فِي مِكْتَلٍ ، فَحَيْثُمَا فَقَدْتَ الحُوتَ فَاتَّبِعْهُ ، قالَ : فَخَرَجَ مُوسَى وَمَعَهُ فَتَاهُ يُوشَعُ بْنُ نُونٍ ، وَمَعَهُمَا الحُوتُ ، حَتَّى انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَنَزَلَا عِنْدَهَا ، قالَ : فَوَضَعَ مُوسَى رَأْسَهُ فَنَامَ . قالَ سُفْيَانُ : وَفِي حَدِيثِ غَيْرِ عَمْرٍو قالَ : وَفِي أَصْلِ الصَّخْرَةِ عَيْنٌ يُقَالُ لَهَا الحَيَاةُ ، لَا يُصِيبُ مِنْ مَائِهَا شَيْءٌ إِلَّا حَيِيَ ، فَأَصَابَ الحُوتَ مِنْ مَاءِ تِلْكَ الْعَيْنِ ، قالَ : فَتَحَرَّكَ وَانْسَلَّ مِنَ الْمِكْتَلِ فَدَخَلَ الْبَحْرَ ، فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ مُوسَى قالَ لِفَتَاهُ : «آتِنَا غَدَاءَنَا» . الآيَةَ ، قالَ : وَلَمْ يَجِدِ النَّصَبَ حَتَّى جَاوَزَ مَا أُمِرَ بِهِ ، قالَ لَهُ فَتَاهُ يُوشَعُ بْنُ نُونٍ : «أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الحُوتَ» . الآيَةَ ، قالَ : فَرَجَعَا يَقُصَّانِ فِي آثَارِهِمَا ، فَوَجَدَا فِي الْبَحْرِ كَالطَّاقِ مَمَرَّ الحُوتِ ، فَكَانَ لِفَتَاهُ عَجَبًا ، وَلِلْحُوتِ سَرَبًا ، قالَ : فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ ، إِذْ هُمَا بِرَجُلٍ مُسَجًّى بِثَوْبٍ ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوسَى ، قالَ : وَأَنَّى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ ، فَقَالَ : أَنَا مُوسَى ، قالَ : مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ ؟ قالَ : نَعَمْ ، قالَ : هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَنْ تُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رَشَدًا . قالَ لَهُ الخَضِرُ : يَا مُوسَى إِنَّكَ عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللهِ عَلَّمَكَهُ اللهُ لَا أَعْلَمُهُ ، وَأَنَا عَلَى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللهِ عَلَّمَنِيهِ اللهُ لَا تَعْلَمُهُ . قالَ : بَلْ أَتَّبِعُكَ ؟ قالَ : فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا . فَانْطَلَقَا

(۱) شرح الکرمانی: ۱۹۹/۱۷

يَمْشِيَانِ عَلَى السَّاحِلِ ، فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ فَعُرِفَ الخَضِرُ ، فَحَمَلُوهُمْ فِي سَفِينَتِهِمْ بِغَيْرِ نَوْلٍ ، يَقُولُ : بِغَيْرِ أَجْرٍ ، فَرَكِبَا السَّفِينَةَ . قالَ : وَوَقَعَ عُصْفُورٌ عَلَى حَرْفِ السَّفِينَةِ ، فَغَمَسَ مِنْقَارَهُ فِي البَحْرِ ، فَقَالَ الخَضِرُ لِمُوسٰى : ما عِلْمُكَ وَعِلْمِي وَعِلْمُ الخَلَائِقِ فِي عِلْمِ ٱللّٰهِ ، إِلَّا مِقْدَارُ ما غَمَسَ هٰذَا العُصْفُورُ مِنْقَارَهُ ، قالَ : فَلَمْ يَفْجَأْ مُوسٰى إِذْ عَمَدَ الخَضِرُ إِلَى قَدُومٍ فَخَرَقَ السَّفِينَةَ ، فَقَالَ لَهُ مُوسٰى : قَوْمٌ حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ ، عَمَدْتَ إِلَى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا : «لَقَدْ جِئْتَ» ٱلآيَةَ ، فَانْطَلَقَا إِذَا هُما بِغُلَامٍ يَلْعَبُ مَعَ الغِلْمَانِ ، فَأَخَذَ الخَضِرُ بِرَأْسِهِ فَقَطَعَهُ ، قالَ لَهُ مُوسٰى : أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ ، لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا ، قالَ : أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِي صَبْرًا - إِلَى قَوْلِهِ - فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُما فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ ، فَقَالَ بِيَدِهِ : هٰكَذَا فَأَقَامَهُ ، فَقَالَ لَهُ مُوسٰى : إِنَّا دَخَلْنَا هٰذِهِ القَرْيَةَ فَلَمْ يُضَيِّفُونَا وَلَمْ يُطْعِمُونَا ، لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ، قالَ : هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ ، سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ ما لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا . فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : وَدِدْنَا أَنَّ مُوسٰى صَبَرَ حَتَّى يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِما) . قالَ : وَكَانَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ يَقْرَأُ : وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا ، وَأَمَّا الغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا . [ر : ٧٤]

مذکورہ تینوں ابواب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث خضر ذکر فرمائی ہے ، یہ حدیث کتاب العلم میں "باب ماذکر فی ذھاب موسیٰ علیہ السلام فی البحر الی الخضر علیہ السلام" اور "باب مایستحب للعالم اذا سئل ای الناس اعلم" کے تحت گزر چکی ہے (۱۶) اور اس کے متعلق تفصیلی ابحاث بھی وہیں گزری ہیں۔

٢١٨ - باب : «قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا» /١٠٣/ .

٤٤٥١ : حدَّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا محمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرِو ٱبْنِ مُرَّةَ ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قالَ : سَأَلْتُ أَبِي : «قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا» .

---

(۱۶) صحیح البخاری، باب ماذکر فی ذھاب موسیٰ فی البحر الی الخضر: ۱/۱۷ و ایضا فی باب الخروج فی طلب العلم علی نفس الصفحة، وباب مایستحب للعالم اذا سئل ای الناس اعلم: ۱/۲۳

(۴۴۵۱) واخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ فی التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: هل ننبئکم بالاخسرین اعمالا، رقم الحدیث: ۱۱۳۱۳، وھذا الحدیث لم یخرجه احد من اصحاب الستة سوی البخاری۔

هُمُ الحَرُورِيَّةُ ؟ قالَ : لَا ، هُمُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى ، أَمَّا الْيَهُودُ : فَكَذَّبُوا مُحَمَّدًا ﷺ ، وَأَمَّا النَّصَارَى : كَفَرُوا بِالجَنَّةِ وَقالُوا : لَا طَعَامَ فِيهَا وَلَا شَرَابَ . وَالحَرُورِيَّةُ : «الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ» . وَكانَ سَعْدٌ يُسَمِّيهِمُ الْفَاسِقِينَ .

حضرت مصعب بن سعد نے اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آیت کریمہ میں "الْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا" سے کون لوگ مراد ہیں؟ کیا ان سے حروری یعنی خارجی مراد ہیں؟ حضرت سعد نے فرمایا نہیں، اس سے یہاں یہود و نصاریٰ مراد ہیں، یہود نے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اس لئے ان کے سارے اعمال ضائع ہوگئے اور نصاریٰ نے جنت کا انکار کیا اور کہا کہ اس میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ملے گی۔

جہاں تک تعلق ہے حروریہ یعنی خوارج کا تو اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اللہ کے عہد و میثاق کو توڑا، حضرت سعد ان کو فاسق کہا کرتے تھے۔

روایت میں ہے کہ نصاریٰ نے جنت کا انکار کیا، حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نصاریٰ روحانی جنت کے قائل ہیں، جنت حسی کے قائل نہیں ہیں (۱۷) ان کا یہ مذہب فلاسفہ کے نقطہ نظر سے قریب ہے وہ بھی حسی جنت کے قائل نہیں لیکن بلاشبہ نصاریٰ کا یہ خیال تحریف کی پیداوار ہے، جنت حسیہ کا نقطہ نظر مذاہب سماویہ کا اجماعی مسئلہ ہے اس لئے نصرانی آسمانی تعلیم کے اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۱۹ - باب : «أُولٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ» . الآيَة /۱۰۵/ .

۴۴۵۲ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : أَخْبَرَنَا المُغِيرَةُ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قالَ : (إِنَّهُ لَيَأْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيمُ السَّمِينُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ . وَقالَ : اقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ : «فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا») .

وَعَنْ يَحْيَى بْنِ بُكَيْرٍ ، عَنِ المُغِيرَةِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ مِثْلَهُ .

(۱۷) فیض الباری: ۲۰۲/۴

(۴۴۵۲) واخرجہ مسلم فی صفات المنافقین واحکامھم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، رقم الحدیث: ۲۷۸۵

قیامت کے دن وزن کس چیز کا ہوگا؟

بعض حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ وزن اشخاص کا ہوگا، اس سلسلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ قیامت کے دن وزن اعمال کا ہوگا یا اعمال کے صحیفوں کا ہوگا یا اشخاص کا ہوگا، تینوں قول ہیں۔

❶ بعض حضرات کہتے ہیں کہ وزن اشخاص کا ہوگا، وہ حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے استدلال کرتے ہیں جو امام احمد نے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے ان کے متعلق فرمایا "اتعجبون من دقة ساقيه، والذی نفسی بیده، لهما فی المیزان اثقل من احد(۱۸)"

❷ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ وزن صحائفِ اعمال کا ہوگا، یہ حضرات حدیث بطاقہ سے استدلال کرتے ہیں جو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی لایا جائے گا میزان کے ایک پلڑے میں اس کے اعمال کے بدلے ننانوے صحیفے ہوں گے اور دوسرے پلڑے میں ایک بِطاقہ رکھا جائے گا جس میں صرف "لاالہ الااللہ" لکھا ہوگا، بطاقہ والا پلڑا بھاری ہوجائے گا۔ (۱۹)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وزن صحائفِ اعمال کا ہوگا۔

❸ لیکن بہت سے علماء کہتے ہیں کہ وزن اعمال کا ہوگا، اللہ جل شانہ اعمال صالحہ کو اچھی صورت اور اعمالِ بد کو بری صورت میں تبدیل کردیں گے اور ان صورتوں کو میزان میں رکھا جائے گا۔

یہ حضرات حضرت براء بن عازبؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ قبر میں مومن کے پاس ایک خوبصورت نوجوان جس سے خوشبو مہک رہی ہوگی آئے گا وہ اس سے پوچھے گا کہ آپ کون ہیں؟ تو وہ نوجوان جواب میں کہے گا "انا عملک الصالح" میں آپ کا نیک عمل ہوں، کافر اور منافق کے حق میں اس کے برعکس معاملہ ہوگا۔ (۲۰)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال صورت کی شکل اختیار کریں گے لہذا وزن اعمال کا ہوگا باقی حدیث باب اور آیت "فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک ان کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی، چنانچہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

---

(۱۸) رواہ احمد: ۱/۴۲۰۔ کذا فی تفسیر سورۃ الکہف: ۲۹۵

(۱۹) سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فیمن یموت، وهو یشهد ان لا اله الا الله: ۵/۲۵۔ رقم ۲۶۳۹

(۲۰) رواہ احمد: ۵/۲۸۷۔ کذا فی تفسیر سورہ الکہف ۲۹۵

قولہ "فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا" یعنی مع کون الکفار لحیما شحیما فی الدنیا، لیس لأعمالهم وزن عنداللہ تعالیٰ، وقد استدل منه علی وزن الاشخاص ایضاً، والصواب ان المراد منه وزن الاعمال فقط، وانما تعرض الیٰ عدم وزن انفسهم، اشارۃ الی انهم ممن لاعبادۃ بهم عنداللہ تعالیٰ" (۲۱)

۲۲۰ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ مَرْيَمَ .

قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ» ٱللَّهُ يَقُولُهُ ، وَهُمُ ٱلْيَوْمَ لَا يَسْمَعُونَ وَلَا يُبْصِرُونَ «فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ» /۳۸/ : يَعْنِي قَوْلَهُ «أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ» : الْكُفَّارُ يَوْمَئِذٍ أَسْمَعُ شَيْءٍ وَأَبْصَرُهُ . «لَأَرْجُمَنَّكَ» /۴۶/ : لَأَشْتِمَنَّكَ . «وَرِئْيًا» /۷۴/ : مَنْظَرًا .

وَقَالَ أَبُو وَائِلٍ : عَلِمَتْ مَرْيَمُ أَنَّ التَّقِيَّ ذُو نُهْيَةٍ حَتَّى قَالَتْ : «إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا» /۱۸/ .

وَقَالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : «تَؤُزُّهُمْ أَزًّا» /۸۳/ : تُزْعِجُهُمْ إِلَى الْمَعَاصِي إِزْعَاجًا .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «لُدًّا» /۹۷/ : عِوَجًا .

قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «وِرْدًا» /۸۶/ : عِطَاشًا . «أَثَاثًا» /۷۴/ : مَالاً . «إِدًّا» /۸۹/ : قَوْلاً عَظِيمًا . «رِكْزًا» /۹۸/ : صَوْتًا .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «فَلْيَمْدُدْ» /۷۵/ : فَلْيَدَعْهُ . «غَيًّا» /۵۹/ : خُسْرَانًا . «بُكِيًّا» /۵۸/ : جَمَاعَةُ بَاكٍ . «صِلِيًّا» /۷۰/ : صَلِيَ يَصْلَى . «نَدِيًّا» /۷۳/ : وَالنَّادِي وَاحِدٌ ، مَجْلِسًا .

سورۃ کھیعص

وقال ابن عباس: "اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ" اللہ یقولہ، وَهُمُ الْيَوْمَ لَا يَسْمَعُوْنَ وَلَا يُبْصِرُوْنَ

آیت میں ہے "اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ" حضرت ابن

(۲۱) فیض الباری: ۲۰۳/۴

عباسؓ نے فرمایا کہ "اَسۡمِعۡ بِهِمۡ وَاَبۡصِرۡ" یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ قیامت میں جب یہ ہمارے پاس آئیں گے تو بڑے سننے والے اور بڑے دیکھنے والے ہونگے لیکن دنیا میں اس وقت نہ حق بات کو سنتے ہیں اور نہ ہی حقائق کو دیکھنے کے لئے آمادہ ہیں" (۲۲)۔

"فی ضلال مبین" کی کوئی تفسیر امام بخاری نے یہاں نقل نہیں کی چونکہ آیت یہاں ختم ہوجاتی ہے اس لئے اس کا ذکر یہاں کیا ہے باقی ضلالِ مبین کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں نہ حق کو سنتے ہیں اور نہ حقائق کو دیکھتے ہیں، یہ تعلیق ابن ابی حاتم نے موصولاً نقل کی ہے۔ (۲۳)

صیغۂ تعجب اَسۡمِعۡ بِهِمۡ وَاَبۡصِرۡ پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ تعجب کرنا تو اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب نہیں چونکہ تعجب تو ناواقف کو ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اپنے بندوں کے ساتھ محاورات کے مطابق ہوا کرتا ہے اس لئے جن مواقع میں وہ تعجب کا اظہار کیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ وہاں تعجب کو ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ بے تکلف مطلب سمجھ سکیں اس کی کیفیت کیا ہوتی ہے اس سے ہم واقف نہیں۔

فان الحق ان کل ماورد بہ الشرع فھو ثابت فی جنابہ تعالیٰ نعم لابد ان ینزہ جنابہ مایجب التنزیہ لہ (*)

لَاَرۡجُمَنَّکَ: لَاَشۡتِمَنَّکَ

آیت میں ہے "یَا اِبۡرَاهِیۡمُ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهِ لَاَرۡجُمَنَّکَ وَاهۡجُرۡنِیۡ مَلِیًّا" فرماتے ہیں کہ آیت میں "لَاَرۡجُمَنَّکَ" کے معنی ہیں "میں تجھے گالی دوں گا" جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رجم سے مراد رجم باللسان ہے رجم بالحجارۃ مراد نہیں ہے، بعض حضرات نے مارنا بھی مراد لیا ہے (۲۴)۔ شیخ الہند نے سنگسار کرنے کا ترجمہ کیا ہے۔

وَرِئۡیًا: مَنۡظَرًا

آیت میں ہے "وَکَمۡ اَهۡلَکۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ هُمۡ اَحۡسَنُ اَثَاثًا وَّرِئۡیًا" اَثَاثًا کے معنی سامان و اسباب کے ہیں اور رئیا کے معنی منظر کے ہیں یعنی ان کے پاس سازوسامان بھی خوب تھا اور دیکھنے میں بھی بہت شاندار

(۲۲) لامع الدراری: ۱۳۱/۹ ـ ۱۳۲ وقال الشیخ زکریا رحمہ اللہ فی تعلیقاتہ: ۱۳۱/۹ ـ: "والمراد بقولہ تعالیٰ "لکن الظالمون الیوم..." ای فی الدنیا، وقولہ تعالیٰ: "فی ضلال مبین" معناہ لایسمعون ولایبصرون، قولہ: لایسمعون ولایبصرون تفسیر لقولہ: "فی ضلال مبین"

(۲۳) عمدۃ القاری: ۵۰/۱۹

(*) ملخص من حاشیۃ البدر الساری (جزو ۴ ص ۲۰۳)

(۲۴) عمدۃ القاری: ۵۰/۱۹

نظر آتے تھے۔

وقال ابو وائل: عَلِمَتْ مَرْيَمُ اَنَّ التَّقِىَّ ذُوْنُهْيَةٍ حَتّٰى قالت: اِنِّىْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا

یہ تعلیق بعض نسخوں میں نہیں ہے، امام بخاری رحمہ اللہ یہ تعلیق اس سے پہلے کتاب الانبیاء میں "باب قول اللہ عزوجل: وَاذْكُرْ فِى الْكِتَابِ مَرْيَمَ..." کے تحت صفحہ ۴۸۸ پر ذکر کر چکے ہیں، ابووائل شقیق بن سلمہ فرماتے ہیں کہ حضرت مریم کو یہ بات معلوم تھی کہ متقی آدمی صاحب عقل ہوتا ہے اور فعل شنیع سے رک جاتا ہے تب ہی تو فرشتہ کو اجنبی آدمی کی صورت میں دیکھ کر کہا کہ "مجھ کو رحمن کی پناہ، تجھ سے اگر ہے تو متقی اور ڈر رکھنے والا" علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: "مریم نے اول وہلہ میں سمجھا کہ کوئی آدمی ہے، تنہائی میں دفعۃً ایک مرد کے سامنے آجانے سے قدرتی طور پر خوفزدہ ہوئیں اور اپنی حفاظت کی فکر کرنے لگیں، مگر معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے چہرہ پر تقوی و طہارت کے انوار چمکتے دیکھ کر اسی قدر کہنا کافی سمجھا کہ میں تیری طرف سے رحمان کی پناہ میں آتی ہوں، اگر تیرے دل میں خدا کا ڈر ہوگا تو میرے پاس سے چلا جائے گا اور مجھ سے کچھ تعرض نہ کرے گا"

نُهْيَة: عقل ینهاه عن فعل القبیح۔ نهیة عقل کو کہتے ہیں۔

وقال ابن عيينة: تَؤُزُّهُمْ: تُزْعِجُهُمْ اِلَى الْمَعَاصِىْ اِزْعَاجًا

آیت میں ہے "اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا" (آپ جو ان کفار کی گمراہی پر غمگین ہوتے ہیں تو) کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیاطین کو کفار پر چھوڑ رکھا ہے وہ ان کو خوب ابھارتے رہتے ہیں۔

حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں "تَؤُزُّهُمْ" کے معنی ہیں شیاطین ان کو گناہوں کی طرف دھکیلتے رہتے ہیں۔

وقال مجاهد: اِدًّا: عِوَجًا

آیت میں ہے "لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا" تم نے ارتکاب کیا ایسی شئی کا جو ٹیڑھی ہے، بعض نسخوں میں ہے "لُدًّا: عِوَجًا" "فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا" لُدًّا کے معنی بیان کیے ہیں ٹیڑھا

قومالدا" ٹیڑھی قوم، جھگڑالو قوم، عوجا اور عوَجا دونوں طرح پڑھا گیا ہے، معنی دونوں کے ایک ہیں، اس کے بعد اداً کی تفسیر قول عظیم سے کی ہے، یہ ارشاد اللہ تعالیٰ کے اولاد ثابت کرنے (اَنۡ دَعَوۡا لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدًا) پر فرمایا ہے اور بلاشبہ یہ غلط بھی ہے اور گراں بھی

قال ابن عباس: وِرۡدًا: عِطَاشًا

آیت میں ہے "وَنَسُوۡقُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرۡدًا" (۲۵) ہم اس روز مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا ہونے کی حالت میں ہانکیں گے۔

اَثَاثًا: مَالًا

"هُمۡ اَحۡسَنُ اَثَاثًا وَّرِئۡيًا" (ترجمہ گزر چکا) اس میں "اثاثا" کے معنی مال کے ہیں۔

رِكۡزًا: صَوۡتًا

آیت ہے "وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ هَلۡ تُحِسُّ مِنۡهُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَوۡ تَسۡمَعُ لَهُمۡ رِكۡزًا" یعنی کتنی ہی بدبخت قومیں اپنے جرائم کی پاداش میں ہلاک کی جاچکی ہیں آج ان کے پاؤں کی آہٹ یا ان کی لن ترانیوں کی بھنک بھی سنائی نہیں دیتی، امام بخاری نے رکز کی تفسیر صوت کے ساتھ کی ہے لیکن "رکز" صوت خفی کو کہتے ہیں۔

غَيًّا: خُسۡرَانًا

آیت میں ہے "وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا" غَيًّا کے معنی ہیں خسران، گھاٹا، نقصان حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ غی جہنم کے ایک ایسے غار کا نام ہے جس سے خود جہنم بھی پناہ مانگتی ہے (۲۶)

ہمارے ہندوستانی نسخے میں غیا کے بجائے عِتِيًّا ہے، عتیا کے معنی حد سے باہر ہونے اور

---

(۲۵) قوله: "وردا" جماعة يردون الماء، اسم على لفظ المصدر (عمدة القاري: ۱۹/۵۱)

(۲۶) وعن ابن مسعود: الغي وادفي جهنم، بعيد القعر، وعن عطاء، الغي وادفي جهنم، يسيل قيحاً ودماً، وعن كعب، هو وادفي جهنم، ابعدها قعرا واشدها حرا۔ (عمدة للقاري: ۱۹/۵۱)

انتہائی درجہ تک پہنچنے کے ہیں، آیت میں ہے "وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا" اور میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں، عام نسخوں میں یہ لفظ نہیں ہے بلکہ غَيًّا ہے جس کے معنی خسران کے ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

بُكِيًّا: جَمَاعَةُ بَاكٍ

آیت کریمہ میں ہے "خَرُّوا لَهُ سُجَّدًا وَبُكِيًّا" ابوعبیدہ نے بُكِيًّا کو باک کی جمع قرار دیا ہے اسی کو امام نقل کررہے ہیں لیکن اس پر اشکال ہے کہ بَاکی کی جمع تو بُکاۃ آتی ہے جیسا کہ قاضی کی جمع قُضَاۃ ہے لیکن علامہ عینی نے فرمایا کہ "بُكِيًّا" اصل میں "بُكُوْيٌ" بروزن "فُعُول" ہے جیسے "قاعد" کی جمع قُعُود" ہے، "بُكُوْيٌ" میں واؤ اور یاء دونوں جمع ہوگئے اور ان میں پہلا یعنی واؤ ساکن ہے اس لیے واؤ کو یاء سے بدل دیا اور پھر یاء کا یاء میں ادغام کردیا اور کاف کے ضمہ کو یاء کی وجہ سے کسرے سے بدل دیا تو "بُكِيًّا" ہوگیا۔

صِلِيًّا: صَلِيَ، يَصْلَى

آیت میں ہے "ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَى بِهَا صِلِيًّا" فرماتے ہیں "صِلِيًّا" صَلِيَ يَصْلَى سے ماخوذ ہے جس کے معنی آگ میں داخل ہونے اور جلنے کے آتے ہیں، مطلب ہے کہ ہم جانتے ہیں ان لوگوں کو جو آگ میں داخل ہونے کے زیادہ لائق اور زیادہ مناسب ہیں۔

نَدِيًّا: وَالنَّادِي وَاحِدٌ: مَجْلِسًا

آیت ہے "أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا" فرما رہے ہیں ندی اور نادی دونوں کے معنی مجلس کے ہیں۔

وقال مجاهد: فَلْيَمْدُدْ: فَلْيَدَعْهُ

آیت میں ہے "قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَنُ مَدًّا" یعنی کہہ دیجئے جو گمراہی میں پڑا ہے تو چاہیئے کہ اس کو آزاد چھوڑ دے رحمن اسی راستے پر چلنے کے لئے چونکہ نیک و بد کی خبر دینے کے بعد جب کوئی اپنی مرضی سے برائی کا راستہ اختیار کرتا ہے تو وہی اس کا ذمہ دار ہے، فلیمدد کی تفسیر

فلیدعہ سے کی ہے ۔ یہ ہمارے متن کے نسخے میں نہیں ہے، ہندوستانی نسخے میں ہے

٢٢١ - باب : «وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الحَسْرَةِ» /٣٩/.

٤٤٥٣ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (يُؤْتَى بِالمَوْتِ كَهَيْئَةِ كَبْشٍ أَمْلَحَ ، فَيُنَادِي مُنَادٍ : يَا أَهْلَ الجَنَّةِ ، فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ ، فَيَقُولُ : هَلْ تَعْرِفُونَ هٰذَا ؟ فَيَقُولُونَ : نَعَمْ ، هٰذَا المَوْتُ ، وَكُلُّهُمْ قَدْ رَآهُ . ثُمَّ يُنَادِي : يَا أَهْلَ النَّارِ ، فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ ، فَيَقُولُ : هَلْ تَعْرِفُونَ هٰذَا ؟ فَيَقُولُونَ : نَعَمْ ، هٰذَا المَوْتُ ، وَكُلُّهُمْ قَدْ رَآهُ ، فَيُذْبَحُ . ثُمَّ يَقُولُ : يَا أَهْلَ الجَنَّةِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ . ثُمَّ قَرَأَ : «وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ - وَهٰؤُلَاءِ فِي غَفْلَةٍ أَهْلُ الدُّنْيَا - وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ») .

يُؤْتَى بِالْمَوْتِ كَهَيْئَةِ كَبْشٍ أَمْلَحَ (٢٧)

"موت ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لائی جائے گی" یہاں اشکال ہوتا ہے کہ موت تو ایک عرض ہے اسے مینڈھے کی شکل میں کس طرح لایا جائے گا۔

علامہ مازری نے کہا کہ یہ کلام علی سبیل التمثیل ہے، مقصود اس سے صرف یہ ہے کہ آئندہ کسی کو موت نہیں آئے گی۔ (۲۸)

بعضوں نے کہا کہ اصل میں مینڈھے کو ہی لایا جائے گا تاہم لوگوں کے خیال میں یہ بات ڈال دی جائے گی کہ یہ موت ہے۔ (۲۹)

لیکن اکثر حضرات کہتے ہیں کہ موت ہی کو اللہ جل شانہ مینڈھے کی شکل عطا فرمادیں گے (۳۰)

(۴۴۵۳) واخرجه مسلم فی الجنة و صفة نعیمها واهلها، باب النار یدخلها الجبارون، رقم الحدیث: ۲۸۴۹، و باب وانذرهم یوم الحسرة، رقم الحدیث: ۱۱۳۱۶، واخرجه الترمذی فی التفسیر، باب سورة مریم، رقم الحدیث: ۳۱۵۶، و اخرجه النسائی فی السنن الکبری فی التفسیر رقم الحدیث: ۱۱۳۱۶

(۲۷) ابیض یشوبه سواد (تعلیقات البخاری للدکتور مصطفی: ۱۷۶۰/۴)

(۲۸) عمدة القاری: ۵۲/۱۹۔ ورفع الصوت بذبح الموت للسیوطی: ۹۶۔ فتح الباری: ۴۲۱/۱۱۔ کتاب الرقاق

(۲۹) دیکھیے الحاوی للفتاوی للسیوطی، رفع الصوت بذبح الموت: ۹۶

(۳۰) عمدة القاری: ۵۲/۱۹

اعراض کا اجسام کی شکل میں تبدیل ہوجانا کوئی مستبعد نہیں ہے بلکہ جدید سائنس نے تو ایسے آلات بھی ایجاد کرلئے ہیں جن سے اعراض متجسد ہوکر سامنے آجاتے ہیں تو عالم آخرت میں اگر اس طرح کا واقعہ ہو تو اس پر کسی قسم کا اشکال نہیں کیا جاسکتا۔

فَيَشْرَئِبُّوْنَ، وَيَنظُرُوْنَ

پس گردن اٹھائیں گے اور دیکھیں گے۔ اِشْرَأَبَّ (اقشعر کے وزن پر) گردن اٹھا کر دیکھنا۔

يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ، خُلُوْدٌ، فَلَا مَوْتَ، ويا اهل النار، خلود، فلا موت

موت کو ذبح کردیا جائے گا اور اس کے بعد یہ اعلان ہوگا، ذبح کرنے والے حضرت جبرئیل ہوں گے، بعضوں نے کہا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اسے ذبح کریں گے کیونکہ ان کا نام حیات سے مشتق ہے اور حیات موت کے منافی ہے۔ (۳۱)

جنت اور جہنم دائمی ہیں

اس کے بعد اہل جنت ہمیشہ کے لئے جنت میں اور اہل جہنم ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے جمہور کا بلکہ تمام اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔

البتہ علامہ ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد ابن القیمؒ کہتے ہیں کہ جنت تو دائمی رہے گی تاہم دوزخ کا عذاب دائمی نہیں، ایک طویل عرصے تک جہنم رہے گی جس کو اللہ تعالیٰ نے خلود سے تعبیر کیا ہے اور اس کے بعد اللہ کے فضل وکرم سے جہنم اور اہل جہنم ختم کردیئے جائیں گے۔ (۳۲)

لیکن ان کا یہ قول شاذ اور جمہور امت کے عقیدہ کے خلاف (۳۳) اور ان تمام نصوص سے متعارض ہے جن میں خلود فی النار کی تصریح آئی ہے۔

اگر جہنم کو ختم ہی ہونا ہے تو پھر حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کفار کا یہ مقابلہ اور انبیاء کی

(۳۱) عمدۃ القاری: ۵۲/۱۹۔ وفیض الباری: ۲۰۳/۴

(۳۲) دیکھیے العرف الشذی شرح جامع الترمذی، باب ماجاء فی خلود اهل الجنة والنار: ۸۲/۲، والصواعق المرسلة لابن القیم:

(۳۳) قال الالوسی رحمه الله فی روح المعانی: ۱۲/ ۱۳۶: "وانت تعلم ان خلود الکفار مما اجمع علیه المسلمون، ولا عبرة بالمخالف، والقواطع اکثر من ان تحصی"

زحمتیں اور تکلیفیں اٹھانا سب بے فائدہ اور بے مقصد ہوجاتا ہے اس لئے اہل سنت و الجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ جس طرح جنت کے لئے خلود ہے اسی طرح جہنم کے لئے بھی خلود ہے۔

اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ کتاب الرقاق میں، باب صفة الجنة و النار کے تحت آئے گی۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح پر ایک مستقل رسالہ "رفع الصوت بذبح الموت" کے نام سے لکھا ہے۔ (۳۴)

٢٢٢ - باب : «وَما نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ» /٦٤/.

٤٤٥٤ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ قالَ : سَمِعْتُ أَبِي ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ لِجِبْرِيلَ : (ما يَمْنَعُكَ أَنْ تَزُورَنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُورُنَا) . فَنَزَلَتْ : «وَما نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ ما بَيْنَ أَيْدِينَا وَما خَلْفَنَا» . [ر : ٣٠٤٦]

٢٢٣ - باب : «أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقالَ لَأُوتَيَنَّ مالاً وَوَلَدًا» /٧٧/.

٤٤٥٥ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحَى ، عَنْ مَسْرُوقٍ قالَ : سَمِعْتُ خَبَّابًا قالَ : جِئْتُ الْعَاصِيَ بْنَ وَائِلٍ السَّهْمِيَّ أَتَقَاضَاهُ حَقًّا لِي عِنْدَهُ ، فَقَالَ : لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ ، فَقُلْتُ : لَا ، حَتَّى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ ، قالَ : وَإِنِّي لَمَيِّتٌ ثُمَّ مَبْعُوثٌ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ ، قالَ : إِنَّ لِي هُنَاكَ مالاً وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَهُ ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ : «أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقالَ لَأُوتَيَنَّ مالاً وَوَلَدًا» .

رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ ، وَشُعْبَةُ ، وَحَفْصٌ ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ، وَوَكِيعٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ . [ر : ١٩٨٥]

٢٢٤ - باب : «قَوْلُهُ : «أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ ٱتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا» /٧٨/.

قالَ : مَوْثِقًا .

٤٤٥٦ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحَى ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ خَبَّابٍ قالَ : كُنْتُ قَيْنًا بِمَكَّةَ ، فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِي بْنِ وَائِلٍ السَّهْمِيِّ سَيْفًا ، فَجِئْتُ أَتَقَاضَاهُ ، فَقَالَ : لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ ، قُلْتُ : لَا أَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ ﷺ

(۳۴) یہ رسالہ ان کے فتاوی کے مجموعے "الحاوی للفتاوی" میں شامل ہے جو چھپ گیا ہے دیکھئے ج ۲- ص ۹۵ - ۹۶

حَتَّى يُمِيتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ يُحْيِيَكَ ، قالَ : إِذَا أَماتَنِي اللّٰهُ ثُمَّ بَعَثَنِي وَلِي مالٌ وَوَلَدٌ ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : «أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقالَ لَأُوتَيَنَّ مالاً وَوَلَدًا . أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا» قالَ : مَوْثِقًا .

لَمْ يَقُلِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ : سَيْفًا ، وَلَا مَوْثِقًا . [ر : ۱۹۸۵]

روایت میں آیت کریمہ کا شان نزول بیان کیا گیا ہے ، حضرت خباب فرماتے ہیں کہ میں مکہ میں لوہار تھا اور میں نے عاص بن وائل کے لیے ایک تلوار بنائی تھی، اجرت کے تقاضا کے لیے میں اس کے پاس آیا تو وہ کہنے لگا کہ جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار نہیں کرو گے میں تمھیں اجرت نہیں دوں گا، میں نے کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار نہیں کروں گا چاہے تمھیں اللہ مار کر پھر زندہ کیوں نہ کردے ، وہ کہنے لگا، اللہ تعالی مجھے مار کر دوبارہ زندہ کرے تو اس وقت بھی میرے پاس مال و اولاد ہوگی (اور پھر تم اس وقت مجھ سے اجرت لے لینا) اس واقعہ پر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

عبیداللہ بن عبدالرحمن اشجعی نے بھی اس روایت کو سفیان ثوری سے روایت کیا ہے لیکن اس میں نہ تلوار بنانے کا ذکر ہے اور نہ ہی لفظ "عہد" کی تفسیر "موثقا" منقول ہے۔

عَهْدًا: مَوْثِقًا

"أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا" کیا یہ آدمی غیب پر مطلع ہوگیا یا اس نے اللہ تعالی سے وعدہ لے لیا ہے ، اس میں "عَهْدًا" کے معنی موثقا کے ہیں بمعنی مضبوط اقرار

۲۲۵ – باب : «كَلَّا سَنَكْتُبُ ما يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا» /۷۹.

۴۴۵۷ : حدثنا بِشْرُ بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ سُلَيْمانَ : سَمِعْتُ أَبَا الضُّحٰى يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ خَبَّابٍ قالَ : كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ ، وَكانَ لِي دَيْنٌ عَلَى الْعَاصِي بْنِ وَائِلٍ ، قالَ : فَأَتاهُ يَتَقاضاهُ ، فَقالَ : لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ ، فَقالَ : وَاللّٰهِ لَا أَكْفُرُ حَتَّى يُمِيتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ تُبْعَثَ ، قالَ : فَذَرْنِي حَتَّى أَمُوتَ ثُمَّ أُبْعَثَ ، فَسَوْفَ أُوتَى مالاً وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَ ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ : «أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقالَ لَأُوتَيَنَّ مالاً وَوَلَدًا» . [ر : ۱۹۸۵]

٢٢٦ – باب : قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ : «وَنَرِثُهُ ما يَقُولُ وَيَأْتِينا فَرْدًا» /٨٠/.

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «ٱلْجِبالُ هَدًّا» /٩٠/ : هَدْمًا

آیت میں ہے "وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا" اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیت میں "هَدًّا" بمعنی "هَدْمًا" ہے۔

٤٤٥٨ : حدّثنا يَحْيَى : حَدَّثَنا وَكِيعٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحَى ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ خَبَّابٍ قالَ : كُنتُ رَجُلًا قَيْنًا ، وَكانَ لِي عَلَى الْعاصِي بْنِ وائِلٍ دَيْنٌ ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقاضاهُ ، فَقالَ لِي : لَا أَقْضِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ ، قالَ : قُلْتُ : لَنْ أَكْفُرَ بِهِ حَتَّى تَمُوتَ ثُمَّ تُبْعَثَ ، قالَ : وَإِنِّي لَمَبْعُوثٌ مِنْ بَعْدِ المَوْتِ ، فَسَوْفَ أَقْضِيكَ إِذا رَجَعْتُ إِلَى مالٍ وَوَلَدٍ ، قالَ : فَنَزَلَتْ : «أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآياتِنا وَقالَ لَأُوتَيَنَّ مالاً وَوَلَدًا . أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا . كَلَّا سَنَكْتُبُ ما يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذابِ مَدًّا . وَنَرِثُهُ ما يَقُولُ وَيَأْتِينا فَرْدًا» . [ر : ١٩٨٥]

٢٢٧ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ طه

قالَ ٱبْنُ جُبَيْرٍ : بِالنَّبَطِيَّةِ «طه» /١/ : يا رَجُلُ . قالَ مُجاهِدٌ : «أَلْقَى» /٦٥/ : صَنَعَ . يُقالُ : كُلُّ ما لَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ ، أَوْ فِيهِ تَمْتَمَةٌ ، أَوْ فَأْفَأَةٌ ، فَهِيَ عُقْدَةٌ . «أَزْرِي» /٣١/ : ظَهْرِي . «فَيُسْحِتَكُمْ» /٦١/ : يُهْلِكَكُمْ . «الْمُثْلَى» /٦٣/ : تَأْنِيثُ الْأَمْثَلِ ، يَقُولُ : بِدِينِكُمْ ، يُقالُ : خُذِ الْمُثْلَى خُذِ الْأَمْثَلَ . «ثُمَّ ٱئْتُوا صَفًّا» /٦٤/ : يُقالُ : هَلْ أَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ ، يَعْنِي الْمُصَلَّى الَّذِي يُصَلَّى فِيهِ . «فَأَوْجَسَ» /٦٧/ : أَضْمَرَ خَوْفًا ، فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ «خِيفَةً» لِكَسْرَةِ الخاءِ . «فِي جُذُوعِ» /٧١/ : أَيْ عَلَى جُذُوعِ . «خَطْبُكَ» /٩٥/ : بالُكَ . «مِساسَ» /٩٧/ : مَصْدَرُ ماسَّهُ مِساسًا . «لَنَنْسِفَنَّهُ» /٩٧/ : لَنُذْرِيَنَّهُ : «قاعًا» /١٠٦/ : يَعْلُوهُ الْماءُ ، وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِي مِنَ الْأَرْضِ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «أَوْزَارًا» أَثْقَالًا «مِنْ زِينَةِ الْقَوْمِ» وَهِيَ الْحُلِيُّ الَّتِي ٱسْتَعَارُوا مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ «فَقَذَفْنَاهَا» /۸۷/ : فَأَلْقَيْنَاهَا . «أَلْقَى» /۸۷/ : صَنَعَ . «فَنَسِيَ» /۸۸/ : مُوسَاهُمْ ، يَقُولُونَهُ : أَخْطَأَ الرَّبَّ . «لَا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا» /۸۹/ : الْعِجْلُ . «هَمْسًا» /۱۰۸/ : حِسُّ الْأَقْدَامِ . «حَشَرْتَنِي أَعْمَى» /۱۲٤/ : عَنْ حُجَّتِي . «وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا» /۱۲۵/ : فِي ٱلدُّنْيَا

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «بِقَبَسٍ» /۱۰/ : ضَلُّوا الطَّرِيقَ ، وَكَانُوا شَاتِينَ ، فَقَالَ : إِنْ لَمْ أَجِدْ عَلَيْهَا مَنْ يَهْدِي الطَّرِيقَ آتِكُمْ بِنَارٍ تُوقِدُونَ .

وَقالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : «أَمْثَلُهُمْ» /۱۰٤/ : أَعْدَلُهُمْ طَرِيقَةً .

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «هَضْمًا» /۱۱۲/ : لَا يُظْلَمُ فَيُهْضَمُ مِنْ حَسَنَاتِهِ . «عِوَجًا» /۱۰۷/ : وَادِيًا : «أَمْتًا» /۱۰۷/ : رَابِيَةً . «سِيرَتَهَا» حَالَتَهَا «الْأُولَى» /۲۱/ . «النُّهَى» /٥٤/ : التُّقَى . «ضَنْكًا» /۱۲٤/ : الشَّقَاءُ . «هَوَى» /۸۱/ : شَقِيَ . «بِالْوَادِي الْمُقَدَّسِ» الْمُبَارَكِ «طُوًى» /۱۲/ : ٱسْمُ الْوَادِي «بِمَلْكِنَا» /۸۷/ : بِأَمْرِنَا . «مَكَانًا سُوًى» /۵۸/ : مَنْصَفٌ بَيْنَهُمْ . «يَبَسًا» /۷۷/ : يَابِسًا . «عَلَى قَدَرٍ» /٤۰/ : مَوْعِدٍ . «لَا تَنِيَا» /٤۲/ : تَضْعُفَا .

قال ابن جبیر: بِالنَّبَطِيَّةِ طٰهٰ: يا رَجُلُ

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ طٰہٰ کے معنی نبطی زبان میں "یارجل" کے ہیں بعض حضرات نے کہا کہ یہ "وطی" سے امر حاضر کا صیغہ ہے اصل میں طَأِالْاَرْضَ ہے یعنی اپنے پاؤں کو زمین پر رکھئے، طٰہٰ میں "ھا" کنایہ ہے ارض سے، ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء میں تہجد کی نماز پڑھتے ہوئے ایک پاؤں پر کھڑے رہتے اور دوسرا پاؤں اٹھائے رکھتے تو اللہ تعالیٰ نے طٰہٰ نازل فرمائی ای طأ الارض یعنی اعتمد علی الارض بقدمک (۳۵)

بعضوں نے کہا یہ اللہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، اللہ نے اس کے ساتھ قسم کھائی ہے۔ (۳۶)

(شاتين) جمع شاتٍ ، أي في أيام الشتاء ، حيث البرد والأمطار : أو المراد أن الأمطار كانت تهطل عليهم .

(سوى) قرأ حجازي وأبو عمرو وعلي بكسر السين ، وقرأ حفص بضمها ، وقرأ غيرهم بفتحها .

(۳۵) عمدۃ القاری: ۱۹/۵٦۔

(۳٦) عمدۃ القاری: ۱۹/۵٦۔

اور بعضوں کا خیال ہے کہ یہ حروف مقطعات میں سے ہے۔ (۳۷)

اس میں مختلف قراء تیں ہیں، مشہور قرأت طٰہٰ (بفتح الطاء والھاء) ہے، ایک قرأت طِہِ (بکسر الطاء والھاء) ہے، ایک قرأت طَہْ (بفتح الطاء وسکون الھاء) ہے اور ایک قرأت طَہِ (بفتح الطاء وکسر الھاء) ہے۔ (۳۸)

فائدہ:

اوپر ایک روایت ذکر کی گئی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء میں تہجد کی نماز ایک پیر پر کھڑے ہوکر پڑھا کرتے تھے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آیا ہے کہ انہوں نے حرم شریف میں ایک پاؤں پر کھڑے ہوکر نماز میں نصف قرآن پڑھا اور دوسرے پاؤں پر کھڑے ہوکر دوسرا نصف پڑھا، ان پر اعتراض کیا گیا کہ اس طرح کا عمل خلاف سنت ہے، لیکن اس روایت کے پیش نظر اس عمل کو مطلقاً خلاف سنت نہیں کہا جاسکتا ہے۔ (۳۹)

یقال: كُلُّ مَالَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ، اَوْفِيْهِ تَمْتَمَةٌ، اَوْ فَأْفَأَةٌ، فَهِيَ عُقْدَةٌ

آیت میں ہے "وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ" "میری زبان کی گرہ کھول دیجئے" یہاں "عقدۃ" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس کی زبان سے کوئی حرف نہ نکلے، یا اس میں تمتمہ ہو (۴۰)، یعنی زبان اٹکتی ہو یا بولتے وقت زبان سے تاتا کی آواز نکلتی ہو۔ یا فافاہ ہو یعنی بولتے وقت فافا کی سی آواز نکلتی ہے۔ ان تمام صورتوں پر عقدہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں بھی لکنت تھی، آیت کریمہ میں انہوں نے لکنت کے ختم ہونے کے لئے دعا کی ہے۔

اَزْرِيْ: ظَهْرِيْ

آیت میں ہے "هٰرُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِيْ" "میرے بھائی ہارون کے ذریعہ میری پشت مضبوط

(۳۷) عمدۃ القاری: ۱۹/۵۶۔

(۳۸) عمدۃ القاری: ۱۹/۵۶۔

(۳۹) فیض الباری: ۴/۲۰۵۔

(۴۰) والتمتمة: التردد بالتاء فی الکلام، والفأفأة: التردد بالفاء۔ (عمدۃ القاری: ۱۹/۵۶)

کردیجئے۔

فرماتے ہیں کہ آیت میں "أَزْرِیْ" بمعنی "ظَهْرِیْ" ہے، بعض کہتے ہیں کہ "أَزْر" بمعنی قوت ہے۔

فَيُسْحِتَكُمْ: يُهْلِكَكُمْ

"لَاتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ" اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افتراء مت کرو کہ اللہ تم کو ہلاک کردے۔

اس میں "يُسْحِتَكُمْ" کے معنی ہلاک کرنے کے ہیں۔

الْمُثْلٰى تَانِيثُ الْأَمْثَلِ، يَقُولُ: بِدِيْنِكُمْ، يُقَالُ: خُذِ الْمُثْلٰى، خُذِ الْأَمْثَلَ

آیت میں ہے "وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى" "یعنی لے جائیں یہ دونوں تمہارے بہترین دین کو" فرماتے ہیں کہ "مُثْلٰی" "اَمثل" کا مونث ہے اور اس کے معنی افضل کے آتے ہیں، یہاں اس سے دین مراد ہے اس لیے کہ دین بھی افضل ہوتا ہے کہتے ہیں خُذِ الْمُثْلٰى وَالْأَمْثَل اعلیٰ اور افضل کو آپ لیجئے۔

ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا، يُقَالُ: هَلْ أَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ، يَعْنِي الْمُصَلَّى الَّذِي يُصَلّٰى فِيْهِ

آیت میں ہے "فَأَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا" یعنی سب مل کر (ان کو شکست دینے کی) تدبیر کرو پھر قطار باندھ کر آؤ، کہتے ہیں، هَلْ أَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ یعنی کیا آپ اس مصلی میں آئے تھے جس میں نماز ادا کی جاتی ہے، آیت میں بھی صفا کے معنی مصلی اور عیدگاہ کے ہیں لیکن قطار بنا کر آنا ہی مراد ہوسکتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن نے ذکر کیا ہے۔ (۴۱)

فَأَوْجَسَ: أَضْمَرَ خَوْفًا، فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ خِيْفَةً، بِكَسْرَةِ الْخَاءِ

آیت میں ہے "فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيْفَةً مُّوْسٰى" پس موسی علیہ السلام نے اپنے دل میں کچھ خوف محسوس کیا۔

---

۴۱) تفسیر عثمانی ص ۴۲۱ سورہ طہ

امام فرماتے ہیں کہ آیت میں "اَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً" کے معنی اَضْمَرَ خَوْفًا ہیں یعنی دل میں خوف پایا، پھر آگے "خِیْفَةً" میں تعلیل بیان کی کہ اصل میں یہ "خَوْفَةٌ" تھا، واؤ کو ماقبل کسرہ کی وجہ سے یاء سے بدل دیا تو "خیفة" ہوگیا۔

فی جُذُوْعِ: اَیْ عَلٰی جُذُوْعِ النَّخْلِ

"وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ" اور تم سب کو میں کھجور کے تنوں پر سولی دیتا ہوں۔
فرماتے ہیں "فِیْ جُذُوْعِ...." میں "فی" بمعنی "عَلٰی" ہے۔

خَطْبُکَ: بَالُکَ

"قَالَ فَمَا خَطْبُکَ یٰسَامِرِیُّ" موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے سامری! تیرا کیا حال ہے؟ اس میں "خطب" بمعنی "بال" ہے یعنی حالت

مِسَاسَ: مصدر مَاسَّهٗ مِسَاسًا

"قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَکَ فِی الْحَیٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ" موسیٰ علیہ السلام نے (سامری سے) کہا کہ جا، پس تیرے لئے زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو یہ کہتا پھرے گا "لَامِسَاسَ" مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگائے
فرماتے ہیں "مِسَاسٌ" باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔

لَنَنْسِفَنَّهٗ لَنَذْرِیَنَّهٗ

آیت میں ہے "لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا" یعنی ہم اس بچھڑے کو جلا دیں گے اور پھر اس کو بکھیر کر دریا کے اندر بہا دیں گے۔

قَاعًا: یَعْلُوْهُ الْمَاءُ وَالصَّفْصَفُ الْمُسْتَوِیْ مِنَ الْاَرْضِ

آیت میں ہے "فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا" قاعا کے معنی ہیں ایسی ہموار زمین جس کے اوپر پانی بہتا ہوا آجائے اور صَفْصَفٌ ہموار زمین کو کہتے ہیں۔

مِنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ: وَهِيَ الْحُلِيُّ الَّتِيْ اِسْتَعَارُوْا مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ

آیت میں ہے "وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَا اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ" فرماتے ہیں کہ زِيْنَةِ الْقَوْمِ سے مراد وہ زیورات ہیں جو بنی اسرائیل نے قوم فرعون سے عاریۃً لئے تھے۔

القی: صنع

آیت میں ہے "فَقَذَفْنَاهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ" ہم نے اس زیور کو ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے بھی کیا یعنی اس نے بھی اپنا زیور ڈالا، بنی اسرائیل کے پاس قوم فرعون کے زیور تھے یا تو ان سے مستعار یا غنیمت میں لئے تھے ان کو پگھلا کر سامری نے گولہ سا بنایا جس میں سے گائے کی آواز نکلتی تھی تو اس کو معبود کہنے لگے تھے۔

فَنَسِيَ: مُوْسَاهُمْ، يقولونه: اَخْطَأَ الرَّبُّ، لَا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا: اَلْعِجْلُ

آیت میں ہے "هٰذَا اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى، فَنَسِيَ، اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا" سامری اور اس کے متبعین کہنے لگے کہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود تو یہ ہے، موسیٰ تو بھول گئے، رب کو پہچاننے میں موسیٰ نے غلطی کی ہے (کہ طور پر خدا کی طلب میں گئے ہیں حق تعالےٰ اس کے جواب میں فرماتے ہیں) کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا تو نہ ان کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ان کے کسی ضرر یا نفع پر قدرت رکھتا ہے، "لا یرجع" میں ضمیر "عِجل" کی طرف راجع ہے جس کو آگے امام نے ذکر کردیا ہے۔

هَمْسًا: حِسُّ الْاَقْدَامِ

"وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا" اور تمام آوازیں اللہ تعالیٰ کے سامنے دب جائیں گی اور بجز پاؤں کی آہٹ کے تو اور کچھ نہ سنے گا، فرماتے ہیں "هَمْسًا" قدموں کی آہٹ کو کہتے ہیں۔

حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰى: عَنْ حُجَّتِيْ

یعنی آیت میں اعمی ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آنکھوں سے وہ نابینا ہوگا بلکہ مطلب یہ ہے کہ

اسے دلیل نہیں سوجھے گی۔

وقال ابن عیینة: أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً: أَعْدَلُهُمْ

آیت میں ہے "إِذْ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا" جب ان میں سب سے زیادہ رائے والا یوں کہتا ہوگا کہ تم تو ایک ہی دن (قبر میں) رہے ہو، حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ "أَمْثَلُهُم" "أَعْدَلُهم" کے معنی میں ہے یعنی عقل و دانش کے اعتبار سے بہتر اور صاحب الرائے

وقال ابن عباس: هَضْمًا: لَا يُظْلَمُ، فَيُهْضَمُ مِنْ حَسَنَاتِهِ

"فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا" پس نہ زیادتی کا اندیشہ ہوگا نہ کمی کا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "هَضْمًا" کے معنی ہیں اس پر ظلم نہیں کیا جائے گا کہ اس کی نیکیوں میں کمی کردی جائے۔

عِوَجًا: وَادِيًا، أَمْتًا: رابیا

آیت میں ہے "لَا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا" تو اس میں نہ کوئی کجی دیکھے گا اور نہ کوئی بلندی فرماتے ہیں "عِوَجًا" کے معنی وادی اور نالہ کے ہیں اور "أَمْتًا" سے ٹیلہ اور بلندی مراد ہے۔

سِيرَتَهَا: حَالَتَهَا

"سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ" ہم اس کو اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے فرماتے ہیں اس میں "سیرة" کے معنی "حالة" کے ہیں۔

النُّهٰى: اَلتُّقٰى

نہی دراصل عقل کو کہتے ہیں یہاں اس کی تشریح تقی سے کی ہے اس لئے کہ جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں وہی حقیقت میں عقلمند ہوتے ہیں۔

ضَنْكًا: اَلشَّقَاءُ

"وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا" اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا

اس کے لئے ایک تنگ زندگی ہوگی۔

فرماتے ہیں کہ اس میں "ضنکا" کے معنی ہیں "بدبختی" یہ تفسیر ابن عباسؓ سے منقول ہے، دوسرے مفسرین نے "ضَنْكًا" کی تفسیر "ضَيِّقًا" کی ہے یعنی تنگ

هَوٰى: شَقِيَ

"وَمَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوٰى" اور جس شخص پر میرا غضب واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گزرا ہوا یعنی بد بخت ہوا "هوٰى" کے معنی ہیں "بدبخت ہوا"۔

اَلْمُقَدَّسُ: اَلْمُبَارَكُ: طُوًى: اِسْمُ الْوَادِي

"اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى" آپ ایک مبارک وادی طوی میں ہیں "اَلْمُقَدَّسُ" کے معنی ہیں مبارک اور طویٰ وادی کا نام ہے۔

بِمَلْكِنَا: بِاَمْرِنَا

"قَالُوْا مَا اَخْلَفْنَا بِمَلْكِنَا" وہ کہنے لگے ہم نے آپ کے ساتھ وعدے کی خلاف ورزی اپنے اختیار سے نہیں کی، اس میں "بِمَلْكِنَا" کے معنی ہیں: اپنے حکم اور اپنے اختیار سے

مَكَانًا سُوًى: مَنْصَفٌ بَيْنَهُمْ

"لَا نُخْلِفُهُ نَحْنُ وَلَا اَنْتَ مَكَانًا سُوًى" جس وعدہ کی نہ ہم خلاف ورزی کریں نہ تم کسی ہموار جگہ میں

فرماتے ہیں مَكَانًا سُوًى کے معنی ہیں ایسی جگہ جو ان کے درمیان نصف نصف یعنی برابر ہو۔

يَبَسًا: يَابِسًا

"فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا" پس ان کے لئے دریا میں خشک راستہ بنادیں۔
فرماتے ہیں "يَبَسًا" بمعنی "يَابِسًا" ہے یعنی خشک اور یہ "طریق" کی صفت ہے۔

عَلٰى قَدَرٍ: مَوْعِدٍ

آیت کریمہ میں ہے "ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى" پھر اے موسی! تم ایک معین وقت پر آئے۔

فرماتے ہیں آیت میں "عَلٰى قَدَرٍ" کے معنی ہیں "عَلٰى مَوْعِدٍ" یعنی وقت معین پر

لَاتَنِيَا: لَاتَضْعُفَا

آیت کریمہ میں ہے "وَلَاتَنِيَا فِي ذِكْرِيْ" اور تم دونوں میری یاد میں سستی نہ کرو۔

فرماتے ہیں "لاتنیا" کے معنی ہیں: تم دونوں ضعیف نہ ہونا، سست نہ ہونا

٢٢٨ - باب: قَوْلِهِ: «وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي» /٤١/.

٤٤٥٩ : حدثنا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قالَ : (الْتَقَى آدَمُ وَمُوسٰى ، فَقَالَ مُوسٰى لِآدَمَ : آنْتَ الَّذِي أَشْقَيْتَ النَّاسَ وَأَخْرَجْتَهُمْ مِنَ الجَنَّةِ ؟ قالَ لَهُ آدَمُ : آنْتَ الَّذِي اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ ، وَاصْطَفَاكَ لِنَفْسِهِ ، وَأَنْزَلَ عَلَيْكَ التَّوْرَاةَ ؟ قالَ : نَعَمْ ، قالَ : فَوَجَدْتَهَا كُتِبَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي ؟ قالَ : نَعَمْ ، فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰى) . [ر : ٣٢٢٨]

«اليَمُّ» /٣٩/ : البَحْرُ .

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان یہ ملاقات اور مناظرہ کب ہوا؟ اس سلسلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

❶ بعض حضرات نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی میں ان کی روح کا حضرت آدم علیہ السلام کی روح کے ساتھ اتصال ہوا ہو اور اس وقت یہ مکالمہ ہوا (۴۲)

❷ بعضوں نے کہا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ مذکورہ مکالمہ خواب میں ہوا ہو (۴۳)

❸ بعض حضرات کہتے ہیں ممکن ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے حضرت آدم علیہ السلام کی

---

(۴۲) یہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی رائے ہے، دیکھیے التعلیق الصبیح: ۱/۷۷و حجۃ اللہ البالغۃ:

(۴۳) فتح الباری: ۱۱/۵۰۷

قبر کھولدی گئی ہو اور آپ کی روح نے حاضر ہو کر یہ گفتگو کی ہو۔ (۴۴)

④ اکثر حضرات کہتے ہیں مذکورہ مناظرہ حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی وفات کے بعد آسمان پر ہوا ہے، علامہ ابن عبدالبر، یحییٰ بن سعید قطان اور فضل اللہ تورپشتی وغیرہ علماء کی یہی رائے ہے (۴۵)

⑤ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مذکورہ مکالمہ اب تک وقوع پذیر نہیں ہوا ہے، آخرت میں یہ مکالمہ ہوگا، دلالت علی الیقین کے لئے اس کو صیغہ ماضی سے تعبیر کیا ہے۔ (۴۶) واللہ اعلم

فَوَجَدتَّهَا كُتِبَ عَلَيَّ قَبلَ أَن يَخلُقَنِي

اور اگلے باب کی روایت میں ہے أتلومنی علی أمر کتبه اللہ علّی قبل ان یخلقنی او قدرہ علی قبل ان یخلقنی

علامہ تُورُپُشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو میری پیدائش سے بھی پہلے مرے لئے لوح محفوظ میں مقدر فرمادیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے وقت پر ضرور وقوع پذیر ہوگا، لہذا جب وقت آپہنچا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ امر مقدر اور اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف وہ عمل ممنوع سرزد نہ ہوتا، چنانچہ تم مجھ پر یہ الزام تو ڈال رہے ہو اور تمہیں سبب ظاہری یعنی میرا کسب و اختیار تو یاد رہا لیکن اصل چیز یعنی تقدیر سے تم نے صرف نظر کرلی۔ (۴۷)

ایک اشکال اور اس کے جوابات

اس حدیث پر ایک مشہور اشکال ہوتا ہے حضرت آدم علیہ السلام نے تقدیر کو بہانہ بنایا ہے جبکہ اعتذار بالتقدیر جائز نہیں ہے، کیونکہ گناہ کرنے والا تقدیر دیکھ کر گناہ نہیں کرتا بلکہ اپنے نفس کے تقاضا سے کرتا ہے۔

① اس کا ایک جواب یہ دیا گیا کہ یہ مکالمہ اس دنیا میں نہیں ہوا ہے بلکہ یہ عالم علوی اور عالم ارواح کا واقعہ ہے جہاں بندہ مکلف بالشرع نہیں ہے اس لئے اس دار کے احکام کو اس عالم کے احکام پر قیاس کرنا

(۴۴) فتح الباری، کتاب القدر، باب تحاج آدم و موسی عنداللہ: ۱۱/۵۰۶

(۴۵) فتح الباری، کتاب القدر، باب تحاج آدم و موسی عنداللہ: ۱۱/۵۰۶۔ و شرح الطیبی، کتاب الایمان: ۱/۲۱۸

(۴۶) عمدۃ القاری: ۱۹/۶۰

(۴۷) دیکھیے شرح الطیبی: ۱/۲۱۸۔ کتاب الایمان، الایمان بالقدر

درست نہیں ہے۔ (۴۸)

❷ دوسرا جواب علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے جس کو حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے پسند فرمایا (۴۹) وہ فرماتے ہیں کہ اعتذار بالتقدیر دو طرح کا ہوتا ہے۔

ایک یہ کہ معاصی پر جرات کرنے کے لئے آدمی تقدیر کا حوالہ دے کہ اس گناہ اور جرم میں میرا کوئی قصور نہیں یہ تو نوشتہ تقدیر ہے، بلاشبہ اس طرح اعتذار بالتقدیر درست نہیں ہے اور قطعاً ناجائز ہے۔

دوسرا یہ کہ گناہ سے توبہ کرلی لیکن اس کے باوجود دل مطمئن نہیں ہے تو اپنے دل کی تسلی کے لیے اعتذار بالقدر جائز ہے، حضرت آدم علیہ السلام نے بھی توبہ کے بعد صرف اپنے دل کی تسلی کے لئے اعتذار بالقدر کیا ہے (۵۰)

یہ حدیث آگے کتاب القدر میں آرہی ہے (۵۱) اس حدیث پر اور تقدیر کے متعلق تفصیلی بحث انشاء اللہ وہاں آئے گی۔

٢٢٩ – باب : قَوْلُهُ : «وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَا تَخَافُ دَرَكًا وَلَا تَخْشَى . فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِ فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَمَا هَدَى» /٧٧ ، ٧٨/ .

٤٤٦٠ : حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا رَوْحٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ ، وَالْيَهُودُ تَصُومُ عَاشُورَاءَ ، فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوا : هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِي ظَهَرَ فِيهِ مُوسَى عَلَى فِرْعَوْنَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (نَحْنُ أَوْلَى بِمُوسَى مِنْهُمْ ، فَصُومُوهُ) . [ر : ١٩٠٠]

٢٣٠ – باب : «فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقَى» /١١٧/ .

٤٤٦١ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ النَّجَّارِ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (حَاجَّ مُوسَى آدَمَ ،

---

(۴۸) فیض الباری: ۲۰۶/۴

(۴۹) فیض الباری: ۲۰۶/۴

(۵۰) فیض الباری: ۲۰۶/۴ ۔ ۲۰۷

(۵۱) دیکھیے صحیح البخاری مع فتح الباری، کتاب القدر، باب تحاج آدم و موسی عند اللہ: ۵۰۵/۱۱ ۔ رقم ۶۶۱۴

فَقَالَ لَهُ : أَنْتَ الَّذِي أَخْرَجْتَ النَّاسَ مِنَ الجَنَّةِ بِذَنْبِكَ وَأَشْقَيْتَهُمْ ، قالَ : قالَ آدَمُ : يَا مُوسَى أَنْتَ الَّذِي اصْطَفَاكَ اللَّهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ ، أَتَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي ، أَوْ قَدَّرَهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي ؟ قالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى) . [ر : ٣٢٢٨]

٢٣١ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْأَنْبِيَاءِ .

٤٤٦٢ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قالَ : بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالْكَهْفُ وَمَرْيَمُ وَطٰهٰ وَالْأَنْبِيَاءُ : هُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْأُوَلِ ، وَهُنَّ مِنْ تِلَادِي . [ر : ٤٤٣١]

وَقالَ قَتَادَةُ : «جُذَاذًا» /٥٨/ : قَطَّعَهُنَّ .

وَقالَ الحَسَنُ : «فِي فَلَكٍ» /٣٣/ : مِثْلِ فَلْكَةِ الْمِغْزَلِ «يَسْبَحُونَ» يَدُورُونَ .

قالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «نَفَشَتْ» /٧٨/ : رَعَتْ لَيْلاً . «يُصْحَبُونَ» /٤٣/ : يُمْنَعُونَ . «أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً» /٩٢/ : قالَ : دِينُكُمْ دِينٌ وَاحِدٌ .

وَقالَ عِكْرِمَةُ : «حَصَبُ» /٩٨/ : حَطَبُ بِالحَبَشِيَّةِ .

وَقالَ غَيْرُهُ : «أَحَسُّوا» /١٢/ : تَوَقَّعُوا ، مِنْ أَحْسَسْتُ . «خامِدِينَ» /١٥/ : هَامِدِينَ . «حَصِيدٌ» /هود: ١٠٠/ : مُسْتَأْصَلٌ ، يَقَعُ عَلَى الْوَاحِدِ وَالِاثْنَيْنِ وَالجَمِيعِ . «لَا يَسْتَحْسِرُونَ» /١٩/ : لَا يُعْيُونَ ، وَمِنْهُ : «حَسِيرٌ» /الملك: ٤/ . وَحَسَرْتُ بَعِيرِي . «عَمِيقٌ» /الحج: ٢٧/ : بَعِيدٌ . «نُكِسُوا» /٦٥/ : رُدُّوا . «صَنْعَةَ لَبُوسٍ» /٨٠/ : الدُّرُوعُ . «تَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ» /٩٣/ : اخْتَلَفُوا . الحَسِيسُ وَالْحِسُّ وَالجَرْسُ وَالْهَمْسُ وَاحِدٌ ، وَهُوَ مِنَ الصَّوْتِ الْخَفِيِّ . «آذَنَّاكَ» /فصلت: ٤٧/ : أَعْلَمْنَاكَ . «آذَنْتُكُمْ» /١٠٩/ : إِذَا أَعْلَمْتَهُ ، فَأَنْتَ وَهُوَ «عَلَى سَوَاءٍ» /١٠٩/ : لَمْ تَغْدِرْ .

وقالَ مُجَاهِدٌ : «لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ» /١٣/ : تُفْهَمُونَ . «ارْتَضَى» /٢٨/ : رَضِيَ . «التَّمَاثِيلُ» /٥٢/ : الْأَصْنَامُ . «السِّجِلّ» /١٠٤/ : الصَّحِيفَةُ .

سورة الانبياء

وقال قتادة: جُذَاذًا: قَطَّعَهُنَّ

آیت میں ہے " فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ " یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے بت کے علاوہ باقی تمام بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا، جُذَاذًا (جیم کے ضمہ کے ساتھ) اکثر کی قراءت ہے اور کسائی کی قراءت جِذَاذًا (جیم کے کسرہ کے ساتھ) ہے جو جَذِيْذٌ کی جمع ہے جبکہ جُذَاذ مفرد، تثنیہ اور جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے (۱) یہ تعلیق حنظلی نے موصولاً نقل کی ہے (۲)

وقال الحسن: فِي فَلَكٍ: مِثْل فَلْكَةِ الْمِغْزَلِ، يَسْبَحُونَ: يَدُورُونَ

آیت میں ہے " كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ " حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ سورج اور چاند میں سے ہر ایک اپنے دائرے میں چرخہ کے تکلہ کی طرح گھومتا ہے، مِغْزَل: چرخہ، فَلْكَة: چرخے کا تکلہ، چرخے کی وہ آہنی سلاخ جس پر کاتتے وقت لکڑی بنتی جاتی ہے۔

قال ابن عباس: نَفَشَتْ: رَعَتْ لَيْلاً

آیت کریمہ میں ہے "إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ " جبکہ اس کھیت میں (رات کے وقت) قوم کی بکریاں چریں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آیت میں نَفَشَتْ کے معنی رات کے وقت چرنے کے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی یہ تعلیق ابن ابی حاتم نے موصولاً نقل کی ہے۔ (*)

يُصْحَبُونَ: يُمْنَعُونَ

آیت میں ہے "وَلَا هُمْ مِنَّا يُصْحَبُونَ " اور نہ ہی وہ ہم سے روکے جائیں گے، فرماتے ہیں،

(۱) عمدة القاری: ۶۳/۱۹

(۲) عمدة القاری: ۶۳/۱۹

آیت میں "یصحبون" کے معنی ہیں یمنعون، مطلب یہ ہے کہ ان کو ہمارے عذاب سے کوئی بھی نہیں روک سکے گا۔

أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً: قال: دِيْنُكُمْ دِيْنٌ وَّاحِدٌ

آیت میں ہے "اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً" یعنی تم سب لوگوں کا دین ایک ہی ہے چونکہ تمام انبیاء اصول میں متحد ہوتے ہیں، فروع کا اختلاف زمان و مکان کی وجہ سے ہوتا ہے اور وہ مذموم نہیں اصل چیز اصول میں اتحاد ہے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس میں "امة" دین کے معنی میں ہے، طبری نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے (۳)

وقال عكرمة: حَصَبُ: حَطَبُ بِالْحَبَشِيَّةِ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ" بے شک تم اور جس کی تم اللہ کے سوا عبادت کررہے ہو سب جہنم کا ایندھن ہو، حضرت عکرمہؒ نے فرمایا کہ "حَصَبُ" حبشی زبان میں لکڑی اور ایندھن کو کہتے ہیں۔

وقال غيره: اَحَسُّوْا: تَوَقَّعُوْا، مِنْ اَحْسَسْتُ

آیت میں ہے "فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ" یعنی جب انہوں نے ہمارے عذاب کا اندیشہ محسوس کیا تو اس بستی سے بھاگنے لگے، حضرت عکرمہ کے غیر یعنی حضرت ابو عبیدہ نے کہا کہ اَحَسُّوْا کے معنی ہیں تَوَقَّعُوْا یعنی جب انہوں نے ہمارے عذاب کی توقع کی اور اندیشہ محسوس کیا۔

خَامِدِيْنَ: هَامِدِيْنَ

آیت میں ہے "حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ" حتی کہ ہم نے ان کو ایسا (نیست و نابود) کردیا جس طرح کھیتی کٹ گئی ہو اور آگ ٹھنڈی ہوگئی ہو، فرماتے ہیں کہ آیت میں "خامدین" بمعنی "ھامدین" ہے ھَمِدَ (س) ھُموداً: آگ کا بجھنا، ٹھنڈا ہونا۔ "خَامِدِین" کی ترکیب میں تین احتمال

(۳) فتح الباری: ۴۳۶/۸

ہیں ❶ یہ حصیدا کی صفت ہے "حَصِیدًا" میں مفرد، تثنیہ اور جمع سب برابر ہیں۔ ❷ یہ حصیدا سے بدل ہے ❸ یہ جَعَلْنَاهُمْ کی ضمیرِ مفعول "هُمْ" سے حال ہے۔

حَصِيْدٌ: مُسْتَأْصَلٌ، يقع على الواحد، والاثنين، والجميع

"حَتّٰى جَعَلْنَاهُمْ حَصِيْدًا" اس میں حَصِیْدًا کے معنی ہیں جڑ سے کٹا ہوا۔ مفرد، تثنیہ اور جمع سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ: لَا يَعْيُوْنَ، وَمِنْهُ: حَسِيْرٌ، وَحَسَرْتُ بَعِيْرِي

آیت میں ہے "لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ" وہ اللہ کی عبادت سے نہ سرتابی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں، سورۃ ملک کی آیت "يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ" میں حَسِیر اسی سے ہے یعنی لوٹ آئے گی تیرے پاس تیری نگاہ رد ہو کر، تھک کر اور کہتے ہیں حَسَرْتُ بَعِیْرِی: میں نے اپنے اونٹ کو تھکا دیا۔

عَمِيْقٌ: بَعِيْدٌ

سورۃ حج میں ہے "يَأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ" اس میں عمیق کے معنی بعید کے ہیں، یہ لفظ سورۃ انبیاء میں نہیں ہے، سورۃ حج میں ہے اور غالباً سہو کاتب سے یہاں آگیا ہے۔

نُكِسُوْا: رُدُّوْا

"ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ" حضرت شیخ الہندؒ نے اس کا ترجمہ کیا ہے "پھر اوندھے ہوگئے سر جھکا کر" یعنی شرمندگی سے آنکھ نہیں ملا سکتے تھے، امام فرماتے ہیں کہ "نُكِسُوْا" کے معنی ہیں رُدُّوْا یعنی وہ سر کے بل لوٹائے گئے (کفر کی طرف) لیکن ابوعبیدہ نے "نُكِسُوْا" کی تفسیر "قُلِبُوْا" سے کی ہے یعنی وہ اوندھے کئے گئے۔

صَنْعَةَ لَبُوْسٍ: اَلدُّرُوْعُ

آیت میں ہے "وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَأْسِكُمْ" اور ہم نے ان کو (یعنی

حضرت داود علیہ السلام کو) زرہوں کی صنعت سکھائی تم لوگوں کے نفع کے لئے تاکہ وہ تم کو ایک دوسرے کی زد سے بچائے، فرماتے ہیں کہ آیت میں لبوس سے زرہیں مراد ہیں، لبوس لبس کی جمع ہے جس کے معنی ہیں : لباس، لوہے کی زرہ، یہاں آخری معنی مراد ہیں۔

تَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ: اِخْتَلَفُوا

آیت کریمہ میں ہے "وَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ كُلٌّ إِلَيْنَا رَاجِعُونَ" اور ان لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کیا، سب ہمارے پاس لوٹ کر آنے والے ہیں، فرماتے ہیں کہ "تقطّعوا أمرهم" کے معنی ہیں انہوں نے اختلاف کیا۔

اَلْحَسِيسُ، وَالْحِسُّ، وَالْجَرْسُ وَالْهَمْسُ وَاحِدٌ وَهُوَ مِنَ الصَّوْتِ الْخَفِيِّ

آیت کریمہ میں ہے "لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا" وہ لوگ یعنی اہل جنت جہنم کی آہٹ بھی نہیں سنیں گے۔

فرماتے ہیں حَسِیسٌ، حِسٌّ، جَرْسٌ اور ہَمْسٌ ان سب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی پست آواز

آذَنَّاكَ: أَعْلَمْنَاكَ: آذَنْتُكُمْ: إِذَا أَعْلَمْتَهُ، فَأَنْتَ وَهُوَ عَلَى سَوَاءٍ: لَمْ تَغْدِرْ

سورۃ حم سجدہ میں ہے "قَالُوا آذَنَّاكَ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ" یعنی کافر کہیں گے کہ ہم نے آپ کو بتادیا کہ ہم میں سے کوئی شرک و کفر کے جرم کا اقرار نہیں کرتا، یہ جھوٹ بول رہے ہونگے اور اپنے جرم سے انکاری ہونگے، اس میں آذَنَّاكَ کے معنی بیان کئے ہیں ہم نے آپ کو اطلاع کردی، سورۃ حم سجدہ کی اس آیت کو سورۃ انبیاء کی اس آیت کی مناسبت سے لائے ہیں "فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنْتُكُمْ عَلَى سَوَاءٍ" یعنی وہ لوگ (اتمام حجت کے بعد بھی) اگر سرتابی کریں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تم کو اطلاع کرچکا ہوں (کہ اب ہمارے درمیان کوئی صلح نہیں ہے جس کا علم مجھے اور آپ سب کو ہوچکا ہے اور ہم سب اس میں برابر ہیں، کسی کو کوئی دھوکہ نہ ہوگا)

ابوعبیدہ اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں "اذا انذرت عدوک واعلمته ذلک، ونبذت الیه الحرب، حتیٰ تکون انت وهو علی سواء، فقد آذنته" (۴) یعنی جب آپ دشمن کو ڈرائیں اور آپ اس کو حملے

(۴) فتح الباری: ۸/۴۳۷

کی اطلاع کردیں اور لڑائی کی خبر اس تک پہنچا دیں یہاں تک کہ اس جنگ کے متعلق آپ اور وہ دونوں اطلاع میں برابر ہوجائیں تو اس وقت کہیں گے "آذنته"

وقال مجاهد: لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ: تُفْهَمُوْنَ

آیت میں ہے "لَاتَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْا اِلٰى مَا اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْنَ" بھاگو مت اور اپنے سامان عیش اور اپنے مکانات کی طرف واپس چلو شاید تم سے کوئی پوچھے پاچھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یعنی جب عذاب الٰہی سامنے آگیا تو چاہا کہ وہاں سے نکل بھاگیں اور بھاگ کر جان بچالیں، اس وقت تکوینی طور پر کہا گیا کہ بھاگتے کہاں ہو، ٹھہرو اور ادھر ہی واپس چلو جہاں عیش کئے تھے اور جہاں بہت سامان تنعم جمع کر رکھے تھے، شاید وہاں کوئی تم سے پوچھے کہ حضرت! وہ مال و دولت اور زور و قوت کا نشہ کیا ہوا؟ وہ سامان کدھر گئے؟ اور جو نعمتیں خدا نے دے رکھی تھیں ان کا شکر کہاں تک ادا کیا تھا؟ یا یہ کہ آپ بڑے آدمی تھے جن کی ہر موقع پر پوچھ ہوتی تھی، اب بھی وہیں چلیے بھاگنے کی ضرورت نہیں تاکہ لوگ اپنے مہمات مین آپ سے مشورے کرسکیں اور آپ کی رائیں دریافت کرسکیں"، (یہ سب باتیں تحکماً کہی گئی ہیں)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ تُسْئَلُوْنَ کے معنی ہیں تُفْهَمُوْنَ: شاید کہ تم سمجھ جاؤ

اِرْتَضٰى: رَضِىَ

"وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ" اور وہ (فرشتے) سفارش نہیں کرتے مگر اس کی جس کے لئے اللہ تعالی کی مرضی ہو اور وہ سب اللہ تعالی کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں، فرماتے ہیں کہ آیت میں ارتضی بمعنی رضی ہے: راضی ہوا، پسند کیا، مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"یعنی اللہ کی مرضی معلوم کئے بغیر کسی کی سفارش بھی (وہ فرشتے) نہیں کرتے چونکہ مؤمنین موحدین سے اللہ تعالی راضی ہوتا ہے اس لئے ان کے حق میں دنیا اور آخرت میں استغفار کرنا ان کا وظیفہ ہے۔"

اَلتَّمَاثِيْلُ: اَلْاَصْنَامُ

آیت میں ہے "مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِىْ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ" یہ بت کیا ہیں جن (کی عبادت) کے لئے

تم جمے بیٹھے ہو (یعنی ذرا ان کی حقیقت اور اصلیت تو بیان کرو، آخر پتھر کی خود تراشیدہ مورتیاں خدا کس طرح بن گئیں) فرماتے ہیں آیت میں تَمَاثِيل کے معنی ہیں بت، مورتیاں

اَلسِّجِلّ: اَلصَّحِيفَةُ

آیت میں ہے "يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ" جس دن ہم آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضامین کا صحیفہ لپیٹا جاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ صحیفہ کو سجل کہتے ہیں، یہاں سجل کے یہی معنی بیان کئے ہیں لیکن امام ابوداوَد، نسائیؒ اور طبری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ سجل ایک صحابی کا نام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا۔ (۵)

اور علامہ سہیلی نے نقل کیا ہے سجل دوسرے آسمان میں رہنے والے اس فرشتے کا نام ہے جس کے پاس پیر اور جمعرات کے روز کِراماً کاتبین لوگوں کے اعمال لے کر جاتے ہیں۔ (۶)

علامہ ثعلبی اور سہیلی نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ سجل رسول اللہ ؐ کے ایک کاتب کا نام ہے کیونکہ آپ کے کاتبوں میں اس نام کے صحابی کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ (۷)

لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے سہیلی کے اس قول کو رد کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ابن مندہ اور ابو نعیم نے ابن نمیر کے طریق سے حضرت عمرؓ کی روایت نقل کی ہے جس میں ہے "کان للنبی صلی اللہ علیہ سلم کاتب، یقال لہ: سجل" ابن مردویہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے (۸)

البتہ حافظ ابن کثیر نے اس روایت کو منکر اور حافظ مزی نے اس کو موضوع قرار دیا ہے (۹) لیکن حافظ ابن حجر نے اس کے دوسرے طریق بھی بیان کئے ہیں (۱۰)

---

(۵) فتح الباری: ۸/۴۳۷

(۶) فتح الباری: ۸/۴۳۷

(۷) فتح الباری: ۸/۴۳۷

(۸) فتح الباری: ۸/۴۳۷

(۹) دیکھیے تفسیر ابن کثیر: ۳/۲۰۰

(۱۰) فتح الباری: ۸/۴۳۷

۲۳۲ – باب : «كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا» /١٠٤/.

٤٤٦٣ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ ، شَيْخٌ مِنَ النَّخَعِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : خَطَبَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (إِنَّكُمْ مَحْشُورُونَ إِلَى اللهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً : «كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فاعِلِينَ». ثُمَّ إِنَّ أَوَّلَ مَنْ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ ، أَلَا إِنَّهُ يُجَاءُ بِرِجالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ ، فَأَقُولُ : يَا رَبِّ أُصَيْحَابِي ، فَيُقَالُ : لَا تَدْرِي ما أَحْدَثُوا بَعْدَكَ ، فَأَقُولُ كما قالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ : «وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ما دُمْتُ - إِلَى قَوْلِهِ - شَهِيدٌ». فَيُقَالُ : إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فارَقْتَهُمْ). [ر : ٣١٧١]

فاقول: یاربِّ، اصحابی، فیقال: اِن هٰؤلاءِ لم یزالوا مُرتدّین علی اَعقابهم مُنذ فارَقتَهُم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اللہ جل شانہ سے فرمائیں گے "اے میرے رب! یہ تو میرے اصحاب ہیں" ارشاد ہوگا "یہ لوگ اپنی ایڑیوں کے بل اسلام سے مرتد ہوگئے تھے جب آپ ان سے جدا ہوئے"۔

ایک اشکال اور اس کے جوابات

یہاں بظاہر اشکال ہوتا ہے کہ کیا صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام سے پھر گئے تھے، ظاہر ہے ایسا تو نہیں ہے تو پھر اس جملہ کا کیا مطلب ہے؟

❶ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حدیث میں "اصحابی" سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہوگئے تھے اور حضرت صدیق اکبرؓ نے ان سے قتال کیا تھا، ان کو اصحاب اس لئے کہا گیا کہ وہ آپ پر ایمان لائے تھے، وہ صحابی نہیں تھے، علامہ خطابی فرماتے ہیں "لم یرتد من الصحابة احد وانما ارتد قوم من جفاة الاعراب ممن لانصرة له فی الدین، وذالک لا یوجب قدحا فی الصحابة المشهورین" (۱۱)

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ حدیث میں "اصحابی" سے آپؐ کی حیات میں آپ پر ایمان لانے اور آپ کی صحبت بابرکت سے مستفید ہونے والے افراد ہی مراد ہیں تاہم ارتداد سے یہاں ارتداد عن الاسلام

(۱۱) فتح الباری، کتاب الرقاق، باب الحشر ۱۱/۳۸۵

مراد نہیں ہے بلکہ ارتداد عن الاستقامة علی الدین مراد ہے کہ ان حضرات میں چند افراد نے حقوق اسلام کو کما حقہ ادا نہیں کیا بلکہ ان سے کوتاہیوں کا ظہور ہوا اور بعض نامناسب باتوں کا ارتکاب ہوا چنانچہ حافظ لکھتے ہیں۔

"قال البیضاوی: لیس قوله: "مرتدین" نصاًفی کونهم ارتدوا عن الاسلام، بل یحتمل ذلک، ویحتمل ان یراد انهم عصاة المؤمنین المرتدون عن الاستقامة، یبدلون الاعمال الصالحة بالسیئة" (۱۲)۔

حافظ ابن حجر نے اس جواب کی تائید میں کچھ روایات بھی نقل کی ہیں اور ان کا میلان اسی طرف معلوم ہوتا ہے (۱۳)

یہ حدیث سورۃ مائدہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے اور اس کے متعلق دیگر بحثیں انشاء اللہ آگے کتاب الرقاق میں آئیں گی۔

۲۳۳ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الحَجِّ .

وَقالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : «الْمُخْبِتِينَ» /٣٤/ : الْمُطْمَئِنِّينَ .

سورۃ الحج

آیت میں ہے " وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ " حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مخبتین کے معنی مطمئن اور راضی رہنے والوں کے ہیں، آیت کا مطلب ہے کہ آپ ان لوگوں کو خوشخبری سنا دیجئے کہ جو اللہ کے احکام پر مطمئن اور راضی رہتے ہیں یا جو اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرنے والے ہیں۔

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «في أُمْنِيَّتِهِ» /٥٢/ : إِذَا حَدَّثَ أَلْقَى الشَّيْطَانُ في حَدِيثِهِ ، فَيُبْطِلُ ٱللهُ ما يُلْقِي الشَّيْطَانُ وَيُحْكِمُ آيَاتِهِ ، وَيُقَالُ : أُمْنِيَّتُهُ قِرَاءَتُهُ ، «إِلَّا أَمَانِيَّ» /البقرة : ٧٨/ : يَقْرَؤُونَ

(۱۲) فتح الباری، کتاب الرقاق، باب الحشر: ۳۸۶/۱۱

(۱۳) دیکھیے فتح الباری، کتاب الرقاق، باب الحشر ۳۸۶/۱۱

وَلَا يَكْتُبُونَ .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر کی ہے "وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ، فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ آيَاتِهِ"

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

❶ تمنّٰی کا لفظ عربی میں دو معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، ایک معنی تو وہی ہیں جو اردو میں مستعمل ہیں یعنی کسی چیز کی خواہش و آرزو کرنا، آیت میں یہ معنی مراد ہوسکتے ہیں۔

اس صورت میں آیت کا ترجمہ ہوگا "آپ سے پہلے ہم نے نہ کوئی رسول ایسا بھیجا ہے نہ نبی جس کے ساتھ یہ معاملہ پیش نہ آیا ہو کہ) جب اس نے تمنا کی (کہ اس کی تبلیغ عام ہو اور اس کی قوم ایمان لے آئے) تو شیطان اس کی تمنا میں حائل ہوگیا (کہ اس کی دعوت و تبلیغ کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کیں اور رخنے ڈالے) پس اللہ تعالیٰ شیطان کی ڈالی ہوئی رکاوٹوں کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو پختہ کردیتا ہے"۔

(اس طرح اس کی قوم میں جن سعادتمندوں کی قسمت میں ایمان کی ابدی سعادت لکھی ہوتی ہے وہ ایمان لے آتے ہیں، شیطان کی کھڑی کی ہوئی تمام رکاوٹیں ان کے ایمان لانے میں حائل نہیں ہوسکتی ہیں، اللہ جل شانہ اپنی آیات اور نبی نے کئے ہوئے وعدوں کو پختہ کردیتا ہے")۔

آیت کی یہ تفسیر کئی حضرات نے کی ہے (۱۴) اور مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے "فیض الباری" میں اسی کو اختیار کیا ہے (۱۵) مولانا بدرعالم میرٹھی رحمہ اللہ "البدر الساری" میں لکھتے ہیں:

فمعنى "تمنى" انه يتمنى الايمان لامته، ويحب لهم الخير، والرشد، والصلاح، والنجاح، فهذه امنية كل رسول، و نبى، والقاء الشيطان فيها يكون بما يلقيه فى قلوب امة الدعوة من الوساوس الموجبة لكفر بعضهم، ويرحم الله المؤمنين، فينسخ ذلك من قلوبهم ويحكم فيها الايات الدالة على الوحدانية والرسالة (١٦)۔

❷ "تَمَنّٰى" کے دوسرے معنی تلاوت اور پڑھنے کے ہیں، امنية کے معنی قرات کے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں یہی معنی بیان کئے اور دلیل میں سورہ بقرہ کی آیت پیش کی "وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ" اس میں "أَمَانِيَّ" یقرؤون کے معنی میں ہے، چنانچہ حکیم الامت مولانا اشرف

---

(۱۴) دیکھیے روح المعانی: ۱۷/۱۷۵ و تفسیر کبیر: ۲۳/۵۴۔

(۱۵) فیض الباری: ۴/۲۷ چنانچہ آپ نے اس کا ترجمہ کیا "کوئی نبی نہیں ہے کہ جس نے امید نہ باندھی ہو اپنے نبی کے متعلق کہ ان کو ہدایت ہوگی تو شیطان نے ان لوگوں کے قلوب میں زیغ پیدا کرکے ان کی آرزو کو پورا نہ ہونے دیا ہو اور اس میں کھنڈت نہ ڈال دی ہو۔"

(۱۶) البدر الساری الی فیض الباری: ۴/۲۰۸

علی تھانوی رحمہ اللہ نے یہی معنی مراد لئے ہیں (۱۷) اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ترجیح دی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"احقر کے نزدیک بہترین اور سہل ترین تفسیر وہ ہے جس کی مختصر اصل سلف سے منقول ہے یعنی "تمنی" کو بمعنی قراءت و تلاوت یا تحدیث کے اور " امنیۃ " کو بمعنی متلو یا حدیث کے لیا جائے، مطلب یہ ہے کہ قدیم سے یہ عادت رہی ہے کہ جب کوئی نبی یا رسول کوئی بات بیان کرتا یا اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، شیطان اس بیان کی ہوئی بات یا آیت میں طرح طرح کے شبہات ڈال دیتا ہے، یعنی بعض باتوں کے متعلق بہت لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کر کے شکوک و شبہات پیدا کر دیتا ہے مثلاً نبی نے آیت "حُرِّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ" پڑھ کر سنائی، شیطان نے شبہ ڈالا کہ دیکھو اپنا مارا ہوا تو حلال اور اللہ کا مارا ہو تو حرام کہتے ہیں یا آپ نے "اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ" پڑھا، اس نے شبہ ڈالا کہ "مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" میں حضرت مسیح و عزیر اور ملائکۃ اللہ بھی شامل ہیں، یا آپ نے حضرت مسیح کے متعلق پڑھا "وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ" شیطان نے سمجھایا کہ اس سے حضرت مسیح کی ابنیت و الوہیت ثابت ہوتی ہے، اس القاء شیطانی کے ابطال اور رد میں پیغمبر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی وہ آیات سناتے ہیں جو بالکل صاف اور محکم ہوں اور ایسی پکی باتیں بتلاتے ہیں جن کو سن کر شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہ رہے، گویا متشابہات کی ظاہری سطح کو لے کر شیطان جو اغواء کرتا ہے، آیات محکمات اس کی جڑ کاٹ دیتی ہیں جنہیں سن کر تمام شکوک و شبہات ایک دم کافور ہو جاتے ہیں، یہ دو قسم کی آیتیں کیوں اتاری جاتی ہیں؟ شیاطین کو اتنی وسوسہ اندازی اور تصرف کا موقع کیوں دیا جاتا ہے؟ اور آیات کا جو احکام بعد کو کیا جاتا ہے ابتداء ہی سے کیوں نہیں کر دیا جاتا؟ یہ سب امور اللہ تعالیٰ کے غیر محدود علم و حکمت سے ناشی ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو علماً و عملاً دار امتحان بنایا ہے، چنانچہ اس قسم کی کارروائی میں بندوں کی جانچ ہے کہ کون شخص اپنے دل کی بیماری یا سختی کی وجہ سے .... شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور کون سمجھدار آدمی اپنے علم و تحقیق کی قوت سے ایمان و جنات کے مقام بلند پر پہنچ کر دم لیتا ہے" (۱۸)۔

③ اس آیت کی ایک تیسری تفسیر ایک قصہ کے پس منظر میں بیان کی جاتی ہے، کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سورہ والنجم کی تلاوت فرمارہے تھے، جب آپ "اَفَرَاَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى، وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى" پر پہنچے تو آپ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے "تلک الغرانیق العلی، وان شفاعتھن

---

(۱۷) دیکھیے بیان القرآن: ۲/۷۸

(۱۸) تفسیر عثمانی: ۴۵۰ فائدہ نمبر ۴

لترتجی" (یعنی ہمارے یہ معبود بلند مرتبہ دیویاں ہیں، ان کی شفاعت کی امید رکھی جاتی ہے) مشرکین یہ جملہ سن کر بہت خوش ہوئے کہ آج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے معبودوں کی تعریف کی جب سورہ کے اختتام پر آپؐ نے سجدہ کیا تو مسلمانوں کے ساتھ مشرکین نے بھی سجدہ کیا۔

بعد میں حضرت جبرئیل آئے اور انہوں نے کہا کہ یہ دو جملے تو شیطان نے ملا دیئے ہیں اس پر آپؐ سخت مغموم ہوئے، تو اللہ جل شانہ نے آپ کی تسلی اور اطمینان کے لیے سورہ حج کی مذکورہ آیت نازل فرمائی کہ آپ سے پہلے بھی انبیاء کے ساتھ ایسا ہوتا رہا ہے۔

یہ قصہ کئی مفسرین اور محدثین نے نقل کیا ہے، بغوی نے معالم التنزیل میں، ابن جریر نے اپنی تفسیر میں، ابن سعد نے طبقات میں، ابن اسحاق نے سیرت میں، جلال الدین نے "جلالین" میں اور ابن ابی حاتم، ابن مَرْدُوْیَہ اور طَبَرانی وغیرہ نے اپنی احادیث کی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ (۱۹)

اکثر حضرات نے اس قصہ کو بالکل غلط اور موضوع قرار دیا ہے، علامہ بیہقی، حافظ ابن کثیر، قاضی عیاض، قاضی ابوبکر بن العربی، ابن خزیمہ، امام رازی، قرطبی، علامہ عینی، علامہ شوکانی اور علامہ آلوسی نے اس کی تردید کی ہے، نووی، کرمانی، ذہبی اور ابو منصور ماتریدی نے بھی تردید کی ہے۔

محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے فرمایا "هذا من وضع الزنادقة" (۲۰) اور اس کے رد میں مستقل ایک کتاب لکھی، امام قرطبی فرماتے ہیں "وليس منها شئی يصح (۲۱) علامہ خازن فرماتے ہیں "انه لم يروها احد من اهل الصحة ولا اسندها ثقة بسند صحيح اوسليم متصل" (۲۲) امام ابوالسعود رقمطراز ہیں "وهو المردود عند المحققين" (۲۳) امام رازیؒ فرماتے ہیں۔ "هذه القصة موضوعة (۲۴) ابن العربی فرماتے ہیں "ذكر الطبری فی ذلک روايات كثيرة باطلة، لا أصل لها" (۲۵) قاضی عیاض نے "الشفاء" میں فرمایا

---

(۱۹) دیکھیے معالم التنزیل: ۲۹۲/۳-۲۹۳، تفسیر ابن جریر: ۱۳۲/۹، و طبقات بن سعد: ۲۰۵/۱ ذکر سبب رجوع اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ارض الحبشة و الروض الانف: ۲۳۹/۱، و جلالین: ۲۸۳/۲، و جامع البیان علی ہامش الجلالین: ۲۸۴ - قال الحافظ فی الفتح: ۴۳۹/۸ "وقد اخرجه ابن ابی حاتم و الطبری، و ابن المنذر، واخرجه البزار، وابن مردویه، وکذا اخرجه النحاس، وذکره ابن اسحاق فی السيرة، وکذلک موسیٰ بن عقبة فی المغازی"

(۲۰) تفسیر کبیر: ۵۰/۲۳

(۲۱) تفسیر قرطبی ۸۰/۱۲

(۲۲) خازن: ۲۳/۵

(۲۳) تفسیر ابی السعود: ۲۵۶/۶

(۲۴) تفسیر کبیر: ۵۱/۲۳

(۲۵) فتح الباری: ۴۳۹/۸

یکفیک فی توھین ھذا الحدیث، انہ لم یخرجہ احد من اھل الصحۃ، ولا رواہ ثقۃ بسند صحیح سلیم متصل" (۲۶)
اور علامہ قنوی فرماتے ہیں "وھو مردود عند المحققین.... بل یجب ان یکون مردودا عند جمیع المسلمین
لیکن حافظ ابن حجر، علامہ زمخشری (۲۸) اور حافظ ابن جریر (۲۹) اس قصہ کو درست مانتے ہیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس قصہ کے مختلف طرق ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"وکلھا سوی طریق سعید بن جبیر اما ضعیف والا منقطع لکن کثرۃ الطرق تدل علی ان للقصۃ اصلا، مع ان لھا طریقین آخرین مرسلین، رجالھما علی شرط الصحیحین، احدھما مااخرجہ الطبری من طریق یونس بن یزید عن ابن شھاب.... والثانی ایضا ما اخرجہ من طریق المعتمر بن سلیمان و حماد بن سلمۃ عن داود بن ابی ھند عن ابی العالیۃ"

آگے جو لوگ اس واقعہ کو درست قرار نہیں مانتے ان پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وجمیع ذلک لا یتمشی علی القواعد، فان الطرق اذا کثرت، وتباینت مخارجھا دل ذلک علی ان لھا اصلا، وقد ذکرت ان ثلاثۃ اسانید. منھا علی شرط الصحیح، وھی مراسیل یحتج بملثھا من یحتج بالمرسل، وکذا من لا یحتج بہ لا عتضاد بعضھا ببعض" (۳۰)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے تمام طرق کے علاوہ تین طرق اس قصہ کے درست ہیں اور مرسل ہیں، دو طرق ان میں سے ابن جریر نے ذکر کئے ہیں اور ایک کی بزاز نے تخریج کی ہے، ان تمام طرق کو پیش نظر رکھ کر انصاف کی بات یہی ہے کہ اس قصہ کی کچھ اصل ضرور ہے، روایات کو ضعیف کہہ کر اس کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

اور جب قصہ کو روایات کی بنیاد پر درست تسلیم کرلیا جائے تو پھر اس پر اشکال ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اطہر پر شیطان کو کیونکر قدرت حاصل ہوئی کہ اس نے آپ کی زبان سے یہ شرکیہ الفاظ القاء کرائے، یہ تو تمام نصوص کے معارض ہے بلکہ اگر اس کو درست تسلیم کرلیا جائے تو پھر تو پورا دین مشکوک ہوجائے گا اس لئے جن حضرات نے اس قصہ کو روایت کی بنیاد پر درست مانا ہے انہوں نے اس کی مختلف توجیہات پیش کی ہیں، حافظ ابن حجرؒ نے سات توجیہات نقل کی ہیں۔

(۲۶) تفسیر قرطبی: ۸۲/۱۲

(۲۷) حاشیۃ القنوی علی تفسیر البیضاوی: ۲۸۶/۵

(۲۸) تفسیر کشاف: ۱۶۴/۳-۱۶۵

(۲۹) تفسیر ابن جریر: ۱۳۲/۹

(۳۰) فتح الباری: ۴۳۹/۸ نیز دیکھیے، الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف: ۱۶۴/۳-۱۶۵

❶ اس وقت آپ کو اونگھ آگئی تھی اور اس بے خبری کی حالت میں یہ الفاظ نکلے۔
لیکن یہ توجیہ درست نہیں کیونکہ شیطان کو نیند میں بھی آپؐ پر قدرت حاصل نہیں ہے۔
❷ آپؐ کو شیطان نے مجبور کیا اور غیر اختیاری حالت میں یہ الفاظ آپ کی زبان سے نکلے۔
لیکن یہ توجیہ بھی درست نہیں، شیطان میں آپؐ کو مجبور کرنے کی قوت نہیں ہے، خود اس کا کہنا ہے "مَاكَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ" شیطان کو اگر اس طرح کی قوت حاصل ہو تو پھر کوئی بھی اللہ جل شانہ، کی اطاعت نہیں کر سکے گا

❸ بعض نے کہا کہ مشرکین اپنے معبودوں کا جب ذکر کرتے تو مذکورہ الفاظ کہتے اور آپؐ نے چونکہ یہ الفاظ ان سے کئی بار سنے تھے اس لئے آپ کی زبان پر بھی ان کے معبودوں کے ذکر کے وقت مذکورہ الفاظ سہواً جاری ہوگئے۔

لیکن قاضی عیاض نے اس توجیہ کو بھی رد کیا ہے کہ آپؐ سے اس طرح کا سہو ممکن نہیں۔
❹ بعضوں نے کہا کہ آپ نے مذکورہ الفاظ توبیخاً کہے تھے، قاضی عیاض نے کہا کہ اس قسم کے الفاظ اس وقت توبیخاً کہے جاسکتے ہیں جب آدمی کی مراد پر کوئی قرینہ پایا جاتا ہو، باقلانی کا میلان اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔

❺ بعض کہتے ہیں کہ مشرکین میں سے کسی نے یہ الفاظ کہے تھے، ابن عاشور وغیرہ نے کہنے والے کا نام ابن الزبعری لکھا ہے (۳۱) آیت میں نسبت شیطان کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ یہ الفاظ اس نے شیطان کے القاء سے کہے تھے، یا شیطان سے شیطان الانس مراد ہے۔

❻ ایک قول یہ بھی ہے کہ "الغرانیق" سے فرشتے مراد ہیں، مشرکین کے معبود اصنام مراد نہیں ہیں، لیکن مشرکین نے جب اس کو اپنے اصنام پر محمول کیا تو اللہ تعالی نے ان دونوں جملوں کو منسوخ قرار دیا اور اپنی آیات کو مستحکم اور پختہ کر دیا۔

❼ اور ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ" پر وقف کیا تو شیطان نے اس درمیان مذکورہ الفاظ کہے، سمجھا یہ گیا کہ آپؐ نے کہے ہیں۔ (۳۲)
قاضی عیاض، ابن العربی نے اس توجیہ کو پسندیدہ قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر نے بھی اسی کو

---

(۳۱) دیکھیے التحریر والتنویر: ۱۶/۳۰۴
(۳۲) مذکورہ سات توجیہات اور تفصیل کے لئے دیکھیے فتح الباری: ۸/۴۳۹-۴۴۰ اور یہ ساتویں توجیہ علامہ قشیری نے بھی اختیار کی ہے دیکھیے لطائف الاشارات: ۴/۲۲۶۔

راجح قرار دیا (۳۳) یہ توجیہات قاضی عیاض نے کی ہیں، قاضی عیاض اس قصہ کو درست نہیں مانتے ہیں لیکن یہ توجیہات انہوں نے روایت کو علیٰ سبیل الفرض و التقدیر ثابت ماننے کے بعد نقل کی ہیں۔

لیکن جس توجیہ کو حافظ ابن حجر نے راجح قرار دیا وہ ان روایات کا جواب نہیں بن سکتی ہیں، جن میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ مذکورہ الفاظ شیطان نے آپؐ کی زبان مبارک سے ادا کرائے۔

حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ قصہ موضوع، من گھڑت اور غلط ہے اور اس کے غلط ہونے پر کئی شہادتیں ہیں۔

یہ قصہ جن سندوں سے نقل ہوا ہے وہ محمد بن قیس، محمد بن کعب قرظی، عروہ بن زبیر، ابوصالح، ابوالعالیہ، سعید بن جبیر، ضحاک، ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث بن حارث، قتادہ، مجاہد، سدی، زھری اور حضرت ابن عباس پر ختم ہوتی ہیں، حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ ان میں کوئی بھی صحابی نہیں ہے اور یہ واقعہ جس وقت پیش آیا اس وقت حضرت ابن عباسؓ بالکل بچے ہی تھے، ان کے علاوہ کسی اور صحابی سے یہ واقعہ منقول نہیں ہے، اگر قصہ اس تفصیل کے ساتھ واقعۃً پیش آیا ہوتا تو دوسرے صحابہؓ میں سے کسی سے ضرور نقل ہوتا، کسی اور سے منقول نہ ہونا بجائے خود اس کی دلیل ہے کہ یہ روایت درست نہیں ہے۔

جن روایات میں یہ قصہ مذکور ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنہ ۵ نبوی کا واقعہ ہے (۳۴) اور سورہ حج کی مذکورہ آیت سنہ ۱ ھجری میں نازل ہوئی ہے اس طرح اس قصہ کے وقوع اور سورۃ حج کی مذکورہ آیت کے نزول کے درمیان نو سال کا فاصلہ ہے، یہ نو سال کا فاصلہ خود اس بات کا قرینہ ہے کہ مذکورہ آیت کا اس قصہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ ہر آدمی یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ایسا کوئی واقعہ اگر حقیقتاً پیش آیا ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے وقوع سے پریشانی ہوئی ہوتی تو اس پریشانی کو ختم کرنے اور آپ کی تسلی کے لئے اللہ جل شانہ، نو سال بعد آیت نازل نہ فرماتے بلکہ جلد کوئی وحی آجاتی۔

پھر ان روایات میں ہے کہ مشرکین نے بھی سورۃ کے اختتام پر مسلمانوں کے ساتھ سجدہ کیا کیونکہ ان کے معبودوں کا ذکر آگیا تھا، فرض کرلیں کہ یہ کلمات آپ کی زبان سے ادا بھی ہوئے مگر ان کے آگے ان آیات پر بھی تو غور کریں "اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى، تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى، اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ، اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ، وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى" سورۃ

---

(۳۳) فتح الباری: ۴۴۰/۸

(۳۴) بعض روایات میں ہے کہ مذکورہ قصہ کی اطلاع حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے صحابہ کو اس وقت پہنچی جب ان کی ہجرت کو تین ماہ گزر گئے تھے، انہیں کسی نے کہا کہ مکہ میں مسلمانوں اور مشرکین سب نے سجدہ کرکے آپس کا اختلاف ختم کردیا، ان میں بعض نے دوبارہ مکہ کا رخ کیا، یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ خبر غلط تھی اور ہجرت حبشہ معتبر روایات کے لحاظ سے سنہ ۵ نبوی میں پیش آئی ہے۔

نجم کے آخر تک کا مضمون ان فقروں کے خلاف ہے، اب یہ بات کس طرح تسلیم کی جاسکتی ہے کہ مشرکین نے اس لئے سجدہ کیا کہ آپ کی زبان سے ان کے معبودوں کے حق میں تعریفی فقرے نکل گئے تھے بلکہ مشرکین جو اسلام کی ہر چیز کو تنقید کی نظر سے دیکھنے کے عادی تھے ان کو تو قرآن کے اس تضاد بیانی پر اشکال کرنا چاہیئے تھا کہ ایک طرف ان کے معبودوں کی تعریف ہو رہی ہے اور دوسری طرف پھر ان کی تردید بڑے زور و شور سے ہوتی ہے۔

پھر یہ واقعہ دوسری نصوص سے متعارض ہے، اس میں ہے کہ شیطان نے آکر آپ کی زبان سے یہ الفاظ نقل کرائے حالانکہ قرآن کے متعلق ارشاد ہے "لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ" اور آپ کے متعلق فرمایا "وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ"

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی میں اس قصہ کے عدم صحت کی سات دلیلیں بیان کیں (۳۵) اور تفصیل کے ساتھ اس کو رد کرنے کے بعد لکھا۔

"ولعمری ان القول بان هذا الخبر مما القاه الشیطان علی بعض السنة الرواة.... اهون من القول بان حدیث الغرانیق مما القاه الشیطان علی لسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم نسخه سبحانه وتعالی" (۳۶)

"یعنی یہ بات مان لینا بہت آسان ہے کہ خود اس روایت کے راویوں کی زبان پر شیطان نے یہ غلط بات جاری کرائی بہ نسبت اس کے کہ یہ مان لیا جائے کہ یہ حدیث شیطان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر القاء کرائی اور پھر اللہ جل شانہ نے اس کو منسوخ کیا۔"

البتہ یہ اشکال باقی رہ جاتا ہے کہ جب اس قصہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے تو پھر اتنی بڑی بات اتنے راویوں کے ذریعے کیسے مشہور ہوگئی جبکہ ان میں بعض نامور بزرگ اور مشہور محدث بھی ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اصل قصہ حدیث کی معتبر کتابوں میں موجود ہے، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور مسند احمد میں اصل واقعہ اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ نجم تلاوت فرمائی، آخر میں جب آپ نے سجدہ کیا تو مسلمانوں اور مشرکین سب نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا (۳۷) چنانچہ آگے

---

(۳۵) دیکھیے روح المعانی: ۱۷/۱۷۷-۱۷۸

(۳۶) روح المعانی: ۱۷/۱۸۲

(۳۷) الحدیث اخرجه البخاری فی تفسیر سورة والنجم، باب "فاسجدوا للہ واعبدوا" رقم ۴۵۸۱ وفی سجود القرآن، باب سجدة النجم، وباب ماجاء فی سجود القرآن وسنتها، واخرجه مسلم فی المساجد، باب سجود التلاوة، رقم ۵۷۶، وابوداؤد فی الصلاة، باب من رای فیها السجود، رقم ۱۴۰۶، والنسائی فی الافتتاح باب السجود فی النجم: ۲/۱۶۰

(۳۸) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب فاسجدوا للہ واعبدوا، رقم ۴۵۸۱

سورہ نجم کی تفسیر میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ہی سے روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں "سجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالنجم، وسجد معه المسلمون والمشرکون، والجن والانس " (۱)۔

ظاہر ہے قرآن کی اپنی ایک تاثیر ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ملہمانہ انداز سے اس کی ادائیگی نے سب پر ایک وجد کی سی حالت طاری کردی اور پورا مجمع سجدے میں گر گیا۔ بہت ممکن ہے کہ بعد میں مشرکین میں کچھ لوگ اپنے اس وقتی تاثر پر پشیمان ہوئے ہوں اور انہوں نے یہ بے پر کی اڑا دی ہو کہ ہم نے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے یہ فقرہ سنا تھا اس لئے ہم بھی ان کے ساتھ سجدے میں گر گئے، اس طرح بعض ثقہ راوی بھی اس غلط روایت میں مبتلا ہوگئے اور قصہ اپنی اصلی صورت کے بجائے دوسرے انداز میں بیان ہونے لگا۔ واللہ اعلم بالصواب

مشرکین کے سجدہ کرنے کی وجہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے کہ آیت نجم کی تلاوت کے وقت اللہ تعالی کی تجلی قہری نمودار ہوئی تھی اس کی وجہ سے مشرکین بے اختیار سجدے میں چلے گئے تھے۔ (۳۹)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «مَشِيدٍ» /٤٥/ : بِالْقَصَّةِ .
وَقَالَ غَيْرُهُ : «يَسْطُونَ» /٧٢/ : يَفْرُطُونَ ، مِنَ السَّطْوَةِ ، وَيُقَالُ : «يَسْطُونَ» يَبْطِشُونَ .
«وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ» /٢٤/ : أُلْهِمُوا .
قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «بِسَبَبٍ» /١٥/ : بِحَبْلٍ إِلَى سَقْفِ الْبَيْتِ . «وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ» أُلْهِمُوا إِلَى الْقُرْآنِ . «تَذْهَلُ» /٢/ : تُشْغَلُ .

وقال مجاهد: مَشِيْدٌ: بِالْقَصَّةِ

آیت میں ہے " وَبِئْرٍ مُعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَشِيْدٍ " اس میں مَشِيْد کے معنی ہیں جس کو چونے وغیرہ سے مضبوط تعمیر کیا گیا ہو، شَيْدٍ اور قَصَّة چونے کو کہتے ہیں۔

وقال غیرہ: يَسْطُوْنَ: يَفْرُطُوْنَ، مِنَ السَّطْوَةِ، ويقال، يَسْطُوْنَ، يَبْطِشُوْنَ

آیت میں ہے "يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا" مجاہد کے غیر یعنی ابو عبیدہ نے کہا

(۳۹)

؎ اس میں "یَسْطُوْنَ" کے معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں، یہ "سَطْوَة" سے مشتق ہے جس کے معنی حملہ کے ہیں، بعضوں نے اس کے معنی پکڑنے کے کئے ہیں۔

وَهُدُوْا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ: اُلْهِمُوْا : یعنی ان کے دلوں میں اچھی بات ڈالی گئی

وقال ابن عباس: بِسَبَبٍ: بِحَبْلٍ اِلٰى سَقْفِ الْبَيْتِ

"فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَاءِ" اس میں سبب کے معنی رسی کے ہیں اور سماء سے گھر کی چھت مراد ہے یعنی وہ اپنے گھر کی چھت تک ایک رسی تان لے اور اس سے اپنا گلا گھونٹ لے۔

تذهل: تشغل

آیت کریمہ میں ہے "يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ" جس روز قیامت کا زلزلہ دیکھو گے کہ تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائیں گی

فرماتے ہیں آیت میں تذھل کے معنی ہیں، تَشْغَلُ: شَغَلَ عَنْهُ: غافل ہونا۔

٢٣٤ – باب: «وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى» /٢/.

٤٤٦٤: حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا أَبِي: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قالَ: قالَ النَّبِيُّ ﷺ: (يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: يَا آدَمُ، يَقُولُ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ، فَيُنَادَى بِصَوْتٍ: إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُخْرِجَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ بَعْثًا إِلَى النَّارِ، قالَ: يَا رَبِّ وَما بَعْثُ النَّارِ؟ قالَ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ – أُرَاهُ قالَ – تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ، فَحِينَئِذٍ تَضَعُ الحَامِلُ حَمْلَهَا، وَيَشِيبُ الْوَلِيدُ، وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَما هُمْ بِسُكَارَى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللهِ شَدِيدٌ). فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ حَتَّى تَغَيَّرَتْ وُجُوهُهُمْ. فَقالَ النَّبِيُّ ﷺ: (مِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ وَمِنْكُمْ وَاحِدٌ، ثُمَّ أَنْتُمْ فِي النَّاسِ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَبْيَضِ، أَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جَنْبِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ، وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الجَنَّةِ). فَكَبَّرْنَا، ثُمَّ قالَ: (ثُلُثَ أَهْلِ الجَنَّةِ). فَكَبَّرْنَا،

ثُمَّ قَالَ : (شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ) . فَكَبَّرْنَا .

قَالَ أَبُو أُسَامَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ : «تَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى» . وَقَالَ : (مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَمِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ) .

وَقَالَ جَرِيرٌ وَعِيسَى بْنُ يُونُسَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ : «سَكْرَى وَمَا هُمْ بِسَكْرَى» . [ر : ۳۱۷۰]

من کل الف تسعمائة وتسعة وتسعین

یہاں فرمایا گیا ہے کہ ایک ہزار میں سے نو سو ننانوے بعث النار ہیں اور ایک جنت میں جائے گا اور آگے کتاب الرقاق میں ایک روایت آرہی ہے اس میں ہے کہ سو میں سے ننانوے دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا (۴۰) جب سو میں سے ایک جائے گا تو ایک ہزار میں سے دس جائیں گے، بظاہر دونوں روایت میں تعارض ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہاں کی روایات یاجوج و ماجوج کے اعتبار سے ہے اور کتاب الرقاق کی روایت دوسرے کفار اور مشرکین کے اعتبار سے ہے کہ ان میں ننانوے دوزخ میں جائیں گے اور ایک مومن ہوگا جو جنت میں جائے گا۔ (۴۱)

وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ

یہاں اضافہ تدریجی ہے، پہلے آپ کو ایک ربع، پھر ثلث اور پھر نصف کی اطلاع دی گئی اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تعداد مختلف اوقات اور مختلف مراحل کے اعتبار سے ہو، ابتدائی مرحلہ میں امت مسلمہ کی تعداد ربع کے برابر ہوگی پھر ایک زمانہ بعد میں آئے گا کہ اهل جنت کی تعداد میں اضافہ ہوجائے گا تو تعداد ثلث کے برابر ہوجائے گی اور تیسرے مرحلہ میں تعداد ثلث سے بڑھ کر نصف ہوجائے گی (۴۲)

ترمذی کی ایک روایت میں آتا ہے کہ جنت میں ایک سو بیس صفیں ہوں گی، ان میں اسّی صفیں اس امت کی ہوں گی اور چالیس بقیہ امتوں کی ہوں گی (۴۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی تعداد جنت میں دو ثلث ہوگی یعنی نصف سے بھی بڑھ کر، یہ درحقیقت چوتھا مرحلہ ہوگا

(۴۰) دیکھیے کتاب الرقاق، باب کیف الحشر: ۹۶۶/۲

(۴۱) فیض الباری: ۲۰۹/۴

(۴۲) فیض الباری: ۲۰۹/۴

(۴۳) سنن الترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ماجاء فی صف اهل الجنة، رقم الحدیث ۲۵۴۶

جس میں تعداد نصف سے بڑھ کر دو ثلث تک پہنچ جائے گی۔ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دو ثلث ہونا ترمذی کی روایت کی رو سے اس امت کی فضیلت کی علامت قرار دی گئی ہے، احناف بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں دو ثلث ہیں جو ان کی فضیلت کی علامت ہے۔ (۴۴)

۲۳۵ – باب : «وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالآخِرَةَ».

إِلَى قَوْلِهِ : «ذٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ» /۱۱، ۱۲/. «أَتْرَفْنَاهُمْ» /المؤمنون: ۳۳/ : وَسَّعْنَاهُمْ.

٤٤٦٥ : حدّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَارِثِ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : «وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ». قَالَ : كَانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ الْمَدِينَةَ ، فَإِنْ وَلَدَتِ امْرَأَتُهُ غُلَامًا ، وَنُتِجَتْ خَيْلُهُ ، قَالَ : هٰذَا دِينٌ صَالِحٌ ، وَإِنْ لَمْ تَلِدِ امْرَأَتُهُ وَلَمْ تُنْتَجْ خَيْلُهُ ، قَالَ : هٰذَا دِينُ سُوءٍ.

أَتْرَفْنَاهُمْ: وَسَّعْنَاهُمْ

یہ سورۂ حج میں نہیں ہے بلکہ سورۂ مومنون میں ہے "وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا" اس میں أَتْرَفْنَاهُمْ کے معنی بیان کئے ہیں ہم نے ان کو دنیا کی زندگی میں وسعت اور فراخ عیشی عطا کی، یہ لفظ یہاں سہو کاتب سے آگیا ہے۔ (۴۵)

عَلٰى حَرْفٍ: شَكٍّ

آیت میں ہے "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ" اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں شک کے ساتھ، "حرف" کنارے کو کہتے ہیں اور امام نے اس کی تشریح شک کے ساتھ کی ہے، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(۴۴) فیض الباری: ۴/۲۰۹

(۴۵) عمدة القاری: ۱۹/۶۹

(۴۴۶۵) وهذا الحديث من افراده. (عمدة القاری: ۱۹/۶۹)

"یعنی بعض آدمی محض دنیا کی غرض سے دین کو اختیار کرتے ہیں ان کا دل مذبذب رہتا ہے ، اگر دین میں داخل ہوکر دنیا کی بھلائی دیکھے ، بظاہر بندگی پر قائم رہے اور تکلیف پائے تو چھوڑ دے ادھر دنیا گئی ، ادھر دین گیا، کنارے پر کھڑا ہے یعنی دل ابھی اس طرف ہے نہ اس طرف، جیسا کہ کوئی مکان کے کنارے کھڑا ہو جب چاہے نکل بھاگے ۔"

٢٣٦ – باب : «هٰذَانِ خَصْمانِ ٱخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ» /١٩/.

٤٤٦٦ : حدّثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو هَاشِمٍ ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّهُ كانَ يُقْسِمُ فِيهَا : إِنَّ هٰذِهِ الآيَةَ : «هٰذَانِ خَصْمانِ ٱخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ». نَزَلَتْ فِي : حَمْزَةَ وَصَاحِبَيْهِ ، وَعُتْبَةَ وَصَاحِبَيْهِ ، يَوْمَ بَرَزُوا فِي يَوْمِ بَدْرٍ.

رَوَاهُ سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ . وَقَالَ عُثْمانُ : عَنْ جَرِيرٍ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي هَاشِمٍ ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ : قَوْلَهُ . [ر : ٣٧٤٨]

٤٤٦٧ : حدّثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمانَ قالَ : سَمِعْتُ أَبِي قالَ : حَدَّثَنَا أَبُو مِجْلَزٍ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَجْثُو بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُومَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . قالَ قَيْسٌ : وَفِيهِمْ نَزَلَتْ : «هٰذَانِ خَصْمانِ ٱخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ» . قالَ : هُمُ الَّذِينَ بَارَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ : عَلِيٌّ وَحَمْزَةُ وَعُبَيْدَةُ ، وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَعُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ وَالْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ . [ر : ٣٧٤٧]

٢٣٧ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمُؤْمِنِينَ .

قالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : «سَبْعَ طَرَائِقَ» /٧/ : سَبْعَ سَماوَاتٍ . «لَهَا سَابِقُونَ» /٦١/ : سَبَقَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ . «قُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ» /٦٠/ : خَائِفِينَ .

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ» /٣٦/ : بَعِيدٌ بَعِيدٌ . «فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ» /١١٣/ : الْمَلَائِكَةَ . «لَنَاكِبُونَ» /٧٤/ : لَعَادِلُونَ . «كالِحُونَ» /١٠٤/ : عابِسُونَ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «مِنْ سُلَالَةٍ» /١٢/ : الْوَلَدُ ، وَالنُّطْفَةُ السُّلَالَةُ . وَالْجِنَّةُ وَالْجُنُونُ وَاحِدٌ .

وَالْغُثَاءُ الزَّبَدُ ، وَمَا ارْتَفَعَ عَنِ الْمَاءِ ، وَمَا لَا يُنْتَفَعُ بِهِ .

«يَجْأَرُونَ» /٦٤/ : يَرْفَعُونَ أَصْوَاتَهُمْ كَمَا تَجْأَرُ الْبَقَرَةُ . «عَلَى أَعْقَابِكُمْ» /٦٦/ : رَجَعَ عَلَى عَقِبَيْهِ . «سَامِرًا» /٦٧/ : مِنَ السَّمَرِ ، وَالْجَمِيعُ السُّمَّارُ ، وَالسَّامِرُ هَا هُنَا فِي مَوْضِعِ الْجَمْعِ . «تُسْحَرُونَ» /٨٩/ : تَعْمَوْنَ ، مِنَ السِّحْرِ .

سورة المؤمنين

قال ابن عيينة: سَبْعَ طَرَائِقَ: سَبْعَ سَمَاوَاتٍ

آیت میں ہے "وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ" یعنی ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے آسمان پر "طرائق" کا اطلاع یا تو اس لئے کیا گیا کہ وہ فرشتوں کی آمد و رفت کے راستے ہیں یا اس لئے کہ تطارق کے معنی آتے ہیں ایک شئی کا دوسری شئی کے اوپر ہونا، کہتے ہیں طارق النعل جب ایک جوتا دوسرے جوتے کے اوپر رکھا ہوا ہو، تو آسمان بھی چونکہ ایک دوسرے کے اوپر ہیں اس لئے انہیں سبع طرائق سے تعبیر کیا۔ (۴۶)

لَهَا سَابِقُونَ: سَبَقَتْ لَهُمُ السَّعَادَةُ

"أُولٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ" یعنی پہلے سے چونکہ انہیں سعادت کا شرف حاصل ہے، اس بنا پر وہ نیکیوں کی طرف بڑھتے ہیں اور سبقت کرتے ہیں۔

قُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ: خَائِفِينَ

"وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ" اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل اس سے خوف زدہ رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں، یعنی کیا جانے وہاں قبول ہوا یا نہ ہوا، آگے کام آئے یا نہ آئے اللہ کی راہ میں خرچ کرکے یہ کھٹکا لگا رہتا ہے، اپنے عمل پر مغرور نہیں ہوتے، نیکی کرنے کے باوجود ڈرتے ہیں، امام فرماتے ہیں

(۴۶) عمدۃ القاری: ۱۹/۷۰ و الکشاف ۳/۱۷۹

"قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ" کے معنی ہیں ان کے دل خوف زدہ رہتے ہیں۔

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ: بَعِيْدٌ بَعِيْدٌ

آیت کریمہ میں ہے "هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ" بعید بہت ہی بعید ہے وہ بات جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے کافر کہتے تھے کہ کس قدر بعید از عقل بات ہے کہ ہڈیوں کے ریزے مٹی کے ذرات میں مل جانے کے بعد پھر قبروں سے آدمی بن کر اٹھیں گے؟ ایسی مہمل بات ماننے کو کون تیار ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آیت میں "هَيْهَاتَ" کے معنی ہیں بَعِيْدٌ: دور

فَاسْأَلِ الْعَادِّيْنَ: اَلْمَلَائِكَةَ

آیت میں ہے "قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّيْنَ" اس میں عادّین سے گننے والے اور حساب رکھنے والے فرشتے مراد ہیں۔

لَنَاكِبُوْنَ: لَعَادِلُوْنَ

"اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنَاكِبُوْنَ" بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں راہ راست سے ہٹ جانے والے ہیں، فرماتے ہیں لناکبون کے معنی ہیں عادلون: ہٹنے والے، اعراض کرنے والے، عدل عنہ: اعراض کرنا۔

كَالِحُوْنَ: عَابِسُوْنَ

"تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ" ان کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ بگڑے ہوئے اور بدشکل ہوں گے، فرماتے ہیں كَالِحُوْنَ کے معنی ہیں: تُرش رو، بگڑی ہوئی شکل والے۔

وقال غیرہ: مِنْ سُلَالَةٍ: اَلْوَلَدُ، وَالنُّطْفَةُ السُّلَالَةُ

آیت میں ہے "وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِيْنٍ" فرماتے ہیں کہ ولد اور نطفہ کو سُلالۃ

کہتے ہیں، اوپر عبارت میں "الولد" سُلالة کی تفسیر نہیں ہے بلکہ "الولد" اور النطفة معطوف معطوف علیہ مل کر مبتدا ہے، اور السلالة خبر ہے، ولد رحم مادر سے کھنچ کر آتا ہے، اس لئے اسے سلالہ کہتے ہیں، نطفہ بھی پشت سے کھنچ کر آتا ہے اس لئے اس پر بھی سلالہ کا اطلاق ہوتا ہے، سَلَّ الشئ۔ سَلاً: کھینچنا سلالة وہ شئ جو دوسری چیز سے کھینچی گئی ہو، نچوڑی گئی ہو، خلاصہ اور نچوڑ (۴۷) یہاں آیت میں سلالہ کے معنی نطفے کے ہیں۔

وَالْجِنَّةُ وَالْجُنُونُ وَاحِدٌ

آیت میں ہے "أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ" فرماتے ہیں کہ جِنة اور جُنون دونوں کے معنی ایک ہیں۔

وَالْغُثَاءُ: الزَّبَدُ، وَمَا ارْتَفَعَ عَنِ الْمَاءِ، وَمَا لَا يُنْتَفَعُ بِهِ

آیت میں ہے "فَجَعَلْنَاهُمْ غُثَاءً فَبُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ" غثاء کے معنی جھاگ کے ہیں یعنی وہ چیز جو پانی کے اوپر اٹھ جاتی ہے اور جس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

٢٣٨ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ النُّورِ .

«مِنْ خِلَالِهِ» /٤٣/ : مِنْ بَيْنَ أَضْعَافِ السَّحَابِ . «سَنَا بَرْقِهِ» /٤٣/ : الضِّيَاءُ . «مُذْعِنِينَ» /٤٩/ : يُقَالُ لِلْمُسْتَخْذِي مُذْعِنٌ . «أَشْتَاتًا» /٦١/ : وَشَتَّى وَشَتَاتٌ وَشَتٌّ وَاحِدٌ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا» /١/ : بَيَّنَّاهَا .

وَقَالَ غَيْرُهُ : سُمِّيَ الْقُرْآنُ لِجَمَاعَةِ السُّوَرِ ، وَسُمِّيَتِ السُّورَةُ لِأَنَّهَا مَقْطُوعَةٌ مِنَ الْأُخْرَى ، فَلَمَّا قُرِنَ بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ سُمِّيَ قُرْآنًا .

وَقَالَ سَعْدُ بْنُ عِيَاضٍ الثُّمَالِيُّ : الْمِشْكَاةُ : الْكُوَّةُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ .

وَقَوْلُهُ تَعَالَى : «إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ» /القيامة: ١٧/ : تَأْلِيفَ بَعْضِهِ إِلَى بَعْضٍ «فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ» /القيامة: ١٨/ : فَإِذَا جَمَعْنَاهُ وَأَلَّفْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ، أَيْ مَا جُمِعَ فِيهِ ، فَاعْمَلْ بِمَا أَمَرَكَ وَانْتَهِ عَمَّا نَهَاكَ اللّٰهُ . وَيُقَالُ : لَيْسَ لِشِعْرِهِ قُرْآنٌ ، أَيْ تَأْلِيفٌ .

(۴۷) عمدة القاری: ۱۹/۱۷۔ والمفردات فی غریب القرآن: ۲۳۰

وَسُمِّيَ الْفُرْقَانَ ، لِأَنَّهُ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ . وَيُقَالُ : لِلْمَرْأَةِ : ما قَرَأَتْ بِسَلاً قَطُّ ، أَيْ لَمْ تَجْمَعْ فِي بَطْنِهَا وَلَدًا . وَقَالَ : «فَرَّضْنَاهَا» /١/ : أَنْزَلْنَا فِيهَا فَرَائِضَ مُخْتَلِفَةً ، وَمَنْ قَرَأَ : «فَرَضْنَاهَا» يَقُولُ فَرَضْنَا عَلَيْكُمْ وَعَلَى مَنْ بَعْدَكُمْ .

قَالَ مُجَاهِدٌ : «أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا» /٣١/ : لَمْ يَدْرُوا ، لِمَا بِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ .

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ : «غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ» /٣١/ : مَنْ لَيْسَ لَهُ أَرَبٌ ، وَقَالَ طَاوُسٌ : هُوَ الْأَحْمَقُ الَّذِي لَا حَاجَةَ لَهُ فِي النِّسَاءِ . وَقَالَ مُجَاهِدٌ : لَا يُهِمُّهُ إِلَّا بَطْنُهُ ، وَلَا يُخَافُ عَلَى النِّسَاءِ .

سورة النور

مِن خِلَالِهِ: مِنْ بَيْنِ اَضْعَافِ السَّحَابِ

آیت میں ہے "فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ" یعنی پس تو دیکھے گا بارش کو کہ بادلوں کے درمیان سے نکل رہی ہے خِلال خَلَل کی جمع ہے، وسط اور دو چیزوں کے درمیان خلا کو کہتے ہیں، ابو عبیدہ نے تفسیر کی "مِن بین اضعاف السحاب" تہہ در تہہ بادلوں کے درمیان سے وہ بارش نکل رہی ہے۔

سَنَا بَرْقِهِ: الضِّيَاء

"يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ" اس بادل کی بجلی کی چمک کی حالت یہ ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نے اب بینائی کو اچک لیا، فرماتے ہیں کہ "سَنَا بَرْقِهِ" کے معنی ہیں : روشنی، چمک۔

المشكاة: الكوة بلسان الحبشة

"مثل نوره كمشكوة فيها مصباح" اس کی روشنی کی مثال اس طاق کی طرح ہے جس میں ایک چراغ رکھا ہوا ہو۔ فرماتے ہیں کہ "مشکاۃ" کے معنی حبشی زبان میں روشندان اور طاق کے ہیں۔

مُذْعِنِينَ: يقال لِلْمُسْتَخْذِي (١): مُذْعِنٌ

آیت میں ہے "وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ" یعنی ان منافقین کا اگر (کسی پر) حق نکلتا ہو

(١) استخذى اى خضع والمستخذى المطيع (وانظر العمدة: ١٩/٦٢، والفيض: ٢١١/٤)

تو گردن جھکائے ہوئے فیصلہ کرانے آپ کے پاس آئیں گے چونکہ جانتے ہیں کہ فیصلہ عدل وانصاف کے مطابق ہمارے حق میں ہوگا اور جب یہ ناحق پر ہوں تو فیصلے کے لئے آپ کے پاس نہیں آتے چونکہ سمجھتے ہیں کہ وہاں کسی کی رعایت نہیں ہوگی، فیصلہ حق کے مطابق ہوگا تو یہ ناکام ہونگے۔

عاجزی اور اطاعت کرنے والے کو مُسْتَخْذِی یعنی مُذْعِن کہتے ہیں۔

اَشْتَاتًا: وَشَتّٰی وَشَتَاتٌ وَشَتٌّ وَاحِدٌ

آیت میں ہے "لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا" یعنی کوئی گناہ تم پر نہیں چاہے مل کر کھاؤ یا جدا جدا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ابوعبیدہ کی اتباع میں فرماتے ہیں کہ اَشْتَات، شَتَات اور شَتٌّ چاروں کے معنی ایک ہی ہیں، لیکن دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ اشتات جمع ہے اور اس کا مفرد شَتٌّ ہے۔ (۲) ابوعبیدہ کے کلام سے یہ تأثر ملتا ہے کہ اشتات، شَتّ کی جمع نہیں ہے بلکہ شَتٌّ کے معنی میں مستقل لفظ ہے۔

وقال ابن عباس: سُوْرَةٌ اَنْزَلْنَاهَا: بَيَّنَّاهَا

عام نسخوں میں اسی طرح ہے، قاضی عیاض نے کہا کہ درست عبارت یہ ہے "اَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا": بَيَّنَّاهَا۔ "بَيَّنَّاهَا": "فَرَضْنَاهَا" کی تفسیر ہے، اَنْزَلْنَاهَا کی تفسیر نہیں، طبری کی روایت سے قاضی عیاض کے قول کی تائید ہوتی ہے (۳) طبری نے علی ابن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے فَرَضْنَاهَا یقول: بَيَّنَّاهَا (۴)

وقال غیره: سُمِّيَ الْقُرْآنُ لِجَمَاعَةِ السُّوَرِ، وَسُمِّيَتِ السُّوْرَةُ لِاَنَّهَا مَقْطُوْعَةٌ مِنَ الْاُخْرٰى فَلَمَّا قُرِنَ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ، سُمِّيَ قُرْآنًا

حضرت ابن عباسؓ کے غیر یعنی ابوعبیدہ نے کہا کہ قرآن کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ قرآن کے معنی جمع کرنے کے ہیں اور چونکہ قرآن کے اندر سورتیں جمع کی گئی ہیں اس لئے اسے قرآن کہا گیا۔

---

(۲) فتح الباری: ۸/۴۴۷

(۳) فتح الباری: ۸/۴۴۷

(۴) فتح الباری: ۸/۴۴۷

اور سورت کو سورت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ "سُوَرٌ" سے ماخوذ ہے اور "سُوَرٌ" بَقِيَّةُ الشَّيْءِ کو کہتے ہیں اور "بقیۃ" شئی سے علیحدہ ہوتا ہے اسی طرح سورت بھی دوسری سورت سے علیحدہ ہوتی ہے، جب بعض سورتوں کو دوسری بعض سورتوں کے ساتھ ملایا گیا تو اس کا نام قرآن رکھ دیا گیا۔

وقولہ تعالیٰ: إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ: تَأْلِيفُ بَعْضِهِ إِلَى بَعْضٍ

سورۃ قیامہ کی اس آیت میں بھی "قرآن" کے معنی بعض حصوں کو بعض کے ساتھ ملانے کے ہیں۔

ویقال: لَيْسَ لِشِعْرِهِ قُرْآنٌ، أَيْ تَأْلِيفٌ

جب کسی کے اشعار کسی مجموعہ میں جمع نہ کئے گئے ہوں تو کہا جاتا ہے کہ اس کے اشعار کے لئے قرآن نہیں ہے یعنی ان کو جمع نہیں کیا گیا۔

وَيُقَالُ لِلْمَرْأَةِ: مَا قَرَأَتْ بِسَلًا قَطُّ، أَيْ لَمْ تَجْمَعْ فِي بَطْنِهَا وَلَدًا

عورت کے متعلق بولتے ہیں، مَا قَرَأَتْ بِسَلًا قَطُّ یعنی اس نے اپنے پیٹ میں بچے کو جمع نہیں کیا اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن قَرَأَ سے بھی مشتق ہوسکتا ہے، قَرَأَ کے معنی بھی جمع کرنے کے آتے ہیں۔

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا: لَمْ يَدْرُوْا لِمَا بِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ

آیت میں ہے "اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ" یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردہ کی باتوں سے ابھی واقف نہیں ہوئے (یعنی ایسے نابالغ بچے جنہیں شہوت کی کچھ خبر نہیں ان سے پردہ نہیں) امام فرماتے ہیں کہ "لَمْ يَظْهَرُوْا" کے معنی ہیں وہ بچپن کی وجہ سے جانتے نہیں ہیں۔

٢٣٩ – باب: قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: «وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ» /٦/.

٤٤٦٨: حدثنا إسحٰق: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ: حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ: أَنَّ عُوَيْمِرًا أَتَى عَاصِمَ بْنَ عَدِيٍّ، وَكَانَ سَيِّدَ بَنِي عَجْلَانَ، فَقَالَ: كَيْفَ تَقُولُونَ فِي رَجُلٍ وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ، أَمْ كَيْفَ يَصْنَعُ؟

سَلْ لِي رَسُولَ ٱللهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ . فَأَتَى عاصِمٌ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، فَكَرِهَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ المَسَائِلَ ، فَسَأَلَهُ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ : إِنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ كَرِهَ المَسَائِلَ وَعابَهَا ، قالَ عُوَيْمِرٌ : وَٱللهِ لا أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ ، فَجَاءَ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، رَجُلٌ وَجَدَ مَعَ ٱمْرَأَتِهِ رَجُلاً ، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ ، أَمْ كَيْفَ يَصْنَعُ ؟ فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (قَدْ أَنْزَلَ ٱللهُ الْقُرْآنَ فِيكَ وَفِي صَاحِبَتِكَ) . فَأَمَرَهُما رَسُولُ ٱللهِ ﷺ بِالْمُلَاعَنَةِ بِمَا سَمَّى ٱللهُ فِي كِتَابِهِ ، فَلَاعَنَهَا ، ثُمَّ قالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنْ حَبَسْتُهَا فَقَدْ ظَلَمْتُهَا ، فَطَلَّقَهَا ، فَكَانَتْ سُنَّةً لِمَنْ كانَ بَعْدَهُما فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ ، ثُمَّ قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (ٱنْظُرُوا ، فَإِنْ جاءَتْ بِهِ أَسْحَمَ ، أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ ، عَظِيمَ الْأَلْيَتَيْنِ ، خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ ، فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ صَدَقَ عَلَيْهَا وَإِنْ جاءَتْ بِهِ أُحَيْمِرَ ، كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ ، فَلَا أَحْسِبُ عُوَيْمِرًا إِلَّا قَدْ كَذَبَ عَلَيْهَا) . فَجاءَتْ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعَتَ بِهِ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ مِنْ تَصْدِيقِ عُوَيْمِرٍ ، فَكانَ بَعْدُ يُنْسَبُ إِلَى أُمِّهِ . [ر : ٤١٣]

٢٤٠ – باب : «وَالخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَةَ ٱللهِ عَلَيْهِ إِنْ كانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ» /٧/ .

٤٤٦٩ : حدّثني سلَيْمانُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو الرَّبِيعِ : حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ : أَنَّ رَجلاً أَتَى رَسولَ ٱللهِ ﷺ فَقالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَرَأَيْتَ رَجُلاً رَأَى مَعَ ٱمْرَأَتِهِ رَجُلاً ، أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ ، أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ ؟ فَأَنْزَلَ ٱللهُ فِيهِمَا ما ذُكِرَ فِي الْقُرْآنِ مِنَ التَّلَاعُنِ ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (قَدْ قَضَى ٱللهُ فِيكَ وَفِي ٱمْرَأَتِكَ) . قالَ : فَتَلَاعَنَا وَأَنَا شَاهِدٌ عِنْدَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَفَارَقَهَا ، فَكَانَتْ سُنَّةً أَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ ، وَكَانَتْ حامِلاً ، فَأَنْكَرَ حَمْلَهَا ، وَكَانَ ٱبْنُهَا يُدْعَى إِلَيْهَا ، ثمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ فِي الْمِيرَاثِ : أَنْ يَرِثَهَا وَتَرِثَ مِنْهُ ، ما فَرَضَ ٱللهُ لَهَا .

[ر : ٤١٣]

٢٤١ – باب : «وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِٱللهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ» /٨/ .

٤٤٧٠ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ : حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ ٱمْرَأَتَهُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِشَرِيكِ ٱبْنِ سَحْمَاءَ ، فَقالَ النَّبِيُّ ﷺ : (الْبَيِّنَةَ أَوْ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ) . فَقالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إِذَا رَأَى أَحَدُنَا عَلَى ٱمْرَأَتِهِ رَجُلاً يَنْطَلِقُ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ ، فَجعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ : (الْبَيِّنَةَ وَإِلَّا حَدٌّ فِي

ظَهْرِكَ) . فَقَالَ هِلَالٌ : وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ إِنِّي لَصَادِقٌ ، فَلَيُنْزِلَنَّ اللهُ ما يُبَرِّئُ ظَهْرِي مِنَ الحَدِّ ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ : «وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ - فَقَرَأَ حَتَّى بَلَغَ - إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ» . فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا ، فَجَاءَ هِلَالٌ فَشَهِدَ ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّ اللهَ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ) . ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ ، فَلَمَّا كَانَتْ عِنْدَ الخَامِسَةِ وَقَّفُوهَا وَقَالُوا : إِنَّهَا مُوجِبَةٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : فَتَلَكَّأَتْ وَنَكَصَتْ ، حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهَا تَرْجِعُ ، ثُمَّ قَالَتْ : لَا أَفْضَحُ قَوْمِي سَائِرَ اليَوْمِ ، فَمَضَتْ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَبْصِرُوهَا ، فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ العَيْنَيْنِ ، سَابِغَ الأَلْيَتَيْنِ ، خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ ، فَهُوَ لِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ) . فَجَاءَتْ بِهِ كَذٰلِكَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَوْلَا مَا مَضَى مِنْ كِتَابِ اللهِ ، لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ)

[ر : ۲۵۲٦]

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس سے پہلے حضرت سہل بن ساعدؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لعان کی آیات حضرت عویمر عجلانی کے متعلق نازل ہوئی ہیں اور حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہلال ابن امیہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

بعضوں نے کہا کہ مذکورہ آیات حضرت عویمرؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور بعضوں نے ترجیح اس بات کو دی کہ یہ حضرت ہلال بن امیہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا میلان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نزول دو مرتبہ ہوا لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آیات لعان کا نزول تو درحقیقت حضرت ہلال ابن امیہ کے قصہ سے متعلق ہے البتہ بعد میں حضرت عویمر کے ساتھ بھی چونکہ اسی طرح کا واقعہ پیش آیا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیات کا فیصلہ ان کو بھی پڑھ کر سنایا، اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ہلال کے قصہ میں حدیث کے الفاظ ہیں "فنزل جبریل" جبکہ حضرت عویمر کے واقعہ میں الفاظ حدیث ہیں "قد انزل اللہ فیک" جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ساتھ پیش آئے ہوئے واقعے جیسے ایک واقعہ میں اس کا حکم نازل ہوا ہے۔ (۵)

لعان کے متعلق دیگر بحثیں انشاء اللہ آگے باب اللعان میں آئیں گی یہاں آیت سے متعلق شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کا تفسیری حاشیہ نقل کیا جاتا ہے، علامہ لکھتے ہیں :

(۵) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھیے فتح الباری: ۸/ ۴۵۰

"جو اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے، اولاً اس سے چار گواہ طلب کئے جائیں گے، اگر پیش کردے تو عورت پر حد زنا جاری کردی جائے گی، اگر گواہ نہ لاسکا تو اس کو کہا جائے گا کہ چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرے کہ وہ اپنے اس دعویٰ میں سچا ہے (یعنی جو تہمت اس نے اپنی بیوی پر لگائی ہے اس میں وہ جھوٹ نہیں بولا) گویا چار گواہوں کی جگہ خود اس کی یہ چار حلفیہ شہادتیں ہوئیں اور آخر میں پانچویں مرتبہ یہ الفاظ کہنے ہوں گے "اگر وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار" اگر الفاظ مذکورہ بالا کہنے سے انکار کرے تو حبس کیا جائے گا اور حاکم اسے مجبور کرے گا کہ یا اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے تو حد قذف لگے گی اور یا پانچ مرتبہ وہی الفاظ کہے جو اوپر مذکور ہوئے اگر کہہ لئے تو پھر عورت سے کہا جائے گا کہ وہ چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرے کہ "یہ مرد تہمت لگانے میں جھوٹا ہے" اور پانچویں مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ "اللہ کا غضب آوے اس عورت پر، اگر یہ مرد اپنے دعویٰ میں سچا ہو" تاوقتیکہ عورت یہ الفاظ نہ کہے گی اس کو قید میں رکھیں گے اور مجبور کریں گے کہ یا صاف طور پر مرد کے دعوے کی تصدیق کرے تب تو حد زنا اس پر جاری ہوگی اور یا مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ اس کی تکذیب کرے، اگر اس نے بھی مرد کی طرح یہ الفاظ کہہ دیئے اور لعان سے فراغت ہوئی تو اس عورت سے صحبت اور دواعی صحبت سب حرام ہوگئے پھر اگر مرد نے اس کو طلاق دے دی فبہا ورنہ قاضی ان میں تفریق کردے، گو دونوں رضامند نہ ہوں یعنی زبان سے کہہ دے میں نے ان میں تفریق کی اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی"۔ (۶)

ان آیات کے نزول کے متعلق ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن حبّان کی رائے ہے کہ شعبان سنہ ۹ ھ میں یہ نازل ہوئی ہیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ان آیات کا نزول غزوۂ تبوک کے بعد سنہ ۱۰ھ میں ہوا ہے۔ (۷)

حدیث باب سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ لعان کے بعد اس حمل سے جو بچہ پیدا ہو وہ اس کے شوہر کی طرف منسوب نہیں ہوگا بلکہ اس کی نسبت اس کی ماں کی طرف کی جائے گی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر عجلانی اور ہلال بن امیہ کے متعلق یہی فیصلہ فرمایا۔

۲۴۲ – باب . قَوْلِهِ : «وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ ٱللهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ» /۹/ .

۴۴۷۱ : حدَّثنا مُقَدَّمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى : حَدَّثَنَا عَمِّي الْقَاسِمُ بْنُ يَحْيَى ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ، وَقَدْ سَمِعَ مِنْهُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَجُلاً رَمَى ٱمْرَأَتَهُ ، فَٱنْتَفَى مِنْ

(۶) تفسیر عثمانی: ۴۶۷ فائدہ نمبر ۱

(۷) فتح الباری: ۹/ ۳۹۷ وتکملۃ فتح الملہم: ۱/ ۲۲۳

وَلَدِهَا ، فِي زَمَانِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَتَلَاعَنَا كَمَا قَالَ ٱللهُ ، ثُمَّ قَضَى بِالْوَلَدِ لِلْمَرْأَةِ ، وَفَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ . [٥٠٠٠ ، ٥٠٠٥ – ٥٠٠٩ ، ٥٠٣٤ ، ٥٠٣٥ ، ٦٣٦٧]

٢٤٣ – باب : قَوْلِهِ : «إِنَّ الَّذِينَ جَاؤُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ» /١١/ .

«أَفَّاكٌ» /الشعراء : ٢٢٢/ و /الجاثية : ٧/ : كَذَّابٌ .

٤٤٧٢ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : «وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ» . قَالَتْ : عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيٍّ ٱبْنُ سَلُولَ .

[ر : ٢٤٥٣]

٢٤٤ – باب : قَوْلِهِ :

«لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هٰذَا إِفْكٌ مُبِينٌ . لَوْلَا جَاؤُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَإِذَا لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولٰئِكَ عِنْدَ ٱللهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ» /١٢ ، ١٣/ .

٤٤٧٣ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ ، وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ ، وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ ، وَعُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ ، عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، حِينَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا ، فَبَرَّأَهَا ٱللهُ مِمَّا قَالُوا ، وَكُلٌّ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنَ الْحَدِيثِ ، وَبَعْضُ حَدِيثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا ، وَإِنْ كَانَ بَعْضُهُمْ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ ، الَّذِي حَدَّثَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ : كَانَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ ، فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ مَعَهُ ، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ سَهْمِي ، فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ بَعْدَ مَا نَزَلَ الْحِجَابُ ، فَأَنَا أُحْمَلُ فِي هَوْدَجِي وَأُنْزَلُ فِيهِ ، فَسِرْنَا حَتَّى إِذَا فَرَغَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ مِنْ غَزْوَتِهِ تِلْكَ وَقَفَلَ ،

(۴۴۷۱)اخرجه البخاری ایضاً فی کتاب الطلاق، باب اخلاف الملاعن، رقم الحدیث: ۵۳۰۶، و فی کتاب الطلاق، باب التفریق بین المتلاعنین، رقم الحدیث: ۵۳۱۳، و رقم: ۵۳۱۴، و باب یلحق الولد بالملاعن، رقم الحدیث: ۵۳۱۵، و فی کتاب الفرائض، باب میراث الملاعنة، رقم الحدیث: ۶۷۴۸، (مع الفتح)، و اخرجه مسلم فی کتاب اللعان، رقم الحدیث: ۱۴۹۴، و اخرجه النسائی فی التفسیر، باب والذین یرمون ازواجهم، رقم الحدیث: ۱۱۳۵۷، ۱۱۳۵۸

وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ قَافِلِينَ ، آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيلِ ، فَقُمْتُ حِينَ آذَنُوا بِالرَّحِيلِ ، فَمَشَيْتُ حَتَّى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ ، فَلَمَّا قَضَيْتُ شَأْنِي أَقْبَلْتُ إِلَى رَحْلِي ، فَإِذَا عِقْدٌ لِي مِنْ جَزْعِ ظَفَارِ قَدِ انْقَطَعَ ، فَالْتَمَسْتُ عِقْدِي وَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهُ ، وَأَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِينَ كَانُوا يَرْحَلُونَ لِي فَاحْتَمَلُوا هَوْدَجِي ، فَرَحَلُوهُ عَلَى بَعِيرِي الَّذِي كُنْتُ رَكِبْتُ وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنِّي فِيهِ ، وَكَانَ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يُثْقِلْهُنَّ اللَّحْمُ ، إِنَّمَا تَأْكُلُ الْعُلْقَةَ مِنَ الطَّعَامِ ، فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ خِفَّةَ الْهَوْدَجِ حِينَ رَفَعُوهُ ، وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيثَةَ السِّنِّ ، فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوا ، فَوَجَدْتُ عِقْدِي بَعْدَ مَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ ، فَجِئْتُ مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا دَاعٍ وَلَا مُجِيبٌ ، فَأَمَمْتُ مَنْزِلِي الَّذِي كُنْتُ بِهِ ، وَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ سَيَفْقِدُونَنِي فَيَرْجِعُونَ إِلَيَّ ، فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ فِي مَنْزِلِي غَلَبَتْنِي عَيْنِي فَنِمْتُ ، وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ ، فَأَدْلَجَ فَأَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِي ، فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ ، فَأَتَانِي فَعَرَفَنِي حِينَ رَآنِي ، وَكَانَ يَرَانِي قَبْلَ الْحِجَابِ ، فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي ، فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي ، وَاللهِ مَا كَلَّمَنِي كَلِمَةً وَلَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهِ ، حَتَّى أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ عَلَى يَدَيْهَا فَرَكِبْتُهَا ، فَانْطَلَقَ يَقُودُ بِي الرَّاحِلَةَ ، حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ بَعْدَ مَا نَزَلُوا مُوغِرِينَ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ ، فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ ، وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى الْإِفْكَ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ ابْنَ سَلُولَ ، فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ ، فَاشْتَكَيْتُ حِينَ قَدِمْتُ شَهْرًا ، وَالنَّاسُ يُفِيضُونَ فِي قَوْلِ أَصْحَابِ الْإِفْكِ ، لَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ ، وَهُوَ يَرِيبُنِي فِي وَجَعِي أَنِّي لَا أَعْرِفُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ اللُّطْفَ الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِينَ أَشْتَكِي ، إِنَّمَا يَدْخُلُ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُولُ : (كَيْفَ تِيكُمْ) . ثُمَّ يَنْصَرِفُ ، فَذَاكَ الَّذِي يَرِيبُنِي وَلَا أَشْعُرُ ، حَتَّى خَرَجْتُ بَعْدَ مَا نَقَهْتُ ، فَخَرَجَتْ مَعِي أُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ ، وَهُوَ مُتَبَرَّزُنَا ، وَكُنَّا لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلًا إِلَى لَيْلٍ ، وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ نَتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِيبًا مِنْ بُيُوتِنَا ، وَأَمْرُنَا أَمْرُ الْعَرَبِ الْأُوَلِ فِي التَّبَرُّزِ قِبَلَ الْغَائِطِ ، فَكُنَّا نَتَأَذَّى بِالْكُنُفِ أَنْ نَتَّخِذَهَا عِنْدَ بُيُوتِنَا ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ ، وَهِيَ ابْنَةُ أَبِي رُهْمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ ، وَأُمُّهَا بِنْتُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ خَالَةُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ ، وَابْنُهَا مِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ ، فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ بَيْتِي قَدْ فَرَغْنَا مِنْ شَأْنِنَا ، فَعَثَرَتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا ، فَقَالَتْ : تَعِسَ مِسْطَحٌ ، فَقُلْتُ لَهَا : بِئْسَ مَا قُلْتِ ، أَتَسُبِّينَ رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا ، قَالَتْ : أَيْ هَنْتَاهْ ، أَوَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالَ ؟ قَالَتْ : قُلْتُ : وَمَا قَالَ ؟ فَأَخْبَرَتْنِي بِقَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ ، فَازْدَدْتُ مَرَضًا

عَلَى مَرَضِي ، فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي وَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ - تَعْنِي - سَلَّمَ ثُمَّ قَالَ : (كَيْفَ تِيكُمْ). فَقُلْتُ : أَتَأْذَنُ لِي أَنْ آتِيَ أَبَوَيَّ ؟ قَالَتْ : وَأَنَا حِينَئِذٍ أُرِيدُ أَنْ أَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا ، قَالَتْ : فَأَذِنَ لِي رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَجِئْتُ أَبَوَيَّ فَقُلْتُ لِأُمِّي : يَا أُمَّتَاهْ ما يَتَحَدَّثُ النَّاسُ ؟ قَالَتْ : يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِي عَلَيْكِ ، فَوَٱللهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيئَةً ، عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا ، وَلَهَا ضَرَائِرُ إِلَّا كَثَّرْنَ عَلَيْهَا . قَالَتْ : فَقُلْتُ : سُبْحَانَ ٱللهِ ، وَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهٰذَا ؟ قَالَتْ : فَبَكَيْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتَّى أَصْبَحْتُ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ ، وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ حَتَّى أَصْبَحْتُ أَبْكِي ، فَدَعَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا حِينَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ ، يَسْتَأْمِرُهُما في فِرَاقِ أَهْلِهِ ، قَالَتْ : فَأَمَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَأَشَارَ عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ بِالَّذِي يَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَةِ أَهْلِهِ ، وَبِالَّذِي يَعْلَمُ لَهُمْ في نَفْسِهِ مِنَ الْوُدِّ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَهْلَكَ وَما نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا . وَأَمَّا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ لَمْ يُضَيِّقِ ٱللهُ عَلَيْكَ ، وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيرٌ ، وَإِنْ تَسْأَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ ، قَالَتْ : فَدَعَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ بَرِيرَةَ فَقَالَ : (أَيْ بَرِيرَةُ ، هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَيْءٍ يَرِيبُكِ). قَالَتْ بَرِيرَةُ : لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ ، إِنْ رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهُ عَلَيْهَا أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ ، تَنَامُ عَنْ عَجِينِ أَهْلِهَا ، فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ فَقَامَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَاسْتَعْذَرَ يَوْمَئِذٍ مِنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أُبَيٍّ ابْنِ سَلُولَ ، فَقَالَتْ : فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ : (يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ ، مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَنِي أَذَاهُ في أَهْلِ بَيْتِي ، فَوَٱللهِ ما عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا خَيْرًا ، وَلَقَدْ ذَكَرُوا رَجُلًا ما عَلِمْتُ عَلَيْهِ إِلَّا خَيْرًا ، وَما كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي). فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَنَا أَعْذِرُكَ مِنْهُ ، إِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْتُ عُنُقَهُ ، وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ ، أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا أَمْرَكَ . قَالَتْ : فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ ، وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ ، وَكَانَ قَبْلَ ذٰلِكَ رَجُلًا صَالِحًا ، وَلٰكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ ، فَقَالَ لِسَعْدٍ : كَذَبْتَ لَعَمْرُ ٱللهِ ، لَا تَقْتُلُهُ وَلَا تَقْدِرُ عَلَى قَتْلِهِ . فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ ، وَهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدٍ ، فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ : كَذَبْتَ لَعَمْرُ ٱللهِ لَنَقْتُلَنَّهُ ، فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ . فَتَثَاوَرَ الحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالخَزْرَجُ حَتَّى هَمُّوا أَنْ يَقْتَتِلُوا ، وَرَسُولُ ٱللهِ ﷺ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ ، فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَتُوا وَسَكَتَ . قَالَتْ : فَمَكَثْتُ يَوْمِي ذٰلِكَ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ، قَالَتْ : فَأَصْبَحَ أَبَوَايَ عِنْدِي وَقَدْ

بَكَيْتُ لَيْلَتَيْنِ وَيَوْمًا ، لَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ، وَلَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ ، يَظُنَّانِ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِي ، قالَتْ : فَبَيْنَا هُما جالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي ، فَاسْتَأْذَنَتْ عَلَيَّ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصارِ فَأَذِنْتُ لَهَا ، فَجَلَسَتْ تَبْكِي مَعِي ، قالَتْ : فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذٰلِكَ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ ، قالَتْ : وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مُنْذُ قِيلَ ما قِيلَ قَبْلَهَا ، وَقَدْ لَبِثَ شَهْرًا لَا يُوحَى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي . قالَتْ : فَتَشَهَّدَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حِينَ جَلَسَ ، ثُمَّ قالَ : (أَمَّا بَعْدُ ، يَا عائِشَةُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا ، فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللهُ ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تابَ إِلَى اللهِ تابَ اللهُ عَلَيْهِ) . قالَتْ : فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مَقالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِي ، حَتَّى ما أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً ، فَقُلْتُ لِأَبِي : أَجِبْ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِيما قالَ ، قالَ : وَاللهِ ما أَدْرِي ما أَقُولُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَقُلْتُ لِأُمِّي : أَجِيبِي رَسُولَ اللهِ ﷺ ، قالَتْ : ما أَدْرِي ما أَقُولُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ ، قالَتْ : فَقُلْتُ ، وَأَنَا جارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لَا أَقْرَأُ كَثِيرًا مِنَ الْقُرْآنِ : إِنِّي وَاللهِ لَقَدْ عَلِمْتُ : لَقَدْ سَمِعْتُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ حَتَّى اسْتَقَرَّ فِي أَنْفُسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ ، فَلَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ ، وَاللهُ يَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ ، لَا تُصَدِّقُونَنِي بِذٰلِكَ ، وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ ، وَاللهُ يَعْلَمُ أَنِّي مِنْهُ بَرِيئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّي ، وَاللهِ ما أَجِدُ لَكُمْ مَثَلًا إِلَّا قَوْلَ أَبِي يُوسُفَ قالَ : «فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللهُ الْمُسْتَعانُ عَلَى ما تَصِفُونَ» . قالَتْ : ثُمَّ تَحَوَّلْتُ فَاضْطَجَعْتُ عَلَى فِراشِي ، قالَتْ وَأَنَا حِينَئِذٍ أَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ ، وَأَنَّ اللهَ مُبَرِّئِي بِبَراءَتِي ، وَلٰكِنْ وَاللهِ ما كُنْتُ أَظُنُّ أَنَّ اللهَ مُنْزِلٌ فِي شَأْنِي وَحْيًا يُتْلَى ، وَلَشَأْنِي فِي نَفْسِي كانَ أَحْقَرَ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللهُ فِيَّ بِأَمْرٍ يُتْلَى ، وَلٰكِنْ كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللهُ بِهَا . قالَتْ : فَوَاللهِ ما رامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ، وَلَا خَرَجَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ ، حَتَّى أُنْزِلَ عَلَيْهِ ، فَأَخَذَهُ ما كانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحاءِ ، حَتَّى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجُمانِ مِنَ الْعَرَقِ ، وَهُوَ فِي يَوْمٍ شاتٍ ، مِنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِي يُنْزَلُ عَلَيْهِ . قالَتْ : فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ سُرِّيَ عَنْهُ وَهُوَ يَضْحَكُ ، فَكانَتْ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا : (يَا عائِشَةُ ، أَمَّا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فَقَدْ بَرَّأَكِ) . فَقالَتْ أُمِّي : قُومِي إِلَيْهِ ، قالَتْ : فَقُلْتُ : وَاللهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ وَلَا أَحْمَدُ إِلَّا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ ، وَأَنْزَلَ اللهُ : «إِنَّ الَّذِينَ جاؤُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ» . الْعَشْرَ الآياتِ كُلَّهَا ، فَلَمَّا أَنْزَلَ اللهُ هٰذَا فِي بَراءَتِي ، قالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، وَكانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحِ بْنِ أُثاثَةَ لِقَرابَتِهِ مِنْهُ وَفَقْرِهِ : وَاللهِ لَا أُنْفِقُ

عَلَى مِسْطَحٍ شَيْئًا أَبَدًا ، بَعْدَ الَّذِي قالَ لِعائِشَةَ ما قالَ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ : «وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَساكِينَ وَالْمُهاجِرِينَ فِي سَبِيلِ ٱللهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ ٱللهُ لَكُمْ وَٱللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ». قالَ أَبُو بَكْرٍ : بَلَى وَٱللهِ إِنِّي أُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ ٱللهُ لِي ، فَرَجَعَ إِلَى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِي كانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ ، وَقالَ : وَٱللهِ لَا أَنْزِعُها مِنْهُ أَبَدًا ، قالَتْ عائِشَةُ : وَكانَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يَسْأَلُ زَيْنَبَ ٱبْنَةَ جَحْشٍ عَنْ أَمْرِي ، فَقالَ : (يا زَيْنَبُ ماذا عَلِمْتِ ، أَوْ رَأَيْتِ). فَقالَتْ : يا رَسُولَ ٱللهِ ، أَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي ، ما عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا ، قالَتْ : وَهِيَ الَّتِي كانَتْ تُسامِينِي مِنْ أَزْواجِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ فَعَصَمَها ٱللهُ بِالْوَرَعِ ، وَطَفِقَتْ أُخْتُها حَمْنَةُ تُحارِبُ لَها ، فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ مِنْ أَصْحابِ الْإِفْكِ . [ر : ٢٤٥٣]

٢٤٥ - باب : قَوْلِهِ : «وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي ٱلدُّنْيَا وَٱلْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيما أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذابٌ عَظِيمٌ» /١٤/ .

وَقالَ مُجاهِدٌ : «تَلَقَّوْنَهُ» /١٥/ : يَرْوِيهِ بَعْضُكُمْ عَنْ بَعْضٍ . «تُفِيضُونَ» /يونس: ٦١/ و /الأحقاف: ٨/ : تَقُولُونَ .

٤٤٧٤ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنا سُلَيْمانُ ، عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنْ أَبِي وائِلٍ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ أُمِّ رُومانَ أُمِّ عائِشَةَ أَنَّها قالَتْ : لَمَّا رُمِيَتْ عائِشَةُ خَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْها . [ر : ٢٤٥٣]

٢٤٦ - باب : «إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْواهِكُمْ ما لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ ٱللهِ عَظِيمٌ» /١٥/ .

٤٤٧٥ : حدّثنا إِبْراهِيمُ بْنُ مُوسَى : حَدَّثَنا هِشامٌ : أَنَّ ٱبْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ : قالَ ٱبْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ : سَمِعْتُ عائِشَةَ تَقْرَأُ : إِذْ تَلِقُونَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ .[ر : ٣٩١٣]

٢٤٧ - باب : «وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ ما يَكُونُ لَنا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهٰذا سُبْحانَكَ هٰذا بُهْتانٌ عَظِيمٌ» /١٦/ .

٤٤٧٦ : حدّثنا محمّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنا يَحْيَى ، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ قالَ : ٱسْتَأْذَنَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ ، قَبْلَ مَوْتِها ، عَلَى عائِشَةَ ، وَهِيَ مَغْلُوبَةٌ ، قالَتْ : أَخْشَى أَنْ يُثْنِيَ عَلَيَّ ، فَقِيلَ : ٱبْنُ عَمِّ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، وَمِنْ وُجُوهِ الْمُسْلِمِينَ ؟ قالَتْ : ٱئْذَنُوا لَهُ ، فَقالَ كَيْفَ تَجِدِينَكِ ؟ قالَتْ : بِخَيْرٍ إِنِ ٱتَّقَيْتُ ، قالَ : فَأَنْتِ بِخَيْرٍ إِنْ شاءَ ٱللهُ ،

زَوْجَةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، وَلَمْ يَنْكِحْ بِكْرًا غَيْرَكِ ، وَنَزَلَ عُذْرُكِ مِنَ السَّمَاءِ . وَدَخَلَ ٱبْنُ الزُّبَيْرِ خِلَافَهُ ، فَقَالَتْ : دَخَلَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ ، فَأَثْنَى عَلَيَّ ، وَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ نِسْيًا مَنْسِيًّا .

حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ عَوْنٍ ، عَنِ الْقَاسِمِ : أَنَّ ٱبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ٱسْتَأْذَنَ عَلَى عَائِشَةَ نَحْوَهُ ، وَلَمْ يَذْكُرْ : نِسْيًا مَنْسِيًّا .

[ر : ۳۵۶۰]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نزع کا وقت تھا، حضرت ابن عباس ؓ نے ان کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی (امام احمد اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ اجازت حضرت عائشہ ؓ کے غلام ذکوان کے ذریعہ سے مانگی تھی) (۸) حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ آکر میری تعریف کریں گے (اور تعریف سے آدمی کے اندر خودپسندی پیدا ہوتی ہے اور یہ وقت ایسا ہے کہ اس میں آدمی کو اللہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے ، اپنے نفس کی طرف توجہ کسی بھی طرح مناسب نہیں ہے اس لئے اجازت دینے میں انہیں تشویش تھی) تو کہا گیا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور ذی وجاہت مسلمانوں میں سے ہیں اس لئے ان کا لحاظ ضروری ہے ، حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا اجازت دیدو، حضرت ابن عباس ؓ نے پوچھا آپ اپنے آپ کو کیسا پا رہی ہیں؟ فرمایا کہ اگر میرے اندر خدا کا خوف ہے تو پھر خیر ہی خیر ہے ، حضرت ابن عباس ؓ نے ان کی تعریف شروع کی کہ آپ تو انشاء اللہ خیر کے ساتھ رہیں گی کیونکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں، آپ کے سوا کسی کنواری عورت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح نہیں کیا اور آپ کا عذر و برأت آسمان سے نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس ؓ کے تشریف لے جانے کے بعد آپ کی خدمت میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما داخل ہوئے تو ان سے فرمانے لگیں۔

دخل ابن عباس ،فَأَثْنٰى عَلَيَّ ،وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا

"ابن عباس نے داخل ہوکر میری تعریف کی، میری تو خواہش یہ ہے کہ میں بھولی بسری (اور گمنام) ہوتی ۔"

اس جملہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خوف خدا، بے نفسی اور تقویٰ کے مقام بلند کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ، حدیث افک کا ترجمہ اور تفصیل کتاب المغازی میں گزر چکی ہے ۔ (۹)

---

(۸) فتح الباری: ۸/ ۴۸۳

(۹) دیکھیے کشف الباری ،کتاب المغازی: ۳۳۸

٢٤٨ - باب : «يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا» /١٧/ .

٤٤٧٧ : حدثنا مُحمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قالَتْ : جاءَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا ، قُلْتُ : أَتَأْذَنِينَ لِهٰذَا ؟ قالَتْ : أَوَ لَيْسَ قَدْ أَصَابَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ، قالَ سُفْيَانُ : تَعْنِي ذَهَابَ بَصَرِهِ ، فَقَالَ :

حَصَانٌ رَزَانٌ ما تُزَنُّ بِرِيبَةٍ وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ

قالَتْ : لٰكِنْ أَنْتَ . [ر : ٣٩١٥]

٢٤٩ - باب : قَوْلِهِ : «وَيُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ» /١٨/ .

٤٤٧٨ : حدثني مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ : أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى ، عَنْ مَسْرُوقٍ قالَ : دَخَلَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ عَلَى عائِشَةَ فَشَبَّبَ وَقالَ :

حَصَانٌ رَزَانٌ ما تُزَنُّ بِرِيبَةٍ وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ

قالَتْ : لَسْتَ كَذَاكَ . قُلْتُ : تَدَعِينَ مِثْلَ هٰذَا يَدْخُلُ عَلَيْكِ ، وَقَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ : «وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ» . فَقَالَتْ : وَأَيُّ عَذَابٍ أَشَدُّ مِنَ الْعَمٰى . وَقَالَتْ : وَقَدْ كانَ يَرُدُّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ .

[ر : ٣٩١٥]

٢٥٠ - باب : قَوْلِهِ : «إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ . وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللَّهَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ» /١٩ ، ٢٠/ .

«وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ» /٢٢/ .

٤٤٧٩ : وَقالَ أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : لَمَّا ذُكِرَ مِنْ شَأْنِي الَّذِي ذُكِرَ ، وَما عَلِمْتُ بِهِ ، قامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِيَّ خَطِيبًا ، فَتَشَهَّدَ ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ، ثُمَّ قالَ : (أَمَّا بَعْدُ : أَشِيرُوا عَلَيَّ فِي أُنَاسٍ أَبَنُوا أَهْلِي ، وَايْمُ اللَّهِ ما عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي مِنْ سُوءٍ ، وَأَبَنُوهُمْ بِمَنْ وَاللَّهِ ما عَلِمْتُ عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ قَطُّ ، وَلَا يَدْخُلُ

بَيْتِي قَطُّ إِلَّا وَأَنَا حاضِرٌ ، وَلَا غِبْتُ فِي سَفَرٍ إِلَّا غابَ مَعِي) . فَقامَ سَعْدُ بْنُ مُعاذٍ فَقالَ : ائْذَنْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ أَنْ نَضْرِبَ أَعْناقَهُمْ ، وَقامَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي الخَزْرَجِ ، وَكانَتْ أُمُّ حَسَّانَ بْنِ ثابِتٍ مِنْ رَهْطِ ذٰلِكَ الرَّجُلِ ، فَقالَ : كَذَبْتَ ، أَمَا وَاللهِ أَنْ لَوْ كانُوا مِنَ الأَوْسِ ما أَحْبَبْتَ أَنْ تُضْرَبَ أَعْناقُهُمْ . حَتَّى كادَ أَنْ يَكُونَ بَيْنَ الأَوْسِ وَالخَزْرَجِ شَرٌّ فِي المَسْجِدِ ، وَما عَلِمْتُ . فَلَمَّا كانَ مَساءُ ذٰلِكَ اليَوْمِ خَرَجْتُ لِبَعْضِ حاجَتِي وَمَعِي أُمُّ مِسْطَحٍ ، فَعَثَرَتْ وَقالَتْ : تَعِسَ مِسْطَحٌ ، فَقُلْتُ : أَيْ أُمِّ تَسُبِّينَ ابْنَكِ ، وَسَكَتَتْ ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّانِيَةَ فَقالَتْ : تَعِسَ مِسْطَحٌ ، فَقُلْتُ لَهَا : تَسُبِّينَ ابْنَكِ ، ثُمَّ عَثَرَتِ الثَّالِثَةَ فَقالَتْ : تَعِسَ مِسْطَحٌ ، فَانْتَهَرْتُهَا ، فَقالَتْ : وَاللهِ ما أَسُبُّهُ إِلَّا فِيكِ ، فَقُلْتُ : فِي أَيِّ شَأْنِي ؟ قالَتْ : فَبَقَرَتْ لِي الحَدِيثَ ، فَقُلْتُ : وَقَدْ كانَ هٰذَا ؟ قالَتْ : نَعَمْ وَاللهِ ، فَرَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي ، كَأَنَّ الَّذِي خَرَجْتُ لَهُ لَا أَجِدُ مِنْهُ قَلِيلاً وَلَا كَثِيرًا . وَوُعِكْتُ ، فَقُلْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ : أَرْسِلْنِي إِلَى بَيْتِ أَبِي ، فَأَرْسَلَ مَعِي الغُلَامَ ، فَدَخَلْتُ الدَّارَ فَوَجَدْتُ أُمَّ رُومانَ فِي السُّفْلِ وَأَبَا بَكْرٍ فَوْقَ البَيْتِ يَقْرَأُ ، فَقالَتْ أُمِّي : ما جاءَ بِكِ يَا بُنَيَّةُ ؟ فَأَخْبَرْتُهَا وَذَكَرْتُ لَهَا الحَدِيثَ ، وَإِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا مِثْلَ ما بَلَغَ مِنِّي ، فَقالَتْ : يَا بُنَيَّةُ ، خَفِّضِي عَلَيْكِ الشَّأْنَ ، فَإِنَّهُ - وَاللهِ - لَقَلَّمَا كانَتِ امْرَأَةٌ حَسْناءُ ، عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا ، لَهَا ضَرائِرُ إِلَّا حَسَدْنَهَا ، وَقِيلَ فِيهَا ، وَإِذَا هُوَ لَمْ يَبْلُغْ مِنْهَا ما بَلَغَ مِنِّي ، قُلْتُ : وَقَدْ عَلِمَ بِهِ أَبِي ؟ قالَتْ : نَعَمْ ، قُلْتُ : وَرَسُولُ اللهِ ﷺ ؟ قالَتْ : نَعَمْ وَرَسُولُ اللهِ ﷺ ، فَاسْتَعْبَرْتُ وَبَكَيْتُ ، فَسَمِعَ أَبُو بَكْرٍ صَوْتِي وَهُوَ فَوْقَ البَيْتِ يَقْرَأُ فَنَزَلَ ، فَقالَ لِأُمِّي : ما شَأْنُهَا ؟ قالَتْ : بَلَغَهَا الَّذِي ذُكِرَ مِنْ شَأْنِهَا ، فَفاضَتْ عَيْناهُ ، قالَ : أَقْسَمْتُ عَلَيْكِ أَيْ بُنَيَّةُ إِلَّا رَجَعْتِ إِلَى بَيْتِكِ ، فَرَجَعْتُ .

وَلَقَدْ جاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بَيْتِي فَسَأَلَ عَنِّي خادِمَتِي فَقالَتْ : لَا وَاللهِ ما عَلِمْتُ عَلَيْهَا عَيْبًا ، إِلَّا أَنَّهَا كانَتْ تَرْقُدُ حَتَّى تَدْخُلَ الشَّاةُ فَتَأْكُلَ خَمِيرَهَا ، أَوْ عَجِينَهَا ، وَانْتَهَرَهَا بَعْضُ أَصْحابِهِ فَقالَ : اصْدُقِي رَسُولَ اللهِ ﷺ ، حَتَّى أَسْقَطُوا لَهَا بِهِ ، فَقالَتْ : سُبْحَانَ اللهِ ، وَاللهِ ما عَلِمْتُ عَلَيْهَا إِلَّا ما يَعْلَمُ الصَّائِغُ عَلَى تِبْرِ الذَّهَبِ الأَحْمَرِ ، وَبَلَغَ الأَمْرُ إِلَى ذٰلِكَ الرَّجُلِ الَّذِي قِيلَ لَهُ ، فَقالَ : سُبْحَانَ اللهِ ، وَاللهِ ما كَشَفْتُ كَنَفَ أُنْثَى قَطُّ . قالَتْ عائِشَةُ : فَقُتِلَ شَهِيدًا فِي سَبِيلِ اللهِ . قالَتْ : وَأَصْبَحَ أَبَوَايَ عِنْدِي فَلَمْ يَزَالَا حَتَّى دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَقَدْ صَلَّى العَصْرَ ، ثُمَّ دَخَلَ وَقَدِ اكْتَنَفَنِي أَبَوَايَ عَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي ، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ، ثُمَّ قالَ : (أَمَّا بَعْدُ ،

يَا عائِشَةُ إِنْ كُنْتِ قارَفْتِ سُوءًا ، أَوْ ظَلَمْتِ ، فَتُوبِي إِلَى ٱللهِ ، فَإِنَّ ٱللهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ مِنْ عِبَادِهِ) .
قالَتْ : وَقَدْ جاءَتِ ٱمْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَهِيَ جالِسَةٌ بِالْبَابِ ، فَقُلْتُ : أَلَا تَسْتَحِي مِنْ هٰذِهِ الْمَرْأَةِ أَنْ تَذْكُرَ شَيْئًا ، فَوَعَظَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَٱلْتَفَتُّ إِلَى أَبِي ، فَقُلْتُ : أَجِبْهُ ، قالَ : فَمَاذَا أَقُولُ ، فَٱلْتَفَتُّ إِلَى أُمِّي ، فَقُلْتُ : أَجِيبِيهِ ، فَقَالَتْ : أَقُولُ ماذَا ، فَلَمَّا لَمْ يُجِيبَاهُ ، تَشَهَّدْتُ ، فَحَمِدْتُ ٱللهَ وَأَثْنَيْتُ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ، ثُمَّ قُلْتُ : أَمَّا بَعْدُ ، فَوَٱللهِ لَئِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي لَمْ أَفْعَلْ ، وَٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَشْهَدُ إِنِّي لَصَادِقَةٌ ، ما ذَاكَ بِنَافِعِي عِنْدَكُمْ ، لَقَدْ تَكَلَّمْتُمْ بِهِ وَأُشْرِبَتْهُ قُلُوبُكُمْ ، وَإِنْ قُلْتُ : إِنِّي فَعَلْتُ ، وَٱللهُ يَعْلَمُ أَنِّي لَمْ أَفْعَلْ ، لَتَقُولُنَّ قَدْ بَاءَتْ بِهِ عَلَى نَفْسِهَا ، وَإِنِّي وَٱللهِ ما أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلاً ، وَٱلْتَمَسْتُ ٱسْمَ يَعْقُوبَ فَلَمْ أَقْدِرْ عَلَيْهِ ، إِلَّا أَبَا يُوسُفَ حِينَ قالَ : «فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَٱللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى ما تَصِفُونَ» . وَأُنْزِلَ عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ مِنْ سَاعَتِهِ ، فَسَكَتْنَا ، فَرُفِعَ عَنْهُ وَإِنِّي لَأَتَبَيَّنُ السُّرُورَ فِي وَجْهِهِ ، وَهُوَ يَمْسَحُ جَبِينَهُ وَيَقُولُ : (أَبْشِرِي يَا عائِشَةُ ، فَقَدْ أَنْزَلَ ٱللهُ بَرَاءَتَكِ) . قالَتْ : وَكُنْتُ أَشَدَّ ما كُنْتُ غَضَبًا ، فَقَالَ لِي أَبَوَايَ : قُومِي إِلَيْهِ ، فَقُلْتُ : وَٱللهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ وَلَا أَحْمَدُهُ وَلَا أَحْمَدُكُمَا ، وَلٰكِنْ أَحْمَدُ ٱللهَ الَّذِي أَنْزَلَ بَرَاءَتِي ، لَقَدْ سَمِعْتُمُوهُ فَمَا أَنْكَرْتُمُوهُ وَلَا غَيَّرْتُمُوهُ .

وَكَانَتْ عائِشَةُ تَقُولُ : أَمَّا زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَعَصَمَهَا ٱللهُ بِدِينِهَا ، فَلَمْ تَقُلْ إِلَّا خَيْرًا ، وَأَمَّا أُخْتُهَا حَمْنَةُ فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ ، وَكَانَ الَّذِي يَتَكَلَّمُ فِيهِ مِسْطَحٌ ، وَحَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ ، وَالْمُنَافِقُ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيٍّ ، وَهُوَ الَّذِي كانَ يَسْتَوْشِيهِ وَيَجْمَعُهُ ، وَهُوَ الَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ هُوَ وَحَمْنَةُ ، قالَتْ : فَحَلَفَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ لَا يَنْفَعَ مِسْطَحًا بِنَافِعَةٍ أَبَدًا ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ : «وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ - إِلَى آخِرِ الآيَةِ ، يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ - وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ - يَعْنِي مِسْطَحًا ، إِلَى قَوْلِهِ - أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ ٱللهُ لَكُمْ وَٱللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ» . حَتَّى قالَ أَبُو بَكْرٍ : بَلَى وَٱللهِ يَا رَبَّنَا ، إِنَّا لَنُحِبُّ أَنْ تَغْفِرَ لَنَا ، وَعادَ لَهُ بِمَا كانَ يَصْنَعُ . [ر : ٢٤٥٣]

٢٥١ - باب : «وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ» /٣١/ .

٤٤٨٠/٤٤٨١ : وَقالَ أَحْمَدُ بْنُ شَبِيبٍ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ يُونُسَ : قالَ ٱبْنُ شِهَابٍ ،

(۴۴۸۱-۴۴۸۰) واخرجه النسائى فى السنن فى التفسير باب وليضربن بخمرهن، رقم الحديث: ۱۱۳۶۳

وهذا الحديث لم يخرجه احد من اصحاب الستة سوى البخارى

عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : يَرْحَمُ ٱللهُ نِسَاءَ المُهَاجِرَاتِ الأُوَلَ ، لَمَّا أَنْزَلَ ٱللهُ : «وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ» . شَقَّقْنَ مُرُوطَهُنَّ فَٱخْتَمَرْنَ بِهَا .

(٤٤٨١) : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ ، عَنِ الحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا كانَتْ تَقُولُ : لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ : «وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ» . أَخَذْنَ أُزُرَهُنَّ فَشَقَّقْنَهَا مِنْ قِبَلِ الحَوَاشِي ، فَٱخْتَمَرْنَ بِهَا .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی "وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ" (اور اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر ڈالے رہا کریں) تو مہاجر اور انصار کی عورتوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر ان کے دوپٹے اور اوڑھنیاں بنائیں۔

زمانۂ جاہلیت میں عورتوں میں عام طور سے دوپٹہ استعمال کرنے کا رواج اس طرح تھا کہ دوپٹہ سر پر ڈال کر اس کے دونوں کنارے پشت پر چھوڑ دیتی تھیں جس کی وجہ سے گلا اور سینہ کھلا رہتا تھا، اسلام نے گلا اور سینہ ڈھانپنے کا حکم دیا۔ (۱۰)

٢٥٢ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الفُرْقَانِ

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «هَبَاءً مَنْثُورًا» /٢٣/ : ما تَسْفِي بِهِ الرِّيحُ . «مَدَّ الظِّلَّ» /٤٥/ : ما بَيْنَ طُلُوعِ الفَجْرِ إِلَى طُلُوعِ الشَّمْسِ . «سَاكِنًا» /٤٥/ : دَائِمًا . «عَلَيْهِ دَلِيلًا» /٤٥/ : طُلُوعُ الشَّمْسِ . «خِلْفَةً» /٦٢/ : مَنْ فَاتَهُ مِنَ اللَّيْلِ عَمَلٌ أَدْرَكَهُ بِالنَّهَارِ ، أَوْ فَاتَهُ بِالنَّهَارِ أَدْرَكَهُ بِاللَّيْلِ .

وَقالَ الحَسَنُ : «هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ» /٧٤/ : في طَاعَةِ ٱللهِ ، وَما شَيْءٌ أَقَرَّ لِعَيْنِ المُؤْمِنِ مِنْ أَنْ يَرَى حَبِيبَهُ في طَاعَةِ ٱللهِ .

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «ثُبُورًا» /١٣/ : وَيْلًا .

وَقالَ غَيْرُهُ : السَّعِيرُ مُذَكَّرٌ ، وَالتَّسَعُّرُ وَالِاضْطِرَامُ التَّوَقُّدُ الشَّدِيدُ . «تُمْلَى عَلَيْهِ» /٥/ : تُقْرَأُ عَلَيْهِ ، مِنْ أَمْلَيْتُ وَأَمْلَلْتُ . «الرَّسِّ» /٣٨/ : المَعْدِنُ ، جَمْعُهُ رِسَاسٌ . «ما يَعْبَأُ» /٧٧/ : يُقَالُ : ما عَبَأْتُ بِهِ شَيْئًا ، أَيْ لَمْ تَعْتَدَّ بِهِ . «غَرَامًا» /٦٥/ : هَلَاكًا .

---

(۱۰) عمدة القاري: ۹۲/۱۹

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «وَعَتَوْا» /٢١/ : طَغَوْا .
وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ : «عَاتِيَةٍ» /الحاقة: ٦/ : عَتَتْ عَلَى الخُزَّانِ .

الفرقان

وقال ابن عباس: هَبَاءً مَنْثُورًا: مَاتَسْفِي بِهِ الرِّيحُ

آیت میں ہے "وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا"
یعنی ہم آئے ان کے اعمال کی طرف تو ہم نے ان کو اڑتی ہوئی خاک بنادیا، چونکہ وہ اخلاص و ایمان سے خالی تھے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ هَبَاءً مَنْثُورًا اس چیز کو کہتے ہیں جس کو ہوا اڑا کر لے جاتی ہے یعنی گرد و غبار، حضرت حسن بصریؒ وغیرہ سے منقول ہے کہ اس سے مراد گرد و غبار کے وہ باریک ذرات ہیں جو کواڑ کے سوراخوں میں اندر آئی ہوئی سورج کی روشنی میں نظر آتے ہیں۔ (۱۱)

مَدَّ الظِّلَّ: مَا بَيْنَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَى طُلُوعِ الشَّمْسِ

آیت میں ہے "أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا" یعنی آپ نے اپنے رب کو نہیں دیکھا کہ اس نے صبح صادق سے لیکر طلوع آفتاب تک سایہ کو کس طرح دراز کیا، اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو اس کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھتے، پھر ہم نے طلوع شمس کو اس سایہ پر دلیل بنایا یعنی آفتاب سایہ کی کمی اور درازی پر علامت ہوتا ہے، سایہ کی پہچان آفتاب ہی کے ذریعہ ممکن ہے، آفتاب کے بغیر سایہ نہیں پہچانا جاسکتا ہے "ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا" اس میں شمس سے مراد طلوع شمس ہے۔

خِلْفَةً: مَنْ فَاتَهُ مِنَ اللَّيْلِ عَمَلٌ أَدْرَكَهُ بِالنَّهَارِ، أَوْ فَاتَهُ بِالنَّهَارِ أَدْرَكَهُ بِاللَّيْلِ

آیت میں ہے "وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً" اللہ وہ ذات ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا، خلفة کی تشریح میں فرمایا کہ جس سے رات کو کوئی عمل فوت ہوا تو وہ دن کو پورا کرسکتا ہے اور دن میں فوت ہوجائے تو وہ رات کو کرسکتا ہے۔
خِلْفَةً کی ایک مراد تو وہی ہے کہ رات دن کے مخالف اندھیری ہے اور دن رات کے خلاف روشن

(۱۱) عمدۃ القاری: ۱۹/ ۹۳ .

ہے یا یہ کہیئے کہ کبھی رات بڑی ہے تو دن چھوٹا ہے اور کبھی دن بڑا ہے تو رات چھوٹی ہے یا پھر کہا جائے رات دن کی جگہ آتی ہے اور دن رات کی جگہ آتا ہے ایک دوسرے کے قائم مقام ہوتا ہے۔ بخاری نے چوتھے معنی بیان کئے کہ رات کا عمل چھوٹ جائے تو دن میں پورا کرلیا جائے اور دن کا عمل رہ جائے تو رات میں اسے کرلیا جائے۔ (۱۲)

وقال الحسن: هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ: فِي طَاعَةِ اللّٰهِ، وَمَاشَيْءٌ أَقَرَّ لِعَيْنِ الْمُؤْمِنِ مِنْ أَنْ يَرَىٰ حَبِيْبَهُ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت میں "قُرَّةَ عَيْنٍ" سے مراد یہ ہے کہ اللہ انہیں اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کی توفیق عطا فرمائے، مومن کی آنکھ کی ٹھنڈک اس بات سے زیادہ اور کس چیز میں ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کو اللہ جل شانہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں دیکھے۔

ثُبُوْرًا: وَيْلًا

"دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا" یہ کافر وہاں (دوزخ میں) ہلاکت کو پکاریں گے۔

فرماتے ہیں آیت میں ثُبُوْر کے معنی ہلاکت اور موت کے ہیں۔

اَلسَّعِيْرُ مُذَكَّرٌ، وَالتَّسَعُّرُ وَالْاِضْطِرَامُ التَّوَقُّدُ الشَّدِيْدُ

آیت کریمہ میں ہے "وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا" اور ہم نے دوزخ تیار کر رکھی ہے اس شخص کے لئے جو قیامت کی تکذیب کرے، فرماتے ہیں کہ "سعیر" کا لفظ مذکر ہے اور تسعر اور اضطرام کے معنی ہیں: خوب بھڑکنا، مشتعل ہونا۔

تُمْلٰى عَلَيْهِ: تُقْرَأُ عَلَيْهِ، مِنْ أَمْلَيْتُ وَ أَمْلَلْتُ

آیت میں ہے "وَقَالُوْا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا" یعنی انہوں نے کہا کہ پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں انہوں نے لکھ رکھی ہیں یا لکھوا رکھی ہیں تو صبح و شام انہی کی لکھائی کرائی

(۱۲) واخرج عبدالرزاق عن معمر عن الحسن مثله، عن ابن عباس و قتادہ: خلفة یعنی عوضا و خلفا، یقوم احدهما مکان صاحبه، فمن فاته عمله فی احدهما، قضاه فی الاخر، عن مجاهد: یعنی جعل کل واحد منهما مخالفا للاخر، فجعل هذا اسود، و هذا ابیض، وعن ابن زید یعنی اذا جاء احدهما ذهب الاخر، فهما یتعاقبان فی الظل و الضیاء، و الزیادة و النقصان (عمدة القاری: ۱۹/۹۳)

جاتی ہے۔

اس میں تُمْلٰى عَلَيْهِ کے معنی ہیں "اس پر پڑھے جاتے ہیں" یہ اَمْلَيْتُ اور اَمْلَلْتُ سے ہے، اِملاء ناقص یائی اور املال مضاعف دونوں کے معنی ایک ہیں۔

الرَّسِّ: اَلْمَعْدِنُ، جَمْعُهُ رِسَاسٌ

آیت میں ہے "وَعَادًا وَّثَمُوْدَ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا" ابوعبیدہ نے اس کی تشریح معدن یعنی کان سے کی ہے۔

بعض حضرات نے کہا کہ رس کنویں کو کہتے ہیں کہ اور قوم ثمود کے ہاں چونکہ کنویں بہت تھے اس لئے انہیں اصحاب الرس کہا گیا۔ (۱۳)

بعضوں نے کہا یہ ایک نہر کا نام ہے اور یہ لوگ چونکہ اس کے کنارے پر آباد تھے اس لئے انہیں اصحاب الرس کہا گیا ہے۔ (۱۴)

بعض کا کہنا ہے کہ رس اس وادی کا نام ہے جس میں یہ لوگ رہتے تھے، اس لئے انہیں اصحاب الرس کہا گیا۔ (۱۵)

لیکن ان تمام اقوال میں کوئی تضاد نہیں، ان سب کی وجہ سے انہیں اصحاب رس کہا جاتا ہے۔

مَا يَعْبَأُ: يقال: مَا عَبَأْتُ بِهٖ شَيْئًا: لَا يُعْتَدُّ بِهٖ

آیت کریمہ میں ہے "قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ" آپ کہیے میرا رب پروا نہیں رکھتا تمہاری، اگر تم اس کو نہ پکارو، عرب کہتے ہیں: مَا عَبَأْتُ بِهٖ شَيْئًا: میں نے اس کی کچھ پروا نہیں کی۔

غَرَامًا: هَلَاكًا

"اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا" بے شک جہنم کا عذاب تباہی ہے اس میں غراما کے معنی ہیں: ہلاکت

وعتوا: طغوا

"وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيْرًا" اور ان لوگوں نے بہت بڑی سرکشی کی، عُتُوًّا، کے معنی سرکشی کرنے کے ہیں۔

(۱۳) فتح الباری: ۸/۴۹۱، وتفسیر کشاف: ۳/۳۸۰، ومعالم التنزیل: ۳/۳۶۹

(۱۴) الجامع لاحکام القرآن: ۱۳/۳۴

(۱۵) المفردات فی غریب القرآن: ۱۹۴

عَاتِيَةٌ: عَتَتْ عَلَى الْخُزَّانِ

آیت میں ہے "وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ" اور عاد جو تھے وہ ایک تیز و تند ہوا سے ہلاک کئے گئے، "عاتیة" کے معنی ہیں تیز و تند اور یہاں اس کے معنی بیان کئے ہیں وہ ہوا جو ہواؤں پر مقرر فرشتوں سے سرکشی کرے۔ خُزَّانٌ خَازِنٌ کی جمع ہے اور یہاں اس سے ہواؤں کے چلانے پر مقرر فرشتے مراد ہیں۔

۲۵۳ – باب : قَوْلِهِ :

«الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَى وُجُوهِهِمْ إِلَى جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلاً» /٣٤/ .

٤٤٨٢ : حدّثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغْدَادِيُّ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ قَتَادَةَ : حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَجُلاً قالَ : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ، كَيْفَ يُحْشَرُ الْكافِرُ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؟ قالَ : (أَلَيْسَ الَّذِي أَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قادِرًا عَلَى أَنْ يُمْشِيَهُ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) . قالَ قَتَادَةُ : بَلَى وَعِزَّةِ رَبِّنَا . [٦١٥٨]

٢٥٤ – باب : قَوْلِهِ : «وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا» /٦٨/ : الْعُقُوبَةَ .

٤٤٨٣ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ ، عَنْ سُفْيَانَ قالَ : حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ وَسُلَيْمانُ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ أَبِي مَيْسَرَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ . قالَ : وَحَدَّثَنِي وَاصِلٌ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : سَأَلْتُ ، أَوْ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : أَيُّ الذَّنْبِ عِنْدَ اللّٰهِ أَكْبَرُ ؟ قالَ : (أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ) . قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ ؟ قالَ : (ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ) . قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ ؟ قالَ : (أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جارِكَ) . قالَ : وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ تَصْدِيقًا لِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ : «وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ» . [ر : ٤٢٠٧]

(۴۴۸۲) و اخرجه ایضاً فی کتاب الرقاق، باب الحشر، رقم الحدیث: ۶۵۲۳، و اخرجه مسلم فی صفات المنافقین و احکامهم، باب یحشر الکافر علی وجهه، رقم الحدیث: ۲۸۰۶، و اخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ فی التفسیر، باب قوله تعالیٰ: الذین یحشرون علی وجوههم الی جهنم رقم الحدیث۔ ۱۱۳۶۷

ويحيى: هو ابن سعيد القطان، وسفيان: هوالثوري، ومنصور: هو ابن المعتمر وسليمان: هوالاعمش، و ابو وائل: شقيق بن سلمة، وابو ميسرة: عمرو بن شرحبيل الهمداني، وعبدالله: هو ابن مسعود، وواصل: هوابن حيّان الكوفي

یہ حدیث سفیان ثوری تین مشائخ یعنی منصور، سلیمان اور واصل سے نقل کررہے ہیں جو درج ذیل ہیں:

❶ سفیان، عن منصور، عن ابی وائل، عن ابی میسرۃ، عن عبداللہ

❷ سفیان، عن سلیمان، عن ابی وائل، عن ابی میسرۃ، عن عبداللہ

❸ سفیان، عن واصل، عن ابی وائل، عن عبداللہ

پہلے دو طریق میں ابووائل اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے درمیان ابومیسرہ ہیں اور آخری طریق میں ابووائل اور حضرت عبداللہ کے درمیان ابومیسرہ کا واسطہ نہیں ہے۔

یہ روایت یہاں یحیی بن سعید القطان نے سفیان سے نقل کی ہے، عبدالرحمن بن مہدی نے بھی سفیان سے مذکورہ تینوں طریق سے یہ روایت نقل کی ہے، اس میں واصل کے طریق میں بھی "ابومیسرہ" کا ذکر ہے، علامہ عینی نے فرمایا "والصواب اسقاط ابی میسرۃ، من روایة واصل" (*) یعنی صحیح بات یہ ہے کہ واصل کے طریق میں ابومیسرہ کا واسطہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم

٤٤٨٤ / ٤٤٨٦ : حدّثنا إبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ : أَنَّ ٱبْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قالَ : أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ بْنُ أَبِي بَزَّةَ : أَنَّهُ سَأَلَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ : هَلْ لِمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا مِنْ تَوْبَةٍ ؟ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ : «وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ» . فَقَالَ سَعِيدٌ : قَرَأْتُهَا عَلَى ٱبْنِ عَبَّاسٍ كما قَرَأْتَهَا عَلَيَّ ، فَقَالَ : هٰذِهِ مَكِّيَّةٌ ، نَسَخَتْهَا آيَةٌ مَدَنِيَّةٌ ، الَّتِي فِي سُورَةِ النِّسَاءِ .

(٤٤٨٥) : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قالَ : ٱخْتَلَفَ أَهْلُ الْكُوفَةِ فِي قَتْلِ الْمُؤْمِنِ ، فَرَحَلْتُ فِيهِ إِلَى ٱبْنِ عَبَّاسٍ ، فَقَالَ : نَزَلَتْ فِي آخِرِ ما نَزَلَ ، وَلَمْ يَنْسَخْهَا شَيْءٌ .

(٤٤٨٦) : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قالَ : سَأَلْتُ

(*) عمدۃ القاری: ۱۹/۹۶

ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى : «فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ» . قَالَ : لَا تَوْبَةَ لَهُ . وَعَنْ قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ : «لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ» . قَالَ : كَانَتْ هٰذِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ . [ر : ٣٦٤٢]

سورۂ فرقان کی تین آیات پر امام بخاری رحمہ اللہ نے ابواب قائم کئے ہیں، پہلی آیت ہے "وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا" اس آیت پر باب قائم کرکے امام نے چار احادیث اس کے تحت تخریج کی ہیں، دوسری آیت ہے۔ "يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا" اس کے تحت امام نے ایک روایت ذکر کی ہے اور تیسری آیت ہے۔ "إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَحِيْمًا" اس کے تحت بھی ایک روایت نقل کی ہے، ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی قتل عمد کا مرتکب ہوگا تو توبہ کے بعد اس کی معافی ہوجائے گی جبکہ سورۃ النساء کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں، قتل مومن کا ارتکاب کرنے والا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا اور اس کی معافی نہیں ہوگی، آیت کے الفاظ ہیں "وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا"

حضرت ابن عباسؓ سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو یہاں روایات میں ان سے دو قسم کے جواب مروی ہیں، ایک یہ کہ سورۃ فرقان کی آیت جس سے قتل مومن کے مرتکب کی معافی معلوم ہوتی ہے منسوخ ہے اور اس کے لئے ناسخ سورۃ نساء والی آیت ہے اور وہ مدنی ہے، لہذا اس کے لئے اب توبہ کی گنجائش نہیں۔

دوسری روایت میں ان سے جب اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ سورۃ نساء کی آیت کو کسی نے منسوخ نہیں کیا اور سب سے آخر میں وہ نازل ہوئی ہے اور سورۃ فرقان کی آیت اہلِ شرک کے بارے میں ہے کہ جن لوگوں نے زمانۂ شرک اور دور جاہلیت میں قتل کیا ہو اور پھر توبہ کرکے ایمان لے آئے تو ان کے متعلق کہا گیا کہ ان کی توبہ قبول ہوگی اور ان سے مواخذہ نہیں ہوگا۔

پہلے جواب کی رو سے حضرت ابن عباسؓ سورۃ نساء کی آیت کو ناسخ اور سورۃ فرقان کی آیت کو منسوخ مانتے ہیں اور دوسرے جواب کی رو سے وہ ناسخ، منسوخ نہیں بلکہ دونوں کے مصداق کو الگ الگ قرار دیتے ہیں کہ سورۃ نساء کی آیت کا تعلق اسلام لانے کے بعد قتل مومن کے ارتکاب سے ہے اور سورۃ فرقان کی آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو اسلام سے پہلے قتل کا ارتکاب کرچکے ہوں۔

بہرحال یہاں ان کے دونوں جوابات سے معلوم یہی ہوتا ہے کہ وہ قاتلِ مومن کے لئے توبہ کے قائل نہیں ہیں، لیکن یہ جمہور کا مسلک نہیں ہے، جمہور علماء کہتے ہیں کہ شرک کے علاوہ ہر گناہ معاف ہوسکتا

ہے بلکہ بعض حضرات سورۂ نساء کی آیت کو منسوخ اور فرقان کی آیت کو ناسخ مانتے ہیں.... حضرت ابن عباسؓ سے بھی ایک قول جمہور کے موافق مروی ہے، بعض حضرات نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ کا مسلک جمہور کے مطابق ہے البتہ انہوں نے اس سلسلہ میں جو کچھ کہا ہے کہ قاتل مومن کے لئے معافی نہیں ہے یہ تغلیظ و تشدید اور قتل کے ذرائع کے سدباب کے لئے مصلحتاً کہا ہے۔ اس کے متعلق بحث سورۂ نساء کی آیت کے تحت گزر چکی ہے، وہاں دیکھ لی جائے۔ (۱۶)

٢٥٥ – باب : «يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا» /٦٩/ .

٤٤٨٧ : حدّثنا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ : قَالَ ابْنُ أَبْزَى : سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى : «وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ» . وَقَوْلِهِ : «وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالحَقِّ – حَتَّى بَلَغَ – إِلَّا مَنْ تَابَ» . فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ قَالَ أَهْلُ مَكَّةَ : فَقَدْ عَدَلْنَا بِاللّٰهِ وَقَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالحَقِّ ، وَأَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : «إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا – إِلَى قَوْلِهِ – غَفُورًا رَحِيمًا» . [ر : ٣٦٤٢]

٢٥٦ – باب : «إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَأُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا» /٧٠/ .

٤٤٨٨ : حدّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا أَبِي ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ : أَمَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبْزَى : أَنْ أَسْأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الآيَتَيْنِ : «وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا» : فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ : لَمْ يَنْسَخْهَا شَيْءٌ ، وَعَنْ : «وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ» . قَالَ : نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الشِّرْكِ . [ر : ٣٦٤٢]

٢٥٧ – باب : «فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا» /٧٧/ : هَلَكَةً .

٤٤٨٩ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ : قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ : الدُّخَانُ ، وَالْقَمَرُ ، وَالرُّومُ وَالْبَطْشَةُ ، وَاللِّزَامُ . «فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا» . [ر : ٩٦٢]

---

(۱۶) دیکھیے کشف الباری

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ علامات قیامت میں سے پانچ چیزیں گزر چکی ہیں ایک: دخان، دوم: شق القمر، سوم: روم پر غلبہ، چہارم: بَطْشَہ اور پنجم: لزام۔

دخان کا ذکر سورۃ دخان میں ہے "فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ" اور شق القمر کا تذکرہ سورۃ انبیاء میں ہے "اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" روم کا ذکر سورۃ روم میں ہے "غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ" اور بطشہ کا ذکر سورۃ دخان میں ہے "يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى إِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ" اور لِزام کا ذکر سورۃ فرقان کی آیت باب میں ہے۔

ان میں دو علامات تو بالاتفاق گزر چکی ہیں، ایک شق القمر اور دوم رومیوں کی مغلوبیت، البتہ باقی تین دخان، بطشہ اور لزام کے بارے میں اختلاف ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک دخان سے مراد وہ دھواں ہے جو آپؐ کے زمانہ میں قریش کو بھوک کی شدت کی وجہ سے محسوس ہوتا تھا اور بطشہ سے ان کے نزدیک غزوۂ بدر کے موقع پر کفار کا قتال مراد ہے اور لِزام سے ان کا قید و گرفتار کرنا مراد ہے۔

لیکن دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ دخان سے مراد وہ دھوں ہے جو قرب قیامت میں اٹھے گا اور تمام لوگوں پر چھا جائے گا البتہ صلحاء کو اس کا اثر بہت ہلکا محسوس ہوگا جبکہ کفار اور منافقین اس کے اثر سے بیہوش ہوجائیں گے اسی طرح بطشہ اور لزام سے قیامت کے دن کفار کو پکڑ کر جہنم میں ڈالنا اور ان کا ہلاک ہونا مراد ہے۔ (۱۷)

لیکن ان میں کوئی تضاد نہیں، دونوں توجیہیں مراد ہوسکتی ہیں۔

۲۵۸ – باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ الشُّعَرَاءِ.

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: «تَعْبَثُونَ» /۱۲۸/: تَبْنُونَ. «هَضِيمٌ» /۱۴۸/: يَتَفَتَّتُ إِذَا مُسَّ. مُسَحَّرِينَ: الْمَسْحُورِينَ. «لَيْكَةِ» /۱۷۶/: وَالْأَيْكَةُ جَمْعُ أَيْكَةٍ، وَهِيَ جَمْعُ الشَّجَرِ. «يَوْمِ الظُّلَّةِ» /۱۸۹/: إِظْلَالُ الْعَذَابِ إِيَّاهُمْ. «مَوْزُونٍ» /الحجر: ۱۹/: مَعْلُومٍ. «كَالطَّوْدِ» /۶۳/: الْجَبَلِ. وَقَالَ غَيْرُهُ: «لَشِرْذِمَةٌ» /۵۴/: طَائِفَةٌ قَلِيلَةٌ. «فِي السَّاجِدِينَ» /۲۱۹/: الْمُصَلِّينَ.

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ» /۱۲۹/: كَأَنَّكُمْ. الرِّيعُ: الْأَيْفَاعُ مِنَ الْأَرْضِ، وَجَمْعُهُ رِيَعَةٌ وَأَرْيَاعٌ، وَاحِدُهُ رِيعَةٌ. «مَصَانِعَ» /۱۲۹/: كُلُّ بِنَاءٍ فَهُوَ مَصْنَعَةٌ. «فَرِهِينَ»

---

(۱۷) دیکھیے معالم التنزیل للبغوی: ۱۳۹/۴

/١٤٩/ : مَرِحِينَ ، «فَارِهِينَ» بِمَعْنَاهُ ، وَيُقَالُ : «فارِهِينَ» حاذِقِينَ . «تَعْثَوْا» /١٨٣/ : هُوَ أَشَدُّ الْفَسَادِ ، وَعاثَ يَعِيثُ عَيْثًا . «اَلْجِبِلَّةِ» /١٨٤/ : الخَلْقُ ، جُبِلَ خُلِقَ ، وَمِنْهُ جُبُلاً وَجِبِلاً وَجُبْلاً يَعْنِي الخَلْقَ ، قالَهُ آبْنُ عَبَّاسٍ.

سورة الشعراء

وقال مجاهد: تَعْبَثُوْنَ: تَبْنُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ آيَةً تَعْبَثُوْنَ" کیا ہر اونچی زمین پر یک نشان بناتے ہو فضول، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

"ان لوگوں کو بڑا شوق تھا اونچے مضبوط مینارے بنانے کا، جس سے کچھ کام نہ نکلے، مگر نام ہوجائے اور رہنے کی عمارتیں بھی بڑے تکلف کی بناتے تھے مال ضائع کرنے کو، ان میں بڑی کاریگریاں دکھلاتے گویا یہ سمجھتے تھے کہ ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور یہ یادگاریں اور عمارتیں کبھی برباد نہ ہوں گی (لیکن آج دیکھو تو ان کے کھنڈر بھی باقی نہیں)"

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ آیت میں تَعْبَثُوْنَ بمعنی تَبْنُوْنَ ہے یعنی بلاضرورت اونچے مینارے بناتے ہو جس سے کوئی فائدہ نہیں، عبث خرچ کرتے ہو۔

هَضِيْمٌ: يَتَفَتَّتُ اِذَا مُسَّ

آیت میں ہے "فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ" یعنی باغوں میں اور چشموں میں اور کھیتوں میں اور کھجوروں میں جن کا گابھا ملائم ہے، تمہیں عیش کرنے کے لئے رہنے دیا جائے گا، نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ هَضِيْمٌ کا اطلاق اس گچھے پر ہوتا ہے جو چھونے سے ریزہ ریزہ ہوجاتا ہے (اور یہ حالت سوکھنے کے بعد ہوتی ہے۔)

مُسَحَّرِيْنَ: اَلْمَسْحُوْرِيْنَ

آیت کریمہ میں ہے "قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ" فرماتے ہیں اس میں مُسَحَّرِيْن بمعنی مَسْحُورين ہے یعنی جن پر جادو کیا گیا ہو۔

لَیْکَةِ: وَالْاَیْکَةُ جَمْعُ اَیْکَةٍ، وَھِیَ جَمْعُ الشَّجَرِ

آیت میں ہے "وَکَذَّبَ اَصْحَابُ الْاَیْکَةِ الْمُرْسَلِیْنَ" امام نافع، ابن کثیر اور ابن عامر کی قرات لیکة ہے اور باقی حضرات "الایکة" پڑھتے ہیں (۱۸) امام فرماتے ہیں کہ لَیْکَة اور اَلْاَیْکَة "اَیْکَة" کی جمع ہے درختوں کے جھنڈ اور جنگل کو کہتے ہیں۔ (مفرد اور جمع میں صرف لام کا فرق ہے۔) (۱۹)

علامہ عینی نے مذکورہ بالا عبارت کو غلط قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ درست عبارت یوں ہونی چاہیے "اَللَّیْکَةُ، وَالْاَیْکَةُ مُفْرَدُ اَیْکٍ، اویقال: جَمْعُھَا اَیْکٌ" یعنی اللیکة اور الایکة "ایک" کا مفرد ہے، یا یوں کہا جائے کہ اس کی جمع ایک ہے۔ (۲۰)

بعض حضرات کہتے ہیں کہ "لیکة" شہر کا نام ہے اور "ایکة" درختوں کے جھنڈ اور جنگل کو کہتے ہیں (۲۱) ان دونوں کو ایک قرار دینا درست نہیں ہے۔

یَوْمِ الظُّلَّةِ: اِظْلَالُ الْعَذَابِ اِیَّاھُمْ

آیت میں ہے "فَکَذَّبُوْہُ فَاَخَذَھُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ" یَوْمِ الظُّلَّةِ سے وہ دن مراد ہے جس میں عذاب ان پر سایہ کرے گا۔

مَوْزُوْنٍ: مَعْلُوْمٍ

سورۃ حجر میں ہے "وَاَنْبَتْنَا فِیْھَا مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ" موزون: وہ چیز جو وزن کی گئی ہو یعنی معین اور معلوم ہو، یہ لفظ یہاں پر سہو کاتب سے آگیا ہے۔ (۲۲)

کَالطَّوْدِ: کَالْجَبَلِ

آیت میں ہے "فَانْفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ" پس وہ دریا پھٹ گیا چنانچہ ہر حصہ بڑے پہاڑ کی طرح ہوگیا، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "پانی بہت گہرا تھا، بارہ جگہ سے پھٹ

(۱۸) عمدة القاری: ۹۸/۱۹

(۱۹) قال الشیخ الانور فی الفیض: ۲۱۸/۴: ھی شجرة یقال للواحدة "ایکة" وللاشجار الکثیرة "الایکة" فبین مفردہ و جمعہ فرق باللام

(۲۰) عمدة القاری: ۹۸/۱۹

(۲۱) عمدة القاری: ۹۸/۱۹

(۲۲) قال العینی: ھذا غیر واقع فی محلہ، فانہ فی سورة الحجر، وکانہ من جھل الناسخ (عمدة القاری: ۹۹/۱۹)

کر خشک راستے بن گئے ، بارہ قبیلے بنی اسرائیل کے الگ الگ ان میں گزرے اور بیچ میں پانی کے پہاڑ کھڑے رہ گئے " فرماتے ہیں آیت میں طود کے معنی ہیں : پہاڑ

لَشِرْذِمَةٌ : طَائِفَةٌ قَلِيلَةٌ

"اِنَّ هٰؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ " یہ لوگ تھوڑی سی جماعت ہے فرماتے ہیں شِرْذِمَةٌ کے معنی ہیں : تھوڑی سی جماعت۔

فِی السَّاجِدِيْنَ : اَلْمُصَلِّيْنَ

آیت میں ہے "اَلَّذِیْ يَرٰكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِی السَّاجِدِيْنَ" فرماتے ہیں اس میں ساجدین "مصلین" کے معنی میں ہے یعنی اللہ وہ ذات ہے جو آپ کو نماز کے لئے کھڑے ہوتے دیکھتی ہے اور نمازیوں میں آپ کی نقل و حرکت کو دیکھتی ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مومنین کے احوال کا تفقد فرماتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ نماز وہ صحیح پڑھتے ہیں یا نہیں، تعدیل ارکان اور دوسرے آداب صلاۃ کی رعایت کرتے ہیں یا نہیں، اس وقت اللہ جل شانہ آپ کو دیکھتے ہیں۔

کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مومن تھے ؟

ابوجعفر نحاس نے "معانی القرآن" میں اس کا ایک اور مطلب نقل کیا ہے ، وہ فرماتے ہیں کہ وتقلبک فی الساجدین کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اصلاب طاہرہ سے ارحام طاہرہ میں منتقل کیا (۲۳) قاضی ماوردی نے حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی تفسیر نقل کی ہے (۲۴) اور حافظ جلال الدین سیوطی نے اسی پر اعتماد کرتے ہوئے "مَسالک الحُنَفَا" میں یہ ثابت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین مومن تھے بلکہ ان کا تو خیال ہے کہ آپ سے عمود نسب میں جناب عبداللہ سے لیکر حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی بھی کافر نہیں گزرا (۲۵) حافظ شمس الدین ابن ناصر دمشقی نے کہا ہے۔۔۔

---

(۲۳) مسالک الحنفا: ۲۲۱ و روح المعانی: ۱۹/ ۱۳۸-۱۳۷ و الحاوی للفتاوی فی رسالۃ: مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ: ۲/ ۲۱۰ للسیوطی

(۲۴) قال الماوردی فی تفسیرہ "النکت والعیون": ۳/ ۱۸۵: وتقلبک فی الساجدین: فیہ ستۃ تاویلات، احدھا من نبی الی نبی حتی اخرجک نبیا، قالہ ابن عباس

(۲۵) مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ، رسالۃ للسیوطی شاملۃ فی الحاوی للفتاوی: ۲/ ۲۱۶-۲۱۰

تنقل احمد نورا عظیما
تلألأ فی جباہ الساجدینا
تقلب فیھم قرنا فقرنا
الی ان جاء خیر المرسلینا (۲۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں راجح قول یہی ہے کہ وہ مومن ہوئے ہیں۔ (۲۷)
امام مسلم رحمہ اللہ نے کتاب الایمان میں ایک روایت نقل کی ہے اس سے آپ کے والد کا غیر ناجی ہونا معلوم ہوتا ہے (۲۸) اور امام مسلم ہی نے جنائز میں ایک اور روایت نقل کی ہے اس سے آپ کی والدہ کا غیر ناجی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (۲۹)

لیکن ابن شاہین نے "کتاب الناسخ و المنسوخ" میں اور خطیب بغدادی نے "کتاب السابق و اللاحق" میں ایک روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ کو زندہ کیا اور وہ ایمان لے آئیں، اس کے بعد ان کی وفات ہوگئی (۳۰)

سیوطی کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اصحاب الفطرہ میں سے تھے اور اصحاب الفطرہ اگر مشرک نہ ہوں تو ان کے حق میں نجات کا فیصلہ ہے، امام مسلم رحمہ اللہ کی روایت پر علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے کلام کیا ہے۔ (۳۱)

لیکن یہ مسئلہ بہرحال پیچیدہ ہے اور عقیدے سے اس کا اس طرح تعلق بھی نہیں ہے کہ انسان کی نجات کا دارومدار اس پر ہو اس لئے اس سلسلہ میں سکوت اختیار کرنا زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔

---

(۲۶) الحاوی للفتاوی، مسالک الحنفا: ۲۲۱

(۲۷) قال الالوسی رحمہ اللہ فی روح المعانی: ۱۹ / ۱۳۸ : واستدل بالآیۃ علی ایمان ابویہ صلی اللہ علیہ وسلم، کماذھب الیہ کثیر من أجلۃ اھل السنۃ، وانا اخشی الکفر علی من یقول فیھما، رضی اللہ تعالیٰ عنھما

(۲۸) چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں "عن انس ان رجلا قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، این ابی؟ قال: فی النار، قال: فلما قفی، دعاہ، فقال: ان ابی وابا ک فی النار" (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان من مات علی الکفر، فھو فی النار: ۱ / ۱۱۴)

(۲۹) الحدیث اخرجہ مسلم، فی الجنائز: ۱ / ۳۱۴ عن ابی ھریرۃ قال: زار النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر امہ، فبکی، وابکی من حولہ، فقال صلی اللہ علیہ وسلم: استاذنت ربی فی ان أستغفر لھا، فلم یؤذن لی، واستاذنتہ فی ان ازور قبرھا، فاذن لی، فزوروا القبور، فانھا تذکرکم الموت

(۳۰) الحاوی للفتاوی، مسالک الحنفا: ۲ / ۲۳۰

(۳۱) دیکھیے الحاوی للفتاوی، مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ: ۲ / ۲۲۷-۲۲۶

فائدہ

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "یعنی جب تو تہجد کو اٹھتا ہے اور متوسلین کی خبر لیتا ہے کہ خدا کی یاد میں ہیں یا غافل (موضح) یا تو جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور جماعت میں نقل و حرکت (رکوع و سجود وغیرہ) کرتا ہے اور مقتدیوں کی دیکھ بھال رکھتا ہے اور بعض سلف نے کہا ہے کہ ساجدین سے آپ کے آباء مراد ہیں یعنی آپ، کے نور کا ایک نبی کی صلب سے دوسرے نبی کی صلب تک منتقل ہونا اور آخر میں نبی ہوکر تشریف لانا بلکہ بعض مفسرین نے اسی لفظ سے حضورؐ کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے۔ " (*)

وقال ابن عباس: لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ: كَاَنَّكُمْ

آیت میں ہے "وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ" یعنی تم مکانوں اور میناروں میں کاریگریاں بناتے ہو شاید تم ہمیشہ رہو گے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس میں "لَعَلَّ" حرف مشبہ بالفعل "کان" کے معنی میں ہے یعنی یہ ترجی کے لئے نہیں بلکہ تشبیہ کے لئے ہے، مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"اشار الی الجواب عن الاشکال المشهور، ان التمنی والترجی محال فی جنابه تعالی، فما معنی الفاظ الترجی و نحوه، فاجاب عنه انه فی القرآن بمعنی كَاَنَّكُمْ" (۳۲)

الرِّيْعُ: الْاَيْفَاعُ مِنَ الْاَرْضِ، وَجَمْعُهُ رِيَعَةٌ وَاَرْيَاعٌ، وَاحِدُهُ رِيْعَةٌ

"اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ آيَةً تَعْبَثُوْنَ" کیا تم بناتے ہو ہر اونچی زمین پر نشان کھیلنے کے لئے، فرماتے ہیں کہ ریع کے معنی بلند زمین کے آتے ہیں، اس کی جمع رِيَعَة (راء کے کسرہ اور یاء کے فتحہ کے ساتھ) اور اَرياع آتی ہے اور اس کا مفرد رِيْعَة (راء کے کسرہ اور یاء کے سکون کے ساتھ) ہے۔

مَصَانِعَ: كُلُّ بِنَاءٍ فَهُوَ مَصْنَعَةٌ

آیت میں ہے "وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ" تم بڑی بڑی عمارتیں بناتے ہو جیسے تم کو

(*) تفسیر عثمانی ص ۵۰۱ سورۃ الشعراء آیت ۲۱۹-۲۱۸

(۳۲) فیض الباری: ۲۱۸/۴

دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے، مَصَانِع مَصْنَعَةٌ کی جمع ہے ہر عمارت کو مصنعة کہتے ہیں۔

فَرِهِينَ: مَرِحِينَ فَارِهِينَ بِمَعْنَاهُ، ويقال: فَارِهِينَ: حَاذِقِينَ

"وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَرِهِينَ" اور تم اتراتے ہوئے پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو۔ فرماتے ہیں کہ آیت میں فرهين کے معنی ہیں اترانے والے، فخر کرنے والے فرهين اور فارهين دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ فارهين بمعنی حاذقين ہے یعنی ماہر اور تجربہ کار

تَعْثَوْا: هُوَ أَشَدُّ الْفَسَادِ۔ عَاثَ يَعِيثُ عَيْثًا

"وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ" فرماتے ہیں کہ تَعْثَوْا کے معنی ہیں سخت فساد، آیت کا ترجمہ ہے "اور تم زمین پر فساد مت مچایا کرو" تَعْثَوْا باب نصر سے ہے، عَاثَ يَعِيثُ کہہ کر امام نے اشارہ کردیا کہ نصر اور ضرب سے اس کے ایک ہی معنی ہیں۔

اَلْجِبِلَّةُ: اَلْخَلْقُ

"وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ" اور ڈرو اس اللہ سے جس نے تم کو اور تمام اگلی مخلوقات کو پیدا کیا، فرماتے ہیں کہ جِبِلَّة کے معنی مخلوق کے ہیں جُبِلَ بمعنی خُلِقَ۔

٢٥٩ - باب: «وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ» /٨٧/.

٤٤٩٠/٤٤٩١: وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: (إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَرَى أَبَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ الْغَبَرَةُ وَالْقَتَرَةُ). الْغَبَرَةُ هِيَ الْقَتَرَةُ.

(٤٤٩١): حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ: حَدَّثَنَا أَخِي، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: (يَلْقَى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ، فَيَقُولُ: يَا رَبِّ، إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لَا تُخْزِيَنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ، فَيَقُولُ اللهُ: إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ).

[ر: ٣١٧٢]

یعنی اے رب! مجھے رسوا نہ کیجیو جس دن سب اٹھائے جائیں گے اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہوں میں سے تھا۔

یہاں شبہ ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف وعدہ خلافی کی نسبت کررہے ہیں اور اسی لئے بعض علماء نے اس روایت کی صحت کا انکار بھی کیا ہے۔ (۴۳)

لیکن جمہور کہتے ہیں کہ اس میں وعدہ خلافی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ یہ کلام استعطاف ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کو طلب کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ گزارش کریں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے خلیل کی رعایت فرمائیں گے اور آذر کی شکل تبدیل کردی جائے گی اور کسی کو معلوم نہیں ہوسکے گا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد ہے۔ (۴۴)

فائدہ

علامہ عثمانی فرماتے ہیں کہ یہ دعا باپ کی موت کے بعد کی ہے مگر دوسری جگہ تصریح آئی ہے کہ جب اس کا دشمن خدا ہونا ظاہر ہوگیا تو برأت اور بیزاری کا اظہار فرمایا کما قال تعالیٰ "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ" (اور اگر اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ میں "کان" کا ترجمہ "تھا" کے بجائے "ہے" سے کیا جائے تو پھر کوئی اشکال نہیں کیونکہ زندگی میں ایمان لے آنے کا امکان تھا تو دعا کا حاصل یہ ہے کہ الٰہی اس کو ایمان سے مشرف فرما کر کفر کے زمانے کی خطائیں معاف فرمادے۔

۲۶۰ - باب : «وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ . وَاخْفِضْ جَناحَكَ» /۲۱۴ ، ۲۱۵/ : أَلِنْ جانِبَكَ .

۴۴۹۲ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِياثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قالَ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما قالَ : لَمَّا نَزَلَتْ : «وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ» . صَعِدَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلَى الصَّفَا ، فَجَعَلَ يُنادِي : (يَا بَنِي فِهْرٍ ، يَا بَنِي عَدِيٍّ) . لِبُطُونِ قُرَيْشٍ ، حَتَّى اجْتَمَعُوا ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَخْرُجَ أَرْسَلَ رَسُولاً لِيَنْظُرَ ما هُوَ ، فَجاءَ أَبُو لَهَبٍ وَقُرَيْشٌ ، فَقالَ : (أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلاً بِالْوَادِي تُرِيدُ أَنْ تُغِيرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ) . قالوا : نَعَمْ ، ما جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا ، قالَ : (فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ) . فَقالَ أَبُو لَهَبٍ : تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ ، أَلِهٰذا جَمَعْتَنا ، فَنَزَلَتْ : «تَبَّتْ يَدَا

(۴۳) فتح الباری: ۸/۵۰۰

(۴۴) عمدۃ القاری: ۱۹/۱۰۱

أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ. ما أَغْنَى عَنْهُ مالُهُ وَما كَسَبَ». [ر : ١٣٣٠]

٤٤٩٣ : حدّثنا أَبُو اليَمانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ المسيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قالَ : قامَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ حِينَ أَنْزَلَ ٱللهُ : «وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ». قالَ : (يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ ، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا ، ٱشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ ، لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ ٱللهِ شَيْئًا ، يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ ٱللهِ شَيْئًا ، يَا عَبَّاسُ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ ٱللهِ شَيْئًا ، وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ ٱللهِ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ ٱللهِ شَيْئًا ، وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ ﷺ ، سَلِينِي ما شِئْتِ مِنْ مالِي ، لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ ٱللهِ شَيْئًا) .

تَابَعَهُ أَصْبَغُ ، عَنِ ٱبْنِ وَهْبٍ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ . [ر : ٢٦٠٢]

انذار کی چار صورتیں ہیں۔ انذار عشیرہ، انذار قوم، انذار عرب اور انذار جمیع بنی آدم، آپ کی نبوت چونکہ سب کے لئے عام تھی اس لئے انذار کی یہ چاروں صورتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمائیں۔

علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تینوں سورتیں مسلسل ہیں اور ان میں "قل" لایا گیا ان سے پہلے تبت یدا ابی لھب میں "قل" نہیں لایا گیا اس لئے کہ ابولہب آپ کا چچا تھا، اس میں اگر "قل" لایا جاتا تو اس کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتی اور آپ کا اس عنوان کو اختیار کرنا مکارم اخلاق کے مطابق نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت سے "قل" ابتدا میں نازل نہیں فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے براہ راست اس کے لئے تَبَّتْ يَدَا اَبِىْ لَهَبٍ.... کو نازل فرمایا۔ (۳۵)

٢٦١ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ النَّمْلِ .

وَ «الْخَبْءَ» /٢٥/ : ما خَبَأْتَ . «لَا قِبَلَ» /٣٧/ : لَا طَاقَةَ . (الصَّرْحَ» /٤٤/ : كُلُّ مِلَاطٍ ٱتُّخِذَ مِنَ الْقَوَارِيرِ ، وَالصَّرْحُ : الْقَصْرُ ، وَجَمَاعَتُهُ صُرُوحٌ .

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ» /٢٣/ : سَرِيرٌ كَرِيمٌ ، حُسْنُ الصَّنْعَةِ وَغَلَاءُ الثَّمَنِ . «مُسْلِمِينَ» /٣٨/ : طَائِعِينَ . «رَدِفَ» /٧٢/ : ٱقْتَرَبَ . «جامِدَةً» /٨٨/ : قائِمَةً . «أَوْزِعْنِي»

(۳۵)

/۱۹/ : أَجْعَلْنِي

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «نَكِّرُوا» /٤١/ : غَيِّرُوا . «وَأُوتِينَا الْعِلْمَ» /٤٢/ : يَقُولُهُ سُلَيْمَانُ . الصَّرْحُ بِرْكَةُ مَاءٍ ، ضَرَبَ عَلَيْهَا سُلَيْمَانُ قَوَارِيرَ ، أَلْبَسَهَا إِيَّاهَا .

النمل

وَالْخَبْءَ: مَاخَبَأْتَ

آیت میں ہے "اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" فرماتے ہیں کہ آیت میں الخبء کے معنی پوشیدہ چیز کے ہیں۔

یعنی کیوں نہ سجدہ کریں اللہ کو جو چھپی ہوئی چیز آسمانوں اور زمین میں نکالتا ہے، شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ہدہد" کی روزی ہے ریت کے کیڑے نکال کر کھانا، نہ دانہ کھائے نہ میوہ، شاید اسی لئے يُخْرِجُ الْخَبْءَ کا خاص طور پر ذکر کیا" (یہ قول ہدہد کا قرآن کریم نے نقل کیا ہے (*)

لَاقِبَلَ: لَاطَاقَةَ

"اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا" پھر جا ان کے پاس ہم ان کے پاس ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا مقابلہ ان سے نہ ہوسکے گا۔ فرماتے ہیں اس میں لَاقِبَلَ کے معنی لَاطَاقَةَ کے ہیں یعنی ان میں اس لشکر کا دفاع کرنے کی طاقت نہیں ہوگی۔

اَلصَّرْحَ: كُلُّ مِلَاطٍ (۳٦) اتخذمن القوارير، والصرح: القصر، وجماعته صروح

آیت میں ہے "قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ" "اس سے کہا گیا محل میں اندر چل" صرح ہر اس گارے کو کہتے ہیں جو شیشے سے بنایا جاتا ہے اور صرح کے معنی محل کے بھی آتے ہیں اور آگے اس کے معنی تالاب کے بھی لکھے ہیں اس کی جمع صُرُوح ہے۔

---

(۳۶) ملاط پختہ فرش کو کہتے ہیں (فیض الباری: ۲۱۹/۴)

(*) تفسیر عثمانی ص۵۰۸ سورہ النمل آیت ۲۵

وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ: سَرِيرٌ كَرِيمٌ، حُسْنُ الصَّنْعَةِ وَغَلَاءُ الثَّمَنِ

آیت میں ہے "وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ" اور بلقیس کے پاس ایک بڑا تخت ہے فرماتے ہیں کہ عرش عظیم کے معنی ہیں ایک عمدہ اور اچھی کاریگری والا اور بیش قیمت تخت

مُسْلِمِينَ: طَائِعِينَ

"قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ" سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اے درباریو! تم میں سے کون بلقیس کا تخت میرے پاس لائے گا پہلے اس کے کہ وہ لوگ مطیع ہو کر میرے پاس آویں۔ فرماتے ہیں کہ مسلمین کے معنی ہیں طائعین: مطیع و فرمانبردار

ردف: اقترب

"قُلْ عَسَى أَنْ يَكُونَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ" آپ کہہ دیجئے کیا عجب کہ جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو اس میں کچھ تمہارے قریب آپہنچا ہو، فرماتے ہیں کہ ردف کے معنی ہیں: قریب آپہونچنا۔

جَامِدَةً: قَائِمَةً

"وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً" اور آپ پہاڑوں کو دیکھتے ہیں اس حال میں کہ آپ ان کو قائم سمجھتے ہیں (کہ یہ ہمیشہ قائم و دائم رہیں گے حالانکہ قیامت کے روز یہ سب روئی کے گالوں کی طرح فضا میں بکھر جائیں گے)، جَامِدَةً کے معنی ہیں قائمة

أَوْزِعْنِي: اِجْعَلْنِي

"رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ" فرماتے ہیں آیت میں أَوْزِعْنِي کے معنی ہیں اجعلنی: یعنی اے میرے رب! مجھے اس طرح بنادے کہ میں آپ کی اس نعمت کا شکر ادا کروں جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی ہے۔

نَكِّرُوا: غَيِّرُوا

"قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا" "نَكِّرُوا" کے معنی ہیں تم اس کی صورت بدل دو۔

وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ: یقولہ سلیمان

آیت میں ہے "قَالَتْ کَاَنَّہٗ هُوَ وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ" مجاہد فرماتے ہیں کہ آیت میں "وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ" حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقولہ ہے، اس صورت میں "من قبلها" کی ضمیر بلقیس کی طرف راجع ہوگی، یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اس عورت سے پہلے ہم کو علم عطا کیا گیا ہے۔

لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بلقیس کا مقولہ ہے، اس صورت میں "من قبلها" کی ضمیر "معجزة" کی طرف راجع ہوگی اور مطلب یہ ہوگا کہ اس معجزہ سے پہلے ہم کو علم و یقین ہوچکا تھا کہ سلیمان محض بادشاہ نہیں اللہ کے مقرب بندہ ہیں اور اسی لئے ہم نے فرمانبرداری اور تسلیم و انقیاد کا راستہ اختیار کیا۔

حافظ ابن حجرؒ نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے (۳۷) لیکن علامہ عینی (۳۸) حضرت تھانوی (۳۹) اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے دوسرے قول کو ترجیح دی اور سیاق و سباق سے دوسرے قول کی تائید ہوتی ہے۔ (۴۰)

الصَّرْحُ: بِرْكَةُ مَاءٍ، ضَرَبَ عَلَيْهَا سُلَيْمَانُ قَوَارِيْرَ

"قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ" الصرح کے معنی ہیں پانی کا تالاب جس پر سلیمان علیہ السلام نے شیشے لگائے تھے، چنانچہ بلقیس کو جب محل میں داخل ہونے کے لئے کہا گیا تو اس نے پائنچے چڑھا کر پنڈلیاں کھول دیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"حضرت سلیمان علیہ السلام دیوان خانہ میں بیٹھے تھے، اس میں پتھروں کی جگہ شیشے کا فرش تھا، صاف شیشہ دور سے نظر آتا کہ پانی لہرا رہا ہے اور ممکن ہے کہ شیشہ کے نیچے واقعی پانی ہو یعنی حوض کو شیشہ سے پاٹ دیا ہو، اس نے پانی میں گھسنے کے لئے پنڈلیاں کھولدیں سلیمان نے پکارا کہ یہ شیشہ کا فرش ہے پانی نہیں، اس کو اپنی عقل کا قصور اور ان کی عقل کا کمال معلوم ہوا، سمجھی کہ دین میں بھی جو یہ سمجھے ہیں وہ ہی صحیح ہوگا، اور یہ بھی پتہ لگ گیا کہ جس ساز و سامان پر اس کی قوم کو ناز تھا یہاں اس

---

(۳۷) دیکھیے فتح الباری: ۸/۵۰۵

(۳۸) دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۹/۱۰۴

(۳۹) بیان القرآن: ۲/۸۸

(۴۰) تفسیر عثمانی: ۵۰۷ فائدہ نمبر: ۷

سے بڑھ کر سامان موجود ہے گویا سلیمان علیہ السلام نے اس کو متنبہ فرمادیا کہ آفتاب و ستاروں کی چمک پر مفتوں ہوکر انہیں خدا سمجھ لینا ایسا ہی دھوکہ ہے جیسے آدمی شیشہ دیکھ کر پانی کا گمان کرلے۔"

٢٦٢ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْقَصَصِ .

«كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ» /٨٨/ : إِلَّا مُلْكَهُ ، وَيُقَالُ : إِلَّا ما أُرِيدَ بِهِ وَجْهُ اللهِ .
وَقالَ مُجَاهِدٌ : «الْأَنْبَاءُ» /٦٦/ : الحُجَجُ .

سورة القصص

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ: إِلَّا مُلْكَهُ، وَيُقَالُ: إِلَّا مَا أُرِيدَ بِهِ وَجْهُ اللهِ آیت میں "وَجْهَهُ" سے مراد اللہ کی حکومت ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد وہ نیک اعمال ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے کئے گئے ہوں۔

وقال مجاهد: فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ: الْحُجَجُ
آیت میں ہے "فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاءُ يَوْمَئِذٍ" پس اس دن ان سے سارے دلائل گم ہوجائیں گے، مجاہد فرماتے ہیں کہ الانباء سے دلائل مراد ہیں یعنی ان منکرین کے پاس اس دن کوئی دلیل اور حجت نہ ہوگی۔

٢٦٣ – باب : «إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ» /٥٦/ .
٤٤٩٤ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ ، جاءَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ ، فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلٍ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ ، فَقَالَ : (أَيْ عَمِّ ، قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ، كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا

عِنْدَ اللّٰهِ﴾ . فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ : أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ، فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ ، وَيُعِيدَانِهِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ ، حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ ما كَلَّمَهُمْ : عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ، وَأَبَى أَنْ يَقُولُ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ﴿وَاللّٰهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ ما لَمْ أُنْهَ عَنْكَ﴾ . فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : «ما كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ» . وَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِي أَبِي طَالِبٍ ، فَقَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ : «إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ» . [ر : ۱۲۹٤]

کیا ابوطالب مسلمان ہوا تھا؟

آیتِ باب کے بارے میں بتایا گیا کہ ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اہل حق کا یہی مسلک ہے کہ ابوطالب کا انتقال کفر کی حالت میں ہوا ہے۔

ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں ایک روایت نقل کی ہے کہ ابوطالب موت کے وقت اپنے ہونٹوں کو حرکت دے رہے تھے، حضرت عباسؓ جو ان کے بھائی تھے انہوں نے کان لگا کر سنا تو آپ سے عرض کیا کہ بھتیجے! یہ تو وہی کلمہ پڑھ رہے ہیں جس کا آپ نے مطالبہ کیا تھا، آپؐ نے فرمایا میں نے نہیں سنا (۱)

شبلی نعمانی مرحوم امام بخاری کی اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ابوطالب کے اسلام کے متعلق اختلاف ہے لیکن بخاری کی یہ روایت چنداں قابل حجت نہیں کہ اخیر راوی مسیب ہیں جو فتح مکہ میں اسلام لائے اور ابوطالب کی وفات کے وقت موجود نہ تھے، اسی بناء پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ "روایت مرسل ہے" ابن اسحاق کے سلسلۂ روایت میں عباس بن عبداللہ بن معبد اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہیں، یہ دونوں ثقہ ہیں، لیکن بیچ کا ایک راوی یہاں بھی رہ گیا ہے، اس بناء پر دونوں روایتوں کے درجہ استناد میں چنداں فرق نہیں" (۲)

لیکن علامہ شبلی کا یہ خیال درست نہیں ہے، اول یہ کہنا کہ حضرت مسیب فتح مکہ میں اسلام لائے تھے اور ابوطالب کی وفات کے وقت موجود نہ تھے یہ واقدی اور مصعب زبیری کا قول ہے (۳)، دوسرے

(۱) دیکھئے سیرۃ ابن ہشام مع الروض الانف: ۱/ ۲۶۰-۲۵۹

(۲) دیکھئے سیرۃ النبی: ۱/ ۱۴۹

(۳) دیکھئے تہذیب التہذیب: ۱۰/ ۱۵۲ : والاصابۃ: ۳/ ۴۲۰ رقم الترجمۃ: ۷۹۹۶ ان کے حالات کے لئے دیکھئے تہذیب الکمال: ۲۷/ ۵۸۵ و اسد الغابۃ: ۴/ ۳۶۶ و الاستیعاب: ۳/ ۱۴۰۰ و تاریخ البخاری الکبیر: ۷/ الترجمۃ: ۱۶۸۲

حضرات محدثین کہتے ہیں کہ حضرت مسیب فتح مکہ سے بہت پہلے اسلام لائے تھے (۴)۔

دوسری بات یہ ہے کہ ابن اسحاق کی سند منقطع ہے اور چھوٹا ہوا راوی صحابی نہیں ہے، خود ابن اسحاق بھی امام بخاری کی طرح استناد کا اعلیٰ درجہ نہیں رکھتے ہیں اس لئے بخاری اور ابن اسحاق کی روایات کو یکساں قرار دینا درست نہیں ہے، بلکہ یہ بات علامہ شبلی نے خود لکھی ہے، ابن اسحاق احتجاج میں جب اکیلے ہوں تو کافی نہیں، چنانچہ علامہ شبلی کے شاگرد مولانا سید سلیمان ندوی اپنے استاذ کے مذکورہ خیال سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"مصنف کے اس نظریہ سے مجھے اتفاق نہیں ہے اس لئے کہ بخاری کی روایت کے آخری راوی حضرت مسیّب ہیں جو صحابی ہیں، ظاہر ہے کہ صحابی کی یہ روایت کسی صحابی ہی سے ہوگی، اس لئے مراسیلِ صحابہ حجت ہیں اور ابن اسحاق کی روایت منقطع ہے اور چھوٹا ہوا راوی صحابی نہیں ہے، خود ابن اسحاق بھی استناد کا اعلیٰ درجہ نہیں رکھتے، اس لئے دونوں روایتوں کو یکساں نہیں قرار دیا جاسکتا۔

علاوہ بریں حضرت مسیب کی اس روایت کی تائید میں خود حضرت عباس کی وہ روایت ہے جو اسی مسیب والی روایت سے اوپر صحیح بخاری میں موجود ہے، جس میں ذکر ہے کہ "حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! آپ کے چچا (ابوطالب) کو آپ سے کیا فائدہ پہنچاکہ وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے لئے آپ کے دشمنوں سے برسرِپیکار رہتے تھے" فرمایا "وہ دوزخ کی آگ میں صرف ٹخنے تک ہیں مگر اس کا اثر بھی دماغ تک پہنچ جاتا ہے، اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتے" اس سے معلوم ہوا کہ خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے علم میں تھا کہ ان کا خاتمہ توحید کے اقرار پر نہیں ہوا" (۵)

قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «أُولِي الْقُوَّةِ» /۷۶/ : لَا يَرْفَعُهَا الْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ. «لَتَنُوءُ» /۷۶/ : لَتُثْقِلُ. «فارِغًا» /۱۰/ : إِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوسٰى. «الْفَرِحِينَ» /۷۶/ : الْمَرِحِينَ. «قُصِّيهِ» /۱۱/ : ٱتَّبِعِي أَثَرَهُ ، وَقَدْ يَكُونُ : أَنْ يَقُصَّ الْكَلَامَ . «نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ» /يوسف: ۳/. «عَنْ جُنُبٍ» /۱۱/ : عَنْ بُعْدٍ ، عَنْ جَنَابَةٍ وَاحِدٌ ، وَعَنِ ٱجْتِنَابٍ أَيْضًا . «يَبْطِشَ» /۱۹/ : وَيَبْطُشُ «يَأْتَمِرُونَ» /۲۰/ : يَتَشَاوَرُونَ. الْعُدْوَانُ وَالْعَدَاءُ وَالتَّعَدِّي وَاحِدٌ. «آنَسَ» /۲۹/ : أَبْصَرَ ٱلْجَذْوَةُ قِطْعَةٌ غَلِيظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ لَيْسَ فِيهَا لَهَبٌ ، وَالشِّهَابُ فِيهِ لَهَبٌ . «كَأَنَّهَا جَانٌّ» /۳۱/ : وَهِيَ فِي آيَةٍ أُخْرَى : كَأَنَّهَا «حَيَّةٌ تَسْعَى» /طه: ۲۰/. وَالْحَيَّاتُ أَجْنَاسٌ : الْجَانُّ ، وَالْأَفَاعِي ،

(۴) عمدۃ القاری: ۱۸۰/۸ کتاب الجنائز باب اذا قال المشرک عند الموت: لا الٰہ الا اللہ وتہذیب التہذیب: ۱۵۲/۱۰

(۵) حاشیہ سیرۃ النبی: ۱۵۰/۱ وقال السہیلی فی الروض الانف: ۲۵۸/۱: ان الصحیح من الاثر اثبت لابی طالب الوفاۃ علی الکفر و الشرک

وَالْأَسَاوِدُ . «رِدْأً» /٣٤/ : مُعِينًا ، قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : لِكَيْ «يُصَدِّقُنِي» .
وَقَالَ غَيْرُهُ : «سَنَشُدُّ» /٣٥/ : سَنُعِينُكَ ، كُلَّمَا عَزَّزْتَ شَيْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهُ عَضُدًا . مَقْبُوحِينَ : مُهْلَكِينَ . «وَصَّلْنَا» /٥١/ : بَيَّنَّاهُ وَأَتْمَمْنَاهُ . «يُجْبَى» /٥٧/ : يُجْلَبُ . «بَطِرَتْ» /٥٨/ : أَشِرَتْ . «فِي أُمِّهَا رَسُولاً» /٥٩/ : أُمُّ الْقُرَى مَكَّةُ وَمَا حَوْلَهَا . «تُكِنُّ» /٦٩/ : تُخْفِي ، أَكْنَنْتُ الشَّيْءَ أَخْفَيْتُهُ ، وَكَنَنْتُهُ أَخْفَيْتُهُ وَأَظْهَرْتُهُ . «وَيْكَأَنَّ ٱللَّهَ» /٨٢/ : مِثْلُ : أَلَمْ تَرَ أَنَّ ٱللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ : يُوَسِّعُ عَلَيْهِ ، وَيُضَيِّقُ عَلَيْهِ .

قال ابن عباس: أُولِي الْقُوَّةِ: لَا يَرْفَعُهَا الْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ

آیت میں ہے " وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ " فرماتے ہیں کہ قارون کے خزانوں کی کنجیوں کو طاقت ور مردوں کی جماعت بھی نہیں اٹھا سکتی تھی، عصبۃ جماعت اور گروہ کو کہتے ہیں، آیت میں " لتنوء " کے معنی بیان کئے ہیں وہ کنجیاں بوجھل کردیتی تھیں، بوجھ سے جھکا دیتی تھیں طاقتور مردوں کو۔

فَارِغًا: إِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوسَىٰ

آیت میں ہے " وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا " یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے علاوہ ہر چیز سے فارغ اور خالی تھا۔

اَلْفَرِحِينَ: اَلْمَرِحِينَ

"إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ" بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا

آیت میں فَرِحِينَ کے معنی ہیں مَرِحِينَ: اترانے والے، مَرِحَ (س) مَرَحاً: اترانا

قُصِّيهِ: اِتَّبِعِي أَثَرَهُ، وَقَدْ يَكُونُ: أَنْ يَقُصَّ الْكَلَامَ، نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ

"وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ" قُصِّيهِ کے معنی ہیں اس کے پیچھے پیچھے چلی جا، یہ لفظ کلام اور قصہ بیان کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے، جیسے سورۃ یوسف میں ہے "نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ"

عَنْ جُنُبٍ: عَنْ بُعْدٍ، وَعَنْ جَنَابَةٍ وَاحِدٌ، وَعَنْ اِجْتِنَابٍ اَيْضاً

آیت میں ہے "فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ" (ترجمہ گزر چکا) اس میں عَنْ جُنُبٍ کے معنی ہیں: دور سے، عَنْ جَنَابَةٍ اور عَنْ اِجْتِنَابٍ کے بھی یہی معنی ہیں۔

يَاْتَمِرُوْنَ: يَتَشَاوَرُوْنَ

"قَالَ يٰمُوْسٰى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ" کہنے لگے اے موسیٰ! اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کردیں۔ فرماتے ہیں یَاتَمِرون کے معنی ہیں: آپس میں مشورہ کر رہے ہیں۔

اَلْعُدْوَانُ، وَالْعَدَاءُ وَالتَّعَدِّيْ وَاحِدٌ

"فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ" فرماتے ہیں عُدوان عَداء اور تعدِّی کے ایک ہی معنی ہیں یعنی زیادتی

آنَسَ: اَبْصَرَ

"آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا" آنس کے معنی ہیں: دیکھ لیا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور کی جانب سے آگ دیکھی۔

اَلْجَذْوَةُ: قِطْعَةٌ غَلِيْظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ لَيْسَ فِيْهَا لَهَبٌ، وَالشِّهَابُ فِيْهَا لَهَبٌ

آیت میں ہے "اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ" یا آگ کا انگارہ لے آؤں تاکہ تم سینک لو۔ فرماتے ہیں کہ جذوۃ لکڑی کے موٹے ٹکڑے کو کہتے ہیں جس میں شعلہ نہ ہو یعنی انگارہ اور شہاب وہ ہوتا ہے جس میں شعلہ ہوتا ہے چنانچہ سورۂ نمل میں ہے "اَوْ آتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ۔۔۔"

وَالْحَيَّاتُ اَجْنَاسٌ، اَلْجَانُّ وَالْاَفَاعِيْ وَالْاَسَاوِدُ

سانپوں کی مختلف اقسام و اجناس ہوتی ہیں، ایک قسم ان کی جان ہے جس کا تذکرہ اس سورۃ میں آیا ہے "فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَانٌّ وَلّٰى مُدْبِرًا" یہ ایک چھوٹا چمکتا ہوا سفید سانپ ہوتا ہے، ایک قسم

افاعی ہے یہ اَفْعیٰ کی جمع ہے ، یہ مادہ ہوتا ہے ، نر کو اُفْعُوان کہتے ہیں اور ایک قسم اساود ہے یہ اسود کی جمع ہے ، یہ کالے رنگ کا سب سے خطرناک سانپ ہوتا ہے ، بہرحال یہ مختلف اقسام ہیں اوران سب پر "حَیَّة" کا اطلاق ہوتا ہے۔

رِدْأً مُعِیْنًا، قال ابن عباس: لِکَیْ یُصَدِّقُنِی

آیت میں ہے " وَاَخِی هَارُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّی لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْأً یُّصَدِّقُنِی " اس میں "رِدْأً" کے معنی معین و مددگار کے ہیں، یعنی مرے بھائی ہارون زبان کے اعتبار سے مجھ سے زیادہ فصیح ہیں ان کو میرا معین و مددگار بنا کر بھیجئے تاکہ وہ میری تصدیق کرے۔

سَنَشُدُّ: سَنُعِیْنُکَ

آیت کریمہ میں ہے "قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِاَخِیْکَ " فرمایا ہم ابھی تمہارے بھائی کو تمہارا قوت بازو بنائے دیتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ نَشُدُّ کے معنی ہیں ہم مدد کریں گے عَضُد کی تشریح کرتے ہوئے امام فرماتے ہیں کہ کُلَّمَا عَزَّزْتَ شَیْئًا فَقَدْ جَعَلْتَ لَهٗ عَضُدًا جس شئے کو بھی تم قوت پہنچاؤ تو تم اس کے بازو بن جاتے ہو۔ عَزَّزَ۔ تعزیزا : قوت پہنچانا، تائید کرنا

مَقْبُوْحِیْنَ: مُهْلَکِیْنَ

آیت میں ہے "وَیَوْمَ الْقِیَامَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ " فرماتے ہیں مَقْبُوْحِیْنَ کے معنی ہیں مُهْلَکِیْنَ یعنی قیامت کے دن وہ ہلاک ہونے والوں میں سے ہوں گے۔

وَصَّلْنَا: بَیَّنَّاهُ، وَاَتْمَمْنَاهُ

"وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ " اس میں وَصَّلْنَا کے معنی ہیں بَیَّنَّاهُ، وَاَتْمَمْنَاهُ یعنی ہم نے اس کلام کو بیان کیا اور پورا کیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

یُجْبیٰ: یُجْلَبُ

آیت میں ہے "یُجْبیٰ اِلَیْهِ ثَمَرَاتُ کُلِّ شَیْءٍ " فرماتے ہیں یُجْبیٰ کے معنی ہیں یجلب یعنی جہاں ہر قسم کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں۔

بَطِرَتْ: اَشِرَتْ

آیت میں ہے "وَکَمْ اَهْلَکْنَا مِنْ قَرْیَةٍ بَطِرَتْ مَعِیْشَتَهَا" اور بہت سی ایسی بستیاں ہم تباہ کرچکے ہیں جو اپنے سامانِ عیش پر نازاں تھیں، بَطِرَتْ کے معنی ہیں اَشِرَتْ: نازاں ہونا، تکبر کرنا، اترانا، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

"یعنی عرب کی دشمنی سے کیا ڈرتے ہو اللہ کے عذاب سے ڈرو، دیکھتے نہیں کتنی قومیں گزر چکی ہیں جنہیں اپنی خوش عیشی پر غرہ ہوگیا تھا جب انہوں نے تکبر اور سرکشی اختیار کی، اللہ تعالیٰ نے کس طرح تباہ و برباد کرڈالا کہ آج صفحۂ ہستی پر ان کا نام و نشان باقی نہ رہا، یہ کھنڈر ان کی بستیوں کے پڑے ہیں جن میں کوئی بسنے والا نہیں، بجز اس کے کہ کوئی مسافر تھوڑی دیر سستالے یا قدرت الٰہی کا عبرتناک تماشہ دیکھنے کے لئے وہاں جااترے۔"

فِی اُمِّهَا رَسُوْلًا: اُمُّ الْقُرٰی مَکَّةُ وَمَا حَوْلَهَا

"وَمَا کَانَ رَبُّکَ مُهْلِکَ الْقُرٰی حَتّٰی یَبْعَثَ فِی اُمِّهَا رَسُوْلًا" آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں جب تک ان کی بڑی بستی میں رسول نہ بھیج دے، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

"یعنی اللہ تعالیٰ اس وقت تک بستیوں کو غارت نہیں کرتا جب تک ان کے صدر مقام میں کوئی ہشیار کرنے والا پیغمبر نہ بھیج دے (صدر مقام کی تخصیص شاید اس لئے کی کہ وہاں کا اثر دور تک پہنچتا ہے اور شہروں کے باشندے نسبتاً سلیم العقل ہوتے ہیں) تمام روئے زمین کی آبادیوں کا صدر مقام مکہ معظمہ تھا۔" امام فرماتے ہیں آیت مذکورہ میں "اُمّہا" سے مراد مکہ اور اس کے اطراف ہیں۔

تُکِنُّ: تُخْفِی، اَکْنَنْتُ الشَّیْءَ: اَخْفَیْتُهٗ، وَکَنَنْتُهٗ اَخْفَیْتُهٗ وَاَظْهَرْتُهٗ

آیت میں ہے "وَرَبُّکَ یَعْلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ" اور آپ کا رب جانتا ہے ان چیزوں کو جن کو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جن کو وہ ظاہر کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ تکن کے معنی ہیں تُخفی: چھپاتے ہیں، عرب کہتے ہیں "اَکْنَنْتُ الشَّیْءَ" میں نے اس کو چھپالیا۔ وکننتہ (از باب نصر) میں نے اس کو چھپایا، اس کو ظاہر کیا اضداد میں سے ہے۔

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ: يُوَسِّعُ عَلَيْهِ، وَيُضَيِّقُ عَلَيْهِ

آیت میں ہے "وَيْكَأَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ" فرماتے ہیں کہ آیت میں یبسط کے معنی ہیں اللہ ان کے رزق کو وسیع کرتا ہے اور يَقْدِرُ کے معنی ہیں رزق میں تنگی کرتا ہے۔

وَيْكَأَنَّ اللّٰهَ: مِثْلُ: أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں رزق کشادہ کردیتے ہیں اور (جس کے لئے چاہیں) تنگ کردیتے ہیں۔"

ہندوستانی نسخوں میں "وَيْكَ أَنَّ" علیحدہ علیحدہ لکھا ہوا ہے اور مصری نسخوں میں "وَيْكَأَنَّ" ملا کر لکھا گیا ہے، صاحب الجمل نے فرمایا کہ باجماع المصاحف یہ کلمہ متصل مانا گیا ہے، اس کا الگ الگ لکھنا صحیح نہیں ہے۔ (۶)

البتہ قراء میں اختلاف ہے، عاصم اسم کا اعتبار کرتے ہیں اور درمیان میں وقف نہیں کرتے ہیں لیکن کسائی "وی" پر وقف کرتے ہیں اور ابوعمرو بن العلاء، "ویک" پر وقف کرتے ہیں۔ (۷)

پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ کلمہ مفردہ ہے یا کلمہ مرکبہ، بعض حضرات نے کہا کہ یہ مفرد ہے اور "أَلَمْ تَرَ" کے معنی میں ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ مرکب ہے "وَيْ" اور "كَأَنَّ" سے "وَيْ" "اعجب" کے معنی میں کلمہ تعجب ہے اور "كَأَنَّ" حرف تشبیہ ہے لیکن تشبیہ کے معنی یہاں ختم کردیئے گئے، معنی ہیں (۸) "اعجب ان اللہ...." اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ "ویلک ان اللہ" کے معنی میں ہے "ویلک" میں لام کو تخفیف کی غرض سے حذف کردیا گیا "وَيْكَ أَنَّ اللّٰهَ" بن گیا (۹) واللہ اعلم

٢٦٤ – باب: «إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ». الآيَةَ /٨٥/.

٤٤٩٥: حدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ: أَخْبَرَنَا يَعْلَى: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الْعُصْفُرِيُّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: «لَرَادُّكَ إِلَى مَعَادٍ». قَالَ: إِلَى مَكَّةَ.

---

(۶) تعلیقات لامع الدراری: ۱۳۳/۹ ـ و تفسیر جمل

(۷) تعلیقات لامع الدراری: ۱۳۳/۹

(۸) روح المعانی: ۱۲۳/۳

(۹) عمدۃ القاری: ۱۰۷/۱۹ و تفسیر الکشاف ۳/ ۴۳۴

٢٦٥ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْعَنْكَبُوتِ .

قَالَ مُجَاهِدٌ : «وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ» /٣٨/ : ضَلَلَةً .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «الحَيَوَانُ» /٦٤/ : وَالحَيُّ وَاحِدٌ . «وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ» /١١/ : عَلِمَ اللّٰهُ ذٰلِكَ ، إِنَّمَا هِيَ بِمَنْزِلَةِ فَلِيَمِيزَ اللّٰهُ ، كَقَوْلِهِ : «لِيَمِيزَ اللّٰهُ الخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ» /الأنفال: ٣٧/ . «أَثْقَالاً مَعَ أَثْقَالِهِمْ» /١٣/ : أَوْزَارًا مَعَ أَوْزَارِهِمْ .

العنکبوت

قال مجاهد: وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ: ضَلَلَةً

آیت میں ہے " وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ " مجاہد فرماتے ہیں کہ مستبصرین کے معنی گمراہ کے ہیں، آیت کا مطلب ہے "شیطان نے ان کی نظر میں ان کے اعمال کو مزین بنایا تھا، پس اس نے ان کو راہِ حق سے روک دیا اور وہ گمراہ تھے"۔

فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ: عَلِمَ اللّٰهُ ذٰلِكَ، إِنَّمَا هِيَ بِمَنْزِلَةِ فَلِيَمِيزَ اللّٰهُ كقوله: لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ

آیت میں ہے " فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ " یہاں بظاہر اشکال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تو ازلی ہے اور "لیعلمن" صیغہ مستقبل ہے تو اللہ کے لئے مستقبل میں علم ثابت کرنا کیسے درست ہوگا؟

امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صیغہ اگرچہ مستقبل کا ہے لیکن معنی میں ماضی کے ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر مستقبل کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا؟ اس کا جواب امام بخاری نے " انما ھی بمنزلة...." سے دیا ہے یعنی یہاں علم سے علم تمیز مراد ہے، ہر شئے کا اجمالی اور تفصیلی علم اللہ تبارک و تعالیٰ کا ازلی ہے اور اس میں حدوث کا شائبہ اور اجمال تک نہیں ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ علم تمیز محدثات

کے وجود میں آنے کے بعد ہوتا ہے، اس لئے یہاں مستقبل کا صیغہ استعمال کیا گیا، اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"…. آیات میں جو حتی نعلم، اور فلیعلمن اور لمایعلم اللہ اور لنبلونکم اور الالنعلم وغیرہ کلمات موجود ہیں ان سب سے بظاہر یوں سمجھ میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ کو نعوذ باللہ ان اشیاء کا علم بعد کو ہوا، ان چیزوں کے وجود سے پہلے علم نہ تھا حالانکہ اس کا علم ہر چیز کے ساتھ قدیم ہے وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا علماء نے کئی طرح سے اس کا جواب دیا ہے، بعض نے علم سے متمیز اور جدا جدا کردینا مراد لیا ہے، بعض نے امتحان کے معنی لئے، کسی نے علم کو بمعنی رؤیت لیا، کسی نے مستقبل کو بمعنی ماضی فرمایا، بعض نے حدوث علم کو نبی اور مؤمنین کی طرف یا مخاطبین کی طرف لوٹایا، بعض اکابر محققین نے علم حالی جو بعد وجود معلوم متحقق ہوتا ہے، جس پر جزا سزا، مدح و ذم مترتب ہوتی ہے مراد لیا اور اسی کو پسند فرمایا، بعض راسخین مدققین نے اس کے متعلق دو باتیں نہایت دقیق و انیق بیان فرمائیں۔

اول کا خلاصہ یہ ہے کہ حسب ارشاد اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا تمام چیزیں اول سے آخر تک حقیر و عظیم، قلیل و کثیر خدا کے سامنے ہیں اور سب کا علم اس کو ایک ساتھ ہے، اس کے علم میں تقدم و تاخر ہرگز نہیں ہے مگر آپس میں ایک دوسرے کی نسبت بے شک مقدم و مؤخر گنی جاتی ہے سو علم خداوندی کے حساب سے تو سب کی سب بمنزلہ شئی واحد موجود ہیں، اس لئے وہاں ماضی، حال اور مستقبل نکالنا بالکل غلط ہوگا البتہ تقدم و تاخر باہمی کی وجہ سے یہ تینوں زمانے بالبداہت جدا جدا نکلیں گے، سو جناب باری کبھی تو حسب موقع و حکمت اپنے معلوم ہونے کے لحاظ سے کلام فرماتا ہے اور کبھی ان وقائع کے تقدم و تاخر کا لحاظ ہوتا ہے، پہلی صورت میں تو ہمیشہ بلحاظ ایک فرق دقیق کے ماضی کا صیغہ یا حال کا صیغہ مستعمل ہوتا ہے، استقبال کا صیغہ مستعمل نہیں ہوسکتا اور دوسری صورت میں ماضی کے موقع میں ماضی اور حال کے موقع میں حال اور استقبال کی جگہ استقبال لایا جاتا ہے، سو جہاں کہیں وقائع آئندہ کو ماضی کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے جیسا وَنَادٰى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ وغیرہ تو وہاں اس کا لحاظ ہے کہ حق تعالیٰ کو سب مستحضر اور پیش نظر ہے اور جہاں امور گزشتہ کو صیغہ استقبال سے بیان فرمایا ہے جیسا اسی آیت میں تو وہاں یہ مدنظر ہے کہ بہ نسبت اپنے ماقبل کے مستقبل ہے، علم الہیٰ کے لحاظ سے استقبال نہیں جو اس کے علم میں حدوث کا وہم ہو۔

دوسری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم کو اشیاء کا علم دو طریق سے حاصل ہوتا ہے ایک تو بلاواسطہ، دوسرا بواسطہ، مثلاً آگ کو کبھی تو آنکھ سے مشاہدہ کرتے ہیں اور کبھی آگ تو ہم سے کسی آڑ میں ہوتی ہے

مگر دھوئیں کو دیکھ کر آگ کا یقین ہوجاتا ہے اور بسااوقات یہ دونوں علم ایک جگہ ایک ساتھ موجود ہوتے ہیں مثلاً آگ کو پاس سے دیکھئے تو دھواں بھی اس کے ساتھ نظر آئے گا سو اس صورت میں آگ کا علم دونوں طرح حاصل ہوگا، ایک تو بلاواسطہ کیونکہ آنکھ سے آگ کو دیکھ رہے ہیں، دوسرا بواسطہ یعنی آگ کا علم دھوئیں کے واسطہ سے اور یہ دونوں علم ہر چند ایک ساتھ ہیں، آگے پیچھے نہیں ہوئے مگر علم بواسطہ علم بلاواسطہ میں ایسا محو ہوتا ہے کہ اس کا دھیان بھی نہیں گزرتا، علی ہذا القیاس کبھی دو چیزوں کا علم بلاواسطہ بھی ایک ساتھ حاصل ہوتا ہے مثلاً آگ اور دھوئیں کو ایک ساتھ دیکھئے، اسی طرح کبھی ایک شئے کا علم بلاواسطہ اور دوسری شئ کا علم پہلی شئ کے واسطہ سے ایک ساتھ حاصل ہوتے ہیں، مثلاً دھوئیں کا علم بلاواسطہ اور آگ کا علم دھوئیں کے واسطہ سے، یا آگ کا علم بلاواسطہ اور دھوئیں کا علم آگ کے واسطہ سے، دونوں ساتھ ہی پیدا ہوتے ہیں مگر جیسا قلم کو ہاتھ میں لے کر لکھیں تو ہر چند قلم اور ہاتھ ساتھ ہی ہلتے ہیں لیکن کہتے یوں ہیں کہ پہلے ہاتھ اور پھر قلم ہلا، اسی طرح عقل سلیم باوجود ایک ساتھ ہونے کے بلاواسطہ شئ کے علم کو بالواسطہ شئ کے علم پر ضرور مقدم سمجھتی ہے۔

جب یہ باتیں معلوم ہوچکیں تو اب سنئے کہ خداوند علیم کو بھی تمام اشیاء کا علم دونوں طرح پر ہے، بلاواسطہ اور بواسطہ یکدگر یعنی لوازم کا ملزومات سے اور ملزومات کا لوازم سے اور دونوں علم ازل سے برابر ساتھ ہیں.... اور قدیم ہیں گو علم بلاواسطہ کو بطریق مذکور مقدم اور علم بالواسطہ کو مؤخر کہیں سو جہاں کہیں علم خداوندی کے ذکر میں صیغہ استقبال کا یا معنی استقبال کے پائے جاتے ہیں علم بالواسطہ کے لحاظ سے ہے، زمانہ کے اعتبار سے کچھ تفاوت نہیں اور جہاں کہیں ماضی یا حال مستعمل ہے وہاں علم بلاواسطہ مراد ہے اور علم بالواسطہ کے اعتبار سے کلام فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ کلام الٰہی کے مخاطب آدمی ہیں اور ان کو اکثر اشیاء کا علم بالواسطہ ہوتا ہے اور جہاں کہیں جناب باری نے اپنے علم میں صیغہ استقبال استعمال فرمایا ہے وہ وہی امور ہیں جو بنی آدم کو بلاواسطہ معلوم نہیں ہوسکتے اگر ایسے موقع میں بنی آدم سے باعتبارِ علم بلاواسطہ کلام کیاجاتا تو ان پر پورا الزام نہ ہوتا اور جہاں یہ مصلحت نہیں وہاں باعتبارِ علم بلاواسطہ صیغۂ ماضی یا حال کا استعمال کیا جاتا ہے مگر بنی آدم کو چونکہ ان اشیاء کا علم بلاواسطہ ہو ہی نہیں سکتا اور ان واسطوں کا علم ان کے وجود سے پہلے بنی آدم کو ممکن نہیں، اسی وجہ سے اس کے تمام علوم برابر حاصل نہیں ہوتے تو وہ خدا کو اپنے اوپر قیاس کرکے صیغۂ استقبال سے حدوث سمجھ جاتے ہیں اور حیران ہوتے ہیں کہ علمِ الٰہی میں حدوث ثابت ہوگیا، مگر فہمیدہ اشخاص جو مذکورہ نکتہ سے واقف ہیں سب کو ایک دوسرے کے مطابق سمجھتے ہیں" (۱۰)

---

(۱۰) دیکھئے تفسیر عثمانی: ۲۸-۲۷

أَثْقَالاً مَّعَ أَثْقَالِهِمْ : أَوْزَاراً مَّعَ أَوْزَارِهِمْ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالاً مَّعَ أَثْقَالِهِمْ" فرماتے ہیں اس میں اثقال کے معنی ہیں اوزار جو جمع ہے وِزْرٌ کی بمعنی بوجھ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں :

"یعنی جھوٹے ہیں، تمہارا بوجھ رتی برابر بھی ہلکا نہیں کرسکتے ہاں اپنا بوجھ بھاری کررہے ہیں، ایک تو ان کے ذاتی گناہوں کا بار تھا، اب دوسروں کے اغواء و اضلال کے بار نے اس میں مزید اضافہ کردیا، حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ کوئی چاہے کہ رفاقت کرکے کسی کے گناہ اپنے اوپر لے لے، یہ نہیں ہوگا مگر جس کو گمراہ کیا اور اس کے بہکائے سے اس نے گناہ کیا، وہ گناہ اس پر بھی ہے اور اُس پر بھی... جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ دنیا میں جو کوئی کسی کو ناحق قتل کرے، اس کے گناہ کا حصہ آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) کو پہنچتا ہے جس نے اول یہ بری راہ نکالی۔"

٢٦٦ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمَ غُلِبَتِ الرُّومُ .

قَالَ مُجَاهِدٌ : «يُحْبَرُونَ» /١٥/ : يُنَعَّمُونَ . (فَلَا يَرْبُو عِنْدَ اللّٰهِ» /٣٩/ : مَنْ أَعْطَى عَطِيَّةً يَبْتَغِي أَفْضَلَ مِنْهُ فَلَا أَجْرَ لَهُ فِيهَا . «يَمْهَدُونَ» /٤٤/ : يُسَوُّونَ الْمَضَاجِعَ . «الْوَدْقَ» /٤٨/ : الْمَطَرَ .
قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «هَلْ لَكُمْ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ» /٢٨/ : فِي الْآلِهَةِ ، وَفِيهِ «تَخَافُونَهُمْ» /٢٨/ : أَنْ يَرِثُوكُمْ كَمَا يَرِثُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا . «يَصَّدَّعُونَ» /٤٣/ : يَتَفَرَّقُونَ . «فَاصْدَعْ» /الحجر : ٩٤/ .
وَقَالَ غَيْرُهُ : «ضُعْفٍ» /٥٤/ : وَضَعْفٍ لُغَتَانِ .
وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «السُّوأَى» /١٠/ : الْإِسَاءَةُ جَزَاءُ الْمُسِيئِينَ .

الم غُلِبَتِ الرُّومُ

يُحْبَرُونَ : يُنَعَّمُونَ

"فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ" پس وہ لوگ جو ایمان لائے تھے اور اچھے کام کئے تھے وہ تو (جنت کے) باغ میں خوش ہوں گے، فرماتے ہیں کہ يُحْبَرُونَ کے معنی

ہیں یُنَعَّمُوْنَ : وہ نعمتوں میں ہوں گے ۔

فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰہِ: مَنْ اَعْطٰی عَطِیَّۃً یَبْتَغِیْ اَفْضَلَ مِنْہُ فَلَا اَجْرَ لَہٗ فِیْھَا

آیت میں ہے " وَمَا اٰتَیْتُمْ مِنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا فِیْ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰہِ " "یعنی سود پر جو تم (روپیہ وغیرہ) دیتے ہو تاکہ مال میں زیادتی ہو تو وہ اللہ کے نزدیک زیادہ نہیں ہوتا۔"

فرماتے ہیں آیت میں " فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰہِ " کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی کو زیادہ لینے کی غرض سے کچھ دے تو اس کے دینے میں اس کے لئے کوئی اجر نہیں ہوگا، سود کے ذریعہ مال کی زیادتی کی مثال ایسی ہے جیسے ورم سے بدن کا پھولنا جو موت کا پیغام ہے اور زکاۃ کے ذریعے مال میں جو بظاہر کمی نظر آتی ہے وہ اس طرح سے ہے جیسے مسہل کے ذریعہ بدن کا اخلاط فاسدہ سے تنقیہ جس کا انجام صحت ہے ۔

فَلِاَنْفُسِھِمْ یَمْھَدُوْنَ: یُسَوُّوْنَ الْمَضَاجِعَ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِھِمْ یَمْھَدُوْنَ" فرماتے ہیں یَمْھَدُوْنَ کے معنی ہیں اپنے لئے بستر ے سیدھے کرتے ہیں، بچھاتے ہیں، یعنی جو لوگ نیک عمل کررہے ہیں سو وہ اپنے لئے (جنت یا قبر میں) بستر ے اور فرش بچھا رہے ہیں۔

اَلْوَدْقُ: اَلْمَطَرُ

"فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلَالِہٖ" وَدْقٌ کے معنی ہیں: بارش یعنی پھر آپ بادل کے اندر سے بارش نکلتی دیکھتے ہیں۔

قال ابن عباس: ھَلْ لَکُمْ مِمَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ: فِی الْاٰلِھَۃِ

آیت میں ہے " ضَرَبَ لَکُمْ مَثَلًا مِنْ اَنْفُسِکُمْ ھَلْ لَکُمْ مِنْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مِنْ شُرَکَاءَ فِیْ مَا رَزَقْنٰکُمْ"

"بیان کی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک مثال تمہارے اندر کیا تمہارے غلاموں میں کوئی تمہارے ساتھ شریک ہے ان اموال میں جو ہم نے تمہیں دیئے ہیں"

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باطل معبودوں کے سلسلہ میں مثال

بیان کی ہے اور اس میں فرمایا ہے کہ جب تم خود اپنے لئے اس بات پر راضی نہیں ہوتے کہ تمہارے غلام تمہارے جیسے اموال میں شریک ہوں اور وہ تمہارے وارث بنیں پھر تم ان باطل معبودوں کو جو اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں اللہ کے ساتھ کیوں شریک کرتے ہو اور اللہ کے افعال کا ان کو کیوں وارث اور حقدار قرار دیتے ہو، اسی طرح تم کو اپنے غلاموں سے کوئی خطرہ اور اندیشہ نہیں ہوتا تو پھر کیسے سمجھتے ہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ان آلہہ باطلہ کی کوئی پروا ہوگی اور ان سے کوئی خوف محسوس کریں گے۔

يَصَّدَّعُونَ: يَتفرَّقُونَ

"يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ" اس دن سب لوگ متفرق اور منتشر ہوجائیں گے يَصَّدَّعُونَ اصل میں يَتصَدَّعُونَ تھا از باب تفعل بمعنی منتشر ہونا، فقلبت تاءہ صاداً، وأدغمت۔

وقال غيره: ضُعْفٍ وَضَعْفٍ لُغَتَانِ

آیت کریمہ میں ہے "اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِن ضُعْفٍ" اللہ وہ ذات ہے جس نے تم کو ناتوانی کی حالت میں پیدا کیا۔ فرماتے ہیں ضُعْفٍ میں دو لغت ہیں ایک ضاد کے فتحہ کے ساتھ اور دوسری ضاد کے ضمہ کے ساتھ۔

وقال مجاهد: السُّوأَى: الْإِسَاءَةُ جَزَاءُ الْمُسِيئِينَ

آیت میں ہے "ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ اَسَاءُوا السُّوأَى اَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللّٰهِ" "یعنی پھر برائی کرنے والوں کا انجام برا ہوا چونکہ وہ اللہ کی نشانیوں کو جھٹلاتے تھے" مجاہد فرماتے ہیں کہ آیت میں السُّوأَى کے معنی ہیں برائی جو جزا ہوگی برائی کرنے والوں کی۔

٤٤٩٦ : حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَالْأَعْمَشُ ، عَنْ أَبِي الضُّحَى ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ : بَيْنَمَا رَجُلٌ يُحَدِّثُ فِي كِنْدَةَ فَقَالَ : يَجِيءُ دُخَانٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَيَأْخُذُ بِأَسْمَاعِ الْمُنَافِقِينَ وَأَبْصَارِهِمْ ، يَأْخُذُ الْمُؤْمِنَ كَهَيْئَةِ الزُّكَامِ ، فَفَزِعْنَا ، فَأَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ ، وَكَانَ مُتَّكِئًا ، فَغَضِبَ ، فَجَلَسَ فَقَالَ : مَنْ عَلِمَ فَلْيَقُلْ ، وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ : اللّٰهُ أَعْلَمُ ، فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ تَقُولَ لِمَا لَا تَعْلَمُ لَا أَعْلَمُ ، فَإِنَّ اللّٰهَ قَالَ لِنَبِيِّهِ ﷺ : «قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ» . وَإِنَّ قُرَيْشًا أَبْطَؤُوا عَنِ الْإِسْلَامِ ، فَدَعَا عَلَيْهِمِ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ :

(اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ) . فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتَّى هَلَكُوا فِيهَا ، وَأَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ ، وَيَرَى الرَّجُلُ ما بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ ، فَجَاءَهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ ، جِئْتَ تَأْمُرُنَا بِصِلَةِ الرَّحِمِ ، وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا فَادْعُ اللّٰهَ . فَقَرَأَ : «فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ – إِلَى قَوْلِهِ – عَائِدُونَ» . أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمْ عَذَابُ الْآخِرَةِ إِذَا جَاءَ ثُمَّ عَادُوا إِلَى كُفْرِهِمْ ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى : «يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى» . يَوْمَ بَدْرٍ ، «وَلِزَامًا» يَوْمَ بَدْرٍ ، «الٓمٓ غُلِبَتِ الرُّومُ – إِلَى – سَيَغْلِبُونَ» . وَالرُّومُ قَدْ مَضَى . [ر : ٩٦٢]

اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خیال کا اظہار کیا جس کا تذکرہ ماقبل میں گزر چکا کہ لزام، دخان اور بَطْشَہ ان کے نزدیک واقع ہوگیا ہے اور ان کا تعلق قریش سے ہے۔

یہاں جس شخص نے کہا کہ دخان کا وقوع قیامت کے دن ہوگا وہ بھی اپنی جگہ درست ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے علم کے مطابق اس کا انکار کیا ہے ورنہ جمہور علماء اس کا انکار نہیں کرتے۔

٢٦٧ – باب : «لا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ» /٣٠/ : لِدِينِ اللّٰهِ .

خُلُقُ الْأَوَّلِينَ : دِينُ الْأَوَّلِينَ ، وَالْفِطْرَةُ الْإِسْلَامُ .

٤٤٩٧ : حدّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (ما مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ ، كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ ، هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ ، ثُمَّ يَقُولُ : «فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ») . [ر : ١٢٩٢]

آیت میں ہے " فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِی فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ " اس میں " خَلْقِ اللّٰهِ " کی تشریح "دین اللہ" سے اور فطرت کی تشریح اسلام سے کی گئی ہے، اسی طرح سورۃ شعراء میں ہے "اِنْ هٰذَا اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ" اس میں خلق بمعنی دین ہے۔

روایت کے آخر میں ثم یقول: فِطْرَةَ اللّٰهِ.... ہے اس میں "یقول" کی ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں لوٹ رہی جیسا کہ ظاہر سے معلوم ہوتا ہے بلکہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے،

کتاب الجنائز میں اس کی تصریح ہے۔ (۱۱)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ساخت اور تراش شروع سے ایسی رکھی ہے کہ اگر وہ حق کو سمجھنا اور قبول کرنا چاہے تو کرسکے اور بداء فطرت سے اپنی اجمالی معرفت کی ایک چمک اس کے دل میں بطورِ تخمِ ہدایت کے ڈال دی ہے کہ اگر گرد و پیش کے احوال اور ماحول کے خراب اثرات سے متاثر نہ ہو اور اصلی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تو یقیناً دین حق کو اختیار کرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔

"عہد الست" کے قصہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے بعدہ ماں باپ اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بنادیتے ہیں، ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو "حُنَفَاء" پیدا کیا، پھر شیاطین نے اغواء کرکے انہیں سیدھے راستہ سے بھٹکا دیا، بہرحال دین حق، دینِ حنیف اور دینِ قیم وہ ہے کہ اگر انسان کو اس کی فطرت پر مخلی بالطبع چھوڑ دیا جائے تو اپنی طبیعت سے اسی کی طرف جھکے، تمام انسانوں کی فطرت اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی بنائی ہے جس میں کوئی تفاوت اور تبدیلی نہیں ہے فرض کرو اگر فرعون یا ابوجہل کی اصلی فطرت میں یہ استعداد اور صلاحیت نہ ہوتی تو ان کو قبول حق کا مکلف بنانا صحیح نہ ہوتا جیسے اینٹ، پتھر یا جانوروں کو شرائع کا مکلف نہیں بنایا، فطرت انسانی کی اسی یکسانیت کا یہ اثر ہے کہ دین کے بہت سے اصول مہمہ کو کسی نہ کسی رنگ میں تقریباً سب انسان تسلیم کرتے ہیں گو ان پر ٹھیک قائم نہیں رہتے

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اللہ تعالیٰ سب کا مالک حاکم سب سے نرالا، کوئی اس کے برابر نہیں، کسی کا زور اس پر نہیں، یہ باتیں سب جانتے ہیں، اس پر چلنا چاہیئے، ایسے ہی کسی کی جان و مال کو ستانا، ناموس میں عیب لگانا، ہر کوئی برا جانتا ہے، ایسے ہی اللہ کو یاد کرنا، غریب پر ترس کھانا، حق پورا دینا، دغا نہ کرنا، ہر کوئی اچھا جانتا ہے، اس راستہ پر چلنا وہ ہی دین سچا ہے (یہ امور فطری تھے مگر) ان کا بندوبست پیغمبروں کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے سکھلادیا۔"

سُورَةِ لُقْمَانَ

٢٦٨ - باب : «لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ» /١٣.

٤٤٩٨ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ

(۱۱) دیکھئے صحیح بخاری مع عمدۃ القاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی: ۸/۱۷۶

عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ : «الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ» . شَقَّ ذٰلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، وَقالُوا : أَيُّنَا لَمْ يَلْبِسْ إِيمَانَهُ بِظُلْمٍ ؟ فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (إِنَّهُ لَيْسَ بِذَاكَ ، أَلَا تَسْمَعُ إِلَى قَوْلِ لُقْمَانَ لِٱبْنِهِ : «إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ») . [ر : ۳۲]

۲٦۹ – باب : «إِنَّ ٱللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ» /۳٤/ .

٤٤۹۹ : حدّثني إِسْحٰقُ ، عَنْ جَرِيرٍ ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ كانَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ ، إِذْ أَتَاهُ رَجلٌ يَمْشِي ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ما الْإِيمَانُ؟ قالَ : (الْإِيمَانُ : أَنْ تُؤْمِنَ بِٱللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَلِقَائِهِ ، وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الآخِرِ) . قالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ما الْإِسْلَامُ؟ قالَ : (الْإِسْلَامُ : أَنْ تَعْبُدَ ٱللهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ) . قالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ما الْإِحْسَانُ؟ قالَ : (الْإِحْسَانُ : أَنْ تَعْبُدَ ٱللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ) . قالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ مَتَى السَّاعَةُ ؟ قالَ : (ما الْمَسْؤُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ ، وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا : إِذَا وَلَدَتِ الْمَرْأَةُ رَبَّتَهَا ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا ، وَإِذَا كانَ الْحُفَاةُ الْعُرَاةُ رُؤُوسَ النَّاسِ ، فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا ، فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا ٱللهُ : «إِنَّ ٱللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ ما فِي الْأَرْحَامِ») . ثُمَّ ٱنْصَرَفَ الرَّجُلُ ، فَقَالَ : (رُدُّوا عَلَيَّ) . فَأَخَذُوا لِيَرُدُّوا فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا ، فَقَالَ : (هٰذَا جِبْرِيلُ ، جاءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِينَهُمْ) . [ر : ۵۰] .

٤۵۰۰ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمانَ قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ وَهْبٍ قالَ : حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ ٱبْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ : أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ : أَنَّ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ ، ثُمَّ قَرَأَ : «إِنَّ ٱللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ») . [ر : ۹۹۲]

۲۷۰ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ تَنْزِيلُ [السَّجْدَةِ] .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «مَهِينٍ» /۸/ : ضَعِيفٍ : نُطْفَةُ الرَّجُلِ . «ضَلَلْنَا» /۱۰/ : هَلَكْنَا .

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «الْجُرُزُ» /۲۷/ : الَّتِي لَا تُمْطَرُ إِلَّا مَطَرًا لَا يُغْنِي عَنْهَا شَيْئًا . «يَهْدِ» /۲٦/ : يُبَيِّنْ

سُوْرَةُ تَنْزِيْلِ

وقال مجاهد: مَهِيْنٍ: ضَعِيْفٍ: نُطْفَةُ الرَّجُلِ

آیت میں ہے "ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِيْنٍ" پھر بنائی اس کی نسل نچڑے ہوئے بے قدر پانی سے، فرماتے ہیں مَهِيْنٍ کے معنی ضَعِيْفٍ کے ہیں اور مراد اس سے مرد کا نطفہ ہے۔

ضَلَلْنَا: هَلَكْنَا

آیت کریمہ میں ہے "وَقَالُوْا أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيْدٍ" فرماتے ہیں ضَلَلْنَا کے معنی ہیں ہلکنا یعنی کافر کہتے ہیں کہ کیا جب ہم زمین میں ملیا میٹ ہو جائینگے تو کیا از سر نو پیدا ہوں گے۔

اَلْجُرُزُ: الَّتِي لَا تُمْطِرُ إِلَّا مَطَرًا لَا يُغْنِي عَنْهَا شَيْئًا

"أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوْقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا" کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم خشک زمین کی طرف پانی پہنچاتے ہیں پھر اس کے ذریعہ سے کھیتی پیدا کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ جُرُز اس زمین کو کہتے ہیں جہاں بہت کم بارش ہوتی ہے جس سے اس زمین کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔

يَهْدِ: يُبَيِّنْ

آیت میں ہے "أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُوْنِ" کیا ان کو یہ امر موجبِ رہنمائی نہیں ہوا کہ ہم ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کرچکے ہیں۔ فرماتے ہیں "يَهْدِ" کے معنی ہیں يُبَيِّنْ یعنی کیا بیان نہیں کردیا ہے۔

٢٧١ – باب: قَوْلِهِ: «فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ ما أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ» /١٧/.

٤٥٠١/٤٥٠٢: حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قالَ: (قالَ اللهُ تَبارَكَ وَتَعالَى: أَعْدَدْتُ

لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ : مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ) . قالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : اقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ : «فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ» .

وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قالَ : قالَ اللهُ ، مِثْلَهُ ، قِيلَ لِسُفْيَانَ : رِوَايَةً ؟ قالَ : فَأَيُّ شَيْءٍ . قالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ : قَرَأَ أَبُو هُرَيْرَةَ : قُرَّاتِ أَعْيُنٍ .

(٤٥٠٢) : حدثني إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ : حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (يَقُولُ اللهُ تَعَالَى : أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ : ما لَا عَيْنٌ رَأَتْ ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ ، ذُخْرًا ، بَلْهَ ما أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ) . ثُمَّ قَرَأَ : «فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ ما أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ» . [ر : ٣٠٧٢]

ذُخْرًا، بَلْهَ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے " عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ :اعددت لعبادی الصالحین مالاعین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر ذُخْرًا من بَلْهَ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ ثم قرأ: فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون " اس روایت میں "ذخرا" کا تعلق "اعددت" سے ہے اور "مذخورا" کے معنی میں ہے ای اعددت ذلک لھم مذخورا یعنی نیک بندوں کے لئے میں نے یہ ذخیرہ تیار کیا ہے۔

اور " بَلْهَ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ " میں مختلف اقوال ہیں ایک یہ کہ " بَلْهَ " اسم فعل بمعنی "دَعْ" ہے ، اس صورت میں ترجمہ ہوگا تم چھوڑو ان نعمتوں کو جن پر تم کو اطلاع ہوئی ہے یعنی ہم نے جنت میں جو نعمتیں صالحین کے لئے تیار کی ہیں وہ بہت اعلیٰ ہیں، اس وقت تم دنیا میں جن نعمتوں کو جانتے ہو ان کو چھوڑ دو کہ وہ جنت میں ذخیرہ کی گئی نعمتوں کے مقابلہ میں بہت معمولی ہیں۔ چنانچہ علامہ عینی اس صورت میں ترجمہ لکھتے ہیں: دَعْ ما أُطلعتم علیه: فانه سهل یسیر فی جنب ماادخرته لهم (۱۲)

دوسرا قول ہے کہ یہ لفظ " مِنْ بَلْہ " ہے اور معنی میں "غیر" کے ہے ، اس صورت میں ترجمہ ہوگا "صالحین کے لئے نعمتوں کا جو ذخیرہ ہم نے تیار کیا وہ ان نعمتوں کے علاوہ ہے جن پر تم کو اطلاع ہوئی ہے " اس صورت میں "بلہ" مابعد کی طرف مضاف ہے ۔ (۱۳)

(۱۲) عمدۃ القاری: ۱۹/۱۱۴

(۱۳) فتح الباری: ۸/۵۱۶

تیسرا قول ہے " مِنْ بَلَدَ " بمعنی کیف "بلد" مبنی بر فتح کیف کے معنی میں ہے اور کیف استفہام استبعاد کے لئے ہے اور معنی ہیں " من این اطلاعکم علی هذا القدر الذی تقصر عقول البشر عن الاحاطة به " یعنی تم ان نعمتوں پر کیسے اطلاع حاصل کرسکتے ہو جن کے احاطہ سے انسانی عقلیں قاصر ہیں (۱۴) واللہ اعلم

٢٧٢ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْأَحْزَابِ .

وَقالَ مُجاهِدٌ : «صَيَاصِيهِمْ» /٢٦/ : قُصُورِهِمْ .

الاحزاب

وقال مجاهد: صَيَاصِيْهِمْ: قُصُوْرِهِمْ

"وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ " اور اهل کتاب میں سے جن لوگوں نے ان (مشرکین) کی مدد کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتارا۔ فرماتے ہیں صَيَاصِيْهِمْ کے معنی ہیں قلعے ، محل۔

٢٧٣ – باب : «النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ» /٦/ .

٤٥٠٣ : حدّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ هِلَالِ آبْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (ما مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ، اقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ : «النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ» . فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ تَرَكَ مالاً فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كانُوا ، فَإِنْ تَرَكَ دَيْنًا ، أَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِي وَأَنَا مَوْلَاهُ) . [ر : ٢١٧٦]

٢٧٤ – باب : «ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ ٱللَّهِ» /٥/ .

٤٥٠٤ : حدّثنا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ

---

(۱۴) فتح الباری: ۵۱۶/۸

(۴۵۰۳) واخرجه مسلم فی فضائل الصحابة ، باب فضائل زید بن حارثة ، رقم الحدیث : ۲۴۲۵ ، واخرجه الترمذی فی المناقب ، باب مناقب زید بن الحارثة ، رقم الحدیث : ۳۸۱۴ ، واخرجه النسائی فی السنن الکبری فی التفسیر ، باب سورة الاحزاب ، رقم الحدیث : ۱۱۳۹۷

قالَ : حَدَّثَنِي سَالِمٌ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ ، مَوْلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، ما كُنَّا نَدْعُوهُ إِلَّا زَيْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ ، حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ : «ٱدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ ٱللهِ» .

٢٧٥ - باب : «فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَما بَدَّلُوا تَبْدِيلاً» /٢٣/ .

نَحْبَهُ : عَهْدَهُ . «أَقْطَارِهَا» /١٤/ : جَوَانِبِهَا . «الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا» /١٤/ : لَأَعْطَوْهَا .

٤٥٠٥ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ الْأَنْصَارِيُّ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ ثُمَامَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : نُرَى هٰذِهِ الآيَةَ نَزَلَتْ فِي أَنَسِ ٱبْنِ النَّضْرِ : «مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجالٌ صَدَقُوا ما عاهَدُوا ٱللهَ عَلَيْهِ» . [ر : ٢٦٥١]

٤٥٠٦ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي خارِجَةُ بْنُ زَيْدِ ٱبْنِ ثَابِتٍ : أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ قالَ : لَمَّا نَسَخْنَا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ ، فَقَدْتُ آيَةً مِنْ سُورَةِ الْأَحْزَابِ ، كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقْرَؤُهَا ، لَمْ أَجِدْهَا مَعَ أَحَدٍ إِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ ، الَّذِي جَعَلَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ شَهَادَتَهُ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ : «مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجالٌ صَدَقُوا ما عاهَدُوا ٱللهَ عَلَيْهِ» . [ر : ٢٦٥٢]

شہادتہ شہادۃ رجلین

ابوداود، نسائی اور عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا اور قیمت ادا کرنے کے لئے اعرابی سے ساتھ چلنے کے لئے فرمایا، اس دوران کچھ دوسرے لوگوں نے اس اعرابی سے وہ گھوڑا زیادہ قیمت پر خریدنے کے لئے کہا، جب آپ اس کو قیمت ادا کرنے لگے تو اس نے گھوڑے کی بیع پر گواہ طلب کئے، حضرت خزیمہ وہاں موجود تھے انہوں نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گھوڑا خریدا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ سے کہا کہ تم تو بیع کے وقت موجود تھے نہیں، تم نے کیسے گواہی دی؟ انہوں نے کہا کہ آسمان کی خبریں آپ کے پاس آتی ہیں ان میں ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں یہ واقعہ تو زمین کا ہے اس میں ہم آپ کی تصدیق کیوں نہ کریں، اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے قائم مقام قرار دیا۔ (۱۵)

(۱۵) فتح الباری: ۵۱۸/۸

طَبَرانی کی روایت میں اس اعرابی کا نام سواد بن حارث بیان کیا گیا ہے (۱۶) حضرت خزیمہ کے اس واقعہ سے بعض حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی آدمی بہت زیادہ معتبر اور ثقہ ہو تو اس کی گواہی دو آدمیوں کی گواہی کے قائم مقام ہوسکتی ہے۔

لیکن علامہ خَطّابی رحمہ اللہ نے اس پر اشکال کیا ہے کہ اس واقعہ سے مذکورہ استدلال درست نہیں ہے اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑا خریدنے کا جو فیصلہ فرمایا وہ اپنے علم کی بنیاد پر فرمایا تھا، حضرت خزیمہؓ کی گواہی کی بنیاد پر نہیں فرمایا تھا اور گواہی کی حیثیت صرف تاکید کی تھی اس لئے اس واقعہ سے مذکورہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ (۱۷)

۲۷۶ - باب : قَوْلِهِ : «يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلاً» /۲۸/.

وَقَالَ مَعْمَرٌ: التَّبَرُّجُ : أَنْ تُخْرِجَ مَحَاسِنَهَا. «سُنَّةَ اللّٰهِ» /۶۲/ : اسْتَنَّهَا جَعَلَهَا.

آیت میں ہے "وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ" اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے موافق مت پھرو۔

معمر بن مثنی یعنی ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ تبرج یہ ہے کہ عورت اپنے حسن کو ظاہر کرے

سُنَّةَ اللّٰهِ ، اِسْتَنَّهَا جَعَلَهَا

آیت کریمہ میں ہے "سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ" اللہ تعالیٰ کا یہی معمول ان لوگوں کے حق میں بھی ہے جو پہلے ہو گزرے ہیں۔

فرماتے ہیں "سُنَّةَ اللّٰهِ" سے وہ معمول اور طریقہ مراد ہے جو اللہ جل شانہ نے مقرر کیا ہے۔

۴۵۰۷ : حدّثنا أَبُو اليَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ جاءَهَا حِينَ أَمَرَ اللّٰهُ أَنْ يُخَيِّرَ أَزْوَاجَهُ ، فَبَدَأَ بِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : (إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا ، فَلَا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَسْتَعْجِلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ). وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ ، قالَتْ : ثُمَّ قالَ : (إِنَّ اللّٰهَ قالَ : «يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ») : إِلَى تَمَامِ الآيَتَيْنِ ، فَقُلْتُ لَهُ :

(۱۶) فتح الباری: ۸/۵۱۹

(۱۷) فتح الباری: ۸/۵۱۹ و معالم السنن

فَفِي أَيِّ هٰذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ؟ فَإِنِّي أُرِيدُ ٱللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَٱلدَّارَ الآخِرَةَ . [٤٥٠٨]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آیت تخییر نازل ہونے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے فرمایا کہ میں تم سے ایک بات کہوں گا تم اس کا جواب عجلت میں نہ دینا اپنے والدین سے مشورہ کرنے کے بعد دینا، یہ تحفظ اور احتیاط حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے فرمائی کہ حضرت عائشہؓ نوعمر تھیں کہ کہیں وہ غلط فیصلہ نہ کرلیں گویا آپ بھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ عائشہؓ جدا ہوں۔

چنانچہ آپ ؐ نے ان کو آیت تخییر سنائی حضرت عائشہؓ نے صحیح فیصلہ کیا اور کہا میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں اور اس پر تعجب کا اظہار کیا کہ اس میں والدین سے مشورہ کرنے کی کیا بات تھی، ظاہر ہے کہ میں آپ کو کیسے چھوڑ سکتی ہوں۔

حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی فرمایا کہ میرا یہ جواب دوسری ازواج کو نہ بتائیں، شاید حضرت عائشہؓ کی خواہش تھی کہ ان میں سے کچھ ایسی ہوں جو دنیا کو اختیار کرلیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سے فارغ ہوجائیں تو پھر تعداد کم ہوجائے گی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی نے نہیں پوچھا تو میں ازخود نہیں بتاؤں گا لیکن پوچھ لیا تو چھپاؤں گا نہیں۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری ازواج کے سامنے آیت تخییر پڑھ کر سنائی تو ہر ایک نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرنے کا فیصلہ کیا، اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور معیت سے ہر ایک کا دل نور ایمان سے منوّر تھا، وہ دنیا کو اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ میں کیسے ترجیح دے سکتی تھیں، چنانچہ کسی نے بھی دنیا کو ترجیح نہیں دی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا۔

۲۷۷ - باب : «وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ ٱللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَٱلدَّارَ الآخِرَةَ فَإِنَّ ٱللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا» /٢٩/ .

وَقَالَ قَتَادَةُ : «وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ ٱللّٰهِ وَٱلْحِكْمَةِ» /٣٤/ : الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ .

٤٥٠٨ : وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يُونُسُ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ

(۴۵۰۷-۴۵۰۸) واخرجہ مسلم فی الطلاق، باب ان تخییر امراتہ لایکون طلاقا الابالنیة، رقم الحدیث: ۱۴۷۵، و اخرجہ الترمذی فی التفسیر، باب سورۃ الاحزاب، رقم الحدیث: ۳۲۰۴، و اخرجہ النسائی فی السنن الکبریٰ فی کتاب النکاح، باب ماافترض اللہ علی رسولہ و حفظہ علی خلقہ لیزیدہ بہ ان شاءاللہ قربة الیہ، رقم الحدیث: ۵۴۰۹

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ عائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قالَتْ : لَمَّا أُمِرَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ بِتَخْيِيرِ أَزْوَاجِهِ بَدَأَ بِي فَقَالَ : (إِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ أَمْرًا ، فَلا عَلَيْكِ أَنْ لَا تَعْجَلِي حَتَّى تَسْتَأْمِرِي أَبَوَيْكِ) قالَتْ : وَقَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا يَأْمُرَانِي بِفِرَاقِهِ ، قالَتْ : ثُمَّ قَالَ : إِنَّ ٱللهَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ قالَ : «يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الحَيَاةَ ٱلدُّنْيَا وَزِينَتَهَا - إِلَى - أَجْرًا عَظِيمًا» . قالَتْ : فَقُلْتُ : فَفِي أَيِّ هٰذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ ، فَإِنِّي أُرِيدُ ٱللهَ وَرَسُولَهُ وَٱلدَّارَ الآخِرَةَ . قالَتْ : ثُمَّ فَعَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَ ما فَعَلْتُ .

تابَعَهُ مُوسَى بْنُ أَعْيَنَ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ . وَقالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَبُو سُفْيَانَ المَعْمَرِيُّ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ . [ر : ٤٥٠٧]

٢٧٨ - باب : «وَتُخْفِي في نَفْسِكَ ما ٱللهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَٱللهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ» /٣٧/ .

٤٥٠٩ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ : حَدَّثَنَا ثَابِتٌ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ هٰذِهِ الآيَةَ : «وَتُخْفِي في نَفْسِكَ مَا ٱللهُ مُبْدِيهِ» . نَزَلَتْ في شَأْنِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَزَيْدِ بْنِ حارِثَةَ .

[٦٩٨٤ ، ٦٩٨٥ ، وانظر : ٤٥١٣]

اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں ایک تفسیر ابن ابی حاتم اور علی بن الحسین زین العابدین سے منقول ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تھا کہ زینب بنت جحش آپ کے نکاح میں آنے والی ہیں لیکن ان کا نکاح چونکہ حضرت زید بن حارثہ سے ہوا تھا اور وہ آپ کے متبنی تھے اس لئے لوگوں کے قیل وقال کے خوف سے آپ اس بات کو ظاہر نہیں کرتے تھے کہ زینب بنت جحش میرے نکاح میں آنے والی ہیں، دل میں یہی تھا کہ زید بن حارثہ طلاق دیں گے تب میں نکاح کروں گا، اس دوران زید نے آکر زینب کی شکایت بھی کی لیکن آپ نے ان سے فرمایا "اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ" اور اللہ تعالیٰ نے جو بتا رکھا تھا کہ یہ آپ کے نکاح میں آنے والی ہیں، اس کو آپ نے چھپایا، اسی کے متعلق فرمایا گیا "وَتُخْفِی فِی نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیہِ" اس کے بعد حضرت زید نے طلاق دی اور اللہ تعالیٰ نے

(۴۵۰۹) وایضاً اخرجه فی التوحید، باب قوله تعالیٰ: وکان عرشه علی الماء، رقم الحدیث: ۷۴۲۰، (مع الفتح)، واخرجه الترمذی فی التفسیر، باب سورة الاحزاب، رقم الحدیث: ۳۲۱۲، واخرجه النسائی فی السنن فی التفسیر، باب و تخفی فی نفسک ما اللہ مبدیه، رقم الحدیث: ۱۱۴۰۷

سات آسمانوں کے اوپر حضرت زینب کا نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرادیا، کتاب التوحید میں یہ روایت موجود ہے۔ (۱۸)

آیت کی اسی تفسیر کو جمہور علماء نے اختیار کیا ہے (۱۹) مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے اسی کو صحیح قرار دیا (۲۰) اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن اور قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ان کا نکاح زید بن حارثہ سے کردیں، یہ زید اصل سے شریف عرب تھے لیکن لڑکپن میں کوئی ظالم ان کو پکڑ کر لایا اور غلام بنا کر مکہ کے بازار میں بیچ گیا۔ حضرت خدیجہؓ نے خرید لیا اور کچھ دنوں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کردیا، حضورؐ نے ان کو آزاد کردیا اور متبنیٰ بنالیا.... بہرحال حضرت زینب کی خاندانی حیثیت چونکہ بہت بلند تھی اور زید بن حارثہ بظاہر داغِ غلامی اٹھا کر آزاد ہوئے تھے اس لئے ان کی نیز ان کے بھائی کی مرضی زید سے نکاح کرنے کی نہ تھی لیکن اللہ اور اس کے رسول کو منظور تھا کہ اس طرح کی موہوم تفریقات اور امتیازات نکاح کے راستے میں حائل نہ ہوا کریں اس لئے آپ نے زینب اور ان کے بھائی پر زور دیا کہ وہ اس نکاح کو قبول کرلیں، اسی وقت آیت اتری " وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا " اور ان لوگوں نے اپنی مرضی کو اللہ اور رسول کی مرضی پر قربان کردیا اور زینب کا نکاح زید بن حارثہ سے ہوگیا، حضرت زینب زید کے نکاح میں آئیں تو مزاج کی موافقت نہ ہوئی، جب آپس میں لڑائی ہوتی تو زید آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شکایت کرتے اور کہتے " میں اسے چھوڑتا ہوں " حضرت منع فرماتے کہ میری خاطر اور اللہ و رسول کے حکم سے اس نے تجھ کو اپنی منشاء کے خلاف قبول کیا اب چھوڑ دینے کو وہ اور اس کے عزیز دوسری ذلت سمجھیں گے اس لئے خدا سے ڈر اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بگاڑ مت کر اور جہاں تک ہوسکے نباہ کی کوشش کرتا رہ۔

جب معاملہ کسی طرح نہ سلجھا اور بار بار جھگڑے قضیے پیش آتے رہے تو ممکن ہے کہ آپ کے دل میں آیا ہو کہ اگر ناچار زید چھوڑ دے گا تو زینب کی دلجوئی بغیر اس کے ممکن نہیں کہ میں خود اس سے نکاح

(۱۸) صحيح البخارى: كتاب التوحيد، باب بلا ترجمة: ۲/۱۱۰۳۔۱۱۰۴

(۱۹) قال القرطبى: قال علماؤنا: قول على بن الحسين احسن ما قيل فى الآية، و هو الذى عليه اهل التحقيق من المفسرين، و العلماء الراسخين (البدرى السارى: ۴/۲۲۰)

(۲۰) فيض البارى: ۴/۲۲۱-۲۲۰

کروں لیکن جاہلوں اور منافقوں کی بدگوئی سے اندیشہ کیا کہ اپنے بیٹے کی بیوی گھر میں رکھ لی، اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کردیا کہ میں زینب کو تیرے نکاح میں دینے والا ہوں، کیوں دینے والا ہوں؟ اس کو خود قرآن کے الفاظ " لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ " صاف صاف ظاہر کررہے ہیں.... اور شاید یہ ہی حکمت ہوگی جو اوّل زینب کا نکاح زید سے زور ڈال کر کرایا گیا کیونکہ اللہ کو معلوم تھا کہ یہ نکاح زیادہ مدت باقی نہ رہے گا، چند مصالح مُہِمّہ تھیں جنکا حصول اس عقد پر معلق تھا، الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے ذاتی خیال اور اس آسمانی پیشین گوئی کے اظہار سے عوام کے طعن و تشنیع کا خیال فرما کر شرماتے تھے اور زید کو طلاق کا مشورہ دینے میں بھی حیا کرتے تھے لیکن خدا کی خبر سچی ہونی تھی اور اس کا حکم تکوینی و تشریعی ضرور تھا کہ نافذ ہوکر رہے آخرکار زید نے طلاق دیدی اور عدت گزر جانے پر اللہ نے زینب کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باندھ دیا۔

اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ آپ دل میں جو چیز چھپائے ہوئے تھے وہ یہ ہی نکاح کی پیشین گوئی اور اس کا خیال تھا۔ (۲۱)

بعض مفسرین نے روایات نقل کی ہیں کہ آپ دل میں جو چیز چھپائے ہوئے تھے وہ حضرت زینب کی محبت تھی کہ آپ کو ان سے محبت ہوگئی تھی لیکن اس قسم کی تمام روایات درست نہیں ہیں، حافظ ابن حجرؒ اوپر ذکر کی گئی تفسیر کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"ووردت آثار اخری، اخرجها ابن ابی حاتم والطبری، ونقلها کثیر من المفسرین لاینبغی التشاغل بها، والذی اوردته منها هو المعتمد، والحاصل ان الذی کان یخفیه النبی صلی اللّٰه علیه وسلم هو اخبار اللّٰه ایاه انها ستصیر زوجته، والذی کان یحمله علی اخفاء ذلک خشیة قول الناس: تزوج امرأة ابنه" (۲۲)

۲۷۹ - باب: قَوْلِهِ: «تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ» /۵۱/.

"یعنی پیچھے کردیں آپ جس کو چاہیں ان میں سے اور اپنے پاس جگہ دیں جس کو چاہیں اور جن کو اپنے سے علیحدہ کردیا تھا یعنی پیچھے کردیا تھا ان میں سے کسی کو چاہیں تو (پھر) اپنے پاس جگہ دیں، آپ پر اس میں کوئی گناہ نہیں " مقصد یہ ہے کہ قسم بین الازواج آپ پر واجب نہیں، لیکن آپ نے ہمیشہ عدل

(۲۱) دیکھئے تفسیر عثمانی: ۵٦۲-۵٦۳ فائدہ نمبر ۵ ۳

(۲۲) فتح الباری: ۸/۵۲۴

ہی فرمایا ہے اور یہ آپ کی طرف سے تبرع تھا صرف حضرت سودہؓ نے عمر کے زیادہ ہونے کی وجہ سے آخر میں اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دی تھی، اس آیت کی تین تفسیریں کی گئی ہیں۔

❶ تطلق من تشاء و تمسک من تشاء (۲۳)

❷ تعتزل من تشاء و تقیم من تشاء (۲۴)

❸ تقبل من تشاء من الواهبات و تردد من تشاء (۲۵) ہم نے ترجمہ میں دوسری توجیہ کو اختیار کیا ہے۔

قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «تُرْجِيُ» تُؤَخِّرُ . «أَرْجِئْهُ» /الأعراف. ١١١/ و /الشعراء: ٣٦/ : أَخِّرْهُ .

٤٥١٠ : حدّثنا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ : هِشَامٌ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : كُنْتُ أَغارُ عَلَى اللَّاتِي وَهَبْنَ أَنْفُسَهُنَّ لِرَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، وَأَقُولُ أَتَهَبُ المَرْأَةُ نَفْسَهَا ؟ فَلَمَّا أَنْزَلَ ٱللهُ تَعَالَى : «تُرْجِيُ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ٱبْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ» . قُلْتُ : ما أُرَى رَبَّكَ إِلَّا يُسَارِعُ فِي هَوَاكَ . [٤٨٢٣]

٤٥١١ : حدّثنا حِبَّانُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا عاصِمٌ الْأَحْوَلُ ، عَنْ مُعَاذَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ كانَ يَسْتَأْذِنُ فِي يَوْمِ المَرْأَةِ مِنَّا ، بَعْدَ أَنْ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ : «تُرْجِيُ مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ٱبْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ» . فَقُلْتُ لَهَا : ما كُنْتِ تَقُولِينَ ؟ قالَتْ : كُنْتُ أَقُولُ لَهُ : إِنْ كانَ ذَاكَ إِلَيَّ ، فَإِنِّي لَا أُرِيدُ يَا رَسُولَ ٱللهِ أَنْ أُوثِرَ عَلَيْكَ أَحَدًا .

---

(۲۳) تفسیر کشاف: ۵۵۱/۳

(۲۴) تفسیر کشاف: ۵۵۱/۳

(۲۵) تفسیر کشاف: ۵۵۲/۳

(۴۵۱۰) وایضاً اخرجه فی کتاب النکاح، باب هل للمراۃ ان تهب نفسها الاحد، رقم الحدیث: ۵۱۱۳، (مع الفتح)، واخرجه مسلم فی الرضاع، باب هبتها نوبتها لضرتها، رقم الحدیث: ۱۴۶۴، واخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ، فی کتاب النکاح، باب ذکر امر النبی صلی اللہ علیه وسلم وازواجه فی النکاح...، رقم الحدیث: ۵۳۰۶

(۴۵۱۱) واخرجه مسلم فی الطلاق، باب بیان ان تخیر المراۃ لایکون طلاقاً الابالنیة، رقم الحدیث: ۱۴۷۶، و اخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ، فی عشرۃ النساء، باب تاویل قول اللہ تعالیٰ، ترجی من تشاء منهن، رقم الحدیث: ۹۸۲۷، واخرجه ابوداود فی کتاب النکاح، باب فی القسم بین النساء، ۲۱۳۶

تَابَعَهُ عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ : سَمِعَ عَاصِمًا .

٢٨٠ – باب : قَوْلُهُ : «لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيمًا» /٥٣/ .

يُقَالُ : إِنَاهُ : إِدْرَاكُهُ ، أَنَى يَأْنِي أَنَاةً فَهُوَ آنٍ .

يقال : اِنَاهٗ : اِدْرَاکُہٗ، اَنٰی، یَأْنِی، اَنَاۃً

آیت کریمہ میں ہے "لَاتَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ اِنٰىهُ" تم نبی کے گھروں میں (بن بلائے) مت داخل ہوا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے (آنے کی) کی اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کھانے کی تیاری کے منتظر نہ رہو (یعنی بلائے بغیر تو جاؤ مت اور اگر دعوت ہو تب بھی بہت پہلے سے مت جا بیٹھو)

فرماتے ہیں اناہ کے معنی ہیں ادراکہ : یعنی اس کا پکنا، تیار ہونا۔ اَنٰی یَاْنِی (ض) اَنًی (کرمیٰ یرمی) وقت کا آنا، پکنا۔

«لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا» /٦٣/ : إِذَا وَصَفْتَ صِفَةَ الْمُؤَنَّثِ قُلْتَ : قَرِيبَةٌ ، وَإِذَا جَعَلْتَهُ ظَرْفًا وَبَدَلاً ، وَلَمْ تُرِدِ الصِّفَةَ ، نَزَعْتَ الْهَاءَ مِنَ الْمُؤَنَّثِ ، وَكَذٰلِكَ لَفْظُهَا فِي الْوَاحِدِ وَالِاثْنَيْنِ وَالْجَمِيعِ ، لِلذَّكَرِ وَالْأُنْثَى .

یہاں بظاہر اشکال ہوسکتا ہے کہ " الساعة " مونث ہے اس مناسبت سے آگے " قريبة " ہونا چاہیے، امام بخاری رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہیں، کہ یہ لفظ اس وقت مونث استعمال ہوتا ہے جب یہ کسی مونث کی صفت ہو لیکن اگر یہ صفت نہ ہو بلکہ ظرف اور بدل واقع ہورہا ہو تو اس وقت "قریب" استعمال کرتے ہیں اور اس میں واحد تثنیہ، جمع مذکر اور مونث سب برابر ہوتے ہیں، مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" الفعیل اِن کان نَعتًا ففیه فرق بین المونث والمذکر، وان کان ظَرفًا اوبَدلًا، فلا فرق بینهما اما

اذاکان ظرفا فظاھر، فإن التذکیر والتانیث فی الظرف سواء، واماقوله: اوبدلا، فھوایضاً بمعنی الظرف، والا فھومضر" (۲۶)

بعض حضرات نے کہا کہ مذکورہ آیت میں مضاف محذوف ہے اور اصل عبارت ہے "لعل قیام الساعة تکون قریبا" مضاف کی رعایت کرتے ہوئے "قریبا" کو مذکر استعمال کیا ہے اور مضاف الیہ کی رعایت سے "تکون" کو مؤنث لائے ہیں۔ (۲۷) واللہ اعلم

۴۵۱۲ : حدّثنا مُسَدَّدٌ ، عَنْ يَحْيَىٰ ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ أَنَسٍ قالَ : قالَ عُمَرُ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، يَدْخُلُ عَلَيْكَ ٱلْبَرُّ وَٱلْفَاجِرُ ، فَلَوْ أَمَرْتَ أُمَّهَاتِ ٱلْمُؤْمِنِينَ بِٱلْحِجَابِ ، فَأَنْزَلَ ٱللّٰهُ آيَةَ ٱلْحِجَابِ . [ر : ۳۹۳]

۴۵۱۶/۴۵۱۳ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ ٱلرَّقَاشِيُّ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمانَ قالَ : سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ : حَدَّثَنَا أَبُو مِجْلَزٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : لَمَّا تَزَوَّجَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ دَعا ٱلْقَوْمَ فَطَعِمُوا ، ثُمَّ جَلَسُوا يَتَحَدَّثُونَ ، وَإِذَا هُوَ كَأَنَّهُ يَتَهَيَّأُ لِلْقِيَامِ فَلَمْ يَقُومُوا ، فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ قامَ ، فَلَمَّا قامَ قامَ مَنْ قامَ وَقَعَدَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ ، فَجاءَ ٱلنَّبِيُّ ﷺ لِيَدْخُلَ فَإِذَا ٱلْقَوْمُ جُلُوسٌ ، ثُمَّ إِنَّهُمْ قامُوا ، فَٱنْطَلَقْتُ فَجِئْتُ ، فَأَخْبَرْتُ ٱلنَّبِيَّ ﷺ أَنَّهُمْ قَدِ ٱنْطَلَقُوا ، فَجاءَ حَتَّى دَخَلَ ، فَذَهَبْتُ أَدْخُلُ ، فَأَلْقَى ٱلْحِجَابَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ ، فَأَنْزَلَ ٱللّٰهُ : «يَا أَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ ٱلنَّبِيِّ» . الآيَةَ .

(۴۵۱۴) : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ : قالَ أَنَسُ بْنُ مالِكٍ : أَنَا أَعْلَمُ ٱلنَّاسِ بِهٰذِهِ ٱلْآيَةِ آيَةِ ٱلْحِجَابِ ، لَمَّا أُهْدِيَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ

---

(۲۶) فیض الباری: ۲۲۱/۴

(۲۷) فتح الباری: ۵۲۹/۸

(۴۵۱۶-۴۵۱۵-۴۵۱۴-۴۵۱۳) واخرجه ایضا فی النکاح، باب الصفرة للمتزوج، رقم ۵۱۵۴، (مع الفتح)، وفی النکاح، باب الھدیة للعروس، رقم ۵۱۶۳، (مع الفتح)، وفی النکاح باب الولیمة، رقم ۵۱۶۶، (مع الفتح)، وایضاً فی النکاح، باب الولیمة، رقم ۵۱۶۸، (مع الفتح)، وایضاً فی النکاح، ۵۱۷۰، (مع الفتح)، وایضاً فی النکاح باب من اولم علی بعض نسائه اواکثر من بعض، رقم الحدیث: ۵۱۷۱، (مع الفتح)، وفی کتاب الاطعمة: باب قوله تعالیٰ: فاذا طعمتم فانتشروا، رقم الحدیث: ۵۴۶۶، وفی کتاب الاستیئذان باب آیة الحجاب، رقم الحدیث: ۶۲۳۸، واخرجه مسلم فی النکاح، باب زواج زینب بنت جحش، ونزول الحجاب، رقم ۱۴۲۸، واخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ فی التفسیر، باب لاتدخلوا بیوت النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۱۱۴۱۶

جَحْشٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا إِلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ كانَتْ مَعَهُ فِي ٱلْبَيْتِ ، صَنَعَ طَعَامًا وَدَعَا ٱلْقَوْمَ ، فَقَعَدُوا يَتَحَدَّثُونَ ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ ثُمَّ يَرْجِعُ وَهُمْ قُعُودٌ يَتَحَدَّثُونَ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ تَعالَى : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ – إِلَى قَوْلِهِ – مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ» . فَضُرِبَ ٱلْحِجَابُ وَقامَ ٱلْقَوْمُ .

(٤٥١٥) : حدّثنا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : بُنِيَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ بِخُبْزٍ وَلَحْمٍ ، فَأُرْسِلْتُ عَلَى الطَّعَامِ دَاعِيًا ، فَيَجِيءُ قَوْمٌ فَيَأْكُلُونَ وَيَخْرُجُونَ ، ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ فَيَأْكُلُونَ وَيَخْرُجُونَ ، فَدَعَوْتُ حَتَّى ما أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُو ، فَقُلْتُ : يَا نَبِيَّ ٱللهِ ما أَجِدُ أَحَدًا أَدْعُوهُ ، قالَ : (ٱرْفَعُوا طَعَامَكُمْ) . وَبَقِيَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ يَتَحَدَّثُونَ فِي ٱلْبَيْتِ ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَانْطَلَقَ إِلَى حُجْرَةِ عائِشَةَ ، فَقالَ : (السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ ٱللهِ) . فَقَالَتْ : وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ ٱللهِ ، كَيْفَ وَجَدْتَ أَهْلَكَ ، بَارَكَ ٱللهُ لَكَ . فَتَقَرَّى حُجَرَ نِسَائِهِ كُلِّهِنَّ ، يَقُولُ لَهُنَّ كما يَقُولُ لِعَائِشَةَ ، وَيَقُلْنَ لَهُ كَمَا قَالَتْ عائِشَةُ ، ثُمَّ رَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ ، فَإِذَا ثَلَاثَةٌ مِنْ رَهْطٍ فِي ٱلْبَيْتِ يَتَحَدَّثُونَ ، وَكانَ النَّبِيُّ ﷺ شَدِيدَ الْحَيَاءِ ، فَخَرَجَ مُنْطَلِقًا نَحْوَ حُجْرَةِ عائِشَةَ ، فَمَا أَدْرِي : آخْبَرْتُهُ أَوْ أُخْبِرَ أَنَّ الْقَوْمَ خَرَجُوا ، فَرَجَعَ ، حَتَّى إِذَا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي أُسْكُفَّةِ الْبَابِ دَاخِلَةً وَأُخْرَى خارِجَةً ، أَرْخَى السِّتْرَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ ، وَأُنْزِلَتْ آيَةُ ٱلْحِجَابِ .

(٤٥١٦) : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِيُّ : حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : أَوْلَمَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ حِينَ بَنَى بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ ، فَأَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَلَحْمًا ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى حُجَرِ أُمَّهاتِ الْمُؤْمِنِينَ ، كَمَا كانَ يَصْنَعُ صَبِيحَةَ بِنائِهِ ، فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ وَيُسَلِّمْنَ عَلَيْهِ ، وَيَدْعُو لَهُنَّ وَيَدْعُونَ لَهُ ، فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ رَأَى رَجُلَيْنِ جَرَى بِهِمَا الْحَدِيثُ ، فَلَمَّا رَآهُما رَجَعَ عَنْ بَيْتِهِ ، فَلَمَّا رَأَى الرَّجُلَانِ نَبِيَّ ٱللهِ ﷺ رَجَعَ عَنْ بَيْتِهِ وَثَبَا مُسْرِعَيْنِ ، فَمَا أَدْرِي أَنا أَخْبَرْتُهُ بِخُرُوجِهِمَا أَمْ أُخْبِرَ ، فَرَجَعَ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ ، وَأَرْخَى السِّتْرَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ ، وَأُنْزِلَتْ آيَةُ ٱلْحِجَابِ .

وَقالَ ٱبْنُ أَبِي مَرْيَمَ : أَخْبَرَنَا يَحْيَىٰ : حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ : سَمِعَ أَنَسًا ، عَنِ ٱلنَّبِيِّ ﷺ .

[٤٨٥٩ ، ٤٨٦٨ ، ٤٨٧١ ، ٤٨٧٣ ، ٤٨٧٥ ، ٤٨٧٦ ، ٥١٤٩ ، ٥٨٨٤ ، ٥٨٨٥ ، ٥٩١٦ ، وانظر : ٤٥٠٩]

وقال ابن ابی مریم: اخبرنا یحیی، حدثنی حمید، سمع انسا، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ابن ابی مریم کا نام سعید بن محمد ہے، اوپر روایت میں "حمید، عن انس" روایت عنعنہ کے ساتھ ہے "..... حمید، سمع انسًا....." کی یہ تعلیق نقل کرکے امام بتانا چاہتے ہیں کہ "حمید" سے سماع کی تصریح بھی منقول ہے۔

٤٥١٧ : حدّثني زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَىٰ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا قالَتْ : خَرَجَتْ سَوْدَةُ بَعْدَ ما ضُرِبَ ٱلْحِجَابُ لِحَاجَتِهَا ، وَكَانَتِ ٱمْرَأَةً جَسِيمَةً ، لَا تَخْفَىٰ عَلَى مَنْ يَعْرِفُهَا ، فَرَآهَا عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ ، فَقَالَ : يَا سَوْدَةُ ، أَمَا وَٱللَّهِ ما تَخْفَيْنَ عَلَيْنَا ، فَٱنْظُرِي كَيْفَ تَخْرُجِينَ . قالَتْ : فَٱنْكَفَأْتُ رَاجِعَةً ، وَرَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ فِي بَيْتِي ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَشَّى وَفِي يَدِهِ عَرْقٌ ، فَدَخَلَتْ ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ ٱللَّهِ ، إِنِّي خَرَجْتُ لِبَعْضِ حَاجَتِي ، فَقَالَ لِي عُمَرُ كَذَا وَكَذَا ، قالَتْ : فَأَوْحَى ٱللَّهُ إِلَيْهِ ، ثُمَّ رُفِعَ عَنْهُ ، وَإِنَّ الْعَرْقَ فِي يَدِهِ ما وَضَعَهُ ، فَقَالَ : (إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ) . [ر : ١٤٦]

٢٨١ – باب : قَوْلُهُ : «إِنْ تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا . لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ وَٱتَّقِينَ ٱللَّهَ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا» /٥٤ ، ٥٥/.

٤٥١٨ : حدّثنا أَبُو اليَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا قالَتْ : ٱسْتَأْذَنَ عَلَيَّ أَفْلَحُ ، أَخُو أَبِي الْقُعَيْسِ ، بَعْدَ ما أُنْزِلَ ٱلْحِجَابُ ، فَقُلْتُ : لَا آذَنُ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ فِيهِ النَّبِيَّ ﷺ ، فَإِنَّ أَخَاهُ أَبَا الْقُعَيْسِ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي ، وَلٰكِنْ أَرْضَعَتْنِي ٱمْرَأَةُ أَبِي الْقُعَيْسِ ، فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ : يَا رَسُولَ ٱللَّهِ ، إِنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ ٱسْتَأْذَنَ ، فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَكَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (وَمَا مَنَعَكِ أَنْ تَأْذَنِي ، عَمُّكِ) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللَّهِ ، إِنَّ الرَّجُلَ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي ، وَلٰكِنْ أَرْضَعَتْنِي

امْرَأَةُ أَبِي الْقُعَيْسِ ، فَقَالَ : (ائْذَنِي لَهُ ، فَإِنَّهُ عَمُّكِ تَرِبَتْ يَمِينُكِ) .
قالَ عُرْوَةُ : فَلِذٰلِكَ كَانَتْ عائِشَةُ تَقُولُ : حَرِّمُوا مِنَ الرَّضاعَةِ ما تُحَرِّمُونَ مِنَ النَّسَبِ .
[ر : ۲۵۰۱]

۲۸۲ - باب :

«إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا» /۵٦/ .
قالَ أَبُو الْعالِيَةِ : صَلَاةُ اللهِ : ثَنَاؤُهُ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ ، وَصَلَاةُ الْمَلَائِكَةِ : الدُّعاءُ .
وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : يُصَلُّونَ : يُبَرِّكُونَ . «لَنُغْرِيَنَّكَ» /٦٠/ : لَنُسَلِّطَنَّكَ .

۴۵۱۹ : حدّثني سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ ، عَنِ الْحَكَمِ ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : قِيلَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَمَّا السَّلَامُ عَلَيْكَ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ ، فَكَيْفَ الصَّلَاةُ ؟ قالَ : (قُولُوا : اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ) . [ر: ۳۱۹۰]

۴۵۲۰ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ خَبَّابٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قالَ : قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللهِ ، هٰذَا التَّسْلِيمُ فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ ؟ قالَ : (قُولُوا : اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ ، كما صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ، كما بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ) .
قالَ أَبُو صَالِحٍ ، عَنِ اللَّيْثِ : (عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ، كما بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ) .
حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حازِمٍ ، وَالدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ ، وَقالَ :

(۴۵۲۰) و ایضاً اخرجه فی کتاب الدعوات، باب الصلاة علی النبی ﷺ، رقم ۶۳۵۸، (مع الفتح)، وایضاً فی کتاب الانبیاء: ۱/۴۷۷

واخرجه مسلم، باب الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم بعد التشهد، رقم الحدیث: ۶۵، ۶۶، ۶۹، واخرجه ابوداؤد، کتاب الصلاة رقم الحدیث: ۹۷۶، واخرجه النسائی، باب کیف الصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم: ۲/۱۹۰، واخرجه ابن ماجه، باب الصلاة علی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم رقم الحدیث: ۹۰۵، واخرجه موطا امام مالک، باب ماجاء فی الصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم، رقم الحدیث: ۶۶

(كما صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ محمَّدٍ ، كما بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ) . [۵۹۹۷]

لَنُغْرِيَنَّكَ : لَنُسَلِّطَنَّكَ

آیت کریمہ میں ہے "وَالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ" فرماتے ہیں اس میں "لَنُغْرِيَنَّكَ" کے معنی ہیں لَنُسَلِّطَنَّكَ یعنی جو لوگ مدینہ میں افواہیں اڑاتے ہیں (اگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آجائیں) تو ہم ضرور آپ کو ان پر مسلط کردیں گے۔

آیت میں "سَلِّمُوْا" کے ساتھ تاکید کے لئے "تَسْلِيْمًا" مصدر بیان کیا گیا ہے لیکن "صلوا" کے ساتھ مصدر تاکید کی غرض سے ذکر نہیں کیا گیا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ آیت کی ابتدا میں "إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ" میں صلاۃ کا ذکر کیا گیا ہے اور اس سے پہلے "إِنَّ" لایا گیا ہے اور اللہ اور ملائکہ کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا ذکر کیا گیا ہے جس سے صلاۃ کی عظمت کا خود بخود پتہ چل جاتا ہے اس لئے "صَلُّوْا" کے بعد تاکید کے لئے مصدر نہیں لایا گیا، برخلاف سلام کے کہ وہاں مصدر تاکید کی غرض سے بیان کیا گیا ہے۔

درود شریف کا حکم

دوسری بحث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے متعلق ہے کہ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

❶ اس پر تو تمام علماء نے اجماع نقل کیا ہے کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم وجوبی ہے اور عند ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم مستحب ہے، ہمارے فقہاء کا بھی یہی مسلک ہے، ابوبکر جصاص کی یہی رائے ہے (۲۸) اور ملاعلی قاری نے بھی اسی کو مختار قرار دیا۔ (۲۹)

❷ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی جب بھی آئے تو درود پڑھنا واجب ہے چاہے آپ کے اسم گرامی کا تکرار ہی کیوں نہ ہوتا ہو، علامہ زمخشری نے اسی کو مختار قرار دیا ہے (۳۰) حضرات شوافع میں سے بھی بعض حضرات اس کے قائل ہیں، ابوعبداللہ چلپی اور بعض مالکیہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، ابن عربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ احوط یہی ہے کہ جب آپ کا نام نامی

(۲۸) احکام القرآن للجصاص: ۳/۴۷۱

(۲۹) دیکھیے المرقاۃ لملاعلی قاری: ۲/۳۳۷، واحکام القران للمفتی محمد شفیع: ۳/۲۸۹

(۳۰) قال الزمخشری فی الکشاف: ۳/۵۵۸ "والذی یقتضیه الاحتیاط، الصلاة علیه عند کل ذکر"

آئے تو درود شریف ضرور پڑھا جائے، علامہ قرطبیؒ نے اسی کو احتیاط کا تقاضہ قرار دیا ہے۔ (۳۱)

تشہد کے بعد درود شریف کا حکم

دوسرا مسئلہ نماز میں تشہد کے بعد درود کے حکم کا ہے، اس میں بھی اختلاف ہے حضرات حنفیہ، مالکیہ اور عام علماء کی رائے یہ ہے کہ تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ (۳۲)

امام شافعی رحمہ اللہ تشہد کے بعد درود پڑھنے کو فرض کہتے ہیں، امام احمد کی بھی مشہور روایت یہی ہے، ابوزُرعہ دِمَشقی نے اسیٰ کو امام احمد کی روایت اخیرہ قرار دیا ہے، مالکیہ میں ابوبکر بن ابراہیم نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ (۳۳)

اس سے معلوم ہوا کہ تشہد کے بعد درود پڑھنے کو صرف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہی فرض نہیں کہتے بلکہ ان کے ساتھ اس قول میں دوسرے علماء بھی شریک ہیں، بعض علماء نے امام شافعیِ رحمہ اللہ کو اس مسئلہ میں منفرد قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ طحاوی، ابن جریر طبری، ابوبکر بن مندہ، ابوبکر جصاص، قاضی عیاض اور علامہ خطابی وغیرہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کو منفرد کہا ہے (۳۴) لیکن ان کے متعلق تفرد کا یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے، دوسرے علماء بھی اس کے قائل ہیں۔

ایک اشکال اور اس کے جوابات

یہاں ایک اشکال ہوتا ہے کہ "اللهم صل علی محمد..." میں صلاۃ علی النبی کو مشبّہ اور صلاۃ علی ابراہیم کو"مشبّہ بہ"بنایا گیا ہے اور مشبہ بہ، مشبہ سے اقوی اور افضل ہوتا ہے، اس قاعدے کی رو سے صلاہ علی النبی، صلاۃ علی ابراہیم سے کم درجہ کی ہوگئی؛ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت معلوم ہوتی ہے حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلائق ہیں، آپ نے فرمایا

---

(۳۱) تفصیل کے لئے دیکھئے الجامع لِاَحکام القرآن للقرطبی: ۲۳۲/۱۴-۲۳۷ قال ابن القیم فی جلاء الإفهام فی الصلاۃ والسلام علی خیر الانام: ۲۱۴ "فقال ابو جعفر الطحاوی، و ابو عبداللہ الحلیمی: "تجب الصلاۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما ذکر اسمہ" وقال غیرهما: ذلک مستحب.... ثم اختلفوا، فقالت فرقۃ تجب الصلاۃ علیہ فی العمر مرۃ واحدۃ، و هذا محکی عن ابی حنیفۃ، و مالک، وقال ابن عبدالبر: و هو قول جمهور الأمّۃ

(۳۲) الجامع لاحکام القرآن: ۲۳۵/۱۴

(۳۳) مذاہب کے لئے دیکھئے المغنی لابن قدامۃ: ۵۴۱/۱

(۳۴) دیکھئے الجامع لاحکام القرآن: ۲۳۶/۱۴ و احکام القرآن للجصاص: ۲۷۱/۳

"أَنَاسیدُ وُلْدِ آدم یوم القیامة ولافَخْرَ" (۳۵) اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

❶ ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ قاعدہ کہ مشبہ، مشبہ بہ سے کم تر اور مشبہ بہ اقوی ہوتا ہے۔ اکثریہ ہے کلیہ نہیں ہے، یہاں نفس صلاۃ میں تشبیہ مقصود ہے، قدر و منزلت میں نہیں۔ (۳۶)

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ آپ نے اس وقت ارشاد فرمایا تھا جب آپ کو اپنی فضیلت کا بھی علم نہیں ہوا تھا۔ (۳۷)

❸ تیسرا جواب یہ دیا گیا کہ "كَمَا صَلَّيْتَ..." میں کاف تشبیہ کے لئے نہیں ہے بلکہ تعلیل کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ "اے اللہ! آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر درود نازل کیا ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی درود نازل فرمادیجئے"۔ (۳۸)

❹ بعض حضرات نے کہا کہ یہ بات تحضیض کے قبیل سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں اور ابراہیم علیہ السلام پر درود کا نزول ہوا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کہ افضل ہیں بطریق اولیٰ درود کا نزول ہونا چاہیے۔ (۳۹)

❺ بعضوں نے کہا کہ اصل میں یہ تشبیہ المجموع بالمجموع ہے، انفرادی طور پر اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہتر اور افضل ہیں تاہم مجموعی اعتبار سے آل ابراہیم، آل محمدؐ سے بہتر اور افضل ہیں کیونکہ آل ابراہیم میں انبیاء کی ایک بڑی جماعت آئی ہے جو آپؐ کی آل میں نہیں ہے۔ آلِ ابراہیم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شامل ہیں۔ (۴۰)

❻ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ تشبیہ "مالا یعرف بما یعرف" کے قبیل سے ہے چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہود و نصاریٰ کے یہاں بھی معروف تھے اور قریش بھی (۴۱) ان کو جانتے تھے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت تک اتنی شہرت نہیں ہوئی تھی، اگرچہ بعد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہرت کے اعتبار سے بھی ان سے بڑھ گئے تاہم اس وقت کے اعتبار سے یہ تشبیہ "مالا یعرف بما

---

(۳۵) جامع الاصول: ۵۲۶/۸ الباب الثالث فی فضائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۳۶) قال الحافظ فی الفتح، کتاب الدعوات، باب الصلاۃ علی النبی: ۱۶۱/۱۱ "ان التشبیہ انما ھو لأصل الصلاۃ بأصل الصلاۃ، لا للقدر بالقدر، فھو کقولہ: انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح... و رجح ھذا الجواب القرطبی فی المفھم"

(۳۷) فتح الباری: ۵۳۳/۸

(۳۸) فتح الباری، کتاب الدعوات، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۶۱/۱۱

(۳۹) فتح الباری: ۵۳۳/۸

(۴۰) فتح الباری: ۵۳۳/۸

(۴۱) ایضاً

یعرف " میں داخل ہوسکتی ہے۔ (۴۲)

● ساتویں توجیہ بعض حضرات نے یہ کی ہے کہ " اللھم صل علی محمد " پر کلام ختم ہوگیا، آگے کلام شروع ہوتا ہے " وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم " مشبہ بہ ابراہیم اور آل ابراہیم ہیں جبکہ مشبہ صرف آل محمد ہیں اور ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم آل محمد سے بہتر اور افضل ہیں۔ (۴۳)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم نے اس جواب کو ضعیف قرار دیا ہے اس لئے کہ "آل محمد" معطوف ہے اور "محمد" معطوف علیہ ہے، معطوف، معطوف علیہ کا حکم ایک ہوتا ہے، ایک کو دوسرے سے حکم میں الگ نہیں کیا جاسکتا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے توجیہ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ دراصل یہاں "آل محمد" سے پہلے "صل" محذوف ہے، تقدیر عبارت ہے۔ " اللھم صل علی محمد وصل علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم... " (۴۴)

لیکن یہ توجیہ تکلف سے خالی نہیں ہے کیونکہ یہ اس پر موقوف ہے کہ "صل" کو مقدر تسلیم کرلیا جائے اور اس کے مقدر ماننے کی کوئی وجہ اس لئے سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر مقدر "صل" کی ضرورت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صراحتاً ذکر فرمادیتے۔

تنبیہ

علامہ ابن تیمیہؒ اور ان کی اتباع میں حافظ ابن قیمؒ نے دعوی کیا ہے کہ کسی صیغۂ درود میں ابراہیم اور آل ابراہیم کا یکجا ذکر نہیں آیا لیکن یہ درست نہیں ہے اس لئے کہ یہاں روایت باب میں دونوں کا ذکر موجود ہے۔ (۴۵)

---

(۴۲) فتح الباری: ۸/۵۳۳ و کتاب الدعوات باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۱/۱۶۱

(۴۳) فتح الباری: ۸/۵۳۳

(۴۴) فتح الباری، کتاب الدعوات، باب الصلاۃ علی النبی: ۱۱/۱۶۱

(۴۵) فتح الباری، کتاب الدعوات، باب الصلاۃ علی النبی: ۱۱/۱۵۸ البتہ وہاں صرف ابن القیم کی طرف یہ قول منسوب ہے، اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "....فھذہ الاحادیث التی فی الصحاح لم أجد فیھا ولا فی ما نقل لفظ "ابراھیم و آل ابراھیم" (وانظر فتاوی ابن تیمیۃ: ۲۲\۴۵۶ ـ الفقہ، الصلاۃ)

فائدہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم سنہ ۲ھ میں آیا ہے، بعض حضرات نے سنہ ۶ھ میں اور حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے سنہ ۵ھ میں اس کے نزول کا قول نقل کیا ہے۔ (۳۶)

٢٨٣ – باب: قَوْلُهُ: «لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى» /٦٩/.

٤٥٢١: حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ: حَدَّثَنَا عَوْفٌ، عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ وَخِلَاسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ: (إِنَّ مُوسَى كَانَ رَجُلاً حَيِيًّا، وَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّأَهُ ٱللّٰهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ ٱللّٰهِ وَجِيهًا»). [ر: ٢٧٤]

٢٨٤ – باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ سَبَإٍ.

يُقَالُ: «مُعَاجِزِينَ» /٥، ٣٨/: مُسَابِقِينَ. «بِمُعْجِزِينَ» /العنکبوت: ٢٢/: بِفَائِتِينَ. «سَبَقُوا» /الأنفال: ٥٩/: فَاتُوا. «لَا يُعْجِزُونَ» /الأنفال: ٥٩/: لَا يَفُوتُونَ. «يَسْبِقُونَا» /العنكبوت: ٤/: يُعْجِزُونَا، وَمَعْنَى «مُعَاجِزِينَ» مُغَالِبِينَ، يُرِيدُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنْ يُظْهِرَ عَجْزَ صَاحِبِهِ. «مِعْشَارَ» /٤٥/: عُشْرَ. الْأُكُلُ: الثَّمَرُ. «بَاعِدْ» /١٩/: وَبَعِّدْ وَاحِدٌ.

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: «لَا يَعْزُبُ» /٣/: لَا يَغِيبُ. «الْعَرِمِ» /١٦/: السُّدُّ، مَاءٌ أَحْمَرُ، أَرْسَلَهُ ٱللّٰهُ فِي السُّدِّ، فَشَقَّهُ وَهَدَمَهُ، وَحَفَرَ الْوَادِيَ، فَارْتَفَعَتَا عَلَى الْجَنَّتَيْنِ، وَغَابَ عَنْهُمَا الْمَاءُ فَيَبِسَتَا، وَلَمْ يَكُنِ الْمَاءُ الْأَحْمَرُ مِنَ السُّدِّ، وَلٰكِنْ كَانَ عَذَابًا أَرْسَلَهُ ٱللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَيْثُ شَاءَ.

وَقَالَ عَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيلٍ: «الْعَرِمُ» الْمُسَنَّاةُ بِلَحْنِ أَهْلِ الْيَمَنِ.

وَقَالَ غَيْرُهُ: الْعَرِمُ الْوَادِي. السَّابِغَاتُ: الدُّرُوعُ.

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: «يُجَازَى» /١٧/: يُعَاقَبُ. «أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ» /٤٦/: بِطَاعَةِ ٱللّٰهِ «مَثْنَى وَ

(۳٦) قال الحافظ ابوذر الهروی: ان الأمر بالصلاة والتسلیم علیه صلی الله علیه وسلم، وقع فی السنة الثانیة من الهجرة، قیل: فی لیلة الاسراء، وانظر الفتوحات الربانیة علی الاذکار النواویة: ۲۹۹/۳ کتاب الصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم قال السخاوی فی "القول البدیع فی الصلاة علی الحبیب الشفیع": ۳۳ "الباب الاول فی الامر بالصلاة علی رسول الله: "ذکر ابونفیما نسبه شیخنا الیه، من غیر عزو ان الامر بالصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم کان فی السنة الثانیة من الهجرة، وقیل فی لیلة الإسراء -

«فُرَادَى» /٤٦/ : وَاحِدٌ وَاثْنَيْنِ . «التَّنَاوُشُ» /٥٢/ : الرَّدُّ مِنَ الآخِرَةِ إِلَى الدُّنْيَا . «وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ» /٥٤/ : مِنْ مالٍ أَوْ وَلَدٍ أَوْ زَهْرَةٍ . «بِأَشْيَاعِهِمْ» /٥٤/ : بِأَمْثَالِهِمْ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «كَالْجَوَابِ» /١٣/ : كَالْجَوْبَةِ مِنَ الْأَرْضِ . «الخَمْطُ» /١٦/ الْأَرَاكُ .

«وَالْأَثْلُ» /١٦/ الطَّرْفَاءُ «الْعَرِمُ» : الشَّدِيدُ .

سورۃ سبا

يقال: مُعَاجِزِيْنَ: مُسَابِقِيْنَ

آیت میں ہے " وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِيْنَ أُولٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ " اس میں مُعَاجِزِيْنَ کے معنی ہیں آگے بڑھنے والے ، مقابل کو عاجز کرنے والے ، آیت کا مفہوم ہے جو لوگ ہماری آیتوں کو ہرانے (اور عاجز کرنے) کے لئے کوشش کرتے ہیں ایسے لوگ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے یعنی ان کی یہ کوشش گویا اس لئے ہوتی ہے کہ وہ ہمیں گرفت سے عاجز کردیں گے اور قیامت کی حاضری اور عذاب سے چھوٹ جائیں گے۔

بِمُعْجِزِيْنَ: بِفَائِتِيْنَ

سورۃ عنکبوت میں یہ لفظ آیا ہے " وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ" تم نہ زمین میں عاجز اور فوت کرنے والے ہو اور نہ آسمان میں، مادہ عجز کی مناسبت سے امام بخاری سورۃ عنکبوت کے اس لفظ کو یہاں لائے ہیں۔

سَبَقُوْا: فَاتُوْا، لَا يُعْجِزُوْنَ: لَا يَفُوْتُوْنَ

سورۃ انفال کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے " وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ " اور کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ فوت ہوگئے (اور ہاتھ سے نکل گئے) وہ فوت نہیں ہوں گے (یعنی وہ ہمیں عاجز کرکے ہاتھ سے نہیں نکل سکیں گے)

يَسْبِقُوْنَا: يُعْجِزُوْنَا

سورۂ عنکبوت میں ہے "اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا" اس میں "يَسْبِقُوْنَا" کے معنی بیان کئے وہ ہمیں عاجز بنا دیں گے۔

مِعْشَارَ: عُشْرَ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَا آتَيْنٰهُمْ" اور یہ (مشرکین عرب) تو اس سامان کے جو ہم نے ان کو دے رکھا تھا دسویں حصے کو بھی نہیں پہونچتے فرماتے ہیں کہ مِعْشَارَ کے معنی ہیں دسواں حصہ

بَاعِدْ: وَبَعِّدْ وَاحِدٌ

آیت میں ہے "فَقَالُوْا بَاعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا" کہنے لگے اے ہمارے پروردگار! ہمارے سفروں میں درازی کردے۔

اس میں مشہور قرأت "بَاعِدْ" ہے اور ابن کثیر کی قرأت "بَعِّدْ" ہے فرماتے ہیں بَاعِدْ اور بَعِّدْ دونوں کے معنی ایک ہیں۔

لَايَعْزُبُ: لَايَغِيْبُ

آیت کریمہ میں ہے "لَايَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوَاتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ" اس سے کوئی ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، فرماتے ہیں لَايَعْزُبُ کے معنی ہیں لَايَغِيْبُ: غائب نہیں ہوسکتا۔

اَلْعَرِمِ: اَلسَّدُّ، مَاءٌ اَحْمَرُ

آیت میں ہے "فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ" اس میں "عرم" کا ترجمہ "سَدٌّ" سے کیا ہے جسے دیوار اور بند کہتے ہیں اور عرم کے معنی اہل یمن کی زبان میں "سناة" کے بھی آتے ہیں، سناہ کے معنی بھی بند اور مینڈھ کے ہیں اور عرم کے معنی وادی کے بھی آتے ہیں۔

یہاں "السد" کے آگے جو " ماءاحمر" بیان کیا ہے یہ عرم کی تفسیر نہیں ہے بلکہ آیت کے لفظ " سَیْلَ الْعَرِمِ " میں "سیل" کی تفسیر ہے، اللہ تعالیٰ نے سرخ پانی کو بند کے اندر سے بھیجا، اس نے بند کو چیر کر گرا دیا اور وادی کو کھود کر رکھ دیا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں جانب سے وہ باغ تو اونچا ہوگیا اور پانی کا بہاؤ نشیب میں ہونے لگا، پانی غائب ہوا تو باغ خشک ہوگیا اور یہ سرخ پانی بند کا پانی نہیں تھا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا، جہاں اس نے چاہا اس کو بھیج دیا۔

نُجَازِیْ: نُعَاقِبُ

آیت میں ہے وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُوْرَ " اس میں نجازی کے معنی ہیں ہم سزا دیتے ہیں۔

بِوَاحِدَةٍ: بِطَاعَةِ اللّٰهِ

آیت میں ہے "قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ " فرماتے ہیں بِوَاحِدَةٍ سے اللہ کی اطاعت مراد ہے یعنی میں تمہیں اللہ کی اطاعت کی نصیحت کرتا ہوں۔

اَلتَّنَاوُشُ: اَلرَّدُّ مِنَ الْاٰخِرَةِ إِلَى الدُّنْيَا

آیت کریمہ میں ہے " وَقَالُوْا آمَنَّا بِهٖ وَأَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَكَانٍ بَعِيْدٍ " فرماتے ہیں اس میں تناوش کے معنی آخرت سے لوٹ کر دنیا میں آنے کے ہیں، اس کے اصل معنی ہاتھ اٹھا کر کسی شئی کو اٹھانے کے ہیں (۱) اور یہ اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب وہ چیز قریب ہو، مطلب یہ ہے کہ کافر قیامت کے دن دنیا میں واپس آکر ایمان لانے کی تمنا کریں گے لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہیں ہوگی۔

وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ: مِنْ مَالٍ أَوْ وَلَدٍ أَوْ زَهْرَةٍ

"وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ " یعنی ان میں اور ان کے (قبول ایمان کی) آرزو میں ایک آڑ کردی جائے گی جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کے ساتھ (بھی) یہی برتاؤ کیا جائے گا۔

أَشْيَاع سے امثال یعنی ہم مشرب لوگ مراد ہیں۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

(۱) قال الراغب فی المفردات: ۵۰۹: وتناوش القوم كذا: تناولوه، قال: وَأَنّٰى لهم التناوش ای كيف يتناولون الايمان من مكان بعيد، ولم يكونوا يتناولونه عن قريب فی حين الاختيار والانتفاع بالايمان، اشارة الى قوله: يوم لا ينفع نفسا ايمانها

"یعنی ان لوگوں کو جو چیز محبوب اور مقصود تھی ان کے اور اس چیز کے درمیان پردہ حائل کر کے ان کو محروم کیا گیا۔ یہ مضمون قیامت کے حال پر بھی صادق ہے کہ قیامت میں یہ لوگ نجات اور جنت کے طالب ہوں گے وہاں تک نہ پہونچ سکیں گے اور دنیا میں وقت موت پر بھی صادق ہے کہ دنیا میں ان کو یہاں کی دولت وسامان مقصود تھا موت نے ان کے اس مطلوب کے درمیان حائل ہو کر ان کو اس سے جدا کر دیا۔

"كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ" "اشیاع" "شِيْعَةٌ" کی جمع ہے، کسی شخص کے تابع اور ہم خیال کو اسکا شیعہ کہا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جو عذاب ان کو دیا گیا کہ اپنے مطلوب و محبوب سے محروم کر دیئے گئے، یہی عذاب اس سے پہلے انہی جیسے اعمال کفر کرنے والوں کو دیا جا چکا ہے، کیونکہ یہ سب لوگ شک میں پڑے ہوئے تھے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر ان کو یقین و ایمان نہیں تھا واللہ سبحانہ وتعالی اعلم"[1]

وقال ابن عباس: كَالْجَوَابِ، كَالْجَوْبَةِ مِنَ الْأَرْضِ

آیت میں ہے "يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَّحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ" یعنی وہ جنات بناتے تھے حضرت سلیمان کے لئے قلعے، تصویریں اور لگن تالاب جیسے

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جواب کے معنی ہیں، زمین کا گڑھا یعنی حوض، اس کا مفرد "جابية" ہے جس کے معنی بڑے حوض کے ہیں۔

اَلْخَمْطُ: الْأَرَاكُ، وَالْأَثْلُ: الطَّرْفَاءُ

آیت میں ہے "ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ" دو باغ کسیلے میوے کے اور جھاؤ والے اور کچھ تھوڑے سے بیر والے، فرماتے ہیں خمط درخت اراک کو کہتے ہیں یعنی پیلو کا درخت جس سے مسواک بناتے ہیں اور اَثْل جھاؤ کے درخت کو کہتے ہیں۔

۲۸۵ - باب:

«حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ» /۲۳.

٤٥٢٢: حدّثنا الحُمَيْدِيُّ: حدّثنا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا عَمْرٌو قالَ: سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: إِنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ قالَ: (إِذَا قَضَى اللهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ، ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ

---

[1] معارف القرآن، ۷/۲۷۴

بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِهِ ، كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَى صَفْوَانٍ ، فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قالُوا : ماذَا قالَ رَبُّكُمْ ؟ قالُوا لِلَّذِي قالَ : الْحَقَّ ، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ، فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ ، وَمُسْتَرِقُ السَّمْعِ هٰكَذَا بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ - وَوَصَفَ سُفْيَانُ بِكَفِّهِ فَحَرَّفَهَا ، وَبَدَّدَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ - فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيهَا إِلَى مَنْ تَحْتَهُ ، ثُمَّ يُلْقِيهَا الآخَرُ إِلَى مَنْ تَحْتَهُ ، حَتَّى يُلْقِيَهَا عَلَى لِسَانِ السَّاحِرِ أَوِ الْكَاهِنِ ، فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُلْقِيَهَا ، وَرُبَّمَا أَلْقَاهَا قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُ ، فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ ، فَيُقَالُ : أَلَيْسَ قَدْ قالَ لَنَا : يَوْمَ كَذَا وَكَذَا ، كَذَا وَكَذَا ، فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِي سَمِعَ مِنَ السَّمَاءِ) . [ر : ٤٤٢٤]

٢٨٦ - باب : قَوْلُهُ : «إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ» /٤٦/ .

٤٥٢٣ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حازِمٍ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قالَ : صَعِدَ النَّبِيُّ ﷺ الصَّفَا ذَاتَ يَوْمٍ ، فَقَالَ : (يَا صَبَاحَاهُ) . فَاجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ قُرَيْشٌ ، قالُوا : ما لَكَ ؟ قالَ : (أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ يُصَبِّحُكُمْ أَوْ يُمَسِّيكُمْ ، أَمَا كُنْتُمْ تُصَدِّقُونَنِي) . قالُوا : بَلَى ، قالَ : (فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ) . فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ : تَبًّا لَكَ ، أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا ؟ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ : «تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ» . [ر : ١٣٣٠]

٢٨٧ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمَلَائِكَةِ .[فاطِرٍ]

قالَ مُجَاهِدٌ : الْقِطْمِيرُ : لِفَافَةُ النَّوَاةِ . «مُثْقَلَةٌ» /١٨/ : مُثْقَلَةٌ .

وَقالَ غَيْرُهُ : «الْحَرُورُ» /٢١/ : بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ ، وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : الْحَرُورُ : بِاللَّيْلِ ، وَالسَّمُومُ بِالنَّهَارِ . «وَغَرَابِيبُ» /٢٧/ : أَشَدُّ سَوَادٍ ، الْغِرْبِيبُ : الشَّدِيدُ السَّوَادِ .

اَلْمَلَائِکَة (فَاطِر)

قال مجاهد: اَلْقِطْمِيْرُ: لِفَافَةُ النَّوَاةِ

آیت میں ہے " وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ " فرماتے ہیں کہ قطمیر گٹھلی

کے اوپر باریک جھلی کو کہتے ہیں۔

وقال غیره : اَلْحَرُوْرُ : بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ، وَقَالَ ابن عباس : اَلْحَرُوْرُ بِاللَّيْلِ، وَالسَّمُوْمُ بِالنَّهَارِ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ، وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّوْرُ، وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ" مجاہد کے غیر نے کہا کہ حرور اس گرمی کو کہتے ہیں جب دن کو سورج نکلا ہوا ہوتا ہے جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حرور رات کی گرمی کو کہتے ہیں اور دن کی گرمی کو سموم کہتے ہیں۔

وَغَرَابِيْبُ : أَشَدُّ سَوَادٍ، اَلْغِرْبِيْبُ : اَلشَّدِيْدُ السَّوَادِ

آیت کریمہ میں ہے "وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيْضٌ وَحُمْرٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ" یعنی پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں سفید اور سرخ جن کے رنگ طرح طرح کے ہیں (کوئی زیادہ سفید کوئی کم اور سرخ بھی کوئی زیادہ کوئی کم) اور سخت سیاہ.... اس میں اَلْغَرَابِيْبُ جمع ہے اور اس کا مفرد اَلْغِرْبِيْبُ ہے جس کے معنی اس سیاہ شئی کے ہیں جس کے اندر شدت پائی جائے، جُدَد : راستوں اور لکیروں کو کہتے ہیں، یہ جدۃ کی جمع ہے جیسے مدۃ کی جمع مُدَد ہے۔

۲۸۸ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ يٰسٓ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «فَعَزَّزْنَا» /١٤/ : شَدَّدْنَا . «يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ» /٣٠/ : كَانَ حَسْرَةً عَلَيْهِمُ اسْتِهْزَاؤُهُمْ بِالرُّسُلِ . «أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ» /٤٠/ : لَا يَسْتُرُ ضَوْءُ أَحَدِهِمَا ضَوْءَ الْآخَرِ ، وَلَا يَنْبَغِي لَهُمَا ذٰلِكَ . «سَابِقُ النَّهَارِ» /٤٠/ : يَتَطَالَبَانِ حَثِيثَيْنِ . «نَسْلَخُ» /٣٧/ : نُخْرِجُ أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ ، وَيَجْرِي كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا . «مِنْ مِثْلِهِ» /٤٢/ : مِنَ الْأَنْعَامِ . «فَكِهُونَ» /٥٥/ : مُعْجَبُونَ . «جُنْدٌ مُحْضَرُونَ» /٧٥/ : عِنْدَ الْحِسَابِ .

وَيُذْكَرُ عَنْ عِكْرِمَةَ : «الْمَشْحُونِ» /٤١/ : الْمُوقَرُ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «طَائِرُكُمْ» /١٩/ : مَصَائِبُكُمْ . «يَنْسِلُونَ» /٥١/ : يَخْرُجُونَ . «مَرْقَدِنَا» /٥٢/ : مَخْرَجِنَا . «أَحْصَيْنَاهُ» /١٢/ : حَفِظْنَاهُ . «مَكَانَتِهِمْ» /٦٧/ : وَمَكَانِهِمْ وَاحِدٌ .

سورۃ یٰس

فَعَزَّزْنَا: شَدَّدْنَا

"فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ" اس میں عَزَّزْنَا کے معنی ہیں ہم نے قوت دی، تائید کی۔

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ: كَانَ حَسْرَةً عَلَيْهِمُ اسْتِهْزَاؤُهُمْ بِالرُّسُلِ

آیت کریمہ میں ہے "يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ" اس میں کسی کو وہم ہوسکتا ہے کہ اللہ جل شانہ نے حسرت کو پکارا جس کے کوئی معنی بظاہر سمجھ میں نہیں آتے، امام بخاری رحمہ اللہ اس وہم کو دور کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حسرت خود کافروں کو ہوگی کہ انہوں نے انبیاء اور رسولوں کا دنیا میں مذاق اڑایا۔

ضحاک فرماتے ہیں کہ یہ فرشتوں کا قول ہے، جب انہوں نے دیکھا کہ کفار نے انبیاء کی تکذیب کی تو وہ ان پر افسوس کرنے لگے۔

بعضوں نے کہا یہ اس مرد مومن کا قول ہے جس کا نام حبیب تھا جو مرسلین کی تائید و حمایت میں مکذبین کو سمجھانے کے لئے اقصیٰ مدینہ سے دوڑتا ہوا آیا تھا، جب قوم نے اس کو قتل کرنا چاہا تو اس وقت اس نے یہ جملہ کہا تھا (اقصی مدینہ میں مدینہ سے مراد اکثر حضرات نے اِنطاکیہ لیا ہے)

بعض کہتے ہیں کہ یہ ان تین رسولوں کا قول تھا جو اس قوم کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، جب انہوں نے قوم کو دیکھا کہ اس نے اس مرد مومن کو قتل کردیا اور اس کی پاداش میں قوم پر عذاب آگیا تو اس وقت انہوں نے "يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ" کہا۔

اور بعض نے کہا کہ قیامت کے دن جب کفار عذاب کے آثار دیکھیں گے تو اس وقت شدت ندامت اور بے بسی کے عالم میں مذکورہ جملہ کہیں گے، یا ان کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر مومنین اور فرشتے وغیرہ یہ الفاظ کہیں گے (۲)۔

لیکن ان تمام اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے اور یہ تمام جمع ہوسکتے ہیں۔

---

(۲) مذکورہ چاروں اقوال کے لئے دیکھیے، الجامع لاحکام القرآن: ۱۵/۲۳

اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ: لایستر ضوءُ احدِهما ضوءَ الآخرِ، ولا ینبغی لهما ذٰلک

"لَا الشَّمْسُ یَنْبَغِیْ لَهَا اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ" اس میں "اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ" کا مطلب یہ ہے کہ سورج اور چاند میں سے ایک دوسرے کی روشنی کو نہیں چھپاتا، چونکہ ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک حد مقرر ہے اس لئے ایک کی روشنی کا دوسرے کی روشنی میں حائل ہونا ان کے مقررہ نظام کے شایانِ شان نہیں ہے، اسی طرح رات دن سے پہلے نہیں آسکتی۔

نَسْلَخُ: نُخْرِجُ اَحَدَهُمَا مِنَ الْاٰخَرِ، وَیَجْرِیْ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

آیت میں ہے "وَآیَةٌ لَّهُمُ اللَّیْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ" "اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے رات ہے، ہم اس پر سے دن کو کھینچ لیتے ہیں پس یکایک وہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں"

"رات میں سے دن نکالنا" یہ کلام تشبیہ پر مبنی ہے، مشبہ "کشف الضوء من اللیل" ہے اور مشبہ بہ "کشف الجلد عن الشاۃ" (بکری سے کھال نکالنا) ہے اور وجہ تشبیہ ایک کا دوسرے پر توارد ہے، جس طرح شاۃ کے اوپر جلد وارد ہوتی ہے ٹھیک اسی طرح نہار لیل کے اوپر وارد ہوتا ہے، مشبہ اور مشبہ بہ دونوں حسی ہیں جبکہ جامع یعنی وجہ تشبیہ عقلی ہے اور مطلب یہ ہے کہ رات کے اوپر ہم نے غلافِ ضوء چڑھا رکھا ہے، جب اس دن والے غلاف کو ہم کھینچ لیتے ہیں تو وہ اچانک تاریکی میں پہنچ جاتے ہیں۔ (۳)

بعض حضرات نے کہا کہ مشبہ "اِخراج ضوء النہار من اللیل" ہے اور مشبہ بہ "اخراج الشاۃ من الجلد" ہے اور مطلب یہ ہے کہ تاریکی اور رات اصل ہے، اللہ جل شانہ اس تاریکی سے دن کی روشنی کو نکالتے ہیں جس طرح کھال سے بکری نکالی جاتی ہے رات کی تاریکی سے دن کی روشنی نکالنا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا کرشمہ ہے۔

مِنْ مِّثْلِهٖ: مِنَ الْاَنْعَامِ

"وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْکَبُوْنَ" فرماتے ہیں مِنْ مثلہ سے چوپایہ اور جانور مراد ہیں یعنی ہم نے ان کے لئے کشتی کی طرح چیزیں پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں (جیسے اونٹ، گھوڑا وغیرہ)

(۳) قال الزمخشری فی الکشاف ۴/۱۶: سلخ جلد الشاۃ: اذا کشطه عنها وأزاله.... فاستعیر لإزالة الضوء وکشفه عن مکان اللیل وملقی ظله، و انظر روح المعانی: ۱۰/۲۳

فَكِهُوْنَ: مُعْجَبُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ" جنت والے بے شک اس دن اپنے مشغلوں میں خوش ہوں گے فرماتے ہیں فکھون کے معنی ہیں خوش ہوں گے ۔

جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ: عِنْدَ الْحِسَابِ

آیت کریمہ میں ہے "لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ" وہ ان کی کچھ مدد کر ہی نہیں سکتے اور وہ (معبودین) ان کے حق میں ایک فریق مخالف ہوجائیں گے جو حاضر کئے جائیں گے ۔

فرماتے ہیں یہ اصنام حساب کے وقت حاضر کئے جائیں گے۔

وَيُذْكَرُ عَنْ عِكْرِمَةَ: اَلْمَشْحُوْنِ: اَلْمُوْقَرُ

"وَآيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ" حضرت عکرمہ سے منقول ہے کہ مَشْحُوْنَ کے معنی ہیں بوجھل، لدی ہوئی، بھری ہوئی۔

طَائِرُكُمْ: مَصَائِبُكُمْ

آیت میں ہے "قَالُوْا طَائِرُكُمْ مَّعَكُمْ" انہوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہے ۔ فرماتے ہیں کہ طائرکم سے مصائب مراد ہیں یعنی تمہاری مصیبتیں تمہارے ساتھ ہیں

يَنْسِلُوْنَ: يَخْرُجُوْنَ

"وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ" اور (دوبارہ) صور پھونکا جائے گا تو سب قبروں سے اپنے رب کی طرف نکل پڑیں گے ، اس میں يَنْسِلُوْنَ کے معنی ہیں وہ نکل پڑیں گے ۔

مَرْقَدِنَا: مَخْرَجِنَا

آیت میں ہے "قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا" کہیں گے ہائے ہماری بربادی! ہم کو ہمارے مرقد سے کس نے اٹھایا، مرقد سے مراد مخرج ہے یعنی قبر

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ کفار تو قبر میں بھی عذاب میں مبتلا ہوں گے تو پھر ان کا بعث کے وقت

افسوس کرنا چہ معنی دارد؟ اس سے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعث سے پہلے مبتلائے عذاب نہیں ہوں گے۔

حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا کہ نفخہ اولی کے بعد تمام ارواح پر نیند کی حالت طاری کردی جائے گی اور یہ عرصہ چالیس سال کی مدت پر مشتمل ہوگا، اس کے بعد نفخہ احیاء ہوگا جس سے تمام ارواح زندہ کردی جائیں گی تو اس وقت کفار کہیں گے "یٰوَیْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا" مرقد سے دو نفخوں کے درمیان کا یہی عرصہ مراد ہے چنانچہ حضرت لکھتے ہیں " قیل: وان الکفار فی العذاب، فاین المرقد؟ والجواب ان الأرواح یصعقن بعد النفخ اربعین سنة، ثم یفقن بعد نفخة الإحیاء، فذلک قولهم: "من بعثنا من مرقدنا" وهکذا عند البخاری عن ابی هریره: ص ۷۱۱ - ج ۲ - طبع الهند - فی باب قوله: ونفخ فی الصور" (۴)

دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ کفار اگرچہ قبر میں مبتلائے عذاب ہوں گے لیکن قیامت کا ہولناک منظر دیکھ کر قبر کو اہون سمجھیں گے اور نیند سے تشبیہ دیں گے۔ (۵)

اَحْصَیْنَاهُ: حَفِظْنَاهُ

"وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَاهُ فِي اِمَامٍ مُّبِيْنٍ" احصینا کے معنی ہیں ہم نے محفوظ کرلیا یعنی ہر شئی کو ایک واضح کتاب (لوح محفوظ) میں ہم نے محفوظ کرلیا ہے

مَكَانَتِهِمْ وَمَكَانِهِمْ وَاحِدٌ

"وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ" فرماتے ہیں کہ مَکَانَۃٌ اور مَکَانٌ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔

۲۸۹ - باب: «وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ» /۳۸.

۴۵۲۴/۴۵۲۵: حدثنا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ عِنْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ، فَقَالَ: (يَا أَبَا ذَرٍّ، أَتَدْرِي أَيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ). قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: (فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتَّى

(۴) فیض الباری: ۲۲۳/۴

(۵) تفسیر عثمانی: ۵۹۱ فائدہ نمبر ۷

تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى : «وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ» .

(٤٥٢٥) : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ : سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى : «وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا» . قَالَ : (مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ) . [ر : ٣٠٢٧]

"اور سورج اپنے مستقر کی طرف چلا جارہا ہے" "مستقر" سے وہ جگہ بھی مراد لی جاسکتی ہے جہاں جاکر سورج کو آخر کار ٹھہر جانا ہے، اور وہ وقت بھی ہوسکتا ہے جبکہ سورج اپنی حرکت پوری کر کے ٹھہر جائے گا وہ وقت.... قیامت کا دن ہے، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ سورج اپنے مدار پر ایک محکم نظام کے ساتھ ہزاروں سالوں سے حرکت کررہا ہے لیکن اس کی یہ حرکت مستقل اور دائمی نہیں ہے، اس کے لئے ایک خاص مستقر اور وقتِ قرار ہے جب وہ وقت آپہنچے گا تو اس کی یہ حرکت ختم ہوجائے گی اور وہ قیامت کا دن ہے، اس کی تائید سورۃ زمر کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے ".... وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى" اس میں "اجل مسمی" سے قیامت ہی مراد ہے۔ (٦)

لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں باب میں جو روایت ذکر فرمائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیتِ باب میں "مستقر" سے مستقر زمانی نہیں، مستقر مکانی مراد ہے، آپ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے، خطاب کرکے فرمایا کہ سورج چلتا رہتا ہے، حتی کہ وہ تحت العرش پہنچ کر سجدہ کرتا ہے پھر فرمایا کہ اس آیت میں مستقر سے یہی مراد ہے، " وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا "

اور عبدالرزاق نے آیت باب کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں: " ان الشمس تطلع فترد ھا ذنوب بنی آدم، حتی اذا غربت، سلمت، وسجدت، واستاذنت، فیؤذن لھا، حتی اذا کان یوم غربت، فسلمت، وسجدت، واستاذنت فلا یؤذن لھا، فتقول: ان المسیر بعید، وانی ان لا یؤذن لی لا ابلغ، فتحبس ماشاء اللہ ان تحبس، ثم یقال لھا: اطلعی من حیث غربت، قال: فمن یومئذ الی یوم القیامۃ، لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا" (٧)

---

(٦) تفسیر ابن کثیر: ۳/۵۷۱

(٧) تفسیر ابن کثیر: ۳/۵۷۱

سجود شمس کی تحقیق اور روایت پر وارد ہونے والے اشکالات اور ان کے جوابات

اس حدیث میں "سجود شمس" کا تذکرہ کیا گیا ہے، جدید فلکیات کی تحقیقات اور مشاہدات کی رو سے اس پر چند اشکالات ہوتے ہیں۔

❶ پہلا اشکال یہ ہوتا ہے کہ سورج جب کسی ایک جگہ غروب ہوتا ہے تو اسی وقت دوسری جگہ طلوع ہوتا ہے، سورج کا طلوع و غروب ہر وقت جاری و ساری ہے، جب کہ حدیث سے یہ مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ پوری دنیا میں سورج ایک ہی وقت غروب ہوتا ہے اور اجازت ملنے پر پھر اپنا سفر شروع کر کے طلوع ہوتا ہے حالانکہ یہ مشاہدہ کے خلاف ہے۔

اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں غروب آفتاب سے پوری دنیا کا غروب مراد نہیں بلکہ دنیا کے بڑے حصہ کا غروب مراد ہے یعنی وہ مقام جہاں کے غروب پر دنیا کی اکثر آبادی میں غروب ہوجاتا ہے یا اس سے خط استواء کا غروب مراد ہے اور یا افق مدینہ کا غروب مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ سورج یہ سجدہ اور اجازت معظم معمورہ کے غروب، یا خط استواء کے غروب اور یا افق مدینہ کے غروب کے وقت طلب کرتا ہے (۱*)۔

❷ دوسرا اشکال یہ ہوتا ہے کہ عرشِ رحمن کی جو تفصیل قرآن و حدیث سے معلوم ہوتی ہے، اس کی رو سے عرش تمام آسمانوں اور کائنات سماویہ کو محیط ہے، اس لحاظ سے سورج تو ہمیشہ ہر حال اور ہر وقت زیر عرش ہے جب کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف غروب کے وقت زیر عرش جاتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ غروب کے وقت زیر عرش جانا اس کو مستلزم نہیں کہ باقی اوقات میں وہ زیر عرش نہیں ہوتا، یہ قید احترازی نہیں، قید واقعی ہے چنانچہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"... اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے یہ قید واقعی ہو اور اصلی مقصود اِخبار عن السجدہ ہو اور اس تعبیر سے یہ فائدہ ہو کہ اس سے تحت الامر الالٰہی ہونے کی تصریح ہوگئی کیونکہ استواء علی العرش کا کنایہ ہونا نفاذِ احکام و تصرفات سے آیات عدیدہ میں مذکور ہے" (۲*)

❸ تیسرا اشکال یہ ہوتا ہے کہ اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج اپنے مستقر پر پہونچ کر سجدہ کرتا ہے، پھر اجازت مانگتا ہے، اس طرح وہ وقفہ کرتا ہے حالانکہ سورج کا وقفہ علم فلکیات

(۱*) بیان القرآن: ۱۱۱/۹

(۲*) بیان القرآن: ۱۱۱/۹

اور مشاہدہ کی رو سے درست نہیں، اس کی حرکت دائمی اور مسلسل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چیز کا سجدہ اس کے مناسب حال ہوتا ہے جیسا کہ قرآن نے خود تصریح فرمادی ہے "كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ" اس لیے آفتاب کے سجدہ کے یہ معنی سمجھنا کہ وہ انسان کی طرح سجدہ کرتا ہوگا درست نہیں، حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"... سجدہ بالمعنی المذکور کے لیے اول تو انقطاع حرکت ضروری نہیں، دوسرے ممکن ہے کہ یہ سکون آنی ہو اور حرکت زمانی ہو، اس لیے حساب رصدی مختل نہ ہوتا ہو اور نہ وہ منضبط و مدرک ہوتا ہو۔(۳*)"

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر ایک مستقل مقالہ لکھا ہے اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے "معارف القرآن" میں اس کا خلاصہ نقل کردیا ہے، انھوں نے ایک اور انداز سے اس حدیث کا مفہوم بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ....

حدیث میں جو یہ بتلایا گیا کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد عرش کے نیچے اللہ کو سجدہ کرتا ہے اور پھر اگلا دورہ شروع کرنے کی اجازت مانگتا ہے اور اجازت ملنے کے بعد آگے چلتا ہے اور صبح جانب مشرق سے طلوع ہوتا ہے، اس کا مقصد اس سے زائد نہیں کہ آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت عالم دنیا میں ایک نیا انقلاب آتا ہے جس کا مدار آفتاب پر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انقلابی وقت کو انسانی تنبیہ کے لیے موزون سمجھ کر یہ تلقین فرمائی کہ آفتاب کو خود مختار اپنی قدرت سے چلنے والا نہ سمجھو، یہ صرف اللہ تعالی کے اذن و مشیت کے تابع چل رہا ہے، اس کا ہر طلوع اور غروب اللہ کی اجازت سے ہوتا ہے، یہ اس کی اجازت کے تابع ہے، اس کے تابع فرمان حرکت کرنے ہی کو اس کا سجدہ قرار دیا گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ غروب آفتاب کی تخصیص اور اس کے بعد زیر عرش جانے اور وہاں سجدہ کرنے اور اگلے دورے کی اجازت مانگنے کے جو واقعات اس روایت میں بتلائے گئے ہیں وہ پیغمبرانہ مؤثر تعلیم کے مناسب بالکل عوامی نظر کے اعتبار سے ایک تمثیل ہے۔ نہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ انسان کی طرح زمین پر سجدہ کرے، اور نہ سجدہ کرنے کے وقت آفتاب کی حرکت میں کچھ وقفہ ہونا لازم آتا ہے اور نہ یہ مراد ہے کہ وہ دن رات میں صرف ایک ہی سجدہ کسی خاص جگہ جاکر کرتا ہے، اور نہ یہ کہ وہ صرف غروب کے بعد تحت العرش جاتا ہے۔ مگر اس انقلابی وقت میں جبکہ سب عوام یہ دیکھ رہے ہیں کہ آفتاب ہم سے غائب ہورہا ہے اس وقت بطور تمثیل ان کو اس حقیقت سے آگاہ کردیا گیا کہ یہ جو کچھ ہورہا ہے وہ درحقیقت آفتاب کے زیر عرش تابع فرمان چلتے رہنے سے ہورہا ہے، آفتاب خود کوئی قدرت و طاقت نہیں رکھتا، تو جس

(۳*) بیان القرآن: ۱۱۱/۹

طرح اس وقت اہلِ مدینہ اپنی جگہ یہ محسوس کررہے تھے کہ اب آفتاب سجدہ کر کے اگلے دورے کی اجازت لے گا اس طرح جہاں جہاں وہ غروب ہوتا جائے گا سب کے لیے ہی سبق حاصل کرنے کی تلقین ہوگئی اور حقیقت معاملہ یہ نکلی کہ آفتاب اپنے مدار پر حرکت کے درمیان ہر لحہ اللہ تعالی کو سجدہ بھی کرتا ہے اور آگے چلنے کی اجازت بھی مانگتا رہتا ہے اور اس سجدہ اور اجازت کے لیے اس کو کسی سکون اور وقفہ کی ضرورت نہیں ہوتی (*۴)

اس تقریر پر حدیث مذکورہ میں نہ مشاہدات کی رُو سے کوئی شبہ ہوتا ہے نہ قواعد ہیئت و ریاضی کے اعتبار سے کوئی شبہ اور اشکال باقی رہتا ہے ـ

۲۹۰ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الصَّافَاتِ .

وَقالَ مُجاهِدٌ : «وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَكانٍ بَعِيدٍ» /سبأ: ٥٣/ : مِنْ كُلِّ مَكانٍ . «وَيُقْذَفُونَ مِنْ كُلِّ جانِبٍ» /٨/ : يُرْمَوْنَ . «وَاصِبٌ» /٩/ : دائِمٌ . «لَازِبٌ» /١١/ : لَازِمٌ . «تَأْتُونَنا عَنِ الْيَمِينِ» /٢٨/ : يَعْنِي الْحَقَّ ، الْكُفَّارُ تَقُولُهُ لِلشَّيْطانِ . «غَوْلٌ» /٤٧/ : وَجَعُ بَطْنٍ . «يُنْزِفُونَ» /٤٧/ : لَا تَذْهَبُ عُقُولُهُمْ . «قَرِينٌ» /٥١/ : شَيْطانٌ . «يُهْرَعُونَ» /٧٠/ : كَهَيْئَةِ الْهَرْوَلَةِ . «يَزِفُّونَ» /٩٤/ : النَّسَلَانُ فِي الْمَشْيِ . «وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا» /١٥٨/ : قالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ : الْمَلَائِكَةُ بَناتُ اللهِ ، وَأُمَّهاتُهُمْ بَناتُ سَرَواتِ الْجِنِّ . وَقالَ اللهُ تَعالَى : «وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ» /١٥٨/ : سَتُحْضَرُ لِلْحِسابِ .

وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «لَنَحْنُ الصَّافُّونَ» /١٦٥/ : الْمَلَائِكَةُ . «صِراطِ الْجَحِيمِ» /٢٣/ : «سَواءِ الْجَحِيمِ» /٥٥/ : وَوَسَطِ الْجَحِيمِ . (لَشَوْبًا) /٦٧/ : يُخْلَطُ طَعامُهُمْ ، وَيُساطُ بِالْحَمِيمِ . «مَدْحُورًا» /الأعراف: ١٨/ : مَطْرُودًا . «بَيْضٌ مَكْنُونٌ» /٤٩/ : اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُونُ . «وَتَرَكْنا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ» /٧٨ ، ١٠٨ ، ١٢٩/ : يُذْكَرُ بِخَيْرٍ . «يَسْتَسْخِرُونَ» /١٤/ : يَسْخَرُونَ . «بَعْلًا» /١٢٥/ : رَبًّا .

(*۴) رسالہ سجود شمس، ومعارف القرآن: ۳۹۲/۷

سورۃ الصافات

وقال مجاھد: وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ: مِنْ كُلِّ مَكَانٍ

سورۃ الصافات کی آیت "وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ" یعنی "ٹوٹے ہوئے ستارے پھینکے جاتے ہیں ان پر ہر طرف سے" کی مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ سبا کی آیت ذکر کی اور یہ امام کا طریقہ ہے کہ وہ معمولی مناسبت سے مختلف سورتوں کے الفاظ ساتھ ذکر کردیتے ہیں، البتہ یہاں اشکال ہوتا ہے کہ امام نے سورۃ سبا کی آیت میں "مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ" کا مطلب مجاہد کے حوالہ سے "مِن کل مکان" بیان کیا ہے جو عموم پر دلالت کرتا ہے حالانکہ سورۃ سبا کی مذکورہ آیت میں عموم پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں ہے، البتہ سورۃ الصافات کی مذکورہ آیت "وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ" میں "مِن کل جانب" کی تفسیر مجاہد سے "مِن کل مکان" منقول ہے، چنانچہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے درمنثور میں عبد بن حمید، طبری اور ابن المنذر کے حوالہ سے حضرت مجاہد کی یہ تفسیر سورۃ الصافات کی اس آیت کے ضمن میں نقل کی ہے (۸) اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری "من کل مکان" کو سورۃ الصافات کی آیت کی تشریح میں ذکر کرنا چاہ رہے تھے لیکن غلطی سے سورۃ سبا کی آیت کی تفسیر میں اس کو ذکر کیا۔

وَاصِبٌ: دَائِمٌ

"وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ" "وَاصِبٌ" کے معنی ہیں: ہمیشہ

لَازِبٌ: لَازِمٌ

"إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِيْنٍ لَازِبٍ" ہم نے ان کو ایک چپکنے والی مٹی سے پیدا کیا، فرماتے ہیں کہ لازب کے معنی ہیں لازم یعنی چپکنے والی، لیسدار۔

تَأْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ: يَعْنِي الْحَقَّ، اَلْكُفَّارُ تَقُوْلُهُ لِلشَّيْطَانِ

آیت میں ہے "قَالُوْا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَأْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ" فرماتے ہیں کہ اس میں یمین بمعنی حق ہے اور مطلب یہ ہے کہ میدانِ حشر میں کفار شیطانوں سے کہیں گے کہ تم ہمارے پاس حق بات کی طرف سے

---

(۸) قال السیوطی فی الدر المنثور: ۲۷۱/۵: "اخرج عبد بن حمید، وابن جریر، وابن المنذر، وابن ابی حاتم، عن مجاھد فی قولہ: "ویقذفون من کل جانب" قال: یرمون من کل مکان" تفصیل کے لئے دیکھیے تعلیقات لامع الدراری: ۱۵۱/۹-۱۵۲

آتے تھے، یعنی اپنی باطل بات کو حق کے بھیس میں ظاہر کرتے تھے۔

غَوْلٌ: وَجَعُ بَطْنٍ، يُنْزَفُونَ: لَا تَذْهَبُ عُقُولُهُمْ

آیت میں ہے " لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ " فرماتے ہیں "غول" سے پیٹ کا درد مراد ہے اور " لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ " کے معنی ہیں ان کی عقلیں نہیں جائیں گی، مطلب یہ ہے کہ جنت کی شراب پینے سے نہ پیٹ میں درد ہوگا اور نہ ہی انسانی عقل کے غائب ہونے کی وجہ سے بے ہوش ہوگا۔

قَرِينٌ: شَيْطَانٌ

"قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ " ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ (دنیا میں) میرا ایک ساتھی تھا، فرماتے ہیں اس سے شیطان مراد ہے۔

يُهْرَعُونَ: كَهَيْئَةِ الْهَرْوَلَةِ

"فَهُمْ عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ" اس میں "يُهْرَعُونَ" کے معنی ہیں تیز چلنا، دوڑنے کی ہیئت و صورت میں، هَرولَة: دوڑنا، باب بعثر سے مصدر ہے۔

يَزِفُّونَ: اَلنَّسَلَانُ فِي الْمَشْيِ

آیت میں ہے " فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزِفُّونَ " اس میں "يَزِفُّونَ" کے معنی ہیں، چلنے میں تیزی کرنا، النّسلاَن: الإسراع فی المشی مع تقارب الخُطیٰ یعنی نزدیک نزدیک قدم رکھ کر تیز چلنا۔

وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا: قال كُفَّارُ قُرَيْشٍ: اَلْمَلَائِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ، وَأُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ

"وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا " اور ان لوگوں نے اللہ اور جنات میں نسب بنایا ہے، چنانچہ کفار قریش کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں اور ان فرشتوں کی مائیں جن سرداروں کی لڑکیاں ہیں۔

لَنَحْنُ الصَّافُّونَ: اَلْمَلَائِكَةُ

آیت میں ہے "وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ " اور ہم صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں، فرماتے ہیں اس سے فرشتے مراد ہیں۔

صِرَاطِ الْجَحِيمِ: سَوَاءِ الْجَحِيمِ وَوَسَطِ الْجَحِيمِ

آیت میں ہے "فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ" فرماتے ہیں صِرَاطِ الْجَحِيمِ، سَوَاءِ الْجَحِيمِ اور وَسَطَ الْجَحِيمِ تینوں کے ایک ہی معنی ہیں۔

لَشَوْبًا: يُخْلَطُ طَعَامُهُمْ وَيُسَاطُ بِالْحَمِيمِ

آیت میں ہے "ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِنْ حَمِيمٍ" اس میں "شَوْبًا مِنْ حَمِيمٍ" کے معنی ہیں کہ ان کا سینڈ کے درخت کا (جسے شجرۃ الزقوم کہا ہے) کھانا گرم کھولتے ہوئے پانی کے ساتھ مخلوط اور ملا ہوا ہوگا، سَاطَ، يَسُوطُ اور خَلَطَ، يَخْلُطُ کے ایک ہی معنی ہیں۔

مَدْحُورًا: مَطْرُودًا

سورۃ اعراف میں ہے "قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَدْحُورًا" اس میں "مَدْحُورًا" کے معنی ہیں دور کیا ہوا، دھتکارا ہوا، یہ لفظ سورۃ الصافات کا نہیں ہے، سورۃ الصافات میں "دُحُورًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ" ہے، "دُحورا" کی مناسبت سے یہ لفظ یہاں لائے ہیں۔

بَيْضٌ مَكْنُونٌ: اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُونُ

آیت میں ہے "كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَكْنُونٌ" بیض مکنون سے چھپے ہوئے موتی مراد ہیں، وہ حوریں چھپے ہوئے موتی کی طرح خوبصورت ہونگی۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ: يُذْكَرُ بِخَيْرٍ

اور ہم نے ان کے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ اس پر سلام ہو۔

فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کا ذکر خیر ہوتا رہے گا۔

يَسْتَسْخِرُونَ: يَسْخَرُونَ

"وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ" جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ يَسْتَسْخِرُونَ کے معنی ہیں: وہ مذاق اڑاتے ہیں۔

بَعْلًا: رَبًّا

آیت میں ہے "أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ" کیا تم بعل (بت کا نام) کو پکارتے ہو اور چھوڑتے ہو بہتر بنانے والے کو، فرماتے ہیں کہ اس میں بعل کے معنی ہیں رب، بعضوں نے کہا کہ بعل ایک بت کا نام تھا، بنی اسرائیل کی ایک جماعت اس کی پرستش کرتی تھی یا حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم اس کی عبادت کرتی تھی (۹) بعض کہتے ہیں کہ یہ یمنی زبان میں رب کے معنی میں مستعمل ہے۔

(۹) عمدۃ القاری: ۱۹/۱۳۶ و روح المعانی: ۲۳/۱۳۹

٢٩١ - باب : «وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ» /١٣٩/ .

٤٥٢٦ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (ما يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَكونَ خَيْرًا مِنْ يُونُسَ ٱبْنِ مَتَّى) . [ر : ٣٢٣١]

٤٥٢٧ : حدّثني إِبْراهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا محمدُ بْنُ فُلَيْحٍ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ ، مِنْ بَنِي عامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسارٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَنْ قالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى فَقَدْ كَذَبَ) . [ر : ٣٢٣٤]

٢٩٢ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ صٓ .

٤٥٢٩/٤٥٢٨ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْعَوَّامِ قالَ : سَأَلْتُ مُجاهِدًا عَنِ السَّجْدَةِ في صٓ ، قالَ : سُئِلَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ فَقالَ : «أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى ٱللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ ٱقْتَدِهْ» . وكانَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ يَسْجُدُ فِيها .

(٤٥٢٩) : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ ، عَنِ الْعَوَّامِ قالَ : سَأَلْتُ مُجاهِدًا عَنْ سَجْدَةِ صٓ ، فَقالَ : سَأَلْتُ ٱبْنَ عَبَّاسٍ : مِنْ أَيْنَ سَجَدْتَ ؟ فَقالَ : أَوَما تَقْرَأُ : «وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمانَ» . «أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى ٱللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ ٱقْتَدِهْ» . فَكانَ دَاوُدُ مِمَّنْ أُمِرَ نَبِيُّكُمْ ﷺ أَنْ يَقْتَدِيَ بِهِ ، فَسَجَدَهَا دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَجَدَهَا رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ . [ر : ٣٢٣٩]

«عُجَابٌ» /٥/ : عَجِيبٌ . الْقِطُّ : الصَّحِيفَةُ ، هُوَ هَا هُنَا صَحِيفَةُ الْحَسَنَاتِ .

وَقالَ مُجاهِدٌ : «فِي عِزَّةٍ» /٢/ : مُعَازِّينَ . «الْمِلَّةِ الآخِرَةِ» /٧/ : مِلَّةِ قُرَيْشٍ . الْاِخْتِلَاقُ : الْكَذِبُ . «الْأَسْبَابِ» /١٠/ : طُرُقِ السَّماءِ في أَبْوَابِهَا . «جُنْدٌ ما هُنَالِكَ مَهْزُومٌ» /١١/ : يَعْنِي قُرَيْشًا . «أُولٰئِكَ الْأَحْزَابُ» /١٣/ : الْقُرُونُ الْمَاضِيَةُ . «فَوَاقٍ» /١٥/ : رُجُوعٍ . «قِطَّنَا» /١٦/ : عَذَابَنَا . «اتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا» /٦٣/ : أَحَطْنَا بِهِمْ . «أَتْرَابٌ» /٥٢/ : أَمْثَالٌ .

وقالَ ابْنُ عبَّاسٍ : «الأَيْدِ» /١٧/ : القُوَّةُ في العِبَادَةِ . «الأَبْصارُ» /٤٥/ : البَصَرُ في أَمْرِ اللهِ . «حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي» /٣٢/ : مِنْ ذِكْرِ . «طَفِقَ مَسْحًا» /٣٣/ : يَمْسَحُ أَعْرَافَ الخَيْلِ وَعَرَاقِيبَهَا . «الأَصْفَادِ» /٣٨/ : الوَثَاقِ .

سورۃ ص

عُجَابٌ : عَجِيبٌ

آیت میں ہے "اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ" عُجَابٌ بمعنی عَجِیبٌ ہے۔

اَلْقِطُّ : اَلصَّحِيفَةُ، هُوَ هَاهُنَا صَحِيفَةُ الْحَسَنَاتِ

آیت میں ہے " رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطَّنَا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ " لفظ قط کے دو معنی بیان کئے ہیں ایک بمعنی صحیفہ اور یہاں آیت میں اس سے نیک اعمال کا صحیفہ مراد ہے اور دوسرے معنی اس کے عذاب کے بیان کئے ہیں جو آگے چند لفظوں کے بعد ہیں۔

کلبی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ جب سورۃ حاقہ کی یہ آیت نازل ہوئی " فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا " تو کفار نے بطور استہزاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر واقعی حساب کتاب ہوگا تو آپ ہمارے نیک اعمال کا صحیفہ مہربانی فرما کر حساب کے دن سے پہلے پہلے جلدی دیدیجئے اور قط بمعنی عذاب ہو تو معنی ہوں گے آپ یوم الحساب سے قبل ہی عذاب جلدی سے دیدیجئے، قرآن نے مذکورہ آیت میں کفار کے استہزاء کا یہ قول نقل کیا ہے ۔ (۱۰)

وقال مجاهد: فِی عِزَّةٍ: مُعَازِّینَ

آیت میں ہے " فِی عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ " مجاہد فرماتے ہیں کہ "فِی عِزَّةٍ" کے معنی عزت میں غلبہ چاہنے والے کے ہیں، مُعَازِّیْنَ: مُغَالِبِیْنَ، باب مفاعلہ سے صیغہ اسم فاعل ہے۔

اَلْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ: مِلَّةُ قُرَیْشٍ

" مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ " پچھلے دین میں ہم نے یہ بات نہیں سنی یہ فقط گھڑی ہوئی بات ہے، اس میں "مِلَّة" سے ملتِ قریش مراد ہے، کیونکہ ان کا خیال تھا کہ ہماری ملت

---

(۱۰) عمدۃ القاری: ۱۹/۱۳۸

چونکہ ملت ابراہیمی ہے اس لئے وہی برقرار رہے گی اور یہود و نصاریٰ کی ملت چونکہ مسخ شدہ ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں (۱۱)

بعض نے اس سے "ملت نصاریٰ" بھی مراد لی ہے (۱۲) لیکن اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

اَلْاِخْتِلَاقُ: اَلْکَذِبُ

"اِنْ ھٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ" اِخْتِلَاق کے معنی ہیں جھوٹ

اَلْاَسْبَابِ: طُرُقُ السَّمَاءِ فِی اَبْوَابِهَا

آیت میں ہے "فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ" فرماتے ہیں اس میں اَسْبَاب سے آسمان کے دروازوں میں آسمان کے راستے مراد ہیں۔

جُنْدٌ مَّا ھُنَالِکَ مَھْزُوْمٌ: یَعْنِی قُرَیْشًا

"جُنْدٌ مَّا ھُنَالِکَ مَھْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ" منجملہ گروہوں میں سے ایک گروہ ہے جو یہاں (یعنی مکہ میں) شکست دیئے جاویں گے، فرماتے ہیں جُنْدٌ مَّھْزُوْمٌ سے قریش مکہ مراد ہے۔

اُولٰئِکَ الْاَحْزَابُ: اَلْقُرُوْنُ الْمَاضِیَةُ

"وَاَصْحٰبُ الْاَیْکَةِ اُولٰئِکَ الْاَحْزَابُ" اور اَصْحٰبُ اَیْکَہ نے تکذیب کی تھی اور وہ احزاب (جن کا پہلے مِنَ الْاَحْزَابِ میں ذکر آیا ہے) یہی لوگ ہیں، فرماتے ہیں اُولٰئِکَ الْاَحْزَابُ سے گزشتہ امتیں مراد ہیں۔

فَوَاقٍ: رُجُوْعٍ

"مَالَھَا مِنْ فَوَاقٍ" فرماتے ہیں فَوَاق کے معنی ہیں رُجُوْع یعنی نفخہ ثانیہ کے بعد دنیا کی طرف لوٹنا نہیں ہے۔

قِطَّنَا: عَذَابَنَا

آیت میں ہے "رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ یَوْمِ الْحِسَابِ" اس میں قط سے عذاب مراد ہے یعنی

(۱۱) لامع الدراری: ۹/۱۵۴

(۱۲) عمدة القاری: ۱۹/۱۳۸

اے ہمارے رب! حساب کے دن سے پہلے ہمیں ہمارا عذاب جلد دے یعنی جب وعدہ قیامت سنتے تو مسخرے پن سے کہتے کہ ہم کو تو اس وقت کا حصہ ابھی دیدیجئے ، ابھی ہم اپنا اعمال نامہ دیکھ لیں اور ہاتھ کے ہاتھ سزا جزاء سے فارغ ہوجائیں۔

فرماتے ہیں اس میں "قِطَّنَا" سے عذاب مراد ہے۔

اِتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا: اَحَطْنَابِهِمْ

" اِتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ " اس سے پہلی آیت ہے " وَقَالُوْا مَالَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِنَ الْاَشْرَارِ " یعنی دوزخی آپس میں کہیں گے کہ کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو دوزخ میں نہیں دیکھ رہے جن کو ہم دنیا میں برے لوگوں میں شمار کرتے تھے ، کیا ہم نے (غلطی سے) ان کے ساتھ ٹھٹھا کیا تھا یا ہماری آنکھیں ان سے چوک گئیں (اور وہ ہمارے دیکھنے میں نہیں آرہے)

امام بخاری رحمہ اللہ نے " اِتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا " کا ترجمہ " اَحَطْنَابِهِمْ " سے کیا ہے "یعنی کیا ہم نے ہنسی مذاق میں ان کا احاطہ کیا تھا" اور ایسا ہوتا ہے کہ عام طور سے جس کا مذاق اڑاتے ہیں تو لوگ اسے گھیر لیا کرتے ہیں۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ تفسیر باللازم ہے اور صحیح ہے ، چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

"فسر السخرية بالاحاطة، لأن الإحاطة لازمة لها عادة، فانهم اذا ارادوا الاستهزاء بأحد جعلوه وسطهم، ليتمكن كل منهم على الاستهزاء كل التمكن"(۱۳)

اَتْرَابٌ: اَمْثَالٌ

"وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ " اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں ہم عمر ہونگی (مراد حوریں ہیں)

فرماتے ہیں اَتْراب بمعنی اَمْثَال ہے یعنی ہم عمر، ہم مثل

اَلْاَيْدِ: اَلْقُوَّةُ فِي الْعِبَادَةِ، اَلْاَبْصَارُ: اَلْبَصَرُ فِي اَمْرِ اللّٰهِ

"وَاذْكُرْ عِبَادَنَا اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ " فرماتے ہیں اید کے معنی ہیں عبادت میں قوت اور ابصار کے معنی ہیں اللہ کے کام میں غور و فکر یعنی ابراہیم، اسحاق اور یعقوب (علیہ السلام) عبادت میں قوی اور اللہ کے کاموں میں غور و فکر کرنے والے تھے۔

(۱۳) لامع الدراری: ۹/۱۵۵

حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي : مِنْ ذِكْرِ

آیت کریمہ میں ہے "فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ" اس میں "عَن" بمعنی "مِن" ہے (ترجمہ گزر چکا)

طَفِقَ مَسْحًا : يَمْسَحُ أَعْرَافَ الْخَيْلِ وَعَرَاقِيبَهَا

آیت کریمہ میں ہے "رُدُّوهَا عَلَيَّ، فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ" حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ان گھوڑوں کو دوبارہ میرے سامنے لاؤ (چنانچہ وہ لائے گئے) سو انہوں نے ان گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔

آیت کریمہ کی دو تفسیریں

❶ اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں، اس کی مشہور تفسیر یہ کی گئی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کے معائنہ میں ایسے مشغول ہوئے کہ اس وقت کی نماز یا وظیفہ چھوٹ گیا بعد میں متنبہ ہو کر آپ نے ان گھوڑوں کو واپس لانے کا حکم دیا اور تلوار لے کر ان کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹنا شروع کیں کہ ان کی وجہ سے یاد الٰہی میں خلل واقع ہوا تھا، چنانچہ اس خلل اور غفلت کا آپ نے اس طرح کفارہ ادا کیا۔ (۱۴)

❷ دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ یہ گھوڑے جہاد کے لئے تھے، ان کے معائنہ میں جب دیر لگ گئی اور عصر کی نماز بھی چلی گئی، اس پر کہنے لگے کہ کوئی مضائقہ نہیں اگر ایک طرف ذکر اللہ سے بظاہر علیحدگی رہی تو دوسری جانب جہاد کے گھوڑوں کی محبت اور دیکھ بھال بھی اسی کی یاد سے وابستہ ہے، اسی جذبہ جہاد کے جوش میں حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو پھر واپس لاؤ، چنانچہ واپس لائے گئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام غایت محبت و اکرام سے ان کی گردنیں اور پنڈلیاں پونچھنے اور صاف کرنے لگے، اس تفسیر کے مطابق "مسح" سے مراد کاٹنا نہیں بلکہ محبت سے ہاتھ پھیرنا ہے۔

آیت کی یہ دوسری تفسیر بعض مفسرین نے اختیار کی ہے (۱۵) لیکن مشہور تفسیر پہلی والی ہے (۱۶)

---

(۱۴) الجامع لاحکام القرآن: ۱۵/۱۹۵

(۱۵) الجامع لاحکام القرآن: ۱۵/۱۹۵ و روح المعانی: ۲۳/۱۹۵

(۱۶) روح المعانی: ۲۳/۱۹۵

امام بخاری فرماتے ہیں " یمسح اعراف الخیل و عراقیبها " اعراف عُرف کی جمع ہے گھوڑے کی گردن کے بالوں کو کہتے ہیں اور عراقیب عُرقُوب کی جمع ہے ، ٹخنوں کے پیچھے کے ایک پٹے کو کہتے ہیں، یہاں اس سے پنڈلیاں مراد ہیں۔

البتہ پہلی تفسیر پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ گھوڑے اللہ جل شانہ کی ایک نعمت تھے اپنے مال اور اللہ کی دی ہوئی نعمت کو اس طرح ضائع کرنا ایک نبی کے شایان شان معلوم نہیں ہوتا ہے ۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ گھوڑے حضرت سلیمان علیہ السلام کی ذاتی ملکیت میں تھے اور ان کی شریعت میں گھوڑے کی قربانی مشروع تھی، اس لئے انہوں نے گھوڑوں کو ضائع نہیں کیا بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کیا۔ (۱۷)

اَلْاَصْفَادِ: اَلْوَثَاقُ

آیت میں ہے " وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ " یعنی "ہم نے سلیمان علیہ السلام کے تابع بنادیا اور بہت سے جنات کو جو بیڑوں میں جکڑے ہوئے ہیں " اَصْفَاد صَفَدٌ کی جمع ہے ، زنجیر اور بیڑی کو کہتے ہیں۔

۲۹۳ – باب : قَوْلِهِ : «هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ» /۳۵/ .

۴۵۳ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِنَّ عِفْرِيتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ ، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا ، لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلَاةَ ، فَأَمْكَنَنِي اللهُ مِنْهُ ، وَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ إِلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ ، حَتَّى تُصْبِحُوا وَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ ، فَذَكَرْتُ قَوْلَ أَخِي سُلَيْمَانَ : «رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي») . قَالَ رَوْحٌ : فَرَدَّهُ خَاسِئًا . [ر : ۴۴۹]

۲۹۴ – باب : قَوْلِهِ : «وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ» / ۷۶/ .

۴۵۳۱ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ : دَخَلْنَا عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ ، مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهِ ، وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلْ : اللهُ أَعْلَمُ ، فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ يَقُولَ لِمَا لَا يَعْلَمُ اللهُ أَعْلَمُ ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِيِّهِ

(۱۷) قال الالوسی رحمہ اللہ فی تفسیرہ روح المعانی: ۱۹۳/۲۳ : وقد جعلها علیہ السلام بذلک قربانا للہ تعالیٰ، وکان تقریب الخیل مشروعا فی دینہ

ﷺ : «قُلْ ما أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَما أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ». وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنِ الدُّخانِ ، إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ دَعا قُرَيْشًا إِلَى الْإِسْلَامِ فَأَبْطَؤُوا عَلَيْهِ ، فَقَالَ : (اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ). فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ فَحَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ ، حَتَّى أَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْجُلُودَ ، حَتَّى جَعَلَ الرَّجُلُ يَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّماءِ دُخانًا مِنَ الْجُوعِ . قالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : «فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّماءُ بِدُخانٍ مُبِينٍ . يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ» . قالَ : فَدَعَوْا : «رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ . أَنَّى لَهُمُ الذِّكْرَى وَقَدْ جاءَهُمْ رَسُولٌ مُبِينٌ . ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقالُوا مُعَلَّمٌ مَجْنُونٌ . إِنَّا كاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلاً إِنَّكُمْ عائِدُونَ» . أَفَيُكْشَفُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيامَةِ ؟ قالَ : فَكُشِفَ ، ثُمَّ عادُوا فِي كُفْرِهِمْ ، فَأَخَذَهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ بَدْرٍ ، قالَ اللّٰهُ تَعالَى : «يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ» . [ر : ٩٦٢]

٢٩٥ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الزُّمَرِ

وَقالَ مُجاهِدٌ : «أَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ» /٢٤/ : يُجَرُّ عَلَى وَجْهِهِ فِي النَّارِ ، وَهُوَ قَوْلُهُ تَعالَى : «أَفَمَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيامَةِ» /فصلت: ٤٠/ . «ذِي عِوَجٍ» /٢٨/ : لَبْسٍ . «وَرَجُلاً سَلَمًا لِرَجُلٍ» /٢٩/ : مَثَلٌ لِآلِهَتِهِمُ الْبَاطِلِ وَالْإِلٰهِ الْحَقِّ . «وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ» /٣٦/ : بِالْأَوْثَانِ . خَوَّلْنَا : أَعْطَيْنَا . «وَالَّذِي جاءَ بِالصِّدْقِ» الْقُرْآنِ «وَصَدَّقَ بِهِ» /٣٣/ : الْمُؤْمِنُ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيامَةِ يَقُولُ : هٰذَا الَّذِي أَعْطَيْتَنِي ، عَمِلْتُ بِمَا فِيهِ . «مُتَشاكِسُونَ» /٢٩/ : الشَّكِسُ : الْعَسِرُ لَا يَرْضَى بِالْإِنْصافِ . «وَرَجُلاً سِلْمًا» /٢٩/ : وَيُقَالُ : سَالِمًا : صَالِحًا . «اشْمَأَزَّتْ» /٤٥/ : نَفَرَتْ . «بِمَفَازَتِهِمْ» /٦١/ : مِنَ الْفَوْزِ . «حافِّينَ» /٧٥/ : أَطَافُوا بِهِ ، مُطِيفِينَ بِحِفَافَيْهِ : بِجَوَانِبِهِ . «مُتَشابِهًا» /٢٣/ : لَيْسَ مِنَ الْاشْتِبَاهِ ، وَلٰكِنْ يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا فِي التَّصْدِيقِ .

سورة الزمر

وقال مجاهد: اَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ: يُجَرُّ عَلٰى وَجْهِهِ فِي النَّارِ

" اَفَمَنْ يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوْءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ " یعنی کیا وہ شخص جو روکتا ہے عذاب اپنے چہرے پر قیامت کے دن مومن کی طرح ہوسکتا ہے جسے آخرت میں کسی قسم کا اندیشہ نہ ہوگا۔ آدمی پر جب سامنے سے حملہ ہوتا ہے تو ہاتھوں سے روکتا ہے لیکن محشر میں ظالموں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے اس لئے عذاب کی تھپیڑیں منہ پر پڑیں گی، اس سے مراد جہنمی ہے جو اپنے چہرے کو بچا کر چلنے کی کوشش کرے گا۔ امام نے اس کا مطلب بیان کیا کہ وہ منہ کے بل جہنم میں گھسیٹا جائے گا تو چہرے کو بچانے کی کوشش کرے گا۔

ذِي عِوَجٍ: لَبْسٍ

آیت میں ہے " قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ " یعنی "ہم نے ان لوگوں کے لئے قرآن پیش کیا جس میں کجی نہیں ہے تاکہ وہ بچ کر چلیں" فرماتے ہیں کہ عوج کے معنی لبس و اشتباہ کے ہیں، ذی عوج: مشتبہ، گڑبڑ

وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ: مَثَلٌ لِاٰلِهَتِهِمُ الْبَاطِلِ وَالْاِلٰهِ الْحَقِّ

آیت کریمہ میں معبودان باطل اور معبودان حق کی مثال بیان کی گئی ہے " ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيْهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ، هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا " کہ ایک غلام ہے جس میں کئی لوگ شریک اور حصہ دار ہیں اور ایک دوسرا غلام ہے جو صرف ایک آدمی کا ہے تو کیا یہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ دونوں غلام ہرگز برابر نہیں ہوسکتے ہیں، پہلا غلام اپنے ظالم اور جھگڑنے والے آقاؤں کی وجہ سے ہمیشہ تذبذب اور تکلیف میں ہوگا کہ کس کا حکم مانے اور کس کس کو راضی رکھے جبکہ دوسرا شخص تذبذب اور تکلیف کا شکار نہیں ہوگا کیونکہ اس کا معاملہ ایک ہی شخص سے متعلق ہے، ٹھیک یہی مثال ہے اس شخص کی جو بہت سارے معبودوں کی عبادت کرتا ہے کہ وہ تذبذب اور بے چینی کا شکار ہوگیا لیکن وہ شخص جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ آرام اور اطمینان میں ہوگا، پہلا اور دوسرا شخص ہرگز برابر نہیں ہوسکتے۔

آیت میں " مُتَشَاكِسُوْنَ " کا لفظ آیا ہے، اس لفظ کی امام نے تشریح کرتے ہوئے فرمایا

الرَّجُلُ الشَّکِسُ: العَسِر لایرضی بالانصاف یعنی متشاکس اس آدمی کو کہتے ہیں جو تنگ دل جھگڑا لو ہو، انصاف پر راضی نہ ہوتا ہو۔

"وَیُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ بِالْاَوْثَانِ" اور یہ لوگ آپ کو ان بتوں سے ڈراتے ہیں جو اللہ کے سوا ہیں، فرماتے ہیں "بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ" سے اصنام اور بت مراد ہیں۔

خَوَّلْنَا: اَعْطَیْنَا

آیت میں ہے "ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنَاہُ نِعْمَۃً مِّنَّا" پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمادیتے ہیں.... فرماتے ہیں خَوَّلْنَا کے معنی ہیں ہم نے عطا کیا، دیا۔

وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ: اَلْقُرْآنِ، وَصَدَّقَ بِہٖ: اَلْمُؤْمِنُ

آیت میں ہے "وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ اُوْلٰئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ" اس میں "اَلَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ" سے قرآن اور "صَدَّقَ بِہٖ" سے مؤمن مراد ہے کہ قیامت کے دن آکر کہے گا کہ یہ قرآن مجھے عطا کیا گیا تھا اور میں نے اس کے احکامات پر عمل کیا۔

الذی جاء بالصدق سے نبی اور صدق بہ سے ابوبکرؓ بھی مراد ہوسکتے ہیں، لانہ أول من صدق بہ

اِشْمَأَزَّتْ: نَفَرَتْ

"وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَحْدَہُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَۃِ" اور جب فقط اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض ہوتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے، فرماتے ہیں اِشْمَأَزَّتْ کے معنی ہیں: اس نے نفرت کی، ناپسند کیا۔

بِمَفَازَتِھِمْ: مِنَ الْفَوْزِ

آیت کریمہ میں ہے "وَیُنَجِّی اللّٰہُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِھِمْ" اور جو لوگ (شرک و کفر سے) بچتے تھے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کامیابی کے ساتھ (جہنم سے) نجات دے گا، فرماتے ہیں آیت میں "مفازۃ" "فوز" سے مشتق ہے جس کے معنی کامیابی کے ہیں۔

حَافِّيْنَ: اَطَافُوْابِهِ، مُطِيْفِيْنَ بِحِفَافَيْهِ: بِجَوَانِبِهِ

آیت کریمہ میں ہے "وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ" اس میں "حَافِّيْنَ" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اَطَافُوْابِهِ: یعنی وہ فرشتے عرش کو گھیرے ہوئے ہوں گے، عرش کے اطراف کو گھیرنے والے اور طواف کرنے والے ہوں گے۔

مُتَشَابِهًا: لَيْسَ مِنَ الْاِشْتِبَاهِ، وَلٰكِنْ يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا فِي التَّصْدِيْقِ

"اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا" اس میں "مُتَشَابِهًا" اشتباہ سے ماخوذ نہیں ہے جس کے معنی التباس کے ہیں بلکہ یہاں اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ قرآن تصدیق میں بعض بعض کے مشابہ ہے، یعنی قرآن کریم کی بعض آیات دوسری بعض آیات کی تصدیق کرتی ہیں، ان کے مضامین ایک جیسے ہوتے ہیں اور ان میں باہمی کوئی تعارض اور تناقض نہیں ہوتا ہے۔

٢٩٦ - باب: «يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللهِ إِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ» /٥٣.

٤٥٣٢: حدّثني إبْراهِيمُ بْنُ مُوسٰى: أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ: أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ: قالَ يَعْلَى: إِنَّ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ أَخْبَرَهُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ، كانُوا قَدْ قَتَلُوا وَأَكْثَرُوا، وَزَنَوْا وَأَكْثَرُوا، فَأَتَوْا محمَّدًا ﷺ فَقَالُوا: إِنَّ الَّذِي تَقُولُ وَتَدْعُو إِلَيْهِ لَحَسَنٌ، لَوْ تُخْبِرُنَا أَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً، فَنَزَلَ: «وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ». وَنَزَلَ: «قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللهِ».

روایت باب میں حضرت ابن عباسؓ نے مذکورہ آیت کی شانِ نزول بیان کی ہے کہ مشرکین میں سے کچھ لوگوں نے بکثرت قتل اور زنا کا ارتکاب کیا تھا... پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ آپ جس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ یقیناً بہتر ہے، بشرطیکہ ہمیں معلوم ہوجائے

(۴۵۳۲) واخرجہ مسلم فی الایمان، باب کون الاسلام یهدم ماقبلہ، رقم الحدیث: ۱۲۲ و اخرجہ النسائی فی السنن الکبریٰ، باب قولہ تعالیٰ: یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسهم، رقم الحدیث: ۱/۱۱۴۴۹، واخرجہ ابوداؤد فی الفتن، باب فی تعظیم قتل المؤمن، رقم الحدیث: ۴۲۷۴ واخرجہ النسائی، کتاب المحاربة رقم الحدیث: ۲/۱۶۳

کہ ہم نے جو کچھ کیا اس کا کفارہ ہے یعنی اگر ہمارے گزشتہ گناہ معاف ہوسکتے ہیں تو ہم اسلام قبول کرتے ہیں، اس پر سورۂ فرقان کی آیت "وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ...." اور سورۂ زمر کی آیتِ باب نازل ہوئی، اس آیت کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں۔

"یہ آیت ارحم الرحمین کی رحمت بے پایاں اور عفو و درگزر کی شان عظیم کا اعلان کرتی ہے اور سخت سخت مایوس العلاج مریضوں کے حق میں اکسیر شفا کا حکم رکھتی ہے۔ مشرک، ملحد، زندیق، مرتد، یہودی، نصرانی، مجوسی، بدعتی، بدمعاش، فاسق، فاجر کوئی ہو آیت ہذا کو سننے کے بعد مایوس ہوجانے اور آس توڑ کر بیٹھ جانے کی اس کے لئے کوئی وجہ نہیں، کیونکہ اللہ جس کے لئے چاہے سب گناہ معاف کرسکتا ہے، کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا، پھر بندہ ناامید کیوں ہو، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے دوسرے اعلانات میں تصریح کردی گئی کہ کفر و شرک کا جرم بدون توبہ کے معاف نہیں کرے گا لہذا "اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعاً" کو "لِمَنْ يَّشَاءُ" کے ساتھ مقید سمجھنا ضروری ہے "کما قال اللہ تعالیٰ: ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء" اس تقیید سے یہ لازم نہیں آتا کہ بدون توبہ کے اللہ تعالی کوئی چھوٹا، بڑا قصور معاف ہی نہ کرسکے اور نہ یہ مطلب ہوا کہ کسی جرم کے لئے توبہ کی ضرورت ہی نہیں، بدون توبہ کے سب گناہ معاف کردیئے جائیں گے قید صرف مشیت کی ہے اور مشیت کے متعلق دوسری آیت میں بتلادیا گیا کہ وہ کفر و شرک سے بدون توبہ کے متعلق نہ ہوگی۔" (۱۸)

۲۹۷ – باب: «وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ» /٦٧.

۴۵۳۳: حدثنا آدَمُ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: جاءَ حَبْرٌ مِنَ الْأَحْبَارِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ،

---

(۱۸) تفسیر عثمانی: ٦١٨ فائدہ نمبر۲

(۴۵۳۳) وایضاً اخرجہ فی کتاب التوحید، باب، قول اللہ تعالیٰ: لما خلقت بیدی، رقم الحدیث: ۷۴۱۴ (مع الفتح)، و ۷۴۱۵ (مع الفتح)، و فی کتاب التوحید باب، قول اللہ تعالیٰ: ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا، رقم الحدیث: ۷۴۵۱ (مع الفتح)، و باب کلام الرب عزوجل: یوم القیامۃ مع الانبیاء وغیرھم، رقم الحدیث: ۷۵۱۳ (مع الفتح)، واخرجہ مسلم فی صفات المنافقین و احکامھم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، رقم الحدیث: ۲۷۸۶، واخرجہ النسائی فی السنن الکبریٰ، فی التفسیر باب، قول اللہ عزوجل: ماقدر اللہ حق قدرہ رقم الحدیث: ۱۱۴۵۰/۱۱، واخرجہ الترمذی فی التفسیر، باب، سورۃ الزمر، رقم الحدیث: ۳۲۳۸

إِنَّا نَجِدُ : أَنَّ ٱللَّهَ يَجْعَلُ السَّمَاوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ وَٱلْأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ ، وَالشَّجَرَ عَلَى إِصْبَعٍ ، وَالْمَاءَ وَالثَّرَى عَلَى إِصْبَعٍ ، وَسَائِرَ الخَلَائِقِ عَلَى إِصْبَعٍ ، فَيَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ تَصْدِيقًا لِقَوْلِ ٱلْحَبْرِ ، ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ : «وَمَا قَدَرُوا ٱللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَٱلْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ» .

[٦٩٧٨ ، ٦٩٧٩ ، ٧٠١٣ ، ٧٠٧٥]

فضحک النبی صلی اللہ علیہ وسلم تصدیقا لِقَوْلِ الْحِبْرِ

علامہ خطابی، قاضی عیاض اور قرطبی کی رائے ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ضحک یہودی کی دروغ گوئی پر مبنی تھا، اس کی تصدیق کے لئے نہیں تھا یہود اللہ کے لئے جسم اور اعضاء ثابت کرتے ہیں اور یہاں بھی اس نے اللہ تعالیٰ کے لئے "اصبع" ثابت کیا جبکہ اللہ جسم سے منزہ ہے ۔ (۱۹)

لیکن ان حضرات کی یہ رائے درست نہیں ہے ، صحیح مسلم میں ایک روایت آتی ہے " ان قلوب بنی آدم کلها بین اصبعین من اصابع الرحمن کقلب واحد یصرفه کیف شاء " (۲۰) اس میں بھی "اصابع" کا اثبات اللہ کے لئے کیا ہے ، لہذا یہ کہنا کہ اس یہودی نے چونکہ اللہ کے لئے اصابع کا اثبات کیا تھا تو اس کی تردید پر آپ نے تعجب کا اظہار فرمایا تھا، تصدیق کے لئے نہیں فرمایا تھا درست نہیں ہے ، چنانچہ ابن خزیمہ اور علامہ نووی وغیرہ نے ان حضرات کی تردید کی ہے (۲۱) لہذا کہا جائے گا کہ آپ کا ضحک تصدیق کے لئے تھا، یہ حدیث احادیث صفات میں داخل ہے ، متاخرین تاویل کرتے ہیں کہ "اصبع" سے یہاں قدرت مراد ہے ۔

۲۹۸ – باب : قَوْلِهِ : «وَٱلْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ» /٦٧/ .

٤٥٣٤ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدِ ٱبْنِ مُسَافِرٍ ، عَنْ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللَّهِ ﷺ

(۱۹) فتح الباری: ۵۵۱/۸

(۲۰) صحیح مسلم: ۳۳۵/۲ کتاب القدر، باب تصریف اللہ تعالیٰ القلوب کیف شاء

(۲۱) فتح الباری: ۵۵۱/۸

(۴۵۳۴) و اخرجه ایضاً فی الرقاق، باب یقبض اللہ الارض یوم القیامة، رقم الحدیث: ۶۵۱۹ (مع الفتح) وفی التوحید باب قول اللہ تعالیٰ: ملک الناس، رقم الحدیث: ۷۳۸۲ (مع الفتح) و باب لما خلقت بیدی، رقم الحدیث: ۷۴۱۲، ۷۴۱۳، و اخرجه مسلم فی صفات المنافقین و احکامهم، کتاب صفة القیامة والجنة والنار، رقم الحدیث: ۲۷۸۷

يَقُولُ : (يَقْبِضُ ٱللّٰهُ الْأَرْضَ ، وَيَطْوِي السَّمَاوَاتِ بِيَمِينِهِ ، ثُمَّ يَقُولُ : أَنَا الْمَلِكُ ، أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ) . [٦١٥٤ ، ٦٩٤٧]

٢٩٩ - باب : «وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ ٱللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ» /٦٨/ .

٤٥٣٥ : حدّثني الحَسَنُ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَلِيلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ ، عَنْ زَكَرِيَّاءَ ٱبْنِ أَبِي زَائِدَةَ ، عَنْ عامِرٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (إِنِّي أَوَّلُ مَنْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ بَعْدَ النَّفْخَةِ الآخِرَةِ ، فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى مُتَعَلِّقٌ بِالْعَرْشِ ، فَلَا أَدْرِي أَكَذٰلِكَ كانَ ، أَمْ بَعْدَ النَّفْخَةِ) . [ر : ٢٢٨٠]

٤٥٣٦ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي قالَ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ) . قالُوا : يَا أَبَا هرَيْرَةَ ، أَرْبَعُونَ يَوْمًا ؟ قالَ : أَبَيْتُ ، قالَ : أَرْبَعُونَ سَنَةً ؟ قالَ أَبَيْتُ ، قالَ : أَرْبَعُونَ شَهْرًا ؟ قالَ : أَبَيْتُ . (وَيَبْلَى كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْإِنْسَانِ إِلَّا عَجْبَ ذَنَبِهِ ، فِيهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ) . [٤٦٥١]

نفخ صور کے متعلق کلام ماقبل میں گزر چکا ہے ، باب کی دوسری روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو نفخوں کے درمیان فاصلہ چالیس ہوگا، حضرت ابوہریرہ کے شاگردوں نے پوچھا، چالیس دن، فرمایا مجھے نہیں معلوم، پوچھا چالیس سال، فرمایا نہیں معلوم، پوچھا چالیس مہینے فرمایا نہیں معلوم

وَيَبْلىٰ كُلُّ شَيْئٍ مِنَ الْاِنْسَانِ اِلَّا عَجْبَ (۲۲) ذَنَبِهٖ فِيْهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ

اور انسان کی ہر چیز گل سڑ جاتی ہے سوائے ریڑھ کی ہڈی کے جو رائی کے دانے کے برابر باقی رہتی

(۴۵۳۶) وایضاً باب یوم ینفخ فی الصور، فتاتون افواجاً، رقم الحدیث: ۴۶۵۱، واخرجہ مسلم فی الفتن واشراط الساعۃ، باب مابین النفختین، رقم الحدیث: ۲۹۵۵، واخرجہ النسائی فی السنن الکبریٰ فی التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: ثم نفخ فیہ اخری، رقم الحدیث: ۱۱۴۵۹/۲

(۲۲) والعجب (بفتح العین وسکون الجیم) ھو عظم لطیف فی اصل الصلب، وھو راس العصعص، وھو مکان راس الذنب من ذوات الاربع (فتح الباری: ۵۵۲/۸)

ہے، اس سے ساری مخلوق دوبارہ بنائی جائے گی۔

ابن عقیل حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ریڑھ کی ہڈی کا باقی رہنا "سر من اسرار اللہ" ہے ورنہ جس ذات نے عدم سے ایک شئی کو وجود بخشا وہ ذات اس کی ہرگز محتاج نہیں ہے کہ دوبارہ تخلیق کے لئے سابقہ تخلیق کا کوئی جز باقی رہنے دیا جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ فرشتوں کی پہچان کے لئے اس کو باقی رکھا جاتا ہو تاکہ وہ علامت کے طور پر انسان کو اس کے جوہر سے معلوم کرکے روح کو دوبارہ اس میں لوٹا سکیں۔ (۲۳)

علامہ مزنی نے کہا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے تمام اعضاء کو تو مٹی کھالے گی جس کی وجہ سے وہ سب ختم ہوجائیں گے لیکن ریڑھ کی ہڈی کو مٹی نہیں کھائے گی بلکہ یہ خود بخود گل سڑ کر ختم ہوجائے گی (۲۴) اس کی مثال یوں سمجھو جیسے کہ تمام انسانوں کی موت کے لئے اللہ جل شانہ نے ملک الموت کو مقرر کیا ہے لیکن ملک الموت کی موت خود بخود آجائے گی، ان کے لئے کسی دوسرے ملک الموت کی ضرورت نہیں ہوگی۔

لیکن اس سے انبیائے کرام علیہم السلام مستثنیٰ ہیں، ان کے اجسام کو زمین نہیں کھاتی ہے، علامہ ابن عبدالبر نے شہداء کو اور علامہ قرطبی نے ثواب کی نیت سے اذان دینے والے مؤذن کو بھی مستثنیٰ قرار دیا ہے کہ ان کے جسم بھی محفوظ رہیں گے۔ (۲۵) واللہ اعلم

۳۰۰ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمُؤْمِنِ (غَافِرٍ) .

قَالَ مُجَاهِدٌ : «حم» /۱/ : مَجَازُهَا مَجَازُ أَوَائِلِ السُّوَرِ ، وَيُقَالُ : بَلْ هُوَ اسْمٌ ، لِقَوْلِ شُرَيْحِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى الْعَبْسِيِّ :

يُذَكِّرُنِي حامِيمَ وَالرُّمْحُ شَاجِرٌ فَهَلَّا تَلَا حامِيمَ قَبْلَ التَّقَدُّمِ

«الطَّوْلِ» /۳/ : التَّفَضُّلِ . «دَاخِرِينَ» /۸۷/ : خَاضِعِينَ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «إِلَى النَّجَاةِ» /۴۱/ : الْإِيمَانِ . «لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ» /۴۳/ : يَعْنِي الْوَثَنَ . «يُسْجَرُونَ» /۷۲/ : تُوقَدُ بِهِمُ النَّارُ . «تَمْرَحُونَ» /۷۵/ : تَبْطَرُونَ .

---

(۲۳) فتح الباری: ۸/۵۵۲-۵۵۳

(۲۴) فتح الباری: ۸/۵۵۳

(۲۵) فتح الباری: ۸/۵۵۳

سورة المؤمن

قال مجاهد: حٰمٓ مَجَازُهَا مَجَازُ اَوَائِلِ السُّوَرِ

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ "حم" کا وہی حکم ہے جو سورتوں کی ابتدا میں حروف مقطعات کا حکم ہے یعنی یہ بھی دوسرے حروف مقطعات کی طرح ہے۔

لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اسم ہے، دوسرے مقطعات کی طرح نہیں ہے، آگے شُریح کے ایک شعر سے "حم" کے اسم ہونے پر استدلال کیا ہے۔

یُذَکِّرُنِی حَامِیْمَ وَالرُّمْحُ شَاجِرٌ
فَهَلَّا تَلَا حَامِیْمَ قَبْلَ التَّقَدُّمِ

شعر میں حامیم مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھا گیا ہے، اعراب کا آنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اسم ہے کیونکہ حروف پر اعراب نہیں آیا کرتا۔

یہ شعر شُریح نے جنگ جمل میں اس وقت پڑھے تھے جب اس کا مقابلہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن طلحہ سے ہوا، شریح نے جب ان کی طرف نیزہ بڑھایا تو انہوں نے "حم عسق" یا اس سورت کی آیت "قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى" پڑھی، لیکن شریح نے انہیں مار ڈالا اور یہ شعر پڑھا جس کا ترجمہ ہے "وہ مجھ کو "حم" یاد دلاتا ہے جبکہ نیزہ چلنے لگا ہے، لڑائی میں آنے سے قبل ہی اس نے "حامیم" کیوں نہ پڑھی۔"

بعضوں نے کہا یہ شعر اشتر نخعی کا ہے اور محمد بن طلحہ کو اس نے قتل کیا تھا اور بعض نے اسے عصام بن مُقشعِر کی طرف منسوب کیا، اس کے ابتدائی شعر ہیں:

واشعث قوام بآیات ربه
قلیل الاذی فیما تری العین مسلم
هتکت له بالرمح جیب قمیصه
فخر صریعا للیدین وللفم
علی غیر شئی' غیران لیس تابعا
علیا، ومن لایتبع الحق یندم(۲۶)

---

(۲۶) مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھیے - فتح الباری: ۵۵۴/۸

اَلطَّوْلُ: اَلتَّفَضُّلِ

آیت کریمہ میں ہے "شَدِيْدُ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ" اس میں طول کے معنی ہیں احسان کرنا، انعام دینا۔

داخرین: خاضعین

آیت کریمہ میں ہے "سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ" وہ لوگ عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے، داخرین کے معنی ہیں خَاضِعِين یعنی ذلیل و خوار ہو کر۔

اِلَى النَّجَاةِ: اَلْإِيْمَانِ

آیت کریمہ میں ہے "وَيٰقَوْمِ مَالِي اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ" اس میں نجات سے مراد ایمان ہے۔

لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ: يَعْنِي لِلْوَثَنِ

آیت میں ہے "لَاجَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِي اِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ" یعنی "ظاہر ہے کہ جس چیز کی طرف تم مجھے بلاتے ہو وہ نہ دنیا میں کسی کی دعا قبول کرسکتا ہے نہ آخرت میں" فرماتے ہیں "لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ" میں "لہ" ضمیر کا مرجع "وَثَن" یعنی بت ہے، یعنی بت دنیا اور آخرت میں کسی کی دعا قبول نہیں کرسکتا۔

يُسْجَرُوْنَ: تُوْقَدُ بِهِمُ النَّارُ

آیت کریمہ میں ہے "ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ" پھر وہ لوگ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔
فرماتے ہیں يُسْجَرُوْنَ کے معنی ہیں ان پر آگ جلائی جائے گی یعنی انہیں جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا۔

تَمْرَحُوْنَ: تَبْطَرُوْنَ

"ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ" یہ (سزا) اس کے بدلے میں ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوشیاں مناتے تھے اور اس کے بدلے میں ہے کہ تم اتراتے تھے۔
فرماتے ہیں تمرحون کے معنی ہیں: تَبْطَرُوْنَ یعنی تم اتراتے تھے۔

وَكانَ الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ يُذَكِّرُ النَّارَ ، فَقَالَ رَجُلٌ : لِمَ تُقَنِّطُ النَّاسَ؟ قالَ : وَأَنَا أَقْدِرُ أَنْ أُقَنِّطَ النَّاسَ ، وَاللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ : «يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللهِ» /الزمر : ٥٣/ . وَيَقُولُ : «وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ» /٤٣/ ؟ وَلٰكِنَّكُمْ تُحِبُّونَ أَنْ تُبَشَّرُوا بِالْجَنَّةِ عَلَى مَسَاوِئِ أَعْمَالِكُمْ ، وَإِنَّمَا بَعَثَ اللهُ مُحَمَّدًا ﷺ مُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ لِمَنْ أَطَاعَهُ ، وَمُنْذِرًا بِالنَّارِ مَنْ عَصَاهُ .

حضرت علاء بن زیاد مشہور زاہد تابعی ہیں (*) وہ لوگوں کو آگ یاد دلاتے تھے اور اپنے بیان میں ترہیب کے طور پر جہنم کا ذکر کرتے تھے ، تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ آپ لوگوں کو کیوں مایوس کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کیا میں اس پر قادر ہوں کہ لوگوں کو مایوس کروں جبکہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے "یَاعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ" اور فرمایا "وَاَنَّ الْمُسْرِفِیْنَ هُمْ اَصْحَابُ النَّارِ" (پہلی آیت کا مفہوم ہے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے اور اسراف کرنے والے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، توبہ اور حق تعالی کی طرف رجوع کا دروازہ ان کے لیے کھلا ہوا ہے اور دوسری آیت کا مطلب ہے کہ اگر کوئی توبہ نہ کریں اور اسراف ہی میں مگن رہے تو جہنم صرف ایسے لوگوں کے لیے ہے) تو ان جیسی امید افزا آیات کی موجودگی میں میری کیا طاقت ہے کہ میں لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس کروں لیکن تم یہ چاہتے ہو کہ اعمال بد پر بھی تم کو جنت کی خوشخبری دی جاتی رہے حالانکہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے لئے جنت کی بشارت دینے والا بھیجا تھا جو اس کی اطاعت کریں، اللہ کی معصیت کرنے والوں کے لئے تو انہیں آگ سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا تھا۔

٤٥٣٧ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ : حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قالَ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ قالَ : حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قالَ : قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ : أَخْبِرْنِي بِأَشَدِّ ما صَنَعَ الْمُشْرِكُونَ بِرَسُولِ اللهِ ﷺ ،

(*) علاء بن زیاد مشہور زاہد تابعی ہیں، ابو نعیم اصفہانی رحمہ اللہ نے "حلیة الاولیا" (۲/۲۴۲) میں ان کا تذکرہ ان الفاظ کے ساتھ شروع کیا ہے: المبشر المحزون، المستتر المخزون، تجرد من التلاد، وتشمر للمهاد، وقدم العتاد للمعاد، واعتزل عن العباد: العلاء بن زياد
عبادت میں اتنے منہمک رہتے کہ اپنی صحت تک کا خیال نہیں رکھتے تھے ، صحت جب بہت خراب ہونے لگی اور لوگوں کو علم ہوا تو حضرت انسؓ اور حضرت حسن بصریؒ ان کے پاس آئے اور کہا آپ نے اپنی صحت تباہ کر دی، اللہ تعالی نے اس طرح کرنے کا حکم تو نہیں دیا، فرمانے لگے میں یہ عاجزی اور سب کچھ اس لیے کررہا ہوں کہ اللہ تعالی مجھ پر رحم فرما دیں، فرمایا کرتے تھے کہ میں نے خواب میں ایک کریہہ اور بدشکل عورت کو دیکھا جو ہر طرح کے سنگھار سے آراستہ تھی، میں نے اس سے کہا "اللہ کی پناہ! تم کون ہو" کہنے لگی "میں دنیا ہوں، اگر آپ مجھ سے پناہ چاہتے ہیں تو دراہم سے نفرت اختیار کرلیں" ان کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے (حلیة الاولیاء: ۲/۲۴۲ - ۲۴۹)

قالَ : بَيْنَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يُصَلِّي بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ ، إِذْ أَقْبَلَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُعَيْطٍ ، فَأَخَذَ بِمَنْكِبِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ وَلَوَى ثَوْبَهُ فِي عُنُقِهِ ، فَخَنَقَهُ خَنْقًا شَدِيدًا ، فَأَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ ، فَأَخَذَ بِمَنْكِبِهِ وَدَفَعَ عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، وَقَالَ : «أَتَقْتُلُونَ رَجُلاً أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ ٱللهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ» . [ر : ٣٤٧٥]

عُقبہ بن ابی مُعَیط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک میں کپڑا ڈال کر آپ کا گلا شدت کے ساتھ گھوٹنے لگا تو حضرت صدیق اکبرؓ آگئے اور عقبہ سے آپ کو جدا کرتے ہوئے وہ بات کہی جو رجل مومن نے فرعون سے اس وقت کہی تھی جب اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے کا ارادہ کیا یعنی "اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ"

٣٠١ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ حٰمٓ السَّجْدَةِ (فُصِّلَتْ) .

وَقالَ طَاوُسٌ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ : «ٱئْتِيَا طَوْعًا» /١١/ : أَعْطِيَا . «قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ» /١١/ : أَعْطَيْنَا

سورة حٰمٓ السَّجْدَةُ

یہاں اشکال ہے کہ أتی یأتی کے معنی آنے کے ہیں اعطاء کے معنی نہیں ہیں پھر ابن عباسؓ نے اَعطِیَا اور اَعطَینَا کے ساتھ کیوں تفسیر کی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عباسؓ کی قراءت میں اٰتِیَا اور آتَیْنَا مد کے ساتھ ہے اٰتِیَا اور آتَیْنَا یہ صیغے مواتاۃ باب مفاعلہ کے ہیں اتیان باب ضرب کے صیغے نہیں اور مواتاۃ کے معنی موافقت کے ہیں لہذا مطلب یہ ہے کہ زمین اور آسمان کو حکم دیا جارہا ہے کہ تم دونوں سے جو مقاصد مطلوب ہیں ان کو ادا کرنے میں ایک دوسرے کی موافقت کرو، آسمان سے سورج اور چاند کی روشنی آئے گی، مینہ برسے گا، زمین غلہ اگائے گی، لباس اور دوائیں وغیرہ فراہم کرے گی، یہ نظام دونوں کے اتفاق سے چلے گا۔

٤٥٣٧ م : وَقالَ الْمِنْهَالُ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قالَ : قالَ رَجُلٌ لِٱبْنِ عَبَّاسٍ : إِنِّي أَجِدُ فِي الْقُرْآنِ أَشْيَاءَ تَخْتَلِفُ عَلَيَّ ؟

قالَ : «فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ» /المؤمنون: ١٠١/. «وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ» /الصافات: ٢٧/. «وَلَا يَكْتُمُونَ اللهَ حَدِيثًا» /النساء: ٤٢/. «وَاللهِ رَبِّنَا ما كُنَّا مُشْرِكِينَ» /الأنعام: ٢٣/: فَقَدْ كَتَمُوا في هٰذِهِ الآيَةِ ؟

وَقالَ : «أَمِ السَّماءُ بَنَاهَا – إِلَى قَوْلِهِ – دَحاهَا» /النازعات: ٢٧–٣٠/ : فَذَكَرَ خَلْقَ السَّماءِ قَبْلَ خَلْقِ الأَرْضِ ، ثُمَّ قالَ : «أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ – إِلَى قَوْلِهِ – طَائِعِينَ» /٩–١١/ : فَذَكَرَ في هٰذِهِ خَلْقَ الأَرْضِ قَبْلَ السَّماءِ ؟

وَقالَ : «وَكانَ اللهُ غَفُورًا رَحِيمًا» /النساء: ٩٦/. «عَزِيزًا حَكِيمًا» /النساء: ٥٦/. «سَمِيعًا بَصِيرًا» /النساء: ٥٨/ : فَكَأَنَّهُ كانَ ثُمَّ مَضَى ؟

فَقالَ : «فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ» فِي النَّفْخَةِ الأُولَى ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ : «فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الأَرْضِ إِلَّا مَنْ شاءَ اللهُ» /الزمر: ٦٨/ : فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ، ثُمَّ فِي النَّفْخَةِ الآخِرَةِ : «أَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ».

وَأَمَّا قَوْلُهُ : «ما كُنَّا مُشْرِكِينَ». «وَلَا يَكْتُمُونَ اللهَ حَدِيثًا» : فَإِنَّ اللهَ يَغْفِرُ لِأَهْلِ الإِخْلَاصِ ذُنُوبَهُمْ ، فَقالَ الْمُشْرِكُونَ : تَعَالَوْا نَقُولُ لَمْ نَكُنْ مُشْرِكِينَ ، فَخُتِمَ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ ، فَتَنْطِقُ أَيْدِيهِمْ ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ عُرِفَ أَنَّ اللهَ لَا يُكْتَمُ حَدِيثًا ، وَعِنْدَهُ : «يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا» الآيَةَ /النساء: ٤٢/.

وَخَلَقَ الأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ ثُمَّ خَلَقَ السَّماءَ ، ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّماءِ فَسَوَّاهُنَّ فِي يَوْمَيْنِ آخَرَيْنِ ، ثُمَّ دَحَا الأَرْضَ ، وَدَحْوُهَا : أَنْ أَخْرَجَ مِنْهَا الْمَاءَ وَالْمَرْعَى ، وَخَلَقَ الْجِبَالَ وَالْجِمَالَ وَالآكامَ وَما بَيْنَهُمَا فِي يَوْمَيْنِ آخَرَيْنِ ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ : «دَحاهَا». وَقَوْلُهُ : «خَلَقَ الأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ». فَجُعِلَتِ الأَرْضُ وَما فِيهَا مِنْ شَيْءٍ فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ ، وَخُلِقَتِ السَّمَاوَاتُ فِي يَوْمَيْنِ.

«وَكانَ اللهُ غَفُورًا رَحِيمًا» سَمَّى نَفْسَهُ بِذٰلِكَ ، وَذٰلِكَ قَوْلُهُ ، أَيْ لَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ ، فَإِنَّ اللهَ لَمْ يُرِدْ شَيْئًا إِلَّا أَصَابَ بِهِ الَّذِي أَرَادَ ، فَلَا يَخْتَلِفْ عَلَيْكَ الْقُرْآنُ ، فَإِنَّ كُلًّا مِنْ عِنْدِ اللهِ.

قالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنِيهِ يُوسُفُ بْنُ عَدِيٍّ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ ، عَنِ الْمِنْهَالِ ، بِهٰذَا.

ایک آدمی حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ آدمی کون تھا؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے

فرمایا کہ غالباً یہ نافع بن ازرق تھا جو بعد میں ازارقہ فرقہ کا رئیس بنا (۲۷) اس نے حضرت ابن عباسؓ سے قرآن کی آیات کے متعلق چار سوال کئے، پہلے تین سوال ان آیات کے متعلق ہیں جن میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے۔

❶ پہلا سوال اس نے یہ کیا کہ قرآن کریم کی سورہ مومنون کی آیت میں ہے " فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ " اور سورۃ صافات کی آیت ہے " وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ " پہلی آیت میں ایک دوسرے کے سوال کی نفی اور دوسری آیت میں اس کا اثبات ہے، بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ پہلی آیت کا تعلق نفخۂ اولیٰ سے ہے کہ جب پہلا صُور پھونکا جائے گا اس وقت سب بے ہوش ہوجائیں گے اور ایک دوسرے سے رشتہ ناتہ نہ رہے گا اور نہ ہی ایک دوسرے سے سوال کرسکیں گے جبکہ دوسری آیت کا تعلق نفخۂ ثانیہ سے ہے کہ

(۲۷) فتح الباری: ۸/۵۵۷

فرقہ ازارقہ

فرقہ ازارقہ کا تعلق خوارج کی متشدد جماعتوں سے ہے جس کی بنیاد نافع بن الازرق نے رکھی۔ جس کو فرقہ ازارقہ "امیرالمومنین" کے لقب سے یاد کرتا تھا، خوارج کے فرقے میں ان سے زیادہ متشدد اور تعداد و شوکت کے اعتبار سے کوئی اور فرقہ اس کا ہمسر نہیں تھا، ۶۰ھجری سے پہلے ان کا ظہور ہوا تھا، عمان اور یمامہ کے خوارج کے ساتھ مل کر ان کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ چکی تھی اور "اھواز" اور اس کے آس پاس فارس کی زمینوں اور کرمان پر ان کا قبضہ ہوگیا تھا۔

مسلمانوں کی ان سے چار جنگیں ہوئیں، جن میں سے تین کے اندر مسلمانوں کو شکست ہوئی اور چوتھی جنگ میں ازارقہ کو زبردست شکست ہوئی، حضرت مہلب بن ابی صفرہ کی قیادت میں ایک لشکر جرار نے "دولاب" میں ان کا مقابلہ کیا جس میں ان کا امیرالمومنین نافع بن ازرق ہلاک ہوا، اس کے بعد ان لوگوں نے "ایدج" میں قطری بن الفجاءہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کو بھی امیرالمومنین کے لقب سے نوازا۔ حضرت مہلب ابن ابی صفرہ ۱۹ سال تک ان سے جنگ لڑتے رہے، چند عرصہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے زمانے میں اور کچھ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں، یہ جنگ مہلب ابن ابی صفرہ اور ازارقہ کے درمیان بڑی گھمسان کے ساتھ مسلسل جاری رہی، یہاں تک کہ ازارقہ دو گروہوں میں بٹ گئے ایک گروہ "عبدربہ الکبیر قطری" کے ساتھ مل گیا اور دوسرا گروہ "عبدربہ الصغیر" کے ساتھ مل گیا۔

آخر کار سفیان بن الابرد نے قلعہ قوس میں محاصرہ کر کے ان کا خاتمہ کردیا: فرقہ ازارقہ کے کچھ عقائد یہ تھے:

❶ اپنے مخالفین کو مشرکین کہتے تھے

❷ جو ان کے موافق ہونے کے باوجود ہجرت نہ کرتا وہ بھی ان کے نزدیک کافر اور مشرک تھا

❸ جو شخص ان کے لشکر میں داخل ہونا چاہتا، اپنے مخالفین میں سے کسی ایک آدمی کو قیدی بنا کر ان کے سامنے قتل کردینا اس پر لازم ہوتا، ورنہ اس کو فوج میں شامل نہ کیا جاتا بلکہ اس کو قتل کردیتے

❹ اپنے مخالفین کی عورتوں اور ان کے بچوں کے قتل کو مباح سمجھتے تھے اور ان بچوں کے بارے میں مخلد فی النار ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے

❺ رجم کے منکر تھے۔

اس فرقے کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے (الفرق بین الفرق: ۵۱)

دوسری مرتبہ صُور پھونکے جانے کے بعد لوگ ایک دوسرے سے سوال کریں گے، لہذا دونوں آیات میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ عدم تساؤل نفخۂ ثانیہ سے پہلے اور تساؤل نفخۂ ثانیہ کے بعد ہے۔

❷ دوسرا سوال یہ تھا کہ سورہ نساء میں ہے " وَلَا يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيثًا " جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن مشرک اور کافر کوئی بات نہیں چھپا سکیں گے، جبکہ سورۃ انعام میں ہے " وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ " اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے شرک کو چھپائیں گے، بظاہر دونوں آیات میں تعارض ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب اللہ جل شانہ اھل اخلاص کو معاف کردیں گے اور ان کی مغفرت فرمادیں گے تو مشرکین کہیں گے آؤ ہم بھی کہہ دیں کہ ہم مشرک نہ تھے تب اللہ جل شانہ ان کی زبانوں پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ پاؤں بولنا شروع کردیں گے، اس وقت معلوم ہوجائے گا کہ اللہ جل شانہ سے کوئی بات نہیں چھپائی جاسکتی ہے، کتمان، شہادۃِ جوارح سے پہلے ہے اور عدم کتمان، شہادۃِ جوارح کے بعد ہے لہذا کوئی تعارض نہیں۔

❸ تیسرا سوال اس نے یہ کیا کہ سورۃ نازعات کی آیات " ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَا۔ الی قولہ۔ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحَاهَا " سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کو زمین سے پہلے پیدا کیا ہے لیکن سورۃ حم سجدہ کی آیت " أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ۔ الی قولہ۔ طَائِعِينَ " سے اس کے برعکس یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین آسمان سے پہلے پیدا کی گئی ہے بظاہر دونوں باتوں میں اختلاف اور تعارض ہے۔

اس کا جواب یہ دیا کہ کل چھ دن لگے ہیں اور ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے زمین کو پیدا کیا، اس کے بعد آسمان کو پیدا کیا، اس کے بعد "دحوارض" ہوا یعنی اس کے اندر اشجار، جبال، ٹیلوں اور زمین کی دوسری مخلوق کو پیدا کیا اور اس کو پھیلایا تو نفس زمین کی خلقت آسمانوں کی تخلیق سے پہلے ہے جس کا سورۃ حم سجدہ میں ذکر ہے اور "دحوارض" تخلیق آسمان کے بعد واقع ہوا ہے جس کا سورۃ نازعات میں تذکرہ ہے لہذا کوئی تعارض نہیں۔

آسمان و زمین کی تخلیق میں چھ دن عالم اسباب کے پیش نظر لگائے گئے، ورنہ اللہ جل شانہ تو صرف "کُنْ" سے ساری اشیاء یکدم عدم سے وجود میں لاسکتا ہے لیکن چونکہ عالم اسباب میں عمل تدریجی ہوتا ہے اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی تدریجی طریقے کو ترجیح دی۔

❹ چوتھا سوال اس نے یہ کیا کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ " وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا، وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا " آیا ہے اس میں "کان" زمانۂ ماضی کے لئے آتا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ

جل شانہ ان صفات کے ساتھ صرف زمانہ ماضی میں موصوف تھا اب نہیں۔

اس کا جواب یہ دیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات کا تسمیہ "غفور، رحیم" وغیرہ کے ساتھ فرمایا تو یہ نام رکھنا تو ظاہر ہے کہ گزر گیا تاہم وہ صفات اور ان کے ساتھ ذات باری تعالی کا اتصاف باقی ہے جس صفت کا کسی سے تعلق ہوتا ہے، اس کے اوپر اسی کا اثر مرتب ہوتا ہے، اللہ جل شانہ کی صفت رحمت کسی سے متعلق ہوگی تو اس پر رحمت کا اثر مرتب ہوگا، صفت مغفرت متعلق ہوگی تو اس کا اثر مرتب ہوگا۔

محقق دوانی نے لکھا ہے کہ ادوات رابطہ مجرد ثبوت کے لئے آتے ہیں، ان میں زمانہ کا لحاظ اور اعتبار نہیں کیا جاتا (۲۸) اگر ان کی یہ بات تسلیم کرلی جائے تو پھر سرے سے اشکال ہی نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ» /٨/ : مَحْسُوبٍ . «أَقْوَاتَهَا» /١٠/ : أَرْزَاقَهَا . «فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا» /١٢/ : مِمَّا أَمَرَ بِهِ . «نَحِسَاتٍ» /١٦/ : مَشَائِيمَ . «وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ» /٢٥/ : قَرَنَّاهُمْ بِهِمْ . «تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ» /٣٠/ : عِنْدَ الْمَوْتِ . «اهْتَزَّتْ» بِالنَّبَاتِ «وَرَبَتْ» /٣٩/ : ارْتَفَعَتْ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «مِنْ أَكْمَامِهَا» /٤٧/ : حِينَ تَطْلُعُ . «لَيَقُولَنَّ هٰذَا لِي» /٥٠/ : أَيْ بِعَمَلِي أَنَا مَحْقُوقٌ بِهٰذَا . «سَوَاءً لِلسَّائِلِينَ» /١٠/ : قَدَّرَهَا سَوَاءً . «فَهَدَيْنَاهُمْ» /١٧/ : دَلَلْنَاهُمْ عَلَى الْخَيْرِ وَالشَّرِّ ، كَقَوْلِهِ : «وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ» /البلد: ١٠/ . وَكَقَوْلِهِ : «هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ» /الإنسان: ٣/ : وَالْهُدَى الَّذِي هُوَ الْإِرْشَادُ بِمَنْزِلَةِ أَصْعَدْنَاهُ ، مِنْ ذٰلِكَ قَوْلُهُ : «أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ» /الأنعام: ٩٠/ . «يُوزَعُونَ» /١٩/ : يُكَفُّونَ . «مِنْ أَكْمَامِهَا» /٤٧/ : قِشْرُ الْكُفُرَّى هِيَ الْكُمُّ . وقال غَيْرُهُ : ويقال للعنب إذا خرج أيضًا كافورٌ وكُفُرَّى . «وَلِيٌّ حَمِيمٌ» /٣٤/ : قَرِيبٌ . «مِنْ مَحِيصٍ» /٤٨/ : حاصَ حادَ . «مِرْيَةٍ» /٥٤/ : وَمُرْيَةٌ وَاحِدٌ ، أَيِ امْتِرَاءٌ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «اعْمَلُوا ما شِئْتُمْ» /٤٠/ : هِيَ وَعِيدٌ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ» /٣٤/ : الصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْإِسَاءَةِ ، فَإِذَا فَعَلُوهُ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ ، وَخَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ : «كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ» .

(۲۸) حمد اللہ شرح سلم العلوم: ۲۹ - وشرح تہذیب: ۸۰ وحاشیۃ حمد اللہ للشیخ عبداللہ ٹونکی: ۲۵ - حاشیۃ: ۵

اَقْوَاتَهَا: اَرْزَاقَهَا

آیت کریمہ میں ہے "وبٰرَکَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَا اَقْوَاتَهَا" اور اللہ نے زمین میں برکتیں رکھدیں اور اس میں (اس کے رہنے والوں کے لئے) غذائیں تجویز کردیں فرماتے ہیں کہ اقوات کے معنی ہیں غذائیں، اَرْزَاق "رِزْق" کی جمع ہے اور اَقْوَات "قُوْت" کی جمع ہے۔

فِی کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا

آیت کریمہ میں ہے "اَوْحٰی فِی کُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا" اس میں "اَمْرَهَا" کی تفسیر "مِمَّا اُمِرَ بِهٖ" سے کی ہے یعنی جس چیز کا اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان پر اس چیز کی وحی بھیجی جس کا فرشتوں کو حکم دیا گیا۔

نَحِسَاتٍ: مَشَائِیْمَ

آیت کریمہ میں ہے "فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْ اَیَّامٍ نَحِسَاتٍ" ہم نے ان پر منحوس ایام میں سخت ہوا بھیجی، نَحِسَاتٍ کے معنی ہیں منحوس و نامبارک ... مَشَائِیْمَ: مَشْؤُمَة کی جمع ہے بمعنی منحوس

تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ: عِنْدَ الْمَوْتِ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ" جن لوگوں نے اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے (یعنی شرک ترک کرکے توحید اختیار کی) پھر اس پر مستقیم رہے تو ان پر (اللہ کی طرف سے رحمت کے) فرشتے اترتے ہیں، امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ فرشتوں کا نزول موت کے وقت ہوتا ہے۔

وَقَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ: قَرَنَّاهُمْ بِهِمْ

آیت میں "قُرَنَاءَ" سے شیاطین مراد ہیں یعنی ہم نے ان کافروں کے ساتھ ان شیاطین کو ملادیا، باندھ دیا۔

اِهْتَزَّتْ: بِالنَّبَاتِ، وَرَبَتْ: اِرْتَفَعَتْ

آیت میں ہے " فَإِذَآ أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ " اِهْتَزَّتْ کی دو تفسیریں کی گئی ہیں، پہلی تفسیر یہ ہے کہ زمین پھٹتی ہے تو پودوں کی شاخ زمین سے برآمد ہوتی ہے اور دوسری تفسیر میں کونپل سے پھل کا برآمد ہونا مراد ہے اور "رَبَتْ" کے معنی ہیں زمین اٹھ جاتی ہے، بلند ہوتی ہے۔

فَهَدَيْنَاهُمْ، وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ، هَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ

ان تینوں آیات میں ہدایت سے اراءۃ الطریق مراد ہے اور وہ ہدایت جو ایصال الی المطلوب کے معنی میں ہو وہ "اصعاد" کے مفہوم میں ہوتی ہے چنانچہ امام بخاری فرماتے ہیں " فَهَدَيْنَاهُمْ دَلَلْنَاهُمْ عَلَى الْخَيْرِ وَالشَّرِّ كقوله: وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ وكقوله: وَهَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ، والهدى الذى هو الإرشاد بمنزلة اصعدناه، من ذلك قوله: أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ، فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ " اصعاد (صاد کے ساتھ) اور اسعاد (سین کے ساتھ) دونوں کے ساتھ درست ہے، پہلی صورت میں معنی ہوں گے ہم نے اس کو چڑھا دیا، پہنچا دیا اور اسعدنا کے معنی ہوں گے ہم نے اسے نیک بخت بنا دیا اور ایصال الی المطلوب کی صورت میں ہی انسان مکمل نیک بخت اور سعادتمند ہوسکتا ہے، یہ معنی چوتھی آیت " أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ " میں مراد ہے۔

وقال غيره: مِنْ أَكْمَامِهَا: حِيْنَ تَطْلُعُ

آیت میں ہے " وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا " اکمام "كِمٌّ" کی جمع ہے کونپل کی جھلی اور خوشہ کے چھلکے کو کہتے ہیں، اس کا مفرد كُمٌّ کاف کے کسرہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ مستعمل ہے، کاف کے کسرے کے ساتھ ہو تو صرف شگوفہ اور غلاف کے معنی میں ہوتا ہے اور کاف کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کے معنی غلاف کے بھی آتے ہیں اور آستین کو بھی کہتے ہیں (۲۹) آگے امام نے اس کی تشریح میں فرمایا قِشْرُ الْكُفُرَّى، "كُفُرَّى" اور کم کے ایک ہی معنی ہیں۔

لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ: أَيْ بِعَمَلِيْ أَنَا مَحْقُوْقٌ بِهٰذَا

آیت کریمہ میں ہے " وَلَئِنْ أَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ " اگر ہم اس کو

(۲۹) عمدۃ القاری: ۱۹/۱۵۳

کسی تکلیف کے بعد جو اس پر واقع ہوئی تھی اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہیئے تھا، فرماتے ہیں ھٰذَالِی کے معنی ہیں بِعَمَلِی یعنی یہ میرے عمل کی وجہ سے ہے میں اس کا مستحق ہوں۔

سَوَاءً لِلسَّائِلِیْنَ: قَدَّرَهَا سَوَاءً

آیت کریمہ میں ہے "وَقَدَّرَ فِیْهَا اَقْوَاتَهَا فِی اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَاءً لِلسَّائِلِیْنَ" اور اللہ نے اس زمین میں (اس کے رہنے والوں کے لئے) غذائیں تجویز کردیں چار دن میں (اور وہ زمین) برابر ہے سوال کرنے والوں کے لئے، فرماتے ہیں سواءللسائلین کے معنی ہیں اللہ نے اس زمین کو برابر اور یکساں کرکے تجویز کیا یعنی سب اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور سب اس سے عبرت حاصل کرسکتے ہیں۔

مِنْ مَحِیْصٍ: حَاصَ، حَادَ

آیت میں ہے "وَظَنُّوْا مَالَهُمْ مِنْ مَّحِیْصٍ" اس میں محیص "حَاصَ" سے ماخوذ ہے حاص عنہ بمعنی حَادَ عَنہ: ہٹ جانا، اعراض کرنا، الگ ہونا، محیص: بچاؤ اور خلاصی

وَلِیٌّ حَمِیْمٌ: اَلْقَرِیْبُ

"کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ" حَمِیم کے معنی ہیں: قریب، قریبی دوست

وقال مجاهد: اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ: اَلْوَعِیْدُ

آیت کریمہ میں ہے "اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ" جو جی چاہے کرلو وہ تمہارا سب کچھ کیا ہوا دیکھ رہا ہے، فرماتے ہیں اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ اپنے حقیقی معنی میں نہیں بلکہ یہ وعید ہے اور بطور توبیخ و تہدید کہا گیا ہے۔

وقال ابن عباس: اِدْفَعْ بِالَّتِی هِیَ اَحْسَنُ: اَلصَّبْرُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَالْعَفْوُ عِنْدَ الْاِسَاءَةِ، فَاِذَا فَعَلُوْهُ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ، وَخَضَعَ لَهُمْ عَدُوُّهُمْ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ، اِدْفَعْ بِالَّتِی هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ

عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ " حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ " اَلَّتِي هِيَ اَحْسَنُ " کا مطلب یہ ہے کہ غصہ کے وقت صبر اور ناگواری و برائی کے وقت عفو و درگزر اختیار کیا جائے، جب لوگ صبر اور عفو و درگزر سے کام لے لیں تو اللہ جل شانہ ان کی حفاظت فرماتے ہیں اور ان کے دشمن بھی ان کے سامنے عاجزی اور تواضع کے ساتھ پیش آتے ہیں، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

" ان آیات میں ایک سچے داعی الی اللہ کو جس حسن اخلاق کی ضرورت ہے، اس کی تعلیم دیتے ہیں، یعنی خوب سمجھ لو، نیکی بدی کے اور بدی نیکی کے برابر نہیں ہوسکتی، دونوں کی تاثیر جداگانہ ہے، بلکہ ایک نیکی دوسری نیکی سے اور ایک بدی سے دوسری بدی سے اثر میں بڑھ کر ہوتی ہے، لہذا ایک مومن قانت اور خصوصاً ایک داعی الی اللہ کا مسلک یہ ہونا چاہیئے کہ برائی کا جواب برائی سے نہ دے بلکہ جہاں تک گنجائش ہو برائی کے مقابلہ میں بھلائی سے پیش آئے، اگر کوئی اسے سخت بات کہے یا برا معاملہ کرے تو اس کے مقابلہ میں وہ طرز اختیار کرنا چاہیئے جو اس سے بہتر ہو، مثلاً غصہ کے جواب میں بردباری، گالی کے جواب میں تہذیب و شائستگی اور سختی کے جواب میں نرمی اور مہربانی سے پیش آئے، اس طرز عمل کے نتیجہ میں تم دیکھ لوگے کہ سخت سے سخت دشمن بھی ڈھیلا پڑ جائے گا اور گو دل سے دوست نہ بنے تاہم ایک وقت آئے گا جب وہ ظاہر میں ایک گہرے اور گرمجوش دوست کی طرح تم سے برتاؤ کرنے لگے گا بلکہ ممکن ہے کہ کچھ دنوں بعد سچے دل سے دوست بن جائے اور دشمنی و عداوت کے خیالات یکسر قلب سے نکل جائیں .... ہاں کسی شخص کی طبیعت کی افتاد ہی سانپ بچھو کی طرح ہو کہ کوئی نرم خوئی اور خوش اخلاقی اس پر اثر نہ کرے وہ دوسری بات ہے مگر ایسے افراد بہت کم ہوتے ہیں۔ " (۳۰)

۳۰۲ - باب : قَوْلُهُ : «وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ» /۲۲/.

۴۵۳۸ : حدّثنا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ، عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ ،

(۴۵۴۰-۴۵۳۹-۴۵۳۸) وایضاً اخرجہ فی کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ، وما کنتم تسترون ان یشهد علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولا جلودکم، رقم الحدیث: ۷۵۲۱، واخرجہ مسلم فی اوائل صفات المنافقین و احکامهم، رقم الحدیث: ۲۷۷۵، واخرجہ الترمذی فی التفسیر، باب سورة السجدة، رقم الحدیث: ۳۲۴۸، واخرجہ النسائی فی التفسیر، باب قول اللہ عزو جل: وما کنتم تسترون ان یشهد علیکم سمعکم، رقم الحدیث: ۱/۱۴۶۸۱/۱

(۳۰) تفسیر عثمانی: ۶۳۹ فائدہ نمبر ۱

عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ ، عَنِ ٱبْنِ مَسْعُودٍ : «وَما كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ» . الآيَةَ : كانَ رَجُلَانِ مِنْ قُرَيْشٍ وَخَتَنٌ لَهُمَا مِنْ ثَقِيفَ ، أَوْ رَجُلَانِ مِنْ ثَقِيفَ وَخَتَنٌ لَهُمَا مِنْ قُرَيْشٍ ، في بَيْتٍ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ : أَتُرَوْنَ أَنَّ ٱللهَ يَسْمَعُ حَدِيثَنَا ؟ قالَ بَعْضُهُمْ : يَسْمَعُ بَعْضَهُ ، وَقالَ بَعْضُهُمْ : لَئِنْ كانَ يَسْمَعُ بَعْضَهُ لَقَدْ يَسْمَعُ كُلَّهُ ، فَأُنْزِلَتْ : «وما كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ» . الآيَةَ . [۴۵۳۹ ، ۴۵۴۰ ، ۷۰۸۳]

۳۰۳ - باب : قَوْلُهُ :

«وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الخَاسِرِينَ» /۲۳/.

۴۵۳۹/۴۵۴۰ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : ٱجْتَمَعَ عِنْدَ الْبَيْتِ قُرَشِيَّانِ وَثَقَفِيٌّ ، أَوْ ثَقَفِيَّانِ وَقُرَشِيٌّ ، كَثِيرَةٌ شَحْمُ بُطُونِهِمْ قَلِيلَةٌ فِقْهُ قُلُوبِهِمْ ، فَقَالَ أَحَدُهُمْ : أَتُرَوْنَ أَنَّ ٱللهَ يَسْمَعُ ما نَقُولُ ؟ قالَ الآخَرُ : يَسْمَعُ إِنْ جَهَرْنَا ، وَلَا يَسْمَعُ إِنْ أَخْفَيْنَا . وَقالَ الآخَرُ : إِنْ كانَ يَسْمَعُ إِذَا جَهَرْنَا فَإِنَّهُ يَسْمَعُ إِذَا أَخْفَيْنَا ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ : «وما كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ» . الآيَةَ .

یہاں بخاری کے شیخ عبداللہ بن زبیر حمیدی ہیں، وہ روایت کرتے ہیں سفیان بن عیینہ سے، سفیان، منصور بن المعتمر سے روایت کررہے ہیں، منصور، مجاہد سے، مجاہد، ابومعمر عبداللہ بن سخبرہ سے اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کررہے ہیں۔

وَكانَ سُفْيَانُ يُحَدِّثُنَا بِهٰذَا فَيَقُولُ : حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ ، أَوِ ٱبْنُ أَبِي نَجِيحٍ ، أَوْ حُمَيْدٌ ، أَحَدُهُمْ أَوِ ٱثْنَانِ مِنْهُمْ ، ثُمَّ ثَبَتَ عَلَى مَنْصُورٍ ، وَتَرَكَ ذٰلِكَ مِرَارًا غَيْرَ وَاحِدَةٍ .

یہ بخاری کے شیخ حمیدی کا قول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ سفیان کو شروع میں اپنے شیخ کے متعلق تردد تھا اور وہ تین شیوخ کا نام لیتے تھے اور کہتے تھے "حدثنا منصور، او ابن ابی نجیح، او حمید، احدهم او اثنان منهم" یعنی یہ حدیث ہم سے منصور نے بیان کی یا عبداللہ ابن ابی نجیح نے یا حمید نے، ان تینوں میں سے کسی ایک یا دو نے ہمیں یہ حدیث سنائی یعنی سفیان کو اتنی بات تو یقینی یاد تھی کہ ان تینوں میں سے کسی ایک یا دو نے حدیث بیان کی لیکن متعین طور پر کسی ایک پر یقین نہیں تھا لیکن بعد میں ان کا تردد دور ہوگیا اور

منصور" کا نام وہ لینے لگے (۳۱)۔

قَوْلُهُ : «فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ» . الآيَةَ .

(٤٥٤٠) : حدثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا يَحْيَى : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ قالَ : حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بِنَحْوِهِ . [ر : ٤٥٣٨]

٣٠٤ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ حم عسق (الشُّورى) .

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : «عَقِيمًا» /٥٠/ : لَا تَلِدُ . «رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا» /٥٢/ : الْقُرْآنُ .
وَقالَ مُجَاهِدٌ : «يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ» /١١/ : نَسْلٌ بَعْدَ نَسْلٍ . «لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ» /١٥/ : لَا خُصُومَةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ . «مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ» /٤٥/ : ذَلِيلٍ .
وَقالَ غَيْرُهُ : «فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ» /٣٣/ : يَتَحَرَّكْنَ وَلَا يَجْرِينَ فِي الْبَحْرِ . «شَرَعُوا» /٢١/ : ابْتَدَعُوا .

سورة حم عسق

عَقِيمًا: لَاتَلِدُ

آیت کریمہ میں ہے "وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا" عَقِيمًا سے مراد وہ عورت ہے جو نہ جنے یعنی بانجھ جس کی اولاد نہ ہو۔

رُوحًا مِنْ اَمْرِنَا: اَلْقُرْآن

آیت کریمہ میں ہے "وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوحًا مِنْ اَمْرِنَا" فرماتے ہیں اس میں رُوحًا مِنْ اَمْرِنَا سے قرآن کریم مراد ہے۔

وقال مجاهد: يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ: نَسْلٌ بَعْدَ نَسْلٍ

"جَعَلَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ" یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور جانوروں دونوں میں جوڑے پیدا فرمائے ہیں، اس طرح وہ ان دونوں میں ایک نسل کے بعد دوسری نسل بڑھاتا اور پھیلاتا رہتا ہے۔ يَذْرَؤُكُمْ: اَیْ يَخْلُقُكُمْ وَيُبِثُّكُمْ

(۳۱) عمدة القاری: ۱۹/۱۵۵

لَاحُجَّةَ بَيْنَنَا: لَاخُصُوْمَةَ

آیت کریمہ میں ہے "لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لَاحُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ" اس میں حُجَّة سے خصومت اور جھگڑا مراد ہے یعنی ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے۔

طَرْفٍ خَفِيٍّ: ذَلِيْلٍ

آیت کریمہ میں ہے "خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ" مارے ذلت کے جھکے ہوئے ہوں گے سست نگاہ سے دیکھتے ہوں گے، فرماتے ہیں طَرْفٍ خَفِيٍّ کے معنی ہیں ذلیل نگاہ، کمزور نگاہ۔

وقال غيره: فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ: يَتَحَرَّكْنَ وَلَا يَجْرِيْنَ فِي الْبَحْرِ

آیت کریمہ میں ہے "وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ إِنْ يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ" اور منجملہ اس کی (قدرت کی) نشانیوں کے جہاز ہیں سمندر میں (ایسے اونچے) جیسے پہاڑ.... اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ جہاز سمندر کی سطح پر کھڑے رہ جائیں۔ مجاہد کے غیر نے کہا کہ آیت میں فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے مقام پر تو (موجوں کے تھپیڑوں سے) ہلتے رہیں لیکن سمندر میں چل نہ سکیں۔

شَرَعُوْا: اِبْتَدَعُوْا

آیت کریمہ میں ہے "أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ" کیا ان کے (تجویز کئے ہوئے) کچھ شریک ہیں جنھوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کردیا ہے جس کی خدا نے اجازت نہیں دی۔ شرعوا کے معنی ہیں اِبْتَدَعُوْا: نیا دین نکالا۔

٣٠٥ – باب: قَوْلِهِ: «إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى» /٢٣/.

٤٥٤١: حدثنا محمد بن بشار: حدثنا محمد بن جعفر: حدثنا شعبة، عن عبد الملك ابن ميسرة قال: سمعت طاوسا، عن ابن عباس رضي الله عنهما: أنه سئل عن قوله: «إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى». فقال سعيد بن جبير: قربى آل محمد ﷺ، فقال ابن عباس: عجلت، إن النبي ﷺ لم يكن بطن من قريش إلا كان له فيهم قرابة، فقال: (إلا أن تصلوا ما بيني وبينكم من القرابة). [ر: ٣٣٠٦]

آیت کریمہ میں ارشاد ہے "قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات چونکہ قریش اچھی طرح نہیں سنتے تھے اس لئے اللہ جل شانہ نے آپؐ سے فرمایا کہ ان لوگوں سے کہئے کہ میں تم سے کسی اجر کا مطالبہ تو نہیں کرتا، کم از کم رشتہ داری اور قرابت داری کا خیال کر کے تم میری بات کو توجہ سے سن لیا کرو اور ظلم و اذیت رسانی سے باز رہو۔

حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا تو سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری مراد ہے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم نے جلد بازی کی، قریش کی کوئی شاخ ایسی نہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری نہ ہو۔

سعید بن جبیرؒ کے کلام سے معلوم ہورہا تھا کہ "الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى" میں قربت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار بنو ہاشم مراد ہیں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سے تمام قریش مراد ہیں، صرف بنوہاشم مراد نہیں۔

حضرت سعید بن جبیرؒ اور حضرت ابن عباسؓ کے جوابوں میں فرق یہ ہے کہ سعید بن جبیر کے نزدیک آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ میں تم سے تبلیغ پر کوئی اجرت نہیں مانگتا بس اتنا چاہتا ہوں کہ میرے اقارب (بنوالمطلب) کے ساتھ تم محبت کرو، حضرت ابن عباسؓ نے اس معنی کو تسلیم نہیں کیا کہ اقارب کے ساتھ محبت کی طلب بھی تو اجرت ہے بلکہ صرف بنوہاشم اور بنوالمطلب ہی نہیں سب قریش آپ کے اقارب ہیں اس لئے اس کے معنی ان کے نزدیک یہ ہیں کہ میں تم سے بدلہ نہیں مانگتا لیکن کم از کم ظلم اور اذیت رسانی سے تو باز رہو کیونکہ قرابت کا تو بہرحال یہ تقاضہ ہے، چنانچہ لامع الدراری کے حاشیہ میں ہے:

"وحاصل کلام سعید: ماأطلب منکم ایھا الناس، اِلا ان تودوا اقربائی، فقال ابن عباس: غلطتَ، لأنہ ایضا أجرة، واما توجیہ ابن عباسؓ حاصلہ: ماأطلب أجرا منکم ایھا العرب، لکن اطلب منکم ان تصلوا القرابة، کما ھو دأبکم، ولا تضرونی" (۱)

اسی بات کو مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے یوں فرمایا:

"حاصل تفسیر سعید بن جبیر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سالھم عن مراعاة أھل قرابتہ، وحاصل تفسیر ابن عباسؓ سالھم عن مراعاة نفسہ، لأجل قرابتہ فی جمیع البطون" (۲)

---

(۱) تعلیقات الدراری: ۱۶۱/۹

(۲) فیض الباری: ۲۳۰/۴

٣٠٦ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ حمٓ الزُّخْرُفِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «عَلَى أُمَّةٍ» /٢٢ ، ٢٣/ : عَلَى إِمَامٍ . «وَقِيلِهِ يَا رَبِّ» /٨٨/ : تَفْسِيرُهُ : أَيَحْسِبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ، وَلَا نَسْمَعُ قِيلَهُمْ .

سورة حم الزخرف

عَلٰى اُمَّةٍ: عَلٰى اِمَام

"بَلْ قَالُوْا اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلٰى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰى آثَارِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ" بلکہ کہا انہوں نے ہم نے پایا اپنے آباء کو ایک طریقہ پر اور ہم انہی کے قدموں پر رستہ پاتے ہیں لفظ "امت" کی تفسیر دین، ملت اور امام سے کی گئی ہے ، امام بخاری رحمہ اللہ نے "امام" کی تفسیر کو نقل کیا ہے۔

وَقِيْلِهٖ يَارَبِّ، تَفْسِيْرُهٗ اَيَحْسِبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ، وَلَا نَسْمَعُ قِيْلَهُمْ

آیت میں ہے "وَقِيْلِهٖ يَارَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ" اس آیت کا تعلق امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے سات آیات پہلے کی آیت سے جوڑا ہے ، وہ ہے "اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ" امام نے "قِيْلِهٖ يَارَبِّ" کا تعلق بھی اس سے قرار دیا، اس صورت میں "قِيْلِهٖ" "لَا نَسْمَعُ" کے لئے مفعول ہوگا اور ترجمہ ہوگا "کیا وہ کفار یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کے رازوں اور ان کی سرگوشیوں کو نہیں سن رہے ہیں اور ہم ان کی گفتگو کو نہیں سنتے ہیں۔"

لیکن اس تفسیر کا بعض حضرات نے انکار کیا ہے کیونکہ یہ تفسیر اسی وقت درست ہوسکتی ہے جب "قیلہ" کی ضمیر مشرکین کی طرف راجع ہو اور وہ جمع ہیں جبکہ اس میں ضمیر مفرد ہے ، چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "وبعضهم انكر هذا التفسير، فقال: انما يصح لو كانت التلاوة وقيلهم" (٣)

اکثر حضرات نے یہ ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹائی ہے ، پھر اس کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔

❶ "وَقِيْلِهٖ" میں واؤ قسمیہ ہے "یارب" قیل کا مقولہ ہے اور "اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ" جواب قسم ہے ، اس صورت میں ترجمہ ہوگا "قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے رب! یہ لوگ یقین نہیں لاتے" یعنی نبی

---

(٣) عمدة القاري: ١٩/ ١٥٧

کا کہنا بھی اللہ کو معلوم ہے اور اس کی مخلصانہ التجا اور درد بھری آواز کی اللہ جل شانہ قسم کھاتے ہیں کہ وہ اس کی ضرور مدد کریں گے اور اپنی رحمت سے اس کو غالب اور منصور کریں گے ۔ (۴)

❷ ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ "وقیلہ" میں واؤ عاطفہ ہے اور اس کا عطف اس آیت سے دو آیات پہلے "وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ" الساعۃ پر ہورہا ہے ، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ جل شانہ کو قیامت کا بھی علم ہے اور رسول کے اس کہنے کا بھی علم ہے ۔ (۵)

ان دونوں تفسیروں کی صورت میں "وقیلہ" مجرور ہے ، پہلی تفسیر میں واؤ قسمیہ کی وجہ سے اور دوسری تفسیر میں "الساعۃ" مضاف الیہ پر عطف کی وجہ سے ، چنانچہ عاصم اور حمزہ کی قرأت میں یہ مجرور ہے اور باقی قراء اس کو منصوب پڑھتے ہیں (۶) امام بخاری رحمہ اللہ نے جو تفسیر نقل کی ہے اس میں مفعول بہ ہونے کی وجہ سے یہ منصوب پڑھا جائے گا۔

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً» /٣٣/ : لَوْلَا أَنْ يَجْعَلَ النَّاسَ كُلَّهُمْ كُفَّارًا ، لَجَعَلْتُ لِبُيُوتِ الْكُفَّارِ «سُقُفًا مِنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ» مِنْ فِضَّةٍ ، وَهِيَ دَرَجٌ ، وَسُرُرَ فِضَّةٍ . «مُقْرِنِينَ» /١٣/ : مُطِيقِينَ . «آسَفُونَا» /٥٥/ : أَسْخَطُونَا . «يَعْشُ» /٣٦/ : يَعْمَى .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ» /٥/ : أَيْ تُكَذِّبُونَ بِالْقُرْآنِ ، ثُمَّ لَا تُعَاقَبُونَ عَلَيْهِ ؟ «وَمَضَى مَثَلُ الْأَوَّلِينَ» /٨/ : سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ . «وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ» يَعْنِي الْإِبِلَ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ . «يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ» /١٨/ : الْجَوَارِي ، يَقُولُ : جَعَلْتُمُوهُنَّ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ، فَكَيْفَ تَحْكُمُونَ ؟ «لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ ما عَبَدْنَاهُمْ» /٢٠/ : يَعْنُونَ الْأَوْثَانَ ، يَقُولُ اللّٰهُ تَعَالَى : «مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ» أَيِ الْأَوْثَانُ ، إِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ . «فِي عَقِبِهِ» /٢٨/ : وَلَدِهِ . «مُقْتَرِنِينَ» /٥٣/ : يَمْشُونَ مَعًا . «سَلَفًا» /٥٦/ : قَوْمُ فِرْعَوْنَ سَلَفًا لِكُفَّارِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ . «وَمَثَلًا» عِبْرَةً . «يَصِدُّونَ» /٥٧/ : يَضِجُّونَ . «مُبْرِمُونَ» /٧٩/ : مُجْمِعُونَ . «أَوَّلُ الْعَابِدِينَ» /٨١/ : أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ .

---

(۴) تفسیر عثمانی: ۶۵۸ فائدہ نمبر ۱۱

(۵) بیان القرآن: ۲/ ۹۷ (جلد دہم)

(۶) عمدۃ القاری: ۱۹/ ۱۵۸-۱۵۷

وقال ابن عباس : وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً : لَوْلَا أَنْ أَجْعَلَ النَّاسَ كُلَّهُمْ كُفَّارًا لَجَعَلْتُ لِبُيُوتِ الْكُفَّارِ سُقُفًا مِنْ فِضَّةٍ، وَمَعَارِجَ مِنْ فِضَّةٍ وَهِيَ دَرَجٌ وَسُرُرَ فِضَّةٍ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ" اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگوں کو میں کافر ہی بنادوں گا تو میں کافروں کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کردیتا اور زینے بھی چاندی کے.... مَعَارِجَ کے معنی چاندی کے زینے اور چاندی کے تخت ہیں، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

یعنی اللہ کے ہاں اس دینوی مال و دولت کی کوئی قدر نہیں ، نہ اس کا دیا جانا کچھ قرب و جاہت عند اللہ کی دلیل ہے ، یہ تو ایسی بے قدر اور حقیر چیز ہے کہ اگر ایک خاص مصلحت مانع نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافروں کے مکانوں کی چھتیں ، زینے ، دروازے ، چوکھٹ، قفل اور تخت چوکیاں سب چاندی اور سونے کی بنادیتا مگر اس صورت میں یہ لوگ یہ دیکھ کر کہ کافروں ہی کو ایسا سامان ملتا ہے عموماً کفر کا راستہ اختیار کرلیتے (الاّ ماشاءاللہ) اور یہ چیز مصلحت خداوندی کے خلاف ہوتی، اس لئے ایسا نہیں کیا گیا۔

حدیث میں ہے کہ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے بازو کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا .... بھلا جو چیز خدا کے نزدیک اس قدر حقیر ہو اسے سیادت و وجاہت عند اللہ اور نبوت و رسالت کا معیار قرار دینا کہاں تک صحیح ہوگا۔

مُقْرِنِينَ: مُطِيقِينَ

آیت کریمہ میں ہے "سُبْحٰنَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ" پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں کو ہمارے لئے مسخر کردیا اور ہم تو ایسے (طاقتور اور ہنرمند) نہیں تھے جو ان کو قابو میں کرلیتے ، فرماتے ہیں اس میں مُقْرِنِينَ کے معنی ہیں مُطِيقِينَ یعنی طاقتور، قابو میں لانے والے ۔

آسَفُونَا: أَسْخَطُونَا

آیت میں ہے "فَلَمَّا آسَفُونَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ" اس میں آسَفُونَا کے معنی ہیں أَسْخَطُونَا یعنی جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو غرق کردیا۔

یَعْشُ: یَعْمیٰ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَنْ یَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ" اور جو شخص اللہ جل شانہ کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں پھر وہ (ہروقت) اس کے ساتھ رہتا ہے، اس میں یعش کے معنی ہیں: اندھا بن جائے۔

اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ: اَیْ تُكَذِّبُوْنَ بِالْقُرْآنِ: ثُمَّ لَا تُعَاقَبُوْنَ عَلَيْهِ

آیت میں ہے "اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اِنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ" کیا ہم اس نصیحت کو تم سے صرف اس وجہ سے ہٹالیں گے کہ تم حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہو، مجاہد فرماتے ہیں "اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ...." کے معنی یہ ہیں کہ کیا تم قرآن کو جھٹلاؤ گے اور پھر بھی تمہیں سزا نہ دی جائے گی۔

وَمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ: سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ

آیت کریمہ میں ہے "فَاَهْلَكْنَا اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ" پھر ہم نے ان لوگوں کو جو کہ ان (اھل مکہ) سے زیادہ زور آور تھے (تکذیب اور استہزاء کی سزا میں) غارت کر ڈالا اور پہلے لوگوں کی یہ حالت ہوچکی ہے۔ فرماتے ہیں کہ آیت میں مَثَلُ الاولین سے سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ مراد ہے یعنی اگلے لوگوں کا طریقہ۔

وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ: يَعْنِي الْاِبِلَ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ

ہم اس کو قابو میں لانے والے نہیں تھے، مراد اس سے اونٹ، گھوڑا، خچر اور گدھے ہیں، اس کے علاوہ دوسری سواریاں بھی مراد ہوسکتی ہیں، کار، بس اور جہاز وغیرہ بھی اس میں داخل ہیں۔

لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ: يَعْنُوْنَ الْاَوْثَانَ، يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ

آیت کریمہ میں ہے "وَقَالُوْا لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ" امام بخاری فرماتے ہیں کہ "مَا عَبَدْنَاهُمْ" میں "هُمْ" ضمیر بتوں کی طرف راجع ہے کیونکہ آگے اللہ نے "مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ" فرمایا یعنی مشرکین کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم ان بتوں کی عبادت نہ کرتے جبکہ ان بتوں کو اس کا کچھ بھی علم نہیں ہے، یہ محض اٹکل سے کام لیتے ہیں۔

بعضوں نے کہا کہ "مَاعَبَدْنَاهُمْ" میں ضمیر ملائکہ کی طرف لوٹ رہی ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم ان ملائکہ کی عبادت نہ کرتے، آگے اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی "مَالَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ" یعنی ان کو اس بات کا کچھ علم نہیں، بے تحقیق بات کررہے ہیں۔

فِی عَقِبِهٖ: وَلَدِهٖ

آیت کریمہ میں ہے "وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ" اور وہ یعنی (ابراہیم) اس کو ایک باقی رہنے والا کلمہ اپنی اولاد میں بنا گئے (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عقیدۂ توحید کو اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اپنی اولاد کو بھی انہوں نے اس پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی۔ فرماتے ہیں عقبہ سے ولد مراد ہے۔

مُقْتَرِنِيْنَ: يَمْشُوْنَ مَعًا

آیت میں ہے "اَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ" فرماتے ہیں مُقْتَرِنِيْنَ کے معنی ہیں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے یعنی یا اس کے ساتھ فرشتے آتے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے (جیسے اُمراء اور رُؤساء کے ساتھ اردلی اور خدّام ساتھ ساتھ چلتے ہیں)

سَلَفًا: قَوْمُ فِرْعَوْنَ سَلَفًا لِكُفَّارِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَثَلًا: عِبْرَةً

آیت میں ہے "فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ" پھر ہم نے ان کو آئندہ آنے والوں کے لئے پیش رو اور نمونۂ عبرت بنادیا، فرماتے ہیں کہ آیت میں سَلَفًا سے فرعون کی قوم مراد ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے کفار کے لئے پیش رو اور نمونۂ عبرت ہے مَثَلًا کے معنی ہیں: عبرت

يَصِدُّوْنَ: يَضِجُّوْنَ

آیت میں ہے "اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ" يَصِدُّوْنَ کے معنی ہیں چلاتے ہیں شوروغل کرتے ہیں یعنی یکایک آپ کی قوم اس (اعتراض کے سننے) سے (مارے خوشی کے) چلانے لگی۔

مُبْرِمُوْنَ: مُجْمِعُوْنَ

آیت میں ہے "اَمْ اَبْرَمُوْا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ" کیا انہوں نے (رسول کو نقصان پہنچانے کے لئے) ٹھہرائی ہے ایک بات تو ہم بھی کچھ ٹھہرائیں گے، فرماتے ہیں مُبْرِمُوْنَ کے معنی ہیں: مُجْمِعُوْنَ: متفقہ

فیصلہ کرنے والے۔

وَقَالَ غَيْرُهُ : «إِنَّنِي بَرَاءٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ» /٢٦/ : الْعَرَبُ تَقُولُ : نَحْنُ مِنْكَ الْبَرَاءُ وَالْخَلَاءُ ، وَالْوَاحِدُ وَالِاثْنَانِ وَالْجَمِيعُ ، مِنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤَنَّثِ ، يُقَالُ فِيهِ : بَرَاءٌ ، لِأَنَّهُ مَصْدَرٌ ، وَلَوْ قَالَ : بَرِيءٌ ، لَقِيلَ فِي الِاثْنَيْنِ : بَرِيئَانِ ، وَفِي الْجَمِيعِ : بَرِيئُونَ ، وَقَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ : «إِنَّنِي بَرِيءٌ» بِالْيَاءِ . وَالزُّخْرُفُ : اَلذَّهَبُ . «مَلَائِكَةً يَخْلُفُونَ» /٦٠/ : يَخْلُفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا . بن مسعود رض

آیت کریمہ میں ہے "وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ" جبکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں کی (عبادت) سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو، فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں لفظ براء کے معنی ہیں بیزار، عرب کہتے ہیں نَحْنُ مِنْكَ الْبَرَاءُ وَالْخَلَاءُ یعنی ہم تم سے بیزار ہیں، الگ ہیں، مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مؤنث سب کے لئے یہ استعمال ہوتا ہے کیونکہ یہ مصدر ہے (اور مصدر میں یہ سب برابر ہوتے ہیں) اور اگر "بَرِيءٌ" کہا جائے تو اس وقت تثنیہ کے لئے بریئان اور جمع کے لئے بریئون استعمال ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت "بَرِيءٌ" ہے۔

اَلزُّخْرُفُ: اَلذَّهَبُ

آیت کریمہ میں ہے "وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُونَ وَزُخْرُفًا" اور ان کے گھروں کے کواڑ (دروازے) بھی اور تخت بھی (چاندی کے کردیتے) جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں اور (یہی چیزیں) سونے کی بھی کردیتے۔

مَلَائِكَةً يَخْلُفُونَ: يَخْلُفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا

آیت کریمہ میں ہے "وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ" اور اگر ہم چاہتے تو ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کردیتے (جس طرح تم سے تمہارے بچے پیدا ہوتے ہیں) کہ وہ زمین پر (انسان کی طرح) یکے بعد دیگرے رہا کرتے، فرماتے ہیں کہ آیت میں مَلَائِكَةً يَخْلُفُونَ کے معنی ہیں ان میں سے بعض بعض کے لئے خلیفہ ہونگے۔

۳۰۷ - باب : قَوْلُهُ : «وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ» /۷۷/.

۴۵۴۲ : حدثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ : «وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ» . [ر : ۳۰۵۸]

وَقَالَ قَتَادَةُ : «مَثَلاً لِلْآخِرِينَ» /۵۶/ : عِظَةً لِمَنْ بَعْدَهُمْ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «مُقْرِنِينَ» /۱۳/ : ضَابِطِينَ ، يُقَالُ : فُلَانٌ مُقْرِنٌ لِفُلَانٍ ضَابِطٌ لَهُ .

وَالْأَكْوَابُ : الْأَبَارِيقُ الَّتِي لَا خَرَاطِيمَ لَهَا .

وقال غیرہ: مُقْرِنِيْنَ: ضَابِطِيْنَ يقال: فُلَانٌ مُقْرِنٌ لِفُلَانٍ، ضَابِطٌ لَهُ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ" اس میں مُقْرِنِيْنَ کے معنی ہیں ضَابِطِيْنَ یعنی قابو میں لانے والے، عرب کہتے ہیں فُلَانٌ مُقْرِنٌ لِفُلَانٍ: یعنی فلاں فلاں کو قابو میں لانے والا ہے۔

وَالْأَكْوَابُ: اَلْأَبَارِيْقُ الَّتِي لَا خَرَاطِيْمَ لَهَا

آیت میں ہے "يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ" یعنی غلمان ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور آبخورے لئے پھریں گے "اَكْوَاب" سے وہ لوٹے مراد ہیں جن کی ٹونٹی نہ ہو، خَرَاطِيْم خُرْطُوْم کی جمع ہے، وَالْخُرْطُوْمُ هُوَ مَخْرَجٌ لِلشَّرَابِ يُشْبِهُ الْأَنْفَ یعنی ٹونٹی

«أَوَّلُ الْعَابِدِينَ» /۸۱/ : أَيْ مَا كَانَ ، فَأَنَا أَوَّلُ الْآنِفِينَ ، وَهُمَا لُغَتَانِ : رَجُلٌ عَابِدٌ وَعَبِدٌ .

وَقَرَأَ عَبْدُ اللهِ : وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ .

وَيُقَالُ : «أَوَّلُ الْعَابِدِينَ» الْجَاحِدِينَ ، مِنْ عَبِدَ يَعْبَدُ .

آیت کریمہ میں ہے "قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ" اس آیت کی مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہیں۔

❶ اس کی ایک عام تفسیر جو امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی کی ہے کہ اول العابدین کے معنی اول المؤمنین ہیں، ترجمہ ہوگا "اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہو تو سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں گا" مطلب یہ ہے کہ اگر تمہاری یہ بات حق ہو اور تم ثابت کردو تو سب سے پہلے اس کو تسلیم کرنے والا میں

ہوں گا، اس صورت میں "اِنْ" بمعنی "لو" ہے اور شرطیہ ہے۔

❷ دوسری تفسیر یہ ہے کہ "اِن" نافیہ ہے اور "فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ" میں فاء عاطفہ ہے اور معنی ہیں "مَاکَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ وَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ" اللہ کی کوئی اولاد نہیں ہے اور میں سب سے اول اللہ کی عبادت کرنے والا ہوں۔ (۷)

❸ تیسری تفسیر یہ ہے کہ "اِنْ" نافیہ ہے اور "عَابدین" آنِفین اور .... جَاحِدین کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کی کوئی اولاد نہیں ہے، اللہ کے لئے اولاد کے ثبوت کا سب سے پہلے میں انکار کرنے والا ہوں، امام بخاری نے یہ تفسیر یہاں بیان کی ہے عَبِدَ کے معنی عبادت کرنے کے بھی آتے ہیں اور انکار کرنے کے بھی آتے ہیں۔ عابد : عبادت کرنے والا، مومن، عَبِدٌ: انکار کرنے والا

وَقَالَ قَتَادَةُ : «فِي أُمِّ الْكِتَابِ» /٤/ : جُمْلَةِ الْكِتَابِ ، أَصْلِ الْكِتَابِ . «أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا أَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُسْرِفِينَ» /٥/ : مُشْرِكِينَ ، وَاللّٰهِ لَوْ أَنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ رُفِعَ حَيْثُ رَدَّهُ أَوَائِلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ لَهَلَكُوا . «فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَمَضَى مَثَلُ الْأَوَّلِينَ» /٨/ : عُقُوبَةُ الْأَوَّلِينَ . «جُزْءًا» /١٥/ : عِدْلاً .

وقرأعبدالله: وَقَالَ الرَّسُوْلُ يَارَبِّ

"وَقِيْلِهٖ يَارَبِّ اِنَّ هٰؤُلَاءِ...." جمہور کی قراءت ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت "وَقَالَ الرَّسُوْلُ یَارَبِّ" ہے اس کو پہلے آنا چاہیئے تھا جہاں امام نے مذکورہ آیات کی تفسیر کی ہے، اصل محل اس کا وہیں تھا۔ یہ جملہ ہندوستانی نسخوں میں ہے (ہمارے متن کے نسخے میں نہیں)

اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اِنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُسْرِفِيْنَ

اس آیت کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے قتادہ کا قول نقل کیا "واللّٰہ لو اَنّ ھذا القرآن رفع حیث ردہ اوائل ھذہ الأمّۃ لَھَلَکُوا" بخدا اگر یہ قرآن اس وقت اٹھالیا جاتا جب اس امت کے پہلے لوگوں نے اس کو رد کیا تھا تو سب ہلاک ہوجاتے مطلب یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں لوگ قرآن کریم کا انکار کرتے رہے اور اس کی تعلیمات کو رد کرتے رہے، اگر ان کے رد کی وجہ سے یہ اٹھالیا جاتا تو بڑی تباہی اور بربادی ہوتی۔ مذکورہ آیت میں یہی بات بیان کی گئی ہے کہ ہم قرآن اس وجہ سے نہیں ختم کریں گے کہ تم حد سے تجاوز کرنے والے ہو۔

---

(۷) عمدۃ القاری: ۱۹/۱۶۱

جُزْءاً: عِدلًا

آیت میں ہے "وَجَعَلُوْا لَہٗ مِنْ عِبَادِہٖ جُزْءًا" اس میں جزء کے معنی عدل کے ہیں بمعنی نظیر، ہم سر

٣٠٨ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ حٰمٓ (الدُّخَانِ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «رَهْوًا» /٢٤/ : طَرِيقًا يَابِسًا ، وَيُقَالُ : «رَهْوًا» سَاكِنًا . «عَلَى عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ» /٣٢/ : عَلَى مَنْ بَيْنَ ظَهْرَيْهِ . «فَاعْتِلُوهُ» /٤٧/ : ادْفَعُوهُ . «وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ» /٥٤/ : أَنْكَحْنَاهُمْ حُورًا عِينًا يَحَارُ فِيهَا الطَّرْفُ . «تَرْجُمُونِ» /٢٠/ : الْقَتْلُ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «كَالْمُهْلِ» /٤٥/ : أَسْوَدُ كَمُهْلِ الزَّيْتِ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «تُبَّعٍ» /٣٧/ : مُلُوكُ الْيَمَنِ ، كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ يُسَمَّى تُبَّعًا ، لِأَنَّهُ يَتْبَعُ صَاحِبَهُ ، وَالظِّلُّ يُسَمَّى تُبَّعًا ، لِأَنَّهُ يَتْبَعُ الشَّمْسَ .

سورة الدخان

رَهْوًا: طَرِيْقًا يَابِسًا

آیتِ کریمہ میں ہے "وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ" اور تم اس دریا کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا ان (فرعونیوں) کا سارا لشکر (اس دریا میں) ڈبو دیا جائے گا، مجاہد فرماتے ہیں آیت میں رَهْوًا کے معنی ہیں: خشک راستہ

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ: عَلٰى مَنْ بَيْنَ ظَهْرَيْهِ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِيْنَ" اور ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے (بعض امور میں تمام) جہاں والوں پر فوقیت دی، فرماتے ہیں کہ آیت میں عَلَى الْعَالَمِيْنَ کے معنی ہیں عَلٰى مَنْ بَيْنَ ظَهْرَيْهِ یعنی ان لوگوں پر جو ان کے درمیان ہیں اور جو ان کے ہم عصر ہیں ان پر فوقیت دی ہے۔

فَاعْتِلُوْهُ: اِدْفَعُوْهُ

"خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَاءِ الْجَحِيْمِ" (فرشتوں کو حکم ہوگا) اس کو پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے جہنم کے بیچوں بیچ تک لیجاؤ، فرماتے ہیں اِعْتِلُوْهُ کے معنی ہیں اس کو دھکیل دو۔

وَزَوَّجنَاهُم بِحُورٍ: أنكحناهم حورًا عينًا يحار فيه الطرف

آیت میں ہے "وَزَوَّجنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ" فرماتے ہیں اس کے معنی ہیں ہم ان کا نکاح بڑی آنکھوں والی حوروں سے کریں گے جنہیں دیکھ کر آنکھیں حیرت زدہ رہ جاتی ہیں، عِین: بڑی آنکھوں والی۔

وقال ابن عباس: كَالمُهلِ: أسود كمهل الزيت

آیت میں ہے "طَعَامُ الأَثِيمِ كَالمُهلِ يَغلِي فِي البُطُونِ" حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا مجرم کا کھانا زیتون کی تلچھٹ جیسا سیاہ ہوگا۔

وقال غيره: تُبَّعٍ: ملوك اليمن، كل واحد منهم يسمى تبعًا لأنه يتبع صاحبه، والظل يسمى تبعًا لأنه يتبع الشمس

آیت میں ہے "أَهُم خَيرٌ أَم قَومُ تُبَّعٍ" فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے غیر نے کہا کہ تبع یمن کے بادشاہوں کو کہتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کو تبع کہا جاتا تھا کیونکہ وہ اپنے (جانے والے) صاحب کے بعد آتا تھا یعنی ایک ختم ہوجاتا تھا تو اس کے بعد دوسرا آتا، سایہ کو بھی تبع کہتے ہیں کیونکہ وہ سورج کے تابع رہتا ہے۔

٣٠٩ – باب: «فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ» /١٠/.

قَالَ قَتَادَةُ: فَارْتَقِبْ: فَانْتَظِرْ.

٤٥٤٣: حدّثنا عَبْدَانُ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: مَضَى خَمْسٌ: الدُّخَانُ، وَالرُّومُ، وَالْقَمَرُ، وَالْبَطْشَةُ، وَاللِّزَامُ. [ر: ٩٦٢]

٣١٠ – باب: «يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ» /١١/.

٤٥٤٤: حدّثنا يَحْيَى: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: إِنَّمَا كَانَ هٰذَا، لِأَنَّ قُرَيْشًا لَمَّا اسْتَعْصَوْا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ دَعَا عَلَيْهِمْ بِسِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ، فَأَصَابَهُمْ قَحْطٌ وَجَهْدٌ حَتَّى أَكَلُوا الْعِظَامَ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ مِنَ الْجَهْدِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: «فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ. يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ». قَالَ: فَأُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ،

اَستسقِ اللهَ لِمُضَرَ ، فإنَّها قد هَلَكَتْ قالَ : (لِمُضَرَ؟ إِنَّكَ لَجَرِيءٌ) . فاستَسقَى فَسُقُوا . فنزَلَتْ : «إِنَّكُمْ عائِدُونَ» . فلمَّا أَصابَتْهُمُ الرَّفاهِيَةُ عادُوا إِلَى حالِهِمْ حِينَ أَصابَتْهُمُ الرَّفاهِيَةُ ، فأَنزَلَ اللهُ عزَّ وجلَّ : «يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ» . قالَ : يَعْنِي يَوْمَ بَدْرٍ . [ر : ٩٦٢]

٣١١ – باب : «رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ» /١٢/ .

٤٥٤٥ : حدَّثنا يَحْيَى : حدَّثنا وَكِيعٌ ، عَنِ الأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحَى ، عَن مَسْرُوقٍ قالَ : دَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللهِ فَقالَ : إِنَّ مِنَ العِلْمِ أَنْ تَقُولَ لِمَا لا تَعْلَمُ اللهُ أَعْلَمُ ، إِنَّ اللهَ قالَ لِنَبِيِّهِ ﷺ : «قُلْ ما أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَما أَنا مِنَ المُتَكَلِّفِينَ» . إِنَّ قُرَيْشًا لَمَّا غَلَبُوا النَّبِيَّ ﷺ وَاسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ ، قالَ : (اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ) . فأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ أَكَلُوا فِيها العِظامَ وَالمَيْتَةَ مِنَ الجَهْدِ ، حَتَّى جَعَلَ أَحَدُهُمْ يَرَى ما بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّماءِ كَهَيْئَةِ الدُّخانِ مِنَ الجُوعِ قالُوا : «رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا العَذابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ» . فَقِيلَ لَهُ : إِنْ كَشَفْنا عَنْهُمْ عادُوا ، فَدَعا رَبَّهُ فَكَشَفَ عَنْهُمْ فَعادُوا ، فانْتَقَمَ اللهُ مِنْهُمْ يَوْمَ بَدْرٍ ، فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعالَى : «يَوْمَ تَأْتِي السَّماءُ بِدُخانٍ مُبِينٍ – إِلَى قَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ – إِنَّا مُنْتَقِمُونَ» . [ر : ٩٦٢]

٣١٢ – باب : «أَنَّى لَهُمُ الذِّكْرَى وَقَدْ جاءَهُمْ رَسُولٌ مُبِينٌ» /١٣/ .

الذِّكْرُ وَالذِّكْرَى واحِدٌ .

٤٥٤٦ : حدَّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حدَّثنا جَرِيرُ بْنُ حازِمٍ ، عَنِ الأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحَى ، عَنْ مَسْرُوقٍ قالَ : دَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللهِ ، ثُمَّ قالَ : إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَمَّا دَعا قُرَيْشًا كَذَّبُوهُ وَاسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ ، فَقالَ : (اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ) . فَأَصابَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ – يَعْنِي – كُلَّ شَيْءٍ ، حَتَّى كانُوا يَأْكُلُونَ المَيْتَةَ ، فَكانَ يَقُومُ أَحَدُهُمْ ، فَكانَ يَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّماءِ مِثْلَ الدُّخانِ مِنَ الجَهْدِ وَالجُوعِ ، ثُمَّ قَرَأَ : «فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّماءُ بِدُخانٍ مُبِينٍ . يَغْشَى النَّاسَ هٰذا عَذابٌ أَلِيمٌ – حَتَّى بَلَغَ – إِنَّا كاشِفُو العَذابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عائِدُونَ» . قالَ عَبْدُ اللهِ : أَفَيُكْشَفُ عَنْهُمُ العَذابُ يَوْمَ القِيامَةِ ؟ قالَ : وَالبَطْشَةُ الكُبْرَى يَوْمَ بَدْرٍ . [ر : ٩٦٢]

٣١٣ – باب : «ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَجْنُونٌ» /١٤/.

٤٥٤٧ : حدّثنا بِشْرُ بْنُ خالِدٍ : أَخبَرَنَا مُحَمَّدٌ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَن سُلَيْمانَ وَمَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي الضُّحٰى ، عَنْ مَسْرُوقٍ قالَ : قالَ عَبْدُ ٱللهِ : إِنَّ ٱللهَ بَعَثَ محمَّدًا ﷺ وَقالَ : «قُلْ ما أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَما أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ» . فَإِنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ لَمَّا رَأَى قُرَيْشًا ٱسْتَعْصَوْا عَلَيْهِ قَالَ : (اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُفَ) . فَأَخَذَتْهُمُ السَّنَةُ حَتَّى حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ ، حَتَّى أَكَلُوا الْعِظَامَ وَالْجُلُودَ ، فَقَالَ أَحَدُهُمْ : حَتَّى أَكَلُوا الْجُلُودَ وَالْمَيْتَةَ ، وَجَعَلَ يَخْرُجُ مِنَ الْأَرْضِ كَهَيْئَةِ ٱلدُّخانِ ، فَأَتَاهُ أَبُو سُفْيَانَ ، فَقَالَ : أَيْ مُحَمَّدُ ، إِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا ، فَادْعُ ٱللهَ أَنْ يَكْشِفَ عَنْهُمْ ، فَدَعَا ، ثُمَّ قالَ : (تَعُودُونَ بَعْدَ هٰذَا) . في حَدِيثِ مَنْصُورٍ : ثُمَّ قَرَأَ : «فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخانٍ مُبِينٍ – إِلَى – عَائِدُونَ» . أَيُكْشَفُ عَذَابُ الآخِرَةِ ؟ فَقَدْ مَضٰى : ٱلدُّخانُ ، وَالْبَطْشَةُ ، وَاللِّزَامُ . وَقالَ أَحَدُهُمْ : الْقَمَرُ . وَقالَ الآخَرُ : الرُّومُ .

[ر : ٩٦٢]

٣١٤ – باب : «يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ» /١٦/

٤٥٤٨ : حدّثنا يَحْيٰى : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ مُسْلِمٍ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ : اللِّزَامُ ، وَالرُّومُ ، وَالْبَطْشَةُ ، وَالْقَمَرُ ، وَٱلدُّخانُ .

[ر : ٩٦٢]

ان ابواب میں جو روایات بیان کی ہیں، ان پر کلام ماقبل میں گزر چکا ہے۔

٣١٥ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ حٰمٓ (الجَاثِيَةُ) .

«جَاثِيَةً» /٢٨/ : مُسْتَوْفِزِينَ عَلَى الرُّكَبِ .
وَقالَ مُجَاهِدٌ : «نَسْتَنْسِخُ» /٢٩/ : نَكْتُبُ . «نَنْسَاكُمْ» /٣٤/ : نَتْرُكُكُمْ .

جَاثِيَةً: مُسْتَوْفِزِينَ عَلَى الرُّكَبِ
آیت کریمہ میں ہے "وَتَرٰى كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً" اور دیکھو گے تم ہر جماعت کو (خوف اور ہیبت کے سبب)

کہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہیں، فرماتے ہیں جاثية کے معنی گھٹنوں کے بل بیٹھنا، اِسْتِیْفَاز کہتے ہیں اس طرح بیٹھنا کہ معلوم ہو اٹھنے کے لئے بڑی جلدی اور بے قراری ہے۔

وقال مجاهد: نَسْتَنْسِخُ: نَكْتُبُ

آیت کریمہ میں ہے "إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ" ہم (دنیا میں) تمہارے اعمال (فرشتوں سے) لکھواتے جاتے تھے، مجاہد فرماتے ہیں نَسْتَنْسِخُ کے معنی ہیں نَكْتُبُ: ہم لکھتے ہیں۔

نَنْسَاكُمْ: نَتْرُكُكُمْ

آیت کریمہ میں ہے "وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا" اور (ان منکرین سے) کہا جائے گا کہ آج ہم تم کو بھلادیں گے جیسے تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا۔ فرماتے ہیں کہ ننساکم کے معنی ہیں ہم تم کو (عذاب میں) چھوڑ دیں گے جیسا کہ تم نے اس دن کی ملاقات اور ایمان و عمل کو ترک کردیا تھا۔

٣١٦ - باب: «وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا ٱلدَّهْرُ» /٢٤/. الآيَةَ.

٤٥٤٩: حدَّثنا الحُمَيْدِيُّ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ: (قَالَ ٱللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: يُؤْذِينِي ٱبْنُ آدَمَ، يَسُبُّ ٱلدَّهْرَ وَأَنَا ٱلدَّهْرُ، بِيَدِي الْأَمْرُ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ)

[٥٨٢٧ - ٥٨٢٩، ٧٠٥٣]

اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ انسان مجھے ایذا دیتا ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ ایسا معاملہ کرتا ہے کہ اگر وہ معاملہ کسی انسان کے ساتھ کرے تو اس کو تکلیف اور ایذاء ہو چنانچہ علامہ قُرطُبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"معناه، يخاطبني من القول بما يتأذى به من يجوز في حقه التأذي، والله منزّه عن ان يصل اليه الاذى، وانما هذا

(۴۵۴۹) وایضاً اخرجه في الادب، باب لاتسبوا الدهر، رقم الحديث: ٦١٨١، وفي التوحيد، باب، قول الله عزوجل: يريدون ان يبدلوا كلام الله، رقم الحديث: ۷۴۹۱، واخرجه مسلم في الالفاظ من الادب وغيرها، باب النهي عن سب الدهر، رقم الحديث: ۲۲۴۶، واخرجه النسائي في السنن الكبرىٰ في التفسير، باب سورة الجاثية، رقم الحديث: ۱/۱۱۴۸۶، واخرجه ابوداود في الادب، باب في الرجل يسب الدهر، رقم الحديث: ۵۲۷۴

من التوسع فی الکلام، والمراد ان من وقع ذلک منہ تعرض لسخط اللّٰہ" (۸)

وہ زمانہ کو گالی دیتا ہے حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں۔ یعنی میں ہی زمانہ کا خالق اور اس میں ہونے والے واقعات کا مدبر اور مصرف ہوں کیونکہ زمانے میں نہ تو حس ہے نہ شعور اور نہ ارادہ میں

"اَنَا الدَّھر" میں "الدھر" مشہور روایت کے مطابق مرفوع ہے اور مضاف محذوف ہے یعنی "انا خالق الدھر، ومُصَرِّفُ الدھر، ومالک الدھر" چنانچہ علامہ خطّابی فرماتے ہیں:

"معناہ: اَنَا صاحب الدھر، ومدبّر الامور التی ینسبونھا الی الدھر، فمن سب الدھر من اجل انہ فاعل ھذہ الامور، عاد سبہ الی ربہ الذی ھو فاعلھا" (۹)

بعض حضرات نے "انا الدھر" میں "الدھرَ" پر نصب بھی پڑھا ہے اس وقت یہ ظرف بنے گا، انا موجود مدة الدھر (۱۰)

۳۱۷ - باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ حٰمٓ (الْأَحْقَافِ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: «تُفِيضُونَ» /۸/: تَقُولُونَ.
وَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَثَرَةٍ وَأُثْرَةٍ وَ: «أَثَارَةٍ» /۴/: بَقِيَّةٌ.
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ» /۹/: لَسْتُ بِأَوَّلِ الرُّسُلِ.
وَقَالَ غَيْرُهُ: «أَرَأَيْتُمْ» /۴/: هٰذِهِ الْأَلِفُ إِنَّمَا هِيَ تَوَعُّدٌ، إِنْ صَحَّ مَا تَدَّعُونَ لَا يَسْتَحِقُّ أَنْ يُعْبَدَ، وَلَيْسَ قَوْلُهُ: «أَرَأَيْتُمْ» بِرُؤْيَةِ الْعَيْنِ، إِنَّمَا هُوَ: أَتَعْلَمُونَ، أَبَلَغَكُمْ أَنَّ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ خَلَقُوا شَيْئًا؟

تُفِیْضُوْنَ: تَقُوْلُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "ھُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِیْضُوْنَ فِیْہِ" تم قرآن کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہو اللہ اسے خوب جانتے ہیں، مجاہد فرماتے ہیں، تُفِیْضُوْنَ کے معنی ہیں تم کہتے ہو۔

وَقَالَ بَعْضُھُمْ: اَثَرَةٍ وَاُثْرَةٍ وَاَثَارَةٍ: بَقِیَّةٌ

آیت کریمہ میں ہے "اِئْتُوْنِیْ بِکِتَابٍ مِنْ قَبْلِ ھٰذَا اَوْ اَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ" (اے نبی

(۸) تکملة فتح الملھم: ۳/۳۱۱ و عمدة القاری: ۱۹/۱۶۷

(۹) معالم السنن للخطابی: ۸/۱۱۸ بتغییر الالفاظ، عمدة القاری: ۱۹/۱۶۷

(۱۰) معالم السنن: ۸/۱۱۹ و شرح مسلم للنووی: ۲/۲۳۶، کتاب الالفاظ من الادب باب النھی عن سب الدھر

آپ ان سے کہہ دیجئے کہ) میرے پاس کوئی (صحیح) کتاب لاؤ جو اس (قرآن) سے پہلے کی ہو (جس میں شرک کا حکم ہو) یا (اگر وہ کتاب نہ ہو تو) کوئی اور (معتبر) مضمون لاؤ اگر تم سچے ہو۔ فرماتے ہیں أثَارَةٌ، أثَرَةٌ اور أُثْرَةٌ کے معنی ہیں بَقِيَّةٌ: ہر شئی کا باقی ماندہ حصہ

بِدَعًا مِنَ الرُّسُلِ: لَسْتُ بِأَوَّلِ الرُّسُلِ

آیت کریمہ میں ہے "قُلْ مَا كُنْتُ بِدَعًا مِنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ" آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ (یہ معلوم کہ) تمہارے ساتھ (کیا کیا جائے گا) "بِدَعًا مِنَ الرُّسُلِ" کے معنی ہیں پہلا رسول، مَا كُنْتُ بِدَعًا مِنَ الرُّسُلِ: میں پہلا رسول نہیں ہوں۔

وقال غيره: أَرَأَيْتُمْ هٰذِهِ الْأَلِفُ إِنَّمَا هِيَ تَوَعُّدٌ

آیت میں ہے "قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ...." کہیۓ بھلا بتاؤ جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین میں کیا بنایا ہے یا ان کی شرکت ہے آسمانوں میں۔

فرماتے ہیں کہ "أَرَأَيْتُمْ" میں الف تنبیہ اور وعید کے لئے لایا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارا دعوی شرک صحیح ہو پھر بھی وہ اس بات کا مستحق نہیں ہے کہ اس کی عبادت کی جائے کیونکہ جس چیز کے لئے نہ نقلی دلیل ہو نہ عقلی تو اس کو کیسے تسلیم کیا جائے، نقلی دلیل کسی آسمانی کتاب کی سند پیش کردیا کوئی علمی اصول پیش کرو جو عقلی دلیل بن سکے تو تمہاری بات مانیں اور "أَرَأَيْتُمْ" میں رؤیت عین مراد نہیں بلکہ یہ رؤیت علم کے معنی میں ہے، اس کا مفہوم ہے کیا تم کو علم ہے، کیا تمہیں خبر ہے، بعض نے اس کا ترجمہ "أَخْبِرُوْنِيْ" سے بھی کیا ہے۔

۳۱۸ - باب: «وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا أَتَعِدَانِنِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللهَ وَيْلَكَ آمِنْ إِنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ فَيَقُولُ مَا هٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ» /۱۷/.

۴۵۵۰: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ قَالَ: كَانَ مَرْوَانُ عَلَى الْحِجَازِ، اسْتَعْمَلَهُ مُعَاوِيَةُ، فَخَطَبَ فَجَعَلَ يَذْكُرُ يَزِيدَ بْنَ

(۴۵۵۰) وهذا الحديث لم يخرجه احد من اصحاب الستة سوى البخاري

مُعَاوِيَةَ لِكَيْ يُبَايَعَ لَهُ بَعْدَ أَبِيهِ ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ شَيْئًا ، فَقَالَ : خُذُوهُ ، فَدَخَلَ بَيْتَ عائِشَةَ فَلَمْ يَقْدِرُوا ، فَقَالَ مَرْوَانُ : إِنَّ هٰذَا الَّذِي أَنْزَلَ ٱللهُ فِيهِ : «وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا أَتَعِدَانِنِي» . فَقَالَتْ عائِشَةُ مِنْ وَرَاءِ ٱلْحِجَابِ : ما أَنْزَلَ ٱللهُ فِينَا شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ ، إِلَّا أَنَّ ٱللهَ أَنْزَلَ عُذْرِي .

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان بن الحکم کو حجاز کا امیر مقرر کیا تھا، انہوں نے ایک مرتبہ خطبہ دیا اور اس میں لوگوں سے حضرت معاویہؓ کے بعد ان کے بیٹے یزید کے ہاتھ پر بیعت کے لئے کہا، اس پر حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کچھ کہا، بعض روایت میں ہے کہ انہوں نے اس طریقہ کو قیصر و کسریٰ کا طریقہ کہہ کر اعتراض کیا کہ قیصر و کسریٰ کے ہاں باپ کے بعد بیٹے کی سلطنت قائم ہوتی تھی۔ (۱۱)

مروان ان کے اعتراض پر ناراض ہوئے اور کہا کہ ان کو پکڑو، حضرت عبدالرحمن حضرت عائشہؓ کے گھر میں چلے گئے اور ظاہر ہے ان کے گھر کسی کو جانے کی جرات نہیں ہوسکتی تھی اس لئے وہ ان کو پکڑ تو نہیں سکے البتہ کہنے لگے کہ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں قرآن کی یہ آیت اتری ہے "وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْہِ اُفٍّ لَّکُمَا...."

حضرت عائشہؓ نے پردے کے پیچھے سے مروان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا، قرآن میں ہمارے متعلق صرف میری براءت نازل ہوئی ہے، اس طرح کی کوئی آیت ہمارے متعلق نہیں اتری۔

۳۱۹ - باب : قَوْلِهِ : «فَلَمَّا رَأَوْهُ عارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قالُوا هٰذَا عارِضٌ مُمْطِرُنَا بَلْ هُوَ ما ٱسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رِيحٌ فِيهَا عَذابٌ أَلِيمٌ» /٢٤/ .

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : عَارِضٌ : السَّحَابُ .

٤٥٥١ : حدّثنا أَحْمَدُ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ وَهْبٍ : أَخْبَرَنَا عَمْرٌو : أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ ، عَنْ سُلَيْمانَ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، قالَتْ : ما رَأَيْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ ضَاحِكًا حَتَّى أَرَى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ ، إِنَّمَا كانَ يَتَبَسَّمُ . قالَتْ : وَكانَ إِذَا رَأَى غَيْمًا أَوْ رِيحًا عُرِفَ فِي وَجْهِهِ ، قالَتْ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْغَيْمَ فَرِحُوا ، رَجَاءَ أَنْ يَكُونَ فِيهِ المَطَرُ ، وَأَرَاكَ إِذَا رَأَيْتَهُ عُرِفَ فِي وَجْهِكَ الْكَرَاهِيَةُ ؟ فَقَالَ : (يَا عائِشَةُ ، ما يُؤْمِنُنِي أَنْ يَكُونَ

(۱۱) عمدۃ القاری: ۱۹/۱۶۹ و فتح الباری: ۸/۵۷۷

فِيهِ عَذَابٌ ؟ عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيحِ ، وَقَدْ رَأَى قَوْمٌ الْعَذَابَ ، فَقَالُوا : هٰذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا) .
[ر: ٣٠٣٤]

٣٢٠ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ مُحَمَّدٍ ﷺ .

«أَوْزَارَهَا» /٤/ : آثَامَهَا ، حَتَّى لَا يَبْقَى إِلَّا مُسْلِمٌ . «عَرَّفَهَا» /٦/ : بَيَّنَهَا .
وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا» /١١/ : وَلِيُّهُمْ . «عَزَمَ الْأَمْرُ» /٢١/ : جَدَّ الْأَمْرُ .
«فَلَا تَهِنُوا» /٣٥/ : لَا تَضْعُفُوا .
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «أَضْغَانَهُمْ» /٢٩/ : حَسَدَهُمْ . «آسِنٍ» /١٥/ : مُتَغَيِّرٍ .

اَوْزَارَهَا: آثَامَهَا، حتّٰى لَا يَبْقٰى اِلَّا مُسْلِمٌ

آیت میں "حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا" یہ یا تو "ضَرْبَ الرِّقَاب" کی غایت ہے یا "شَدُّ الْوَثَاق" کی اور یا "فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً" کی غایت ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ احکام اس وقت تک باقی رہیں گے جب تک سب کے سب ختم نہ ہوجائیں اور صرف مسلمان باقی رہ جائیں، آیت میں "اَوْزَار" "وِزْر" کی جمع ہے جس کے معنی بوجھ کے آتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے "اَوْزَار" کی تفسیر آثام یعنی گناہوں سے کی ہے، اس صورت میں ترجمہ ہوگا "یہاں تک کہ جنگ اپنے گناہوں کو رکھ دے" یعنی جنگ ختم ہوجائے کیونکہ جب تک جنگ ہوتی رہتی ہے عام طور سے طرفین میں کوئی نہ کوئی ضرور گناہ کا ارتکاب کرتا رہتا ہے کہ ناحق اور باطل پر لڑ رہا ہوتا ہے اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ لڑنے والی قوم جنگ کے گناہوں کو ختم کردے بایں طور کہ کفر اور شرک سے توبہ کرلے چنانچہ علامہ عینی ان دونوں معنوں کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا : ای آثَامَهَا و اَجْرَامَهَا، فیرتفع، وینقطع الحرب، لان الحرب لایخلو من الاثم فی احد الجانبین، وقیل: معناه: حتی یضع القوم المحاربون اوزارها و آثامها، بان یتوبوا من کفرهم، ویؤمنوا باللہ ورسولہ" (۱۲)

لیکن جمہور مفسرین "اَوْزَارَهَا" کی تفسیر ہتھیار اور اسلحہ سے کرتے ہیں اور آیت کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں کہ قتل و قتال اور قید و بند کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہے جب تک دشمن اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں۔ (۱۳)

---

(۱۲) عمدۃ القاری: ۱۹/۱۶۱

(۱۳) فتح الباری: ۸/۵۷۹

عَرَّفَهَا: بَيَّنَهَا

آیت کریمہ میں ہے "وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ" اس میں عرفها کے معنی ہیں بَيَّنَهَا یعنی ان کو جنت میں داخل کریگا جس کی ان کو پہچان کرادیگا (اور ہر جنتی اپنا گھر اور مقام پہچان لیگا)

مَوْلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا: وَلِيُّهُمْ

"ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَأَنَّ الْكَافِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ" یہ (مسلمانوں کی کامیابی اور کافروں کی تباہی) اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں، فرماتے ہیں آیت میں مَوْلٰى بمعنی وَلِيٌّ ہے۔

عَزَمَ الْأَمْرُ: جَدَّ الْأَمْرُ

"فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ" پھر جب تاکید ہو کام کی تو اگر سچے رہے اللہ سے تو ان کا بھلا ہے۔ فرماتے ہیں عَزَمَ الْأَمْرُ کے معنی ہیں جَدَّ الْأَمْرُ: یعنی معاملہ پختہ ہوگیا.... علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"یعنی ظاہر میں یہ لوگ فرمانبرداری کا اظہار اور زبان سے اسلام و احکام اسلام کا اقرار کرتے ہیں، مگر کام کی بات یہ ہے کہ عملاً خدا اور رسول کا حکم مانیں اور بات اچھی اور معقول کہیں پھر جب جہاد وغیرہ میں کام کی تاکید اور زور آپڑے اس وقت اللہ کے سامنے سچے ثابت ہوں تو یہ صورت ان کی بہتری اور بھلائی کی ہوگی، حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: یعنی حکم شرعی کو نہ ماننے سے کافر ہوجاتا ہے، اللہ کا حکم ہر طرح ماننا ہی چاہیئے، پھر رسول بھی جانتا ہے کہ نامردوں کو کیوں لڑوائے ہاں جب بہت ہی تاکید آپڑے اسی وقت لڑنا ضروری ہوگا، نہیں تو لڑنے والے بہت ہیں"۔

فَلَا تَهِنُوْا: لَا تَضْعُفُوْا

آیت کریمہ میں ہے "فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْا إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ" تو (اے مسلمانو) تم (کفار کے مقابلہ میں) ہمت مت ہارو اور (ہمت ہار کر ان کو) صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم (حقیقتاً) مومن ہو، فرماتے ہیں آیت میں لاتهنوا کے معنی ہیں تم ضعیف و کمزور مت بنو

أَضْغَانَهُمْ: حَسَدَهُمْ

آیت کریمہ میں ہے "أَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ أَضْغَانَهُمْ" جن لوگوں کے دلوں میں مرض (نفاق) ہے (اور اس کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں) کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہ کرے گا، فرماتے ہیں آیت کریمہ میں اَضْغَانَهُمْ کے معنی ہیں ان کا حسد، بغض

آسِنٍ: مُتَغَیِّرٍ

آیت کریمہ میں ہے "فِیهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَیْرِ آسِنٍ" اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا تغیر نہیں ہوگا، فرماتے ہیں آیت کریمہ میں آسِنٍ بمعنی مُتَغَیِّرٍ ہے یعنی اس پانی کے رنگ بو اور ذائقہ میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوگا۔

٣٢١ - باب : «وَتُقَطِّعُوا أَرْحامَكُمْ» /٢٢/.

٤٥٥٢ : حدَّثنا خالِدُ بْنُ مخلَدٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ قالَ : حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي مُزَرِّدٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قامَتِ الرَّحِمُ ، فَأَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ ، فَقَالَ لَهُ : مَهْ ، قالَتْ : هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ ، قالَ : أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ ؟ قالَتْ : بَلَى يَا رَبِّ ، قالَ : فَذَاكِ) . قالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : اقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ : «فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحامَكُمْ» .

حدَّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ : حَدَّثَنَا حاتِمٌ ، عَنْ مُعَاوِيَةَ قالَ : حَدَّثَنِي عَمِّي أَبُو الْحُبَابِ سَعِيدُ بْنُ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِهٰذَا ، ثُمَّ قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (اقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ : «فَهَلْ عَسَيْتُمْ») .

حدَّثنا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ : أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي الْمُزَرِّدِ بِهٰذَا ، قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (وَاقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ : «فَهَلْ عَسَيْتُمْ») . [٥٦٤١ ، ٥٦٤٢ ، ٧٠٦٣]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کی پیدائش سے فارغ ہوا تو رحم یعنی رشتہ داری نے کھڑے ہوکر اللہ جل شانہ کے دامن کو پکڑا، اللہ جل شانہ نے اس سے فرمایا کہ کیا ہے؟ عرض کیا قطع رحمی سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں، اللہ جل شانہ نے ارشاد

(۴۵۵۲) وایضاً فی التفسیر، باب وربک فکبر، رقم الحدیث: ۳۶۴۱، ۳۶۴۲، وفی الادب، باب من وصل وصلہ اللہ، رقم الحدیث: ۵۹۸۷، (مع الفتح)، وفی التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: یریدون ان یبدلوا کلام اللہ، رقم الحدیث: ۷۵۰۲، (مع الفتح)، واخرجہ النسائی فی التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم، رقم الحدیث: ۱۱۴۹۷/۱، واخرجہ مسلم فی الاداب، باب الصلۃ وتحریم قطیعتھا رقم الحدیث: ۲۵۵۴

فرمایا کہ کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جو تجھ کو جوڑے میں اس کو جوڑوں اور جو تجھ کو توڑے میں اس کو توڑوں، اس نے کہا "کیوں نہیں" اللہ جل شانہ نے فرمایا "ایسا ہی ہوگا" حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو "فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ...."

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ، قَامَتِ الرَّحِمُ

رحم رحمت سے مشتق ہے، قرابت اور رشتہ داری کو کہتے ہیں، قرابت عرض ہے یہاں اس کی طرف قیام کی نسبت کی ہے، ممکن ہے اللہ جل شانہ نے اس کو جسم میں کردیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ فرشتہ نے کھڑے ہوکر اس کی ترجمانی کی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کلام اپنے حقیقی معنوں میں نہ ہو بطور تشبیہ و تمثیل ہو جیساکہ آگے آرہا ہے۔

فَأَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ

حَقْو (حاء کے فتحہ اور قاف کے سکون کے ساتھ) معقد ازار کو کہتے ہیں یعنی ازار باندھنے کی جگہ اور ازار پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، یہ جملہ اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے کیونکہ اللہ جل شانہ ازار اور معقد ازار وغیرہ چیزوں سے پاک اور منزہ ہیں، بلکہ یہ کلام اھل عرب کی ایک مخصوص تعبیر کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے۔

عرب کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی شخص کسی کی پناہ میں آتا، یا اس کی مدد کا خواہاں ہوتا تو اپنے مقصد کی اہمیت کے پیش نظر وہ اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کرتا کہ اس شخص کے حقوازار پر دونوں ہاتھ رکھتا جس کی مدد درکار ہوتی یا وہ جس کی پناہ میں آنا چاہتا، اس طرح وہ متوجہ ہوتا۔

یہاں جس بات کو بیان کرنا مقصود ہے اس کو عرب ہی کے طرز کلام کی مثالی صورت میں واضح کیا گیا ہے چنانچہ رشتہ داری کا اپنے قطع سے اللہ تعالی کی پناہ مانگنے کے مفہوم کو بطور استعارہ مذکورہ عبارت میں بیان کیا گیا ہے ورنہ لغوی طور پر یہ الفاظ اپنے حقیقی معنی میں یہاں صادق نہیں آتے ہیں۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے اھل عرب کے ہاں جب کسی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ "یداہ مبسوطتان" تو اس سے مراد اس کی سخاوت اور فیاضی کو ظاہر کرنا ہوتا ہے، خواہ اس کے ہاتھ ہی نہ ہوں یا ایسی ذات ہو جس کے لئے ہاتھوں کا وجود ہی محال ہو جیسے حق تعالی شانہ ہیں۔

خلاصہ یہ کہ کلامِ عرب میں بہت سارے الفاظ ایسے مستعمل ہیں کہ وہ اپنے حقیقی معنوں میں نہیں ہوتے بلکہ دوسرے مفہوم میں ہوتے ہیں اور چونکہ قرآن کا نزول اور احادیث نبویؐ کا صدور عرب ہی کے طرز کلام، ان کے اسلوب اور ان کے محاورے کے مطابق ہوا ہے اس لئے قرآن اور حدیث میں اس قسم کے الفاظ جن پر متشابہات کا اطلاق ہوتا ہے، ان کی تاویل اور وضاحت میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیئے، رشتہ

داری ایک معنی ہے اس کے لئے قیام کرنا، پناہ مانگنا، جوڑنا اور کاٹنا یہ تمام الفاظ بطور تمثیل و تشبیہ کے ہیں جس سے اس بات کو واضح کرنا ہے کہ رحم گویا ایک ہستی ہے یا ایک ایسے شخص کی طرح ہے جو کھڑا ہو اور حق تعالی کی عظمت کا دامن پکڑ کر پناہ کا طلب گار ہو، اس سے رشتہ داری و قرابت کی فضیلت کو ثابت کرنا اور قطع رحمی کی مذمت کرنا مقصود ہے، چنانچہ علامہ طیبی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

وهذا القول مبنى على الاستعارة التمثيلية، كأنه شبه حالة الرحم وما هي عليه من الافتقار الى الصلة والذب عنها بحال مستجير، يأخذبحقو المستجار به، ثم اسند على سبيل الاستعارة التخييلية ماهولازم المشبه به من القيام، فيكون قرينة مانعة من إرادة الحقيقة، ثم رشحت الاستعارة بالقول والأخذ وبلفظ الحقو فهو استعارة اخرى (۱۴)

روایت کے آخر میں یہ آیت ہے "فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ" حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے "تَوَلَّيْتُمْ" کا ترجمہ حکومت مل جانے سے کیا ہے ان کا ترجمہ ہے "پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں" مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس کے تحت لکھتے ہیں۔

"یعنی حکومت و اقتدار کے نشے میں لوگ عموماً اعتدال و انصاف پر قائم نہیں رہا کرتے، دنیا کی حرص اور زیادہ بڑھ جاتی ہے، پھر جاہ و ملال کی کشمکش اور غرض پرستی میں جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں، جن کا آخری نتیجہ ہوتا ہے عام فتنہ و فساد اور ایک دوسرے سے قطع تعلق۔"

دوسرے علماء "تولی" کو بمعنی اعراض لے کر یوں مطلب لیتے ہیں کہ اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے اعراض کرو گے تو ظاہر ہے دنیا میں امن و انصاف قائم نہیں ہوسکتا اور جب دنیا میں امن و انصاف قائم نہیں ہوسکتا تو ظاہر ہے فساد، بدامنی اور حق ناشناسی کا دور دورہ ہوگا۔

اور بعض نے اس طرح تفسیر کی ہے کہ اگر تم ایمان لانے سے اعراض کرو گے تو زمانۂ جاہلیت کی کیفیت عود کر آئے گی جو خرابیاں اور فساد اس وقت تھے اور ادنی ادنی بات پر رشتے ناتے قطع ہوجاتے تھے، وہ ہی سب نقشہ پھر قائم ہوجائے گا۔

اور اگر آیت میں خاص منافقین سے خطاب مانا جائے تو ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر جہاد سے اعراض کرو گے تو تم سے یہی توقع کی جاسکتی ہے کہ اپنی منافقانہ شرارتوں سے ملک میں خرابی مچاؤ گے اور جن مسلمانوں سے تمہاری قرابتیں ہیں ان کی مطلق پروا نہ کرتے ہوئے کھلے کافروں کے مددگار بنو گے" (۱۵)

(۱۴) دیکھیے شرح الطیبی: ۱۵۳/۹، کتاب الآداب، باب البر والصلة بتغییر الالفاظ، وعمدة القاری: ۱۶۳/۱۹

(۱۵) دیکھیے تفسیر عثمانی: ۶۷۶ فائدہ نمبر ۷

٣٢٢ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْفَتْحِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ» /٢٩/ : السَّحْنَةُ ، وَقَالَ مَنْصُورٌ ، عَنْ مُجَاهِدٍ : التَّوَاضُعُ . «شَطْأَهُ» /٢٩/ : فِرَاخَهُ . «فَاسْتَغْلَظَ» /٢٩/ : غَلُظَ . «سُوقِهِ» /٢٩/ : السَّاقُ حَامِلَةُ الشَّجَرَةِ .

وَيُقَالُ : «دَائِرَةُ السَّوْءِ» /٦/ : كَقَوْلِكَ : رَجُلُ السَّوْءِ ، وَدَائِرَةُ السُّوءِ : الْعَذَابُ . «تُعَزِّرُوهُ» /٩/ : تَنْصُرُوهُ . «شَطْأَهُ» شَطْءُ السُّنْبُلِ ، تُنْبِتُ الْحَبَّةُ عَشْرًا ، أَوْ ثَمَانِيًا ، وَسَبْعًا ، فَيَقْوَى بَعْضُهُ بِبَعْضٍ ، فَذَاكَ قَوْلُهُ تَعَالَى : «فَآزَرَهُ» /٢٩/ : قَوَّاهُ ، وَلَوْ كَانَتْ وَاحِدَةً لَمْ تَقُمْ عَلَى سَاقٍ ، وَهُوَ مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِذْ خَرَجَ وَحْدَهُ ، ثُمَّ قَوَّاهُ بِأَصْحَابِهِ ، كَمَا قَوَّى الْحَبَّةَ بِمَا يَنْبُتُ مِنْهَا .

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ: السَّحْنَةُ

آیت میں ہے "سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ" سجدوں کی تاثیر سے ان کے چہروں پر آثار نمایاں ہیں، اس میں "سِيمَا" کا ترجمہ امام نے اَلسَّحْنَةُ سے کیا ہے جس کے معنی جلد کی نرمی اور تازگی کے آتے ہیں، سین کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

منصور نے مجاہد سے اس کے معنی تواضع کے نقل کئے ہیں یعنی سجود کے اثر سے ان کے چہروں میں عاجزی، انکساری اور تواضع نمایاں ہوتی ہے۔

اور تیسرا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سجدے کے اثر کی وجہ سے ان کے چہروں میں سجدے کے نشان ہوتے ہیں۔

فَاسْتَغْلَظَ: غَلُظَ

آیت کریمہ میں ہے "فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوىٰ عَلىٰ سُوقِهِ" فرماتے ہیں اس میں اِسْتَغْلَظَ کے معنی ہیں غَلُظَ: یعنی موٹا ہوا۔

شَطْأَهُ: فِرَاخَهُ

"كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ" ابتداءً پودے کی جو سوئی نکلتی ہے اسے شطأ کہتے ہیں۔

دَائِرَةُ السَّوْءِ: کقولک: رَجُلُ السَّوْءِ، وَدَائِرَةُ السُّوْءِ: العَذَابُ

آیت میں ہے "عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ" اس میں دائرۃ السوء سے عذاب مراد ہے: بری گردش، "سَوء" اگر سین کے فتحہ کے ساتھ ہو تو مضاف الیہ واقع ہوتا ہے۔

تُعَزِّرُوْهُ: تَنْصُرُوْهُ

آیت کریمہ میں ہے "لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ" اس میں تُعَزِّرُوْهُ کے معنی ہیں تم ان کی مدد کرو۔

شَطْأَهٗ: شَطْءُ السُّنْبُلِ، تُنْبِتُ الْحَبَّةُ عَشْرًا.... فَيُقَوِّيْ بَعْضُهٗ بِبَعْضٍ

"أَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَآزَرَهٗ" فرماتے ہیں کہ "شَطْأَهٗ" میں ضمیر "سنبل" کی طرف راجع ہے سنبل یعنی بالی کی سوئی.... ایک دانہ کبھی دس، کبھی آٹھ اور کبھی سات بالیاں اور شاخیں اگاتا ہے، پھر ہر ایک سے دوسرے کو تقویت پہنچتی ہے، اسی کا ذکر "فَآزَرَهٗ" میں اللہ تعالیٰ نے کیا ہے جس کے معنی "قَوَّاهٗ" کے ہیں اگر ایک ہی بالی نمودار ہوتی تو وہ ایک تنے پر قائم نہ رہ سکتی۔

یہ مثال اللہ جل شانہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیان فرمائی ہے کہ ابتدا میں تو آپ تنہا نکلے تھے پھر اللہ جل شانہ نے صحابہ کے ذریعہ سے آپ کو مضبوط اور قوی بنایا جیسا کہ دانہ کو اللہ نے ان چیزوں سے قوت دی جو دانہ سے اگتی ہیں۔

٣٢٣ - باب: «إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا» /١/.

٤٥٥٣ : حدّثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كانَ يَسِيرُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ ، وَعُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ يَسِيرُ مَعَهُ لَيْلاً ، فَسَأَلَهُ عُمَرُ آبْنُ الخَطَّابِ عَنْ شَيْءٍ فَلَمْ يُجِبْهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ، ثُمَّ سَأَلَهُ فَلَمْ يُجِبْهُ ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ : ثَكِلَتْ أُمُّ عُمَرَ ، نَزَرْتَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، كُلَّ ذٰلِكَ لَا يُجِيبُكَ ، قالَ عُمَرُ : فَحَرَّكْتُ بَعِيرِي ثُمَّ تَقَدَّمْتُ أَمامَ النَّاسِ ، وَخَشِيتُ أَنْ يُنْزَلَ فِيَّ القُرْآنُ ، فَمَا نَشِبْتُ أَنْ سَمِعْتُ صَارِخًا يَصْرُخُ بِي ، فَقُلْتُ : لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ يَكُونَ نَزَلَ فِيَّ قُرْآنٌ ، فَجِئْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ، فَقَالَ : «لَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُورَةٌ لَهِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ

عَلَيْهِ الشَّمْسُ. ثُمَّ قَرَأَ : «إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا» . [ر : ٣٩٤٣]

٤٥٥٤ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : سَمِعْتُ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ : «إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا» . قَالَ : الحُدَيْبِيَةُ . [ر : ٣٩٣٩]

٤٥٥٥ : حدّثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللَّهِ ٱبْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ : قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ سُورَةَ الْفَتْحِ ، فَرَجَّعَ فِيهَا . قَالَ مُعَاوِيَةُ : لَوْ شِئْتُ أَنْ أَحْكِيَ لَكُمْ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ ﷺ لَفَعَلْتُ . [ر : ٤٠٣١]

٣٢٤ - باب : قَوْلُهُ : «لِيَغْفِرَ لَكَ ٱللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا» /٢/ .

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ فتح نعمتِ خداوندی ہے اور نعمت پر شکر مرتب ہونا چاہیئے، یہاں شکر کے بجائے مغفرت کو مرتب کیا گیا ہے۔

حضرت انور شاہ کشمیری صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شاید شکر اور مغفرت کے درمیان کوئی معنوی مناسبت ہے، اس مناسبت کی وجہ سے ایک کو دوسری کی جگہ رکھتے ہیں، نماز کے بعد استغفار کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ وہ موقع شکر کا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے حق میں دنیا اور آخرت کی نعمتیں توامین کی شکل میں ہوتی ہیں، وہ دنیوی نعمت کے ساتھ ساتھ اخروی نعمت سے بھی سرفراز کئے جاتے ہیں، چنانچہ فتح مکہ کا ذکر آیت میں کیا گیا جو ایک دنیوی نعمت ہے تو اس کے ساتھ ساتھ اخروی نعمت کا بھی ذکر کیا گیا کہ ہم نے آپ کو مغفور قرار دیا۔ (۱۶)

لیکن یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر فتح مکہ دینوی نعمت ہے اور اسی کے ساتھ اخروی نعمت مغفرت کا ذکر کیا جارہا ہے تو پھر یہ لام تعلیل کس لئے ہے ؟

امام رازی رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا کہ دراصل فتح مکہ حج کا سبب بنی فتح مکہ سے قبل مسلمانوں کے لئے حج کرنا ممکن نہ تھا کہ مشرکین کا وہاں تسلط تھا، فتح مکہ کے بعد حج کا راستہ کھل گیا اور حج سبب ہے مغفرت ذنوب کے لئے، اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے "اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ...." کے بعد "....لِیَغْفِرَ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ" کا ذکر فرمایا (۱۷)

اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "فتح مبین کے اس مغفرت کے لئے سبب ہونے کی وجہ

(۱۶) دیکھیے فیض الباری: ۲۲۳/۴

(۱۷) تفسیر کبیر: ۷۸/۲۸

یہ ہے کہ اس فتح مبین سے بہت لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے اور اسلام کی دعوت کا عام ہوجانا آپ کی زندگی کا مقصد عظیم اور آپ کے اجر و ثواب کو بہت بڑھانے والا ہے اور اجر و ثواب کی زیادتی سبب ہوتی ہے کفارہ سیئات کی" (۱۸)

بعض حضرات نے کہا کہ یہاں درحقیقت عبارت محذوف ہے اور وہ ہے "اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا، فَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ" (۱۹)

حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ آیت دنیوی اور اخروی نعمتوں کے لئے جامع ہے، دنیوی نعمتوں کی پھر دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہوتی ہیں جن کا تعلق دین سے بھی ہوتا ہے اور دوسری وہ جو خالص دنیوی شمار ہوتی ہیں "وَیَھْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا" میں اللہ تعالیٰ نے اس دنیوی نعمت کا ذکر کیا ہے جس کا دین سے تعلق ہے۔ صراط مستقیم کی ہدایت بہت بڑی نعمت ہے اور یہ دنیا میں عطا کی گئی ہے لیکن اس کا تعلق دین سے ہے کہ اس سے انسان کے دین کی حفاظت ہوتی ہے "وَیَنْصُرَکَ اللّٰہُ نَصْرًا عَزِیْزًا" میں اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کا ذکر کیا ہے جو ظاہراً دنیا ہی سے متعلق ہے اور خالصا دنیا سے اس کا ربط ہے۔

اخروی نعمتوں کی بھی دو قسمیں ہیں ایک ثبوتیہ اور دوسری سلبیہ "لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ...." میں نعم اخرویہ سلبیہ کا ذکر ہے "وَیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ" میں نعم اخرویہ ثبوتیہ کا ذکر ہے، اس میں ان نعمتوں کی طرف اشارہ ہے جن کا حدیث میں ذکر ہے "مالا عین رأت، ولا اذن سمعت، ولا خطر علی قلب بشر" اس میں اللہ کی رضا بھی داخل ہے، اللہ جل شانہ کی رویت اور دیدار بھی شامل ہے (۲۰)

٤٥٥٦ : حَدَّثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ : حَدَّثَنَا زِيَادٌ ، هُوَ ابْنُ عِلَاقَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ الْمُغِيرَةَ يَقُولُ : قامَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ ، فَقِيلَ لَهُ : غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ما تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَما تَأَخَّرَ ، قالَ : (أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا) . [ر : ١٠٧٨]

٤٥٥٧ : حدّثنا الحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَحْيَى : أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ : سَمِعَ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ كانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ ، فَقالَتْ عائِشَةُ : لِمَ تَصْنَعُ هٰذَا يا رَسُولَ اللّٰهِ ، وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ما

(۱۸) بیان القرآن: ۲۸/۲ (جلد ۱۱)

(۱۹)

(۲۰)

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَما تَأَخَّرَ؟ قالَ : (أَفَلا أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا) . فَلَمَّا كَثُرَ لَحْمُهُ صَلَّى جالِسًا ، فَإِذا أَرادَ أَنْ يَرْكَعَ ، قامَ فَقَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ .

فَلَمَّا كَثُرَ لَحْمُهُ، صَلّٰى جالِسًا

داودی نے اس پر اشکال کیا ہے کہ صحیح "فَلَمَّا بَدَّنَ" ہے، بدن کے معنی آتے ہیں اَسَنَّ جب آپ کی عمر زیادہ ہوگئی، راوی نے روایت بالمعنی کرتے ہوئے اپنی طرف سے "بدن" کا ترجمہ "کثرلحمہ" سے کیا ہے، ابن جوزی نے بھی اس پر اشکال کیا اور کہا کہ "کثرلحمہ" درست نہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں سے کسی نے بھی یہ نقل نہیں کیا کہ آپ فربہ اندام تھے اور آپ فربہ اندام کیسے ہوسکتے ہیں کہ دن میں کبھی دو مرتبہ آپ نے جو کی روٹی سیر ہوکر تناول نہیں فرمائی ہے، لہذا ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ راوی نے اپنی طرف سے "بدن" کو "کثرلحمہ" سے تعبیر کیا۔

حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ راوی پر اس قسم کا گمان کرنا خلاف ظاہر ہے، ابن جوزی کا یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن میں کبھی دو مرتبہ سیر ہوکر کھانا نہیں کھایا اس لئے آپ فربہ اندام نہیں ہوسکتے محل نظر ہے، کیونکہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں شمار کیا جاتا ہے، بھوک کے باوجود آپؐ ایک رات میں نوازواج مطہرات کے پاس جاتے تو بھوک کے ساتھ اگر یہ ممکن ہے تو قلت طعام کے باوجود جسم اطہر میں کثرت لحم کیونکر ناممکن ہوسکتا ہے، چنانچہ ابن جوزی کے استدلال پر رد کرتے ہوئے حافظ لکھتے ہیں۔

وفی استدلاله بانه لم يشبع من خبز الشعير نظر، فانه يكون من جملة المعجزات، كمافی كثرة الجماع، وطوافه فی الليلة الواحدة على تسع، واحدى عشرة مع عدم الشبع، وضيق العيش، وای فرق بين كثير المنی مع الجوع وبين وجود كثرة اللحم فی البدن مع قلة الاكل (۲۱)

اس لئے روایت میں "فلما کثرلحمہ" کو غلط کہنا اور راوی کی بدفہمی قرار دینا درست نہیں ہے، ہاں البتہ اتنی بات ہے کہ آپ کے جسم مبارک میں فربہی ایسی نہیں تھی کہ جس سے آپ کے حسن و جمال میں کمی اور خلل واقع ہو۔

۳۲۵ – باب : «إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا» /۸/ .

۴۵۵۸ : حدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنا عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ هِلالِ بْنِ

(۲۱) فتح الباری: ۸/۵۸۵

أَبِي هِلَالٍ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ هٰذِهِ الآيَةَ الَّتِي فِي الْقُرْآنِ : «يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا» . قَالَ فِي التَّوْرَاةِ : يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا ، وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ ، أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي ، سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ ، لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ ، وَلَا سَخَّابٍ بِالْأَسْوَاقِ ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَةَ بِالسَّيِّئَةِ ، وَلٰكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ ٱللهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ ، بِأَنْ يَقُولُوا : لَا إِلٰهَ إِلَّا ٱللهُ ، فَيَفْتَحَ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا ، وَآذَانًا صُمًّا ، وَقُلُوبًا غُلْفًا . [ر : ٢٠١٨]

ابوذر اور ابوعلی بن سکن کی روایت میں عبداللہ بن مسلمہ ہیں (٢٢) ان کے علاوہ باقی روایات میں "عبداللہ" ہے والد کا نام مذکور نہیں، ابوعلی جیانی نے کہا کہ یہ عبداللہ بن صالح ہیں، حافظ مزی نے اس کو ترجیح دی ہے وجہ ترجیح انہوں نے یہ ذکر کی کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بعینہ یہ حدیث اپنی کتاب "الادب المفرد" میں "عبداللہ بن صالح عن عبدالعزیز" کی سند سے نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی عبداللہ سے عبداللہ بن صالح مراد ہیں۔ (٢٣)

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا اس روایت کو "عبداللہ بن صالح" سے نقل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہاں بخاری میں بھی اسی سے نقل کیا ہے کیونکہ بسا اوقات ایک ہی روایت دو مختلف شیوخ سے امام نقل کرتے ہیں (٢٤) یہ روایت کتاب البیوع میں گزر چکی ہے۔ (٢٥)

٣٢٦ - باب : «هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ» /٤/.

٤٥٥٩ : حدّثنا عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ مُوسَى ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : بَيْنَمَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَقْرَأُ ، وَفَرَسٌ لَهُ مَرْبُوطٌ فِي الدَّارِ ، فَجَعَلَ يَنْفِرُ ، فَخَرَجَ الرَّجُلُ فَنَظَرَ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا ، وَجَعَلَ يَنْفِرُ ، فَلَمَّا أَصْبَحَ ذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : (السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْآنِ) . [ر : ٣٤١٨]

اس روایت میں جس شخص کا واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ مشہور صحابی حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ہیں، سکینہ کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں، مشہور قول یہ ہے کہ سکینہ ایک معنوی شئی ہے جو

(٢٢) فتح الباری: ٥٨٥/٨

(٢٣) فتح الباری: ٥٨٥/٨ و عمدۃ القاری: ١٦٨/١٩

(٢٤) فتح الباری: ٥٨٥/٨

(٢٥) دیکھیے صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کراہۃ السخب فی السوق

سکون اور اطمینان کی کیفیت لئے ہوئی انسان پر اللہ جل شانہ کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ (۲۶)

بعضوں نے کہا کہ یہ سات فرشتوں کی ایک جماعت کا نام ہے۔ (۲۷)

علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ایک خاص مخلوق ہوتی ہے جس کے اندر طمانینت اور رحمت ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ملائکہ کی جماعت بھی ہوتی ہے۔ (۲۸)

امام راغب نے فرمایا کہ یہ فرشتہ ہوتا ہے جو مومن کے دل کو سکون اور اطمینان پہنچاتا ہے۔ (۲۹)

ایک قول یہ بھی ہے کہ سکینہ دل سے رعب و خوف کے ختم ہونے کا نام ہے۔ (۳۰)

۳۲۷ – باب : «إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ» /۱۸/ .

۴۵۶۰ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ جابِرٍ قالَ : كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَلْفًا وَأَرْبَعَمِائَةٍ . [ر : ۳۳۸۳]

۴۵۶۱ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا شَبَابَةُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ قالَ : سَمِعْتُ

---

(۲۶) دیکھیے تفسیر روح المعانی: ۱۳/ ۱۱۲

(۲۷)

(۲۸) مجمع بحار الانوار: ۹۳/۳ وشرح مسلم للنووی: ۲۶۸/۱، کتاب فضائل القرآن، باب نزول السکینۃ لقراءۃ القرآن۔

(۲۹) المفردات للراغب: ۲۳۷

(۳۰) المفردات للراغب: ۲۳۷ وقال ابن الاثیر فی النهایة فی غریب الحدیث: ۳۸۶/۲: السکینة التی ذکرها اللہ فی کتابہ العزیز، قیل فی تفسیرها انها حیوان له وجه کوجه الانسان مجتمع، وسائرها خلق رقیق کالریح والهواء، وقیل: هی صورة کالهرة کانت معهم فی جیوشهم، فاذا ظهرت، انهزم اعداؤهم، وقیل: هی ماکانوا یسکنون الیه من الایات التی اعطیها موسیٰ علیه السلام.... وفی مجمع بحار الانوار: ۹۳/۳: المختار انها شئی من مخلوقاته فیه طمانینة ورحمة، ومعه ملائکة، وقیل: الاظهر انها الملائکة، وقیل: هو مایحصل به السکون، وصفاء القلب، وذهاب الظلمة النفسانیة، ونزول ضیاء الرحمة، وحصول الذوق۔ وقیل، وقیل وقیل، وقال الشوکانی رحمه اللہ بعد سرد الاقوال المختلفة: "هذه التفاسیر المتناقضة وانظر الی جعلهم تارة حیوانا، وتارة جماداً، وتارة شیئاً لایعقل.... ولا یصح ان یکون مثل هذه التفاسیر المتناقضة مرویا عن النبی صلی اللہ علیه وسلم.... اذا تقرر لک هذا عرفت ان الواجب الرجوع فی مثل ذلک الی معنی السکینة لغة، وهو معروف، ولا حاجة الی رکوب هذه الامور المتعسفة المتناقضة" (وانظر فتح القدیر: ۲۲۷/۱ ـ سورة البقرة)۔

(۴۵۶۱) وایضاً فی الذبائح والصید، باب الخذف والبندقة، رقم الحدیث: ۵۴۷۹، وفی کتاب الادب، باب النهی عن الخذف، رقم الحدیث: ۶۲۲۰، واخرجه مسلم فی الذبائح، باب اباحة الارنب، رقم الحدیث: ۸۹۵۳، واخرجه ابوداؤد فی الادب، باب فی الخذف، رقم الحدیث: ۵۲۷۰، واخرجه ابن ماجه فی الصید، باب النهی عن الخذف، رقم الحدیث: ۳۲۲۶، ۳۲۲۷

والروایة الثانیة اخرجها الترمذی، باب ماجاء فی کراهیة البول فی المغتسل رقم الحدیث: ۲۱، واخرجها ابوداؤد، کتاب الطهارة رقم الحدیث: ۲۷ واخرجها ابن ماجه، باب کراهیة البول فی المغتسل رقم الحدیث: ۳۰۳ واخرجها النسائی فی الطهارة، باب کراهیة الموت فی المستحم ۱۵/۱

عُقْبَةَ بْنَ صُهْبَانَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ : إِنِّي مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ ، نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْخَذْفِ .

وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهْبَانَ قالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ الْمُغَفَّلِ الْمُزَنِيَّ : فِي الْبَوْلِ فِي الْمُغْتَسَلِ .

[٥١٦٢ ، ٥٨٦٦]

اس حدیث میں "اِنی مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَة" کا تعلق ترجمة الباب سے ہے، اس کے بعد دو حدیثیں ایک مرفوع اور دوسری موقوف ذکر کی ہیں اور دونوں کا تعلق ترجمة الباب سے نہیں ہے، حدیث مرفوع ہے "نهى النبى صلى الله عليه وسلم عن الخذف" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکری پھینکنے سے منع فرمایا، یہ حدیث امام بخاری نے آگے کتاب الادب میں تفصیلاً نقل کی ہے، یہ حدیث مرفوع عقبہ بن صُہبان حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے بطریق عنعنہ نقل کررہے ہیں۔

اس کے بعد امام نے دوسری حدیث موقوف ذکر کی، عقبہ بن صُہبان فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مغفل کو سنا غسل خانے میں پیشاب کے بارے میں (کہ اس سے منع کیا گیا ہے) امام بخاری اس حدیث موقوف کو ذکر کرکے بتانا چاہتے ہیں کہ عقبہ بن صہبان کی عبداللہ بن مغفل سے سماع کی تصریح منقول ہے کیونکہ اس میں "سمعتُ عبدَاللہ بن المغفل" کے الفاظ ہیں، اس حدیث موقوف کے بارے میں علامہ عینی فرماتے ہیں:

"وهذا أخرجه اصحاب السنن الأربعة، عن الحسن، عن عبدالله بن مغفل، ان النبى صلى الله عليه وسلم نهى ان يبول الرجل فى مستحمه، وقال: ان عامة الوسواس منه، وهذا لفظ الترمذى، أخرجه فى الطهارة عن على بن حجر، وأخرجه ابوداؤد فيه عن احمد بن حنبل.... وأخرجه النسائى فيه عن على بن حجر، وأخرجه ابن ماجه فيه عن محمد بن يحيى" (*)

٤٥٦٢ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ خالِدٍ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ .

[ر : ٣٩٣٨]

٤٥٦٣ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحٰقَ السُّلَمِيُّ : حَدَّثَنَا يَعْلَى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ سِيَاهٍ ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ قالَ : أَتَيْتُ أَبَا وَائِلٍ أَسْأَلُهُ . فَقَالَ : كُنَّا بِصِفِّينَ ، فَقَالَ رَجُلٌ : أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُدْعَوْنَ إِلَى كِتَابِ ٱللهِ ، فَقَالَ عَلِيٌّ : نَعَمْ ، فَقَالَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ : اتَّهِمُوا

(*) عمدة القاری: ١٩/١٧٩

أَنْفُسَكُمْ ، فَلَقَدْ رَأَيْتُنَا يَوْمَ الحُدَيْبِيَةِ ، يَعْنِي الصُّلْحَ الَّذِي كانَ بَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ وَالْمُشْرِكِينَ ، وَلَوْ نَرَىٰ قِتَالاً لَقَاتَلْنَا ، فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ : أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ ، أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الجَنَّةِ ، وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ ؟ قالَ : (بَلَى) . قالَ : فَفِيمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا وَنَرْجِعُ ، وَلَمَّا يَحْكُمِ اللهُ بَيْنَنَا ؟ فَقَالَ : (يَا ابْنَ الخَطَّابِ ، إِنِّي رَسُولُ اللهِ ، وَلَنْ يُضَيِّعَنِي اللهُ أَبَدًا) . فَرَجَعَ مُتَغَيِّظًا فَلَمْ يَصْبِرْ حَتَّى جاءَ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ : يَا أَبَا بَكْرٍ ، أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ ، قالَ : يَا ابْنَ الخَطَّابِ ، إِنَّهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَلَنْ يُضَيِّعَهُ اللهُ أَبَدًا ، فَنَزَلَتْ سُورَةُ الْفَتْحِ .

[ر : ٣٠١٠]

٣٢٨ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الحُجُرَاتِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «لَا تُقَدِّمُوا» /١/ : لَا تَفْتَاتُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ حَتَّى يَقْضِيَ اللهُ عَلَى لِسَانِهِ . «امْتَحَنَ» /٣/ : أَخْلَصَ . «تَنَابَزُوا» /١١/ : يُدْعَى بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ . «يَلِتْكُمْ» /١٤/ : يَنْقُصْكُمْ . «أَلَتْنَاهُمْ» الطور/٢١. نَقَصْنَا .

لاتقدموا: لاتفتاتوا على رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى يقضى الله على لسانه

آیت کریمہ میں ہے "یاایھا الذین آمنوا لاتقدموا بین یدي الله ورسوله" اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول (کی اجازت سے) پہلے تم (کسی قول یا فعل میں) سبقت نہ کیا کرو۔

فرماتے ہیں آیت میں لاتقدموا کے معنی ہیں لاتفتاتوا: تم آگے مت بڑھو، تفتاتوا "فوت" سے ماخوذ ہے جس کے معنی آگے بڑھ جانے اور وقت گزر جانے کے ہیں۔

یلتکم: ینقصکم

آیت کریمہ میں ہے "وان تطیعوا الله ورسوله لا یلتکم من اعمالکم شیئا" اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مان لو تو اللہ تمہارے اعمال میں سے ذرا بھی کم نہ کرے گا۔

امتحن: اخلص

آیت کریمہ میں ہے "ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول الله اولئک الذین امتحن الله قلوبھم للتقوی" بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالی نے تقوی کے لئے خاص کردیا ہے، فرماتے ہیں آیت میں امتحن کے معنی ہیں خالص کرلیا، چن لیا۔

٣٢٩ – باب : «لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ» الآيَةَ /٢/.

«تَشْعُرُونَ» تَعْلَمُونَ ، وَمِنْهُ الشَّاعِرُ .

٤٥٦٤ : حدّثنا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ بْنِ جَمِيلٍ اللَّخْمِيُّ : حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قالَ : كادَ الْخَيِّرَانِ أَنْ يَهْلِكَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، رَفَعَا أَصْوَاتَهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ قَدِمَ عَلَيْهِ رَكْبُ بَنِي تَمِيمٍ ، فَأَشَارَ أَحَدُهُما بِالْأَقْرَعِ بْنِ حابِسٍ أَخِي بَنِي مُجَاشِعٍ ، وَأَشَارَ الآخَرُ بِرَجُلٍ آخَرَ ، قالَ نَافِعٌ : لَا أَحْفَظُ اسْمَهُ ، فَقالَ : أَبُو بَكْرٍ لِعُمَرَ : ما أَرَدْتَ إِلَّا خِلَافِي ، قالَ : ما أَرَدْتُ خِلَافَكَ ، فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا في ذٰلِكَ ، فَأَنْزَلَ اللهُ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ» . الآيَةَ . قالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ : فَمَا كانَ عُمَرُ يُسْمِعُ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعْدَ هٰذِهِ الآيَةِ حَتَّى يَسْتَفْهِمَهُ . وَلَمْ يَذْكُرْ ذٰلِكَ عَنْ أَبِيهِ ، يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ . [ر : ٤١٠٩]

تَشْعُرُوْنَ: تَعْلَمُوْنَ: وَمِنْهُ الشَّاعِرُ

آیت کریمہ میں ہے "وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ" فرماتے ہیں اس میں تَشْعُرُوْنَ بمعنی تَعْلَمُوْنَ ہے اور اسی سے ہے شاعر بمعنی جاننے والا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ آیت حضرات شیخین کے بارے میں نازل ہوئی ہے ، جبکہ ابن عطیہ کہتے ہیں کہ مذکورہ آیت بنو تمیم کے اعراب کے متعلق نازل ہوئی ہے جب انہوں نے آکر آپ کی خدمت میں زور سے بولنا شروع کیا اور حضرات شیخین کے متعلق ابن جُریج کی روایت کے مطابق آیت "یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ" نازل ہوئی ہے ۔ (۳۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے ، اگرچہ حضرت عمرؓ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے بارے میں آیت "یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتُقَدِّمُوْا" نازل ہوئی ہے لیکن اس آیت سے متصل چونکہ آگے آیت "یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَاتَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ" ہے اس لئے حضرت عمرؓ نے بھی اس آیت کی وجہ سے آپ کی خدمت میں آہستہ بولنے کا اہتمام شروع کیا۔ (۳۲)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ مذکورہ دونوں واقعات ساتھ ساتھ پیش آئے ہوں نیز حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے مکالمہ میں ان کی آواز بلند ہوئی ہو اور دونوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہو، اس

(۳۱) فتح الباری: ۵۹۱/۸

(۳۲) فتح الباری: ۵۹۱/۸

لئے روایتِ باب اور آیتِ باب کا بہرحال ایک دوسرے کے ساتھ تعلق ہے اور امام بخاری معمولی مناسبت اور تعلق سے روایات ذکر کردیتے ہیں۔

حضرات شیخین کے درمیان جو مکالمہ ہوا اس کی تفصیل کتاب المغازی میں "وفد بنی تمیم" کے تحت گزر چکی ہے۔ (۳۳)

٤٥٦٥ : حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ : حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ عَوْنٍ قالَ : أَنْبَأَنِي مُوسَى بْنُ أَنَسٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ ٱفْتَقَدَ ثابِتَ بْنَ قَيْسٍ ، فَقالَ رَجلٌ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، أَنا أَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ ، فَأَتاهُ فَوَجَدَهُ جالِسًا في بَيْتِهِ ، مُنَكِّسًا رَأْسَهُ ، فَقالَ لهُ : ما شَأْنُكَ ؟ فَقالَ : شَرٌّ ، كانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ ، وَهْوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ . فَأَتَى الرَّجلُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ قالَ كَذَا وَكَذَا ، فَقالَ مُوسَى : فَرَجَعَ إِلَيْهِ المَرَّةَ الآخِرَةَ بِبِشارَةٍ عَظِيمَةٍ ، فَقالَ : (ٱذْهَبْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ : إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ ، وَلٰكِنَّكَ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ) . [ر : ٣٤١٧]

فَقَالَ رَجُلٌ: يَارَسُولَ اللّٰهِ، أَنَا أَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ

یہ آدمی کون تھا، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حضرت سعد بن معاذؓ تھے (۳۴) اور صحیح مسلم کی روایت میں بھی ان کا نام ہے (۳۵) لیکن حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس پر اشکال کیا ہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ تو غزوہ خندق کے بعد سنہ ۵ھ میں شہید ہوچکے تھے اور مذکورہ آیت کا تعلق وفد بنی تمیم سے ہے جو سنہ ۹ھ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس لئے تاریخی لحاظ سے حضرت سعد بن معاذؓ کا نام لینا درست نہیں ہے (۳۶)

ابن منذر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آدمی حضرت سعد بن عبادۃؓ تھے (۳۷) اور ابن جریر نے عاصم بن عدی کا نام لیا (۳۸) اور بعض نے حضرت ابومسعود انصاریؓ کا نام لیا ہے (۳۹)

(۳۳) دیکھیے کشف الباری، کتاب المغازی: ۵۹۰

(۳۴) فتح الباری: ۵۹۲/۸

(۳۵) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب مخافۃ المؤمن ان یحبط عملہ: ۷۵/۱

(۳۶) تفسیر ابن کثیر: ۲۰۷/۴

(۳۷) عمدۃ القاری، باب علامات النبوۃ: ۱۳۵/۱۶

(۳۸) دیکھیے تفسیر ابن جریر: و تفسیر ابن کثیر: ۲۰۷/۴

(۳۹) فتح الباری: ۵۵۲/۸

۳۳۰ - باب : «إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ» /٤/.

٤٥٦٦ : حدّثنا الحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قالَ : أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُمْ : أَنَّهُ قَدِمَ رَكْبٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : أَمِّرِ الْقَعْقَاعَ بْنَ مَعْبَدٍ ، وَقَالَ عُمَرُ : بَلْ أَمِّرِ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : ما أَرَدْتَ إِلَى - أَوْ : إِلَّا - خِلَافِي ، فَقَالَ عُمَرُ : ما أَرَدْتُ خِلَافَكَ ، فَتَمَارَيَا حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا ، فَنَزَلَ فِي ذٰلِكَ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَرَسُولِهِ» . حَتَّى انْقَضَتِ الْآيَةُ . [ر : ٤١٠٩]

یہاں بھی حضرات شیخین کا واقعہ اس آیت کے تحت امام نے نقل فرمایا ہے حالانکہ مذکورہ آیت حضرات شیخین کے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ یہ جفاۃ اعراب کے متعلق نازل ہوئی ہے جن میں سے کسی نے آکر زور سے "یامحمد" کا نعرہ دیہاتی طریقہ سے آپ کو بلانے کے لئے لگایا تو یہ آیت نازل ہوئی (۴۰)

لیکن اس کا جواب وہی ہے کہ حضرات شیخین کے متعلق سورۃ کی ابتدائی آیت نازل ہوئی ہے تاہم یہ آیت بھی اس کے قریب اور آپ کے ساتھ ادب اور برتاؤ کا معاملہ اس آیت میں بھی ابتدائی آیت کی طرح سکھایا گیا ہے اس مناسبت سے یہ یہاں ذکر کی گئی ہے۔ (واللہ اعلم)

۳۳۱ - بَاب : قَوْلِهِ : «وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ» /٥/.

اس آیت کے تحت امام نے کوئی روایت نقل نہیں کی ہے، علامہ عینی لکھتے ہیں "والظاهر انه أخلی موضع الحدیث، فامالم یظفر بشئی علی شرطه او ادرکه الموت" (۴۱)

۳۳۲ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ قٓ

«رَجْعٌ بَعِيدٌ» /٣/ : رَدٌّ . «فُرُوجٍ» /٦/ : فُتُوقٍ ، وَاحِدُهَا فَرْجٌ . «مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ» /١٦/ : وَرِيدَاهُ فِي حَلْقِهِ ، وَالحَبْلُ : حَبْلُ الْعَاتِقِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «ما تَنْقُصُ الْأَرْضُ» /٤/ : مِنْ عِظَامِهِمْ . «تَبْصِرَةً» /٨/ : بَصِيرَةً . «حَبَّ

(۴۰) دیکھیے تفسیر ابن کثیر: ۲۰۸/۴ و اسباب النزول للسیوطی: ۱۹۴-۱۹۵

(۴۱) عمدۃ القاری: ۱۸۴/۱۹

الحَصِيدِ» /٩/ : الحِنطَةُ . «بَاسِقَاتٍ» /١٠/ : الطِّوَالُ . «أَفَعَيِينَا» /١٥/ : أَفَأَعْيَا عَلَيْنَا ، حِينَ أَنْشَأَكُمْ وَأَنْشَأَ خَلْقَكُمْ . «وَقَالَ قَرِينُهُ» /٢٣/ : الشَّيْطَانُ الَّذِي قُيِّضَ لَهُ . «فَنَقَّبُوا» /٣٦/ : ضَرَبُوا . «أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ» /٣٧/ : لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ بِغَيْرِهِ . «رَقِيبٌ عَتِيدٌ» /١٨/ : رَصَدٌ . «سَائِقٌ وَشَهِيدٌ» /٢١/ : المَلَكَانِ : كَاتِبٌ وَشَهِيدٌ . «شَهِيدٌ» /٣٧/ : شَاهِدٌ بِالْقَلْبِ . «لُغُوبٍ» /٣٨/ : نَصَبٍ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «نَضِيدٌ» /١٠/ : الْكُفُرَّى مَا دَامَ فِي أَكْمَامِهِ ، وَمَعْنَاهُ : مَنْضُودٌ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ ، فَإِذَا خَرَجَ مِنْ أَكْمَامِهِ فَلَيْسَ بِنَضِيدٍ . «وَإِدْبَارَ النُّجُومِ» /الطور: ٤٩/ . «وَأَدْبَارَ السُّجُودِ» /٤٠/ : كَانَ عَاصِمٌ يَفْتَحُ الَّتِي فِي (قٓ) وَيَكْسِرُ الَّتِي فِي (الطُّورِ) ، وَيُكْسَرَانِ جَمِيعًا وَيُنْصَبَانِ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «يَوْمُ الخُرُوجِ» /٤٢/ : يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ القُبُورِ .

رَجْعٌ بَعِيدٌ: رَدٌّ

آیت میں ہے "ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ذٰلِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ" بھلا جب ہم مرگئے اور مٹی ہوگئے تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے، یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت ہی بعید ہے۔ فرماتے ہیں رَجْعٌ بَعِیْدٌ کے معنی ہیں رَدٌّ یعنی دنیا کی طرف دوبارہ لوٹنا

فُرُوْجٍ: فُتُوْقٍ: وَاحِدُهَا فَرْجٌ

"وَزَیَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ" اور (ستاروں سے) اس کو آراستہ کیا اور اس میں کوئی رخنہ تک نہیں، فرماتے ہیں فُرُوْجٍ بمعنی فُتُوْقٍ ہے جو فَتْقٌ کی جمع ہے بمعنی شگاف، سوراخ فُرُوْجٍ جمع ہے اور اس کا مفرد فَرْج ہے۔

مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ: وَرِیْدَاہُ فِی حَلْقِهِ

آیت میں ہے "وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ" فرماتے ہیں آیت میں "حَبْلِ الْوَرِیْدِ" سے گردن میں دو رگیں مراد ہیں، ورید گردن کی اس رگ کو کہتے ہیں جس کے کٹنے سے موت واقع ہوجاتی ہے۔

ہندوستانی نسخوں میں عبارت ہے "وَرِید فی حلقہ: والحبل: حبل العاتق" ورید حلق میں ہوتی ہے اور حبل سے گردن کی رگ مراد ہے چونکہ یہ رگ حبل یعنی رسی سے ملتی جلتی ہے اس وجہ سے اس کو "حبل الورید" کہتے ہیں۔

مَاتَنْقُصُ الْاَرْضُ: مِنْ عِظَامِهِمْ

آیت کریمہ میں ہے "قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ" ہم ان اجزاء کو جانتے ہیں جن کو مٹی کم کرتی ہے، فرماتے ہیں ان اجزاء سے ان کی ہڈیاں مراد ہیں۔

تَبْصِرَةً: بَصِيْرَةً

آیت میں ہے "تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ" فرماتے ہیں تَبْصِرَةً کے معنی ہیں بصیرت، دانائی و بینائی۔

حَبَّ الْحَصِيْدِ: اَلْحِنْطَةُ

آیت میں ہے "فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ" فرماتے ہیں کہ اس میں "حب الحصید" سے گندم اور گیہوں مراد ہے، قتادہ نے کہا اس سے گندم اور جو مراد ہیں لیکن یہ لفظ عام ہے کھیتی کا ہر غلہ اس کے عموم میں داخل ہوسکتا ہے۔

بٰسِقٰتٍ: اَلطِّوَالُ

"وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ" اور (اگائے) لمبی لمبی کھجور کے درخت جن کے گچھے خوب گندھے ہوئے ہیں، فرماتے ہیں کہ باسقات کے معنی ہیں: طویل، لمبے۔

اَفَعَيِيْنَا: اَفَاَعْيَا عَلَيْنَا، حِيْنَ اَنْشَاَكُمْ

آیت کریمہ میں ہے "اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ" کیا ہم پہلی بار کے پیدا کرنے میں تھک گئے ہیں، بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں اَفَعَيِيْنَا کے معنی ہیں اَفَاَعْيَا عَلَيْنَا: کیا ہم پر بوجھ بن گیا ہے، ہم کو تھکا دیا ہے جب تم کو خدا نے پیدا کیا۔

وَقَالَ قَرِيْنُهٗ: اَلشَّيْطَانُ الَّذِيْ قُيِّضَ لَهٗ

آیت کریمہ میں ہے "وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ" اور فرشتہ جو اس کے ساتھ رہتا تھا کہے گا یہ وہ (اعمالنامہ) ہے جو میرے پاس تیار ہے، فرماتے ہیں "قرین" سے وہ شیطان مراد ہے جو اس شخص کے لئے مقرر کیا گیا ہے دونوں قول ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یعنی فرشتہ اعمالنامہ حاضر کریگا اور بعض نے "قرین" سے مراد شیطان لیا ہے یعنی شیطان کہے گا کہ یہ مجرم حاضر ہے جس کو میں نے اغوا کیا اور دوزخ کے لئے تیار کرکے لایا ہوں، مطلب یہ ہے کہ اغواء تو

میں نے کیا مگر میرا ایسا زور اور تسلط نہ تھا کہ زبردستی اس کو شرارت میں ڈال دیتا، یہ اپنے ارادہ و اختیار سے گمراہ ہوا۔

فَنَقَّبُوْا: ضَرَبُوْا

آیت کریمہ میں ہے "فَنَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَحِيْصٍ" اور تمام شہروں کو چھان مارا تھا پھر کیا کوئی پناہ کی جگہ پاسکے، فرماتے ہیں آیت میں نَقَّبُوْا کے معنی ہیں ضَرَبُوْا: چلے، پھرے۔

حِيْنَ اَنْشَاَكُمْ

یہ لفظ ہندوستانی نسخوں میں یہاں ہے، اس لفظ کا تعلق اَفَعَيِيْنَا سے ہے جو پہلے گزر چکا، یہاں اس کو سہو کاتب سے نقل کیا ہے۔

اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ: لَا يحدث نفسه بغيره

آیت میں ہے "اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ" فرماتے ہیں "اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ" کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دل میں کسی دوسری شئی کا خیال پیدا نہ کرے، کان لگا کر سنے

رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ: رَصَدٌ

"مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ" رقیب کے معنی نگہبان اور عتید کے معنی حاضر و تیار اور رصد کے معنی گھات میں بیٹھنے والے کے آتے ہیں۔

سَائِقٌ وَشَهِيْدٌ: اَلْمَلَكَانِ: كَاتِبٌ وَشَهِيْدٌ

آیت میں ہے "وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيْدٌ" فرماتے ہیں کہ یہ دو فرشتے ہیں ایک کاتب یعنی اعمال لکھنے والا اور دوسرا گواہ

بعضوں نے کہا کہ سائق وہ فرشتہ ہے جو آدمی کو موقف کی طرف کھینچ کر لے جائے گا اور شہید سے اعمال پر گواہی دینے والا فرشتہ مراد ہے۔ (۴۲)

شَهِيْدٌ: شَاهِدٌ بِالْقَلْبِ

"اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ" اس میں شہید سے دل کے ساتھ حاضر ہونے والا مراد ہے۔

---

(۴۲) عمدۃ القاری: ۱۹/۱۸۵

لُغُوب: اَلنَّصَبُ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَا مَسَّنَا مِن لُّغُوبٍ" اور ہم کو تھکان نے چھوا تک نہیں فرماتے ہیں لغب کے معنی ہیں : تھکان ، تھکن۔

نَضِيدٌ: اَلْكُفُرّٰى مَادَامَ فِي اَكْمَامِهِ

آیت میں ہے "وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ" یعنی ہم نے پانی کے ذریعہ لمبی کھجوریں اگائیں جن کا خوشہ تربتر ہے ، نَضِید اس خوشہ کو کہتے ہیں کہ جو اپنے غلاف اور غنچہ میں ہو، یہ بمعنی "منضود" ہے یعنی بعض بعض پر تہہ بہ تہہ ہو، گوندھا ہوا ہو، جب غلاف سے خوشہ نکل جائے تو پھر اس پر نضید کا اطلاق نہیں ہوتا ہے ۔

وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ: وَاِدْبَارَ السُّجُوْدِ

سورۃ طور میں ہے "وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ" اور سورۃ ق میں ہے "وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُوْدِ" فرماتے ہیں کہ قاری عاصم سورۃ ق میں لفظ "ادبار" کو ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور سورۃ طور میں "اِدبار" ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں بعض حضرات نے دونوں جگہ فتحہ کے ساتھ اور بعضوں نے دونوں جگہ کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے ۔

"اِدبار" ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ باب افعال اَدبَرَ، یُدْبِر کا مصدر ہے اور "اَدبار" ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ "دبر" کی جمع ہے ، دبر عقب اور پیچھے کے حصہ کو کہتے ہیں (۴۳) یہاں دونوں کے معنی میں کوئی تفاوت نہیں ہے ، مقصود ستاروں کے غائب ہونے کے بعد یعنی صبح کے وقت اور نمازوں کے بعد استغفار و تسبیح کا حکم ہے ۔

وقال ابن عباس: يَوْمَ الْخُرُوْجِ: يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْقُبُوْرِ

آیت کریمہ میں ہے "يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ" جس روز اس چیخنے کو بالیقین سب سن لیں گے ، یہ دن ہوگا (قبروں سے) نکلنے کا۔ حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ آیت میں يَوْمُ الْخُرُوْجِ سے وہ دن مراد ہے جس دن لوگ قبروں سے نکلیں گے ۔

---

(۴۳) عمدۃ القاری: ۱۹/۱۸۶

٣٣٣ - باب : قَوْلِهِ : «وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ» /٣٠/.

٤٥٦٧ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي ٱلْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ ٱلنَّبِيِّ ﷺ قالَ : (يُلْقَى فِي ٱلنَّارِ وَتَقُولُ : هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ، حَتَّى يَضَعَ قَدَمَهُ ، فَتَقُولُ : قَطِ قَطِ) . [٦٢٨٤ ، ٦٩٤٩]

٤٥٦٨/٤٥٦٩ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى ٱلْقَطَّانُ : حَدَّثَنَا أَبُو سُفْيَانَ ٱلْحِمْيَرِيُّ سَعِيدُ ٱبْنُ يَحْيَى بْنِ مَهْدِيٍّ : حَدَّثَنَا عَوْفٌ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ ، وَأَكْثَرُ ما كانَ يُوقِفُهُ أَبُو سُفْيَانَ : (يُقَالُ لِجَهَنَّمَ : هَلِ ٱمْتَلَأْتِ ، وَتَقُولُ : هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ، فَيَضَعُ ٱلرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدَمَهُ عَلَيْهَا ، فَتَقُولُ : قَطْ قَطْ) .

سند میں ”محمد“ سے محمد بن سیرین مراد ہیں، وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں ”واکثر ماکان یوقفہ ابوسفیان“ یہ امام بخاری کے شیخ محمد بن موسی القطان کا قول ہے، وہ فرماتے ہیں یہ حدیث مرفوعاً بھی مروی ہے لیکن ہمارے شیخ ابوسفیان اکثر اس کو موقوفاً نقل کرتے تھے ”یوقفہ“ اوقف الحدیث: حدیث کو موقوفاً روایت کرنا۔

(٤٥٦٩) : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱلرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ هَمَّامٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ ٱلنَّبِيُّ ﷺ : (تَحَاجَّتِ ٱلْجَنَّةُ وَٱلنَّارُ ، فَقَالَتِ ٱلنَّارُ : أُوثِرْتُ بِٱلْمُتَكَبِّرِينَ وَٱلْمُتَجَبِّرِينَ ، وَقالَتِ ٱلْجَنَّةُ : ما لِي لَا يَدْخُلُنِي إِلَّا ضُعَفَاءُ ٱلنَّاسِ وَسَقَطُهُمْ . قالَ ٱللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لِلْجَنَّةِ : أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي ، وَقالَ لِلنَّارِ : إِنَّمَا أَنْتِ عَذَابِي أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي ، وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مِلْؤُهَا ، فَأَمَّا ٱلنَّارُ : فَلَا تَمْتَلِئُ حَتَّى يَضَعَ رِجْلَهُ فَتَقُولُ : قَطِ قَطِ قَطِ ، فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوَى بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ ، وَلَا يَظْلِمُ ٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ خَلْقِهِ أَحَدًا ، وَأَمَّا ٱلْجَنَّةُ : فَإِنَّ ٱللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا) . [٧٠١١]

(۴۵٦٧)وایضاً فی کتاب الایمان والنذور، باب الحلف بعزۃ اللہ وصفاتہ وکلماتہ، رقم الحدیث: ٦٦٦١، وفی التوحید، باب قول اللہ عزوجل: وھو العزیز الحکیم، سبحان ربک رب العزۃ عمایصفون، رقم الحدیث: ۷۳۸۴، واخرجہ الترمذی فی التفسیر، باب ”ومن سورۃ ق“ رقم الحدیث: ۳۲۷۲

(۴۵٦۹-۴۵٦۸)وایضاً فی التوحید، باب ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین، رقم الحدیث: ۷۴۴۹، واخرجہ مسلم فی الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب النار یدخلھا الجبارون، رقم الحدیث: ۲۸۴٦

یہاں اس باب کی روایات میں ہے کہ حساب وکتاب کے بعد اھل جہنم، جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے تو جہنم کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے؟ یعنی مزید کا تقاضہ کرے گی تو اللہ جل شانہ اس میں اپنا قدم رکھ دیں گے تب جہنم کہے گی "بس بس"

آخری روایت میں ہے کہ جنت اور جہنم کا باہمی مخاصمہ اور مناظرہ ہوگا، جہنم نے کہا "اُوثِرتُ بالمتکبرین و المتجبرین" (۴۴) میں متکبرین اور ظالموں کے لئے خاص کی گئی ہوں، جنت نے کہا کہ مجھے کیا ہوا کہ میرے اندر کمزور اور کم رتبہ والے ضعیف قسم کے لوگ داخل ہوں گے، تو اللہ جل شانہ نے جنت سے فرمایا کہ تو میری رحمت ہے، تیرے ذریعہ سے میں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں رحم کروں اور جہنم سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے تیرے ذریعہ سے میں اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں عذاب دوں۔

جنت اور جہنم دونوں میں سے ہر ایک کو بھرنا ہے، جہنم اس وقت تک نہیں بھرے گی جب تک اللہ جل شانہ اس پر اپنا قدم نہیں رکھ دیں گے اس وقت وہ بھر جائے گی اور اس کے حصے سکڑ جائیں گے اور جنت بھرنے کے لئے اللہ جل شانہ ایک مخلوق پیدا فرمائیں گے۔

فَيَضَعُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدَمَهُ عَلَيْهَا

یہاں روایت میں اللہ تعالیٰ کے لئے قدم ثابت کیا گیا ہے، قدم سے کیا مراد ہے، اس سلسلہ میں سلف کا اختلاف ہے۔

اکثر حضرات یعنی متقدمین کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں واقع اس طرح کے مواقع میں تفویض و تسلیم ہی اولیٰ ہے، چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ سے "استواء عرش" کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا "الإستواء معلوم، والکیف مجھول، والایمان بہ واجب، والسؤال عنہ بدعة" (۴۵)

کئی حضرات یعنی متاخرین نے اس قسم کے مواقع میں تاویل کا طریقہ اختیار کیا ہے، چنانچہ یہاں بھی "قدم" کی مختلف تاویلیں کی گئی ہیں۔

❶ چنانچہ بعض حضرات نے کہا کہ دراصل یہ "اذلال" سے کنایہ ہے کہ دوزخ کا طغیان جب بڑھ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کریں گے، اس اذلال کو "وضع قدم" سے تعبیر کیا ہے، جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں "وضعت فلانا تحت قدمی" اور مطلب یہ ہوا کرتا ہے کہ میں نے اس کو ذلیل کیا،

---

(۴۴) قولہ: بالمتکبرین و المتجبرین: ھما سواء من حیث اللغة، فالثانی تاکید للاول معنی، وقیل: المتکبر المتعظم بما لیس فیہ، والمتجبر المنوع الذی لاینال الیہ (عمدة القاری: ۱۹/۱۸۷)

(۴۵) دیکھیے روح المعانی: ۸/۱۳۳ و شرح العقیدة الطحاویة: ۲۸۰ - ۲۸۱ ومنھج و دراسات لایات الاسماء و الصفات للشیخ محمد الامین الشنقیطی: ۲۱ و مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیة: ۳/۵۸ کتاب مجمل اعتقاد السلف

قدم کے حقیقی معنی اس میں مراد نہیں ہوتے ہیں، "والعرب تستعمل الفاظ الاعضاء فی ضرب الامثال، ولا ترید اعیانها" (۴۶)

❷ بعض حضرات نے کہا کہ قدم ایک خاص مخلوق کا نام ہے جس کو اللہ نے جہنم میں بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے، جب جہنم "هَلْ مِن مَّزِيْدٍ" کا مطالبہ کرے گی تو اس وقت اس کو جہنم میں داخل کیا جائے گا تب اس کی شورش ختم ہوجائے گی۔ (۴۷)

❸ ایک قول یہ بھی ہے کہ قدم سے مراد جہنم میں سب سے آخر میں داخل ہونے والی جماعت ہے کیونکہ قدم انسانی جسم کا آخری عضو ہے، اس صورت میں معنی ہوں گے "حتی یضع اللہ فی النار اخر اهلها" (۴۸)

❹ داودی نے کہا کہ قدم سے یہاں "قدم صدق" مراد ہے اور وہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت یعنی مقام محمود کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی سفارش سے وہ تمام لوگ جہنم سے نکل جائیں گے جن کے دل میں تھوڑا بہت ایمان تھا اور اس کے ساتھ ساتھ جہنم کی طغیانی بھی ختم ہوجائے گی اور وہ مزید کا مطالبہ ترک کردے گی۔ (۴۹)

آخری روایت میں "قدم" کے بجائے "رجل" کا لفظ آیا ہے ابن جوزی نے کہا کہ یہ تحریف ہے، کسی راوی نے "قدم" کے حقیقی معنی مراد لیتے ہوئے اسے "رجل" سے تعبیر کردیا، ابن فورک نے "رجل" کے لفظ کو بالکل غیر ثابت قرار دیا۔ (۵۰)

لیکن ان کی یہ بات درست نہیں کیونکہ بخاری اور مسلم دونوں میں یہ لفظ آیا ہے (۵۱) لہذا اس کے بارے میں یہ کہنا کہ ثابت نہیں غلط بات ہے۔

قدم کی طرح "رجل" کی بھی تاویل کی گئی ہے لیکن جیسا کہ بتایا گیا کہ اس طرح کے الفاظ میں تفویض اور تسلیم ہی بہتر، مناسب اور محتاط مذہب ہے۔

---

(۴۶) فتح الباری: ۵۹۶/۸

(۴۷) فتح الباری: ۵۹۶/۸

(۴۸) فتح الباری: ۵۹۶/۸

(۴۹) فتح الباری: ۵۹۶/۸

(۵۰) فتح الباری: ۵۹۶/۸

(۵۱) فتح الباری: ۵۹۶/۸

لَا يَدْخُلُنِي إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ

جنت میں کمزور اور وہ داخل ہوں گے جو لوگوں کی نظروں میں ساقط اور گرے ہوئے ہوں گے، یا پھر یہ کہیئے کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت و جلال کو پیش نظر رکھے ہوئے اپنے آپ کو حقیر و کمتر گردانتے ہوں گے، سقط سے ساقط اور گرے ہوئے حقیر لوگ مراد ہیں لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی نظروں میں ساقط نہیں بلکہ عظیم ہوں گے، ان کو ساقط عام لوگوں کی نسبت سے کہا ہے، یا ان کی تواضع کی وجہ سے خود ان کی اپنی نظر میں حقیر ہونا مراد ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"هذا بالنسبة الى ماعند الاكثر من الناس، وبالنسبة الى ماعندالله هم عظماء، رفعاء الدرجات، لكنهم بالنسبة الى ماعند انفسهم لعظمة الله عندهم، وخضوعهم له فى غاية التواضع لله، والذلة فى عبادة، فوصفهم بالضعف والسقط" (۵۲)

ويزوى بعضها الى بعض

یہ مجہول کا صیغہ ہے بمعنی سکڑنا، ملنا "ای یضم بعضها الی بعض" جنت اور جہنم کا یہ مخاصمہ یا تو زبان حال سے ہوا اور یا اللہ جل شانہ نے ان دونوں کو قوت گویائی عطا فرمائی اور اس کے بعد یہ بحث ہوئی (۵۳)

اس کے متعلق دیگر تفصیل آگے کتاب التوحید میں "باب قوله: إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ" کے تحت آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ

۳۳٤ - باب: «وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ» /۳۹/.

۴۵۷۰: حدَّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ جَرِيرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا لَيْلَةً مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ، فَقَالَ: (إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا، لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَتِهِ، فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا. ثُمَّ قَرَأَ: «وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ»). [ر: ۵۲۹]

۴۵۷۱: حدَّثنا آدَمُ: حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَمَرَهُ أَنْ يُسَبِّحَ فِي أَدْبَارِ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا، يَعْنِي قَوْلَهُ: «وَأَدْبَارَ السُّجُودِ».

(۵۲) فتح الباری: ۵۹۷/۸

(۵۳) عمدۃ القاری: ۱۸۷/۱۸

٣٣٥ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «وَالذَّارِيَاتِ» /١/.

قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ : اَلذَّارِيَاتُ الرِّيَاحُ.

وَقَالَ غَيْرُهُ : «تَذْرُوهُ» /الكهف: ٤٥/ : تُفَرِّقُهُ. «وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ» /٢١/ : تَأْكُلُ وَتَشْرَبُ فِي مَدْخَلٍ وَاحِدٍ، وَيَخْرُجُ مِنْ مَوْضِعَيْنِ. «فَرَاغَ» /٢٦/ : فَرَجَعَ. «فَصَكَّتْ» /٢٩/ : فَجَمَعَتْ أَصَابِعَهَا ، فَضَرَبَتْ جَبْهَتَهَا. وَالرَّمِيمُ : نَبَاتُ الْأَرْضِ إِذَا يَبِسَ وَدِيسَ. «لَمُوسِعُونَ» /٤٧/ : أَيْ لَذَوُو سَعَةٍ ، وَكَذٰلِكَ «عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ» /البقرة: ٢٣٦/ : يَعْنِي الْقَوِيَّ. «خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ» /٤٩/ : اَلذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ، وَاخْتِلَافُ الْأَلْوَانِ : حُلْوٌ وَحَامِضٌ ، فَهُمَا زَوْجَانِ. «فَفِرُّوا إِلَى اللّٰهِ» /٥٠/ : مَعْنَاهُ : مِنَ اللّٰهِ إِلَيْهِ. «وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ» /٥٦/ : مَا خَلَقْتُ أَهْلَ السَّعَادَةِ مِنْ أَهْلِ الْفَرِيقَيْنِ إِلَّا لِيُوَحِّدُونِ ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ : خَلَقَهُمْ لِيَفْعَلُوا ، فَفَعَلَ بَعْضٌ وَتَرَكَ بَعْضٌ ، وَلَيْسَ فِيهِ حُجَّةٌ لِأَهْلِ الْقَدَرِ. وَالذَّنُوبُ : اَلدَّلْوُ الْعَظِيمُ.

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «صَرَّةٍ» /٢٩/ : صَيْحَةٍ. «ذَنُوبًا» /٥٩ : سَبِيلاً. «الْعَقِيمُ» : الَّتِي لَا تَلِدُ.

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : وَالْحُبُكُ : اسْتِوَاؤُهَا وَحُسْنُهَا. «فِي غَمْرَةٍ» /١١/ : فِي ضَلَالَتِهِمْ يَتَمَادَوْنَ.

وَقَالَ غَيْرُهُ : «تَوَاصَوْا» /٥٣/ : تَوَاطَؤُوا. وَقَالَ : «مُسَوَّمَةً» /٣٤/ : مُعَلَّمَةً ، مِنَ السِّيمَا «قُتِلَ الْخَرَّاصُونَ» /١٠/ : لُعِنُوا.

قال علی علیہ السلام: اَلذَّارِيَاتِ: اَلرِّيَاحُ

ذَارِيَات "ذَارِيَة" کی جمع ہے جو باب نصر سے صیغہ اسم فاعل ہے، بکھیرنے والی، اڑانے والی اور یہ یہاں الرّیاح کی صفت ہے۔

تنبیہ

بخاری کے نسخوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ اس مقام پر "علیہ السلام" لکھا ہے یہ معنی کے لحاظ سے اگرچہ یہ درست ہے لیکن یہ جملہ صحابہ کے لئے استعمال نہیں کرتے ہیں انبیاء کے لئے استعمال کرتے ہیں، لہذا کسی ایک صحابی کے نام کے ساتھ "علیہ السلام" لگانا اور باقیوں کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" مناسب نہیں کہ سب صحابہ میں مساوات ہونی چاہیئے ورنہ تو حضرات شیخین اور

حضرت عثمان اس کے زیادہ مستحق ہیں۔

بیروت و مصر وغیرہ میں جو کتابیں چھپتی ہیں ان میں حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے ناموں کے ساتھ ترضی کے بجائے "علیہ السلام" ہوتا ہے، معلوم یہ ہوتا ہے کہ طباعت کے اداروں پر شیعوں کا تسلط ہے اور وہ منصوبہ بندی کے تحت یہ کام کرتے ہیں۔

لیکن اس مقام پر یہ لفظ بخاری کے قدیم نسخوں میں بھی ہے، چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"وھو وان کان معناہ صحیحا، لکن ینبغی ان یساوی بین الصحابۃ فی ذلک، اذ ھو من باب التعظیم، والشیخان وعثمان اولی بذلک منہ، فالاولی الترضی" (۱)

لیکن علامہ وحید الزماں نے علامہ قسطلانی کی اس عبارت پر اعتراض کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"(علامہ قسطلانی کے) اس کلام پر دلیل کیا ہے؟ یہ صرف ایک اصطلاح ہے کہ پیغمبروں کو "علیہ السلام" اور صحابہ کو "رضی اللہ عنہ" کہتے ہیں تو امام بخاری نے حضرت علی کو "علیہ السلام" کہہ کر اس اصطلاح کا رد کیا ہے، اب علامہ قسطلانی کا یہ کہنا کہ شیخین اور حضرت عثمان اس کلمے کے زیادہ مستحق ہیں اور صحابہ میں مساوات لازم ہے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ شیخین اور حضرت عثمان کے لئے "علیہ السلام" کہنے سے امام بخاری نے کہاں منع کیا ہے؟ پھر یہ اعتراض فضول ہے اور جب صحابہ میں مساوات لازم ہے تو قسطلانی تفضیل شیخین کے کیوں قائل ہیں، میں کہتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بہ نسبت دوسرے صحابہ کے ایک اور خصوصیت ہے، وہ یہ کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور آپ کے پرورش یافتہ اور قدیم الاسلام اور خاص داماد تھے، آپ کا شمار اہل بیت میں ہے اور اہل بیت کے لئے بہت سے کام خاص کئے گئے ہیں، اسی طرح یہ بھی ہے کہ اہل بیت کے اسماء کے ساتھ "علیہ السلام" کہا جاتا ہے، جیسے کہتے ہیں امام حسین علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام اور اس میں شرعی کوئی قباحت نہیں ہے۔" (۲)

لیکن علامہ وحید الزماں کا علامہ قسطلانی پر مذکورہ اعتراض درست نہیں ہے، جمہور علماء کا یہی مسلک ہے کہ غیر نبی کے لئے "علیہ اسلام" کہنا درست نہیں ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں لکھا:

---

(۱) ارشاد الساری: ۸۹/۱۱

(۲) تیسر الباری: ۶/

”قال الجمهور من العلماء لا یجوز افراد غیر الانبیاء بالصلاۃ، لأن ھذا قد صار شعارا للانبیاء اذا ذکروا، فلا یلحق بھم غیرھم، فلا یقال: قال ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم، أو قال علی صلی اللہ علیہ وسلم، وان کان المعنی صحیحا، کما لا یقال: محمد عز وجل، وان کان عزیزا جلیلا، لان ھذا من شعار ذکر اللہ عز وجل....

“

ثم اختلفُ المانعون من ذلک، ھل ھو من باب التحریم او الکراھۃ التنزیھیۃ او خلاف الأولی؟ علی ثلاثۃ اقوال.... والصحیح الذی علیہ الاکثرون انہ مکروہ کراھۃ تنزیہ، لانہ شعار اھل البدع، وقد نھینا عن شعارھم..

وأما السلام.... ھو فی معنی الصلاۃ، فلا یستعمل فی الغائب، ولا یفرد بہ غیر الانبیاء، فلا یقال: علی علیہ السلام

”قلت: وقد غلب ھذا فی عبارۃ کثیر من النساخ للکتب ان یفرد علی رضی اللہ عنہ بان یقال: علی علیہ السلام، من دون سائر الصحابۃ....، وھذا وان کان معناہ صحیحا لکن ینبغی ان یسوی بین الصحابۃ فی ذلک، فان ھذا من باب التعظیم والتکریم، فالشیخان وأمیر المؤمنین أولی بذلک منہ، رضی اللہ عنھم اجمعین “ (۳)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نبی کے علاوہ کسی اور کے لئے سلام کہنا کراہت سے خالی نہیں ہے البتہ حضرت حوا علیہا السلام اور حضرت مریم علیہا السلام اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں، باقی صحابہ میں مساوات قائم رکھنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان میں سے کسی کی تفضیل کا آدمی قائل نہ ہو اور سب کو ایک درجہ اور رتبہ کا سمجھے کیونکہ خلفائے راشدین تمام صحابہ سے افضل ہیں اور خلفائے راشدین میں بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بالترتیب ایک دوسرے سے افضل ہیں۔

اس لئے مساوات قائم رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ تمام صحابہ کا نام یکساں احترام اور ادب کے ساتھ لیا جائے اور ان سب کے لئے ترضی کا صیغہ استعمال کیا جائے، کسی کے ساتھ ”علیہ السلام“ اور کسی کے ساتھ ”رضی اللہ عنہ“ اس یکسانیت کے منافی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیات ہیں اگر ان خصوصیات کو اس کا وجہ جواز ٹھہرایا جائے تو حضرت صدیق اکبرؓ کے ساتھ بھی پھر یہ کہنا چاہیئے کیونکہ آپ کی خصوصیات بہرحال حضرت علیؓ سے زیادہ ہیں، لہذا یہ کہنا کہ اس میں شرعی کوئی قباحت نہیں ہے محلِ نظر ہے، واللہ اعلم

اسی طرح حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے لئے ”امام“ کا لفظ استعمال کرنا بھی عقیدہ امامت کو

---

(۳) دیکھیے تفسیر ابن کثیر: ۵۱۷/۴-۵۱۶ سورۃ الاحزاب اس مسئلہ کی تفصیل کے لیے دیکھیے ”تدریب الراوی: ۷۷/۲، والتقریب: ۷۷/۲، وفتاوی عالمگیری: ۳۱۵/۵، فتح المغیث: ۷۰/۳

رواج دینے کے لئے لکھا اور بولا جاتا ہے اور عقیدہ خلافت کو کمزور کرنے کے لئے ایسا کیا جاتا ہے ورنہ اس کے لئے دوسری کوئی وجہ معقول موجود نہیں اور اس کو ائمہ فقہاء یا ائمہ محدثین پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے چونکہ وہاں فقہ و حدیث میں ان کی امامت مسلمات میں سے ہے، باقی رہی ادب و احترام کی بات، اس کے سب صحابہؓ مستحق ہیں اور من اہل بیت ہونے کی خصوصیت اس کا سبب اس لئے نہیں بن سکتی کہ اول تو اہل بیت کا اصلی مصداق آپ کی ازواج ہیں "کما صرح به القرآن الکریم فی آیة التطهیر و شهد به العرف" دوسری بات یہ ہے کہ اس اطلاق سے ایک غلط نظریہ کی ترویج لازم آتی ہے اور صحیح عقیدے پر اس سے ضرب پڑتی ہے، اس لئے یہ مناسب نہیں۔

وقال غیره: تَذْرُوْهُ: تفرقه

سورۃ کہف میں ہے "فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوْهُ الرِّيَاحَ" اس میں تَذْرُوْهُ کے معنی ہیں ہوائیں اس کو منتشر کرتی ہیں، بکھیرتی ہیں، اس لفظ کو "ذَارِيَات" کی مناسبت سے یہاں ذکر کیا ہے۔

وَفِي أَنْفُسِكُمْ: تَأْكُلُ وَتَشْرَبُ فِي مَدْخَلٍ وَاحِدٍ، وَيَخْرُجُ مِنْ مَوْضِعَيْنِ

آیت کریمہ میں ہے "وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُوْنَ" اور خود تمہاری ذات میں بھی (دلائل ہیں قیامت کے امکان و وقوع پر) تو کیا تم کو دکھلائی نہیں دیتا۔ فرماتے ہیں وَفِي أَنْفُسِكُمْ.... انسان کی ذات میں قدرت کی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کھاتا پیتا ایک راستہ سے ہے یعنی منہ سے اور اس کا فضلہ دو راستوں سے یعنی آگے اور پیچھے سے نکلتا ہے۔

فَرَاغَ: فَرَجَعَ

آیت میں ہے "فَرَاغَ إِلَى أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ" پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک فربہ بچھڑا (تلا ہوا) لائے۔ فرماتے ہیں آیت میں فَرَاغَ بمعنی فَرَجَعَ ہے یعنی لوٹ آیا، راغ (ن) رَوْغاً: چپکے سے کسی طرف نکلنا، مائل ہونا۔

فَصَكَّتْ: فَجَمَعَتْ أَصَابِعَهَا، فَضَرَبَتْ بِهِ جَبْهَتَهَا

آیت کریمہ میں ہے "فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا" پھر ان کی بیوی بولتی پکارتی آئیں اور تعجب سے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں فَصَكَّتْ کے معنی ہیں اپنی انگلیوں کو جمع کیا پھر اسے اپنی پیشانی پر مارا، صرة: چیخ و پکار، زور کی آواز۔

اَلرَّمِیْمِ: نَبَاتُ الْاَرْضِ اِذَا یَبِسَ وَدِیْسَ

آیت کریمہ میں ہے "مَاتَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا جَعَلَتْهُ کَالرَّمِیْمِ" جس چیز پر (وہ آندھی) گزرتی تھی اس کو ایسا کر چھوڑتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے ۔ فرماتے ہیں رَمِیْم کے معنی ہیں: زمین کی گھاس جب سوکھ جائے اور روند دی جائے ۔

لَمُوْسِعُوْنَ: اَیْ لَذُوْسَعَةٍ، وَکَذٰلِکَ عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ یَعْنِی الْقَوِیَّ

آیت کریمہ میں ہے "وَالسَّمَاءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ" اور ہم نے آسمان کو اپنی قدرت سے بنایا اور ہم وسیع القدرت ہیں ۔ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں لَمُوْسِعُوْنَ کے معنی ہیں: وسعت (قدرت) والے اور اسی طرح سورۃ بقرہ میں "وَمَتِّعُوْهُنَّ عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ" میں اَلْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ سے وسعت اور قوت والا ہونا مراد ہے ۔

خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ: اَلذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی، وَاخْتِلَافُ الْاَلْوَانِ: حُلْوٌ وَحَامِضٌ

زوجین کا اطلاق مذکر اور مونث پر بھی ہوتا ہے اور الوان وانواع کے اختلاف جیسے میٹھی اور کھٹی چیز پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے ، آسمان اور زمین پر بھی زوجین کا اطلاق ہوتا ہے ، نور و ظلمت، ایمان اور کفر کو بھی یہ کہہ سکتے ہیں۔

فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰهِ، مَعْنَاهُ: مِنَ اللّٰهِ اِلَیْهِ

یعنی اللہ کے عذاب اور غضب سے بچنے کے لئے اللہ کی طرف بھاگو اور اللہ کے دامن رحمت میں پناہ حاصل کرو۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ

امام بخاری رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہم نے جن وانس میں سے سعادتمندوں کو اپنی توحید کے لئے پیدا کیا ہے ، بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو توحید کے لئے پیدا کیا لیکن بعض نے مانا اور بعض نے نہیں مانا لہذا اس آیت میں معتزلہ اور قدریہ کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے ۔

آیت سے معتزلہ کے تین مسائل کا اثبات اور ان کا رد

اس آیت سے قدریہ تین مسائل ثابت کرتے ہیں، ایک یہ کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے فعل کا خیر سے متعلق ہونا ثابت ہوتا ہے شر سے اس کا تعلق نہیں ہوتا ہے اور یہی ان کا مذہب ہے ۔ (۴)

(۴) دیکھیے فتاوی شیخ الاسلام احمد بن تیمیۃ: ۸/۵۴-۵۵

لیکن یہ استدلال ضعیف اس لئے ہے کہ آیت میں خیر کا ذکر کیا گیا ہے اس سے دوسرے کی نفی لازم نہیں آتی ہے، ایک کا ذکر دوسرے کے عدم کو مستلزم نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے افعال کا معلل بالاغراض ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں جن و انس کی تخلیق کی علت "اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ" یعنی عبادت بیان کی گئی ہے اور معتزلہ و قدریہ کا یہی مسلک ہے، وہ تعلیل بالاغراض کو واجب کہتے ہیں۔ (۵)

حضرات اشاعرہ اللہ جل شانہ کے افعال کی تعلیل کا مطلقاً انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی فعل اگر فاعل کسی غرض کی وجہ سے انجام دیتا ہے وہ درحقیقت ناقص ہوتا ہے، اس غرض کے ذریعہ وہ اپنی تکمیل کا خواہاں ہوتا ہے اور اللہ جل شانہ کی ذات چونکہ نقص کے شائبہ سے بھی منزّہ اور پاک ہے اس لئے ذات باری کے افعال کسی غرض و علت کے ساتھ معلل نہیں ہوتے، لہذا اللہ جل شانہ کے افعال کو ان کے نزدیک معلل بالاغراض نہیں کہا جائے گا (۶)

ماتریدیہ، بعض حنابلہ اور حافظ ابن قیم کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں تعلیل بالاغراض کا جواز تو ہے اور یہاں آیت میں ثبوت جواز ہی کا ہورہا ہے، وجوب کا ثبوت یہاں نہیں ہوتا جبکہ معتزلہ اس سے وجوب کے ثبوت پر استدلال کرتے ہیں، لہذا اس سے ان کا استدلال درست نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کا کسی فعل کے لئے کسی غرض کو پیش نظر رکھنا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ذات باری تعالیٰ کا کوئی فعل خالی از غرض نہیں ہوتا۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ ماتریدیہ اور حنابلہ غرض سے مراد حکمت لیتے ہیں، وہ غرض جو فاعل کی تکمیل کے لئے ہوا کرتی ہے، وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے افعال میں مراد نہیں ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے، اللہ تعالیٰ حکیم ہیں اور حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوا کرتا۔

تیسرا مسئلہ اس آیت سے معتزلہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس میں افعالِ عباد کا مخلوق للعباد ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ "لیعبدون" میں عبادت کی نسبت بندوں کی طرف کی گئی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نسبت علی سبیل الکسب ہے، علی سبیل الخلق نہیں ہے اس لئے اس سے افعال عباد کا مخلوق للعباد ہونا ثابت نہیں ہوگا۔ (۷)

---

(۵) دیکھئے تفسیر کبیر: ۲۳۲/۲۸

(۶) مذہب الاشاعرۃ القائلین بان افعالہ تعالیٰ لاتعلل بالاغراض (روح المعانی: ۸۹/۲۶)

(۷) مذاہب کی تفصیل اور دلائل کے لئے دیکھئے شرح العقیدۃ الطحاویۃ: ۴۳۴-۴۳۶ و شرح ملاعلی قاری علی الفقہ الاکبر: ۵۱-۴۹ و روح المعانی: ۲۸/۱۷-۳۱- و: ۸۸/۲۵-۹۰

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا "ماخلقت اهل السعادة من اهل الفريقين الاليوحدون" یہاں دراصل امام بخاریؒ ایک اشکال کا جواب دے رہے ہیں۔

اشکال یہ ہوتا ہے کہ تخلیق جن و انس کی غرض عبادت بیان کی گئی ہے، انسانوں اور جنات کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ عبادت کریں لیکن ان میں بہت سارے ایسے ہیں کہ وہ عبادت نہیں کرتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جس ارادے اور جس مقصد کے لئے انہیں پیدا کیا، وہ پورا نہیں ہوا اور یہ عقلی طور پر محال ہے کہ جس کام کے لئے اللہ نے کسی کو پیدا کیا پھر وہ اس کام سے انحراف کرے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس اشکال کے دو جواب دیئے ہیں جو امام فراء سے منقول ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ یہاں لفظ تو بے شک عام استعمال کیا گیا ہے لیکن مراد اس سے اہل سعادت ہیں اور وہ ظاہر ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہیں، ابن قتیبہ نے "مشکل القرآن" میں اس جواب کو قوی قرار دیا ہے۔

دوسرے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے جنات اور انسانوں کو جب پیدا فرمایا تو ان میں عبادت کی استعداد و صلاحیت رکھی اب کوئی اس استعداد کو استعمال کرتا ہے اور کوئی اسے استعمال نہیں کرتا، جس نے استعمال کیا وہ اللہ کی عبادت میں مشغول ہے اور جس نے اس صلاحیت کو ناکارہ اور ضائع کر دیا وہ اللہ کی عبادت سے منحرف ہے۔

حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے ایک اور بات ارشاد فرمائی کہ دراصل ایک غایت تشریعیہ ہوتی ہے اور ایک غایت تکوینیہ ہوتی ہے غایت تشریعیہ میں تخلف ہوا کرتا ہے اور غایت تکوینیہ میں تخلف نہیں ہوتا اور اس آیت میں غایت تشریعیہ بیان کی گئی ہے اس لئے تخلف اگر ہو تو قابل اشکال نہیں ہے (۸) واللہ اعلم

وَالذَّنُوْبِ: اَلدَّلْوُ الْعَظِيْمُ، وَقَالَ مجاهد: ذَنُوْبًا: سَبِيْلًا

آیت میں ہے "فَإِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنَ" ذنوب لغت میں بڑے ڈول کو کہتے ہیں، مجاہد نے کہا کہ ذنوب کے معنی راستہ کے ہیں آیت کا ترجمہ ہے "سو ان گنہگاروں کا بھی ڈول بھر چکا ہے جیسے ڈول بھرا ان کے ساتھیوں کا، اب مجھ سے جلدی نہ کریں" یعنی اگر یہ ظالم بندگی کی طرف نہیں آتے تو سمجھ لو کہ دوسرے ظالموں کی طرح ان کا ڈول بھی بھر چکا ہے، بس اب ڈوبا چاہتا ہے، خوامخواہ سزا میں جلدی نہ مچائیں، جیسے دوسرے کافروں کو خدائی سزا کا حصہ پہنچا، ان کو بھی

(۸) فیض الباری: ۲۳۶/۴

پہنچ کر رہے گا۔

اَلْعَقِیْمُ: اَلَّتِی لَاتَلِدُ

آیت کریمہ میں ہے "وَقَالَتْ اِنِّی عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ" عَقِیْم کے معنی ہیں وہ عورت جس کا بچہ پیدا نہ ہو یعنی بانجھ۔

وقال ابن عباس: وَالْحُبُکِ: اِسْتِوَاؤُهَا وَحُسْنُهَا

"وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُکِ" حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حُبُک سے آسمان کا برابر ہونا اور اس کا حسن مراد ہے یہ لفظ حَبِیْکَة یا حَبَاکٌ کی جمع ہے، اصل میں یہ اس راستہ کو کہتے ہیں جو ریت یا پرسکون پانی میں ہلکی ہوا چلنے سے بنتا ہے، یہاں ستاروں کے راستے مراد ہیں۔

فِی غَمْرَةٍ: فِی ضَلَالَتِهِمْ یَتَمَادُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "قُتِلَ الْخَرَّاصُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِی غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ" غارت ہوجائیں بے سند باتیں کرنے والے جو کہ جہالت میں بھولے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں "فِی غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ" کے معنی ہیں: اپنی گمراہی میں بڑھے جارہے ہیں۔

وقال غیرہ: تَوَاصَوْا: تَوَاطَؤُوْا

آیت میں ہے "اَتَوَاصَوْا بِهٖ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ" حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ کسی اور نے کہا کہ "تواصوا" کے معنی ہیں: یہ بھی ان کے موافق کہنے لگے، تواطأ کے معنی موافقت کے آتے ہیں۔

مُسَوَّمَةً: مُعَلَّمَةً مِنَ السِّیْمَاءِ

آیت میں ہے "لِنُرْسِلَ عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِیْنٍ، مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّکَ لِلْمُسْرِفِیْنَ" تاکہ ہم ان پر کنکر کے پتھر برسائیں جن پر آپ کے رب کے پاس (یعنی عالم غیب میں) خاص نشان بھی ہے حد سے گزرنے والوں کے لئے فرماتے ہیں مسومة کے معنی ہیں مُعَلَّمَةٌ: نشان لگا ہوا، نشاندار۔

۳۳۶ – باب: تَفْسِیرُ سُورَةِ: «وَالطُّورِ» /۱/.

وَقَالَ قَتَادَةُ: «مَسْطُورٍ» /۲/: مَكْتُوبٍ.

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: الطُّورُ: الْجَبَلُ بِالسُّرْيَانِيَّةِ. «رَقٍّ مَنْشُورٍ» /۳/: صَحِيفَةٍ. «وَالسَّقْفِ

المَرْفُوعِ» /٥/ : سَماءٌ . «المَسْجُورِ» /٦/ : المُوقَدِ ، وَقالَ الحَسَنُ : تُسْجَرُ حَتَّى يَذْهَبَ ماؤُها فَلا يَبْقَى فِيهَا قَطْرَةٌ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «أَلَتْنَاهُمْ» /٢١/ : نَقَصْنَاهُمْ .

وَقالَ غَيْرُهُ : «تَمُورُ» /٩/ : تَدُورُ . «أَحْلَامُهُمْ» /٣٢/ : العُقُولُ .

وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «البَرُّ» /٢٨/ : اللَّطِيفُ . «كِسْفًا» /٤٤/ : قِطْعًا . «المَنُونُ» /٣٠/ : المَوْتُ .

وَقالَ غَيْرُهُ : «يَتَنَازَعُونَ» /٢٣/ : يَتَعَاطَوْنَ .

مَسْطُوْرٍ: مَكْتُوْبٍ

آیتِ کریمہ میں ہے "وَالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَسْطُوْرٍ" اس میں مَسْطُوْر کے معنی ہیں : لکھا ہوا۔

اَلطُّوْر: اَلْجَبَلُ بِالسُّرْيَانِيَّةِ

فرماتے ہیں طور سریانی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں ۔

رَقٍّ مَنْشُوْرٍ: صَحِيْفَة

آیت میں ہے "فِی رَقٍّ مَنْشُوْرٍ" رَقٍّ مَنْشُوْر سے صحیفہ مراد ہے۔

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ: اَلسَّمَاءِ

فرماتے ہیں آیت کریمہ میں "وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ" "اونچی چھت" سے آسمان مراد ہے ۔

اَلْمَسْجُوْرِ: اَلْمُوْقَدِ، وَقَالَ الْحَسَنُ: تُسْجَرُ حَتّٰی يَذْهَبَ مَاؤُهَا، فَلَا يَبْقٰى فِيْهَا قَطْرَةٌ

آیت کریمہ میں ہے "وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ" قتادہ فرماتے ہیں کہ مَسجور کے معنی ہیں مُوقَد یعنی گرم کیا ہوا اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سمندر اتنا بھڑکایا جائے گا کہ اس کا پانی سب ختم ہوجائے گا یہاں تک کہ اس میں ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہے گا وقیل: المسجور: المملوء، من سجر النهر اذا ملأه، او الموقد من سجرت التنور، اذا أوقدتها وملأتها وقوداً، وعليه تفسير الحسن البصری رحمہ اللہ تعالیٰ

اَلَتْنَاهُمْ: نَقَصْنَاهُمْ

آیت کریمہ میں ہے "وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنَاهُمْ مِنْ

عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ " اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا (یعنی وہ بھی ایمان لائے گو اعمال میں وہ اپنے آباء کے رتبہ کو نہیں پہنچے تو ان کے آباء کو خوش کرنے کے لئے) ہم ان کی اولاد کو بھی (درجہ میں) ان کے ساتھ شامل کردیں گے اور ہم ان (اھل جنت متبوعین) کے عمل سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے ، فرماتے ہیں آیت میں اَلَتْنَا بمعنی نَقَصْنَا ہے۔

وقال غيره: تَمُوْرُ: تَدُوْرُ

" يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَاءُ مَوْرًا " جس روز آسمان تھر تھرانے لگے گا فرماتے ہیں تَمُوْرُ کے معنی ہیں گھومنے لگے گا۔

اَحْلَامُهُمْ: اَلْعُقُوْلُ

آیت میں ہے " اَمْ تَأْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَا اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ " کیا ان کی عقلیں ان کو ان باتوں کا حکم دیتی ہیں یا یہ ہے کہ یہ شریر لوگ ہیں ، فرماتے ہیں اَحْلَام کے معنی ہیں عقول، اَحْلَام: حِلْمٌ کی جمع ہے بمعنی عقل۔

وقال ابن عباس: اَلْبَرُّ: اَللَّطِيْفُ

آیت کریمہ میں ہے " اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ " فرماتے ہیں کہ بَرّ کے معنی لطیف و مہربان اور اس محسن کے ہیں جس کا احسان عام ہو۔

كِسْفًا: قطعا

آیت میں ہے " وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ " اور اگر وہ آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ (بھی) لیں کہ گرتا ہوا آرہا ہے تو (اس کو بھی) یوں کہہ دیں کہ یہ تو تہہ بہ تہہ جما ہوا بادل ہے .... فرماتے ہیں كِسْفًا کے معنی ہیں : ٹکڑا۔

اَلْمَنُوْنُ: اَلْمَوْتُ

"اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ " کیا یہ لوگ (کاہن اور مجنون ہونے کے علاوہ آپ کی نسبت) یوں (بھی) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں (اور) ہم ان کے بارے میں حادثۂ موت کا انتظار کررہے ہیں، فرماتے ہیں آیت میں منون کے معنی ہیں : موت ۔

وقال غيره: يَتَنَازَعُوْنَ: يَتَعَاطَوْنَ

آیت میں ہے " يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ " یعنی جنتی آپس میں (خوش طبعی کے طور پر) چھینا

جھپٹی بھی کیا کریں گے اور اس میں لغو اور بیہودہ بات نہ ہوگی، حضرت ابن عباس ؓ کے غیر نے کہا کہ یتنازعون کے معنی ہیں ایک دوسرے سے لیں گے۔

٤٥٧٢ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قالَتْ : شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ أَنِّي أَشْتَكِي ، فَقَالَ : (طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ) . فَطُفْتُ وَرَسُولُ ٱللهِ ﷺ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ ، يَقْرَأُ بِالطُّورِ وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ . [ر : ٤٥٢]

٤٥٧٣ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قالَ : حَدَّثُونِي عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ ، فَلَمَّا بَلَغَ هٰذِهِ الآيَةَ : «أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الخَالِقُونَ . أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ . أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُسَيْطِرُونَ» . كادَ قَلْبِي أَنْ يَطِيرَ .

قالَ سُفْيَانُ : فَأَمَّا أَنَا ، فَإِنَّمَا سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ . لَمْ أَسْمَعْهُ زَادَ الَّذِي قالُوا لِي . [ر : ٧٣١]

سفیان فرماتے ہیں کہ امام زہری سے یہ روایت میں نے سنی ہے لیکن میں نے صرف اتنی سنی ہے "سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرء فی المغرب بالطُّورِ" اور اس کے بعد کے الفاظ میں نے زہری سے نہیں سنے ہیں۔

٣٣٧ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «وَالنَّجْمِ» /١/ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «ذُو مِرَّةٍ» /٦/ : ذُو قُوَّةٍ . «قَابَ قَوْسَيْنِ» /٩/ : حَيْثُ الْوَتَرُ مِنَ الْقَوْسِ . «ضِيزَى» /٢٢/ : عَوْجَاءُ . «وَأَكْدَى» /٣٤/ : قَطَعَ عَطَاءَهُ . «رَبُّ الشِّعْرَى» /٤٩/ : هُوَ مِرْزَمُ الجَوْزَاءِ . «الَّذِي وَفَّى» /٣٧/ : وَفَّى ما فُرِضَ عَلَيْهِ . «أَزِفَتِ الآزِفَةُ» /٥٧/ : اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ . «سَامِدُونَ» /٦١/ : الْبَرْطَمَةُ ، وَقالَ عِكْرِمَةُ : يَتَغَنَّوْنَ ، بِالْحِمْيَرِيَّةِ .

وقالَ إِبْرَاهِيمُ : «أَفَتُمَارُونَهُ» /١٢/ : أَفَتُجَادِلُونَهُ ، وَمَنْ قَرَأَ : «أَفَتَمْرُونَهُ» يَعْنِي أَفَتَجْحَدُونَهُ .

«ما زَاغَ الْبَصَرُ» /١٧/ : بَصَرُ مُحَمَّدٍ ﷺ . «وَما طَغَى» وَلَا جاوَزَ ما رَأَى . «فَتَمَارَوْا» /القمر: ٣٦/ :

کَذَّبُوا .

وَقَالَ الحَسَنُ : «إِذَا هَوَى» /١/ : غابَ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «أَغْنَى وَأَقْنَى» /٤٨/ : أَعْطَى فَأَرْضَى .

وقال مجاهد: ذُومِرَّةٍ: ذُوقُوَّةٍ

آیت کریمہ میں ہے "عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى، ذُومِرَّةٍ فَاسْتَوَى" اس میں ذُومِرَّةٍ کے معنی ہیں: قوت والا، مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

قَابَ قَوْسَيْنِ: حَيْثُ الْوَتَرُ مِنَ الْقَوْسِ

آیت میں ہے "فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى" اس آیت کی مختلف تفاسیر بیان کی گئی ہیں۔

❶ قاب: مقدار کو کہتے ہیں اور قوسین قوس کا تثنیہ ہے کمان کو کہتے ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ جل شانہ یا حضرت جبرئیل کے ساتھ اتنا قرب ہوا کہ دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا، چنانچہ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں: "تقدیرہ: فکان مقدار مسافة قربه مثل قاب قوسین" (٩)

عربوں کے ہاں یہ طریقہ رائج تھا کہ جب دو آدمی باہمی اتحاد اور یگانگت کا معاہدہ کرنا چاہتے تھے تو دونوں اپنی کمان اٹھاتے اور ایک دوسرے کے ساتھ اپنی اپنی کمان کو اس طرح ملاتے کہ دونوں کمانوں کی لکڑی تو اپنی طرف کرلیتے اور تانت دوسرے کی طرف، اس طرح جب دونوں کی تانت ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کے ایک ہوجاتیں تو ان دونوں کے درمیان دونوں قوسوں کے قاب کا فاصلہ رہ جاتا تھا، مطلب یہ ہوتا تھا کہ ان کمانوں کی طرح آج سے ہم بھی ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہوگئے اور ہمارا دوست دشمن اب ایک ہوگا، تو اب یہ محاورہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں، باہمی اتحاد اور ہم آہنگی اور فاصلہ کی کمی کی تعبیر "قاب قوسین" سے کرتے ہیں۔ (١٠)

یہاں بھی مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اتنے قریب آگئے کہ دونوں کے درمیان دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم اور وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہر لحاظ سے ہم آہنگ اور متحد ہوئے اور دونوں میں مکمل اتصال ہوا۔

---

(٩) تفسیر قرطبی: ٨٩/١٧

(١٠) دیکھیے معالم التنزیل: ٢٣٦/٤

❷ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قاب اس فاصلہ کو کہتے ہیں جو کمان کے قبضہ (پکڑنے کے دستہ) اور کمان کی تانت (ڈور) کے درمیان ہوتا ہے جس کا اندازہ تقریباً ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے، ایک کمان کے دو قاب ہوتے ہیں پکڑنے کے دستہ سے تانت کی طرف جانے والے دو حصوں میں سے ہر حصہ کا فاصلہ قاب ہے، قرطبی فرماتے ہیں "والقاب مابین المقبض والسیّة، ولکل قوس قابان" آیت میں لفظی قلب کردیا گیا ہے اصل عبارت ہے "قابیْ قوس" یعنی "ایک قوس کے دو قاب" مضاف جو کہ تثنیہ تھا اس کے عوض مضاف الیہ کو تثنیہ بنایا گیا (۱۱) دو قاب کا فاصلہ ایک کمان کے برابر ہے آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرئیل کے درمیان ایک کمان کے دو قاب کے برابر فاصلہ تھا، حاصل یعنی ایک کمان کا فاصلہ تھا یا اس سے بھی کم۔

❸ سعید بن جبیر اور ابو اسحاق ہمدانی وغیرہ فرماتے ہیں کہ "قاب" مقدار اور "قوس" ذراع کے معنی میں ہے، ذراع کو "قوس" کیوں کہا گیا "لانہ یقاس بہا کل شئی" کہ اس کے ذریعہ ہر شئی کا حساب لگایا جاتا ہے، ناپا جاتا ہے اب معنی یہ ہوں گے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرئیل کے درمیان فاصلہ دو ذراع کے برابر رہ گیا تھا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو اولیٰ اور ارجح قرار دیا (۱۲) اکثر حضرات نے پہلی تفسیر کو ترجیح دی ہے (۱۴)۔

آیت کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وحی بیان کی ہے اس میں اس شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وحی لانے والے فرشتے کو آپ نے نہ دیکھا ہے نہ پہچانا، ممکن ہے کوئی اور لاتا ہو یا اس میں شیطان کی مداخلت ہو۔

ضِیْزٰی: عَوْجَاءُ

آیت کریمہ میں ہے "تِلْکَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی" اس حالت میں تو یہ بہت ٹیڑھی تقسیم ہوئی.... فرماتے ہیں کہ ضِیْزٰی کے معنی ہیں: ٹیڑھی۔

---

(۱۱) تفسیر قرطبی: ۱۷/۹۰ و فتح الباری: ۸/۶۱۰

(۱۳) فتح الباری: ۸/۶۱۰

(۱۴) تفسیر قرطبی: ۱۷/۸۹، روح المعانی: ۱۵/۷۵، جزء: ۲۷ و تفسیر عثمانی: ص ۶۹۸ و فیض الباری: ۴/۲۳۷

وَاَكْدٰى: قطعَ عَطاءَهُ

آیت میں ہے "وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى" تھوڑا مال دیا اور (پھر وہ بھی) بند کردیا، فرماتے ہیں آیت میں اَكْدٰى کے معنی ہیں: قطعَ عطاءَهُ: دینا ختم کردیا۔

رَبُّ الشِّعْرٰى: مِرْزَمُ الْجَوْزَاءِ

"وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى" حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے "شِعْرٰی" کا ترجمہ "پرنی" کیا ہے (۱۵) امام بخاری فرماتے ہیں کہ شعری کو "مرزم الجوزاء" بھی کہتے ہیں، یہ ستارہ جوزاء کے بعد موسم گرما میں طلوع ہوتا ہے (۱۶) ایک قول یہ بھی ہے کہ سورج سے شعری بڑا ہے۔

اَلَّذِيْ وَفّٰى: وَفّٰى مَافُرِضَ عَلَيْهِ

آیت میں ہے "وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى" فرماتے ہیں اَلَّذِيْ وَفّٰى کے معنی ہیں جو ان پر فرض تھا اسے پورا کیا۔

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ

آیت کریمہ میں ہے "اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ" وہ جلدی آنے والی چیز قریب آپہونچی، اللہ کے علاوہ کوئی اس کا ہٹانے والا نہیں۔ فرماتے ہیں اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ کے معنی ہیں قیامت قریب آگئی۔

سَامِدُوْنَ: اَلْبَرْطَمَةُ، وقال عِكْرِمَةُ: يَتَغَنَّوْنَ بِالْحِمْيَرِيَّةِ

آیت میں ہے "وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ، وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ" فرماتے ہیں کہ سَامِدُوْنَ سے بَرْطَمَة مراد ہے، بَرْطَمَة کے معنی اعراض کرنے والے کے ہیں (۱۷) اور عکرمہ نے کہا کہ سَامِدُوْنَ کے معنی حِمیَری زبان میں گانا گانے کے ہیں۔

وقال ابراهيم: اَفَتُمَارُوْنَهٗ: اَفَتُجَادِلُوْنَهٗ وَمَنْ قَرَأَ: اَفَتَمْرُوْنَهٗ يَعْنِي اَفَتَجْحَدُوْنَهٗ

"اَفَتُمَارُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى" کیا تم اس رسول سے اس کی دیکھی ہوئی چیز پر نزاع کرتے ہو، حمزہ اور کسائی "اَفَتَمْرُوْنَهٗ" پڑھتے ہیں جس کے معنی ہیں کیا تم اس کا انکار کرتے ہو۔

---

(۱۵) فیض الباری: ۲۴۷/۴

(۱۶) تفصیل کے لئے دیکھیے فتح الباری: ۶۰۵/۸ وعمدۃ القاری: ۱۹۶/۱۹

(۱۷) البرطمة، بفتح الباء الموحده، وسكون الراء وفتح الطاء، الاعراض، وقال ابن عيينة: البرطمة هكذا، ووضع ذقنه في صدره (فتح الباري: ۶۰۵/۸)

مَازَاغَ الْبَصَرُ: بَصَرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا طَغٰى: وَلَا جَاوَزَ مَارَأَى

آیت میں ہے "مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى" نہ اس کی نگاہ بہکی، مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک ہے اور نہ نگاہ نے تجاوز کیا اس سے جو دیکھا یعنی آپ کی نگاہِ مبارک حد سے نہیں بڑھی جتنا حکم تھا اتنا ہی دیکھا۔

فَتَمَارَوْا: كَذَّبُوْا

یہ لفظ سورۂ قمر کا ہے، وہاں آیت میں ہے "وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ" اور وہ ڈرا چکا تھا ان کو ہماری پکڑ سے لیکن انہوں نے ہمارے ڈرانے کو جھٹلایا، یہاں اس لفظ کو "أَفَتُمَارُوْنَهُ عَلٰى مَا يَرٰى" کی مناسبت سے لائے ہیں۔

إِذَا هَوٰى: غَابَ

"وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى" قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے، هَوٰى کے معنی غائب ہونے کے ہیں۔

أَغْنٰى وَأَقْنٰى: أَعْطٰى فَأَرْضٰى

آیت کریمہ میں ہے "وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنٰى وَأَقْنٰى" یعنی اس نے دیا اور خوش کردیا، أَغْنٰى: غنی بنایا، مال و دولت سے نوازا، أَقْنٰى: راضی کردیا، خوش کردیا۔

٤٥٧٤ : حدّثنا يَحْيٰى : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ ، عَنْ عَامِرٍ ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ : قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : يَا أُمَّتَاهُ ، هَلْ رَأَى مُحَمَّدٌ ﷺ رَبَّهُ ؟ فَقَالَتْ : لَقَدْ قَفَّ شَعْرِي مِمَّا قُلْتَ ، أَيْنَ أَنْتَ مِنْ ثَلَاثٍ ، مَنْ حَدَّثَكَهُنَّ فَقَدْ كَذَبَ : مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ كَذَبَ ، ثُمَّ قَرَأَتْ : «لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ» . «وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ» . وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَدْ كَذَبَ ، ثُمَّ قَرَأَتْ : «وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا» . وَمَنْ حَدَّثَكَ أَنَّهُ كَتَمَ فَقَدْ كَذَبَ ، ثُمَّ قَرَأَتْ : «يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ» . الْآيَةَ ، وَلٰكِنَّهُ رَأَى جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي صُورَتِهِ مَرَّتَيْنِ . [ر : ٣٠٦٢]

٣٣٨ – باب : «فَكانَ قابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى» /٩/.

حَيْثُ الْوَتَرُ مِنَ الْقَوْسِ.

٤٥٧٥ : حدّثنا أَبُو النُّعْمانِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قالَ : سَمِعْتُ زِرًّا عَنْ عَبْدِ اللهِ : «فَكانَ قابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى . فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ ما أَوْحَى» . قالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ : أَنَّهُ رَأَى جِبْرِيلَ لَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ . [ر : ٣٠٦٠]

٣٣٩ – باب : قَوْلِهِ : «فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ ما أَوْحَى» /١٠/.

٤٥٧٦ : حدّثنا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ : حَدَّثَنَا زَائِدَةُ ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ قالَ : سَأَلْتُ زِرًّا عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى : «فَكانَ قابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى . فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ ما أَوْحَى» . قالَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ : أَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ رَأَى جِبْرِيلَ لَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ . [ر : ٣٠٦٠]

٣٤٠ – باب : «لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى» /١٨/.

٤٥٧٧ : حدّثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : «لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى» . قالَ : رَأَى رَفْرَفًا أَخْضَرَ قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ . [ر : ٣٠٦١]

٣٤١ – باب : «أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّى» /١٩/.

٤٥٧٨ : حدّثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ : حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوْزَاءِ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، فِي قَوْلِهِ : «اللَّاتَ وَالْعُزَّى» كانَ اللَّاتُ رَجُلًا يَلُتُّ سَوِيقَ الْحَاجِّ .

٤٥٧٩ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ : وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى ، فَلْيَقُلْ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ، وَمَنْ قالَ لِصَاحِبِهِ : تَعَالَ أُقَامِرْكَ ، فَلْيَتَصَدَّقْ) . [٥٧٥٦ ، ٥٩٤٢ ، ٦٢٧٤]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لات ایک آدمی کا نام ہے جو حجاج کے لئے ستو گھولا کرتا تھا، فاکہی نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ آدمی زمانہ جاہلیت میں طائف کی ایک چٹان پر بیٹھا ہوتا اور طائف کے

کشمش اور پنیر سے ایک حلوہ بنا کر لوگوں کو کھلاتا، جب یہ مرا تو لوگ اس کی عبادت کرنے لگے (۱۸)

اس آدمی کے بارے میں اختلاف ہے ، بعض نے کہا یہ عامر بن ظرب تھا جو اپنے زمانہ میں عرب کا مشہور دانشور تھا، علامہ سہیلی نے نقل کیا ہے کہ یہ عمرو بن لحی بن قمعہ تھا لیکن حافظ نے اس قول کو رد کیا ہے اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ لات جب مر گیا تو لوگوں سے عمرو بن لحی نے کہا کہ یہ مرا نہیں ہے بلکہ چٹان میں داخل ہوا ہے جس کی وجہ سے لوگ اس کی عبادت کرنے لگے ، اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لات اور عمرو بن لحی دو الگ الگ آدمیوں کے نام ہیں (۱۹) ابن کلبی نے اس کا نام صرمہ بن غنم نقل کیا ہے ۔(۲۰)

بہرحال یہ ایک آدمی کا نام ہے، جس کے مرنے کے بعد لوگوں نے اس کا بت بنا کر اس کی عبادت شروع کی، اس بت کو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس وقت منہدم کیا جب طائف کے قبیلہ ثقیف نے اسلام قبول کیا۔ (۲۱)

دوسرا بت عزیٰ تھا جس کو سب سے پہلے ظالم بن سعد نے وادیٔ نخلہ میں عبادت کے لئے منتخب کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے سال آپؐ کے حکم سے اس کو توڑا۔ (۲۲)

تیسرا بت مناۃ تھا جو لات سے بھی پہلے کا تھا، اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے سال ختم کیا (۲۳)

مَنْ حَلَفَ، فَقَالَ فِي حَلِفِهِ: وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى، فَلْيَقُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

اگر اس نے "وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى" تعظیماً کہا ہے تو تجدید ایمان کرنی پڑے گی اور اگر تعظیماً نہیں کہا، ویسے ہی لاعلمی میں زبان سے نکلا تو بھی چونکہ بت کا نام لیا ہے ، قلب میں کچھ نہ کچھ ظلمت ضرور آئے گی اس لئے اس کے ازالہ کے لئے پھر بھی کلمہ توحید پڑھنا چاہئے ۔(۲۴)

(۱۸) فتح الباری: ٦١٢/٨

(۱۹) فتح الباری: ٦١٢/٨

(۲۰) فتح الباری: ٦١٢/٨

(۲۱) فتح الباری: ٦١٢/٨

(۲۲) فتح الباری: ٦١٢/٨

(۲۳) فتح الباری: ٦١٢/٨

(۲۴) فتح الباری: ٦١٢/٨

ومن قال لصاحبہ: تَعَالِ، اُقَامِرُکَ، فَلْیَتَصَدَّقْ

کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہے کہ آؤ جوا کھیلتے ہیں تو اس کو چاہیئے کہ صدقہ کرے علامہ طحاوی فرماتے ہیں کہ اس مال کو صدقہ کرنا مراد ہے جس کو قمار کے لئے نکالا تھا کیونکہ اس کو قمار میں خرچ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ صدقہ میں خرچ کیا جائے (۲۵) علامہ خطابی رحمہ اللہ نے بھی یہی مراد لیا ہے۔

لیکن علامہ نووی فرماتے ہیں کہ مطلقاً صدقہ کرنا مراد ہے چونکہ قمار حرام ہے اور ایک حرام کام کی دعوت اس کی زبان پر جاری ہوئی اس لئے کفارہ کے طور پر کچھ نہ کچھ وہ صدقہ کرے، مسلم کی روایت اسی معنی پر دلالت کرتی ہے، اس میں ہے "فَلْیَتَصَدَّقْ بِشَیْءٍ" (۲۶)

٣٤٢ – باب : «وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَى» /٢٠/.

٤٥٨٠ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ : سَمِعْتُ عُرْوَةَ : قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا ، فَقَالَتْ : إِنَّمَا كَانَ مَنْ أَهَلَّ بِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِي بِالْمُشَلَّلِ لَا يَطُوفُونَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ تَعَالَى : «إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ ٱللهِ». فَطَافَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ وَالْمُسْلِمُونَ .

قَالَ سُفْيَانُ : مَنَاةُ بِالْمُشَلَّلِ مِنْ قُدَيْدٍ .

یہ حدیث سورۃ بقرہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے "مُشَلَّل" جگہ کا نام ہے اور "قُدَیْد" بھی مکہ سے مدینہ کی طرف راستے میں ایک منزل کا نام ہے۔

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ . قَالَ عُرْوَةُ : قَالَتْ عَائِشَةُ : نَزَلَتْ فِي الْأَنْصَارِ ، كَانُوا هُمْ وَغَسَّانُ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ ، مِثْلَهُ .

اس تعلیق میں ہے کہ اسلام سے پہلے انصار اور قبیلہ غسان کے لوگ مناۃ بت کے نام پر احرام باندھتے تھے، اس کے متعلق مذکورہ آیت نازل ہوئی "یُهِلُّوْنَ لِمَنَاۃَ" ای یُحْرِمُوْنَ لِمَنَاۃَ "مثلہ" یعنی اس تعلیق کا مفہوم بھی سفیان کی حدیث کی طرح ہے۔

عبدالرحمن بن خالد کی یہ تعلیق امام ذہلی نے "زھریات" میں اور امام طحاوی نے "مشکل الآثار"

---

(۲۵) فیض الباری: ۲۴۱/۴

(۲۶) فتح الباری: ۶۱۲/۸

میں موصولاً نقل کی ہے۔ (*۱)

وَقالَ مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ : كانَ رِجالٌ مِنَ الْأَنْصارِ مِمَّنْ كانَ يُهِلُّ لِمَناةَ ، وَمَناةُ صَنَمٌ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ ، قالُوا يا نَبِيَّ اللهِ ، كُنَّا لَا نَطُوفُ بَيْنَ الصَّفا وَالْمَرْوَةِ تَعْظِيمًا لِمَناةَ ، نَحْوَهُ . [ر : ١٥٦١]

معمر سے معمر بن راشد مراد ہیں "نحوه" ای نحو الحدیث المذکور، یہ تعلیق امام احمد نے موصولاً نقل کی ہے۔ (*۲)

٣٤٣ - باب : «فَاسْجُدُوا للهِ وَاعْبُدُوا» /٦٢/ .

٤٥٨١ : حدّثنا أبو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوارِثِ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما قالَ : سَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ بِالنَّجْمِ ، وَسَجَدَ مَعَهُ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ ، وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ .

تابَعَهُ ابْنُ طَهْمانَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ عُلَيَّةَ ابْنَ عَبَّاسٍ . [ر : ١٠٢١]

٤٥٨٢ : حدّثنا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ : أَخْبَرَنِي أَبُو أَحْمَدَ : حَدَّثَنا إِسْرائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : أَوَّلُ سُورَةٍ أُنْزِلَتْ فِيها سَجْدَةٌ «وَالنَّجْمِ» قالَ : فَسَجَدَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَسَجَدَ مَنْ خَلْفَهُ إِلَّا رَجُلاً ، رَأَيْتُهُ أَخَذَ كَفًّا مِنْ تُرابٍ فَسَجَدَ عَلَيْهِ ، فَرَأَيْتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ قُتِلَ كافِرًا ، وَهُوَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ . [ر : ١٠١٧]

٣٤٤ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ (الْقَمَرِ) : «اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ» /١/ .

قالَ مُجاهِدٌ : «مُسْتَمِرٌّ» /٢/ : ذاهِبٌ . «مُزْدَجَرٌ» /٤/ : مُتَناهٍ . «وَازْدُجِرَ» /٩/ : فَاسْتُطِيرَ جُنُونًا . «دُسُرٍ» /١٣/ : أَضْلاعُ السَّفِينَةِ . «لِمَنْ كانَ كُفِرَ» /١٤/ : يَقُولُ : كُفِرَ لَهُ جَزاءً مِنَ اللهِ . «مُحْتَضَرٌ» /٢٨/ : يَحْضُرُونَ الْماءَ .

وَقالَ ابْنُ جُبَيْرٍ : «مُهْطِعِينَ» /٨/ : النَّسَلانُ : الْخَبَبُ السِّراعُ .

وَقالَ غَيْرُهُ : «فَتَعاطَى» /٢٩/ : فَعاطَها بِيَدِهِ فَعَقَرَها . «الْمُحْتَظِرِ» /٣١/ : كَحِظارٍ

(*۱) تغلیق التعلیق: ۳۲۵/۴ - عمدة القاری: ۲۰۳/۱۹

(*۲) تغلیق التعلیق: ۳۲۵/۴، ومسند احمد: ۱۶۳/۶

مِنَ الشَّجَرِ مُحْتَرِقٍ . «ازْدُجِرَ» /۹/ : افْتُعِلَ مِنْ زَجَرْتُ . «كُفِرَ» /۱٤/ : فَعَلْنَا بِهِ وَبِهِمْ ما فَعَلْنَا جَزَاءً لِمَا صُنِعَ بِنُوحٍ وَأَصْحَابِهِ . «مُسْتَقِرٌّ» /۳/ : عَذَابٌ حَقٌّ . يُقَالُ : الأَشَرُ المَرَحُ وَالتَّجَبُّرُ .

وقال مجاهد: مستمر: ذاهب

"وَاِنْ يَّرَوْا آيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ" "اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ جادو ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے یعنی مدعیان نبوت پہلے بھی اسی طرح کے جادو کرتے رہے ہیں تو جیسے ان کا جادو نہ رہا یہ بھی نہیں رہے گا" مُسْتَمِرٌّ کے معنی مجاہد نے ذاہب بیان کئے ہیں یعنی جانے والا، ختم ہونے والا، بعض نے کہا کہ ذاہب بمعنی سائر ہے یعنی باقی رہنے والا (۲۷)

مُزْدَجَرٌ: مُتَنَاهٍ

"وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِّنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ" فرماتے ہیں مُزْدَجَر بمعنی "مُتَنَاهٍ" ہے جو باب تفاعل سے صیغۂ اسم فاعل ہے "ای غاية فی الزجر، لامزيد عليه" (۲۸) یعنی بے انتہا جھڑکنے والا، مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے پاس اتنی خبریں پہنچ چکی ہیں جن میں انتہائی درجہ کی جھڑک اور تنبیہ موجود ہے۔

وَازْدُجِرَ: فَاسْتُطِيرَ جُنُوْنًا

"وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ" اور ان لوگوں نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ یہ مجنون ہے اور جنون کی وجہ سے خوف زدہ اور مدہوش ہے اُسْتُطِيرَ صیغۂ مجہول ہے۔ اُسْتُطِيرَ الرَّجُلُ: ڈرایا گیا، خوف زدہ کیا گیا، بعض نے اس کا ترجمہ صرع سے کیا ہے یعنی مرگی کی بیماری میں مبتلا کیا گیا، بہرکیف اس صورت میں یہ عطف ہے "مَجْنُوْنٌ" پر اور قوم کے مقولہ میں داخل ہے۔

بعض نے اس کو اللہ جل شانہ کا مقولہ قرار دیا ہے اور اس کی تفسیر کی ہے "دھمکی دی گئی" (۲۹) مطلب یہ ہے کہ قومِ نوح نے نوح کو مجنون کہا اور ان کو دھمکی دی گئی کہ تبلیغ سے رک جاؤ ورنہ ہم تمہیں رجم کردیں گے۔

دُسُرٍ: اَضْلَاعُ السَّفِيْنَةِ

"وَحَمَلْنَاهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ" فرماتے ہیں کہ "دُسُر" کشتی کے اطراف یعنی تختوں، میخوں

(۲۷) فتح الباری: ۶۱۲/۸

(۲۸) عمدة القاری: ۲۰۴/۱۹

(۲۹) تفسیر کشاف: ۴۳۳/۴

اور رسیوں وغیرہ کو کہتے ہیں، یہ دِسَار کی جمع ہے، میخ کو کہتے ہیں۔

لِمَنْ كَانَ كُفِرَ: يَقُوْلُ: كُفِرَ لَهُ جَزَاءً مِنَ اللّٰهِ

"لِمَنْ كَانَ كُفِرَ" کا مطلب یہ ہے کہ یہ عذاب درحقیقت اللہ جل شانہ کی جانب سے بدلہ تھا حضرت نوح علیہ السلام کا جس کی ناقدری اور انکار کیا گیا تھا۔

مُحْتَضَرٌ: يَحْضُرُوْنَ الْمَاءَ

آیت کریمہ میں ہے "وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ" اور ان لوگوں کو یہ بتلا دینا کہ پانی (کنوئیں) کا بانٹ دیا گیا ہے، ہر ایک اپنی باری پر حاضر ہوا کرے۔ فرماتے ہیں مُحْتَضَرٌ کے معنی ہیں باری والے سب پانی پر حاضر ہوا کریں۔

مُهْطِعِيْنَ: اَلنَّسَلَانِ: اَلْخَبَبُ السِّرَاعُ

"مُهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ" یہ اهطاع سے صیغہ اسم فاعل ہے جس کے معنی تیزی کے ساتھ چلنے کے ہیں، اسکی تفسیر اَلنَّسَلَانِ سے کی ہے اور النسلان کی تفسیر "اَلْخَبَبُ السِّرَاعُ" سے کی، سب کے معنی تیزی سے چلنے کے ہیں۔

وقال غیرہ: فَتَعَاطٰى: فَعَاطَهَا بِيَدِهِ فَعَقَرَهَا

"فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ" فَتَعَاطٰى کا ترجمہ "عَاطَ" سے کیا ہے عَاطَ "عَوْطٌ" سے ماخوذ ہے جس کے کلام عرب میں کوئی معنی نہیں آتے ہیں اس لئے حضرات شراح نے کہا کہ اسمیں قلب ہوا ہے عین کلمہ کو لام کی جگہ کردیا گیا ہے اور یہ "عطو" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہاتھ سے پکڑنے کے آتے ہیں اور وہ یہاں درست ہیں (۳۰)

اَلْمُحْتَظِرِ: كَحِظَارٍ مِنَ الشَّجَرِ مُحْتَرَقٍ

"فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ" مُحْتَظِرِ کے معنی ہیں درختوں (یعنی لکڑیوں) کی جلی ہوئی اور ٹوٹی ہوئی باڑھ۔ حِظَارٌ از ضرب حَظَرَ، حَظْراً: منع کرنا، حِظَارٌ وَحَظِيْرَةٌ: باڑھ، وہ چیز جو آپ کے اور دوسری شئ کے درمیان رکاوٹ بنے۔ مطلب یہ ہے کہ عذاب آنے پر وہ روندھی ہوئی کانٹوں کی باڑھ کی طرح ہوگئے جیسے وہ باڑھ چورا چورا ہوجاتی ہے یہ بھی ملیامیٹ ہوگئے۔

---

(۳۰) فتح الباری: ۶۱۶/۸، وعمدۃ القاری: ۲۰۵/۱۹

کُفِرَ: فَعَلْنَا بِهٖ وَبِهِمْ مَا فَعَلْنَا جَزَاءً لِمَا صُنِعَ بِنُوحٍ وَاَصْحَابِهٖ

آیت کریمہ میں ہے "جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرَ" (نوح علیہ السلام کی مدد کر کے قوم کو غرق کرنا) یہ بدلہ تھا اس معاملہ کا جو حضرت نوح اور ان کے اصحاب کے ساتھ کیا گیا۔

مُسْتَقِرٌّ: عَذَابٌ حَقٌّ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ" اور صبح سویرے ہی ان پر دائمی عذاب آپہنچا.... فرماتے ہیں مُسْتَقِرٌّ کے معنی ہیں: عذاب حق۔

يقال: اَلْاَشَرُ: اَلْمَرَحُ وَالتَّجَبُّرُ

آیت کریمہ میں ہے "سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ" ان کو عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ جھوٹا شیخی باز کون تھا.... کہا جاتا ہے کہ اَشِر کے معنی ہیں: اترانا، غرور کرنا، اشر: اترانے والا، غرور کرنے والا۔

٣٤٥ – باب: «وَانْشَقَّ الْقَمَرُ. وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا» /١، ٢/.

٤٥٨٣/٤٥٨٤: حدّثنا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، وَسُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِرْقَتَيْنِ: فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ، وَفِرْقَةً دُونَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: (اشْهَدُوا).

(٤٥٨٤): حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ، فَصَارَ فِرْقَتَيْنِ، فَقَالَ لَنَا: (اشْهَدُوا اشْهَدُوا). [ر: ٣٤٣٧]

٤٥٨٥: حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ: حَدَّثَنِي بَكْرٌ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ. [ر: ٣٤٣٩]

٤٥٨٦/٤٥٨٧: حدّثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلَ أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً، فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ.

(٤٥٨٧): حدّثنا مُسَدَّدٌ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: انْشَقَّ الْقَمَرُ فِرْقَتَيْنِ. [ر: ٣٤٣٨]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں انشقاق قمر کی روایتیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت انسؓ سے نقل کی ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تو انشقاق قمر کا مشاہدہ کرنے والوں میں سے ہیں، حضرت ابن عباسؓ بھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے کیونکہ یہ واقعہ ہجرت سے پانچ سال قبل کا ہے اور ابن عباسؓ اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے اور حضرت انسؓ چار پانچ سال کے بچے تھے اور مدینہ منورہ میں تھے، مکہ مکرمہ میں موجود نہیں تھے، غالباً انہوں نے باقی صحابہ سے سن کر یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ (۳۱)

ابو نعیم نے "دلائل النبوۃ" میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ چند مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے جن میں ابوجہل، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور نضر بن الحارث شامل تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ اگر آپ سچے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کریجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور چاند دو ٹکڑے ہوا۔ (۳۲)

حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا ثبوت تواتر سے ہے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کو متفق علیہ قرار دیا (۳۳) حافظ ابن حجر کے استاد حافظ زین الدین عراقی نے اجماع نقل کیا ہے چنانچہ وہ اپنی منظوم سیرت میں فرماتے ہیں۔

فصار فرقتین فرقة علت
وفرقة للطود منه نزلت
وذاک مرتین بالاجماع
والنص والتواتر السماع (۳۴)

بعض قدیم علماء کا خیال ہے معجزہ شق قمر واقع نہیں ہوا ہے، یہ قرب قیامت میں واقع ہوگا، باقی رہی یہ بات کہ "وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" میں ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ مستقبل کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال کرتے ہیں جب مستقبل میں اس چیز کے وقوع کے تحقق میں مبالغہ مقصود ہو جس طرح "اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ" میں استعمال کیا گیا ہے۔ (۳۵)

لیکن جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ انشقاقِ قمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں واقع ہو چکا

---

(۳۱) فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب انشقاق القمر: ۱۸۲/۷

(۳۲) دیکھیے دلائل ابی نعیم، الفصل السادس عشر، انشقاق قمر ۲۸۰/۱

نیز دیکھیے الخصائص الکبری، باب انشقاق القمر: ۱۲۶/۱-۱۲۵

(۳۳) تفسیر ابن کثیر: ۲۶۱/۴

(۳۴) فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب انشقاق القمر: ۱۸۳/۷

(۳۵) فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب انشقاق القمر: ۱۸۶/۷

ہے جیسا کہ یہاں روایات میں ہے چنانچہ حافظ لکھتے ہیں "والذی ذهب الیه الجمهور اصح، کما جزم به ابن مسعود و حذیفة وغیرهما" (۳۶)

حافظ ابن حجر نے انشقاق قمر کے متعلق بعض سوالات و اعتراضات اور ان کے جوابات نقل کئے ہیں۔ (۳۷) یہاں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا تفسیری حاشیہ نقل کیا جاتا ہے کہ اس میں ان کے مختصر جوابات آجاتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

"طحاوی اور ابن کثیر نے اس واقعہ کے تواتر کا دعویٰ کیا ہے اور کسی دلیل عقلی سے آج تک اس طرح کے واقعات کا محال ہونا ثابت نہیں کیا جاسکا اور محض استبعاد کی بناء پر ایسی قطعی الثبوت چیزوں کو رد نہیں کیا جاسکتا، بلکہ استبعاد تو اعجاز کے لئے لازم ہے، روزمرہ کے معمولی واقعات کو "معجزہ" کون کہے گا۔

باقی یہ کہنا کہ "شق قمر" اگر واقع ہوا ہوتا تو تاریخوں میں اس کا وجود کیوں نہیں تو یاد رہے کہ یہ قصہ رات کا ہے بعض ملکوں میں تو اختلاف مطالع کی وجہ سے اس وقت دن ہوگا اور بعض جگہ آدھی رات ہوگی لوگ عموماً سوتے ہوں گے اور جہاں بیدار ہوں گے اور کھلے آسمان کے نیچے بیٹھے ہوں گے تو عادۃً یہ ضروری نہیں کہ سب آسمان کی طرف تک رہے ہوں، زمین پر جو چاندنی پھیلی ہوگی بشرطیکہ مطلع صاف ہو، اس میں دو ٹکڑے ہوجانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، پھر تھوڑی دیر کا قصہ تھا، ہم دیکھتے ہیں کہ بارہا چاند گہن ہوتا ہے اور خاصا ممتد رہتا ہے لیکن لاکھوں انسانوں کو خبر بھی نہیں ہوتی اور اُس زمانہ میں آج کل کی طرح رصد وغیرہ کے اتنے وسیع اور مکمل انتظامات اور تقاویم (جنتریوں) کی اس قدر اشاعت بھی نہ تھی۔ بہرحال تاریخوں میں مذکور نہ ہونے سے اس کی تکذیب نہیں ہوسکتی بایں ہمہ "تاریخ فرشتہ" وغیرہ میں اس کا ذکر موجود ہے، ہندوستان کے مہاراجہ "مالیبار" کے اسلام کا سبب اسی واقعہ کو لکھتے ہیں۔" (۳۸)

قدیم فلاسفہ چونکہ آسمان اور سیارات میں خرق و التیام کے قائل نہیں ہیں اس لئے وہ اس کا انکار کرتے ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں "وقد انکر جمهور الفلاسفة انشقاق القمر، متمسکین بأن الآیات العلویة، لایتهیأ فیها الانخراق والالتیام"

حافظ ابن حجر نے زجاج کے حوالہ سے ان کا جواب یہ دیا کہ قمر اور دیگر اجرام سماویہ اللہ جل شانہ کی مخلوق ہیں اور اللہ جل شانہ ان کی تخلیق کی طرح ان کے اِنشقاق اور ان میں اِنخراق والِتیام پر بھی قادر ہیں۔ (۳۹)

---

(۳۶) فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب انشقاق القمر: ۱۸۶/۷

(۳۷) دیکھیے فتح الباری، باب انشقاق القمر ۱۸۶/۷-۱۸۳

(۳۸) تفسیر عثمانی: ۷۰۱ فائدہ نمبر ۱۲

(۳۹) فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب انشقاق القمر: ۱۸۵/۷

اور مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وقد ثبت الیوم الخرق، والالتئام، والانشقاق، والانفطار کلھا فی الأجرام السماویة" (۴۰)

٣٤٦ - باب : «تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرَ. وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ» /١٤ ، ١٥/ .

قَالَ قَتَادَةُ : أَبْقَى اللهُ سَفِينَةَ نُوحٍ حَتَّى أَدْرَكَهَا أَوَائِلُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ .

٤٥٨٨ : حدّثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ : «فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ» . [ر : ٣١٦٣]

اس ترجمۃ الباب سے لیکر "باب وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ" تک چھ تراجم متعددہ ہیں اور ہر ایک میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک ہی روایت نقل کی ہے ۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ آیت میں "فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ" دال کے ساتھ ہے اور اس بات پر بھی تنبیہ مقصود ہے کہ قرآن جو قصص اور واقعات بیان کرتا ہے ان سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے ۔

٣٤٧ - باب : «وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ» /١٧ ، ٢٢ ، ٣٢ ، ٤٠/ .

قَالَ مُجَاهِدٌ : يَسَّرْنَا : هَوَّنَّا قِرَاءَتَهُ .

٤٥٨٩ : حدّثنا مُسَدَّدٌ ، عَنْ يَحْيٰى ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ : «فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ» . [ر : ٣١٦٣]

٣٤٨ - باب : «أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ . فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ» /٢٠ ، ٢١/ .

٤٥٩٠ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ : أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا سَأَلَ الْأَسْوَدَ : «فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ» أَوْ «مُذَّكِرٍ» ؟ فَقَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ يَقْرَؤُهَا : «فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ» . قَالَ : وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَؤُهَا : «فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ» . دَالًا . [ر : ٣١٦٣]

٣٤٩ - باب : «فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ . وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ» /٣١ ، ٣٢/

(۴۰) فیض الباری: ۴/۲۴۱

٤٥٩١ : حدّثنا عبدان : أخبرنا أبي ، عن شعبة ، عن أبي إسحق ، عن الأسود ، عن عبد الله رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قرأ : «فهل من مدّكر» . الآية . [ر : ٣١٦٣]

٣٥٠ - باب : «ولقد صبّحهم بكرة عذاب مستقرّ . فذوقوا عذابي ونذر» إلى : «فهل من مدّكر» /٣٨ - ٤٠/ .

٤٥٩٢ : حدّثنا محمّد : حدّثنا غندر : حدّثنا شعبة ، عن أبي إسحق ، عن الأسود ، عن عبد الله ، عن النبي ﷺ قرأ : «فهل من مدّكر» . [ر : ٣١٦٣]

٣٥١ - باب : «ولقد أهلكنا أشياعكم فهل من مدّكر» /٥١/ .

٤٥٩٣ : حدّثنا يحيى : حدّثنا وكيع ، عن إسرائيل ، عن أبي إسحق ، عن الأسود ابن يزيد ، عن عبد الله قال : قرأت على النبي ﷺ : «فهل من مذّكر» . فقال النبي ﷺ : «فهل من مدّكر» . [ر : ٣١٦٣]

٣٥٢ - باب : قوله : «سيهزم الجمع ويولّون الدبر» /٤٥/ .

٤٥٩٤ : حدّثنا محمّد بن عبد الله بن حوشب : حدّثنا عبد الوهّاب : حدّثنا خالد ، عن عكرمة ، عن ابن عبّاس . وحدّثني محمّد : حدّثنا عفّان بن مسلم ، عن وهيب : حدّثنا خالد ، عن عكرمة ، عن ابن عبّاس رضي الله عنهما : أنّ رسول الله ﷺ قال ، وهو في قبّة يوم بدر : (اللّهمّ إنّي أنشدك عهدك ووعدك ، اللّهمّ إن تشأ لا تعبد بعد اليوم) . فأخذ أبو بكر بيده فقال : حسبك يا رسول الله ، ألححت على ربّك ، وهو يثب في الدرع ، فخرج وهو يقول : «سيهزم الجمع ويولّون الدّبر» . [ر : ٢٧٥٨]

٣٥٣ - باب : «بل السّاعة موعدهم والسّاعة أدهى وأمرّ» /٤٦/ .

يعني من المرارة .

٤٥٩٥ : حدّثنا إبراهيم بن موسى : حدّثنا هشام بن يوسف : أنّ ابن جريج أخبرهم قال : أخبرني يوسف بن ماهك قال : إنّي عند عائشة أمّ المؤمنين ، قالت : لقد أنزل على محمّد ﷺ بمكّة ، وإنّي لجارية ألعب : «بل السّاعة موعدهم والسّاعة أدهى وأمرّ» . [٤٧٠٧]

٤٥٩٦ : حدّثني إسحق : حدّثنا خالد ، عن خالد ، عن عكرمة ، عن ابن عبّاس :

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ ، وَهُوَ في قُبَّةٍ لَهُ يَوْمَ بَدْرٍ : (أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ ، اللَّهُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ أَبَدًا) . فَأَخَذَ أَبُو بَكْرٍ بِيَدِهِ وَقالَ : حَسْبُكَ يَا رَسُولَ اللهِ ، فَقَدْ أَلْحَحْتَ عَلَى رَبِّكَ ، وَهُوَ في الدِّرْعِ ، فَخَرَجَ وَهُوَ يَقُولُ : «سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ . بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ» . [ر : ۲۷۵۸]

۳۵۴ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الرَّحْمٰنِ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «بِحُسْبَانٍ» /۵/ : كَحُسْبَانِ الرَّحَى .

وَقالَ غَيْرُهُ : «وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ» /۹/ : يُرِيدُ لِسَانَ الْمِيزَانِ . وَالْعَصْفُ : بَقْلُ الزَّرْعِ إِذَا قُطِعَ مِنْهُ شَيْءٌ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَ فَذٰلِكَ الْعَصْفُ ، وَالرَّيْحَانُ : رِزْقُهُ وَالْحَبُّ الَّذِي يُؤْكَلُ مِنْهُ ، وَالرَّيْحَانُ : في كَلَامِ الْعَرَبِ الرِّزْقُ . وَقالَ بَعْضُهُمْ : وَالْعَصْفُ يُرِيدُ : الْمَأْكُولَ مِنَ الْحَبِّ ، وَالرَّيْحَانُ : النَّضِيجُ الَّذِي لَمْ يُؤْكَلْ . وَقالَ غَيْرُهُ : الْعَصْفُ وَرَقُ الْحِنْطَةِ . وَقالَ الضَّحَّاكُ : الْعَصْفُ التِّبْنُ . وَقالَ أَبُو مالِكٍ : الْعَصْفُ أَوَّلُ ما يَنْبُتُ ، تُسَمِّيهِ النَّبَطُ : هَبُورًا . وَقالَ مُجَاهِدٌ : الْعَصْفُ وَرَقُ الْحِنْطَةِ ، وَالرَّيْحَانُ الرِّزْقُ ، وَالْمَارِجُ : اللَّهَبُ الْأَصْفَرُ وَالْأَخْضَرُ الَّذِي يَعْلُو النَّارَ إِذَا أُوقِدَتْ .

وَقالَ بَعْضُهُمْ عَنْ مُجَاهِدٍ : «رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ» /۱۷/ : لِلشَّمْسِ : في الشِّتَاءِ مَشْرِقٌ ، وَمَشْرِقٌ في الصَّيْفِ «وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ» مَغْرِبُهَا في الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ . «لَا يَبْغِيَانِ» /۲۰/ : لَا يَخْتَلِطَانِ . «الْمُنْشَآتُ» /۲۴/ : ما رُفِعَ قِلْعُهُ مِنَ السُّفُنِ ، فَأَمَّا ما لَمْ يُرْفَعْ قِلْعُهُ فَلَيْسَ بِمُنْشَأَةٍ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «كَالْفَخَّارِ» /۱۴/ : كَما يُصْنَعُ الْفَخَّارُ . الشُّوَاظُ : لَهَبٌ مِنْ نَارٍ . «وَنُحَاسٌ» /۳۵/ : الصُّفْرُ يُصَبُّ عَلَى رُؤُوسِهِمْ ، فَيُعَذَّبُونَ بِهِ . «خافَ مَقَامَ رَبِّهِ» /۴۶/ : يَهُمُّ بِالْمَعْصِيَةِ فَيَذْكُرُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فَيَتْرُكُهَا . «مُدْهَامَّتَانِ» /۶۴/ : سَوْدَاوَانِ مِنَ الرِّيِّ . «صَلْصَالٍ» /۱۴/ : طِينٌ خُلِطَ بِرَمْلٍ فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ ، وَيُقَالُ : مُنْتِنٌ ، يُرِيدُونَ بِهِ : صَلَّ ، يُقَالُ : صَلْصَالٌ ، كَمَا يُقَالُ : صَرَّ الْبَابُ عِنْدَ الْإِغْلَاقِ وَصَرْصَرَ ، مِثْلُ : كَبْكَبْتُهُ يَعْنِي كَبَبْتُهُ . «فاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ» /۶۸/ : وَقالَ بَعْضُهُمْ : لَيْسَ الرُّمَّانُ وَالنَّخْلُ بِالْفَاكِهَةِ ، وَأَمَّا الْعَرَبُ فَإِنَّهَا تَعُدُّهَا فاكِهَةً ، كَقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ : «حافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى»

/البقرة: ۲۳۸/ : فَأَمَرَهُمْ بِالْمُحافَظَةِ عَلَى كُلِّ الصَّلَوَاتِ ، ثُمَّ أَعادَ الْعَصْرَ تَشْدِيدًا لَهَا ، كَمَا أُعِيدَ النَّخْلُ وَالرُّمَّانُ ، وَمِثْلُهَا : «أَلَمْ تَرَ أَنَّ ٱللّٰهَ يَسْجُدُ لَهُ مِنْ فِي السَّماوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ» /الحج: ۱۸/ : ثُمَّ قالَ : «وَكَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ» /الحج: ۱۸/ : وَقَدْ ذَكَرَهُمُ ٱللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي أَوَّلِ قَوْلِهِ : «مَنْ فِي السَّماوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ» .

وَقالَ غَيْرُهُ : «أَفْنَانٍ» /۴۸/ : أَغْصانٍ . «وَجَنَى الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ» /۵۴/ : ما يُجْتَنَى قَرِيبٌ

وَقالَ الْحَسَنُ : «فَبِأَيِّ آلَاءِ» /۱۳/ : نِعَمِهِ .

وَقالَ قَتادَةُ : «رَبِّكُمَا» /۱۳/ : يَعْنِي ٱلْجِنَّ وَالْإِنْسَ .

وَقالَ أَبُو ٱلدَّرْدَاءِ : «كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ» /۲۹/ : يَغْفِرُ ذَنْبًا ، وَيَكْشِفُ كَرْبًا ، وَيَرْفَعُ قَوْمًا ، وَيَضَعُ آخَرِينَ .

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «بَرْزَخٌ» /۲۰/ : حَاجِزٌ . الْأَنَامُ : الْخَلْقُ . «نَضَّاخَتَانِ» /۶۶/ : فَيَّاضَتَانِ . «ذُو الْجَلَالِ» /۷۸/ : ذُو الْعَظَمَةِ .

وَقالَ غَيْرُهُ : «مارِجٍ» /۱۵/ : خالِصٍ مِنَ النَّارِ ، يُقالُ : مَرَجَ الْأَمِيرُ رَعِيَّتَهُ إِذَا خَلَّاهُمْ يَعْدُو بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ ، مِنْ مَرَجْتَ دَابَّتَكَ تَرَكْتَهَا ، وَيُقَالُ : مَرَجَ أَمْرُ النَّاسِ : «مَرِيجٍ» /ق: ۵/ : مُلْتَبِسٌ . «مَرَجَ» /۱۹/ : اخْتَلَطَ الْبَحْرَانِ . «سَنَفْرُغُ لَكُمْ» /۳۱/ : سَنُحَاسِبُكُمْ ، لَا يَشْغَلُهُ شَيْءٌ عَنْ شَيْءٍ ، وَهُوَ مَعْرُوفٌ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ ، يُقَالُ : لَأَتَفَرَّغَنَّ لَكَ ، وَمَا بِهِ شُغْلٌ ، يَقُولُ : لَآخُذَنَّكَ عَلَى غِرَّتِكَ .

وَاَقِيمُوا الْوَزْنَ: يُرِيدُ لِسَانَ الْمِيزَانِ

ترازو کے اندر جو دونوں پلڑوں کے درمیان ترازو کی لکڑی کے وسط میں چھوٹا سا کانٹا ہوتا ہے، جس سے دونوں پلڑوں کو برابر کیا جاتا ہے اگر وہ کسی ایک طرف کو جھک جائے تو اس طرف کا پلڑا جھک جاتا ہے ، اگر وہ بالکل سیدھی ہو تو پھر دونوں پلڑے برابر ہوتے ہیں، اسی کو لسان المیزان کہا ہے اور آیت میں وہ مراد ہے۔

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانِ

امام بخاری رحمہ اللہ نے العصف کے پانچ معنی بیان کئے ہیں۔

1. ایک یہ کہ کھیتی کی وہ سبزی جس کو پکنے سے پہلے کاٹ دیا جائے تو وہ عصف کہلاتی ہے۔
2. دوم یہ کہ عصف سے مراد وہ دانے ہوتے ہیں جو کھائے جاتے ہیں۔
3. سوم یہ کہ عصف گندم کے پتے کو کہتے ہیں۔
4. چہارم ضحاک کا قول ہے کہ عصف سوکھی گھاس اور بھوسہ کو کہتے ہیں۔
5. پنجم ابومالک کا قول ہے کہ عصف اس سبزے کو کہتے ہیں جو پہلے پہل اگتا ہے اور نبطی میں عصف کے بجائے اسے ہبور کہتے ہیں۔

اور "الریحان" کے دو معنی بیان کئے ہیں۔

ایک یہ کہ ریحان کلام عرب میں رزق اور روزی کو کہتے ہیں۔

دوم یہ کہ اس کا اطلاق اس پکے غلے پر ہوتا ہے جو کچا نہیں کھایا جاتا چنانچہ فرماتے ہیں

"وَالرَّيْحَان: النضيج الذي لم يؤكل"

عصف کی شرح میں ایک لفظ "تِبْن" گزرا اس کے معنی ہیں بھوسہ، خشک گھاس

وَالْمَارِجُ: اَللَّهَبُ الْاَصْفَرُ وَالْاَخْضَرُ الَّذِيْ يَعْلُو النَّارَ إِذَا أُوْقِدَتْ

"وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ" جب آگ روشن کی جاتی ہے تو سبز اور زرد رنگ کا شعلہ اوپر کی طرف اٹھ جاتا ہے، اسے مارج کہتے ہیں۔

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ: لِلشَّمْسِ فِي الشِّتَاءِ مَشْرِقٌ، وَمَشْرِقٌ فِي الصَّيْفِ، وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ: مَغْرِبُهَا فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ

آیت کریمہ میں ہے "رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ" وہ دونوں مشرق اور دونوں مغرب کا مالک ہے، فرماتے ہیں مَشْرِقَيْن سے مراد یہ ہے کہ سورج کے لئے ایک مشرق موسم سرما میں ہوتا ہے اور ایک مشرق موسم گرما میں ہوتا ہے، اس طرح سورج کے دو مشرق ہوئے اور مَغْرِبَيْن سے بھی موسم سرما کا مغرب اور موسم گرما کا مغرب مراد ہے، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جاڑے اور گرمی میں جس جس نقطہ سے سورج طلوع ہوتا ہے وہ دو مشرق اور جہاں جہاں غروب ہوتا ہے وہ دو مغرب ہوئیں ان ہی مشرقین اور مغربین کے تغیر و تبدل سے موسم اور فصلیں بدلتی ہیں اور طرح طرح کے انقلابات ہوتے ہیں، زمین والوں کے ہزارہا فوائد و مصالح ان تغیرات سے وابستہ ہیں، تو ان کا ادل بدل بھی خدا کی بڑی بھاری نعمت اور اس کی قدرت عظیمہ کی نشانی ہوئی۔"

لَایَبْغِیَانِ: لَایَخْتَلِطَانِ

آیت کریمہ میں ہے "مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ" اسی نے دو دریاؤں کو (صورتاً) ملایا کہ (ظاہر میں) باہم ملے ہوئے ہیں اور (حقیقۃً) ان دونوں کے درمیان ایک حجاب (قدرتی) ہے کہ (اس کی وجہ سے ٠)دونوں (اپنے اپنے موقع سے) بڑھ نہیں سکتے ۔ فرماتے ہیں لَایَبْغِیَانِ کے معنی ہیں لَایَخْتَلِطَانِ یعنی وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ملتے نہیں ہیں مطلب یہ ہے کہ شیریں دریا اور نمکین دریا جہاں ایک دوسرے کے پاس مل کر بہتے ہیں ، وہاں ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہیں ہوتے ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

"بیان القرآن میں دو معتبر بنگالی علماء کی شہادت نقل کی ہے "ارکان " سے "چاٹگام" تک دریا کی شان یہ ہے کہ اس کی دو جانبین بالکل الگ الگ نوعیت کے دو دریا نظر آتے ہیں ، ایک کا پانی سفید ہے ، ایک کا سیاہ، سیاہ میں سمندر کی طرح طوفانی تلاطم اور تموج ہوتا ہے اور سفید بالکل ساکن رہتا ہے ، کشتی سفید میں چلتی ہے اور دونوں کے درمیان ایک دھاری سی برابر چلی گئی ہے جو دونوں کا ملتقی ہے ، لوگ کہتے ہیں سفید پانی میٹھا ہے اور سیاہ کڑوا۔

اور مجھ سے "باریسال" کے بعض طلبہ نے بیان کیا کہ ضلع "باریسال" میں دو ندیاں ہیں جو ایک ہی دریا سے نکلی ہیں ایک کا پانی کھاری، بالکل کڑوا اور ایک کا نہایت ہی شیریں اور لذیذ ہے ، یہاں گجرات میں راقم الحروف جس جگہ آج مقیم ہے .... سمندر تقریبا دس بارہ میل کے فاصلہ پر ہے ادھر کی ندیوں میں برابر مدو جزر (جوار بھاٹا) ہوتا رہتا ہے بکثرت ثقات نے بیان کیا کہ مد کے وقت جب سمندر کا پانی ندی میں آجاتا ہے تو میٹھے پانی کی سطح پر کھاری پانی بہت زور سے چڑھ جاتا ہے لیکن اس وقت بھی دونوں پانی مختلط نہیں ہوتے ، اوپر کھاری رہتا ہے ، نیچے میٹھا، جزر کے وقت اوپر سے کھاری اتر جاتا ہے اور میٹھا جوں کا توں باقی رہ جاتا ہے ، ان شواہد کو دیکھتے ہوئے آیت کا مطلب بالکل واضح ہے" ۔

وَالْمُنْشَآتُ: مَارُفِعَ قِلْعُهُ مِنَ السُّفُنِ، فَأَمَّا مَالَمْ يُرْفَعْ قِلْعُهُ فَلَيْسَ بِمُنْشَأَةٍ

"وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ" مُنْشَآت ان کشتیوں کو کہتے ہیں جن کا بادبان اوپر اٹھادیا گیا ہو (کیونکہ دور سے صرف ایسی کشتیاں پہاڑوں کی طرح لگتی ہیں) جن کا بادبان نہیں اٹھایا گیا ہو ان پر اس کا اطلاق نہیں ہوگا۔

وقال مجاهد: كَالْفَخَّارِ: كَمَا يُصْنَعُ الْفَخَّارُ

"خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ" "اللہ تعالی نے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو

ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا" مجاہد فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالی نے کھنکھناتی مٹی سے اس طرح پیدا کیا جیسے اس سے ٹھیکرے بنائے جاتے ہیں"۔

صلصال کی تشریح آگے امام نے کی "طین خلط برمل، فصلصل، کما یصلصل الفخار" یعنی وہ کیچڑ جس کے ساتھ ریت ملا دیجائے تو وہ ٹھیکرے کی طرح کھنکھنانے اور بجنے لگے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ صلصال بدبودار کیچڑ کو کہتے ہیں یہ "صَلّ" سے ماخوذ ہے، کہتے ہیں کہ صَلَّ اللحم: گوشت سڑ گیا، بدبو دار ہوگیا صَلَّ اور صَلْصَال کے ایک ہی معنی ہیں جیسے صَرَّ اور صَرْصَر کے ایک ہی معنی ہیں۔

صَرَّ الْبَابِ: دروازے نے بند کرتے وقت آواز دی اور جیسے کَبَّ اور کَبْکَبَ کے ایک معنی ہیں: اوندھا کرنا۔

وَنُحَاسٌ: اَلنُّحَاسُ الصُّفْرُ، يُصَبُّ عَلٰى رُؤُوسِهِمْ، يُعَذَّبُوْنَ بِهٖ

آیت کریمہ میں ہے "يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ" (اے جن و انس کے مجرمو!) تم دونوں پر (قیامت کے روز) آگ کا شعلہ اور پیتل گلا کر چھوڑا جائے گا پھر تم (اس کو) ہٹا نہ سکو گے۔ فرماتے ہیں آیت کریمہ میں نُحاس سے پیتل مراد ہے جو گلا کر جہنمیوں کے سروں پر ڈالا جائے گا اور اس کے ذریعہ ان کو عذاب دیا جائے گا۔

خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ: يَهُمُّ بِالْمَعْصِيَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ فَيَتْرُكُهَا

آیت کریمہ میں ہے "وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ" اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہو اس کے لئے (جنت میں) دو باغ ہوں گے، فرماتے ہیں خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص گناہ کرنے کا قصد کرے پھر اللہ تعالی کو یاد کر کے اس گناہ کو چھوڑ دے۔

الشُّوَاظُ: لَهَبٌ مِّنْ نَّارٍ

آیت میں ہے "يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ" (اے جن و انس کے مجرمو!) تم دونوں پر (قیامت کے روز) آگ کا شعلہ چھوڑا جائے گا.... فرماتے ہیں شواظ کے معنی ہیں آگ کا شعلہ۔

مُدْهَامَّتَانِ: سَوْدَاوَانِ مِنَ الرِّيِّ

وہ دونوں باغ سیرابی کی وجہ سے سیاہ نظر آئیں گے، سرسبزی اور شادابی جب گہری ہوتی ہے تو وہ مائل بہ سیاہی نظر آتی ہے۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ الرُّمَّانُ وَالنَّخْلُ بِالْفَاكِهَةِ، وَأَمَّا الْعَرَبُ فَإِنَّهَا تَعُدُّهَا فَاكِهَةً

"فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ" امام بخاری رحمہ اللہ اس آیت سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استدلال کو رد کرنا چاہتے ہیں۔ (۴۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ نخل ورمان فواکہ میں داخل نہیں ہیں بلکہ ان کی حیثیت مستقل غذا کی ہے۔

ائمہ ثلاثہ، صاحبین اور جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ نخل ورمان فواکہ میں داخل ہیں۔ (۴۲)

امام اعظم مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں "فاکھة" اور "نخل ورمان" کے درمیان واو عاطفہ لایا گیا ہے اور عطف مغایرت پر دلالت کرتا ہے اس لئے یہ "فاکھة" میں داخل نہیں ہوں گے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ عطف مغایرت پر دلالت کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ "تخصیص بعد التعمیم" کی قبیل سے ہے جیساکہ دوسری بہت سی آیات میں جن کا ذکر انہوں نے یہاں کیا اس کی مثال موجود ہے لہذا اس کا تقاضہ یہ ہے کہ نخل ورمان کو فاکھۃ میں داخل ہونا چاہیئے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "نخل ورمان" میں تفکہ کی شان موجود تو ہے لیکن وہ غذا اور دوا کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں اس بناء پر ان کو فواکہ میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ (۴۳)

جمہور فرماتے ہیں کہ اسی لئے تو ان کی تخصیص کی گئی ہے کہ ان میں شان تفکہ کے ساتھ ساتھ شان تغذی اور تداوی بھی موجود ہے۔

ثمرۂ اختلاف اس وقت ظاہر ہوگا کہ کوئی آدمی قسم کھالے کہ وہ فاکھۃ نہیں کھائے گا، پھر اس نے نخل ورمان میں سے کسی ایک کو کھالیا تو جمہور کے نزدیک وہ حانث ہوجائے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ حانث نہیں ہوگا۔

بعض نے کہا کہ یہ اختلاف حجت و برہان کا اختلاف نہیں ہے بلکہ عصر و زمان اور عرف کا اختلاف ہے، یعنی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ اور علاقہ میں عرف یہی تھا کہ ان کو فواکہ میں شمار نہیں کیا جاتا تھا اور دوسرے فقہاء کے ہاں عرف اس سے مختلف تھا، ان کو فواکہ میں شمار کرتے تھے اور یمین میں

---

(۴۱) وفی الفتح: ۸/۲۲۳: البعض المذکور ہو ابوحنیفة، وفی عمدة القاری: ۱۹/۲۱۳ لایلزم تخصیص ھذا القول بابی حنیفة وحدہ، فان جماعة من المفسرین ذھبوا الی ھذا القول۔

(۴۲) دیکھیے الھدایة، کتاب الایمان، باب الیمین فی الاکل والشرب: ۲/۴۹۱ وفیض الباری: ۴/۲۴۳

(۴۳) تعلیقات لامع الدراری: ۹/۱۶۳

چونکہ عرف کا اعتبار ہوتا ہے اس لئے اعتبار عرف کا ہوگا۔ (۴۴)

اَفْنَانٍ: اَغْصَانٍ

آیت کریمہ میں ہے "ذَوَاتَا اَفْنَانٍ" وہ دونوں باغ شاخوں والے ہوں گے فرماتے ہیں افنان سے شاخیں مراد ہیں۔۔

وَجَنَی الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ: مَا یُجْتَنٰی قَرِیْبٌ

آیت کا ترجمہ ہے "اور ان دو باغوں کا پھل بہت نزدیک ہوگا" مطلب یہ ہے کہ ان سے جو پھل توڑے جائیں گے وہ بہت قریب ہوں گے۔

فَبِاَیِّ اٰلَاءِ: نِعَمِهٖ، رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ: یَعْنِی الْجِنَّ وَالْاِنْسَ

آیت کریمہ میں ہے "فَبِاَیِّ اٰلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ" تم اپنے رب کی کونسی کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے .... فرماتے ہیں آلاء سے نعمتیں مراد ہیں اور ربکما میں خطاب جن و انس کو ہے۔

وقال ابو الدرداء: کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَاْنٍ: یَغْفِرُ ذَنْبًا

ابن حبان اور ابن ماجہ نے اس روایت کو مرفوعاً نقل کیا ہے امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اس کو موصولاً نقل کیا ہے، امام بیہقی نے بھی اس کو موقوفاً نقل کیا ہے (۴۵) "کل یوم" معنی میں "کل وقت" کے ہے۔

بَرْزَخٌ: حَاجِزٌ

آیت میں ہے "بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا یَبْغِیَان" دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کرسکتے اس میں برزخ کے معنی ہیں حاجز: رکاوٹ۔

اَلْاَنَامِ: اَلْخَلْقِ

آیت کریمہ میں ہے "وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ" اور اسی نے مخلوق کے واسطے زمین کو (اس کی جگہ) رکھ دیا.... فرماتے ہیں انام بمعنی مخلوق ہے۔

---

(۴۴) تفصیل کے لئے دیکھیے تعلیقات لامع الدراری: ۹/۱۶۴-۱۶۲ و فتح القدیر: ۴/۲۰۵

(۴۵) قال الحافظ: وصله المصنف فی التاریخ، وابن حبان فی الصحیح وابن ماجه..... عن ابی الدرداء مرفوعاً واخرجه البیهقی فی الشعب عن ابی الدرداء مرفوعا (فتح الباری: ۸/۶۲۳)

نَضَّاخَتَانِ: فَيَّاضَتَانِ

آیت میں ہے "فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ" ان دونوں باغوں میں دو چشمے جوش مارتے ہوئے ہوں گے .... فرماتے ہیں نَضَّاخَتَانِ کے معنی ہیں: فَيَّاضَتَانِ یعنی اہل جنت پر خیر و برکت برسانے والے۔

ذوالجلال: ذو العظمة

آیت کریمہ میں ہے "تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ" بڑا بابرکت نام ہے آپ کے رب کا جو عظمت والا اور احسان والا ہے .... فرماتے ہیں ذوالجلال کے معنی ہیں: عظمت و بزرگی والا۔

مَارِجٍ: خَالِصٍ مِنَ النَّارِ، يقال: مَرَجَ الْأَمِيرُ رَعِيَّتَهُ، إِذَا خَلَّاهُمْ، يَعْدُو بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، مَرَجَ أَمْرُ النَّاسِ، مَرِيجٍ: مُلْتَبِسٍ

آیت میں ہے "خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ" اور جنات کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا۔ مارج کے معنی ہیں: خالص آگ، عرب کہتے ہیں مرج الامیر رعیتہ: حاکم نے اپنی رعیت کو آزاد چھوڑ دیا کہ بعض بعض پر ظلم کرتے ہیں، مرج امر الناس: لوگوں کا معاملہ بگڑ گیا۔ مریج کے معنی ہیں مُخْتَلِطٌ: مرج البحران: دونوں دریا مل گئے .... یہ مَرَجْتَ دَابَّتَكَ سے ماخوذ ہے یعنی تو نے اپنے چوپائے کو چھوڑ دیا کہ وہ چراگاہ میں چرے، مقصد یہ ہے کہ مرج کے مختلف معانی آتے ہیں: آزاد چھوڑ دینا، خلط ملط ہونا۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ: سَنُحَاسِبُكُمْ، لَا يَشْغَلُهُ شَيْءٌ عَنْ شَيْءٍ، وَهُوَ مَعْرُوفٌ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ

آیت ہے "سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَا الثَّقَلَانِ" یہاں اشکال ہوتا ہے کہ اللہ تعالی پہلے کسی کام میں مشغول تھے اور اب وہ ثقلین کے لئے فراغت پائیں گے، اس اشکال کا جواب امام نے دیا کہ بطور محاورہ استعمال ہوتا ہے اور کلام عرب میں یہ معروف ہے، کہتے ہیں "لَأَتَفَرَّغَنَّ لَكَ" ابھی میں تیرے لئے فارغ ہوتا ہوں، حالانکہ پہلے سے اس کی کوئی مشغولیت نہیں ہوتی ہے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ابھی تجھے پکڑ کر مزہ چکھانے والا اور سزا دینے والا ہے۔

٣٥٥ – باب: قَوْلِهِ: «وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَانِ» /٦٢.

٤٥٩٧: حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ: حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: (جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ، آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا، وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ، آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا، وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِ، عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ). [ر: ٣٠٧١]

٣٥٦ – باب : «حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ» /٧٢/ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : حُورٌ : سُودُ الحَدَقِ . وَقَالَ مُجَاهِدٌ : مَقْصُورَاتٌ : مَحْبُوسَاتٌ ، قُصِرَ طَرْفُهُنَّ وَأَنْفُسُهُنَّ عَلَى أَزْوَاجِهِنَّ . «قَاصِرَاتٌ» /٥٦/ : لَا يَبْغِينَ غَيْرَ أَزْوَاجِهِنَّ .

٤٥٩٨ : حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ : حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الجَوْنِيُّ ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : (إِنَّ فِي الْجَنَّةِ خَيْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ مُجَوَّفَةٍ ، عَرْضُهَا سِتُّونَ مِيلاً ، فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا أَهْلٌ ما يَرَوْنَ الآخَرِينَ ، يَطُوفُ عَلَيْهِمُ المُؤْمِنُونَ . وَجَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ ، آنِيَتُهُمَا وَما فِيهِمَا ، وَجَنَّتَانِ مِنْ كَذَا ، آنِيَتُهُمَا وَما فِيهِمَا ، وَما بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَى رَبِّهِمْ إِلَّا رِدَاءُ الْكِبْرِ عَلَى وَجْهِهِ فِي جَنَّةِ عَدْنٍ) . [ر : ٣٠٧١]

حضرت ابن عباس ؓ نے حور کی تشریح کی سود الحدق: سیاہ آنکھوں والی، اَلْحَدَق، حَدَقَةٌ کی جمع ہے، آنکھ کی سیاہی کو کہتے ہیں، حُور، حَوْرَاء کی جمع ہے اور مَقْصُوْرَات کی تفسیر بیان کی کہ ان کی نگاہ اور ان کی ذات ان کے ازواج کے لئے مخصوص ہوگی اور کسی دوسرے کے تصرف میں آنے والی نہیں ہوں گی اور کسی دوسرے کی طرف نگاہ بھی اٹھانے والی نہیں ہوں گی۔

٣٥٧ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْوَاقِعَةِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «رُجَّتْ» /٤/ : زُلْزِلَتْ . «بُسَّتْ» /٥/ : فُتَّتْ وَلُتَّتْ كَمَا يُلَتُّ السَّوِيقُ . الْمَخْضُودُ : المُوقَرُ حَمْلاً ، وَيُقَالُ أَيْضًا : لَا شَوْكَ لَهُ . «مَنْضُودٍ» /٢٩/ : المَوْزُ . وَالْعُرُبُ : الْمُحَبَّبَاتُ إِلَى أَزْوَاجِهِنَّ . «ثُلَّةٌ» /٣٩ ، ٤٠/ : أُمَّةٌ . «يَحْمُومٍ» /٤٣/ : دُخَانٍ أَسْوَدَ . «يُصِرُّونَ» /٤٦/ : يُدِيمُونَ . «الْهِيمِ» /٥٥/ : الإِبِلِ الظِّمَاءِ . «لَمُغْرَمُونَ» /٦٦/ : لَمُلْزَمُونَ . «فَرَوْحٌ» /٨٩/ : جَنَّةٌ وَرَخَاءٌ . «وَرَيْحَانٌ» /٨٩/ : الرِّزْقُ . «وَنُنْشِئَكُمْ فِيما لَا تَعْلَمُونَ» /٦١/ : فِي أَيِّ خَلْقٍ نَشَاءُ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «تَفَكَّهُونَ» /٦٥/ : تَعْجَبُونَ . «عُرُبًا» /٣٧/ : مُثَقَّلَةً ، وَاحِدُهَا عَرُوبٌ

مِثْلُ صَبُورٍ وَصُبُرٍ ، يُسَمِّيهَا أَهْلُ مَكَّةَ الْعَرِبَةَ ، وَأَهْلُ الْمَدِينَةِ الْغَنِجَةَ ، وَأَهْلُ الْعِرَاقِ الشَّكِلَةَ وَقَالَ فِي : «خافِضَةٌ» /٣/ : لِقَوْمٍ إِلَى النَّارِ. «رافِعَةٌ» /٣/ : إِلَى الجَنَّةِ. «مَوْضُونَةٍ» /١٥/ : مَنْسُوجَةٍ ، وَمِنْهُ : وَضِينُ النَّاقَةِ. وَالْكُوبُ : لَا آذَانَ لَهُ وَلَا عُرْوَةَ. وَالْأَبَارِيقُ : ذَوَاتُ الآذَانِ وَالْعُرَى. «مَسْكُوبٍ» /٣١/ : جارٍ. «وَفُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ» /٣٤/ : بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ. «مُتْرَفِينَ» /٤٥/ : مُتَنَعِّمِينَ. «ما تُمْنُونَ» /٥٨/ : هِيَ النُّطْفَةُ فِي أَرْحامِ النِّسَاءِ. «لِلْمُقْوِينَ» /٧٣/ : لِلْمُسَافِرِينَ ، وَالْقِيُّ الْقَفْرُ. «بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ» /٧٥/ : بِمُحْكَمِ الْقُرْآنِ ، وَيُقَالُ : بِمَسْقِطِ النُّجُومِ إِذَا سَقَطْنَ ، وَمَوَاقِعُ وَمَوْقِعٌ وَاحِدٌ. «مُدْهِنُونَ» /٨١/ : مُكَذِّبُونَ ، مِثْلُ : «لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ» /القلم: ٩/. «فَسَلَامٌ لَكَ» /٩١/ : أَيْ مُسَلَّمٌ لَكَ : إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ، وَأُلْغِيَتْ إِنَّ وَهُوَ مَعْنَاهَا ، كَمَا تَقُولُ : أَنْتَ مُصَدَّقٌ ، مُسَافِرٌ عَنْ قَلِيلٍ ، إِذَا كَانَ قَدْ قَالَ : إِنِّي مُسَافِرٌ عَنْ قَلِيلٍ ، وَقَدْ يَكُونُ كَالدُّعَاءِ لَهُ ، كَقَوْلِكَ : فَسَقْيًا مِنَ الرِّجَالِ ، إِنْ رَفَعْتَ السَّلَامَ ، فَهُوَ مِنَ الدُّعَاءِ.

«تُورُونَ» /٧١/ : تَسْتَخْرِجُونَ ، أَوْرَيْتُ : أَوْقَدْتُ. «لَغْوًا» /٢٥/ : بَاطِلاً. «تَأْثِيمًا» /٢٥/ : كَذِبًا.

رُجَّتْ: زُلْزِلَتْ

آیت کریمہ میں ہے "إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا" جبکہ زمین میں سخت زلزلہ آئے گا اس میں رُجَّتْ کے معنی ہیں جب وہ ہلائی جائے گی، اس کو جنبش دی جائے گی۔

بُسَّتْ: فُتَّتْ وَلُتَّتْ كَمَا يُلَتُّ السَّوِيقُ

"وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا" فرماتے ہیں کہ بست کے معنی ہیں فُتَّتْ: پہاڑ چور چور کردیئے جائیں گے۔ لتت: لت پت کردیئے جائیں گے جیسے ستو کو لت پت کردیا جاتا ہے۔

اَلْمَخْضُودُ: الْمُوقَرُ حَمْلًا، وَيُقَالُ أَيْضًا: لَا شَوْكَ لَهُ

"فِي سِدْرٍ مَخْضُودٍ" کے معنی ہیں وہ بیری کا درخت جو پھلوں کے بوجھ سے لدا ہوا ہوگا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مخضود اسے کہتے ہیں جس میں کانٹے نہ ہوں۔

مَنضُودٍ: اَلْمَوْزُ

"وَطَلْحٍ مَنضُودٍ" طَلْحٍ کی تفسیر ہے اَلْمَوْزُ یعنی کیلا اور منضود کے معنی ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے ہیں۔

وَالعُرُبُ: اَلْمُحَبَّبَاتُ اِلٰی اَزْوَاجِهِنَّ

"فَجَعَلْنَاهُنَّ اَبْكَارًا، عُرُبًا اَتْرَابًا" ہم نے ان حوروں کو دوشیزہ، شوہروں کے لئے محبوب اور ان کا ہم عمر بنایا۔ وہ بیویاں جو اپنے شوہروں کی محبوب ہوتی ہیں ان کو "عُرُب" کہتے ہیں عُرُوب: عَرُوب و عروبة کی جمع ہے چنانچہ آٹھ نو لفظوں کی تشریح کے بعد امام نے دوبارہ اس لفظ کی تشریح کی ہے، چنانچہ فرمایا "عُرُبا: مثقلة" یعنی "عُرُب" مثقلہ ہے، مثقلہ کے معنی ہیں اس کے راء پر ضمہ ہے، محبوبہ بیوی کو اهل مکہ "عَرِبَة" کہتے ہیں، اھل مدینہ اسے "غَنِجَة" کہتے ہیں اور اھل عراق اسے "شَكِلَة" کہتے ہیں۔" (۳۶)

ثُلَّةٌ: اُمَّةٌ

آیت میں ہے "ثُلَّةٌ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ" اس میں ثُلَّة کے معنی ہیں جماعت، گروہ۔

يَحْمُوْم: دُخَانٌ اَسْوَدُ

آیت کریمہ میں ہے "وَظِلٍّ مِنْ يَحْمُوْمٍ" اور (اصحاب شمال) سیاہ دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے، يَحْمُوْم سیاہ دھوئیں کو کہتے ہیں۔

يُصِرُّوْنَ: يُدِيْمُوْنَ

آیت میں ہے "وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ" اور یہ لوگ بڑے بھاری گناہ پر اصرار کیا کرتے تھے (یعنی ایمان نہیں لائے تھے)..... يُصِرُّوْنَ کے معنی ہیں يُدِيْمُوْنَ: دوام اختیار کیا تھا۔

اَلْهِيْم: اَلْاِبِلُ الظِّمَاءُ

آیت میں ہے "فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ" پس وہ پیاسے اونٹوں کی طرح پینے والے ہوں گے، اَلْهِيْم پیاسے اونٹوں کو کہتے ہیں۔

لَمُغْرَمُوْنَ: لَمُلْزَمُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ" ہم پر تاوان ہی پڑ گیا بلکہ بالکل ہی محروم

(۳۶) عمدة القاری: ۱۹/۲۱۸

رہ گئے.... لَمُغْرَمُوْنَ کے معنی ہیں الزام دیئے گئے، ہم پر لازم کیا گیا، قرضدار ہوگئے۔

رَوْحٌ: جَنَّةٌ وَرَخَاءٌ، وَرَيْحَانٌ: اَلرِّزْقُ

آیت کریمہ میں ہے "فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ" پھر جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کے لئے تو راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے.... رَوح کے معنی جنت اور فراخی کے ہیں اور رَیحان کے معنی رزق کے ہیں۔

وَنُنْشِئَكُمْ: فِي اَيِّ خَلْقٍ نَشَاءُ

آیت کریمہ میں ہے "وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَالَا تَعْلَمُوْنَ" اور تم کو ایسی صورت میں بنادیں گے جس کو تم جانتے بھی نہیں.... فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم جس صورت میں چاہیں گے تم کو پیدا کردیں گے۔

تَفَكَّهُوْنَ: تَعْجَبُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ" یعنی اگر ہم چاہیں تو اسی کو چورا چورا کردیں پھر تم متعجب ہوکر رہ جاؤ۔

خَافِضَةٌ: لِقَوْمٍ اِلَى النَّارِ، رَافِعَةٌ: اِلَى الْجَنَّةِ

آیت کریمہ میں ہے "لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ" قیامت کے واقع ہونے سے کوئی اختلاف نہیں وہ بعض کو پست کردے گی اور بعض کو بلند کردے گی، امام فرماتے ہیں خافضة کے معنی ہیں وہ قیامت ایک قوم کو جہنم کی طرف لے جانے والی ہے اور رافعة کے معنی ہیں ایک جماعت کو جنت کی طرف بلند کرنے والی ہے۔

مَوْضُوْنَةٍ: مَنْسُوْجَةٍ، وَمِنْهُ: وَضِيْنُ النَّاقَةِ

"عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ" مَوْضُوْنَة کے معنی ہیں: بنے ہوئے، اسی سے "وَضِيْنُ النَّاقَةِ" ہے اس رسی کو کہتے ہیں جس سے اونٹ پر کجاوہ اور ہودج وغیرہ کو باندھتے ہیں۔

بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ

کوب اس برتن کو کہتے ہیں جس میں نہ ٹونٹی ہو نہ دستہ ہو جیسے گلاس، پیالہ اور ابریق وہ برتن کہلاتا ہے جس میں یہ دونوں ہوں جیسے لوٹا، بعض لوٹوں میں ٹونٹی کے ساتھ دستہ بھی ہوتا ہے جیسا کہ عرب میں رواج ہے۔

مَسْكُوبٍ: جَارٍ

آیت کریمہ میں ہے "وَمَاءٍ مَسْكُوبٍ" اور چلتا ہوا پانی ہوگا.... مَسْكُوبٍ کے معنی ہیں: جاری۔

وَفُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ: بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ

فرماتے ہیں آیت کریمہ میں "فُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ" سے تہہ بہ تہہ فرش مراد ہیں۔

مُتْرَفِينَ: مُتَمَتِّعِينَ

آیت کریمہ میں ہے "إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِينَ" وہ لوگ اس سے قبل (یعنی دنیا میں) بڑی خوشحالی میں رہتے تھے.... فرماتے ہیں مُتْرَفِينَ کے معنی ہیں مُتَمَتِّعِينَ: آرام سے زندگی گزارنے والے، خوشحال۔

مَا تُمْنُونَ: هِيَ النُّطْفَةُ فِي أَرْحَامِ النِّسَاءِ

آیت کریمہ میں ہے "أَفَرَأَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ءَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ" اچھا پھر یہ بتلاؤ تم جو (عورتوں کے رحم میں) منی پہنچاتے ہو اس کو تم آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں.... فرماتے ہیں ماتمنون کے معنی ہیں وہ نطفہ جو عورتوں کے رحم میں ڈالتے ہو۔

لِلْمُقْوِينَ: لِلْمُسَافِرِينَ، وَالْقِيُّ: الْقَفْرُ

"نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً وَمَتَاعًا لِّلْمُقْوِينَ" ہم نے ہی پیدا کیا درخت (جس سے آگ نکلتی ہے) تمہیں یاد دلانے کے لئے (کہ جو اللہ سبز درخت سے آگ نکالنے پر قادر ہے وہ مُردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے) اور جنگل میں سفر کرنے والوں کے نفع اٹھانے کے لئے۔ مُقْوِينَ کے معنی مُسَافرین کے ہیں۔ قِی (بکسر القاف) سے ماخوذ ہے، صحرا اور ویرانے کو کہتے ہیں۔

بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ: بِمُحْكَمِ الْقُرْآنِ، ويقال: بِمَسْقِطِ النُّجُومِ إِذَا سَقَطْنَ

"فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ" فرماتے ہیں کہ "مَوَاقِعِ النُّجُومِ" سے قرآن کریم کی محکم آیات مراد ہیں موقع کی تفسیر محکم سے اور نجوم کی تفسیر قرآن سے کی گئی ہے اس لئے کہ قرآن نجماً نجماً نازل ہوا ہے اور "مَوَاقِعِ النُّجُومِ" کی دوسری تفسیر ہے ستاروں کے گرنے یعنی غروب ہونے کے منازل۔

مُدْهِنُوْنَ: مُكَذِّبُوْنَ، مثل: لَوْتُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ" سو کیا تم لوگ اس کلام کو جھٹلانے والے ہو.... سورۂ قلم کی آیت میں بھی اسی طرح ہے "وَدُّوْا لَوْتُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ" یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ (تبلیغ کام میں) ڈھیلے ہوجائیں تو یہ بھی ڈھیلے ہوجائیں۔

فَسَلَامٌ لَّكَ: اَىْ مُسَلَّمٌ لَّكَ، اِنَّكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ

سلام معنی میں "مسلم" کے ہیں اور اس کے معنی ہیں "مسلم لک انک من اصحاب الیمین" یعنی یہ آپ کے لئے تسلیم کرلیا گیا ہے کہ آپ اصحاب الیمین میں سے ہیں "ان" لفظوں میں اگرچہ گرادیا گیا لیکن معنی میں اس کا اعتبار ہے، جیسے کوئی آدمی کہے کہ میں عنقریب سفر کرنے والا ہوں تو اس کے جواب میں آپ کہیں انت مصدق، مسافر عن قلیل یہاں بھی "ان" محذوف ہے اور اصل عبارت ہے "انت مصدق انک مسافر عن قلیل"

سلام کا لفظ بطور دعاء کے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے "سقیا من الرجال" کا لفظ دعا کے طور پر استعمال ہوتا ہے، یعنی سقاک اللہ سقیا من الرجال" لوگوں میں سے اللہ تجھے سیراب کریں۔ البتہ "سقیا" دعا کے لئے منصوب استعمال ہوتا ہے جبکہ "سلام" مرفوع استعمال ہوتا ہے۔

تُوْرُوْنَ: تَسْتَخْرِجُوْنَ

آیت کریمہ میں ہے "اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ" اچھا پھر یہ بتلاؤ جس آگ کو تم سلگاتے ہو.... فرماتے ہیں تورون کے معنی ہیں جس آگ کو تم نکالتے ہو۔

لَغْوًا: بَاطِلًا: تَاْثِيْمًا: كَذِبًا

آیت کریمہ میں ہے "لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا" .... اس میں لَغْو کے معنی باطل اور تَاْثِيْمًا کے معنی جھوٹ کے ہیں۔

٣٥٨ - باب : قَوْلُهُ : «وَظِلٍّ مَمْدُودٍ» /٣٠/.

٤٥٩٩ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ قالَ : (إِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً ، يَسِيرُ الرَّاكِبُ

فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ ، لَا يَقْطَعُهَا ، وَاقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ : «وَظِلٍّ مَمْدُودٍ» . [ر : ٣٠٨٠]

٣٥٩ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْحَدِيدِ .

قَالَ مُجَاهِدٌ : «جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ» /٧/ : مُعَمَّرِينَ فِيهِ . «مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ» /٩/ : مِنَ الضَّلَالَةِ إِلَى الْهُدَى . «فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ» /٢٥/ : جُنَّةٌ وَسِلَاحٌ . «مَوْلَاكُمْ» /١٥/ : أَوْلَى بِكُمْ . «لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ» /٢٩/ : لِيَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ ، يُقَالُ : الظَّاهِرُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ، وَالْبَاطِنُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا . «أَنْظِرُونَا» /٥ ، ١٣/ : انْتَظِرُونَا .

قال مجاهد: جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ: مُعَمَّرِينَ فِيهِ

"وَأَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ" اور جس مال میں تم کو اس نے دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے اس میں سے خرچ کرو، مجاہد نے اس کا ترجمہ کیا ہے "تمہیں آباد کیا ہے اس میں دوسرے لوگوں کے چلے جانے کے بعد"

مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ: مِنَ الضَّلَالَةِ إِلَى الْهُدَى

آیت کریمہ میں ہے "هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ" وہ ایسا (رحیم) ہے کہ اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر صاف صاف آیتیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تم کو (کفرو جہل کی) تاریکیوں سے (ایمان اور علم حقائق کی) روشنی کی طرف لاوے .... فرماتے ہیں الظلمٰت سے گمراہی اور النور سے ہدایت مراد ہے۔

فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ: جُنَّةٌ وَسِلَاحٌ

آیت کریمہ میں ہے "وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ" اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا ہے جس میں شدید ہیبت ہے اور لوگوں کے لئے اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں .... فرماتے ہیں منافع للناس سے ڈھال اور ہتھیار مراد ہیں۔

مَوْلٰكُمْ: أَوْلٰى بِكُمْ

آیت میں ہے "مَأْوٰكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلٰكُمْ" تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہی تمہاری (ہمیشہ کے لئے) رفیق ہے .... فرماتے ہیں مولاکم کے معنی ہیں أَوْلٰى بِكُمْ یعنی جہنم کی آگ تمہارے لائق ہے۔

لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ: لِيَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ

آیت کریمہ میں ہے "لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّن فَضْلِ اللَّهِ" تاکہ قیامت کے روز اہل کتاب کو یہ بات معلوم ہوجائے کہ ان لوگوں کو اللہ کے فضل کے کسی جزء پر بھی (بغیر ایمان لائے) دسترس نہیں.... فرماتے ہیں آیت کریمہ میں لِئَلَّا يَعْلَمَ معنی میں لیعلم کے ہے یعنی اس میں لا زائدہ ہے۔

يقال: اَلظَّاهِرُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا، وَالْبَاطِنُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

آیت کریمہ میں ہے "هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ"

اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتے ہیں، چاہے وہ ظاہر ہو یا باطن اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ظاہر ہے اس لئے کہ اس کے وجود کو بتانے والے دلائل بہت ہیں اور اللہ تعالیٰ کا وجود باطن بھی ہے اس لئے کہ وہ مدرک بالحواس نہیں ہے۔

أُنْظُرُونَا: اِنْتَظِرُونَا

آیت کریمہ میں ہے "يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِن نُّورِكُمْ" جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ (ذرا) ہمارا انتظار کرلو۔ اُنْظُرُونَا کے معنی ہیں ہمارا انتظار کرلو۔

٣٦٠ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمُجَادِلَةِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «يُحَادُّونَ» /٢٠/ : يُشَاقُّونَ اللَّهَ . «كُبِتُوا» /٥/ : أُخْزُوا ، مِنَ الْخِزْيِ «اسْتَحْوَذَ» /١٩/ : غَلَبَ .

"إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ" اس میں "يُحَادُّونَ" کا ترجمہ "يُشَاقُّونَ" کیا ہے جس کے معنی مخالفت کرنے کے آتے ہیں اور كُبِتُوا کے معنی ہیں "ذلیل کئے گئے"

اِسْتَحْوَذَ: غَلَبَ

آیت کریمہ میں ہے "اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ" ان پر شیطان نے غلبہ حاصل کرلیا ہے.... استحوذ کے معنی ہیں غالب آنا، تسلط حاصل کرنا۔

٣٦١ – باب : تَفسِيرُ سُورَةِ الحَشْرِ .

«الجَلاءَ» /٣/ : الإِخْرَاجَ مِنْ أَرْضٍ إِلَى أَرْضٍ .

آیت کریمہ میں ہے "وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا" اور اگر اللہ تعالیٰ ان کی قسمت میں بلاوطن ہونا نہ لکھ چکا ہوتا تو ان کو دنیا میں سزا دیتا.... فرماتے ہیں الجلاء کے معنی ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف نکالنے کے ہیں۔

٤٦٠٠/٤٦٠١ : حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ : قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ : سُورَةُ التَّوْبَةِ ، قَالَ : التَّوْبَةُ هِيَ الفَاضِحَةُ ، ما زَالَتْ تَنْزِلُ ، وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ ، حَتَّى ظَنُّوا أَنَّهَا لَنْ تُبْقِيَ أَحَدًا مِنْهُمْ إِلَّا ذُكِرَ فِيهَا ، قَالَ : قُلْتُ : سورَةُ الأَنْفَالِ ، قَالَ : نَزَلَتْ فِي بَدْرٍ ، قَالَ : قُلْتُ : سُورَةُ الحَشْرِ ، قَالَ : نَزَلَتْ فِي بَنِي النَّضِيرِ .

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سورۃ توبہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ سورۃ فاضحہ ہے یعنی اس نے بہت سارے لوگوں کو رسوا کیا اور بہت سوں کی حقیقت حال سے پردہ اٹھایا ہے۔

حضرات صحابہ کا تو یہ خیال ہوگیا تھا کہ شاید یہ کسی کو بھی نہیں چھوڑے گی اور سب ہی کا حال اس کے اندر ذکر کیا جائے گا، لیکن ظاہر ہے کہ اس میں ذکر صرف منافقین اور اللہ کے حکم پر عمل نہ کرنے والوں کا ہی کیا گیا ہے غایت ورع اور تقویٰ کی وجہ سے حضرات صحابہ کو اپنے بارے میں بھی اندیشہ ہوتا تھا۔

(٤٦٠١) : حدثنا الحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ : أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدٍ قَالَ : قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : سُورَةُ الحَشْرِ ، قَالَ : قُلْ : سُورَةُ النَّضِيرِ . [ر : ٣٨٠٥]

یہ حدیث کتاب المغازی میں "باب حدیث بنی النضیر" کے تحت گزر چکی ہے ۔ (١)

٣٦٢ – باب : «ما قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ» /٥/ .

نَخْلَةٍ ، ما لَمْ تَكُنْ عَجْوَةً أَوْ بَرْنِيَّةً .

(١) دیکھیے کشف الباری، کتاب المغازی، ١٨٣

٤٦٠٢ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا لَيْثٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ ، وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ تَعَالَى : «ما قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ ٱللهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ» . [ر : ٢٢٠١]

٣٦٣ – باب : قَوْلُهُ : «ما أَفَاءَ ٱللهُ عَلَى رَسُولِهِ» /٦ ، ٧/ .

٤٦٠٣ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، غَيْرَ مَرَّةٍ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الحَدَثَانِ ، عَنْ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي النَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ ٱللهُ عَلَى رَسُولِهِ ﷺ ، مِمَّا لَمْ يُوجِفِ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ ، فَكَانَتْ لِرَسُولِ ٱللهِ ﷺ خَاصَّةً ، يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ مِنْهَا نَفَقَةَ سَنَتِهِ ، ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ ، عُدَّةً فِي سَبِيلِ ٱللهِ . [ر : ٢٧٤٨]

٣٦٤ – باب : «وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ» /٧/ .

٤٦٠٤/٤٦٠٥ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ قَالَ : (لَعَنَ ٱللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُوتَشِمَاتِ ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ ٱللهِ) . فَبَلَغَ ذٰلِكَ ٱمْرَأَةً مِنْ بَنِي أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوبَ ، فَجَاءَتْ فَقَالَتْ : إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّكَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ ، فَقَالَ : وَمَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، وَمَنْ هُوَ فِي كِتَابِ ٱللهِ ، فَقَالَتْ : لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ ، فَمَا وَجَدْتُ فِيهِ مَا تَقُولُ ، قَالَ : لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ ، أَمَا قَرَأْتِ : «وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا» . قَالَتْ : بَلَى ، قَالَ : فَإِنَّهُ قَدْ نَهَى عَنْهُ ، قَالَتْ : فَإِنِّي أَرَى أَهْلَكَ يَفْعَلُونَهُ ، قَالَ : فَاذْهَبِي فَانْظُرِي ، فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ ، فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِهَا شَيْئًا ، فَقَالَ : لَوْ كَانَتْ كَذٰلِكَ مَا جَامَعْتُنَا .

(٤٦٠٥) : حدّثنا عَلِيٌّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ : ذَكَرْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ

(۴۶۰۵-۴۶۰۴) واخرجه مسلم فی اللباس والزینة، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة، رقم الحدیث: ۲۱۲۵، واخرجه ابوداؤد فی کتاب الترجل، باب فی صلة الشعر، رقم الحدیث: ۴۱۶۹، واخرجه الترمذی فی الادب، باب ماجاء فی الواصلة المستوصلة والواشمة والمستوشمة، رقم الحدیث: ۲۷۸۲، واخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ، باب ومانهاکم عنه فانتهوا، رقم الحدیث: ۱/۱۱۵۶۹، واخرجه ابن ماجه فی النکاح، باب الواصلة والواشمة، رقم الحدیث: ۱۹۸۷

ابْنِ عابِسٍ حَدِيثَ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : لَعَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْوَاصِلَةَ . فَقالَ : سَمِعْتُهُ مِنِ امْرَأَةٍ يُقالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوبَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ، مِثْلَ حَدِيثِ مَنْصُورٍ . [٥٥٨٧ ، ٥٥٩٥ ، ٥٥٩٩ ، ٥٦٠٤]

یہ حدیث یہاں پہلی مرتبہ آرہی ہے ، امام بخاری نے آگے کتاب اللباس میں بھی یہ نقل کی ہے ، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے وَاشِمَات پر' یہ وَاشِمَة کی جمع ہے ، اس عورت کو کہتے ہیں جو ہاتھ ، کلائی یا ہونٹ وغیرہ کو سوئی سے گودے

... اور مُوْتَشِمَات پر... یہ مُوْتَشِمَة کی جمع ہے ، گودوانے والی عورت جو اپنے یا کسی دوسرے کے عضو پر گودتی ہے۔

... اور مُتَنَمِّصَات پر... یہ مُتَنَمِّصَة کی جمع ہے ، وہ عورت جو چہرہ کے بال اکھاڑنے والی ہو، چہرے پر اگر داڑھی یا مونچھیں نکل آئیں تو عورت کو اس کے بال اکھیڑنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن اس کے علاوہ اطراف وجہ یا پلکوں اور بھوؤں سے حسن اور زینت کے مقصد سے بال اکھیڑنا جائز نہیں ہے

... اور مُتَفَلِّجَات پر... یہ مُتَفَلِّجَة کی جمع ہے ، وہ عورت مراد ہے جو اپنے دانتوں کے درمیان کسی آلہ وغیرہ سے کشادگی پیدا کرے

ان تمام عورتوں پر لعنت بھیجی گئی ہے کیونکہ اللہ کی دی ہوئی قدرتی صورت میں یہ تبدیلی کرتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ کلام قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت کو معلوم ہوا جو ام یعقوب کے نام سے مشہور تھی، وہ آئی اور کہنے لگی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اس قسم کی عورتوں پر اللہ کی لعنت بھیجی ہے ، ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول نے جس پر لعنت بھیجی اور جو کتاب اللہ کے حکم کے مطابق ملعون ہے ، اس پر میں لعنت کیوں نہ بھیجوں ، عورت نے کہا دو تختیوں یعنی دو گتوں اور جلدوں کے درمیان قرآن میں نے پڑھا ہے اس میں تو یہ نہیں ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر تم نے پڑھا ہوتا تو ضرور مل جاتا... اور پھر آپ نے یہ آیت پڑھی "وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ، وَمَانَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا "

(٤٦٠٥) وایضاً اخرجہ فی اللباس ، باب المتفلجات للحسن ، رقم الحدیث: ٥٩٣١ ، وباب المتنمصات ، رقم الحدیث: ٥٩٣٩ ، وباب الموصلة ، رقم الحدیث: ٥٩٤٣ ، وباب المستوشمة ، رقم الحدیث: ٥٩٤٨ ، واخرجہ الترمذی فی الزینة: ٢٨٠/٢

اس پر عورت نے کہا کہ آپ کے گھروالی بھی اس طرح کرتی ہے ، آپؐ نے کہا جاؤ، دیکھ لو، وہ گئی لیکن اس قسم کی کوئی چیز اسے نظر نہیں آئی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا "میری گھروالی اگر ایسی ہوتی تو وہ میرے ساتھ نہیں رہ سکتی"

٣٦٥ – باب : «وَٱلَّذِينَ تَبَوَّؤُوا ٱلدَّارَ وَٱلْإِيمَانَ» /٩/ .

٤٦٠٦ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ ، يَعْنِي : ٱبْنَ عَيَّاشٍ ، عَنْ حُصَيْنٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قالَ : قالَ عُمَرُ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أُوصِي الخَلِيفَةَ بِالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ : أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ ، وَأُوصِي الخَلِيفَةَ بِالْأَنْصارِ ، ٱلَّذِينَ تَبَوَّؤُوا ٱلدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُهاجِرَ النَّبِيُّ ﷺ : أَنْ يَقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ ، وَيَعْفُوَ عَنْ مُسِيئِهِمْ . [ر : ١٣٢٨]

٣٦٦ – باب : «وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ» . الآيَةَ /٩/ .

الخَصَاصَةُ : الْفَاقَةُ . «الْمُفْلِحُونَ» : الْفَائِزُونَ بِالْخُلُودِ ، الْفَلَاحُ : الْبَقَاءُ ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ : عَجِّلْ . وَقالَ الحَسَنُ : «حاجَةً» /٩/ : حَسَدًا .

٤٦٠٧ : حدّثني يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ كَثِيرٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ : حَدَّثَنَا أَبُو حازِمٍ الْأَشْجَعِيُّ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فَقالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَصابَنِي الجَهْدُ ، فَأَرْسَلَ إِلَى نِسَائِهِ فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَهُنَّ شَيْئًا ، فَقالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (أَلَا رَجُلٌ يُضَيِّفُهُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ، يَرْحَمُهُ ٱللهُ) . فَقامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصارِ فَقالَ : أَنَا يَا رَسُولَ ٱللهِ ، فَذَهَبَ إِلَى أَهْلِهِ فَقالَ لِٱمْرَأَتِهِ : ضَيْفُ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، لَا تَدَّخِرِيهِ شَيْئًا ، قالَتْ : وَٱللهِ ما عِنْدِي إِلَّا قُوتُ الصِّبْيَةِ ، قالَ : فَإِذَا أَرَادَ الصِّبْيَةُ الْعَشَاءَ فَنَوِّمِيهِمْ وَتَعَالَيْ ، فَأَطْفِئِي السِّرَاجَ ، وَنَطْوِي بُطُونَنَا اللَّيْلَةَ ، فَفَعَلَتْ ، ثُمَّ غَدَا الرَّجُلُ عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَقالَ : (لَقَدْ عَجِبَ ٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ ، أَوْ : ضَحِكَ مِنْ فُلَانٍ وَفُلَانَةَ) . فَأَنْزَلَ ٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ : «وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ» . [ر : ٣٥٨٧]

اَتیٰ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

طبرانی کی روایت میں ہے کہ یہ آدمی حضرت ابوہریرہؓ تھے (٢)

(٢) فتح الباری: ٨/٦٣٢ و عمدۃ القاری: ١٩/٢٢٨

فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ

یہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تھے، بعض نے کہا کہ یہ ثابت بن قیس تھے (۳) یہ روایت "مناقب انصار" میں گزر چکی ہے۔

٣٦٧ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمُمْتَحِنَةِ.

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً» /٥/ : لَا تُعَذِّبْنَا بِأَيْدِيهِمْ ، فَيَقُولُونَ : لَوْ كانَ هٰؤُلَاءِ عَلَى الْحَقِّ ما أَصَابَهُمْ هٰذَا . «بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ» /١٠/ : أُمِرَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ بِفِرَاقِ نِسَائِهِمْ ، كُنَّ كَوَافِرَ بِمَكَّةَ .

لَاتَجْعَلْنَافِتْنَةً: لَاتُعَذِّبْنَابِاَيْدِيهِمْ فَيَقُولُونَ: لَوْكَانَ هٰؤُلَاءِ عَلَى الْحَقِّ مَا اَصَابَهُمْ هٰذَا

آیت کریمہ میں ہے "رَبَّنَالَاتَجْعَلْنَافِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا" فرماتے ہیں لَاتَجْعَلْنَافِتْنَةً کے معنی ہیں کہ کافروں کے ہاتھوں سے ہم کو تکلیف نہ پہونچا کہ وہ یوں کہنے لگیں کہ اگر یہ مسلمان حق پر ہوتے تو ان کو یہ مصیبت نہ پہنچتی (یعنی مسلمانوں کا دین اگر برحق ہوتا تو آج یہ ہم سے مغلوب نہ ہوتے اور ہمارے ہاتھوں ان کو تکلیف نہ ہوتی)

بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ: أُمِرَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِرَاقِ نِسَائِهِمْ

"وَلَاتُمْسِكُوْابِعِصَمِ الْكَوَافِرِ" اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو حکم دیا گیا کہ اپنی ان عورتوں کو جدا کردو جو مکہ میں کافرہ ہیں، عِصَم "عِصْمَة" کی جمع ہے، عقد زواج مراد ہے، الکوافر "کافرة" کی جمع ہے۔

٣٦٨ - باب : «لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ» /١/ .

٤٦٠٨ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قالَ : حَدَّثَنِي الحَسَنُ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ : أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ أَبِي رَافِعٍ كَاتِبَ عَلِيٍّ يَقُولُ : سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ : بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ ، فَقَالَ : (انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خاخٍ ، فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ ، فَخُذُوهُ مِنْهَا) . فَذَهَبْنَا تَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا حَتَّى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ . فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ ، فَقُلْنَا : أَخْرِجِي الْكِتَابَ ، فَقَالَتْ : ما مَعِي مِنْ كِتَابٍ ، فَقُلْنَا : لَتُخْرِجِنَّ

(۳) فتح الباری: ۶۳۲/۸

الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ ، فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا ، فَأَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَإِذَا فِيهِ : مِنْ حَاطِبِ ابْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى أُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِمَّنْ بِمَكَّةَ ، يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (ما هٰذَا يَا حَاطِبُ). قَالَ : لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنِّي كُنْتُ ٱمْرَأً مِنْ قُرَيْشٍ ، وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ، وَكَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِمَكَّةَ ، فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ ، أَنْ أَصْطَنِعَ إِلَيْهِمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَابَتِي ، وَمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ كُفْرًا ، وَلَا ٱرْتِدَادًا عَنْ دِينِي. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ). فَقَالَ عُمَرُ : دَعْنِي يَا رَسُولَ ٱللهِ فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ ، فَقَالَ : (إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا ، وَمَا يُدْرِيكَ ؟ لَعَلَّ ٱللهَ عَزَّ وَجَلَّ ٱطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ : ٱعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ). قَالَ عَمْرٌو : وَنَزَلَتْ فِيهِ : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ». قَالَ : لَا أَدْرِي الآيَةَ فِي الْحَدِيثِ ، أَوْ قَوْلُ عَمْرٍو.

حدّثنا عَلِيٌّ : قِيلَ لِسُفْيَانَ فِي هٰذَا ، فَنَزَلَتْ : «لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي». قَالَ سُفْيَانُ : هٰذَا فِي حَدِيثِ النَّاسِ ، حَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو ، مَا تَرَكْتُ مِنْهُ حَرْفًا ، وَمَا أُرَى أَحَدًا حَفِظَهُ غَيْرِي.

[ر : ٢٨٤٥]

حمیدی کے اس روایت کے آخر میں ہے "قال: لاأدری الأیة فی الحدیث، او قول عمرو" یہ سفیان بن عیینہ کا قول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ روایت کے آخر میں نزول آیت کی جو بات ہے وہ حدیث سے متعلق ہے یا یہ عمرو بن دینار کا قول ہے، علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ سفیان سے اس سلسلے میں کہا گیا کہ روایت کے آخر میں جو یہ آیا ہے کہ آیت کریمہ "لاتتخذوا عدوی...." حضرت حاطب کے واقعہ میں نازل ہوئی تو سفیان ابن عیینہ نے کہا کہ یہ لوگوں کی روایت ہے۔ لیکن میں نے عمرو بن دینار سے جو محفوظ کیا ہے اس میں میں نے ایک حرف بھی نہیں چھوڑا اور میں نہیں سمجھتا ہوں کہ میرے علاوہ کسی اور شخص نے یہ حدیث اس طرح محفوظ کی ہوگی۔ حاصل یہ ہے کہ آیت کریمہ اس واقعے کے بارے میں نازل ہوئی، اس سلسلے میں سفیان کو شک ہے کہ یہ حدیث کا حصہ ہے یا عمرو بن دینار کا قول ہے، چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں:

ملخص ماقاله سفيان لاأدرى أن حكاية نزول الآية من تتمة الحديث الذى رواه على بن ابى طالب رضى الله تعالى عنه، أو قول عمرو بن دينار موقوفا عليه أدرجه هو من عنده، و سفيان لم يجزم بهذه الزيادة، وقد روى النسائى عن محمد بن منصور مايدل على هذه الزيادة مدرجة، و روى الثعلبى هذا الحديث بطوله،

وفی آخرہ: "فأنزل اللہ تعالیٰ فی شان حاطب و مکاتبتہ، یا ایھا الذین آمنوا لاتتخذوا...." الآیة (*) ۔

٣٦٩ - باب : «إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ» /١٠/.

٤٦٠٩ : حدّثنا إسحٰقُ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَخِي ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَمِّهِ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللَّهِ ﷺ كانَ يَمْتَحِنُ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ بِهٰذِهِ الآيَةِ بِقَوْلِ ٱللَّهِ : «يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ - إِلَى قَوْلِهِ - غَفُورٌ رَحِيمٌ» . قالَ عُرْوَةُ : قالَتْ عائِشَةُ : فَمَنْ أَقَرَّ بِهٰذَا الشَّرْطِ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ ، قالَ لَهَا رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ : (قَدْ بَايَعْتُكِ) . كَلَامًا ، وَلَا وَٱللَّهِ ما مَسَّتْ يَدُهُ يَدَ ٱمْرَأَةٍ قَطُّ فِي المُبَايَعَةِ ، ما يُبَايِعُهُنَّ إِلَّا بِقَوْلِهِ : (قَدْ بَايَعْتُكِ عَلَى ذٰلِكِ) .

تَابَعَهُ يُونُسُ وَمَعْمَرٌ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحٰقَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ . وَقَالَ إِسْحٰقُ بْنُ رَاشِدٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، وَعَمْرَةَ . [٤٩٨٣ ، ٦٧٨٨]

وَلَا وَاللّٰهِ، مَا مَسَّتْ يَدُهُ يَدَ امْرَأَةٍ قَطّ فِي الْمُبَايَعَةِ

"خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نے کسی عورت کے ہاتھ کو بیعت لینے میں کبھی نہیں چھویا" بظاہر یوں لگتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کی تردید کرنا چاہتی ہیں جس میں ہے کہ "فمدّیدہ من خارج البیت، ومددنا ایدینا من داخل البیت ثم قال: اللھم اشھد" اسی طرح اگلے باب میں روایت آرہی ہے اس میں ہے "فقبضت امراۃ یدھا" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں بیعت کرتے وقت ہاتھ بڑھاتی تھیں۔

بظاہر دونوں روایات میں تعارض ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تو وہی تھا جو حضرت عائشہؓ نے روایت باب میں بیان فرمایا اور ام عطیہؓ کی پہلی روایت کی یہ توجیہ کی گئی ہے کہ "مدّالایدی" سے بیعت کے وقوع کی طرف اشارہ ہے، مصافحہ مراد نہیں ہے ان کی دوسری روایت میں "قبض ید" سے مراد یہ ہے کہ بیعت کو اس نے موخر کردیا۔ (۴)

(٤٦٠٩) واخرجہ مسلم فی کتاب الامارۃ، باب کیفیۃ بیعۃ النساء رقم الحدیث: ١٨٦٦، وایضاً اخرجہ فی الطلاق، باب اذا اسلمت المشرکۃ او النصرانیۃ، رقم الحدیث: ٥٢٨٨

(*) عمدۃ القاری: ١٩/٢٣٠

(۴) فتح الباری: ٨/٦٣٦ و عمدۃ القاری: ١٩/٢٣١

بعض نے کہا کہ اصل میں ایک کپڑا ہوتا تھا ایک طرف سے آپ پکڑ لیا کرتے تھے اور دوسری طرف بیعت کرنے والی خواتین اسے پکڑ لیا کرتی تھیں، پھر بیعت لیتے تھے، چنانچہ ابوداؤد نے "مراسیل" میں شعبی سے اس مفہوم کی روایت نقل کی ہے۔ (۵)

ابن اسحاق نے مغازی میں صالح بن ابان سے روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے بیعت اس طرح کی کہ ہاتھ مبارک برتن میں ڈالا اور عورت نے بھی اس میں ہاتھ ڈالا تو اس طرح بیعت فرمالیا۔ (٦)

آخر میں امام نے یونس، معمر اور عبدالرحمٰن کی متابعت نقل کی ہے یونس کی متابعت کتاب الطلاق میں اور مَعْمَر کی متابعت "احکام" میں امام بخاری نے موصولاً نقل کی ہے (۷) اور عبدالرحمٰن کی متابعت ابن مَرْدُوَیہ نے موصولاً نقل کی ہے اور اسحاق کی تعلیق ذُہلی نے "الزہریات" میں موصولاً نقل کی ہے (۸)

٣٧٠ - باب: «إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ» /١٢/.

٤٦١٠: حدّثنا أَبُو مَعْمَرٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: بَايَعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ، فَقَرَأَ عَلَيْنَا: «أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا». وَنَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ، فَقَبَضَتِ امْرَأَةٌ يَدَهَا، فَقَالَتْ: أَسْعَدَتْنِي فُلَانَةُ، أُرِيدُ أَنْ أَجْزِيَهَا، فَمَا قَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا، فَانْطَلَقَتْ وَرَجَعَتْ، فَبَايَعَهَا. [ر: ١٢٤٤]

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیعت کرتے ہوئے نوحہ سے منع کیا تو ایک عورت نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور کہنے لگی "اسعدتنی فلانة، اريد ان اجزيها" فلاں عورت نے نوحہ میں مری مدد کی تھی، میں چاہتی ہوں کہ اس کا بدلہ دوں ... اسعاد کے معنی ہیں "قیام المرأة مع الأخرى في النياحة" (۹) چنانچہ وہ گئی اور نوحہ کرکے واپس آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کچھ نہیں کہا اور بیعت کرلیا۔

---

(۵) فتح الباری: ٦٣٦/٨

(٦) فتح الباری: ٦٣٧/٨

(۷) فتح الباری: ٦٣٨/٨ وعمدۃ القاری: ٢٣١/١٩، بخاری، کتاب الاحکام، باب بیعة النساء، رقم الحدیث: ٧٢١٣ (مع الفتح)

(۸) فتح الباری: ٦٣٧/٨ وعمدۃ القاری: ٢٣١/١٩ وتغلیق التعلیق: ٣٣٩/٤

(۹) فتح الباری: ٦٣٨/٨

یہ عورت خود ام عطیہ رضی اللہ عنہا تھیں، لیکن اس روایت پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نوحہ کا بدلہ چکانے کی اجازت کس طرح دیدی جبکہ نوحہ حرام ہے؟ اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

❶ علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حضرت ام عطیہؓ کی خصوصیت تھی کہ آپ ؐنے ان کو اس حکم عام سے صرف اس ایک موقع پر مستثنیٰ قرار دیا اور شارع کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ عموم سے کسی کو مستثنیٰ قرار دیں۔

لیکن یہ جواب ضعیف ہے اس لئے کہ حرام چیز اس کے لئے کیسے حلال قرار دی جاسکتی ہے چنانچہ حافظ فرماتے ہیں، "وھو (جواب) فاسد، فانھا لاتختص بتحلیل شئی من المحرمات" (۱۰)

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ نوحہ ابتدا میں مباح تھا، پھر مکروہ تنزیہی ہوا اور پھر حرام ہوا، مذکورہ واقعہ جس وقت پیش آیا، اس وقت حرمت کا حکم نہیں آیا تھا، صرف کراہت تنزیہی کا حکم تھا، اس وجہ سے آپ ؐنے ان کو اجازت مرحمت فرمائی، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس جواب کو پسند فرمایا چنانچہ وہ لکھتے ہیں "وظھر من ھذا کلہ ان اقرب الأجوبة أنھا کانت مباحة، ثم کرھت کراھة تنزیه، ثم تحریم" (۱۱)

۴۶۱۱ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قالَ : حَدَّثَنَا أَبِي قالَ : سَمِعْتُ الزُّبَيْرَ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى : «وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ» . قالَ : إِنَّمَا هُوَ شَرْطٌ شَرَطَهُ ٱللهُ لِلنِّسَاءِ .

۴۶۱۲ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قالَ الزُّهْرِيُّ : حَدَّثَنَاهُ ، قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ : سَمِعَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقالَ : (أَتُبَايِعُونَنِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا ، وَلَا تَزْنُوا ، وَلَا تَسْرِقُوا – وَقَرَأَ آيَةَ النِّسَاءِ ، وَأَكْثَرُ لَفْظِ سُفْيَانَ : قَرَأَ الْآيَةَ – فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى ٱللهِ ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْهَا شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَسَتَرَهُ ٱللهُ فَهُوَ إِلَى ٱللهِ ، إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ) .

تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ فِي الْآيَةِ . [ر : ۱۸]

---

(۱۰) فتح الباری: ۸/۶۳۹

(۱۱و۳۶) وھذا الحدیث لم یخرجه احد من اصحاب الستة سوی البخاری۔

٤٦١٣ : حدثنا محمد بن عبد الرحيم : حدثنا هارون بن معروف : حدثنا عبد الله ابن وهب قال : وأخبرني ابن جريج : أن الحسن بن مسلم أخبره ، عن طاوس ، عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : شهدت الصلاة يوم الفطر مع رسول الله ﷺ وأبي بكر وعمر وعثمان ، فكلهم يصليها قبل الخطبة ، ثم يخطب بعد ، فنزل نبي الله ﷺ ، فكأني أنظر إليه حين يجلس الرجال بيده ، ثم أقبل يشقهم حتى أتى النساء مع بلال ، فقال : «يا أيها النبي إذا جاءك المؤمنات يبايعنك على أن لا يشركن بالله شيئا ولا يسرقن ولا يزنين ولا يقتلن أولادهن ولا يأتين ببهتان يفترينه بين أيديهن وأرجلهن» . حتى فرغ من الآية كلها ، ثم قال حين فرغ : (أنتن على ذلك) . وقالت امرأة واحدة ، لم يجبه غيرها : نعم يا رسول الله . لا يدري الحسن من هي . قال : (فتصدقن) . وبسط بلال ثوبه ، فجعلن يلقين الفتخ والخواتيم في ثوب بلال . [ر : ٩٨]

٣٧١ - باب : تفسير سورة الصف .

وقال مجاهد : «من أنصاري إلى الله» /١٤/ : من يتبعني إلى الله .

آیت کریمہ میں ہے "كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ" جیسا کہ عیسی بن مریم نے حواریین سے فرمایا کہ اللہ کے واسطے میرا کون مددگار ہوتا ہے فرماتے ہیں مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ کے معنی ہیں کون ہے کہ اللہ کی طرف چلنے میں میری پیروی کرے گا۔

وقال ابن عباس : «مرصوص» /٤/ : ملصق بعضه ببعض ، وقال غيره : بالرصاص

آیت میں ہے "كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ" گویا کہ وہ ایک عمارت ہے جس میں سیسہ پلایا گیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مرصوص کے معنی ہیں اس کا بعض حصہ بعض حصہ سے جڑا ہوا ہے اور غیر ابن عباسؓ نے کہا کہ مرصوص کے معنی ہیں ملصق بالرصاص: یعنی سیسہ سے جڑا ہوا، سیسہ پلایا ہوا۔

٣٧٢ - باب : قوله تعالى : «من بعدي اسمه أحمد» /٦/ .

٤٦١٤ : حدثنا أبو اليمان : أخبرنا شعيب ، عن الزهري قال : أخبرني محمد بن جبير بن مطعم ، عن أبيه رضي الله عنه قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : (إن لي أسماء :

أَنَا مُحَمَّدٌ ، وَأَنَا أَحْمَدُ ، وَأَنَا المَاحِي ٱلَّذِي يَمْحُو ٱللهُ بِيَ ٱلْكُفْرَ ، وَأَنَا الحَاشِرُ ٱلَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي ، وَأَنَا الْعَاقِبُ) . [ر : ٣٣٣٩]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ

اس روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ اسماء بیان کئے گئے ہیں، ❶ محمد ❷ احمد ❸ ماحی ❹ حاشر اور ❺ عاقب، بعض علماء نے فرمایا کہ ان پانچ اسماء کا ذکر یہاں اس لئے کیا گیا کہ کتب سابقہ میں یہی نام آپ کے مشہور تھے ... ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ کی تعداد علماء نے پونے چار سو تک بیان کی ہے اور حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ایک مستقل رسالہ میں ان کو جمع بھی کیا ہے۔

محمد جس کی اتنی تعریف کی گئی ہو کہ مخلوق میں اتنی تعریف کسی کی نہ کی گئی ہو چنانچہ زمین و آسمان میں آپ کا چرچا ہے، منبر و محراب میں آپ کی تعریف ہورہی ہے، مناروں اور محفلوں میں آپ کا ذکر ہوتا ہے، دن و رات کا کوئی وقت ایسا نہیں جب آپ کی نبوت و رسالت کا ذکر نہ ہوتا ہو یا آپ پر درود نہ بھیجا جاتا ہو اور نبوت و رسالت کا ذکر ہو یا درود پڑھا جارہا ہو وہ سب آپ کی تعریف ہے چونکہ یہ وصف نبوت و رسالت آپ کے اعلیٰ درجہ کے کمال پر دال ہے اور وصف کمال کا ذکر ہی تعریف و حمد ہے۔

ایک نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا "احمد" ہے جو قرآن کریم میں صرف ایک جگہ سورۃ الصف میں وارد ہوا ہے، یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے، فاعل یا مفعول کے معنی میں ہے، فاعل کی صورت میں معنی "احمد الحامدین" ہوں گے اور مفعول کی صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حمد کی ہے اور ملائکہ اور اولین و آخرین نے بھی آپ کی تعریف کی ہے تو جتنی تعریف آپ کی کی گئی ہے اللہ جل شانہ کے علاوہ کسی اور کی اتنی تعریف نہیں کی گئی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ مجھے "حاشر" بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ لوگوں کا حشر میرے قدموں پر ہوگا یعنی قبر سے پہلے آپ کو اٹھایا جائے گا پھر دوسرے لوگوں کو ان کی قبور سے اٹھایا جائے گا... اور "عاقب" بھی میرا نام ہے اس لئے کہ "عاقب" بعد میں آنے والے کو کہتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام میں خاتم الانبیاء بن کر سب کے بعد آپ ہی تشریف لائے ہیں۔

آپ کا نام "ماحی" بھی ہے آپ نے نبوت کی تعلیم کے ذریعہ کفر کی اندھیریوں کو ختم کیا ہے۔

سُورَةُ الجُمُعَةِ .

٣٧٣ - باب : قَوْلُهُ : «وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ» /٣/ .

وَقَرَأَ عُمَرُ : فَامْضُوا إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ .

یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے، مشہور قراءت "فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ" ہے۔

٤٦١٥ : حدَّثني عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قالَ : حَدَّثَنِي سُلَيْمانُ بْنُ بِلَالٍ ، عَنْ ثَوْرٍ ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْجُمُعَةِ : «وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ» . قالَ : قُلْتُ : مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ؟ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ حَتَّى سَأَلَ ثَلَاثًا ، وَفِينَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ ، وَضَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ ، ثُمَّ قالَ : (لَوْ كانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا ، لَنَالَهُ رِجالٌ ، أَوْ رَجُلٌ ، مِنْ هٰؤُلَاءِ) .

حدَّثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ : أَخْبَرَنِي ثَوْرٌ ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (لَنَالَهُ رِجالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ) .

یہ روایت یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی مرتبہ ذکر کی ہے اور صرف اسی جگہ ہے امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے بھی اس کی تخریج کی ہے، یہاں دوسری سند میں عبداللہ بن عبدالوہاب کے شیخ "عبدالعزیز" ہیں، ابونصر کلاباذی نے کہا یہ "عبدالعزیز بن ابی حازم سلمہ بن دینار" ہیں (۱۲) لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ "عبدالعزیز بن محمد دَراوَرْدِي" ہیں، چنانچہ امام مسلم، اسماعیلی، اور ابو نعیم اصفہانی نے اس کو دراوَرْدِي ہی کی نسبت سے نقل کیا ہے (۱۳) حافظ نے فرمایا کہ میرے علم میں "ابن ابی حازم" سے اس روایت کو کسی نے بھی نقل نہیں کیا۔ (۱۴)

امام بخاری رحمہ اللہ "عبدالعزیز بن محمد دراوردی" کی روایات کو مستقلاً ذکر نہیں کرتے ہیں بلکہ یامتابعت کے طور پر نقل کرتے ہیں اور یا کسی دوسری روایت کے ساتھ ملا کر ذکر کرتے ہیں (۱۵) یہاں بھی

(۴۶۱۵)واخرجہ مسلم فی فضائل الصحابة، باب فضل فارس، رقم: ۲۵۴۶، واخرجہ الترمذی فی التفسیر، باب من سورة الجمعة، رقم الحدیث: ۳۳۱۰، واخرجہ النسائی فی التفسیر، باب و آخرین منہم لما یلحقوا بہم، رقم الحدیث: ۱/۱۱۵۹۲

(۱۱)فتح الباری: ۸/۶۳۹

(۱۲)فتح الباری: ۸/۶۴۲

(۱۳)فتح الباری: ۸/۶۴۲

(۱۴)فتح الباری: ۸/۶۴۲

(۱۵)فتح الباری: ۸/۶۴۲

ان کی روایت کو "سلیمان بن بلال" کی روایت کے ساتھ مقرون ذکر کیا ہے ۔

لوکان الایمان عِندَ الثُّرَیَّا لَنَالَہُ رِجَالٌ

حضرت انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے عجم میں دین کی خدمت کرنے والے بڑے بڑے علماء مراد ہیں جن میں حضرات فقہاء، محدثین اور خصوصاً ارباب صحاح داخل ہیں (١٦)

لیکن یہ اس صورت میں ہے جب روایت میں جمع کا صیغہ (رجال) ہو مگر بعض روایات میں "رجل" مفرد کا صیغہ وارد ہوا ہے، علماء نے کہا کہ اس سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں، حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے "تَبْیِیْضُ الصَّحِیْفَةِ" میں ارشاد فرمایا ہے کہ اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے لئے بشارت و منقبت ہے (١٧)

مولانا وحیدالزمان نے بخاری کے ترجمہ میں اس کا انکار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو کابل کے رہنے والے ہیں اور کابل تو ہندوستان کا علاقہ شمار ہوتا ہے [illegible]یث میں تو "فارس" کا لفظ آیا ہے ۔ (١٨)

اس کا جواب یہ ہے کہ کابل کے بعض علاقے بھی فارس کے ساتھ متصل ہیں جیسے ہرات وغیرہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس علاقہ کے رہنے والے ہیں لہذا انہیں فارسی کہا جاسکتا ہے بلکہ بعض علماء نے آپؒ کو فارسی قرار دیا ہے (١٩)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے "ازالۃ الخفاء" میں "خلافۃ الخلفاء" کی بحث میں فرمایا کہ اس سے حضرات محدثین مراد ہیں (٢٠)

٣٧٤ - باب : «وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا» /١١/.

٤٦١٦ : حدّثني حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا خالِدُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ ، عَنْ سالِمِ بْنِ أَبِي الجَعْدِ ، وَعَنْ أَبِي سُفْيَانَ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُما قالَ : أَقْبَلَتْ عِيرٌ يَوْمَ الجُمُعَةِ ، وَنَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَثَارَ النَّاسُ إِلاَّ ٱثْنَيْ عَشَرَ رَجُلاً ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ : «وَإِذَا

(١٦) فیض الباری: ٤/٢٤٥

(١٧) فیض الباری: ٤/٢٤٥ وتبییض الصحیفة بمناقب الامام ابی حنیفة: ٢١

(١٨)

(١٩) سیر اعلام النبلاء: ٦/٣٩٠ـ٣٩٥، وتہذیب الکمال: ٢٩/٤١٨

(٢٠)

رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا». [ر : ٨٩٤]

سُورَةُ الْمُنَافِقِينَ.

٣٧٥ - باب : قَوْلُهُ : «إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ». الآيَةَ /١/.

٤٦١٧ : حدّثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَجَاءٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ : كُنْتُ فِي غَزَاةٍ ، فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أُبَيٍّ يَقُولُ : لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا مِنْ حَوْلِهِ ، وَلَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ . فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّي أَوْ لِعُمَرَ ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَدَعَانِي فَحَدَّثْتُهُ ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ ، فَحَلَفُوا مَا قَالُوا ، فَكَذَّبَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَصَدَّقَهُ . فَأَصَابَنِي هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِي مِثْلُهُ قَطُّ ، فَجَلَسْتُ فِي الْبَيْتِ ، فَقَالَ لِي عَمِّي : مَا أَرَدْتَ إِلَى أَنْ كَذَّبَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَقَتَكَ ؟ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى : «إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ» فَبَعَثَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَرَأَ فَقَالَ : (إِنَّ اللَّهَ قَدْ صَدَّقَكَ يَا زَيْدُ) . [٤٦١٨ - ٤٦٢١]

اس سورت کے تحت جو احادیث اور ان میں جو واقعہ بیان کیا گیا اس کی تشریح کتاب المغازی میں گزر چکی ہے۔

کنت فی غزاۃ

محمد بن کعب کی روایت میں ہے کہ یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے اس کی تائید یہ ہے کہ اس روایت کے بعض طُرق میں ہے "اصاب الناس، فیہ شدۃ" (٢١) اور غزوۂ تبوک میں لوگوں کو شدت لاحق ہوئی تھی۔ لیکن اہل مغازی اس کو غزوۂ بنی المصطلق کا واقعہ قرار دیتے ہیں۔ (٢٢) واللہ اعلم

فذکرت ذلک لعمی او لعمر

یہاں اس روایت میں "عم" اور "عمر" کے درمیان "او" شک کا کلمہ آیا ہے لیکن آگے جتنی

(٤٦٢١-٤٦١٨-٤٦١٧) واخرجہ مسلم فی اول صفات المنافقین و احکامہم، رقم الحدیث: ٢٧٧٢، واخرجہ الترمذی فی التفسیر، باب من سورۃ المنافقین، رقم الحدیث: ٣٣١٢، واخرجہ النسائی فی السنن الکبریٰ، فی التفسیر، باب الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا، رقم الحدیث: ١١٥٩٧

(٢١) فتح الباری: ٦٤٣/٨

(٢٢) والذی علیہ اہل المغازی، انہا غزوۃ بنی المصطلق (فتح الباری: ٦٤٣/٨)

روایات آرہی ہیں اس میں "لعمی" ہے "اولعمر" کے الفاظ نہیں ہیں، صرف اس روایت میں کلمہ شک واقع ہوا ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی "لعمی" بغیر شک کے نقل کیا ہے (۲۳) طبرانی اور ابن مردویہ کی روایت میں ہے کہ "عمی" سے حضرت سعد بن عبادہؓ مراد ہیں، حضرت سعد بن عبادہ حضرت زید بن ارقم کے حقیقی چچا اگرچہ نہیں ہیں تاہم ان کی قوم کے سردار تھے اس لئے "عمی" سے ان کو تعبیر کیا، حضرت زید بن ارقم کے حقیقی چچا ثابت بن قیس تھے۔ (۲۴)

سورۃ منافقون کی تفسیر میں امام بخاری رحمہ اللہ نے آٹھ تراجم قائم کئے ہیں اور سب کے تحت ایک ہی حدیث نقل کی ہے، بتانا یہ ہے کہ ان تمام آیات کے نزول کا تعلق اسی واقعہ سے ہے۔

٣٧٦ – باب : «اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً» /٢/ : يَجْتَنُّونَ بِهَا .

٤٦١٨ : حدّثنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كُنْتُ مَعَ عَمِّي ، فَسَمِعْتُ عَبْدَ ٱللّٰهِ بْنَ أُبَيٍّ ٱبْنَ سَلُولَ يَقُولُ : لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ ٱللّٰهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا . وَقالَ أَيْضًا : لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّي ، فَذَكَرَ عَمِّي لِرَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ فَأَرْسَلَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ إِلَى عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ ، فَحَلَفُوا ما قالُوا ، فَصَدَّقَهُمْ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ وَكَذَّبَنِي ، فَأَصَابَنِي هَمٌّ لَمْ يُصِبْنِي مِثْلُهُ ، فَجَلَسْتُ فِي بَيْتِي ، فَأَنْزَلَ ٱللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : «إِذَا جاءَكَ الْمُنَافِقُونَ – إِلَى قَوْلِهِ – هُمُ ٱلَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ ٱللّٰهِ – إِلَى قَوْلِهِ – لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ» . فَأَرْسَلَ إِلَيَّ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ فَقَرَأَهَا عَلَيَّ ، ثُمَّ قالَ : (إِنَّ ٱللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ) . [ر : ٤٦١٧]

٣٧٧ – باب : «ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ» /٣/ .

٤٦١٩ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْحَكَمِ قالَ : سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ كَعْبٍ الْقُرَظِيَّ قالَ : سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : لَمَّا قالَ عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ : لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ ٱللّٰهِ ، وَقالَ أَيْضًا : لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ ، أَخْبَرْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَلَامَنِي الْأَنْصَارُ ، وَحَلَفَ عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ ما قالَ ذٰلِكَ ، فَرَجَعْتُ إِلَى الْمَنْزِلِ فَنِمْتُ ، فَدَعَانِي رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ فَأَتَيْتُهُ ، فَقالَ : (إِنَّ ٱللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ) وَنَزَلَ : «هُمُ ٱلَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا» . الْآيَةَ .

(۲۳) سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: ومن سورۃ المنافقین: ۴۱۵/۵، رقم الحدیث: ۳۳۱۲

(۲۴) فتح الباری: ۶۴۵/۸

وقالَ ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ زَيْدٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٤٦١٧]

٣٧٨ - باب : «وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ» /٤/.

٤٦٢٠ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ قالَ : سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ قالَ : خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ في سَفَرٍ أَصابَ النَّاسَ فِيهِ شِدَّةٌ ، فَقالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ أُبَيٍّ لِأَصْحَابِهِ : لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا مِنْ حَوْلِهِ . وَقالَ : لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ . فَأَرْسَلَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ أُبَيٍّ فَسَأَلَهُ ، فَاجْتَهَدَ يَمِينَهُ ما فَعَلَ ، قالُوا : كَذَبَ زَيْدٌ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، فَوَقَعَ فِي نَفْسِي مِمَّا قالُوا شِدَّةٌ ، حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ تَصْدِيقِي فِي : «إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ» . فَدَعَاهُمُ النَّبِيُّ ﷺ لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ فَلَوَّوْا رُؤُوسَهُمْ . وَقَوْلُهُ : «خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ» . قالَ : كانُوا رِجالاً أَجْمَلَ شَيْءٍ . [ر : ٤٦١٧]

٣٧٩ - باب : قَوْلُهُ : «وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُؤُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ» /٥/.

حَرَّكُوا ، اسْتَهْزَؤُوا بِالنَّبِيِّ ﷺ ، وَيُقْرَأُ بِالتَّخْفِيفِ مِنْ : لَوَيْتُ .

٤٦٢١ : حدّثنا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى : عَنْ إِسْرائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قالَ : كُنْتُ مَعَ عَمِّي ، فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أُبَيٍّ ابْنَ سَلُولَ يَقُولُ : لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا ، وَلَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَمِّي ، فَذَكَرَ عَمِّي لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَدَعَانِي فَحَدَّثْتُهُ ، فَأَرْسَلَ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أُبَيٍّ وَأَصْحَابِهِ ، فَحَلَفُوا ما قالُوا ، وَكَذَّبَنِي النَّبِيُّ ﷺ وَصَدَّقَهُمْ ، فَأَصَابَنِي غَمٌّ لَمْ يُصِبْنِي مِثْلُهُ قَطُّ ، فَجَلَسْتُ فِي بَيْتِي ، وَقالَ عَمِّي : ما أَرَدْتَ إِلَى أَنْ كَذَّبَكَ النَّبِيُّ ﷺ وَمَقَتَكَ ؟ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى : «إِذَا جاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ» . فَأَرْسَلَ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَقَرَأَهَا وَقالَ : (إِنَّ اللَّهَ قَدْ صَدَّقَكَ) . [ر : ٤٦١٧]

٣٨٠ - باب : قَوْلُهُ : «سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ» /٦/ .

٤٦٢٢ : حدّثنا عَلِيٌّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قالَ عَمْرٌو : سَمِعْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قالَ : كُنَّا فِي غَزَاةٍ - قالَ سُفْيَانُ مَرَّةً : فِي جَيْشٍ - فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ : يَا لَلْأَنْصَارِ ، وَقالَ الْمُهَاجِرِيُّ : يَا لَلْمُهَاجِرِينَ ، فَسَمِعَ ذَاكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ : (ما بَالُ دَعْوَى جاهِلِيَّةٍ) . قالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَقَالَ : (دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ) . فَسَمِعَ بِذٰلِكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ فَقَالَ : فَعَلُوهَا ، أَمَا وَاللَّهِ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ ، فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (دَعْهُ ، لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ) . وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ أَكْثَرَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ ، ثُمَّ إِنَّ الْمُهَاجِرِينَ كَثُرُوا بَعْدُ .

قالَ سُفْيَانُ : فَحَفِظْتُهُ مِنْ عَمْرٍو : قالَ عَمْرٌو : سَمِعْتُ جابِرًا : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ .

[ر : ٣٣٣٠]

٣٨١ - باب : قَوْلُهُ : «هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ» /٧/ .

٤٦٢٣ : حدّثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قالَ : حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ قالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْفَضْلِ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ يَقُولُ : حَزِنْتُ عَلَى مَنْ أُصِيبَ بِالْحَرَّةِ ، فَكَتَبَ إِلَيَّ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ ، وَبَلَغَهُ شِدَّةُ حُزْنِي ، يَذْكُرُ : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : (اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ ، وَلِأَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ) . وَشَكَّ ابْنُ الْفَضْلِ فِي : (أَبْنَاءِ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ) . فَسَأَلَ أَنَسًا بَعْضُ مَنْ كانَ عِنْدَهُ ، فَقَالَ : هُوَ الَّذِي يَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (هٰذَا الَّذِي أَوْفَى اللَّهُ لَهُ بِأُذُنِهِ) .

(۴۶۲۳) واخرجہ مسلم فی فضائل الصحابة، باب من فضائل الانصار رضی اللہ عنہم، رقم الحدیث: ۲۵۰۶

٣٨٢ - باب : قَوْلُهُ : «يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ» /٨/.

٤٦٢٤ : حدَّثنا الحُمَيْدِيُّ : حدَّثنا سُفْيَانُ قالَ : حَفِظْنَاهُ مِنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قالَ : سَمِعْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : كُنَّا في غَزَاةٍ ، فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ المُهَاجِرِينَ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ ، فَقَالَ الأَنْصَارِيُّ : يَاللأَنْصَارِ ، وَقالَ المُهَاجِرِيُّ : يَالَلْمُهَاجِرِينَ ، فَسَمَّعَهَا اللّٰهُ رَسُولَهُ ﷺ ، قالَ : (مَا هٰذَا) . فَقَالُوا : كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ المُهَاجِرِينَ رَجُلاً مِنَ الأَنْصَارِ ، فَقَالَ الأَنْصَارِيُّ : يَاللأَنْصَارِ ، وَقالَ المُهَاجِرِيُّ : يَالَلْمُهَاجِرِينَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ) . قالَ جابِرٌ : وَكَانَتِ الأَنْصَارُ حِينَ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ أَكْثَرَ ، ثُمَّ كَثُرَ المُهَاجِرُونَ بَعْدُ . فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ : أَوَ قَدْ فَعَلُوا ، وَاللّٰهِ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى المَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الأَعَزُّ مِنْهَا الأَذَلَّ ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : دَعْنِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا المُنَافِقِ ، قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (دَعْهُ ، لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ) .

[ر : ٣٣٣٠]

٣٨٣ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ التَّغَابُنِ .

«التَّغَابُنِ» /٩/ : غَبْنُ أَهْلِ الجَنَّةِ أَهْلَ النَّارِ . وقالَ عَلْقَمَةُ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ : «وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهُ» /١١/ : هُوَ الَّذِي إِذَا أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ رَضِيَ وَعَرَفَ أَنَّهَا مِنَ اللّٰهِ .

حضرت علقمہ "وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهُ" کے تحت فرماتے ہیں کہ اس سے وہ آدمی مراد ہے جس پر مصیبت آئے تو وہ راضی رہے اور اس کو اللہ کی طرف سے سمجھے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ زبان سے مصیبت کا اظہار بھی نہ کرے، زبان سے مصیبت کا اظہار شکوے شکایت کے بغیر ناجائز نہیں ہے، خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "وارأساہ" فرمایا اور اپنی بیماری کا ذکر کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے "وارأساہ" کہا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی نکیر نہیں کی آپ نے إنا بفراقك لمحزونون یا ابراھیم فرمایا ہے اور غم کا اظہار کیا ہے۔ (*)

(*) السيرة الحلبية: ٣/٣١٠

٣٨٤ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الطَّلَاقِ

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «إِنِ ارْتَبْتُمْ» /٤/ : إِنْ لَمْ تَعْلَمُوا : أَتَحِيضُ أَمْ لَا تَحِيضُ ، فَاللَّائِي قَعَدْنَ عَنِ الْمَحِيضِ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ بَعْدُ : فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ . «وَبَالَ أَمْرِهَا» /٩/ : جَزَاءَ أَمْرِهَا

آیت کریمہ میں ہے "فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا" انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور ان کا انجام کار خسارہ ہی ہوا.... مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ وبال امرِها کے معنی ہیں اپنے کام کی سزا۔ وبال کے اصل معنی ہیں : شدت سختی، یہاں بداعمالی کی شدت اور اس کی سخت سزا مراد ہے۔

٤٦٢٥ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمٌ : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهْيَ حَائِضٌ ، فَذَكَرَ عُمَرُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَتَغَيَّظَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ : (لِيُرَاجِعْهَا ، ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ، ثُمَّ تَحِيضُ فَتَطْهُرَ ، فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا ، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ كَمَا أَمَرَهُ اللهُ) . [٤٩٥٣ ، ٤٩٥٤ ، ٤٩٥٨ ، ٥٠٢٢ ، ٥٠٢٣ ، ٦٧٤١]

اس کی تفصیل کتاب الطلاق میں ان شاء اللہ آئے گی۔

٣٨٥ – باب : «وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا» /٤/ .

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ : وَاحِدُهَا : ذَاتُ حَمْلٍ

(۴۶۲۵)واخرجہ ایضاً فی الطلاق، باب قول اللہ تعالیٰ : یاایھاالنبی اذا طلقتم النساء، فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ، رقم الحدیث: ۵۲۵۱، وباب، اذا طلقت الحائض تعتد بذلک الطلاق رقم الحدیث: ۵۲۵۲،۵۲۵۳، وباب من طلق وھل یواجہ الرجل امراتہ بالطلاق، رقم الحدیث: ۵۸۵۸ وباب من قال لامراتہ: انت علی حرام، رقم الحدیث: ۵۲۶۴، وباب وبعولتھن احق بردھن، رقم الحدیث: ۵۳۳۲، ۵۳۳۳، والاحکام، باب ھل یقضی القاضی اویفتی وھو غضبان، رقم الحدیث: ۶۱۶۰، واخرجہ ابن ماجۃ فی الطلاق، باب طلاق السنۃ، رقم الحدیث: ۲۰۱۹، واخرجہ النسائی فی السنن لکبریٰ فی الطلاق، باب وقت الطلاق للعدۃ، رقم الحدیث: ۲/۵۵۸۲، واخرجہ الترمذی فی الطلاق، باب ماجاء فی طلاق السنۃ، رقم الحدیث: ۱۱۷۵، واخرجہ ابوداؤد فی الطلاق، باب فی طلاق السنۃ، رقم الحدیث: ۲۱۷۹، واخرجہ مسلم فی کتاب الطلاق رقم الحدیث: ۱۴۷۱، واخرجہ النسائی فی الطلاق: ۲/۹۸

٤٦٢٦ : حدثنا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ يَحْيَى قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ جَالِسٌ عِنْدَهُ ، فَقَالَ : أَفْتِنِي فِي امْرَأَةٍ وَلَدَتْ بَعْدَ زَوْجِهَا بِأَرْبَعِينَ لَيْلَةً ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : آخِرُ الأَجَلَيْنِ ، قُلْتُ أَنَا : «وَأُولَاتُ الأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ» قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : أَنَا مَعَ ابْنِ أَخِي ، يَعْنِي أَبَا سَلَمَةَ ، فَأَرْسَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ غُلَامَهُ كُرَيْبًا إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ يَسْأَلُهَا ، فَقَالَتْ : قُتِلَ زَوْجُ سُبَيْعَةَ الأَسْلَمِيَّةِ وَهِيَ حُبْلَى ، فَوَضَعَتْ بَعْدَ مَوْتِهِ بِأَرْبَعِينَ لَيْلَةً ، فَخُطِبَتْ ، فَأَنْكَحَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ ، وكانَ أَبُو السَّنَابِلِ فِيمَنْ خَطَبَهَا . [٥٠١٢]

٤٦٢٦ م : وَقالَ سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُحَمَّدٍ قالَ : كُنْتُ فِي حَلْقَةٍ فِيهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى ، وَكانَ أَصْحَابُهُ يُعَظِّمُونَهُ ، فَذَكَرَ آخِرَ الأَجَلَيْنِ ، فَحَدَّثْتُ بِحَدِيثِ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الحَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ ، قالَ فَضَمَّزَ لِي بَعْضُ أَصْحَابِهِ ، قالَ مُحَمَّدٌ : فَفَطِنْتُ لَهُ ، فَقُلْتُ : إِنِّي إِذًا لَجَرِيءٌ إِنْ كَذَبْتُ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ وَهُوَ فِي نَاحِيَةِ الكُوفَةِ ، فَاسْتَحْيَا وَقالَ : لٰكِنَّ عَمَّهُ لَمْ يَقُلْ ذَاكَ . فَلَقِيتُ أَبَا عَطِيَّةَ مالِكَ بْنَ عامِرٍ فَسَأَلْتُهُ ، فَذَهَبَ يُحَدِّثُنِي حَدِيثَ سُبَيْعَةَ ، فَقُلْتُ : هَلْ سَمِعْتَ عَنْ عَبْدِ اللهِ فِيهَا شَيْئًا ؟ فَقالَ : كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللهِ ، فَقَالَ : أَتَجْعَلُونَ عَلَيْهَا التَّغْلِيظَ ، وَلَا تَجْعَلُونَ عَلَيْهَا الرُّخْصَةَ ؟ لَنَزَلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ القُصْرَى بَعْدَ الطُّولَى : «وَأُولَاتُ الأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ» . [ر : ٤٢٥٨]

سورۃ بقرہ کی تفسیر میں یہ روایت گزر چکی ہے ۔

سُورَةُ التَّحْرِيمِ .

٣٨٦ - باب : «يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ ما أَحَلَّ اللهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاةَ أَزْوَاجِكَ وَاللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ» /١/ .

(٤٦٢٦) وایضاً أخرجه فی الطلاق باب وأولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن، رقم الحدیث: ٥٣١٨، (مع الفتح) ، واخرجه مسلم فی الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفی عنها زوجها وغیرها بوضع الحمل، رقم الحدیث: ١٤٨٥، واخرجه الترمذی فی الطلاق، باب ماجاء فی الحامل المتوفی عنها زوجها، رقم الحدیث: ١١٩٤، واخرجه النسائی فی الطلاق، باب عدة الحامل المتوفی عنها زوجها، رقم الحدیث: ٥/٥٤٠٣

٤٦٢٧ : حدّثنا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنِ ٱبْنِ حَكِيمٍ ، هُوَ يَعْلَى بْنُ حَكِيمٍ الثَّقَفِيُّ ، عَنْ سَعِيدِ بْنُ جُبَيْرٍ : أَنَّ ٱبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ فِي الْحَرَامِ : يُكَفِّرُ . وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ» . [٤٩٦٥]

٤٦٢٨ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ يَشْرَبُ عَسَلاً عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ ، وَيَمْكُثُ عِنْدَهَا ، فَوَاطَيْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ عَلَى : أَيَّتُنَا دَخَلَ عَلَيْهَا فَلْتَقُلْ لَهُ : أَكَلْتَ مَغَافِيرَ ، إِنِّي أَجِدُ مِنْكَ رِيحَ مَغَافِيرَ ، قَالَ : (لَا ، وَلٰكِنِّي كُنْتُ أَشْرَبُ عَسَلاً عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ ، فَلَنْ أَعُودَ لَهُ ، وَقَدْ حَلَفْتُ ، لَا تُخْبِرِي بِذٰلِكَ أَحَدًا)

[٤٩٦٦ ، ٦٣١٣ ، وانظر : ٤٩١٨]

آیتِ باب کے شان نزول میں اختلاف ہے ، یہاں باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت جحش کے پاس شہد پیتے تھے اور ٹھہرتے تھے ، میں نے اور حفصہؓ نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی آپ داخل ہوں تو وہ کہے "کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغافیر نوش فرمایا ہے ؟ میں آپ سے مغافیر کی بو محسوس کرتی ہوں" چنانچہ آپؐ جب ان کے پاس گئے تو انہوں نے یہی بات آپ سے کہدی۔

چونکہ آپ بدبو کو ناپسند کرتے تھے اور مغافیر ایک خاص قسم کا گوند ہے جس میں کچھ بدبو ہوتی ہے اس لئے آپؐ نے فرمایا نہیں "میں نے تو زینب کے پاس شہد پیا ہے ، دوبارہ نہیں پیوں گا ، میں نے قسم کھائی ہے لیکن تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا" اس پر مذکورہ آیت نازل ہوئی کہ حلال چیزوں کو اپنے اوپر

(٤٦٢٧) واخرجه ايضاً فى الطلاق ، باب لم تحرم ما احل الله لک ، رقم الحديث : ٥٢٦٦ ، (مع الفتح) ، واخرجه مسلم فى الطلاق ، باب وجوب الكفارة على من حرم امراته ، ولم ينو الطلاق ، رقم الحديث : ١٤٧٣

(٤٦٢٨) وايضاً اخرجه فى النكاح ، باب دخول الرجل على نسائه فى اليوم ، رقم : ٥٢١٦ ، (مع الفتح) ، وفى الطلاق ، باب لم تحرم ما احل لله لک ، رقم : ٥٢٦٧ ، ٥٢٦٨ ، وفى كتاب الاطعمة ، باب الادم ، رقم الحديث : ٥٤٣٠ ، وفى الاشربة ، باب الباذق ، رقم الحديث : ٥٥٩٩ ، وباب شراب الحلوو العسل ، رقم الحديث : ٥٦١٤ ، وفى الطب ، باب ، باب الدواء بالعسل ، وقول الله عزوجل : وفيه شفاء للناس : ٦٦٨٢ ، وباب السعوط ، رقم : ٥٦٩١ ، وفى كتاب الحيل ، باب مايكره من احتيال المراة مع الزوج والضرائر ، رقم الحديث : ٦٩٧٢ ، واخرجه ابو داؤد فى الاشربة ، باب فى شراب العسل ، رقم الحديث ٣٧١٤ ، واخرجه النسائى فى السنن الكبرىٰ فى التفسير ، باب سورة التحريم : ١١٦٠٨/٢ ، واخرجه النسائى فى كتاب "عشرة النساء : ٩٧/٢ ، واخرجه فى كتاب النذور والايمان : ١٤٣/٢

حرام نہیں کرنا چاہیے۔

اس روایت سے تو یہ معلوم ہوا کہ آپؐ نے حضرت زینب کے ہاں شہد استعمال فرمایا تھا جبکہ آگے بخاری کی کتاب الطلاق کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے شہد کا استعمال حضرت حفصہؓ کے یہاں کیا تھا (۲۵) اور ابن مردویہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے شہد کا استعمال حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے یہاں کیا تھا۔ (۲۶)

تعدد روایات کی وجہ سے بعض دوسرے علماء تو تعدد واقعات کے قائل ہوئے ہیں لیکن قاضی عیاض اور دوسرے محققین کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ واقعہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں پیش آیا ہے، اس لئے کہ حضرت زینبؓ کے متعلق ماقبل میں گزر چکا ہے "وھی التی تسامینی" حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ وہی میرا مدمقابل بننے کی صلاحیت رکھتی تھیں اور ان کی ایک جماعت تھی اور حضرت عائشہؓ کی دوسری ایک جماعت تھی، حضرت سودہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں حضرت عائشہؓ کی جماعت سے تعلق رکھتی تھیں، اس لئے معلوم یہی ہوتا ہے کہ مذکورہ منصوبہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے مل کر حضرت زینبؓ کے خلاف بنایا تھا جیسا کہ یہاں روایت باب میں ہے۔ (۲۷)

طبرانی اور ابن مردویہ نے روایت نقل کی ہے کہ مذکورہ آیت حضرت ماریہ قبطیہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، حضرت حفصہؓ کے گھر آپؐ نے ان کے ساتھ ہمبستری کی تھی اور کسی طرح حضرت حفصہؓ کو اس کا علم ہوگیا تھا، جس پر حضرت حفصہؓ نے ناگواری کا اظہار فرمایا تو آپؐ نے فرمایا "ھی علیَّ حرام" اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (۲۸)

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ آیت حضرت ماریہ قبطیہؓ کے واقعہ میں نازل ہوئی ہے۔ (۲۹)

---

(۲۵) دیکھیے صحیح البخاری مع فتح الباری، کتاب الطلاق، باب لم تحرم ما احل اللہ لک: ۹/۳۷۳-۳۷۵، رقم الحدیث ۵۲۶۸

(۲۶) فتح الباری، کتاب الطلاق: ۹/۳۷۶

(۲۷) فتح الباری، کتاب الطلاق: ۹/۳۷۶

(۲۸) فتح الباری: ۸/۶۵۷ وانظر ایضا المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲/۹۲

(۲۹) چنانچہ مولانا فخرالحسن گنگوہیؒ ابوداود کے حاشیہ "التعلیق المحمود" میں لکھتے ہیں:
"وقال الخطابی: الاکثر علی ان الآیۃ نزلت فی تحریم ماریۃ، حین حرّمھا علی نفسہ" (التعلیق المحمود: ۲/۱۶۶) لیکن علامہ خطابی نے "معالم السنن" میں اس کے بالکل برعکس لکھا ہے، چنانچہ مذکورہ حدیث کے تحت وہ لکھتے ہیں: "وفی ھذا الحدیث: دلیل علی أن یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما وقعت فی تحریم العسل لافی تحریم ام ولدہ "ماریۃ قبطیۃ" کما زعمہ بعض الناس" (وانظر معالم السنن: ۵/۲۸۰ـ باب فی شراب العسل، کتاب الاشربۃ)

لیکن ان کو جمع کیا جاسکتا ہے کہ ان تمام واقعات کے پیش آنے کے بعد آیت باب نازل ہوئی ہو۔

حدثنا معاذ... قال في الحرام يكفّر

یعنی کوئی آدمی کسی چیز کو اپنے اوپر حرام قرار دے تو اسے کفارہ یمین ادا کرنا چاہیئے اس کے بعد وہ اس کے لئے حلال ہوگی۔

امام شافعی اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی نے حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کردیا تو اس کا یہ کلام لغو ہوگا اور فضول شمار کیا جائے گا کیونکہ اللہ جل شانہ نے جس شئی کو حلال قرار دیا ہے وہ کسی کے حرام کرنے سے حرام نہیں ہوسکتی ہے۔ (۳۰)

حنفیہ اور حنابلہ کا مذہب وہی ہے جو اس روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ کفارۂ یمین ادا کرنا پڑے گا۔ (۳۱)

٣٨٧ – باب : «تَبْتَغِي مَرْضَاةَ أَزْوَاجِكَ» /١/.

«قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ العَلِيمُ الحَكِيمُ» /٢/.

٤٦٢٩ : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ : أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ أَنَّهُ قالَ : مَكَثْتُ سَنَةً أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ عَنْ آيَةٍ ، فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَسْأَلَهُ هَيْبَةً لَهُ ، حَتَّى خَرَجَ حاجًّا فَخَرَجْتُ مَعَهُ ، فَلَمَّا رَجَعْتُ وَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ ، عَدَلَ إِلَى الْأَرَاكِ لِحَاجَةٍ لَهُ ، قالَ : فَوَقَفْتُ لَهُ حَتَّى فَرَغَ ، ثُمَّ سِرْتُ مَعَهُ فَقُلْتُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ، مَنِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَزْوَاجِهِ ، فَقَالَ : تِلْكَ حَفْصَةُ وَعَائِشَةُ ، قالَ : فَقُلْتُ : وَاللهِ إِنْ كُنْتُ لَأُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ هٰذَا مُنْذُ سَنَةٍ ، فَمَا أَسْتَطِيعُ هَيْبَةً لَكَ ، قالَ : فَلَا تَفْعَلْ ، ما ظَنَنْتَ أَنَّ عِنْدِي مِنْ عِلْمٍ فَاسْأَلْنِي ، فَإِنْ كانَ لِي عِلْمٌ خَبَّرْتُكَ بِهِ ، قالَ : ثُمَّ قالَ عُمَرُ : وَاللهِ إِنْ كُنَّا فِي الجَاهِلِيَّةِ ما نَعُدُّ لِلنِّسَاءِ أَمْرًا ، حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ فِيهِنَّ ما أَنْزَلَ وَقَسَمَ لَهُنَّ ما قَسَمَ ، قالَ : فَبَيْنَا أَنَا فِي أَمْرٍ أَتَأَمَّرُهُ إِذْ قالَتِ امْرَأَتِي : لَوْ صَنَعْتَ كَذَا وَكَذَا ، قالَ : فَقُلْتُ لَهَا : ما لَكِ وَلِمَا هَا هُنَا ، فِيمَا تَكَلُّفُكِ فِي أَمْرٍ أُرِيدُهُ ؟ فَقَالَتْ لِي : عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ الخَطَّابِ ، ما تُرِيدُ أَنْ تُرَاجَعَ أَنْتَ ، وَإِنَّ ابْنَتَكَ

(۳۰) فیض الباری: ۲۴۸/۴

(۳۱) فیض الباری: ۲۴۸/۴

لَتُرَاجِعُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى يَظَلَّ يَوْمَهُ غَضْبَانَ ، فَقَامَ عُمَرُ ، فَأَخَذَ رِدَاءَهُ مَكَانَهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَقَالَ لَهَا : يَا بُنَيَّةُ إِنَّكِ لَتُرَاجِعِينَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى يَظَلَّ يَوْمَهُ غَضْبَانَ ؟ فَقَالَتْ حَفْصَةُ : وَاللّٰهِ إِنَّا لَنُرَاجِعُهُ ، فَقُلْتُ : تَعْلَمِينَ أَنِّي أُحَذِّرُكِ عُقُوبَةَ اللّٰهِ ، وَغَضَبَ رَسُولِهِ ﷺ ، يَا بُنَيَّةُ لَا تَغُرَّنَّكِ هٰذِهِ الَّتِي أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا حُبُّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِيَّاهَا ، يُرِيدُ عَائِشَةَ ، قَالَ : ثُمَّ خَرَجْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ لِقَرَابَتِي مِنْهَا فَكَلَّمْتُهَا ، فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ : عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ ، دَخَلْتَ فِي كُلِّ شَيْءٍ ، حَتَّى تَبْتَغِي أَنْ تَدْخُلَ بَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَأَزْوَاجِهِ ، فَأَخَذَتْنِي وَاللّٰهِ أَخْذًا كَسَرَتْنِي عَنْ بَعْضِ مَا كُنْتُ أَجِدُ ، فَخَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهَا . وَكَانَ لِي صَاحِبٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِذَا غِبْتُ أَتَانِي بِالْخَبَرِ ، وَإِذَا غَابَ كُنْتُ أَنَا آتِيهِ بِالْخَبَرِ ، وَنَحْنُ نَتَخَوَّفُ مَلِكًا مِنْ مُلُوكِ غَسَّانَ ، ذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَسِيرَ إِلَيْنَا ، فَقَدِ امْتَلَأَتْ صُدُورُنَا مِنْهُ ، فَإِذَا صَاحِبِي الْأَنْصَارِيُّ يَدُقُّ الْبَابَ ، فَقَالَ : افْتَحْ افْتَحْ ، فَقُلْتُ : جَاءَ الْغَسَّانِيُّ ؟ فَقَالَ : بَلْ أَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ ، اعْتَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَزْوَاجَهُ ، فَقُلْتُ : رَغِمَ أَنْفُ حَفْصَةَ وَعَائِشَةَ ، فَأَخَذْتُ ثَوْبِي فَأَخْرُجُ حَتَّى جِئْتُ ، فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ ، يَرْقَى عَلَيْهَا بِعَجَلَةٍ ، وَغُلَامٌ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَسْوَدُ عَلَى رَأْسِ الدَّرَجَةِ ، فَقُلْتُ لَهُ : قُلْ هٰذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ : فَأَذِنَ لِي ، قَالَ عُمَرُ : فَقَصَصْتُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا الْحَدِيثَ ، فَلَمَّا بَلَغْتُ حَدِيثَ أُمِّ سَلَمَةَ تَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، وَإِنَّهُ لَعَلَى حَصِيرٍ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ شَيْءٌ ، وَتَحْتَ رَأْسِهِ وِسَادَةٌ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ ، وَإِنَّ عِنْدَ رِجْلَيْهِ قَرَظًا مَصْبُوبًا ، وَعِنْدَ رَأْسِهِ أَهَبٌ مُعَلَّقَةٌ ، فَرَأَيْتُ أَثَرَ الْحَصِيرِ فِي جَنْبِهِ فَبَكَيْتُ ، فَقَالَ : (مَا يُبْكِيكَ) . فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنَّ كِسْرَى وَقَيْصَرَ فِيمَا هُمَا فِيهِ ، وَأَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ ، فَقَالَ : (أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةُ) . [ر : ٨٩]

یہ روایت کتاب العلم میں مختصراً گزر چکی ہے (۳۲) اور آگے کتاب النکاح میں تفصیل کے ساتھ آئے گی وہیں اس پر ان شاء اللہ بحث ہوگی یہاں چند الفاظ دیکھ لو۔

مَاتُرِيْدُ اَنْ تُرَاجَعَ اَنْتَ، وَاِنَّ ابْنَتَكَ لَتُرَاجِعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی تم نہیں چاہتے ہو کہ تم سے مراجعت کی جائے اور تمہاری باتوں کا تمہیں جواب دیا جائے جبکہ

(۳۲) دیکھیے صحیح البخاری مع الفتح، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم: ۱/۱۸۵، رقم الحدیث ۸۹

آپ کی بیٹی رسول اللہ علیہ وسلم کو باتیں لوٹاتی ہیں، اور آپ کی باتوں کا جواب دیتی ہیں۔

يَابُنَيَّةُ، لَاتَغُرَّنَّكِ هٰذِهِ الَّتِي أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا، حُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهَا

اس میں "حُسْنُهَا" "اعجبها" کا فاعل ہے اور "حُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ" "حُسْنُهَا" سے بدل اشتمال ہے "اس کے حسن یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کے ساتھ محبت نے اس کو پندار اور خودپسندی میں مبتلا کردیا ہے" مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے چونکہ محبت کی ہے تو حضور کے اس کے ساتھ محبت سے میری مراد ہے حسن سے

دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ یہاں "واوِ عاطفہ" محذوف مانا جائے "أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا وَحُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ" مسلم وغیرہ کی روایت میں یہاں "واو عاطفہ" موجود ہے۔

اس صورت میں ترجمہ ہوگا "اس کے حسن اور اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے اس کو پندار میں مبتلا کردیا ہے" ان دونوں صورتوں میں "حُبُّ رَسُوْلِ..." مرفوع ہوگا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ "حُبَّ..." کو مفعول لہ کی بناء پر منصوب پڑھا جائے "ای أعجبها من أجل حبه لها" "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اس کو اس کے حسن نے پندار میں مبتلا کردیا ہے" (۳۳) واللہ اعلم

وَتَحْتَ رَأْسِهِ وِسَادَةٌ مِنْ أَدَمٍ، حَشْوُهَا لِيْفٌ

آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی "لِیف" کھجور کی چھال کو کہتے ہیں۔

يَرْقَى عَلَيْهَا بِعَجَلَةٍ

عَجَلَة سیڑھی کو کہتے ہیں، اس پر سیڑھی کے ذریعہ چڑھا جاتا تھا۔

وَإِنَّ عِنْدَ رِجْلَيْهِ قَرَظًا مَصْبُوْبًا

اور آپ کے پاؤں کے پاس درخت کے پتے ڈالے گئے تھے، قَرَظ (قاف اور راء کے فتحہ کے ساتھ) ایک خاص درخت کے پتوں کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ چمڑے کو دباغت دی جاتی ہے "مصبوبا" کے معنی "مَسْكُوْبًا" ہیں "بہائے گئے تھے" ڈالے گئے تھے، بعض روایات میں "مصبورا" ہے ای مجموعاً (۳۴)

---

(۳۳) مذکورہ تینوں صورتوں کے لئے دیکھیے عمدۃ القاری: ۲۵۱/۱۹

(۳۴) عمدۃ القاری: ۲۵۱/۱۹

ترجمہ ہوگا "آپ کے پاؤں کے پاس درخت کے پتوں کا ڈھیر تھا"

وَعِندَ رَأسِهِ أَهَبٌ مُعَلَّقَةٌ

اور آپ کے سر کے پاس کچھ چمڑے لٹکے ہوئے تھے۔ اُهَب: إهاب کی جمع ہے اس چمڑے کو کہتے ہیں جس کو دباغت نہیں دی گئی ہو، کچا چمڑہ۔

٣٨٨ – باب : «وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ ٱللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ» /٣/ .

فِيهِ عائِشَةُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٤٦٢٨]

٤٦٣٠ : حدّثنا عَلِيٌّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قالَ : سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ حُنَيْنٍ قالَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : أَرَدْتُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ ، فَقُلْتُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ، مَنِ الْمَرْأَتَانِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا عَلَى رَسُولِ ٱللَّهِ ﷺ ؟ فَمَا أَتْمَمْتُ كَلَامي حَتَّى قالَ : عائِشَةُ وَحَفْصَةُ . [ر : ٨٩]

٣٨٩ – باب : قَوْلُهُ : «إِنْ تَتُوبَا إِلَى ٱللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا» /٤/ .

صَغَوْتُ وَأَصْغَيْتُ : مِلْتُ . «لِتَصْغَى» /الأنعام : ١١٣/ : لِتَمِيل .

«وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ ٱللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيرٌ» /٤/ : عَوْنٌ ، تَظَاهَرَا : تَعَاوَنَا .

وَقالَ مُجاهِدٌ : «قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ» /٦/ : أَوْصُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ بِتَقْوَى ٱللَّهِ وَأَدِّبُوهُمْ .

٤٦٣١ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قالَ : سَمِعْتُ عُبَيْدَ ٱبْنَ حُنَيْنٍ يَقُولُ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ : أَرَدْتُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تَظَاهَرَتَا عَلَى رَسُولِ ٱللَّهِ ﷺ ، فَمَكَثْتُ سَنَةً فَلَمْ أَجِدْ لَهُ مَوْضِعًا ، حَتَّى خَرَجْتُ مَعَهُ حاجًّا ، فَلَمَّا كُنَّا بِظَهْرَان ، ذَهَبَ عُمَرُ لِحَاجَتِهِ فَقَالَ : أَدْرِكْنِي بِالْوَضُوءِ ، فَأَدْرَكْتُهُ بِالْإِدَاوَةِ ، فَجَعَلْتُ أَسْكُبُ عَلَيْهِ الْمَاءَ ، وَرَأَيْتُ مَوْضِعًا ، فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ : مَنِ الْمَرْأَتَانِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا ؟

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : فَمَا أَتْمَمْتُ كَلَامِي حَتَّى قالَ : عائِشَةُ وَحَفْصَةُ . [ر : ٨٩]

۳۹۰ – باب : قَوْلُهُ . «عَسٰى رَبُّه إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَارًا» /٥/ .

٤٦٣٢ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ أَنَسٍ قالَ : قالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : اجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ ، فَقُلْتُ لَهُنَّ : عَسٰى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ . [ر : ۳۹۳]

۳۹۱ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمُلْكِ : «تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ» /١/ .

التَّفَاوُتُ : الِاخْتِلَافُ ، وَالتَّفَاوُتُ وَالتَّفَوُّتُ وَاحِدٌ . «تَمَيَّزُ» /٨/ : تَقَطَّعُ . «مَنَاكِبِهَا» /١٥/ : جَوَانِبِهَا . «تَدَّعُونَ» /٢٧/ : وَتَدْعُونَ وَاحِدٌ ، مِثْلُ تَذَّكَّرُونَ وَتَذْكُرُونَ . «وَيَقْبِضْنَ» /١٩/ : يَضْرِبْنَ بِأَجْنِحَتِهِنَّ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «صَافَّاتٍ» /١٩/ : بَسْطُ أَجْنِحَتِهِنَّ . «وَنُفُورٍ» /٢١/ : الْكُفُورُ .

اَلتَّفَاوُتُ: اَلِاخْتِلَافُ، وَالتَّفَاوُتُ وَالتَّفَوُّتُ وَاحِدٌ

آیت کریمہ میں ہے "مَا تَرٰى فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ" تو خدا کی تخلیق میں کوئی تفاوت نہ دیکھے گا.... فرماتے ہیں تفاوت کے معنی ہیں اختلاف، تفاوت اور تفوت دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔

تَمَيَّزُ: تَقَطَّعُ

آیت کریمہ میں ہے "تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ" اس میں تمیز کے معنی ہیں تقطع یعنی ایسا لگتا ہے کہ غصہ کے مارے وہ پھٹ پڑے گی۔

مَنَاكِبِهَا: جَوَانِبِهَا

آیت کریمہ میں ہے "هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ" وہ خدا ایسا ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کردیا (کہ تم اس میں ہر طرح کے تصرفات کرسکتے ہو) سو تم اس کے رستوں میں چلو (پھرو) اور خدا کی روزی میں سے کھاؤ اور اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہوکر جانا ہے.... فرماتے ہیں آیت کریمہ میں "مناکب" کے معنی ہیں اطراف و جوانب۔

تَدَّعُونَ وَتَدْعُونَ، مِثْلُ تَذَّكَّرُونَ وَتَذْكُرُونَ

آیت کریمہ میں ہے "وَقِيلَ هٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَدَّعُونَ" اور کہا جاویگا کہ یہی ہے وہ جس سے تم

مانگا کرتے تھے .... فرماتے ہیں تدعون اور تدّعون کے معنی ایک ہیں جیسے تذکّرون اور تذْکرون

وَيَقْبِضْنَ: يَضْرِبْنَ بِأَجْنِحَتِهِنَّ، وَقال مجاهد: صَافَّاتٍ: بَسْطُ أَجْنِحَتِهِنَّ

آیت کریمہ میں ہے "أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَٰفَّٰتٍ وَيَقْبِضْنَ" کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی کہ پر پھیلائے ہوئے (اڑتے پھرتے) ہیں اور (کبھی اسی حالت پر) سمیٹ لیتے ہیں .... فرماتے ہیں وَيَقْبِضْنَ کے معنی ہیں اپنے پروں کو مار کر سمیٹ لیتے ہیں اور مجاہد نے فرمایا آیت میں صافّات کے معنی ہیں: ان کا اپنے بازوؤں کو پھیلانا۔

نُفُوْرٍ: اَلْكُفُوْرُ

آیت میں ہے "بَلْ لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَنُفُوْرٍ" بلکہ یہ لوگ سرکشی اور نفرت (عن الحق) پر جمے رہے۔ نُفُور بمعنی کُفُور ہے یعنی حق سے بھاگنا۔

٣٩٢- باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ: «نٓ وَالْقَلَمِ» /١/.

وَقالَ قَتَادَةُ: «حَرْدٍ» /٢٥/: جِدٍّ فِي أَنْفُسِهِمْ.

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ: «يَتَخَافَتُونَ» /٢٣/: يَنْتَجُونَ السِّرَارَ وَالْكَلَامَ الْخَفِيَّ. «لَضَالُّونَ» /٢٦/: أَضْلَلْنَا مكانَ جَنَّتِنَا.

وَقالَ غَيْرُهُ: «كَالصَّرِيمِ» /٢٠/: كَالصُّبْحِ ٱنْصَرَمَ مِنَ اللَّيْلِ، وَاللَّيْلِ ٱنْصَرَمَ مِنَ النَّهَارِ، وَهُوَ أَيْضًا: كُلُّ رَمْلَةٍ ٱنْصَرَمَتْ مِنْ مُعْظَمِ الرَّمْلِ، وَالصَّرِيمُ أَيْضًا الْمَصْرُومُ، مِثْلُ: قَتِيلٍ وَمَقْتُولٍ.

وقال قتادة: حَرْدٍ: جِدٍّ فِي أَنْفُسِهِمْ

"وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ" حَرد کے معنی دل و جان سے کوشش کرنے کے بھی آتے ہیں جیسا کہ یہاں قتادہ نے کہا، قصد اور طے شدہ فیصلے کے لئے بھی مستعمل ہے اور منع کرنے اور نہ دینے کے لئے بھی بولا جاتا ہے آیت کا مفہوم ہے "وہ کچھ نہ دینے کا فیصلہ کرتے ہوئے صبح سویرے جلدی جلدی اس طرح وہاں گئے جیسے کہ (وہ پھل توڑنے پر) قادر ہیں"

يَتَخَافَتُوْنَ: يَنْتَجُوْنَ السِّرَارَ وَالْكَلَامَ الْخَفِيَّ

"فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ" وہ چلے گئے اس حال میں کہ ایک دوسرے کے ساتھ چھپ چھپ کر

باتیں کررہے تھے، "یَتَنَاجَوْنَ: یُکَلِّمُ بَعْضُهُمْ بَعْضاً"

لَضَالُّوْنَ: اَضْلَلْنَا مَکَانَ جَنَّتِنَا

"فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوْا اِنَّا لَضَالُّوْنَ" پھر جب انہوں نے اس باغ کو دیکھا تو کہنے لگے بے شک ہمیں اپنے باغ کی جگہ معلوم نہیں ہورہی ہے اور ہم نے اسے گم کردیا ہے، بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "أَضْلَلْنَا" کے بجائے "ضللنا" بغیر ہمزہ کے ہونا چاہیئے وجہ اس کی یہ ہے کہ "ضَلَلْتُ الشَّئَ" اس وقت کہا جاتا ہے جب آپ کسی چیز کو کسی خاص جگہ پر رکھتے ہیں اور اس کے بعد آپ کو یاد نہیں رہتا کہ وہ جگہ کونسی ہے اور "أَضْلَلْتُ الشَّئَ" اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی آدمی اپنی چیز کو ضائع اور برباد کردیتا ہے اور یہاں چونکہ پہلی صورت ہے، انہیں اپنے باغ کی جگہ کا پتہ نہیں چل رہا تھا اس لئے "ضللنا" ہونا چاہیئے (۳۵)

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "أَضْلَلْنَا" کو بھی درست قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں "عَمِلْنَا عَمَلَ مَنْ ضَيَّعَ" ہم نے اس آدمی جیسا عمل کیا جو اپنی چیز کو ضائع کردیتا ہے۔ (۳۶)

اور ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ "اضللنا" مجہول پڑھا جائے اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ اپنے باغ کی جگہ سے ہمیں گم کردیا گیا ہے۔ (۳۷)

وقال غیره: کَالصَّرِیْمِ: کَالصُّبْحِ اِنْصَرَمَ مِنَ اللَّیْلِ، وَاللَّیْلُ اِنْصَرَمَ مِنَ النَّهَارِ

"فَاَصْبَحَتْ کَالصَّرِیْمِ" پھر صبح کو وہ باغ کٹے ہوئے کھیت کی طرح ہوگیا، صبح کو بھی "صریم" کہتے ہیں، کیونکہ صبح رات سے منقطع ہوتی ہے کہ رات ختم ہوجاتی ہے تو صبح آتی ہے اور رات دن سے منقطع ہوتی ہے کہ دن چلا جاتا ہے تو رات آتی ہے، اور صریم ریت کے اس حصہ کو بھی کہتے ہیں جو ریت کے بہت بڑے تودے سے الگ ہوجاتا ہے اور صریم بمعنی مصروم بھی ہے جیسے قتیل بمعنی مقتول ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ صریم کے مختلف معانی آتے ہیں لیکن ہر معنی میں کٹنے اور علیحدہ ہونے کا مفہوم داخل ہے "والصریم أیضا المصروم" سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ لفظ جس طرح لازم استعمال ہوتا ہے متعدی بھی استعمال ہوتا ہے۔

۳۹۳ - باب: «عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ» /۱۳/.

۴۶۳۳: حدّثنا مَحْمُودٌ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ،

---

(۳۵) فتح الباری: ۶۶۲/۸

(۳۶) فتح الباری: ۶۶۲/۸

(۳۷) فتح الباری: ۶۶۲/۸

عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : «عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ» . قالَ : رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ ، لَهُ زَنَمَةٌ مِثْلُ زَنَمَةِ الشَّاةِ .

٤٦٣٤ : حدّثنا أبو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خالِدٍ قالَ : سَمِعْتُ حارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ الخزَاعِيَّ قالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الجَنَّةِ ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعِّفٍ ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ . أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ : كُلُّ عُتُلٍّ ، جَوَّاظٍ ، مُسْتَكْبِرٍ) .

[٥٧٢٣ ، ٦٢٨١]

قال: رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ ، لَهُ زَنَمَةٌ مِثْلُ زَنَمَةِ الشَّاةِ

بکری کے کان کے ساتھ گوشت کا ایک زائد ٹکڑا لٹکا ہوا ہوتا ہے، اسی طرح بعض آدمیوں کے کان کے ساتھ بھی ایک ٹکڑا لٹکا ہوا ہوتا ہے اسے زنمہ کہتے ہیں۔

بعض حضرات نے "لہ زنمة" سے مراد لیا ہے کہ اس کے ہاتھوں کی چھ انگلیاں ہیں۔

بعض نے کہا کہ زنیم اس آدمی کو کہتے ہیں کہ جو کسی قوم کے ساتھ ملحق ہو اور اس کا فرد نہ ہو جیسے گلے یا کان میں زائد ٹکڑا بے مقصد ہوتا ہے، اس طرح یہ آدمی بھی اس قوم میں کسی اہمیت کا مالک نہیں ہوتا ہے۔ (۳۹)

یہاں زنیم سے کون مراد ہے، یحیی بن سلام نے اپنی تفسیر میں کہا کہ اس سے ولید بن المغیرہ مراد ہے، بعض نے اسود بن عبدیغوث اور بعض نے اخنس بن شریق کا نام بھی ذکر کیا ہے (۴۰) پہلا قول مشہور ہے۔

زنیم کے معنی بعض سلف کے نزدیک ولد الزنا اور حرام زادے کے ہیں (۴۱) جس کافر کی نسبت یہ آیات نازل ہوئیں وہ ایسا ہی تھا۔

(۴۶۳۴) واخرجہ ایضاً فی کتاب الأدب، باب الکبر: ٦٠٧١، وفی کتاب الایمان و النذور، باب قول اللہ تعالی: واقسموا باللہ جهد ایمانهم، رقم الحدیث: ٦٦٥٧، و اخرجہ مسلم فی الجنة و صفة نعیمها و اهلها، باب النار یدخلها الجبارون، رقم الحدیث: ۲۸۵۳، و اخرجہ النسائی فی السنن الکبریٰ فی التفسیر، باب قولہ تعالی: عتل بعد ذلک زنیم، رقم الحدیث: ۱/۱۱٦١٥، و اخرجہ الترمذی فی صفة النار، باب ۱۳، رقم الحدیث: ٢٦٠٥، و اخرجہ ابن ماجة فی الزهد، باب من لا یؤبہ لہ: رقم الحدیث: ۴۱۱۶

(۳۹) المفردات للراغب: ۲۱۵، و مشاهد الانصاف علی شواهد الکشاف: ۴/۵۸۷

(۴۰) فتح الباری: ۸/٦٦٢

(۴۱) تفسیر عثمانی: ۷۴۹ فائدہ نمبر ۱۱

عتل: سخت مزاج، کھاؤ، وہ شخص جو وعظ و تذکیر کو نہ سمجھے۔ (۱)

٣٩٤ - باب: «يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ» /٤٢.

٤٦٣٥: حدّثنا آدمُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: (يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهِ، فَيَسْجُدُ لَهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ، وَيَبْقَى كُلُّ مَنْ كانَ يَسْجُدُ فِي الدُّنْيَا رِياءً وَسُمْعَةً، فَيَذْهَبُ لِيَسْجُدَ، فَيَعُودُ ظَهْرُهُ طَبَقًا وَاحِدًا). [ر: ٤٣٠٥]

"جس روز اللہ تعالیٰ کی ساق کی تجلی ظاہر فرمائی جائے گی" بعض حضرات نے کہا یہ شدت اور سختی سے کنایہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ وقت بہت سخت، کٹھن اور مشکل ہوگا۔ (۴۲)

علامہ ابوبکر فرماتے ہیں کہ اس سے وہ فوائد اور الطاف مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو بار بار حاصل ہوں گے۔

لیکن جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ یہ روایت متشابہات میں سے ہے اور اس سلسلہ میں تسلیم و تفویض ہی احوط و احسن ہے، علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

"اس کا قصہ حدیث شیخین میں اس طرح آیا ہے کہ حق تعالیٰ میدان قیامت میں اپنی ساق ظاہر فرمائے گا، ساق پنڈلی کو کہتے ہیں اور یہ کوئی خاص صفت یا حقیقت ہے صفات اور حقائق الٰہیہ میں سے جس کو کسی خاص مناسبت سے "ساق" فرمایا ہے جیسے قرآن میں ید، وجہ کا لفظ آیا ہے یہ مفہومات، متشابہات میں سے کہلاتے ہیں، ان پر اسی طرح بلاکیف ایمان رکھنا چاہیئے جیسے اللہ کی ذات، وجود، حیات اور سمع و بصر وغیرہ پر ایمان رکھتے ہیں۔

اسی حدیث میں ہے کہ اس تجلی کو دیکھ کر تمام مؤمنین اور مؤمنات سجدہ میں گر پڑیں گے، مگر جو شخص ریا سے سجدہ کرتا تھا، اس کی کمر نہیں مڑے گی تختہ سی ہو کر رہ جائے گی اور جب اہل ریا و نفاق سجدہ پر قادر نہ ہوں گے تو کفار کا اس پر قادر نہ ہونا بطریق اولیٰ معلوم ہوگیا، یہ سب کچھ محشر میں اسی لئے کیا جائے گا کہ مومن اور کافر اور مخلص و منافق صاف طور پر کھل جائیں اور ہر ایک کی اندرونی حالت حسی طور پر مشاہدہ ہوجائے۔ (۴۳)

---

(۱) العتل: الفاتک الشدید المنافق، عن عبید بن عمیر: المتل: الاکول الشروب القوی الشدید (عمدۃ القاری: ۱۹/۲۵۶) وفی المفردات للراغب: ۳۲۱- العتل: الاخذ بمجامع الشئی، وجرّہ بقہر، والمتل: الاکول المنوع الذی یعتل الشئی عتلاً

(۴۲) فتح الباری: ۸/۶۶۴ وعمدۃ القاری ۱۹/۲۵۷

(۴۳) تفسیر عثمانی: ۷۵۰ فائدہ نمبر۲

٣٩٥ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الحَاقَّةِ .

قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ : «حُسُومًا» /٧/ : مُتَتَابِعَةً . «عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ» /٢١/ : يُرِيدُ : فِيهَا الرِّضَا . «الْقَاضِيَةَ» /٢٧/ : المَوْتَةَ الأُولَى الَّتِي مُتُّهَا لَمْ أُحْيَ بَعْدَهَا . «مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ» /٤٧/ : أَحَدٌ يَكُونُ لِلْجَمْعِ وَلِلْوَاحِدِ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «الْوَتِينَ» /٤٦/ : نِيَاطُ الْقَلْبِ .

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «طَغَى» /١١/ : كَثُرَ ، وَيُقَالُ : «بِالطَّاغِيَةِ» /٥/ : بِطُغْيَانِهِمْ ، وَيُقَالُ : طَغَتْ عَلَى الخُزَّانِ كَمَا طَغَى المَاءُ عَلَى قَوْمِ نُوحٍ . وَ : «غِسْلِينٍ» /٣٦/ : مَا يَسِيلُ مِنْ صَدِيدِ أَهْلِ النَّارِ . وَقَالَ غَيْرُهُ : «مِنْ غِسْلِينٍ» كُلُّ شَيْءٍ غَسَلْتَهُ فَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ فَهُوَ غِسْلِينٌ ، فِعْلِينٌ مِنَ الغَسْلِ ، مِنَ الجُرْحِ وَالدَّبَرِ . «أَعْجَازُ نَخْلٍ» /٧/ : أُصُولُهَا . «بَاقِيَةٍ» /٨/ : بَقِيَّةٍ .

عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ: يُرِيْدُ فِيهَا الرِّضَا

آیت کریمہ میں ہے "فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ" غرض وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا فرماتے ہیں کہ اس آیت میں عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ سے مراد ایسی زندگی ہے جس میں رضا ہو چونکہ "راضیة"عیش کی صفت نہیں بن سکتی بلکہ یہ صاحبِ عیش کی صفت ہے اس لئے "عیشة راضیة" سے مراد یہ ہے کہ وہ اس زندگی میں راضی ہوگا۔

القَاضِيَةَ : اَلْمَوْتَةُ الْاُوْلٰى الَّتِيْ مُتُّهَا، لَمْ اُحْيَ بَعْدَهَا

"يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ" "اَلْمَوْتَةُ الْاُوْلٰى الَّتِيْ مُتُّهَا" یہ "يَا لَيْتَهَا" کی ضمیر کی تفسیر ہے اور "لم احی بعدها" "القاضية" کی تفسیر ہے، یعنی وہ موت جو پہلے آئی تھی کاش وہی فیصلہ کن ہوتی، اس کے بعد مجھے دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا۔

فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ

احد: واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے ، مطلب یہ ہے کہ تم سارے کے سارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر عتاب آئے تو اسے روک نہیں سکتے ۔

تنبیہ

غلام احمد قادیانی اس سے استدلال کرتا ہے کہ اگر میں بھی "وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ" کے مطابق اللہ پر الزام لگانے اور بہتان باندھنے والا ہوں تو مجھے سزا ملنی چاہیئے تھی جبکہ مجھے تو سزا نہیں ملی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ ارشاد خداوندی انبیاء صادقین کے بارے میں ہے، کذّابین کے متعلق نہیں ہے، کذاب اور مفتری کو تو ڈھیل دی جاتی ہے اس لئے اس کا اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

وقال ابن عباس: اَلْوَتِیْنَ نِیَاطُ الْقَلْبِ

"ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ" وَتِیْن رگِ قلب کو کہتے ہیں جس کے کٹنے سے موت واقع ہوجاتی ہے۔

وقال ابن عباس: طَغٰی: کَثُرَ، ویقال: بِالطَّاغِیَۃِ: بِطُغْیَانِہِمْ

"وَاِنَّا لَمَّا طَغَی الْمَاءُ حَمَلْنَاکُمْ فِی الْجَارِیَۃِ" "طَغَی الْمَاءُ" کے معنی ہیں جب پانی بہت ہوگیا، دوسری آیت میں ہے "فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُھْلِکُوْا بِالطَّاغِیَۃِ" طَاغِیَۃ کے معنی طغیان اور سرکشی کے ہیں کہتے ہیں "طَغَتْ علی الخزّان کما طغی الماء علی قوم نوح" وہ ہوا فرشتوں پر بڑھ گئی جیسے قوم نوح پر پانی بڑھ گیا تھا، الخزّان: ان فرشتوں کو کہتے ہیں جو ہوا کے چلانے پر مامور ہیں، خاء کے ضمہ کے ساتھ جمع اور فتحہ کے ساتھ مفرد ہے، یہاں دونوں مراد ہوسکتے ہیں، علامہ عینی فرماتے ہیں یہ خازن کی جمع ہے۔ (٤٤)

٣٩٦ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمَعَارِجِ «سَأَلَ سَائِلٌ» /١/.

الْفَصِيلَةُ : أَصْغَرُ آبَائِهِ الْقُرْبٰى ، إِلَيْهِ يَنْتَمِي مَنِ انْتَمٰى . «لِلشَّوٰى» /١٦/ : الْيَدَانِ وَالرِّجْلَانِ وَالْأَطْرَافُ ، وَجِلْدَةُ الرَّأْسِ يُقَالُ لَهَا شَوَاةٌ ، وَما كانَ غَيْرَ مَقْتَلٍ فَهُوَ شَوًى . وَالْعِزُونَ : الْحِلَقُ وَالْجَمَاعَاتُ ، وَوَاحِدُهَا عِزَةٌ . «يُوفِضُونَ» /٤٣/ : الْإِيفَاضُ الْإِسْرَاعُ .

اَلْفَصِیْلَۃُ اَصْغَرُ آبَائِہِ الْقُرْبٰی، اِلَیْہِ یَنْتَمِی مَنِ انْتَمٰی

"وَفَصِیْلَتِہِ الَّتِیْ تُؤْوِیْہِ" مجرم خواہش کرے گا کہ یوم قیامت کے عذاب کے عوض اپنے خاندان کو جس میں وہ رہتا تھا فدیہ میں دے کر چھٹکارا حاصل کرے، دادا سے جو اولاد چلتی ہے اسے فصیلہ کہتے ہیں اور دادا کے اوپر خاندان کا جو سلسلہ ہوتا ہے اسے شعب کہتے ہیں، چنانچہ یہاں یہی فرمایا کہ فصیلہ قریبی آباء میں سب سے قریب کو کہتے ہیں جس کی طرف آدمی منسوب ہوتا ہے۔

کَلَّا اِنَّہَا لَظٰی نَزَّاعَۃً لِّلشَّوٰی

"ہرگز نہیں بیشک وہ تپتی ہوئی آگ ہے اطراف اور سر کی کھال کھینچنے والی" حضرت شیخ الہند نے ترجمہ کیا ہے "آگ ہے کلیجہ کھینچنے والی" فرماتے ہیں کہ دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، اطراف بدن اور

(٤٤) قال العینی فی العمدۃ: ١٩/٢٥٩ وھو جمع خازن، وللریح خزان لا ترسلھا الا بمقدار

سر کی کھال کو شَواۃ کہتے ہیں اور جسم کا ہر وہ حصہ جس پر ضرب واقع ہونے یا جس کے کٹنے سے موت واقع نہیں ہوتی اسے شَوٰی کہتے ہیں۔

وَالْعِزُوْنَ: اَلْحَلَقُ، وَالْجَمَاعَاتُ، وَوَاحِدُهَا: عِزَةٌ

"عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ" عِزِيْن "عِزَة" کی جمع ہے جماعات اور حلقوں کو کہتے ہیں یعنی یہ کفار آپ کے دائیں، بائیں سے غول کے غول آتے ہیں۔

۳۹۷ – باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ نُوحٍ: «إِنَّا أَرْسَلْنَا» /۱/.

«أَطْوَارًا» /۱٤/: طَوْرًا كَذَا وَطَوْرًا كَذَا، يُقَالُ: عَدَا طَوْرَهُ أَيْ قَدْرَهُ. وَالْكُبَّارُ أَشَدُّ مِنَ الْكِبَارِ، وَكَذٰلِكَ جُمَّالٌ وَجَمِيلٌ لِأَنَّهَا أَشَدُّ مُبَالَغَةً، وَكُبَّارٌ الْكَبِيرُ، وَكُبَارًا أَيْضًا بِالتَّخْفِيفِ، وَالْعَرَبُ تَقُولُ: رَجُلٌ حُسَّانٌ وَجُمَّالٌ، وَحُسَانٌ، مُخَفَّفٌ، وَجُمَالٌ، مُخَفَّفٌ. «دَيَّارًا» /۲٦/: مِنْ دَوْرٍ، وَلٰكِنَّهُ فَيْعَالٌ مِنَ الدَّوَرَانِ، كَمَا قَرَأَ عُمَرُ: الْحَيُّ الْقَيَّامُ. /البقرة: ۲۵۵/: وَهِيَ مِنْ قُمْتُ، وَقَالَ غَيْرُهُ: «دَيَّارًا» أَحَدًا. «تَبَارًا» /۲۸/: هَلَاكًا.

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «مِدْرَارًا» /۱۱/: يَتْبَعُ بَعْضُهُ بَعْضًا. «وَقَارًا» /۱۳/: عَظَمَةً.

اَطْوَارًا: طَوْرًا كَذَا، وَطَوْرًا كَذَا

"وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا" یعنی ایک وقت وہ تھا کہ انسان قطرۂ ناپاک کی شکل میں تھا پھر وہ خون بنا، پھر دم بستہ ہوگیا، پھر مضغہ ہوا اور تغیرات اس طرح آتے رہے یہاں تک کہ انسان بن گیا، عرب کہتے ہیں عَدَا طَوْرَهٗ: اپنے رتبہ سے آگے بڑھ گیا۔

والكُبَّارُ اَشَدُّ مِنَ الْكِبَارِ

"وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا" "کُبَّار" تشدید اور تخفیف دونوں طرح مستعمل ہے تشدید کی صورت میں مبالغہ زیادہ ہوتا ہے اور یہی حال جمال اور حُسان کا ہے یہ دو لفظ بھی تشدید اور تخفیف دونوں طرح مستعمل ہیں۔

دَيَّارًا: مِنْ دَوْرٍ، وَلٰكِنَّهٗ فَيْعَالٌ مِنَ الدَّوَرَانِ، كَمَا قَرَأَ عُمَرُ: اَلْحَيُّ الْقَيَّامُ

"وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا" امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دیار "دَوْر" سے مشتق ہے لیکن یہ "فَيْعَال" کے وزن پر ہے "فعّال" کے وزن پر نہیں ہے ورنہ دَوَّار ہوتا، اصل میں "دَيْوَار" تھا واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کردیا، یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے "اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" کے بجائے "اَلْحَیُّ الْقَیَّامُ" پڑھا ہے وہ بھی "قمت" سے ماخوذ ہے لیکن وہ بھی فَعَّال کے وزن پر نہیں ہے بلکہ فیعال کے وزن پر ہے، جو اصل میں قیوام تھا، اس سے "قیّام" بنالیا۔

۳۹۸ – باب : «وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ» /۲۳/

۴۶۳۶ : حدّثنا إبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ . وَقَالَ عَطَاءٌ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : صَارَتِ الْأَوْثَانُ الَّتِي كَانَتْ فِي قَوْمِ نُوحٍ فِي الْعَرَبِ بَعْدُ ، أَمَّا وَدٌّ : كَانَتْ لِكَلْبٍ بِدُومَةِ الْجَنْدَلِ ، وَأَمَّا سُوَاعٌ : كَانَتْ لِهُذَيْلٍ ، وَأَمَّا يَغُوثُ : فَكَانَتْ لِمُرَادٍ ، ثُمَّ لِبَنِي غُطَيْفٍ بِالْجَوْفِ عِنْدَ سَبَإٍ ، وَأَمَّا يَعُوقُ : فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ ، وَأَمَّا نَسْرٌ : فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ ، لِآلِ ذِي الْكَلَاعِ ، أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ ، فَلَمَّا هَلَكُوا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ : أَنِ انْصِبُوا إِلَى مَجَالِسِهِمُ الَّتِي كَانُوا يَجْلِسُونَ أَنْصَابًا وَسَمُّوهَا بِأَسْمَائِهِمْ ، فَفَعَلُوا ، فَلَمْ تُعْبَدْ ، حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولٰئِكَ ، وَتَنَسَّخَ الْعِلْمُ عُبِدَتْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قوم نوح میں جن بتوں کی پرستش کی جاتی تھی بعد میں وہ عرب میں آگئے۔

"وَدّ" قبیلہ کلب کا بت تھا اور دومۃ الجندل میں تھا، اس کے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ اگر دو دلوں کے اندر بعد پیدا ہوا ہو اور ان میں اب محبت پیدا کرنی ہو تو اس سے درخواست کی جائے تو ٹوٹے ہوئے دل جڑ جاتے ہیں۔

اور "سُوَاع" قبیلہ ہذیل کا بت تھا، کسی بھی مقصد کے حصول کے لئے اس کی طرف رجوع کیا جاتا۔

"یغوث" بنو مراد کا بت تھا، اس کے بعد یہ بنی غُطیف کا بت بن گیا تھا اور بنی غطیف مقام جوف میں رہتے تھے جو سبا کے قریب واقع ہے۔

"یَعُوق" بنی ہمدان کا بت تھا اور اس سے دشمنوں پر رعب ڈالنے کے لئے درخواست کی جاتی تھی۔

اور "نَسر" گدھ کی شکل کا بت بنا ہوا تھا، آل ذی الکلاع یعنی قبیلہ حِمیَر کے یہاں اس کی پرستش کی جاتی تھی۔

یہ سب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک اشخاص کے نام تھے، پھر جب ان اشخاص کی وفات

(۴۶۳۶) وهذا الحديث لم يخرجه احد من اصحاب الستة سوى البخاري، انظر جامع الاصول: ۲/ ۴۱۳

ہوگئی تو شیطان نے ان لوگوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جن جگہوں میں وہ بزرگ تشریف فرما ہوا کرتے تھے، وہاں ان کی مورتیاں قائم کرو اور ان مورتیوں کا نام ان ہی بزرگوں کے نام پر رکھو، انہیں دیکھو گے تو ان کے کارنامے یاد آئیں گے اور پھر تم ان کی پیروی کرسکو گے اگر تم نے ان کی مورتیاں بنا کر نہ رکھیں تو انہیں فراموش کردو گے اور صراط مستقیم پر چلنے کے لئے پھر تمہارے پاس کوئی چیز نہ ہوگی۔

لوگوں نے ایسا ہی کیا جن لوگوں نے یہ مورتیاں بنائی تھیں ان کے عقاید درست تھے جب ان کی وفات ہوئی اور اولاد میں علم باقی نہ رہا تو ان مورتیوں اور بتوں کی عبادت کی جانے لگی۔

تنبیہ

روایت باب کی سند امام بخاری رحمہ اللہ کی ان سندوں میں ہے جن پر اعتراض کیا گیا ہے، اعتراض یہ ہے کہ سند میں ابن جُرَیج... عطاء سے روایت کررہے ہیں عطاء دو ہیں ایک عطاء خُراسانی اور ایک عطاء بن ابی رَبَاح، عطاء ابن ابی رَبَاح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے رجال میں سے ہیں لیکن عطاء خُراسانی ان کے رجال میں سے نہیں ہیں کہ وہ ان کے شرائط پر پورے نہیں اترتے ہیں۔

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ کو مغالطہ ہوا ہے اور انہوں نے سند میں مذکور عطاء کو عطاء بن ابی رَبَاح سمجھ کر اس سے روایت لی جبکہ یہ عطاء خراسانی ہیں، عطاء بن ابی رباح نہیں ہیں۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ ابن جریج نے یہ روایت عطاء خُراسانی سے براہ راست روایت نہیں کی ہے بلکہ ابن جُرَیج نے اس کتاب سے روایت لی ہے جو عطاء خراسانی کی تھی اور ان کے بیٹے عثمان کے پاس تھی (۴۵)

عطاء خراسانی کی روایت چونکہ بخاری کی شرط پر نہیں اترتی اس لئے امام بخاری کو اسے یہاں نہیں ذکر کرنا چاہیئے لیکن امام کو اس کا احساس ہی نہیں ہوسکا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک قوی بات یہ ہے کہ مذکورہ روایت عطاء خُراسانی اور عطاء بن ابی رَبَاح دونوں نے روایت کی ہے اور یہاں بخاری کی روایت میں اس سے عطاء بن ابی رَبَاح مراد ہیں۔(۴۶)

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "مقدمۂ فتح الباری" میں خود اس بات کا اقرار کیا ہے کہ یہ کہنا کہ مذکورہ روایت عطاء خراسانی اور عطاء بن ابی رَبَاح دونوں کی روایت سے ابن جریج کے پاس تھی اور بخاری

(۴۵) فتح الباری: ۸/۶۶۷ والھدی الساری: ۳۷۵

(۴۶) فتح الباری: ۸/۶۶۷

نے عطاء بن ابی رَباح کی روایت کا قصد کیا ہے ایک اقناعی جواب ہے اور تسلی بخش بات نہیں ہے چنانچہ وہاں وہ فرماتے ہیں "وھذا عدمن المواضع العقیمة عن الجواب السدید، ولا بدللجواد من کبوة" (۴۷) یعنی یہ اعتراض بخاری پر ایسا ہے جس کا صحیح جواب ممکن نہیں ہے اور بہترین گھوڑے کو بھی ٹھوکر لگ جاتی ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ مذکورہ روایت میں عطاء سے عطاء خُراسانی مراد ہیں تو اس کی دلیل یہ ہے کہ مذکورہ حدیث عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں ابن جریج سے نقل کی ہے اور اس میں تصریح ہے "اخبرنی عطاء الخراسانی عن ابن عباس" (۴۸) اسی طرح ابو السُّعُود فرماتے ہیں "ثبت ھذا الحدیث فی تفسیر ابن جریج عن عطاء الخراسانی[۵۰]" علی بن مدینی نے اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ابن جریج جب تفسیری روایات نقل کرتے تھے تو کہتے تھے "عن عطاء الخراسانی، عن ابن عباس..." ورّاق ہر جگہ "عطاء" کے ساتھ "خراسانی" لکھنے سے اکتا گیا اور صرف "عطاء" لکھنے لگا جس کی وجہ سے بعض لوگوں کو بعد میں یہ شبہ ہوا کہ عطاء سے عطاء ابن ابی رباح مراد ہیں، چنانچہ محمد بن ثور کو بھی یہ مغالطہ لگا ہے اور انہوں نے عطاء بن ابی رَباح ہی مراد لیا ہے جبکہ یہ عطاء خُراسانی ہیں۔ (۴۹)

بہرحال محدثین کے نزدیک اتنی بات متعین ہے کہ مذکورہ روایت میں عطأ سے عطاء خُراسانی مراد ہیں، ان کی روایت ذکر کرکے بظاہر امام بخاری کو بھی غلط فہمی ہوئی ہے۔ واللہ اعلم

۳۹۹ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ (الْجِنِّ) : «قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ» /۱/ .

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «لِبَدًا» /۱۹/ : أَعْوَانًا .

۴۶۳۷ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنا أَبُو عَوانَةَ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ قالَ : ٱنْطَلَقَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فِي طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ ، عامِدِينَ إِلَى سُوقِ عُكاظٍ ، وَقَدْ حِيلَ بَيْنَ الشَّيَاطِينِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّماءِ ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ ، فَرَجَعَتِ الشَّياطِينُ ، فَقالُوا : ما لَكُمْ؟ فَقالُوا : حِيلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّماءِ ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ ، قالَ : ما حالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّماءِ إِلَّا ما حَدَثَ ، فَٱضْرِبُوا مَشارِقَ الْأَرْضِ وَمَغارِبَها ، فَٱنْظُرُوا ما هٰذَا الْأَمْرُ الَّذِي حَدَثَ . فَٱنْطَلَقُوا ، فَضَرَبُوا مَشارِقَ الْأَرْضِ وَمَغارِبَها ، يَنْظُرُونَ

(۴۷) الھدی الساری: ۳۷۶ الفصل الثامن فی سیاق الاحادیث التی انتقدھا علیہ ابو الحسن الدارقطنی وغیرہ من النقاد

(۴۸) فتح الباری: ۸/۶٦٧

(۴۹) فتح الباری: ۸/۶٦٧ (۵۰) فتح الباری: ۸/۶٦٧

ما هٰذَا الْأَمْرُ الَّذِي حالَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّماءِ ، قالَ : فَانْطَلَقَ الَّذِينَ تَوَجَّهُوا نَحْوَ تِهامَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِنَخْلَةَ ، وَهُوَ عامِدٌ إِلَى سُوقِ عُكاظَ ، وَهُوَ يُصَلِّي بِأَصْحابِهِ صَلاةَ الْفَجْرِ ، فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْآنَ تَسَمَّعُوا لَهُ ، فَقالُوا : هٰذَا الَّذِي حالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّماءِ ، فَهُنالِكَ رَجَعُوا إِلَى قَوْمِهِمْ ، فَقالُوا : «يا قَوْمَنا إِنَّا سَمِعْنا قُرْآنًا عَجَبًا . يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنا أَحَدًا» . وَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ : «قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ» . وَإِنَّما أُوحِيَ إِلَيْهِ قَوْلُ الْجِنِّ . [ر : ۷۳۹]

وقال الحسن: جَدُّ رَبِّنَا: غِنَا رَبِّنَا، وقال عِكْرِمَةُ: جَلَالُ رَبِّنَا، وقال ابراهيم: اَمْرُ رَبِّنَا

آیت کریمہ میں ہے "وَاَنَّهٗ تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا" اور ہمارے پروردگار کی بڑی شان ہے اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ اولاد، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جَدُّ رَبِّنَا سے اللہ جل شانہ کی غنا اور مالداری مراد ہے اور حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے اللہ کا جلال مراد ہے اور حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جَدُّ رَبِّنَا سے رب کا حکم مراد ہے، اس لفظ کی یہ تشریح صرف ہندوستانی نسخوں میں ہے۔

وقال ابن عباس: لِبَدًا: اَعْوَانًا

آیت کریمہ میں ہے "وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا" اور جب خدا کا خاص بندہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے تو یہ (کافر) لوگ اس بندہ پر بھیڑ لگا لیتے ہیں (یعنی تعجب اور عداوت سے ہر شخص اس طرح دیکھتا ہے جیسے اب حملہ کرنے والا ہے۔) علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یعنی جب آپ کھڑے ہوکر قرآن پڑھتے ہیں تو لوگ ٹھٹھ کے ٹھٹھ آپ پر ٹوٹے پڑتے ہیں، مومنین تو شوق و رغبت سے قرآن سننے کی خاطر اور کفار عداوت و عناد سے آپ پر ہجوم کرنے کے لئے"۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں لبدا سے اعوان و انصار مراد ہیں یعنی مدد اور تعاون کرنے والے۔

اِنْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَائِفَةٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ

ابن اسحاق اور ابن سعد کے نزدیک یہ واقعہ ۱۰ سنہ نبوی میں ماہ ذی قعدہ میں پیش آیا، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی طرف نکلے اور پھر وہاں سے آپ کی واپسی ہوئی۔ (۱)

(۱) فتح الباری: ۸/۶۷۰۔

تعارض روایات اور اس کا حل

لیکن اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ یہاں روایت میں ہے کہ آپؐ کے ساتھ صحابہ کی جماعت تھی جبکہ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ آپ جب طائف کے لئے نکلے تھے تو حضرت زید بن حارثہ کے سوا آپ کے ساتھ اور کوئی بھی نہیں تھا۔ (۲)

حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کیاجاسکتا ہے کہ جاتے ہوئے اگرچہ کوئی نہیں تھا سوائے زید بن حارثہ کے تاہم واپس آتے ہوئے بعض صحابہ آپ کے ساتھ مل گئے تھے یہاں اسی کا ذکر ہے (۳) اور تعدد واقعات پر بھی اس کو محمول کرسکتے ہیں۔

روایت باب پر اشکال اور اس کے جوابات

یہاں روایت میں ہے کہ شیاطین پہلے آسمانوں پر جایا کرتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ان کے آسمانوں پر جانے پر پابندی لگی کہ اگر وہ وہاں جانے کی کوشش کرتے ہیں تو شہاب ثاقب کے ذریعہ انہیں مارا جاتا ہے۔

اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ "شہاب ثاقب" کا تذکرہ تو اشعار جاہلیت میں بھی آتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ستاروں کا اس طرح ٹوٹ کر گرنا زمانہ جاہلیت میں بھی تھا اس لئے اس کو عہد نبوی کے ساتھ مختص کرنے کے کیا معنی ہیں؟ امام مسلم رحمہ اللہ کی ایک روایت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی بعثت سے قبل بھی شیاطین کے اوپر ارسال شہب ہوا۔ (۴)

❶ اس کا جواب امام زہری رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ بعثت نبوی سے پہلے بھی یہ سلسلہ تھا لیکن اس میں سختی اور شدت نہیں تھی بعثت کے بعد پھر اس میں شدت آئی۔ (۵)

❷ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ بعثت سے قبل ارسال شہاب کا سلسلہ مستقل نہیں تھا، کبھی ہوتا کبھی نہیں، بعثت کے بعد یہ مستقل ہوگیا۔ (۶)

❸ وہب بن منبہ نے ایک روایت نقل کی ہے جس سے تمام اخبار میں تطبیق ہوجاتی ہے اور وہ

---

(۲) فتح الباری: ۸/ ۶۷۰

(۳) فتح الباری: ۸/ ۶۷۰

(۴) فتح الباری: ۸/ ۶۷۲ و الروض الانف: ۱/ ۱۳۵ فصل فی الکہانة

(۵) فتح الباری: ۸/ ۶۷۲ و الروض الانف: ۱/ ۱۳۵ فصل فی الکہانة

(۶) فتح الباری: ۸/ ۶۷۲ و تفسیر قرطبی: ۱۹/ ۱۳ سورة الجن

یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک شیاطین پر کوئی پابندی نہیں تھی، آسمانوں پر جانے کی انہیں مطلقاً آزادی تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد اوپر کے چار آسمانوں پر ان کی رسائی موقوف ہوگئی اور نیچے کے تین آسمانوں تک ان کے جانے کا سلسلہ باقی رہا، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو نیچے کے تین آسمانوں پر بھی ان کے جانے کو موقوف کردیا گیا۔ (۷)

فَانْطَلَقَ الَّذِيْنَ تَوَجَّهُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جنات کا یہ وفد نو افراد پر مشتمل تھا، عکرمہ کی روایت میں ہے کہ سات تھے اور "نصیبین" کے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ چار نصیبین کے تھے اور تین "حران" کے تھے ان کے نام تھے "حسا، نسا، شاصر، ماضر، الادرس، وردان، احقب" ابن درید نے پانچ ناموں کو ذکر کیا۔ شاصر، ماضر، منشی، ناشی اور احقب بعض روایات میں ہے کہ یہ موصل کے تھے اور ان کی تعداد بارہ ہزار تھی (۸) تعدد واقعات تسلیم کرنے سے جمع بین الروایات ہوجاتی ہے۔

وَاِنَّمَآ اُوْحِىَ اِلَيْهِ قَوْلَ الْجِنِّ

یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنات سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات نہیں ہوئی ہے بلکہ بذریعہ وحی ان کا قول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا، لیکن ظاہر ہے کہ اس موقع پر جنات کی اگر آپؐ سے ملاقات نہیں ہوئی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے مواقع میں بھی ملاقات نہ ہوئی ہو، اس لئے کہ لیلۃ الجن کا واقعہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ پیش آیا ہے اس وقت وہ تحقیق حال کے لئے آئے تھے اور سبب معلوم کرکے چلے گئے اور ملاقات نہیں ہوئی، اس کے بعد وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور اسلامی تعلیمات سیکھنے کے لئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ملاقات کی۔ (۹)

---

(۷) فتح الباری: ۸/۶۷۲ والروض الانف: ۱/۱۳۵ فصل فی الکھانۃ

(۸) فتح الباری: ۸/ ۶۷۴

(۹) تفصیل کے لئے دیکھیے الجامع لاحکام القرآن: ۱۹/۵-۱

٤٠٠ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمُزَّمِّلِ.

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «وَتَبَتَّلْ» /٨/ : أَخْلِصْ.

وَقَالَ الْحَسَنُ : «أَنْكَالًا» /١٢/ : قُيُودًا. «مُنْفَطِرٌ بِهِ» /١٨/ : مُثْقَلَةٌ بِهِ.

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «كَثِيبًا مَهِيلًا» /١٤/ : الرَّمْلُ السَّائِلُ. «وَبِيلًا» /١٦/ : شَدِيدًا.

وقال مجاهد: تَبَتَّلْ: اَخْلِصْ

آیت کریمہ میں ہے "وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً" اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے تعلق قطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہو.... حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں تبتل کے معنی ہیں اخلص یعنی خالص اسی کے ہوجاؤ۔

وقال الحسن: اَنْكَالاً: قُيُوْدًا

آیت میں ہے "اِنَّ لَدَيْنَا اَنْكَالاً وَّجَحِيْمًا" ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور دوزخ، حضرت حسن بصری فرماتے ہیں انکال سے بیڑیاں مراد ہیں۔

مُنْفَطِرٌ بِهِ: مُثْقَلَةٌ بِهِ

"يَوْمَ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا نِ السَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ بِهِ" فرماتے ہیں کہ "مُنْفَطِرٌ بِهِ" کے معنی ہیں "آسمان اس کے خوف سے بھاری اور ثقیل ہوجائے گا"۔

وقال ابن عباس: كَثِيْبًا مَهِيْلاً: اَلرَّمْلُ السَّائِلُ

آیت کریمہ میں ہے "وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَهِيْلاً" اور پہاڑ (ریزہ ریزہ ہوکر) ریگ رواں ہوجائیں گے.... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ كَثِيْبًا مَهِيْلاً کے معنی ہیں ریگ رواں، بہتی ریت۔

وَبِيْلاً: شَدِيْدًا

آیت کریمہ میں ہے "فَاَخَذْنَاهُ اَخْذًا وَّبِيْلاً" تو ہم نے اس کو سخت پکڑنا پکڑا، فرماتے ہیں کہ وَبِيْلاً کے معنی ہیں شَدِيْدًا: یعنی سخت۔

٤٠١ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْمُدَّثِّرِ.

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «عَسِيرٌ» /٩/ : شَدِيدٌ. «قَسْوَرَةٍ» /٥١/ : رِكْزُ النَّاسِ وَأَصْوَاتُهُمْ، وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : الْأَسَدُ، وَكُلُّ شَدِيدٍ قَسْوَرَةٌ وَقَسْوَرٌ. «مُسْتَنْفِرَةٌ» /٥١/ : نَافِرَةٌ مَذْعُورَةٌ.

وقال ابن عباس: عَسِيْرٌ: شَدِيْدٌ

آیت کریمہ میں ہے "فَذٰلِکَ یَوْمَئِذٍ یَوْمٌ عَسِیْرٌ" پس وہ دن (کافروں پر) سخت دن ہوگا.... حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عسیر کے معنی ہیں: شدید، سخت۔

فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ

قَسْوَرَة کے تین معنی بیان کئے ہیں ایک لوگوں کی آوازیں اور ان کی سرسراہٹ دوسرے معنی شیر اور تیسرے معنی ہر سخت شی کے ہیں۔

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ

مُسْتَنْفِرَة کے معنی ہیں، بھاگنے والے، ڈرے ہوئے۔

٤٦٣٨ : حدّثنا يَحْيَى : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ : سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَوَّلِ ما نَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ ، قالَ : «يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ» . قُلْتُ : يَقُولُونَ : «اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ» . فَقالَ أَبُو سَلَمَةَ : سَأَلْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما عَنْ ذٰلِكَ ، وَقُلْتُ لَهُ مِثْلَ الَّذِي قُلْتَ ، فَقالَ جابِرٌ : لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا ما حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ ، قالَ : (جاوَرْتُ بِحِراءٍ ، فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوارِي هَبَطْتُ ، فَنُودِيتُ ، فَنَظَرْتُ عَنْ يَمِينِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا ، وَنَظَرْتُ عَنْ شِمالِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا ، وَنَظَرْتُ أَمامِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا ، وَنَظَرْتُ خَلْفِي فَلَمْ أَرَ شَيْئًا ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ شَيْئًا ، فَأَتَيْتُ خَدِيجَةَ فَقُلْتُ : دَثِّرُونِي ، وَصُبُّوا عَلَيَّ ماءً بارِدًا ، قالَ : فَدَثَّرُونِي وَصَبُّوا عَلَيَّ ماءً بارِدًا ، قالَ : فَنَزَلَتْ : «يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ . قُمْ فَأَنْذِرْ . وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ») . [ر : ٤]

٤٠٢ – باب : «قُمْ فَأَنْذِرْ» /٢/ .

٤٦٣٩ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ وَغَيْرُهُ قالَا : حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (جاوَرْتُ بِحِراءٍ) . مِثْلَ حَدِيثِ عُثْمانَ بْنِ عُمَرَ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ . [ر : ٤]

٤٠٣ – باب : «وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ» /٣/ .

٤٦٤٠ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ : حَدَّثَنَا حَرْبٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى

قالَ : سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ : أَيُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ أَوَّلُ ؟ فَقَالَ : «يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ» . فَقُلْتُ : أُنْبِئْتُ أَنَّهُ : «اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ» . فَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ : سَأَلْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ : أَيُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ أَوَّلُ ؟ فَقَالَ : «يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ» . فَقُلْتُ : أُنْبِئْتُ أَنَّهُ : «اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ» . فَقَالَ : لَا أُخْبِرُكَ إِلَّا بِمَا قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ، قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (جاوَرْتُ في حِراءٍ ، فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوارِي هَبَطْتُ ، فَاسْتَبْطَنْتُ الْوَادِيَ ، فَنُودِيتُ ، فَنَظَرْتُ أَمامِي وَخَلْفِي ، وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمالِي ، فَإِذَا هُوَ جالِسٌ عَلَى عَرْشٍ بَيْنَ السَّماءِ وَالْأَرْضِ ، فَأَتَيْتُ خَدِيجَةَ فَقُلْتُ : دَثِّرُونِي وَصُبُّوا عَلَيَّ ماءً بارِدًا ، وَأُنْزِلَ عَلَيَّ : «يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ . قُمْ فَأَنْذِرْ . وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ») . [ر : ٤]

سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات

قرآن شریف کی سب سے پہلے کون سی آیات نازل ہوئیں اس بارے میں اختلاف ہے اور چار قول مشہور ہیں۔

❶ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات سب سے پہلے نازل ہوئیں جیسا کہ "بدء الوحی" کی روایت میں ہے امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وھذا ھو الصواب الذی علیہ الجماھیر من السلف والخلف" (۱۰)

❷ دوسرا قول حدیث باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا ہے کہ سب سے پہلے سورہ مدثر کا نزول ہوا ہے ، حضرت جابر کے شاگرد حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کی بھی یہی رائے ہے ۔(۱۱)

❸ تیسرا قول یہ ہے کہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سب سے پہلے نازل ہوئی ہے (۱۲) لیکن یہ قول درست نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے "کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یعرف فصل السورۃ، حتی تنزل علیہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" (۱۳) اس سے معلوم ہوا کہ "بسم اللہ" کا نزول بعد میں ہوا ہے ۔

❹ چوتھا قول یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ سب سے پہلے نازل ہوئی ہے ، علامہ زمخشری نے نقل کیا ہے

(۱۰) شرح مسلم للنووی: ۱/۸۹ کتاب الایمان، باب بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱۱) جیسا کہ روایت باب میں ہے

(۱۲) الاتقان: ۱/۳۳ النوع السابع، معرفۃ اول ما نزل

(۱۳) سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ باب من جھر بھا (ای بالبسملۃ) رقم ۷۸۸

کہ یہ اکثر مفسرین کا قول ہے (۱۴)

لیکن علامہ زمخشری کی یہ بات درست نہیں ہے بلکہ اکثر تو کیا کثیر بھی اس کے قائل نہیں ہیں، اس کے قائل صرف ابو میسرہ عمرو بن شرحبیل ہیں ان کی مرسل روایت علامہ بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں ذکر کی ہے اس میں ہے "فلما خلا، ناداہ یامحمد، قل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، حتی بلغ: وَلَا الضَّآلِّیْنَ" لیکن امام بیہقی نے اس روایت کے متعلق فرمایا "فھذا منقطع" (۱۵)

مشہور پہلے دو قول ہیں اور ان میں قول اول جو جمہور کا قول ہے قول ثانی سے راجح ہے۔

ایک تو اس لئے کہ سورۃ علق کی ابتدائی پانچ آیات کے نزول میں وارد ہے کہ فرشتہ نے کہا "اقرأ" آپ نے فرمایا "ماأنابقاری" اگر مدثر کی آیات کا نزول ہوگیا ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم "ماانا بقاری" کیوں فرماتے، بلکہ آپ فوراً آیات پڑھ دیتے۔ (۱۶)

دوسرے اس لئے کہ سورۃ اقراء میں قراءت کا امر ہے اور سورۃ مدثر میں انذار کا، اور انذار کا درجہ قراءت کے بعد ہے، پہلے قراءت حاصل ہوگی پھر اسی کے مطابق انذار ہوگا۔ (۱۷)

تیسرے اس لئے کہ آگے "باب، وَثِیَابَکَ فَطَہِّرْ" میں حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے "فرفعت راسی، فاذا الملک الذی جاءنی بحراء جالس علی کرسی بین السماء والارض" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدثر کے نزول سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرشتہ سے ملاقات ہوچکی تھی۔ (۱۸)

بعض حضرات نے ان دونوں اقوال کو جمع کیا ہے اور مختلف توجیہات کی ہیں۔

❶ اول ما نزل علی الاطلاق تو سورۃ علق کی آیات ہیں اور مدثر کو اول ما نزل کاملاً کی خصوصیت حاصل ہے (۱۹) حضرت جابرؓ کی روایت باب میں سورۃ مدثر کو اول ما نزل اسی حیثیت سے کہا گیا ہے۔

❷ دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ فترت کے بعد جب دوبارہ وحی کا نزول شروع ہوا تو سورۃ مدثر نازل ہوئی اس اعتبار سے اسے اولیت حاصل ہوئی (۲۰)

❸ تیسری توجیہ یہ ہے کہ انذار کے ساتھ مقید ہو کر سب سے پہلے سورہ مدثر نازل ہوئی ہے۔ (۲۱)

---

(۱۴) تفسیر کشاف: ۴/۷۷۵ تفسیر سورۃ العلق

(۱۵) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۲/۱۵۸ باب اول سورۃ نزلت من القرآن

(۱۶) زاد المعاد: ۱/۸۵ فصل فی مبعثہ و اول ما نزل علیہ

(۱۷) زاد المعاد: ۱/۸۵ فصل فی مبعثہ و اول ما نزل علیہ

(۱۸) زاد المعاد: ۱/۸۵

(۱۹) الاتقان فی علوم القرآن، النوع السابع، معرفۃ اول ما نزل: ۱/۳۲

(۲۰) فتح الباری: ۸/۶۷۸

(۲۱) فتح الباری: ۸/۶۷۸

❹ چوتھی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ سورۂ علق کی آیات کے نزول کے لئے کوئی سبب پیش نہیں آیا، جبکہ سبب کے پیش آنے کے بعد سب سے پہلے سورہ مدثر نازل ہوئی اس اعتبار سے اس کو "اول ما نزل" کہا گیا ہے (۲۲) واللہ اعلم

٤٠٤ - باب : «وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ» /٤/.

٤٦٤١ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ . وَحَدَّثَنِي عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : فَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ ٱبْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ، وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ ، فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ : (فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي ، إِذْ سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ ، فَرَفَعْتُ رَأْسِي ، فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ ، جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ ٱلسَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ، فَجُئِثْتُ مِنْهُ رُعْبًا ، فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ : زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي ، فَدَثَّرُونِي ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ تَعَالَى : «يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ. إِلَى: وَالرِّجْزَ فَاهْجُرْ»). قَبْلَ أَنْ تُفْرَضَ الصَّلَاةُ ، وَهِيَ الْأَوْثَانُ . [ر : ٤]

٤٠٥ - باب : قَوْلُهُ : «وَالرِّجْزَ فَاهْجُرْ» /٥/.

يُقَالُ : الرِّجْزُ وَالرِّجْسُ الْعَذَابُ .

٤٦٤٢ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ : قَالَ ٱبْنُ شِهَابٍ : سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ ، يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ : (فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي ، سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ ، فَرَفَعْتُ بَصَرِي قِبَلَ السَّمَاءِ ، فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ ، قَاعِدٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ، فَجُئِثْتُ مِنْهُ ، حَتَّى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ ، فَجِئْتُ أَهْلِي فَقُلْتُ : زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي ، فَزَمَّلُونِي ، فَأَنْزَلَ ٱللهُ تَعَالَى : «يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ . قُمْ فَأَنْذِرْ - إِلَى قَوْلِهِ - فَاهْجُرْ» . - قَالَ أَبُو سَلَمَةَ : وَالرِّجْزَ الْأَوْثَانَ - ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ وَتَتَابَعَ) . [ر : ٤]

٤٠٦ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْقِيَامَةِ .

وَقَوْلِهِ : «لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ» /١٦/ :

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «سُدًى» /٣٦/ : هَمَلًا . «لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ» /٥/ : سَوْفَ أَتُوبُ . سَوْفَ

(۲۲) فتح الباری: ۸/۶۷۸

أَعْمَلُ. «لَا وَزَرَ» /١١/ : لَا حِصْنَ.

٤٦٤٣/٤٦٤٥ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حدّثنا سُفْيَانُ : حدّثنا مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ ، وَكَانَ ثِقَةً ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ حَرَّكَ بِهِ لِسَانَهُ - وَوَصَفَ سُفْيَانُ - يُرِيدُ أَنْ يَحْفَظَهُ ، فَأَنْزَلَ اللهُ : «لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ» . [ر : ٥]

٤٠٧ - باب : «إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ» /١٧/.

(٤٦٤٤) : حدّثنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ : أَنَّهُ سَأَلَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى : «لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ» . قالَ : وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : كانَ يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ ، فَقِيلَ لَهُ : «لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ» . يَخْشَى أَنْ يَنْفَلِتَ مِنْهُ ، «إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ» أَنْ نَجْمَعَهُ فِي صَدْرِكَ ، «وَقُرْآنَهُ» أَنْ تَقْرَأَهُ ، «فَإِذَا قَرَأْنَاهُ» يَقُولُ : أُنْزِلَ عَلَيْهِ «فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ . ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ» أَنْ نُبَيِّنَهُ عَلَى لِسَانِكَ . [ر : ٥]

٤٠٨ - باب : قَوْلِهِ : «فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ» /١٨/.

قالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : قَرَأْنَاهُ : بَيَّنَّاهُ ، فَاتَّبِعْ : اعْمَلْ بِهِ.

(٤٦٤٥) : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حدّثنا جَرِيرٌ ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ ، عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، فِي قَوْلِهِ : «لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ» . قالَ : كانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا نَزَلَ جِبْرِيلُ بِالْوَحْيِ ، وَكَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَهُ وَشَفَتَيْهِ فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِ ، وَكَانَ يُعْرَفُ مِنْهُ ، فَأَنْزَلَ اللهُ الآيَةَ الَّتِي فِي : «لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ» ، «لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ . إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ» . قالَ : عَلَيْنَا أَنْ نَجْمَعَهُ فِي صَدْرِكَ ، «وَقُرْآنَهُ . فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ» فَإِذَا أَنْزَلْنَاهُ فَاسْتَمِعْ ، «ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ» عَلَيْنَا أَنْ نُبَيِّنَهُ بِلِسَانِكَ . قالَ : فَكَانَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيلُ أَطْرَقَ ، فَإِذَا ذَهَبَ قَرَأَهُ كَمَا وَعَدَهُ اللهُ . [ر : ٥]

«أَوْلَى لَكَ فَأَوْلَى» /٣٤/ : تَوَعُّدٌ.

وقال ابن عباس: سُدیٰ: هَمَلاً

آیت کریمہ میں ہے "اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدیٰ" کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جاوے گا.... اور حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ سُدیٰ بمعنی هَمَلا ہے : مہمل، آزاد۔

لَاوَزَرَ: لَاحِصْنَ

آیت کریمہ میں ہے "کَلَّا لَا وَزَرَ اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِنِ الْمُسْتَقَرُّ" ہرگز (بھاگنا ممکن) نہیں (کیونکہ) کہیں پناہ کی جگہ نہیں، اس دن صرف آپ ہی کے رب کے پاس ٹھکانہ ہے.... حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں وَزَرَ کے معنی ہیں: حصن یعنی پناہ گاہ، لَاوَزَرَ: کوئی پناہ گاہ نہیں۔

لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ: سَوْفَ اَتُوْبُ، سَوْفَ اَعْمَلُ

"بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ" یعنی آگے زندگی میں برابر گناہ کرتا ہے نہ توبہ کرے نہ نیک عمل بلکہ یہ سوچ کر جھوٹی تسلی دیتا ہے کہ آئندہ توبہ کروں گا اور نیک عمل شروع کردوں گا، شیخ الہند رحمہ اللہ نے ترجمہ کیا ہے "بلکہ چاہتا ہے آدمی کہ ڈھٹائی کرے اس کے سامنے" یعنی قیامت کے آنے سے پہلے آئندہ عمر میں جو باقی ہے بالکل آزاد رہے اور گناہ آلود زندگی گزارتا رہے اس لئے قیامت کا انکار کرتا ہے ورنہ اگر قیامت کو تسلیم کرلے گا اور حساب وکتاب کا قائل ہوجائے گا تو پھر خوف آخرت کی وجہ سے یہ آزاد روی نہ رہے گی۔

ربط آیات

یہاں یہ بحث علماء نے کی ہے کہ آیاتِ باب کا ماقبل اور مابعد سے کیا ربط ہے کیونکہ ماقبل میں قیامت کا تذکرہ ہے اور مابعد میں بھی قیامت کا ذکر ہے اور درمیان میں یہ آیات ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تحریک لسان سے منع فرمایا گیا ہے اس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔

❶ مناسبت اور ربط انسانوں کے کلام میں تلاش کیا جاتا ہے کیونکہ ان کا دائرہ عقل ونقل محدود اور ان کے مقاصد محدود ہوتے ہیں، لہذا ان حدود کے اندر رہ کر ہی وہ کچھ کرسکتے ہیں، کچھ لکھ سکتے ہیں اور کچھ کہہ سکتے ہیں جبکہ حق تعالیٰ شانہ کا علم سارے موجودات ومعدومات کو محیط ہے، وہاں اس مناسبت کے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ وہاں تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس حکیم مطلق نے اپنی حکمت سے جو موقع کے مناسب تھا وہ بیان فرمادیا۔

❷ امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ جملہ معترضہ کی طرح ہے اور از قبیل تنبیہ مدرس ہے، جیسے مدرس دوران درس طالب علم کی غفلت دیکھتا ہے تو اسے تنبیہ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے اور وہ تنبیہ کردیتا ہے، ماقبل میں بھی سبق اور مابعد میں بھی سبق ہوتا ہے اور درمیان میں تنبیہ کا جملہ آجاتا ہے، اب اگر کوئی درس کو ضبط کرتے ہوئے اس درمیان والے جملہ کو بھی لکھ دے تو جس کو سبب

معلوم ہے وہ تو اس کو غیر مربوط نہیں سمجھے گا لیکن جس کو سبب کا علم نہیں، وہ غیر مربوط سمجھے گا، یہاں بھی یہی صورت پیش آئی کہ جب قرآن کریم کی ابتدائی آیات نازل ہونے لگیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یاد کرنے کی نیت سے پڑھنے لگے، اسی وقت ان آیات میں تنبیہ کی گئی کہ آپ یاد کرنے کی نیت سے قرآن مجید کو جلدی جلدی یاد نہ کریں، یاد کرانا ہماری ذمہ داری ہے۔(۲۳)

❸ علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ ماقبل میں تذکرہ قیامت تھا، اس کی فکر اور اہتمام کی ترغیب تھی، گویا کہ ضمناً عاجلہ کی مذمت تھی اور مابعد میں عاجلہ کی مذمت صراحۃً آرہی ہے "کَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ" چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھنے میں عجلت فرما رہے تھے اس لئے "لاتحرک بہ لسانک" کہہ کر آپ کو عجلت سے روکا جارہا ہے، یوں ماقبل اور مابعد سے ربط ہوجاتا ہے۔(۲۴)

❹ علامہ قفال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ" سے خطاب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلکہ "يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ" میں جو "الانسان" ہے اس سے خطاب ہے، یعنی اس کے اگلے پچھلے اعمال پر اس کو باخبر کیا جائے گا، اس کی صورت یہ ہوگی کہ اعمال نامہ اس کو دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا "اِقْرَأْ كِتَابَكَ، كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا" جب وہ اپنا اعمال نامہ پڑھنا شروع کریگا تو اس کی زبان شدت خوف سے لڑکھڑا جائے گی اور جلدی جلدی پڑھنے لگے گا تو اس وقت حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے "لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ" اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت دیکر اعمال نامہ کو ختم نہ کر "اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ" ہم نے تیرے اعمال کو جمع کیا اور اس اعمال نامہ میں لکھا اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس کو پڑھیں گے یعنی ہر چیز کو تیرے سامنے پیش کریں گے "فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ" جب ہم اس اعمال نامہ کو تفصیل کے ساتھ پڑھیں تو ہر بات کا جو کچھ تو نے کیا اقرار اور تسلیم کر "ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ" پھر ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس کی عقوبت اور سزا بیان کریں۔

امام قفال نے جو مناسبت بیان کی ہے اس صورت میں یہ آیات ماقبل اور مابعد والی آیات سے بالکل مربوط ہوجاتی ہیں لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ان آیات کی بیان کردہ شان نزول سے اس کی کوئی مناسبت نہیں (۲۵)

❺ قرآن کریم کی عادت ہے کہ جہاں وہ نامہ اعمال یا کتاب اعمال کا ذکر کرتا ہے وہاں نامہ احکام یا کتاب احکام کا بھی ذکر کرتا ہے چنانچہ یہاں بھی "يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ" کتاب اعمال کا ذکر

(۲۳) تفسیر کبیر: ۳۰/۲۲۳-۲۲۲

(۲۴) تفسیر کشاف: ۴/۶۶۲

(۲۵) تفسیر کبیر: ۳۰/۲۲۴-۲۲۳

ہے ، اس کے بعد "لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ" میں قرآن کریم یعنی کتاب احکام کا ذکر ہے ۔ (۲۶)

❻ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات قرآن کریم کی دو مرادیں ہوتی ہیں ایک مراد نظم قرآن اور سیاق قرآن سے مفہوم ہوتی ہے یہ مراد اولیٰ ہے اور ایک مراد خارج سے یعنی شان نزول سے سمجھ میں آتی ہے وہ مراد ثانوی ہے ۔

مذکورہ آیات میں بھی ایک مراد اولیٰ ہے اور ایک مراد ثانوی، مراد اولیٰ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قیامت اور اس کے احوال کا ذکر کیا تو مشرکین اس کے متعلق تعنتاً پوچھنے لگے ، کبھی کہتے "اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ" اور کبھی پوچھتے "اَيَّانَ مُرْسٰهَا" اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں اول امر ہی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہے ہیں "لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ" یوم قیامت کی تعیین کے سلسلہ میں آپ بالکل لب کشائی نہ کریں "ان علینا جمعہ و قرآنہ" حسب وعدہ روز محشر میں ہم ہی عالم کے منتشر اجزاء کو جمع کریں گے اور قرآن کریم کے ذریعے محشر کے احوال ہم خود بیان کرنے والے ہیں "فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ" جب ہم قرآن کی قیامت سے متعلقہ آیات پڑھیں تو ان کے مقتضی پر عمل کریں اور دوسروں کو بھی اس کی تیاری کی تاکید کریں "ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ" پھر حسب وعدہ ہمارے ذمہ ہے نفخ صور وغیرہ کے ذریعہ اس کا اظہار! تو یہ مراد اولیٰ ہے جو سیاق و سباق سے متعین ہوتا ہے اور مدلول اولیٰ کے اعتبار سے ان آیات کا ماقبل سے ربط ہے اور مدلول ثانوی اگرچہ دوسرے اعتبار سے ملحوظ ہے لیکن ربط بین الآیات کے لئے اس کا لحاظ ضروری نہیں ہے (۲۷)

❼ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب امروہوی فرماتے ہیں کہ اصل میں ماقبل میں تھا "يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ" قیامت میں یہ پوچھ ہوگی کہ جو چیز مؤخر کرنے کی تھی اس کو تم نے مقدم کیوں کیا اور مقدم کو مؤخر کیوں کیا؟ یہاں بھی یہی تقدیم و تاخیر پائی جارہی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہورہی تھی یہاں مقدم کرنے کی چیز تھی کہ آپ سنیں اور خاموش رہیں اور اس کا پڑھنا، تحریک لسان و شفتین مؤخر کرنے کی چیز تھی آپ نے مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کردیا اس لئے فرمایا گیا "لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ" یعنی یہ آپ کا پڑھنا مقدم کرنے کی چیز نہیں ہے ، مؤخر کرنے کی چیز ہے ، جب ہم پڑھیں تو آپ خاموشی کے ساتھ اسے سنیں اس طرح ان آیات کا ربط "يُنَبَّؤُا

---

(۲۶) فتح الباری : ۶۸۰/۸

(۲۷) فیض الباری : ۳۵/۱

الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ" سے بالکل ظاہر ہوجاتا ہے۔(۲۸)

❽ ایک ربط علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"شروع میں جس وقت حضرت جبرئیل اللہ کی طرف سے قرآن لاتے ان کے پڑھنے کے ساتھ حضرت بھی دل میں پڑھتے جاتے تھے تاکہ جلد اسے یاد کرلیں اور سیکھ لیں.... مگر اس صورت میں آپ کو سخت مشقت ہوتی تھی، جب تک پہلا لفظ کہیں، اگلا سننے میں نہ آتا اور سمجھنے میں بھی ظاہر ہے دقت پیش آتی ہوگی، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس وقت پڑھنے اور زبان ہلانے کی ضرورت نہیں ہمہ تن ہوکر سننا چاہیئے یہ فکر مت کرو کہ یاد نہیں رہے گا.... اس کا تمہارے سینے میں حرف بحرف جمع کرنا اور تمہاری زبان سے پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے، جبرئیل جس وقت ہماری طرف سے پڑھیں تو آپ خاموشی سے سنتے رہیئے .... اس کے بعد حضور نے جبرئیل کے ساتھ پڑھنا ترک کردیا یہ بھی ایک معجزہ ہوا کہ ساری وحی سنتے رہے، اس وقت زبان سے ایک لفظ نہ دہرایا، لیکن فرشتے کے جانے کے بعد پوری وحی لفظ بہ لفظ کامل ترتیب کے ساتھ بدون ایک زبر زیر کی تبدیلی کے فرفر سنادی اور سمجھادی، یہ اس دنیا میں ایک چھوٹا سا نمونہ ہوا "يُنَبَّؤُا الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ" کا یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اپنی وحی فرشتے کے چلے جانے کے بعد پوری ترتیب کے ساتھ حرف بحرف بدون ادنیٰ فروگذاشت کے اپنے پیغمبر کے سینے میں جمع کردے، کیا اس پر قادر نہیں کہ بندوں کے اگلے اور پچھلے اعمال جن میں سے بعض کو کرنے والا بھی بھول گیا ہوگا سب جمع کرکے ایک وقت میں سامنے کردے اور ان کو خوب طرح یاد دلادے اور اسی طرح ہڈیوں کے منتشر ذرات کو سب جگہ سے اکٹھا کرکے ٹھیک پہلی ترتیب پر انسان کو ازسرِنو وجود عطا فرمادے، بے شک وہ اس پر اور اس سے کہیں زیادہ پر قادر ہے" (۲۹)

❾ ایک مناسبت بعض علماء نے یہاں یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے نفس انسانی کا تذکرہ کیا اور فرمایا "وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ" جب اس کے متعلق بیان ہوچکا تو پھر اشرف النفوس واکمل النفوس نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا اور یہ ارشاد ہوا کہ آپ کا نفس سب سے اشرف و اکمل ہے لہذا آپ کو سب سے اکمل اور افضل صورت اختیار کرنی چاہیئے جبرئیل کے پڑھنے کے وقت ہمہ تن گوش ہونا چاہیئے اس لئے کہ وہ ہمارا کلام پڑھتے ہیں، لہذا دل کے حضور کے ساتھ پوری طرح اس کے سننے میں مشغول ہوجایئے اور جب وہ فارغ ہوجائیں تو پھر ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اس کو آپ سے پڑھوادیں۔(۳۰)

---

(۲۸) ایضاح البخاری: ۹۸/۱

(۲۹) تفسیر عثمانی: ۷۶۷ فائدہ نمبر ۱

(۳۰) فتح الباری: ۶۸۱/۸

⑮ ایک مناسبت حضرت حکیم الامت، مجدد الملہ مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ نے بیان فرمائی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے اس سے پہلے "ینبؤ الانسان یومئذ بما قدم واخر" فرمایا ہے جس سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک تو یہ کہ خدائے پاک کا علم ساری چیزوں کو اپنے احاطے میں لئے ہوئے ہے، کوئی چھوٹی بڑی چیز اللہ تعالیٰ کے دائرہ علم سے خارج نہیں، خواہ اشخاص ہوں، اجسام ہوں، یا اعراض ہوں، اللہ تعالیٰ کو سب کا علم محیط حاصل ہے، دوسری چیز یہ معلوم ہوئی کہ حق تعالیٰ جب چاہتے ہیں بہت سے غائب علوم اور امور کو انسان کے ذہن میں حاضر کردیتے ہیں، دیکھو یہ انسان زندگی بھر نہ معلوم کتنے کام کرتا ہے، کل قیامت کے دن اس کے سارے کام اس کے سامنے کردیئے جائیں گے۔

اب اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے خطاب فرماتے ہیں کہ جب آپ کو معلوم ہوگیا کہ ہمارا علم محیط ہے اور ہم علوم غائبہ کو جب چاہیں حاضر کرسکتے ہیں تو خواہ مخواہ آپ اپنے نفس کو کیوں مشقت میں ڈالتے ہیں کہ حضرت جبرئیل کے ساتھ پڑھنے میں مصروف ہوجاتے ہیں ادھر سننے کی طرف دھیان دیتے ہیں، ادھر یاد کرنے کی طرف دھیان دیتے ہیں اور ادھر مضامین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں بلکہ آپ تو صرف ایک کام کیجئے کہ جبرئیل جب پڑھیں تو آپ سنیں اور آگے اس کا حفظ کرانا، پڑھوانا اور بیان کروانا ہماری ذمہ داری ہے۔ (۳۱)

٤٠٩ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ (الْإِنْسَانِ ، الدَّهْرِ) : «هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ» /١/ .

يُقَالُ مَعْنَاهُ : أَتَى عَلَى الإِنْسَانِ ، وَهَلْ : تَكُونُ جَحْدًا ، وَتَكُونُ خَبَرًا ، وَهٰذَا مِنَ الْخَبَرِ ، يَقُولُ : كَانَ شَيْئًا ، فَلَمْ يَكُنْ مَذْكُورًا ، وَذٰلِكَ مِنْ حِينِ خَلَقَهُ مِنْ طِينٍ إِلَى أَنْ يُنْفَخَ فِيهِ الرُّوحُ . «أَمْشَاجٍ» /٢٢/ : الْأَخْلَاطُ ، مَاءُ الْمَرْأَةِ وَمَاءُ الرَّجُلِ ، اَلدَّمُ وَالْعَلَقَةُ ، وَيُقَالُ إِذَا خُلِطَ : مَشِيجٌ كَقَوْلِكَ : خَلِيطٌ ، وَمَمْشُوجٌ مِثْلُ : مَخْلُوطٍ . وَيُقْرَأُ : «سَلَاسِلاً وَأَغْلَالاً» /٤/ : وَلَمْ يُجِزْ بَعْضُهُمْ . «مُسْتَطِيرًا» /٧/ : مُمْتَدًّا الْبَلَاءُ .

وَالْقَمْطَرِيرُ : الشَّدِيدُ ، يُقَالُ : يَوْمٌ قَمْطَرِيرٌ وَيَوْمٌ قُمَاطِرٌ ، وَالْعَبُوسُ وَالْقَمْطَرِيرُ وَالْقُمَاطِرُ وَالْعَصِيبُ : أَشَدُّ مَا يَكُونُ مِنَ الْأَيَّامِ فِي الْبَلَاءِ .

وَقَالَ الْحَسَنُ : النُّضْرَةُ فِي الْوَجْهِ وَالسُّرُورُ فِي الْقَلْبِ .

---

(۳۱) دیکھیے بیان القرآن: ۱۲/۶۱

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «الْأَرَائِكِ» /١٣/ : السُّرُرُ .

وَقَالَ الْبَرَاءُ : «وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا» /١٤/ : يَقْطِفُونَ كَيْفَ شَاؤُوا

وَقَالَ مَعْمَرٌ : «أَسْرَهُمْ» /٢٨/ : شِدَّةُ الخَلْقِ ، وَكُلُّ شَيْءٍ شَدَدْتَهُ مِنْ قَتَبٍ وَغَبِيطٍ فَهُوَ مَأْسُورٌ .

هَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ، يقال مَعْنَاهُ

مطلب یہ ہے کہ آیت میں "ھل" استفہام تقریری ہے ، استفہام انکاری نہیں ہے ، امام رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ "ھل" یہاں معنی میں "قد" کے آیا ہے اسی طرح "ھَلْ اَتَاکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ" (۳۲) میں "ھل" بھی "قد" کے معنی میں ہے ۔

اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ انسان کبھی شئی تھا لیکن قابل ذکر نہیں تھا، امام بخاری کی اس تفسیر میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ "لَمْ یَکُنْ" میں جو نفی داخل ہے یہ قید کی نفی ہے ، مقید کی نفی نہیں ہے ،یعنی آیت میں "مَذْکُوْرًا" جو قید ہے اس کی نفی ہے ، انسان کچھ تو تھا، نطفہ تھا، اس کے بعد خون بنا، اس کے بعد گوشت بنا، پھر اس میں ہڈیاں پیدا کی گئیں اس لئے کچھ تو تھا لیکن قابل ذکر نہیں تھا بلکہ نطفہ سے بھی پہلے مٹی تھی، پھر اس میں پودے پیدا ہوئے ،ان میں غلہ آیا، اس غلہ سے پھر غذا حاصل کی گئی اس غذا سے جسم کے اجزاء تیار ہوئے ، ان اجزاء سے جسم میں مادۂ تولید پیدا ہوا اور نطفہ کی شکل میں رحم مادر میں منتقل ہوا اور پھر رحم مادر میں مختلف اطوار سے گزرا تو اس وقت وہ تھا لیکن قابل ذکر نہیں تھا، قابل ذکر کب بنا جب پیدا ہوگیا۔

معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ معدوم وصف عدم کے ساتھ موصوف ہونے کی صورت میں موجود فی الخارج ہوتا ہے اور اہلسنت و الجماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب وہ معدوم ہوتا ہے تو اس وقت وہ موجود فی الخارج اور متحقق فی نفس الامر نہیں ہوتا، وجود میں آنے کے بعد اسے نفس الامر اور خارج میں تحقق حاصل ہوتا ہے (۳۳) اس آیت سے معتزلہ کے لئے اس بات پر استدلال جائز نہیں ہوگا کہ یہاں معدوم کے لئے وجود ثابت کیا جارہا ہے اس لئے کہ وہ معدوم نہیں تھا، مٹی کی شکل میں تھا یا پودوں اور غذا کی صورت میں تھا اور یا نطفہ کے بھیس میں تھا۔

اَمْشَاجٍ : اَلْاَخْلَاطُ، مَاءُ الْمَرْأَةِ وَمَاءُ الرَّجُلِ، اَلدَّمُ وَالْعَلَقَةُ، وَيُقَالُ : اِذَا خُلِطَ : مَشِيْجٌ كَقَوْلِكَ :

---

(۳۲) تفسیر کبیر : ۲۳۵/۳۰

(۳۳) دیکھیے النبراس شرح العقائد : ۴۰-۳۹ و حاشیہ برخوردار : ۴۰

خَلِيطٌ، وَمَمْشُوجٌ مِثْلَ: مَخْلُوطٍ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ اَمْشَاجٍ" ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا (یعنی مرد اور عورت دونوں کے نطفہ سے) فرماتے ہیں اَمْشَاجٍ بمعنی اخلاط ہے یعنی مرد اور عورت کے پانی کے اختلاط سے .... اللہ جل شانہ نے انسان کو پیدا فرمایا اس طرح کہ منی سے خون اور پھر خون سے علقہ بنتا ہے .... وَيُقَالُ اِذَا خُلِطَ: مَشِيْجٌ: جب کوئی چیز کسی دوسری چیز سے ملا دیجائے تو اس کو مشیج کہا جاتا ہے جیسا کہ آپ اس کو خلیط بھی کہتے ہیں .... اور مَمْشُوجٌ بمعنی مخلوط ہے۔

ويقرأ: "سَلَاسِلًا وَاَغْلَالًا" وَلَمْ يُجِزْ بَعْضُهُمْ

یہ ہشام، نافع، ابوبکر اور کسائی کی قراءت ہے یہ حضرات اسے تنوین کے ساتھ پڑھتے ہیں حالانکہ "سلاسل" غیر منصرف ہے لیکن "اغلالا" کے قرب میں واقع ہونے کی وجہ سے تنوین دیدی گئی ہے اور سرے بعض حضرات "سلاسل" پر تنوین پڑھنے کو جائز نہیں کہتے ہیں۔

مُسْتَطِيْرًا: مُمْتَدًّا الْبَلَاءُ

آیت میں ہے "وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا" اور وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی، مستطیرا کے معنی ہیں: مُمْتَدًّا یعنی اس دن کی آزمائش اور سختی پھیلی ہوئی ہوگی۔

يقال: يَوْمٌ قَمْطَرِيْرٌ، قُمَاطِرٌ، عَبُوْسٌ، عَصِيْبٌ، قَمْطَرِيْرٌ

یہ تمام الفاظ اس دن کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں جس کے اندر بلاء سخت ہوتی ہے اور تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔

وقال معمر: اَسْرَهُمْ: شِدَّةُ الْخَلْقِ

"وَشَدَدْنَا اَسْرَهُمْ" کے معنی ہیں کہ ان کے جوڑوں کو ہم نے سخت کردیا اور ان کے اعضاء کی بندش کو مضبوط بنادیا، ہر ایسی چیز کو جس سے پالان وغیرہ باندھا جاتا ہے اسے "ماسور" کہتے ہیں اس لئے کہ مضبوطی کے ساتھ اسے باندھا جاتا ہے۔

٤١٠ - باب: تَفْسِيرُ: سُورَةِ: «وَالْمُرْسَلَاتِ».

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: «جِمَالَاتٌ» /٣٣/: حِبَالٌ. «ارْكَعُوا» صَلُّوا «لَا يَرْكَعُونَ» /٤٨/: لَا يُصَلُّونَ.

وَسُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «لَا يَنْطِقُونَ» /٣٥/. «وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ» /الأنعام: ٢٣/.

«الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ» /يس: ٦٥/. فَقَالَ: إِنَّهُ ذُو أَلْوَانٍ، مَرَّةً يَنْطِقُونَ، وَمَرَّةً يُخْتَمُ عَلَيْهِمْ

جِمَالَاتٌ: حبال

آیت میں ہے "كَأَنَّهُ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ" جُمَالَات بضم الجیم بھی پڑھا گیا ہے اور بالکسر بھی، بالضم کی صورت میں اس کے معنی رسیوں کے ہوں گے اور بالکسر کی صورت میں اس کے معنی اونٹوں کے ہوں گے جو جِمَالَة کی جمع ہے اور "جمالة" "جمل" کی جمع ہے ۔(۳۴)

٤٦٤٦/٤٦٤٧: حدّثني مَحْمُودٌ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَأُنْزِلَتْ عَلَيْهِ: «وَالْمُرْسَلَاتِ». وَإِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ، فَخَرَجَتْ حَيَّةٌ، فَابْتَدَرْنَاهَا، فَسَبَقَتْنَا فَدَخَلَتْ جُحْرَهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: (وُقِيَتْ شَرَّكُمْ، كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا).

حدّثنا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ مَنْصُورٍ: بِهٰذَا.

وَعَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ: مِثْلَهُ.

وَتَابَعَهُ أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ: عَنْ إِسْرَائِيلَ. وَقَالَ حَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَسُلَيْمَانُ بْنُ قَرْمٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ.

قَالَ يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ.

وَقَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ.

(٤٦٤٧): حدّثنا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: بَيْنَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَارٍ، إِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ: «وَالْمُرْسَلَاتِ». فَتَلَقَّيْنَاهَا مِنْ فِيهِ، وَإِنَّ فَاهُ لَرَطْبٌ بِهَا، إِذْ خَرَجَتْ حَيَّةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: (عَلَيْكُمُ اقْتُلُوهَا). قَالَ: فَابْتَدَرْنَاهَا فَسَبَقَتْنَا، قَالَ: فَقَالَ: (وُقِيَتْ شَرَّكُمْ، كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا).

[ر: ١٧٣٣]

٤١١ – باب: قَوْلُهُ: «إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ» /٣٢/.

---

(۳۴) عمدة القاری: ۲۶۷/۱۹

(۴۶۴۷-۴۶۴۶) واخرجه مسلم فی السلام، باب قتل الحیات وغیرها، رقم الحدیث: ۲۲۳۴

٤٦٤٨ : حدّثنا مُحمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخبرَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عابِسٍ قالَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عَبَّاسٍ : «إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كالْقَصْرِ» . قالَ : كُنَّا نَرْفَعُ الخَشَبَ بِقِصَرٍ ثَلَاثَةَ أَذْرُعٍ أَوْ أَقَلَّ ، فَنَرْفَعُهُ لِلشِّتَاءِ ، فَنُسَمِّيهِ الْقَصَرَ . [٤٦٤٩]

انها ترمی بشرر کالقصر

اس میں دو قراء تیں ہیں ایک "القصْر" بسکون الصاد اوردوسری قراءت "القصَر" بفتح الصاد ہے ، پہلی صورت میں معنی محل کے ہوں گے اور مطلب یہ ہوگا کہ جہنم اتنی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکے گی جیسے بڑے بڑے محل ہوتے ہیں ، اور دوسری صورت میں معنی ہوں گے جہنم تین ہاتھ کے بقدر چنگاریاں پھینکے گی جیساکہ یہاں روایت میں ہے ۔

کُنَّا نَرْفَعُ الْخَشَبَ بِقِصَرٍ ثَلَاثَةَ اَذْرُعٍ اَوْ اَقَلَّ

یہاں دو صورتیں ہوسکتی ہیں ، ایک صورت یہ ہے کہ "بقصر" کسرہ اور تنوین کے ساتھ پڑھا جائے اور "ثلاثة اذرع" منصوب پڑھا جائے مطلب یہ ہوگا کہ ہم سردی کے لئے لکڑیاں تین ہاتھ کے برابر اٹھا کر رکھ دیا کرتے تھے اور وہ اونٹوں کی گردنوں کے برابر ہوتی تھیں ان کانام ہم "قصر" رکھتے تھے قصر اعناق الابل کو بھی کہا جاتا ہے ،اصول الشجر کو بھی کہتے ہیں اور کھجور کے تنے کو بھی کہا جاتا ہے ۔(۳۵)

اور دوسری صورت یہ ہے کہ "بِقِصَرِ ثَلَاثَةِ اَذْرُعٍ" مضاف بناکر اسے پڑھا جائے یعنی "تین تین ذراع کے بقدر" حافظ عینی اور علامہ کرمانی نے اسی کو اختیار کیا ہے ۔(۳۶)

بہرحال امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں "قصْر" (بسکون الصاد) کی تفسیر نقل نہیں کی ہے "قصَر" بفتح الصاد) کی تفسیر نقل کی ہے ۔

٤١٢ – باب : قَوْلُهُ : «كَأَنَّهُ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ» /٣٣/

٤٦٤٩ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا يَحْيَى : أَخبرَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ٱبْنُ عابِسٍ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : «تَرْمِي بِشَرَرٍ» . كُنَّا نَعْمِدُ إِلَى الخَشَبَةِ ثَلَاثَةَ أَذْرُعٍ أَوْ فَوقَ ذٰلِكَ ، فَنَرْفَعُهُ لِلشِّتَاءِ ، فَنُسَمِّيهِ الْقَصَرَ . «كَأَنَّهُ جِمَالَاتٌ صُفْرٌ» حِبَالُ السُّفُنِ تُجْمَعُ حَتَّى تَكُونَ كَأَوْسَاطِ الرِّجالِ . [ر : ٤٦٤٨]

(۴۶۴۹-۴۶۴۸)قال العینی فی العمدة: ۹/۲۶۴، "والحدیث من افراده"

(۳۵)فتح الباری: ۸/۶۸۸

(۳۶)عمدة القاری: ۱۹/ ۲۶۴ وشرح الکرمانی: ۱۸/ ۱۶۷

٤١٣ - باب : قَوْلُهُ : «هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ» /٣٥/ .

٤٦٥٠ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ ، عَنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قالَ : بَيْنَا نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ في غارٍ ، إِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ : «وَالْمُرْسَلَاتِ» . فَإِنَّهُ لَيَتْلُوهَا ، وَإِنِّي لَأَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيهِ ، وَإِنَّ فاهُ لَرَطْبٌ بِهَا ، إِذْ وَثَبَتْ عَلَيْنَا حَيَّةٌ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (اُقْتُلُوهَا) . فَٱبْتَدَرْنَاهَا فَذَهَبَتْ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (وُقِيَتْ شَرَّكُمْ ، كَمَا وُقِيتُمْ شَرَّهَا) .

قالَ عُمَرُ : حَفِظْتُهُ مِنْ أَبِي : في غارٍ بِمِنًى . [ر : ١٧٣٣]

٤١٤ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ النَّبَإِ : «عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ» /١/ .

قالَ مُجَاهِدٌ : «لَا يَرْجُونَ حِسَابًا» /٢٧/ : لَا يَخَافُونَهُ . «لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا» /٣٧/ : لَا يُكَلِّمُونَهُ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُمْ . «صَوَابًا» /٣٨/ : حَقًّا فِي الدُّنْيَا وَعَمِلَ بِهِ . وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «وَهَّاجًا» /١٣/ : مُضِيئًا . «ثَجَّاجًا» /١٤/ : مُنْصَبًّا . «أَلْفَافًا» /١٦/ : مُلْتَفَّةً .

وَقالَ غَيْرُهُ : «غَسَّاقًا» /٢٥/ : غَسَقَتْ عَيْنُهُ ، وَيَغْسِقُ الجُرْحُ : يَسِيلُ ، كَأَنَّ الْغَسَاقَ وَالْغَسِيقَ وَاحِدٌ . «عَطَاءً حِسَابًا» /٣٦/ : جَزَاءً كافِيًا ، أَعْطَانِي ما أَحْسَبَنِي ، أَيْ كَفَانِي .

٤١٥ - باب : «يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا» /١٨/ : زُمَرًا .

٤٦٥١ : حدّثني محمَّدٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (ما بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ) . قالَ : أَرْبَعُونَ يَوْمًا ؟ قالَ : أَبَيْتُ ، قالَ : أَرْبَعُونَ شَهْرًا ؟ قالَ : أَبَيْتُ ، قالَ : أَرْبَعُونَ سَنَةً ؟ قالَ : أَبَيْتُ . قالَ : (ثُمَّ يُنْزِلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ ماءً ، فَيَنْبُتُونَ كما يَنْبُتُ الْبَقْلُ ، لَيْسَ مِنَ الْإِنْسَانِ شَيْءٌ إِلَّا يَبْلَى ، إِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ ، وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) .

[ر : ٤٥٣٦]

قال مجاهد: لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا: لَا يَخَافُوْنَهُ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّهُمْ کَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ حِسَابًا" وہ لوگ حساب کا اندیشہ نہ رکھتے تھے، مجاہدؒ فرماتے ہیں آیت میں لَا یَرْجُوْنَ کے معنی ہیں لایخافونہ: وہ لوگ حساب کا خوف نہیں رکھتے تھے۔

لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا: لَا يَكَلِّمُوْنَهُ اِلَّا اَنْ يَّاْذَنَ لَهُمْ

آیت کریمہ میں ہے "رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنُ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا" جو مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو دونوں کے درمیان ہیں (اور جو) رحمان ہے (اور) کسی کو اس طرف سے (مستقل) اختیار نہ ہوگا کہ اس کے سامنے عرض معروض کرسکے ۔ فرماتے ہیں لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا کے معنی ہیں اللہ جل شانہ سے لوگ بات نہیں کرسکیں گے بجز ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہو۔

وقال ابن عباس: وَهَّاجًا: مُضِيْئًا

آیت کریمہ میں ہے "وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا" ور ہم نے (آسمان میں) ایک روشن چراغ بنایا۔
حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں وھاج کے معنی ہیں : روشن

عَطَاءً حِسَابًا: جَزَاءً كَافِيًا، اَعْطَانِي مَا اَحْسَبَنِي، اَيْ كَفَانِي

آیت کریمہ میں ہے "جَزَاءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا" یہ بدلہ ملے گا آپ کے رب کی طرف سے جو کافی انعام ہوگا.... فرماتے ہیں عَطَاءً حِسَابًا کے معنی ہیں : جَزَاءً كَافِيًا: یعنی پورا بدلہ، کہتے ہیں اعطانی ما احسبنی یعنی مجھ کو اتنا دیا کہ کافی ہوگیا۔

اَفْوَاجًا: زُمَرًا

آیت میں ہے "يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا" جس دن صور پھونکا جاوے گا تم لوگ گروہ گروہ ہوکر آؤ گے ۔ فرماتے ہیں افواجا کے معنی ہیں زُمَرًا: یہ زمرۃ کی جمع ہے بمعنی جماعت، گروہ۔

٤١٦ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «وَالنَّازِعاتِ» .

«زَجْرَةٌ» /١٣/ : صَيْحَةٌ .

وَقالَ مُجاهِدٌ : «تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ» /٦/ : هِيَ الزَّلْزَلَةُ . «الآيَةَ الْكُبْرَى» /٢٠/ : عَصاهُ وَيَدُهُ . «سَمْكَها» /٢٨/ : بَناها بِغَيْرِ عَمَدٍ . «طَغَى» /١٧/ : عَصَى .

يُقالُ : النَّاخِرَةُ وَالنَّخِرَةُ سَواءٌ ، مِثْلُ الطَّامِعِ وَالطَّمِعِ ، وَالْباخِلِ وَالْبَخِلِ . وَقالَ بَعْضُهُمْ : النَّخِرَةُ الْبالِيَةُ ، وَالنَّاخِرَةُ : الْعَظْمُ الْمُجَوَّفُ الَّذِي تَمُرُّ فِيهِ الرِّيحُ فَيَنْخَرُ .

وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «الحافِرَةِ» /١٠/ : إِلَى أَمْرِنا الْأَوَّلِ ، إِلَى الحَياةِ .

وَقَالَ غَيْرُهُ : «أَيَّانَ مُرْسَاهَا» /٤٢/ : مَتَى مُنْتَهَاهَا ، وَمُرْسَى السَّفِينَةِ حَيْثُ تَنْتَهِي .
«الرَّاجِفَةُ» /٦/ : النَّفْخَةُ الْأُولَى . «الرَّادِفَةُ» /٧/ : النَّفْخَةُ الثَّانِيَةُ .

وقال مجاهد: اَلْاٰيَةَ الْكُبْرٰى: عَصَاهُ وَيَدُهُ

آیت کریمہ میں ہے "فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى" پھر (موسیٰ نے) اس کو (یعنی فرعون کو) بڑی نشانی (نبوت کی) دکھلائی۔ حضرت مجاہدؒ نے کہا کہ الاٰیَۃَ الکُبْرٰی سے مراد حضرت موسیٰ کی عصا اور ید بیضا مراد ہے۔

النَّاخِرَةُ وَالنَّخِرَةُ سَوَاءٌ.....

"ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَخِرَةً" کہا جاتا ہے کہ ناخرہ اور نخرہ دونوں ہم معنی ہیں جیسے طامع اور طمع اور باخل اور بخل اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ نخرہ اس ہڈی کو کہتے ہیں کہ جو بوسیدہ اور گلی ہوئی ہو اور ناخرہ اس ہڈی کو کہتے ہیں جو کھوکھلی ہو، جس میں ہوا گزرتی ہو تو آواز آتی ہو۔

وقال ابن عباس: اَلْحَافِرَةُ: اِلٰى اَمْرِنَا الْاَوَّلِ، اِلَى الْحَيَاةِ

"ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِى الْحَافِرَةِ" یعنی پہلی زندگی جو ہمیں دنیا میں عطا کی گئی تھی کیا ہم اس کی طرف واپس لوٹ کر جائیں گے۔

وقال غیرہ: اَيَّانَ مُرْسٰهَا: مَتٰى مُنْتَهَاهَا، وَمُرْسَى السَّفِيْنَةِ حَيْثُ تَنْتَهِى

آیت کریمہ میں ہے "يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا" یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا.... حضرت ابن عباسؓ کے غیر نے کہا کہ اَيَّانَ مُرْسَاهَا کے معنی ہیں اس کی انتہا کہاں ہے، یہ ماخوذ ہے.... مرسی السفینة سے جہاں کشتی آخر میں جاکر ٹھہرتی ہے۔

٤٦٥٢ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ : حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ : حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ : حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ بِإِصْبَعَيْهِ هٰكَذَا ، بِالْوُسْطَى وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ : (بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةَ كَهَاتَيْنِ) . [٤٩٩٥ ، ٦١٣٨]

قَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «أَغْطَشَ» /٢٩/ : أَظْلَمَ . «الطَّامَّةُ» /٣٤/ : تَطُمُّ كُلَّ شَيْءٍ .

(٤٦٥٢) وایضاً اخرجہ فی الطلاق، باب اللعان، رقم الحدیث: ٥٣١٠، وفی الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: بعثت انا والساعة کھاتین، رقم الحدیث: ٦٥٠٣، وقال العینی فی عمدة: ٢/ ٢٧٨ "والحدیث من افرادہ من هذه الوجه" واخرجہ مسلم فی الفتن واشراط الساعة بوجه اخر، رقم الحدیث: ٢٩٥٠

بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنی درمیانی انگلی اور انگشت شہادت سے اشارہ کرکے فرمایا کہ میں ایسے وقت میں مبعوث ہوا ہوں کہ میں اور قیامت دونوں اس طرح ہیں یعنی میں تھوڑا سا آگے ہوں اور قیامت اس سے تھوڑی سی پیچھے، جیسے وسطیٰ انگلی ذرا سی آگے نکلی ہوئی ہے اور سبابہ اس سے کچھ پیچھے ہے۔

دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جیسے یہ دو انگلیاں ملی ہوئی ہیں اسی طرح میں اور قیامت ملے ہوئے ہیں میرے اور قیامت کے درمیان اللہ جل شانہ کوئی نبی اور رسول نہیں بھیجیں گے (۳۷)

پہلی صورت میں سوال ہوگا کہ قیامت سے کتنے فاصلے پر آپ آئے ہیں؟ ظاہر ہے اس سلسلہ میں کوئی بات نہیں بتائی جاسکتی کہ آپ کے اور قیامت کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔

امت محمدیہ کی کل عمر

ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ میں ایک بات کہی کہ اس امت کی کل عمر پانچ سو سال ہے اور انہوں نے ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے جس کو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے "لن یعجز اللہ ھذہ الامۃ من نصف یوم" (۳۸) یعنی اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو نصف یوم زندگی گزارنے سے عاجز نہیں فرمائیں گے طبری نے "نصف یوم" سے نصف یوم آخرت سمجھا اور یوم آخرت کی مقدار ایک ہزار سال ہے لہذا نصف پانچ سو سال ہوگا۔

لیکن ان کا یہ قول اور استدلال غلط ثابت ہوا چودہ سو سال یہ امت اب تک گزار چکی ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ایک رسالہ لکھا ہے "الکشف عن مجاوزۃ ھذہ الامۃ الالف" اور اس میں انہوں نے بہت سے آثار سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس امت کی عمر ایک ہزار سال سے زائد ہوگی (۳۹) چنانچہ ان کی بات صحیح نکلی۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سلف میں مشہور تھا کہ دنیا کی مجموعی عمر پچاس ہزار سال ہے، قرآن کریم کی اس آیت میں بھی اس طرف اشارہ ملتا ہے "فِی یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ

---

(۳۷) مذکورہ دونوں مطلب کے لئے دیکھیے،

(۳۸) سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم باب قیام الساعۃ: ۲/۲۴۲

(۳۹) مذکورہ رسالہ دیکھیے الحاوی للفتاوی للسیوطی: ۲/۹۰-۸۶

اَلْفَ سَنَةٍ" حضرت کشمیری فرماتے ہیں کہ میدان محشر میں میرے نزدیک دنیا کی پوری عمر دوبارہ لوٹائی جائے گی اور قرآن نے یوم حشر کی مقدار پچاس ہزار سال بتادی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی مجموعی عمر پچاس ہزار سال ہے (۴۰) واللہ اعلم

حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت منقول ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے اور ان میں سے چھ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک گزر چکے اور آپؐ کے بعد بھی ایک ہزار سال گزر گئے اس کا تقاضہ تو یہ ہے کہ دنیا کی عمر پوری ہوگئی ہے اور قیامت قائم ہوجانی چاہیے (۴۰)۔

لیکن یہ روایت موقوف ہے (۴۱) اور یہ سب اندازے اور تخمینے ہیں قیامت کے وقوع کا صحیح علم اللہ جل شانہ کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے "اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ"

الطَّآمَّةُ: تَطُمُّ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

آیت کریمہ میں ہے "فَإِذَا جَاءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى" سو جب بڑا ہنگامہ آویگا فرماتے ہیں کہ طامة کے معنی ہیں جو ہر چیز پر چھا جائے، غالب آجائے۔

٤١٧ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «عَبَسَ» .

«عَبَسَ وَتَوَلَّى» /١/ : كَلَحَ وَأَعْرَضَ . وَقَالَ غَيْرُهُ : «مُطَهَّرَةٍ» /١٤/ : لَا يَمَسُّهَا إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ، وَهُمُ الْمَلَائِكَةُ ، وَهٰذَا مِثْلُ قَوْلِهِ : «فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا» /النازعات : ٥/ : جَعَلَ الْمَلَائِكَةَ وَالصُّحُفَ مُطَهَّرَةً ، لِأَنَّ الصُّحُفَ يَقَعُ عَلَيْهَا التَّطْهِيرُ ، فَجُعِلَ التَّطْهِيرُ لِمَنْ حَمَلَهَا أَيْضًا .
وَقَالَ مُجَاهِدٌ : الْغُلْبُ : الْمُلْتَفَّةُ ، وَالْأَبُّ : مَا يَأْكُلُ الْأَنْعَامُ . «سَفَرَةٍ» /١٥/ : الْمَلَائِكَةُ ، وَاحِدُهُمْ سَافِرٌ ، سَفَرْتُ : أَصْلَحْتُ بَيْنَهُمْ ، وَجُعِلَتِ الْمَلَائِكَةُ - إِذَا نَزَلَتْ بِوَحْيِ اللّٰهِ وَتَأْدِيبِهِ - كَالسَّفِيرِ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ الْقَوْمِ . وَقَالَ غَيْرُهُ : «تَصَدَّى» /٦/ : تَغَافَلُ عَنْهُ . وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «لَمَّا يَقْضِ» /١٣/ : لَا يَقْضِي أَحَدٌ مَا أُمِرَ بِهِ . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «تَرْهَقُهَا» /٤١/ : تَغْشَاهَا شِدَّةٌ . «مُسْفِرَةٌ» /٣٨/ : مُشْرِقَةٌ . «بِأَيْدِي سَفَرَةٍ» /١٥/ : وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : كَتَبَةٍ ، أَسْفَارًا : كُتُبًا . «تَلَهَّى» /١٠/ : تَشَاغَلَ . يُقَالُ : وَاحِدُ الْأَسْفَارِ سِفْرٌ . «فَأَقْبَرَهُ» /٢١/ : يُقَالُ : أَقْبَرْتُ الرَّجُلَ جَعَلْتُ لَهُ قَبْرًا ، وَقَبَرْتُهُ دَفَنْتُهُ .

---

(۴۰) فیض الباری: ۴/۲۵۴

(۴۱) فیض الباری: ۴/۲۵۴

٤٦٥٣ : حدَّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قالَ : سَمِعْتُ زُرَارَةَ بْنَ أَوْفَى يُحَدِّثُ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ ، عَنْ عائِشَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ ، وَهُوَ حافِظٌ لَهُ ، مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ ، وَمَثَلُ الَّذِي يَقْرَأُ ، وَهُوَ يَتَعَاهَدُهُ ، وَهُوَ عَلَيْهِ شَدِيدٌ ، فَلَهُ أَجْرَانِ) .

عَبَسَ: كَلَحَ وَاَعْرَضَ

"عَبَسَ وَتَوَلّٰى اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰى" وہ چیں بجبیں ہوئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا.... فرماتے ہیں عبس کے معنی ہیں کلح: یعنی ترش رو ہوا اور تولی کے معنی ہیں اعرض: یعنی اعراض کیا اور متوجہ نہیں ہوا۔

وقال غيرهُ: مُطَهَّرَةٍ: لَا يَمَسُّهَا اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ، وَهُمُ الْمَلَائِكَةُ

دو آیتیں ہیں، "فِی صُحُفٍ مُطَهَّرَةٍ" اور "لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ "مس" سے حقیقی مس مراد لے رہے ہیں اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کو طہارت کے بغیر چھونا جائز نہیں ہے اسے چھونے کے لئے طہارت شرط ہے، جمہور اور ائمہ اربعہ کا بھی یہی مسلک ہے (۴۳)۔

مس مصحف اور طہارت

داؤد ظاہری، ابن حزم، ابن منذر اور ابن جریر کے نزدیک حائضہ، جنبی اور محدث بالحدث الاصغر کے لئے مس مصحف جائز ہے (۴۴)۔

(۴۶۵۳) واخرجہ مسلم فی صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب فضل الماھر بالقرآن والذی یتتعتع بہ، رقم الحدیث: ۷۹۸، و اخرجہ الترمذی رحمہ اللہ فی کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل قاری القرآن، رقم الحدیث: ۲۹۰۴، واخرجہ ابوداود فی کتاب الصلاۃ، باب فی ثواب قراءۃ القرآن، رقم الحدیث: ۱۴۵۴، واخرجہ ابن ماجہ فی کتاب الادب، باب ثواب القرآن، رقم الحدیث، ۳۷۷۹، و اخرجہ النسائی فی السنن الکبری، کتاب التفسیر، باب سورۃ عبس، رقم الحدیث: ۱۱۶۴۶، واخرجہ فی فضائل القران، رقم الحدیث: ۸۰۴۶

(۴۲) فیض الباری: ۴/۲۵۴

(۴۳) الجامع لاحکام القرآن، للقرطبی ۱۷/۲۲۶، واحکام القرآن للشیخ محمد ادریس الکاندھلوی، سورۃ الواقعۃ: ۵/۱۰

(۴۴)

امام بخاری رحمہ اللہ نے "فِی صُحُفٍ مُطَهَّرَةٍ" کے بعد "لَا يَمَسُّهَا اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" کو ذکر فرما کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ مس کے حقیقی معنی مراد ہیں لہذا حائضہ، جنبی اور محدث بالحدث الاصغر کے لئے مس مصحف جائز نہ ہوگا۔

بعض لوگ اس کے قائل ہیں کہ یہاں مس کے مجازی معنی مراد ہیں اور وہ مس مصحف کو حالت حدث اور جنابت میں جائز کہتے ہیں مجازی معنی یہ ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے معانی میں غور کرنے سے لذت وہی لوگ حاصل کرسکتے ہیں جن کے دل نورِ ایمان سے منور ہوں اور جو شرک وکفر کی نجاست سے پاک ہوں (۴۵)۔

ابن العربی رحمہ اللہ نے امام بخاری کی طرف اس کے معنی مجازی کی نسبت کی ہے اور کہا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک "لَا يَمَسُّهَا اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" میں معنی مجازی مراد ہیں اور پھر کہا کہ یہی معنی صحیح بھی ہیں انہوں نے کہا کہ حدیث "ذاق طعم الایمان، من رضی باللہ ربا، وبالاسلام دینا، وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا و رسولا" سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے تاہم اس میں ظاہر سے عدول ہے (۴۶)۔

لیکن ابن العربی کا امام بخاری کی طرف یہ نسبت کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ امام بخاری کے یہاں معنی حقیقی مراد ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن حزم کی کتاب سے روایت نقل کی ہے "لا یمس القرآن الا طاهر" (۴۷) لہذا اس کے پیش نظر "لَا يَمَسُّهَا اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" کا یہی مطلب ہوتا کہ قرآن کو چھونے کے لئے طہارت شرط ہے اور امام بخاری اسی کی طرف اشارہ کررہے ہیں، ابن العربی نے جو بات کہی ہے وہ امام بخاری سے کہیں منقول نہیں ملی ہے۔

لِاَنَّ الصُّحُفَ يَقَعُ (۴۸) عَلَيْهَا التَّطْهِيْرُ، فَجُعِلَ التَّطْهِيْرُ لِمَنْ حَمَلَهَا اَيْضاً

امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ "فِی صُحُفٍ مُطَهَّرَةٍ" میں صحف کو "مطهرة" کہا گیا ہے اور "لَا يَمَسُّهَا اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" میں حاملین صحف ملائکہ کو مطہر کہا گیا ہے اصلاً یہ "تطہیر" صحف کی صفت ہے لیکن چونکہ ملائکہ ان صحف کے حامل ہیں تو ان کی صفت بھی "تطہیر" قرار پائی اور انہیں بھی "مطہر" کہدیا گیا یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے "فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا" میں تدبیر اصل صفت تو راکبین خیل یعنی فرشتوں کی

---

(۴۵) دیکھیے الجامع لاحکام القرآن: ۱۷/ ۲۲۶ سورة الواقعة

(۴۶) دیکھیے الجامع لاحکام القرآن: ۱۷/ ۲۲۶ سورة الواقعة واحکام القرآن لابن العربی: ۴/ ۱۷۳۸

(۴۷) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۱۷/ ۲۲۶ سورة الواقعة

(۴۸) وفی بعض النسخ "لایقع" بزیادة لا..... وجهه ان الصحف لایطلق علیها التطهیر الذی هو خلاف التنجیس حقیقة، وانما المراد انها مطهرة عن ان ینالها ایدی الکفار (عمدة القاری: ۱۹/ ۲۷۸)

ہے لیکن چونکہ وہ خیل (گھوڑے) ان راکبین (فرشتوں) کے حامل ہیں اس لئے "خیل" کو بھی "مدبرات" کہدیا گیا اور تدبیر کو ان کی صفت بنادیا گیا۔

سَفَرَةٍ: اَلْمَلَائِكَةُ، وَاحِدُهُمْ سَافِرٌ، سَفَرْتُ: اَصْلَحْتُ بَيْنَهُمْ، وَجُعِلَتِ الْمَلَائِكَةُ اِذَا نَزَلَتْ بِوَحْيِ اللّٰهِ وَتَادِيَتِهِ كَالسَّفِيْرِ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ الْقَوْمِ

آیت کریمہ میں ہے "بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ." فرماتے ہیں سفرۃ سے فرشتے مراد ہیں، یہ سافر کی جمع ہے، سافر: لکھنے والا.... کہتے ہیں سَفَرْتُ بَيْنَ الْقَوْمِ: میں نے قوم میں صلح کرادی، وحی الٰہی کو لانے اور اس کو انبیاء تک پہنچانے میں فرشتوں کو مثل سفیر قرار دیا گیا جو لوگوں میں صلح کراتا ہے۔

وقال غیرہ: تَصَدّٰى: تَغَافَلَ عَنْهُ

"فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى" میں تَصَدّٰى کا ترجمہ تَغَافَلَ سے کیا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے بلکہ اس کے معنی توجہ کرنے اور درپے ہونے کے آتے ہیں (۴۹) یہ تفسیر "تَلَهّٰى" کی ہے، "تَصَدّٰى" کی تفسیر غالباً حذف ہوگئی ہے اور سہو کاتب سے "تَلَهّٰى" کی تفسیر یہاں لکھدی گئی۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: لَمَّا يَقْضِ: لَا يَقْضِيْ اَحَدٌ مَا اُمِرَ بِهٖ

آیت کریمہ میں ہے "كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا اَمَرَهٗ" ہرگز (شکر) نہیں (ادا کیا) اس کو جو حکم دیا تھا اس کو بجا نہیں لایا.... مجاہدؒ فرماتے ہیں لَمَّا يَقْضِ کے معنی ہیں جس بات کا حکم دیا گیا تھا وہ کسی نے پورا نہیں کیا۔

وقال ابن عباس: تَرْهَقُهَا: تَغْشَاهَا شِدَّةٌ

آیت کریمہ میں ہے "تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ" ان پر (غم کی) کدورت چھائی ہوگی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تَرْهَقُهَا کے معنی ہیں اس پر شدت اور سختی چھائی ہوگی۔

مُسْفِرَةٌ: مُشْرِقَةٌ

آیت کریمہ میں ہے "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ" بہت سے چہرے اس روز روشن ہوں گے فرماتے ہیں مسفرۃ کے معنی ہیں روشن، چمکدار۔

تَلَهّٰى: تَشَاغَلَ

آیت کریمہ میں ہے "فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى" آپ اس سے بے رخی برتتے ہیں.... تَلَهّٰى کے معنی

---

(۴۹) عمدۃ القاری: ۱۹/۲۶۸

ہیں: بے رخی برتنا، بے اعتنائی کرنا۔

۴۱۸ – باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ: «إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ». (التَّكْوِيرِ)

«انْكَدَرَتْ» /٢/: انْتَثَرَتْ.

قَالَ الحَسَنُ: «سُجِّرَتْ» /٦/: ذَهَبَ مَاؤُهَا فَلَا تَبْقَى قَطْرَةٌ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ: «المَسْجُورِ» /الطور: ٦/: المَمْلُوءِ، وَقَالَ غَيْرُهُ: «سُجِّرَتْ» أَفْضَى بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ، فَصَارَتْ بَحْرًا وَاحِدًا.

وَالخُنَّسُ: تَخْنِسُ فِي مَجْرَاهَا: تَرْجِعُ، وَتَكْنِسُ: تَسْتَتِرُ كَمَا تَكْنِسُ الظِّبَاءُ. «تَنَفَّسَ» /١٨/: ارْتَفَعَ النَّهَارُ. وَالظَّنِينُ: المُتَّهَمُ، وَالضَّنِينُ يَضَنُّ بِهِ.

وَقَالَ عُمَرُ: «النُّفُوسُ زُوِّجَتْ» /٧/: يُزَوَّجُ نَظِيرَهُ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ وَالنَّارِ، ثُمَّ قَرَأَ: «احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ» /الصافات: ٢٢/. «عَسْعَسَ» /١٧/: أَدْبَرَ.

اِنْكَدَرَتْ: اِنْتَثَرَتْ

آیت کریمہ میں ہے "وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ" اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے فرماتے ہیں اِنْكَدَرَتْ بمعنی اِنْتَثَرَتْ ہے یعنی بکھر جائیں گے، گر پڑیں گے۔

وَالْخُنَّسِ: تَخْنِسُ فِي مَجْرَاهَا: تَرْجِعُ، وَتَكْنِسُ، تَسْتَتِرُ كَمَا تَكْنِسُ الظِّبَاءُ

"فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ" فرماتے ہیں کہ خُنَّس کے معنی ہیں وہ ستارے جو پلٹ کر اپنے چلنے کے راستہ سے اپنی جگہ پر لوٹ آتے ہیں اور جوارسے سیدھے چلنے والے ستارے مراد ہیں اور کنس سے وہ ستارے مراد ہیں جو ہرنی کی طرح چھپ جاتے ہیں۔ تین صفات ستاروں کی مذکور ہیں یہ بقول کرمانی سبع سیارات ہیں اور بقول قسطلانی زحل، مشتری، مریخ، زھرہ اور عطارد مراد ہیں کہ کبھی تو مغرب سے مشرق کی طرف سیدھے چلتے ہیں کبھی پھر اسی راستے پر لوٹتے ہیں اور کبھی سورج کے پاس آکر کئی دن غائب رہتے ہیں جیسے ہرنی اپنی شانوں سے بنائے ہوئے گھر میں چھپ جاتی ہے (۵۰)

تَنَفَّسَ: اِرْتَفَعَ النَّهَارُ

آیت کریمہ میں ہے "وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ" اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے تنفس کے معنی ہیں دن چڑھ جانے۔

وَالظَّنِينُ: الْمُتَّهَمُ: وَالضَّنِينُ: يَضَنُّ بِهِ

(۵۰) ماخوذ از حاشیہ کتاب ۷۳۵ و تفسیر عثمانی ۷۸۰

"وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ" اس میں دو قراءتیں ہیں ایک قراءت ابن کثیر اور کسائی کی ہے "ظنین" بمعنی متہم، جس پر تہمت لگائی گئی ہو اور دوسری قراءت حمزہ اور عاصم کی ہے "بضنین" بمعنی بخیل۔

وقال عمر: اَلنُّفُوسُ زُوِّجَتْ: يُزَوَّجُ نَظِيرَهُ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، ثُمَّ قَرَأَ: اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ

آیت کریمہ میں ہے "وَاِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ" حضرت عمرؓ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ اہل جنت اور اہل جہنم میں سے ہر آدمی کو اس کے ہم مثل سے جوڑ دیا جائے گا، پھر آپ نے سورہ صافات کی یہ آیت تلاوت فرمائی "اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ" (ملائکہ کو حکم ہوگا) جمع کرلو ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو۔

عَسْعَسَ: اَدْبَرَ

آیت کریمہ میں ہے "وَاللَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ" اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے عَسْعَسَ بمعنی اَدْبَرَ ہے: واپس جانے لگے، پیٹھ پھیر کر جانے لگے۔

٤١٩ - باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ: «إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ». (الِانْفِطَارِ)

انْفِطَارُهَا: انْشِقَاقُهَا.

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: «بُعْثِرَتْ» /٤/: يَخْرُجُ مَنْ فِيهَا مِنَ الْأَمْوَاتِ.

وَقَالَ الرَّبِيعُ بْنُ خُثَيْمٍ: «فُجِّرَتْ» /٣/: فَاضَتْ.

وَقَرَأَ الْأَعْمَشُ وَعَاصِمٌ: «فَعَدَلَكَ» /٧/: بِالتَّخْفِيفِ، وَقَرَأَهُ أَهْلُ الْحِجَازِ بِالتَّشْدِيدِ، وَأَرَادَ: مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ، وَمَنْ خَفَّفَ يَعْنِي: «فِي أَيِّ صُورَةٍ» /٨/: شَاءَ: إِمَّا حَسَنٌ، وَإِمَّا قَبِيحٌ، وَطَوِيلٌ أَوْ قَصِيرٌ.

فُجِّرَتْ: فَاضَتْ

آیت کریمہ میں ہے "وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ" اور جب سب دریا بہہ پڑیں گے .... فُجِّرَتْ کے معنی ہیں فَاضَتْ: بہنا۔

اَلَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِيْ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ

اعمش اور عاصم نے "فعدلک" تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور اھل حجاز اس کو "فعدّلک" تشدید کے ساتھ پڑھتے ہیں، وہ اس سے خلقت میں اعتدال مراد لیتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے انسان کے اعضاء برابر برابر بنائے ہیں، یہ نہیں کہ ایک ہاتھ لمبا ہو دوسرا چھوٹا اور جن حضرات نے تخفیف دال کے ساتھ پڑھا ہے، وہ مراد لیتے ہیں کہ اللہ نے جس صورت میں چاہا تجھے بنادیا، خوبصورت یا بدصورت، لمبا یا چھوٹا

لیکن "ومن خفف" کا عطف اگر "اراد" کے فاعل پر کیا جائے تو دونوں صورتوں میں معتدل الخلق ہی مراد ہوگا یعنی جنہوں نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے انہوں نے بھی اور جنہوں نے تخفیف کے ساتھ پڑھا انہوں نے بھی معتدل الخلق کے معنی مراد لیئے ہیں اور اس کی گنجائش اس لئے ہے کہ عدّل اور عدل بالتشدید و التخفیف دونوں ہم معنی بھی آتے ہیں آگے یعنی "فِی اَیِّ صُوْرَۃٍ مَاشَاءَ رَکَّبَکَ" سے مقصود یہ ہے کہ سب کی صورتوں میں تھوڑا بہت فرق رکھا، کوئی خوبصورت ہے کوئی بدصورت، کوئی لمبا ہے تو کوئی پستہ قد لیکن بحیثیت مجموعی انسان کی صورت کو تمام جانوروں کی صورت سے بہتر بنایا۔

٤٢٠ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ» . (الْمُطَفِّفِينَ)

وَقالَ مُجاهِدٌ : «رَانَ» /١٤/ : ثَبْتُ الخَطَايَا . «ثُوِّبَ» /٣٦/ : جُوزِيَ .

وَقالَ غَيْرُهُ : الْمُطَفِّفُ لَا يُوَفِّي غَيْرَهُ . الرَّحِيقُ : الْخَمْرُ . «خِتَامُهُ مِسْكٌ» /٢٦/ : طِينَتُهُ . التَّسْنِيمُ : يَعْلُو شَرَابَ أَهْلِ الجَنَّةِ . «يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ» /٦/ .

٤٦٥٤ : حدّثنا إبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا مَعْنٌ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ : «يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ» . حَتَّى يَغِيبَ أَحَدُهُمْ فِي رَشْحِهِ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ» . [٦١٦٦]

رَانَ: ثَبْتَ الْخَطَايَا

آیت کریمہ میں ہے "کَلَّابَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَاکَانُوْا یَکْسِبُوْنَ" ہرگز ایسا نہیں (یعنی منکرین قیامت کے پاس کوئی دلیل نہیں) بلکہ (اصل وجہ تکذیب کی یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر ان کے اعمال بد کا زنگ بیٹھ گیا ہے.... فرماتے ہیں رَانَ کے معنی ہیں: گناہوں کا جم جانا۔

(۴۶۵۴) واخرجہ ایضاً فی کتاب الرقاق، قولہ تعالٰی: الا یظن اولئک انھم مبعوثون لیوم عظیم، رقم: ۶۵۳۱، و اخرجہ مسلم فی الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، رقم الحدیث: ۲۸۶۲

ثُوِّبَ: جُوْزِيَ

آیت کریمہ میں ہے "هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ" واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلہ ملا۔ فرماتے ہیں ثُوِّبَ کے معنی ہیں جُوْزِيَ: ان کو جزا دی گئی۔

وقال غیرہ: اَلْمُطَفِّفُ: لَا يُوَفِّي غَيْرَهُ

"وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِيْنَ" بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے، مجاہد کے غیر فرماتے ہیں مُطَفِّف کے معنی ہیں: جو اپنے غیر کو پورا تول کر نہ دے۔

٤٢١ – باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ: «إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ». (الإِنْشِقَاقِ)

قَالَ مُجَاهِدٌ: «كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ» /الحاقة: ٢٥/: أَخْذُ كِتَابَهُ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ. «أَذِنَتْ» /٢، ٥/: سَمِعَتْ وَأَطَاعَتْ «لِرَبِّهَا». «وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا» مِنَ الْمَوْتَى «وَتَخَلَّتْ» /٤/: عَنْهُمْ. «وَسَقَ» /١٧/: جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ. «ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ» /١٤/: لَا يَرْجِعَ إِلَيْنَا.

وَسَقَ: جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ

آیت کریمہ میں ہے "وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ" اور قسم ہے رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ لیتی ہے.... فرماتے ہیں وسق کے معنی ہیں: رات چوپائے وغیرہ کو جمع کرلیتی ہے کہ رات میں سب اپنے اپنے ٹھکانوں میں جمع ہوجاتے ہیں۔

ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَحُوْرَ: اَنْ لَا يَرْجِعَ اِلَيْنَا

آیت میں ہے "اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ" اس نے یہ خیال کر رکھا تھا کہ اس کو (خدا کی طرف) لوٹنا نہیں ہے.... فرماتے ہیں لَنْ يَحُوْرَ کے معنی ہیں وہ ہرگز ہماری طرف نہیں لوٹے گا۔

قال مجاهد: كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ: يَأْخُذُ كِتَابَهُ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ

دو آیات ہیں، ایک آیت میں ہے "فَمَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهٗ بِشِمَالِهِ" اور دوسری آیت میں ہے "وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتَابَهٗ وَرَاءَ ظَهْرِهِ" حضرت مجاہد نے دونوں کو یہاں جمع کردیا یعنی وہ اپنے اعمال نامے کو بائیں ہاتھ میں لے گا اور پشت کی طرف سے لے گا (کیونکہ کافر کا ہاتھ پشت کی طرف نکال دیا جائے گا)۔

٤٢٢ – باب: «فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا» /٨/.

٤٦٥٥: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ

أَبِي مُلَيْكَةَ : سَمِعْتُ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ .

حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ عائِشَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

حدّثنا مُسَدَّدٌ ، عَنْ يَحْيَىٰ ، عَنْ أَبِي يُونُسَ حاتِمِ بْنِ أَبِي صَغِيرَةَ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (لَيْسَ أَحَدٌ يُحَاسَبُ إِلَّا هَلَكَ) . قالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، جَعَلَنِي ٱللهُ فِدَاءَكَ ، أَلَيْسَ يَقُولُ ٱللهُ عَزَّ وَجَلَّ : «فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا» . قالَ : «ذَاكَ الْعَرْضُ يُعْرَضُونَ ، وَمَنْ نُوقِشَ ٱلْحِسَابَ هَلَكَ» . [ر : ١٠٣]

٤٢٣ – باب : «لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ» /١٩/ .

٤٦٥٦ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ النَّضْرِ : أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ جَعْفَرُ بْنُ إِيَاسٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ قالَ . قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : «لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ» . حالاً بَعْدَ حالٍ ، قالَ هٰذَا نَبِيُّكُمْ ﷺ .

٤٢٤ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الْبُرُوجِ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «الْأُخْدُودِ» /٤/ : شَقٌّ فِي الْأَرْضِ . «فَتَنُوا» /١٠/ : عَذَّبُوا .

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى : «الْوَدُودُ» /١٤/ : الْحَبِيبُ . «الْمَجِيدُ» /١٥/ : الْكَرِيمُ .

وقال مجاهد: اَلْاُخْدُوْدِ: شَقٌّ فِی الْاَرْضِ

آیت کریمہ میں ہے "قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ" خندق والے مارے گئے.... مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اخدود زمین میں گڑھے اور خندق کو کہتے ہیں۔

فَتَنُوْا: عَذَّبُوْا

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ" بے شک جن لوگوں نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو عذاب دیا پھر انہوں نے توبہ نہیں کی تو ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے.... فرماتے ہیں فَتَنُوْا کے معنی ہیں: انہوں نے عذاب دیا، تکلیف پہنچائی۔

٤٢٥ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ الطَّارِقِ .

هُوَ النَّجْمُ ، وَمَا أَتَاكَ لَيْلاً فَهُوَ طَارِقٌ . «النَّجْمُ الثَّاقِبُ» /٣/ : الْمُضِيءُ ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «الثَّاقِبُ» الَّذِي يَتَوَهَّجُ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «ذَاتِ الرَّجْعِ» /١١/ : سَحَابٌ يَرْجِعُ بِالْمَطَرِ . «ذَاتِ الصَّدْعِ» /١٢/ : تَتَصَدَّعُ بِالنَّبَاتِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «لَقَوْلٌ فَصْلٌ» /١٣/ : لَحَقٌّ . «لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ» /٤/ : إِلَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ .

وقال مجاهد : ذَاتِ الرَّجْعِ : سَحَابٌ يَرْجِعُ بِالْمَطَرِ، ذَاتِ الصَّدْعِ : اَلْاَرْضُ تَتَصَدَّعُ بِالنَّبَاتِ

آیت کریمہ میں ہے "وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ " قسم ہے بارش برسانے والے آسمان کی اور قسم ہے زمین کی جو (بیج نکلتے وقت) پھٹ جاتی ہے .... مجاہدؒ فرماتے ہیں الرجع سے بادل مراد ہے جو بارش کو لوٹاتا رہتا ہے اور ذَاتِ الصَّدْعِ سے مراد زمین ہے جو بیج نکلتے وقت پھٹ جاتی ہے۔

٤٢٦ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى» . (الْأَعْلَى)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «قَدَّرَ فَهَدَى» /٣/ : قَدَّرَ لِلْإِنْسَانِ الشَّقَاءَ وَالسَّعَادَةَ ، وَهَدَى الْأَنْعَامَ لِمَرَاتِعِهَا . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «غُثَاءً أَحْوَى» /٥/ : هَشِيمًا مُتَغَيِّرًا .

٤٦٥٧ : حدّثنا عَبْدَانُ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : أَوَّلُ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ ، فَجَعَلَا يُقْرِئَانِنَا الْقُرْآنَ ، ثُمَّ جَاءَ عَمَّارٌ وَبِلَالٌ وَسَعْدٌ ، ثُمَّ جاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي عِشْرِينَ ، ثُمَّ جاءَ النَّبِيُّ ﷺ ، فَمَا رَأَيْتُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَرِحُوا بِشَيْءٍ فَرَحَهُمْ بِهِ ، حَتَّى رَأَيْتُ الْوَلَائِدَ وَالصِّبْيَانَ يَقُولُونَ : هٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ قَدْ جاءَ ، فَمَا جَاءَ حَتَّى قَرَأْتُ : «سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى» . فِي سُوَرٍ مِثْلِهَا . [ر : ٣٧٠٩]

٤٢٧ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ» . (الْغَاشِيَة)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ» /٣/ : النَّصَارَى .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «عَيْنٍ آنِيَةٍ» /٥/ : بَلَغَ إِنَاهَا وَحَانَ شُرْبُهَا . «حَمِيمٍ آنٍ» /الرحمن : ٤٤/ : بَلَغَ إِنَاهُ . «لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً» /١١/ : شَتْمًا .

وَيُقَالُ : الضَّرِيعُ : نَبْتٌ يُقَالُ لَهُ الشِّبْرِقُ ، يُسَمِّيهِ أَهْلُ الْحِجَازِ الضَّرِيعَ إِذَا يَبِسَ ، وَهُوَ سُمٌّ . «بِمُسَيْطِرٍ» /٢٢/ : بِمُسَلَّطٍ ، وَيُقْرَأُ بِالصَّادِ وَالسِّينِ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «إِيَابَهُمْ» /٢٥/ : مَرْجِعَهُمْ .

وقال ابن عباس: عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ: اَلنَّصَارىٰ

آیت کریمہ میں ہے "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ" بہت سے چہرے اس روز ذلیل (اور) محنت کرنے والے تھکے ہوں گے .... حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں عاملة ناصبة سے مراد نصاری ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"یعنی آخرت میں مصیبتیں جھیلنے والے اور مصیبت جھیلنے کی وجہ سے خستہ و درماندہ، اور بعض نے کہا "عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ" سے دنیا کا حال مراد ہے یعنی کتنے لوگ ہیں جو دنیا میں محنتیں کرتے کرتے تھک جاتے ہیں مگر ان کی سب محنتیں طریق حق پر نہ ہونے کی وجہ سے سب اکارت ہیں، یہاں بھی تکلیفیں اٹھائیں اور وہاں بھی مصیبت میں رہے۔"

وقال مجاهد: عَيْنٍ آنِيَةٍ: بَلَغَ اِنَاهَا، وَحَانَ شُرْبُهَا، حَمِيْمٍ آنٍ: بَلَغَ اِنَاهُ

آیت کریمہ میں ہے "تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ آنِيَةٍ" اور کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے.... مجاہدؒ فرماتے ہیں عَيْنٍ آنِيَةٍ کے معنی ہیں بلغ اناها: یعنی اس کی گرمی انتہا کو پہنچ گئی اور اس کے پینے کا وقت آپہنچا۔ سورۂ رحمن کی آیت "حَمِيْمٍ آنٍ" کے بھی یہی معنی ہیں کہ اس کی گرمی حد کو پہنچ گئی۔

لَا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً: شَتْمًا

اس جنت میں کوئی لغو بات نہیں سنیں گے.... فرماتے ہیں لاغیة سے گالی گلوچ مراد ہے۔

اَلضَّرِيْعُ: نَبْتٌ يُقَالُ لَهُ: الشِّبْرِقُ، يُسَمِّيْهِ اَهْلُ الْحِجَازِ الضَّرِيْعَ، اِذَا يَبِسَ وَهُوَ سُمٌّ

آیت کریمہ میں ہے "لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ" اور ان کو بجز ایک خاردار جھاڑ کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا.... فرماتے ہیں ضریع ایک گھاس ہے جس کو شِبْرِق کہتے ہیں یہ گھاس جب خشک ہوجاتی ہے تو اہل حجاز اس کو ضریع سے موسوم کرتے ہیں اور یہ زہر ہے۔

بِمُسَيْطِرٍ: بِمُسَلَّطٍ، وَيُقْرَأُ بِالصَّادِ وَالسِّيْنِ

آیت کریمہ میں ہے "لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ" آپ ان پر مسلط نہیں ہیں فرماتے ہیں مصیطر کے معنی ہیں مسلط اور یہ صاد اور سین دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

وقال ابن عباس: إِيَابَهُمْ: مَرْجِعَهُمْ

آیت کریمہ میں ہے "إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ" ہمارے ہی پاس ان کا لوٹنا ہوگا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں إِيَابَهُمْ بمعنی مَرْجِعَهُمْ ہے یعنی ان کا لوٹنا، ان کی واپسی۔

٤٢٨ – باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ: «وَالْفَجْرِ». (الْفَجْرِ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: «الْوَتْرِ» /٣/: اللهُ. «إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ» /٧/: يَعْنِي الْقَدِيمَةَ، وَالْعِمَادُ أَهْلُ عَمُودٍ لَا يُقِيمُونَ. «سَوْطَ عَذَابٍ» /١٣/: الَّذِي عُذِّبُوا بِهِ. «أَكْلًا لَمًّا» /١٩/: السَّفُّ. وَ «جَمًّا» /٢٠/: الْكَثِيرُ.

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: كُلُّ شَيْءٍ خَلَقَهُ فَهُوَ شَفْعٌ، السَّمَاءُ شَفْعٌ، وَالْوَتْرُ: اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى.

وَقَالَ غَيْرُهُ: «سَوْطَ عَذَابٍ» /١٣/: كَلِمَةٌ تَقُولُهَا الْعَرَبُ لِكُلِّ نَوْعٍ مِنَ الْعَذَابِ يَدْخُلُ فِيهِ السَّوْطُ. «لَبِالْمِرْصَادِ» /١٤/: إِلَيْهِ الْمَصِيرُ. «تَحَاضُّونَ» /١٨/: تُحَافِظُونَ، وَ «تَحُضُّونَ» تَأْمُرُونَ بِإِطْعَامِهِ. «الْمُطْمَئِنَّةُ» /٢٧/: الْمُصَدِّقَةُ بِالثَّوَابِ.

وَقَالَ الْحَسَنُ: «يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ»: إِذَا أَرَادَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ قَبْضَهَا اطْمَأَنَّتْ إِلَى اللهِ وَاطْمَأَنَّ اللهُ إِلَيْهَا، وَرَضِيَتْ عَنِ اللهِ وَرَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَأَمَرَ بِقَبْضِ رُوحِهَا، وَأَدْخَلَهَا اللهُ الْجَنَّةَ، وَجَعَلَهُ مِنْ عِبَادِهِ الصَّالِحِينَ.

وَقَالَ غَيْرُهُ: «جَابُوا» /٩/: نَقَبُوا، مِنْ جِيبَ الْقَمِيصُ: قُطِعَ لَهُ جَيْبٌ، يَجُوبُ الْفَلَاةَ يَقْطَعُهَا. «لَمًّا» /١٩/: لَمَمْتُهُ أَجْمَعَ: أَتَيْتُ عَلَى آخِرِهِ.

وقال مجاهد: اَلْوَتْرُ: اللهُ

"وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ: اَلْوِتْرُ هُوَ فِي اللغة: اَلْفَرْدُ، وَمِنَ الْعَدَدِ: مَا لَيْسَ بِشَفْعٍ- اَىْ زَوْجٍ- وَمِنْهُ صَلَاةُ الْوِتْرِ، وهو من اسماء الله تعالى، وهو الفذ الفرد جل جلاله، ويطلق على يوم عرفة. وقرأ حمزة وعلى بكسر الواو، وقرأ غيرهما بفتحها

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ: یَعْنِی الْقَدِیْمَةَ، وَالْعِمَادُ اَهْلُ عَمُوْدٍ لَا یُقِیْمُوْنَ

"اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ، اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ" قوم عاد کی دو قسمیں ہیں ایک عاد اولیٰ اور دوسری عاد آخرہ، یہاں آیت میں "ارم" کو جو عاد کے لئے عطف بیان کے طور پر ذکر فرمایا ہے یہ اس بات کو بتانے کے لئے ہے کہ یہاں عاد سے عاد اولیٰ اور عاد قدیمہ مراد ہے، آگے فرماتے ہیں کہ عماد عمود والوں کو کہتے ہیں، عمود ستون کو کہتے ہیں یہاں اس سے خیمے مراد ہیں کہ وہ اھل خیام تھے، خیموں میں رہتے تھے جن میں عمود کا استعمال ہوتا ہے۔

سَوْطَ عَذَابٍ: اَلَّذِیْ عُذِّبُوْا بِهٖ

آیت کریمہ میں ہے "فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّکَ سَوْطَ عَذَابٍ" پس آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا.... فرماتے ہیں سَوْطَ عَذَابٍ سے وہ چیز مراد ہے جس سے ان کو عذاب دیا گیا۔

اَکْلًا لَّمًّا: اَلسَّفُّ

"وَتَاْکُلُوْنَ التُّرَاثَ اَکْلًا لَّمًّا" فرماتے ہیں "اَکْلًا لَّمًّا" کے معنی ہیں: پھانک جانا، سمیٹ کر کھا جانا، کہتے ہیں "لَمَمْتُهٗ اَجْمَعَ: اَتَیْتُ عَلٰی آخِرِهٖ" میں اس کے آخر تک پہنچ گیا، آگیا۔

لَبِالْمِرْصَادِ: اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ" بے شک آپ کا رب (نافرمانوں کی) گھات میں ہے۔ فرماتے ہیں لَبِالْمِرْصَادِ کے معنی ہیں: یعنی اللہ کی طرف سب کو پھر جانا ہے۔

تَحَاضُّوْنَ: تُحَافِظُوْنَ، وَتَحُضُّوْنَ: تَاْمُرُوْنَ بِاِطْعَامِهٖ

آیت کریمہ میں ہے "وَلَا تَحَاضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ" اور تم دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے ہو، فرماتے ہیں تَحَاضُّوْنَ بمعنی: تُحَافِظُوْنَ ہے یعنی مسکین کو کھانا دینے کی حفاظت نہیں کرتے ہو اور دوسری قراءت تَحُضُّوْنَ کی ہے یعنی تم کھلانے کا حکم نہیں دیتے ہو۔

اَلْمُطْمَئِنَّةَ: اَلْمُصَدِّقَةُ بِالثَّوَابِ

آیت کریمہ میں ہے "یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً" اے اطمینان والی روح! تو اپنے پروردگار (کے جوار رحمت) کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش.... فرماتے ہیں المطمئنة کے معنی ہیں اللہ کے ثواب پر یقین رکھنے والا اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں نفس مطمئنہ وہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اس کو بلانا چاہے تو وہ اللہ کی طرف مطمئن ہو اور اللہ کو

اس کی طرف سے اطمینان ہو۔ وہ اللہ سے راضی اور خوش اور اللہ اس سے راضی اور خوش ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسے نفس کی روح کو قبض کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اس کو جنت میں داخل کرتے ہیں اور اس کو اپنے نیک بندوں میں سے بنالیتے ہیں۔

وقال غیرہ: جَابُوْا: نَقَبُوْا، مِنْ جِیْبَ الْقَمِیْصُ، قُطِعَ لَہُ جَیْبٌ، یَجُوْبُ الْفَلَاۃَ: یَقْطَعُھَا

آیت کریمہ میں ہے "وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ" اور قوم ثمود کے ساتھ (کیا معاملہ کیا) جو وادی قری میں (پہاڑ کے) پتھر تراشا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں آیت کریمہ میں جابوا بمعنی نقبوا ہے یعنی سوراخ کرتے تھے، چھیدتے تھے، جَابُوْا.... جِیْبَ الْقَمِیْصُ سے ماخوذ ہے، جب کاٹ کر قمیص میں جیب لگائی جائے، کہتے ہیں: یَجُوْبُ الْفَلَاۃَ: وہ جنگل قطع کررہا ہے۔

٤٢٩ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «لَا أُقْسِمُ». (الْبَلَدِ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «وَأَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ» /٢/ : مَكَّةَ ، لَيْسَ عَلَيْكَ ما عَلَى النَّاسِ فِيهِ مِنَ الْإِثْمِ . «وَوَالِدٍ» آدَمَ «وما وَلَدَ» /٣/ . «لُبَدًا» /٦/ : كَثِيرًا . وَ «النَّجْدَيْنِ» /١٠/ : الْخَيْرَ وَالشَّرَّ . «مَسْغَبَةٍ» /١٤/ : مَجَاعَةٍ . «مَتْرَبَةٍ» /١٦/ : السَّاقِطُ فِي التُّرَابِ ، يُقَالُ : «فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ» /١١/ : فَلَمْ يَقْتَحِمِ الْعَقَبَةَ فِي الدُّنْيَا ، ثُمَّ فَسَّرَ الْعَقَبَةَ فَقَالَ : «وَما أَدْرَاكَ ما الْعَقَبَةُ . فَكُّ رَقَبَةٍ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ» /١٢ – ١٤/ .

وقال مجاهد: بِهٰذَا الْبَلَدِ: مَكَّةَ، لَيْسَ عَلَيْكَ مَا عَلَى النَّاسِ فِيْهِ مِنَ الْاِثْمِ

آیت کریمہ میں ہے "لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ" میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی اور آپ کے لئے اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے.... مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ بھذا البلد سے مراد مکہ ہے یعنی آپ پر (قتال کو حلال کرنے میں) گناہ نہیں ہے جو دوسرے لوگوں پر اس میں گناہ ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"مکہ میں ہر شخص کو لڑائی کی ممانعت ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف فتح مکہ کے دن یہ ممانعت نہیں رہی تھی، جو کوئی آپ سے لڑا، اس کو مارا اور بعض سنگین مجرموں کو خاص کعبہ کی دیوار کے پاس قتل کیا گیا، پھر اس دن کے بعد سے وہی ممانعت قیامت تک کے لئے قائم ہوگئی، چونکہ اس آیت میں مکہ کی قسم کھا کر ان شدائد اور سختیوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں سے انسان کو گزرنا پڑتا ہے اور اس وقت دنیا کا بزرگ ترین انسان اسی شہر مکہ میں دشمنوں کی طرف سے زہرہ گداز سختیاں

جھیل رہا تھا، اس لئے درمیان میں بطور جملہ معترضہ "وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ" فرما کر تسلی کردی کہ اگرچہ آج آپ کا احترام اس شہر کے جاہلوں میں نہیں ہے لیکن ایک وقت آیا چاہتا ہے جب آپ کا اسی شہر میں فاتحانہ داخلہ ہوگا اور اس مقدس مقام کی ابدی تطہیر و تقدیس کے لئے مجرموں کو سزا دینے کی بھی آپ کو اجازت ہوگی۔

تنبیہ بعض نے "وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ" کے معنی "وَاَنْتَ نَازِلٌ" کے لئے ہیں یعنی میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں بحالیکہ آپ اس شہر میں پیدا کئے گئے اور قیام پذیر ہوئے۔"

وَوَالِدٍ: آدَمَ، وَمَا وَلَدَ

آیت کریمہ میں ہے "وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ" قسم ہے باپ کی اور اولاد کی.... فرماتے ہیں وَالِدٍ سے حضرت آدم علیہ السلام اور وَمَا وَلَدَ سے ان کی اولاد مراد ہے۔

لُبَدًا: كَثِيْرًا

آیت کریمہ میں ہے "يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا" کہتا ہے میں نے مال وافر خرچ کر ڈالا.... لبدا بمعنی کثیرا ہے یعنی بہت سارا مال۔

اَلنَّجْدَيْنِ: اَلْخَيْرَ وَالشَّرَّ

آیت کریمہ میں ہے "وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ" اور اس کو دونوں راستے خیر و شر کے بتلا دیئے۔ نجدین کے معنی ہیں: خیر و شر۔

مَسْغَبَةٍ: مَجَاعَةٍ

آیت کریمہ میں ہے "اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ" یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن .... فرماتے ہیں مَسْغَبَةٍ بمعنی مَجَاعَةٍ ہے یعنی فاقہ، بھوک۔

مَتْرَبَةٍ: اَلسَّاقِطُ فِي التُّرَابِ

آیت کریمہ میں ہے "اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ" یا کسی خاک نشین محتاج کو کھانا کھلانا، فرماتے ہیں متربۃ کے معنی ہیں ایسی محتاجی جو مٹی میں گرادے۔

يقال: فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ: فَلَمْ يَقْتَحِمِ الْعَقَبَةَ فِي الدُّنْيَا

آیت کریمہ میں ہے "فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ" مگر وہ شخص دین کی گھاٹی میں سے ہو کر نہیں نکلا (دین کے کاموں یعنی طاعات و عبادات کو اس لئے گھاٹی کہا کہ نفس پر شاق ہے) فرماتے ہیں فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ

کے معنی ہیں: اس نے دنیا میں گھاٹی نہیں پھاندی۔

٤٣٠ - باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ: «وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا». (الشَّمْسِ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: ضُحَاهَا: ضَوْؤُهَا. «إِذَا تَلَاهَا» /٢/: تَبِعَهَا. وَ «طَحَاهَا» /٦/: دَحَاهَا. «دَسَّاهَا» /١٠/: أَغْوَاهَا. «فَأَلْهَمَهَا» /٨/: عَرَّفَهَا الشَّقَاءَ وَالسَّعَادَةَ. «بِطَغْوَاهَا» /١١/: بِمَعَاصِيهَا. «وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا» /١٥/: عُقْبَى أَحَدٍ.

٤٦٥٨: حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ: أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَمْعَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ، وَذَكَرَ النَّاقَةَ وَالَّذِي عَقَرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: («إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا»: انْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَزِيزٌ عَارِمٌ، مَنِيعٌ فِي رَهْطِهِ، مِثْلُ أَبِي زَمْعَةَ). وَذَكَرَ النِّسَاءَ فَقَالَ: (يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ يَجْلِدُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ، فَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ). ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِي ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ، وَقَالَ: (لِمَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ).

وَقَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَمْعَةَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: (مِثْلُ أَبِي زَمْعَةَ عَمِّ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ). [ر: ٣١٩٧]

وقال مجاهد: بِطَغْوَاهَا: بِمَعَاصِيهَا

آیت کریمہ میں ہے "كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوَاهَا" قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب (صالح کی) تکذیب کی.... مجاہدؒ نے فرمایا کہ طَغْوَاهَا سے گناہ مراد ہیں۔

وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا: عُقْبَىٰ اَحَدٍ

اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے انجام میں کسی خرابی کا (کسی سے) اندیشہ نہیں ہوا عقباھا کی تفسیر میں فرماتے ہیں عُقْبَىٰ اَحَدٍ یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی کے انجام سے اندیشہ نہیں کہ کوئی اس سے بدلہ لے گا۔

٤٣١ - باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ: «وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى». (اللَّيْلِ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى» /٩/: بِالْخَلَفِ.

آیت کریمہ میں ہے "وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى" اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام) کو جھٹلایا، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حُسْنٰی سے انجام اور اعمال کا بدلہ و ثواب مراد ہے۔

(عارم) جبار صعب، ومفسد خبيث، وجاهل شرس شديد. (رهطه) قومه. (يضاجعها) يطؤها

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «تردّى» /١١/ : ماتَ . وَ «تَلَظَّى» /١٤/ : تَوَهَّجُ ، وَقَرَأَ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ : «تَتَلَظَّى» .

آیت کریمہ میں ہے "مَايُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى" اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ ہلاک ہونے لگے گا.... تَرَدّٰی کے معنی ہیں ہلاک ہوا مرا۔

تَلَظّٰی: تَوَهَّجَ

آیت کریمہ میں ہے "فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى" میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں۔ تَلَظّٰی بمعنی تَوَهَّجَ ہے یعنی بھڑکنا۔

٤٣٢ – باب : «وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى» /٢/ .

٤٦٥٩ : حدّثنا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ : دَخَلْتُ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللهِ الشَّأْمَ ، فَسَمِعَ بِنَا أَبُو الدَّرْدَاءِ فَأَتَانَا ، فَقَالَ : أَفِيكُمْ مَنْ يَقْرَأُ ؟ فَقُلْنَا : نَعَمْ . قَالَ : فَأَيُّكُمْ أَقْرَأُ ؟ فَأَشَارُوا إِلَيَّ ، فَقَالَ : اقْرَأْ ، فَقَرَأْتُ : «وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى . وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى . وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى» . قَالَ : أَنْتَ سَمِعْتَهَا مِنْ فِي صَاحِبِكَ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : وَأَنَا سَمِعْتُهَا مِنْ فِي النَّبِيِّ ﷺ ، وَهٰؤُلَاءِ يَأْبَوْنَ عَلَيْنَا .[٤٦٦٠]

٤٣٣ – باب : «وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى» /٣/ .

٤٦٦٠ : حدّثنا عُمَرُ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : قَدِمَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ عَلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ ، فَطَلَبَهُمْ فَوَجَدَهُمْ ، فَقَالَ : أَيُّكُمْ يَقْرَأُ عَلَى قِرَاءَةِ عَبْدِ اللهِ ؟ قَالَ : كُلُّنَا ، قَالَ : فَأَيُّكُمْ أَحْفَظُ ؟ فَأَشَارُوا إِلَى عَلْقَمَةَ ، قَالَ : كَيْفَ سَمِعْتَهُ يَقْرَأُ : «وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى» . قَالَ عَلْقَمَةُ : «وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى» . قَالَ : أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ هٰكَذَا ، وَهٰؤُلَاءِ يُرِيدُونَنِي عَلَى أَنْ أَقْرَأَ : «وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى» . وَاللهِ لَا أُتَابِعُهُمْ . [ر : ٤٦٥٩]

(٤٦٥٩) وایضاً باب وما خلق الذکر و الانثیٰ، رقم الحدیث: ٤٦٦٠، و اخرجه مسلم فی الصلوة، باب مایتعلق بالقرات، رقم الحدیث: ٨٢٤

و اخرجه الترمذی فی القراءة، باب من سورة اللیل، رقم الحدیث: ٢٩٣٩، و اخرجه النسائی فی السنن الکبریٰ فی التفسیر، باب سورة اللیل، رقم الحدیث: ١١٦٧٦/١

"والذکر والانثیٰ" یہ قراءت منسوخ ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ دونوں کو نسخ کا علم نہیں ہوا تھا اس لئے وہ دونوں "الذکر والانثیٰ" پڑھتے تھے (۵۱)۔

٤٣٤ – باب : قَوْلُهُ : «فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى» /٥/ .

٤٦٦١ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ فِي جِنَازَةٍ ، فَقَالَ : (ما مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ ، إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ الجَنَّةِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ) . فَقَالُوا : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَفَلَا نَتَّكِلُ ؟ فَقَالَ : (اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ . ثُمَّ قَرَأَ : «فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى . وَصَدَّقَ بِالحُسْنَى – إِلَى قَوْلِهِ – لِلْعُسْرَى») . [ر ١٢٩٦]

٤٣٥ – باب : قَوْلِهِ : «وَصَدَّقَ بِالحُسْنَى» /٦/ .

٤٦٦٢ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا قُعُودًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَذَكَرَ الحَدِيثَ . [ر : ١٢٩٦]

٤٣٦ – باب : «فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى» /٧/ .

٤٦٦٣ : حدّثنا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ كَانَ فِي جِنَازَةٍ ، فَأَخَذَ عُودًا يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ ، فَقَالَ : (ما مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ أَوْ مِنَ الجَنَّةِ) . قالُوا : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَفَلَا نَتَّكِلُ ؟ قَالَ : (اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ . «فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى . وَصَدَّقَ بِالحُسْنَى») . الآيَةَ .

قَالَ شُعْبَةُ : وَحَدَّثَنِي بِهِ مَنْصُورٌ ، فَلَمْ أُنْكِرْهُ مِنْ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ . [ر : ١٢٩٦]

٤٣٧ – باب : «وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى» /٨/ .

٤٦٦٤ : حدّثنا يَحْيَى : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ : كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : (ما مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ الجَنَّةِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ) . فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ ، أَفَلَا نَتَّكِلُ ؟

(۵۱) فتح الباری: ۸/۶۰۷

قالَ : (لَا ، اَعْمَلُوا فكلٌّ مُيَسَّرٌ. ثمّ قَرَأَ : «فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى - إِلَى قَوْلِهِ - فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى»). [ر : ۱۲۹٦]

٤٣٨ - باب : قَوْلُهُ : «وَكَذَّبَ بِالحُسْنَى» /۹/.

٤٦٦٥ : حدّثنا عُثْمانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّهُ عَنْهُ قالَ : كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ ، فَأَتَانَا رَسُولُ اللّهِ ﷺ ، فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ ، وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ ، فَنَكَّسَ ، فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ ، ثُمَّ قالَ : (ما مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ ، وَما مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ ، إِلَّا كُتِبَ مَكانُهَا مِنَ الجَنَّةِ وَالنَّارِ ، وَإِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيدَةً). قالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللّهِ ، أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ ، فَمَنْ كانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى أَهْلِ السَّعَادَةِ ، وَمَنْ كانَ مِنَّا مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ ؟ قالَ : (أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ ، وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاءِ. ثُمَّ قَرَأَ : «فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى. وَصَدَّقَ بِالحُسْنَى»). الآيَةَ. [ر : ۱۲۹٦]

٤٣٩ - باب : «فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى» /۱۰/.

٤٦٦٦ : حدّثنا آدَمُ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الأَعْمَشِ قالَ : سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّهُ عَنْهُ قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي جَنَازَةٍ ، فَأَخَذَ شَيْئًا فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِهِ الأَرْضَ ، فَقَالَ : (ما مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ ، إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ وَمَقْعَدُهُ مِنَ الجَنَّةِ). قالُوا : يَا رَسُولَ اللّهِ ، أَفَلَا نَتَّكِلُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ ؟ قالَ : (اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ ، أَمَّا مَنْ كانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ ، وَأَمَّا مَنْ كانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاءِ فَيُيَسَّرُ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ. ثُمَّ قَرَأَ : «فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى. وَصَدَّقَ بِالحُسْنَى»). الآيَةَ. [ر : ۱۲۹٦]

الا وقد كُتِبَ مَقْعَدُهُ من النَّارِ وَمَقْعَدُهُ من الجَنَّةِ

بعض حضرات نے "وَمَقْعَدُه من الجنة" کے واؤ کو "او" کے معنی میں لیا ہے اور بعض روایات میں "أو" موجود بھی ہے ، مطلب یہ ہے کہ یا جنت میں اس کا ٹھکانا لکھا ہوا ہے یا دوزخ میں ، ایسا نہیں کہ دونوں جگہ ہے ۔

لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ بعض روایات میں صاف صاف اس کی صراحت موجود ہے کہ ہر آدمی کا ٹھکانہ دوزخ اور جنت دونوں میں ہوتا ہے (۵۲) اب یہ اور بات ہے کہ اسے اگر جنت ملے گی تو دوزخ کا ٹھکانہ اس کے لئے نہیں ہوگا اور دوزخ ملے گی تو جنت کا ٹھکانہ اس کے لئے نہیں ہوگا (۵۳)۔

٤٤٠ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «وَالضُّحٰى» . (الضُّحٰى)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «إِذَا سَجٰى» /٢/ : اَسْتَوَى ، وَقَالَ غَيْرُهُ : أَظْلَمَ وَسَكَنَ . «عائِلاً» /٨/ : ذُو عِيَالٍ .

آیت کریمہ میں سَجٰی کے معنی ہیں اِسْتَوٰی: یعنی جب رات دن کے برابر ہوجائے اور غیر مجاہد نے کہا کہ سجی کے معنی ہیں اَظْلَمَ وَسَکَنَ یعنی جب رات تاریک اور ساکن ہوجائے۔

عَائِلاً: فَاَغْنٰی ذُوْعِیَالٍ

آیت کریمہ میں ہے "وَوَجَدَکَ عَائِلاً فَاَغْنٰی" اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنادیا۔

فرماتے ہیں عائلا کے معنی ہیں: عیال دار، بال بچے والا یہ ابوعبیدہ کی تفسیر ہے، جمہور مفسرین عائلا کے معنی نادار اور فقیر کے لیتے ہیں۔

٤٦٦٧ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْن قَيْسٍ قالَ : سَمِعْتُ جُنْدُبَ بْنَ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : اَشْتَكَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ، فَجاءَتِ امْرَأَةٌ فَقالَتْ : يَا مُحَمَّدُ ، إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ شَيْطَانُكَ قَدْ تَرَكَكَ ، لَمْ أَرَهُ قَرِبَكَ مُنْذُ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا . فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : «وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى . ما وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَما قَلَى» . [ر : ١٠٧٢]

٤٤١ – باب : قَوْلُهُ : «ما وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَما قَلَى» /٣/ .

تُقْرَأُ بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيفِ ، بِمَعْنًى وَاحِدٍ ، ما تَرَكَكَ رَبُّكَ ، وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : ما تَرَكَكَ وَما أَبْغَضَكَ .

٤٦٦٨ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ قالَ : سَمِعْتُ جُنْدُبًا الْبَجَلِيَّ : قالَتِ امْرَأَةٌ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، ما أُرَى صَاحِبَكَ

---

(۵۲) فیض الباری: ۲۵٦/۴۔

(۵۳) اس حدیث پر تفصیلی بحث آگے کتاب القدر میں انشاء اللہ آئے گی۔

إِلَّا أَنْطَاكَ ، فَنَزَلَتْ : «ما وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَما قَلَى» . [ر : ١٠٧٢]

یہاں اسود بن قیس کی پہلی اور دوسری روایت میں عنوان مختلف ہے پہلی روایت میں سوال کرنے والی عورت نے "یامحمد" نام لیکر سوال کیا جبکہ دوسری روایت میں "یارسول اللّٰہ" ہے اسی طرح پہلی روایت میں "ان یکون شیطانک...." آیا ہے اور دوسری روایت میں "ان یکون صاحبک...." آیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور علامہ کشمیری کی رائے یہ ہے کہ پہلی روایت میں سوال کرنے والی عورت کافرہ، ابولہب کی بیوی ام جمیل ہے اور دوسری روایت میں سوال کرنے والی عورت ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں (۵۴)۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اسود بن قیس سے روایت کرنے والے شعبہ ہیں، ممکن ہے کہ انہوں نے روایت بالمعنی کی ہو ورنہ اصل بات وہی ہے کہ ابولہب کی بیوی نے یہ سوال کیا تھا جیسا کہ پہلی روایت میں ہے (۵۵)

٤٤٢ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «أَلَمْ نَشْرَحْ» . (الشَّرْحِ)

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «وِزْرَكَ» /٢/ : فِي الجَاهِلِيَّةِ . «أَنْقَضَ» /٣/ : أَثْقَلَ . «مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا» /٥ ، ٦/ : قالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : أَيْ مَعَ ذٰلِكَ الْعُسْرِ يُسْرًا آخَرَ . كَقَوْلِهِ : «هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ» /التوبة: ٥٢/ : وَلَنْ يَغْلِبَ عُسْرٌ يُسْرَيْنِ .

وَقالَ مُجَاهِدٌ : «فَانْصَبْ» /٧/ : فِي حَاجَتِكَ إِلَى رَبِّكَ . وَيُذْكَرُ عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ : «أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ» /١/ : شَرَحَ ٱللهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ

وقال مجاهد: وِزْرَكَ: فِی الْجَاهِلِيَّةِ

"وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ" مجاہد فرماتے ہیں کہ "وِزْرَكَ" سے مراد وہ غیر افضل کام ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل النبوت صادر ہوا اسے یہاں وزر سے تعبیر کیا۔

أَنْقَضَ: أَثْقَلَ

آیت کریمہ میں ہے "اَلَّذِیْ أَنْقَضَ ظَهْرَكَ" جس نے آپ کی کمر کو توڑ دیا تھا.... فرماتے ہیں، أَنْقَضَ بمعنی أَثْقَلَ ہے یعنی بوجھل کردیا۔

---

(۵۴) فتح الباری: ۷۱۱/۸ وفیض الباری: ۲۵۲/۴

(۵۵) شرح الکرمانی: ۱۹۷/۱۸

مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا

ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مشکل کے ساتھ ایک اور آسانی ہے۔

معانی و بلاغت کا قاعدہ ہے کہ اگر کلمہ معرف باللام مکرر آجائے تو دونوں کا مصداق ایک ہوتا ہے لیکن اگر نکرہ مکرر ہو تو اس صورت میں دونوں کا مصداق الگ الگ ہوتا ہے، یہاں "اَلْعُسْر" مکرر آیا ہے اور معرف باللام ہے اس لئے دونوں جگہ ایک ہی مراد ہے اور "یسرا" مکرر آیا ہے اور نکرہ ہے اس لئے دونوں کا مصداق الگ الگ ہے جس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک ہی "عسر" کے ساتھ دو آسانیوں کا وعدہ ہے (۵۶) اسی قاعدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابن عیینہ نے کہا "ای مع ذلک العسر یسرا آخر" اس ایک تنگی کے ساتھ ایک آسانی دوسری ہوگی "کقولہ: هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَا اِلَّا اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ" یعنی جس طرح مؤمن کے لئے اس آیت میں تعدد حسنیین کی خوشخبری ہے اسی طرح اس سورت میں بھی تعدد یسر کی خبر دی گئی ہے۔

فَانْصَبْ فِي حَاجَتِكَ اِلٰى رَبِّكَ

آیت کریمہ میں ہے "فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ" تو آپ جب (تبلیغ احکام سے) فارغ ہوجایا کریں تو (دوسری عبادات متعلقہ بذات خاص میں) محنت کیجئے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں فَانْصَبْ کے معنی ہیں اپنے رب سے اپنی حاجت میں محنت کیجئے۔

٤٤٣ - باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ: «وَالتِّينِ». (التِّينِ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: هُوَ التِّينُ وَالزَّيْتُونُ الَّذِي يَأْكُلُ النَّاسُ. يُقَالُ: «فَمَا يُكَذِّبُكَ» /٧/: فَمَا الَّذِي يُكَذِّبُكَ بِأَنَّ النَّاسَ يُدَانُونَ بِأَعْمَالِهِمْ؟ كَأَنَّهُ قَالَ: وَمَنْ يَقْدِرُ عَلَى تَكْذِيبِكَ بِالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ؟.

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ

مجاہد فرماتے ہیں کہ تین اور زیتون سے وہی مشہور میوے مراد ہیں جنہیں لوگ کھاتے ہیں۔

آیت کریمہ میں ہے "فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ" پھر وہ کیا چیز ہے جو آپ کی تکذیب پر آمادہ کرتی ہے اس بارے میں کہ لوگ اپنے اعمال کا بدلہ پائیں گے، گویا کہ یوں کہا کون قدرت رکھتا ہے ثواب و عقاب کے متعلق آپ کی تکذیب پر۔

(۵۶) دیکھیے الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل: ۷۷۱/۴، وفتح الباری: ۷۱۲/۸

٤٦٦٩ : حدَّثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قالَ : أَخْبَرَنِي عَدِيٌّ قالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ فِي سَفَرٍ ، فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِي إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ .

«تَقْوِيمٍ» : الخَلْقِ . [ر : ٧٣٣]

٤٤٤ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «اقْرَأْ بِٱسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ» . (الْعَلَقِ)

وَقالَ قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَتِيقٍ ، عَنِ الْحَسَنِ قالَ : اكْتُبْ فِي الْمُصْحَفِ فِي أَوَّلِ الْإِمَامِ : بِسْمِ ٱللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ، وَٱجْعَلْ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ خَطًّا . وَقالَ مُجَاهِدٌ : «نَادِيَهُ» /١٧/ : عَشِيرَتَهُ . «الزَّبَانِيَةَ» /١٨/ : الْمَلَائِكَةَ . وَقالَ : «الرُّجْعَى» /٨/ : الْمَرْجِعُ . «لَنَسْفَعَنْ» /١٥/ : قالَ : لَنَأْخُذَنْ ، وَلَنَسْفَعَنْ بِالنُّونِ ، وَهِيَ الْخَفِيفَةُ ، سَفَعْتُ بِيَدِهِ : أَخَذْتُ .

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ کے شروع میں "بسم اللہ" لکھو، لیکن آگے دوسری سورتوں کے شروع میں ایک خط علامت فاصلہ کے طور پر لکھو۔

علامہ سہیلی نے حضرت حسن بصری کے قول کو رد کیا ہے اور فرمایا "فیہ شذوذ" کیونکہ تمام صحابہ سورت کے شروع میں "بسم اللہ" لکھتے تھے (۵۷)۔

نَادِيَهُ: عَشِيْرَتَهُ

آیت کریمہ میں ہے "فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ" سو یہ اپنی مجلس والوں کو بلالے فرماتے ہیں نادیہ کے معنی ہیں اپنا قبیلہ۔

الزَّبَانِيَةَ: الْمَلَائِكَةَ

آیت کریمہ میں ہے "سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ" زبانیۃ سے فرشتے مراد ہیں۔

الرُّجْعٰى: الْمَرْجِعُ

آیت کریمہ میں ہے "ان الی ربک الرجعی" تیرے رب ہی کی طرف سب کو لوٹنا ہے رُجعٰی سے بمعنی مَرجع ہے یعنی لوٹنا، یہ مصدر ہے۔

لَنَسْفَعاً: لَنَأْخُذَنَّ، وَلَنَسْفَعَنَّ بِالنُّوْنِ وَهِيَ الْخَفِيْفَةُ، سَفَعْتُ بِيَدِهِ: اَخَذْتُ

آیت کریمہ میں ہے "كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ" ہرگز (ایسا) نہیں (کرنا چاہیئے اور) اگر یہ شخص باز نہ آئے تو ہم چوٹی پکڑ کر گھسیٹیں گے.... فرماتے ہیں لنسفعن کے معنی ہیں: ہم ضرور پکڑیں

(۵۷) عمدۃ القاری: ۱۹/۳۰۳

گے، اس میں نون خفیفہ ہے، کہتے ہیں سَفَعْتُ بِیَدِہٖ: یعنی میں نے اس کو ہاتھ سے پکڑا۔

٤٦٧ : حدّثنا يَحْيىٰ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ . ح
حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ مَرْوَانَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ : أَخْبَرَنَا أَبُو صَالِحٍ سَلْمُويَةُ قالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ ٱللهِ ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ قالَ : أَخْبَرَنِي ٱبْنُ شِهَابٍ : أَنَّ عُرْوَةَ ٱبْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قالَتْ : كانَ أَوَّلَ ما بُدِئَ بِهِ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ ، فَكانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ، ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الخَلَاءُ ، فَكانَ يَلْحَقُ بِغَارِ حِرَاءٍ ، فَيَتَحَنَّثُ فِيهِ - قالَ : وَالتَّحَنُّثُ التَّعَبُّدُ - اللَّيَالِيَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ ، وَيَتَزَوَّدُ لِذٰلِكَ ، ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ ، فَيَتَزَوَّدُ بِمِثْلِهَا ، حَتَّى فَجِئَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ ، فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ : ٱقْرَأْ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (ما أَنَا بِقَارِئٍ) . قالَ : (فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ : ٱقْرَأْ ، قُلْتُ : ما أَنَا بِقَارِئٍ ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ : ٱقْرَأْ ، قُلْتُ : ما أَنَا بِقَارِئٍ ، فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُهْدَ ، ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ : «ٱقْرَأْ بِٱسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ . خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ . ٱقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ . الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ» . الآيَاتِ إِلَى قَوْلِهِ : «عَلَّمَ الْإِنْسَانَ ما لَمْ يَعْلَمْ») . فَرَجَعَ بِهَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ تَرْجُفُ بَوَادِرُهُ ، حَتَّى دَخَلَ عَلَى خَدِيجَةَ ، فَقَالَ : (زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي) . فَزَمَّلُوهُ حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ . قالَ لِخَدِيجَةَ : (أَيْ خَدِيجَةُ ، ما لِي ، لَقَدْ خَشِيتُ عَلَى نَفْسِي) . فَأَخْبَرَهَا الْخَبَرَ ، قالَتْ خَدِيجَةُ : كَلَّا ، أَبْشِرْ ، فَوَٱللهِ لَا يُخْزِيكَ ٱللهُ أَبَدًا ، فَوَٱللهِ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ ، وَتَصْدُقُ الْحَدِيثَ ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ . فَٱنْطَلَقَتْ بِهِ خَدِيجَةُ حَتَّى أَتَتْ بِهِ وَرَقَةَ ٱبْنَ نَوْفَلٍ ، وَهُوَ ٱبْنُ عَمِّ خَدِيجَةَ أَخِي أَبِيهَا ، وَكانَ ٱمْرَأً تَنَصَّرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ، وَكانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِيَّ ، وَيَكْتُبُ مِنَ الْإِنْجِيلِ بِالْعَرَبِيَّةِ ما شَاءَ ٱللهُ أَنْ يَكْتُبَ ، وَكانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَمِيَ ، فَقَالَتْ خَدِيجَةُ : يَا ٱبْنَ عَمِّ ، ٱسْمَعْ مِنِ ٱبْنِ أَخِيكَ ، قالَ وَرَقَةُ : يَا ٱبْنَ أَخِي ، ماذَا تَرَى ؟ فَأَخْبَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ خَبَرَ ما رَأَى ، فَقَالَ وَرَقَةُ : هٰذَا النَّامُوسُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى مُوسَى ، لَيْتَنِي فِيهَا جَذَعًا ، لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا ، ذَكَرَ حَرْفًا ، قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (أَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ) . قالَ

وَرَقَةُ : نَعَمْ ، لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ بِمَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا أُوذِيَ ، وَإِنْ يُدْرِكْنِي يَوْمُكَ حَيًّا أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا .
ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ أَنْ تُوُفِّيَ ، وَفَتَرَ الْوَحْيُ فَتْرَةً ، حَتَّى حَزِنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ . [ر : ٣]

یہاں سند میں تحویل ہے اور دو سندیں ہیں، سند اول کے الفاظ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "بدء الوحی" میں ذکر کیے ہیں اور تحویل کے بعد جو سند ثانی ہے، وہ سعید بن مروان بغدادی سے شروع ہوتی ہے، اس کے الفاظ یہاں بیان کیے گئے ہیں۔

پہلی سند میں امام بخاری اور ابن شہاب زھری کے درمیان تین واسطے ہیں ❶ یحیی بن بکیر ❷ لیث بن سعد ❸ اور عقیل۔

جبکہ دوسری سند میں امام بخاری اور ابن شہاب زھری کے درمیان پانچ واسطے ہیں ❶ سعید بن مروان ❷ محمد بن عبدالعزیز ❸ ابو صالح سلمویہ ❹ عبداللہ بن مبارک ❺ یونس بن یزید، اس کے بعد پھر زھری، حضرت عروہ اور حضرت عائشہ سے روایت ہے، اس طرح امام بخاری سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک آٹھ واسطے ہیں اس لیے یہ روایت ثمانی الاسناد کہلاتی ہے، پہلی سند کے رجال کا تعارف "بدء الوحی" میں ہوچکا ہے، دوسری سند میں امام بخاری کے شیخ سعید بن مروان ہیں۔

سعید بن مروان

ان کی کنیت ابوعثمان ہے اور "بغدادی" کی نسبت سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے، یہ امام بخاری کے ہم طبقہ ہیں اور ان کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے (۵۸) یہ سعید بن سلیمان واسطی، سلیمان بن حرب، سوید بن سعید، محمد بن عبدالعزیز بن ابی رزمہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابراھیم بن اسحاق، احمد بن سلمہ، محمد بن اسحاق بن خزیمہ اور امام بخاری نے روایت نقل کی ہے۔ (*۱)

ان کی وفات امام بخاری سے چار سال پہلے ہوئی ہے (*۲)، حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری نے فرمایا کہ ان کی وفات پیر کے دن ۱۵ شعبان سن ۲۵۲ ھجری کو نیشاپور میں ہوئی اور محمد بن یحیی ذہلی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (*۳)

---

(۵۸) عمدۃ القاری: ۳۰۳/۱۹ و فتح الباری: ۷۱۶/۸

(*۱) تھذیب الکمال: ۱۱/۵۶-۵۷

(*۲) عمدۃ القاری: ۳۰۳/۱۹

(*۳) تھذیب الکمال: ۱۱/۵۶-۵۷ ان کے حالات کے لیے دیکھیے: تاریخ بغداد: ۹۱/۹، والجمع لابن القیسرانی: ۱۷۴/۱ والکاشف: ۱/الترجمۃ: ۱۹۷۵ وخلاصۃ الخزرجی: ۱/الترجمۃ: ۲۵۳۶

سعید بن مروان ابوعثمان ایک اور بھی ہیں، وہ "ازدی رھاوی" کی نسبت سے یاد کیے جاتے ہیں، بعض حضرات نے کہا کہ دونوں ایک ہیں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ دونوں الگ الگ ہیں۔ (*۴)

محمد بن عبدالعزیز بن ابی رِزمہ

یہ "مَرْوَزِی" کی نسبت سے یاد کیے جاتے ہیں، محدثین میں امام احمد بن حنبل کے طبقہ کے ہیں اور شیوخ بخاری کے طبقہ وسطی سے تعلق رکھتے ہیں، ان کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے۔ (۵۹)

ابو حاتم ان کے بارے میں فرماتے ہیں: صدوق (*۱)

امام نسائی اور دارقطنی نے فرمایا ثقة (*۲)

ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا (*۳)

ان کی وفات سن ۲۴۱ھ کو ہوئی (*۴)

اخبرنا ابوصالح سلموية

ان کا نام سلیمان بن صالح ہے، سلیمان سے "سَلْمَوَیْہ" بنادیا، نحویوں کے قاعدہ کے مطابق اس کو "سَلْمَوَیْہ" پڑھا جاتا ہے اور محدثین اس کو "سَلْمُوْیَہ" پڑھتے ہیں۔

یہ بخاری کے استاذ الاستاذ یعنی محمد بن عبدالعزیز کے ہم طبقہ ہیں اور عبداللہ بن مبارک کے مخصوص اساتذہ میں سے ہیں اور ان سے کثرت روایت کے ساتھ مشہور ہیں، امام بخاری عمر کے لحاظ سے ان کے پانے والوں میں شمار ہوتے ہیں لیکن امام کی ملاقات ان سے نہیں ہوئی ہے ان کی وفات سنہ ۲۱۰ھ میں ہوئی ہے (۶۰)۔

حافظ ابن حجر اور علامہ عینی کی تحقیق کے مطابق ابوصالح سلمویہ کی صحیح بخاری میں یہی ایک روایت

(*۴) دیکھیے تعلیقات تہذیب الکمال: ۱۱/۵۶

(۵۹) عمدة القاری: ۱۹/۲۰۳ و فتح الباری: ۸/۷۱۶

(۶۰) عمدة القاری: ۱۹/۲۰۳ و فتح الباری: ۸/۷۱۶

(*۱) الجرح والتعدیل: ۸/الترجمة ۳۰

(*۲) تہذیب الکمال: ۲۶/۱

(*۳) ثقات ابن حبان: ۹/۹۵

(*۴) تہذیب الکمال: ۲۶/۱۰۔ ان کے حالات کے لیے دیکھیے تاریخ الکبیر: ۱/الترجمة: ۴۹۸، والجرح والتعدیل: ۸/الترجمة: ۳۰، وتہذیب التہذیب: ۹/۳۱۲، و خلاصة الخزرجی: ۲/الترجمة: ۶۴۵۳

ہے (۶۱) لیکن ان کو سہو ہوا ہے، کیونکہ ابوصالح سلمویہ کی ایک روایت کتاب الکفالہ میں بھی آئی ہے (۶۲)، وہاں حافظ نے خود اس کی تصریح بھی کی ہے کہ اس حدیث کے راوی ابوصالح سلمویہ ہیں (۶۳)۔

یہ روایت بدء الوحی میں گزر چکی ہے اور وہاں اس پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

٤٦٧١ : قالَ مُحَمَّدُ بْنُ شِهَابٍ : فَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ : أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ، وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ ، قالَ فِي حَدِيثِهِ : (بَيْنَا أَنَا أَمْشِي ، سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ ، فَرَفَعْتُ بَصَرِي ، فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جاءَنِي بِحِرَاءٍ ، جَالِسٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ، فَفَرِقْتُ مِنْهُ ، فَرَجَعْتُ ، فَقُلْتُ : زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي ، فَدَثَّرُوهُ ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى : «يا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ . قُمْ فَأَنْذِرْ . وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ . وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ . وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ» . – قالَ أَبُو سَلَمَةَ : وَهِيَ الْأَوْثَانُ الَّتِي كانَ أَهْلُ الجَاهِلِيَّةِ يَعْبُدُونَ – قالَ : ثُمَّ تَتَابَعَ الْوَحْيُ) . [ر : ٤]

یہ تعلیق نہیں ہے بلکہ ماقبل کی دو سندوں کے ساتھ موصول ہے، چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں ھذا موصول بالاسنادین المذکورین فی اول الباب (*)

٤٤٥ – باب : قَوْلُهُ : «خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ» /٢/ .

٤٦٧٢ : حدّثنا ابْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قالَتْ : أَوَّلُ ما بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ ، فَجَاءَهُ الْمَلَكُ ، فَقَالَ : «اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ . خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ . اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ» . [ر : ٣]

٤٤٦ – باب : قَوْلُهُ : «اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ» /٣/ .

٤٦٧٣ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح) وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ : قالَ مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : أَوَّلُ

(٦١) عمدۃ القاری: ۱۹/۳۰۳ و فتح الباری: ۸/۷۱۶

(۶۲) دیکھیے صحیح البخاری مع فتح الباری، کتاب الکفالۃ، باب جوار ابی بکر فی عہد النبی ﷺ وعقدہ، رقم الحدیث ۲۲۹۷

(۶۳) دیکھیے فتح الباری: ۴/۴۷۷-۴۷۶ کتاب الکفالۃ

(*) عمدۃ القاری: ۱۹/۳۰۷

مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ ، جَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ : «اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ . خَلَقَ الْانْسَانَ مِنْ عَلَقٍ . اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ . الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ» . [ر : ٣]

٤٤٧ – باب : «الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ» /٤/ .

٤٦٧٤ : حدّثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قالَ : سَمِعْتُ عُرْوَةَ : قالَتْ عائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا : فَرَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى خَدِيجَةَ ، فَقَالَ : (زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي) . فَذَكَرَ الحَدِيثَ . [ر : ٣]

٤٤٨ – باب : «كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعَنْ بِالنَّاصِيَةِ . نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ» /١٥ ، ١٦/ .

٤٦٧٥ : حدّثنا يَحْيَى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الجَزَرِيِّ ، عَنْ عِكْرِمَةَ : قالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : قالَ أَبُو جَهْلٍ : لَئِنْ رَأَيْتُ مُحَمَّدًا يُصَلِّي عِنْدَ الْكَعْبَةِ لَأَطَأَنَّ عَلَى عُنُقِهِ . فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : (لَوْ فَعَلَهُ لَأَخَذَتْهُ الْمَلَائِكَةُ) .

تَابَعَهُ عَمْرُو بْنُ خالِدٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ .

٤٤٩ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ» . (الْقَدْرِ)

يُقَالُ : المَطْلَعُ : هُوَ الطُّلُوعُ ، وَالمَطْلِعُ : المَوْضِعُ الَّذِي يُطْلَعُ مِنْهُ . «أَنْزَلْنَاهُ» الْهَاءُ كِنَايَةٌ عَنِ الْقُرْآنِ ، «أَنْزَلْنَاهُ» مَخْرَجَ الجَمِيعِ ، وَالْمُنْزِلُ هُوَ اللّٰهُ ، وَالْعَرَبُ تُؤَكِّدُ فِعْلَ الْوَاحِدِ فَتَجْعَلُهُ بِلَفْظِ الجَمِيعِ ، لِيَكُونَ أَثْبَتَ وَأَوْكَدَ .

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّا اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ" فرماتے ہیں انزلناہ میں ھا ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے اگرچہ قرآن کا لفظ اس سے پہلے مذکور نہیں ہے مگر حکماً مذکور ہے اور سیاق اس پر دلالت کرتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں ابو عبیدہ کی "مجاز القرآن" کی عبارت نقل کی ہے کہ اس سورۃ میں "اِنَّا اَنۡزَلۡنَا" جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا حالانکہ قرآن کو نازل کرنے والے تو اللہ ہیں جو ایک ہیں تو یہ جمع کا صیغہ اس لئے استعمال کیا گیا کہ اھل عرب واحد کے فعل کو تاکید کی غرض سے جمع کے صیغہ سے تعبیر کردیتے ہیں۔

(۴۶۷۵) واخرجہ الترمذی فی التفسیر، باب من سورۃ اقرا باسم ربک، رقم الحدیث: ۳۳۴۸، ۵/۴۴۳، واخرجہ النسائی فی السنن الکبریٰ فی التفسیر، باب سورۃ العلق، رقم الحدیث: ۱۱۶۸۳/۱

یہ بات انہوں نے کہی ہے جبکہ اہل عرب میں مشہور یہ ہے کہ تعظیم کی غرض سے واحد کے فعل کو جمع سے تعبیر کیا جاتا ہے، امام بخاری اس طرح ابوعبیدہ کی باتیں بغیر تحقیق کے نقل کردیتے ہیں، اس کا نتیجہ ہے کہ کتاب التفسیر میں بہت سے اقوال مرجوح ہیں۔

یقال: اَلْمَطْلَعُ هُوَ الطُّلُوْعُ، وَالْمَطْلِعُ هُوَ الْمَوْضِعُ الَّذِیْ یَطْلَعُ مِنْهُ

آیت کریمہ میں ہے "سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ" (اور وہ شب) سراپا سلام ہے (اور) وہ شب قدر طلوع فجر تک رہتی ہے۔ فرماتے ہیں مَطْلَع (بفتح اللام مصدر میمی) بمعنی طلوع ہے اور یہی جمہور کی قراءت ہے اور مَطْلِع (بکسر اللام) ظرف مکان ہے یعنی وہ جگہ جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے۔

٤٥٠ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «لَمْ يَكُنْ» . (الْبَيِّنَةِ)

«مُنْفَكِّينَ» /١/ : زَائِلِينَ . «قَيِّمَةٌ» /٣/ : الْقَائِمَةُ . «دِينُ الْقَيِّمَةِ» /٥/ : أَضَافَ الدِّينَ إِلَى الْمُؤَنَّثِ .

مُنْفَكِّیْنَ: زَائِلِیْنَ

آیت کریمہ میں ہے "لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ" جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے (قبل بعثت نبویہ) کافر تھے وہ (اپنے کفر سے ہرگز) باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی۔

قَیِّمَةٌ: اَلْقَائِمَةُ

"وَذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ" دین مذکر ہے اور "القیمة" مونث ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ دین مضاف ہے "ملة" کی طرف جو محذوف ہے اور "ملة" مونث ہے تو اب دونوں میں مطابقت ہوجائے گی (٦٤)

٤٦٧٦/٤٦٧٧ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : سَمِعْتُ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأُبَيٍّ : (إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ : «لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا») . قَالَ : وَسَمَّانِي ؟ قَالَ : (نَعَمْ) . فَبَكَى .

یہ روایت اسی سند کے ساتھ "ابواب المناقب" میں گزرچکی ہے (٦٥)

---

(٦٤) قال العینی: ای دین الملة القائمة المستقیمة، فالدین مضاف الی مؤنث، وھی الملة، والقیمة صفة، فحذف الموصوف (عمدة القاری: ١٩/٣٠٩)

(٦٥) دیکھیے صحیح البخاری مع فتح الباری، کتاب المناقب، باب مناقب ابی بن کعب، رقم الحدیث ٣٨٠٨

حدثنا حَسَّانُ بْنُ حَسَّانَ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِأُبَيٍّ : (إِنَّ ٱللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ) . قَالَ أُبَيٌّ : آللَّهُ سَمَّانِي لَكَ ؟ قَالَ : (اَللَّهُ سَمَّاكَ لِي) . فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِي . قَالَ قَتَادَةُ : فَأُنْبِئْتُ أَنَّهُ قَرَأَ عَلَيْهِ : «لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ» .

(٤٦٧٧) : حدثنا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي دَاوُدَ أَبُو جَعْفَرٍ الْمُنَادِي : حَدَّثَنَا رَوْحٌ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ : أَنَّ نَبِيَّ ٱللَّهِ ﷺ قَالَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ : (إِنَّ ٱللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أُقْرِئَكَ الْقُرْآنَ) . قَالَ : آللَّهُ سَمَّانِي لَكَ ؟ قَالَ : (نَعَمْ) . قَالَ : وَقَدْ ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ ؟ قَالَ : (نَعَمْ) . فَذَرَفَتْ عَيْنَاهُ . [ر : ٣٥٩٨]

حدثنا احمد بن ابی داؤد ابو جعفر المنُادی

فربری کے نسخے میں اسی طرح واقع ہوا ہے ، علامہ ابوالقاسم ھبۃ اللہ ابن حسین لالکائی سے خطیب بغدادی نے نقل کیا ہے کہ یہاں امام بخاریؒ کو اشتباہ ہوگیا ہے اور انہوں نے "احمد بن ابی داؤد" نقل کردیا ہے حالانکہ ابوجعفر مُنادی کا نام احمد نہیں بلکہ "محمد" ہے (٦٦)

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ محمد کے ایک بھائی "احمد" تھے ، امام نے یہ روایت ان سے نقل کی ہے لیکن لالکائی نے اس کو رد کیا اور کہا یہ درست نہیں ہے (٦٧)۔

اور غالب گمان یہی ہے کہ امام بخاری کو یہاں اشتباہ ہوگیا ہے اور یا پھر یہ کہا جائے کہ امام بخاری کی رائے میں احمد اور محمد دونوں ایک ہیں ، چنانچہ خطیب بغدادی نے ابوبکر اسماعیلی سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن نادیہ جب حدیث کا املاء کرایا کرتے تھے تو کہتے تھے "حدثنا احمد بن ابی داؤد" تو ان سے کہا گیا کہ ابن ابی داؤد کا نام احمد نہیں ہے ، محمد ہے تو انہوں نے کہا کہ احمد اور محمد دونوں ایک ہیں۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ فربری کے نسخے کے علاوہ باقی نسخوں میں صرف "حدثنا ابوجعفر المنادی" واقع ہوا ہے "احمد بن ابی داؤد" کے الفاظ وہاں نہیں ہیں ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تسمیہ فربری کی طرف سے ہوا ہے اور انہوں نے غلطی سے انہیں "احمد بن ابی داؤد" کہہ دیا اس لئے امام بخاری کی طرف وہم کی نسبت کرنا یا یہ کہنا کہ امام بخاری احمد اور محمد دونوں کو ایک سمجھتے ہیں صحیح

---

(٦٦) فتح الباری : ٨/ ٧٢٦

(٦٧) فتح الباری : ٨/ ٧٢٦

نہیں ہے (۶۸)۔

لیکن پھر حافظ نے فرمایا کہ محدثین کا یہ ایک متفقہ فیصلہ اور طے شدہ اصول ہے کہ شاگرد جب استاذ کا کلام نقل کیا کرتا ہے تو اپنی طرف سے اس میں اضافہ نہیں کیا کرتا، اضافہ اگر کرنا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ شاگرد کسی لفظ سے اس اضافہ کی طرف اشارہ کردیتا ہے کہ یہ شاگرد کا اضافہ ہے اور یہاں ایسا کوئی لفظ نہیں اس لئے لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ "احمد بن ابی داؤد ابو جعفر المنادی" فربری کے نسخے میں بخاری ہی کا ارشاد ہے ۔(۶۹)

ابو جعفر بن ابی داوٗد کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے ، یہ بخاری کے استاذ ہیں اور بخاری کے بعد سولہ سال تک زندہ رہے ہیں ان کی عمر سو سال سے کچھ زائد تھی، ان سے ان لوگوں نے بھی روایت نقل کی ہے جو امام بخاری کو نہیں پاسکے ، چنانچہ بعینہٖ یہی حدیث ان سے ابو عمرو بن سماک نے نقل کی ہے اور انہوں نے بخاری کو نہیں پایا ہے کیونکہ امام بخاری کی وفات ابو عمرو سماک سے اٹھاسی سال پہلے ہوئی ہے ، یہ سابق ولاحق کی عجیب و غریب مثال ہے ، امام بخاری رحمہ اللہ سابق شاگرد ہیں اور ابو عمرو بن سماک لاحق شاگرد ہیں اور دونوں کے درمیان اٹھاسی سال کا فاصلہ ہے ۔(۷۰)

٤٥١ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا» . (الزَّلْزَلَةِ)

قَوْلُهُ : «فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ» /۷/. يُقَالُ : «أَوْحَى لَهَا» /٥/ : أَوْحَى إِلَيْهَا ، وَوَحَى لَهَا وَوَحَى إِلَيْهَا وَاحِدٌ.

آیت کریمہ میں ہے "يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَى لَهَا" اس روز زمین اپنی سب (اچھی بری) خبریں بیان کرنے لگے گی اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہوگا.... کہا جاتا ہے أَوْحَى لَهَا، أَوْحَى إِلَيْهَا، وَحَى لَهَا، وَحَى إِلَيْهَا ان سب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی اشارہ کرنا، وحی بھیجنا۔

٤٦٧٨ : حدّثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : (الْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ : لِرَجُلٍ أَجْرٌ ، وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ ، وَعَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ ، فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ ، فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ ، فَأَطَالَ لَهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ ، فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذٰلِكَ فِي الْمَرْجِ وَالرَّوْضَةِ ، كَانَ لَهُ حَسَنَاتٍ ،

---

(۶۸) فتح الباری: ۸/۷۲۶

(۶۹)

(۷۰) فتح الباری: ۸/۷۲۶

وَلَوْ أَنَّهَا قَطَعَتْ طِيَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ ، كَانَتْ آثَارُهَا وَأَرْوَاثُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ ، وَلَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهَرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَ بِهِ كَانَ ذٰلِكَ حَسَنَاتٍ لَهُ ، فَهِيَ لِذٰلِكَ الرَّجُلِ أَجْرٌ . وَرَجُلٌ رَبَطَهَا تَغَنِّيًا وَتَعَفُّفًا ، وَلَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِي رِقَابِهَا وَلَا ظُهُورِهَا ، فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ . وَرَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَنِوَاءً ، فَهِيَ عَلَى ذٰلِكَ وِزْرٌ . فَسُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْحُمُرِ ، قَالَ : (ما أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ فِيهَا إِلَّا هٰذِهِ الْآيَةَ الْفَاذَّةَ الْجَامِعَةَ : «فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ . وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ») [ر : ٢٢٤٢]

کتاب الاعتصام میں یہ روایت اسی سند کے ساتھ آئے گی اور کتاب الجہاد میں بھی یہ روایت گزر چکی ہے (۱)۔

٤٥٢ – باب : «وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ» /٨/

٤٦٧٩ : حدثنا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي مَالِكٌ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْحُمُرِ ، فَقَالَ : (لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا هٰذِهِ الْآيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَاذَّةُ : «فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ . وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ») . [ر : ٢٢٤٢]

٤٥٣ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «وَالْعَادِيَاتِ» .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : الْكَنُودُ : الْكَفُورُ . يُقَالُ : «فَأَثَرْنَ بِهِ نَقْعًا» /٤/ : رَفَعْنَ بِهِ غُبَارًا . «لِحُبِّ الْخَيْرِ» مِنْ أَجْلِ حُبِّ الْخَيْرِ «لَشَدِيدٌ» /٨/ : لَبَخِيلٌ ، وَيُقَالُ لِلْبَخِيلِ شَدِيدٌ . «حُصِّلَ» /١٠/ : مُيِّزَ .

وقال مجاهد: اَلْکَنُوْدُ: اَلْکَفُوْرُ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوْدٌ" اس میں کَنُوْد کے معنی ہیں ناشکرا یعنی انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

یقال: فَاَثَرْنَ بِہٖ نَقْعاً: رَفَعْنَ بِہٖ غُبَارًا

یعنی وہ گھوڑے غبار بلند کرتے ہیں، اٹھاتے ہیں۔

لِحُبِّ الْخَیْرِ: مِنْ اَجْلِ حُبِّ الْخَیْرِ، لَشَدِیْدٌ: لَبَخِیْلٌ، ویقال لِلْبَخِیْلِ: شَدِیْدٌ

(۱) صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب الخیل لثلاثۃ: ۱/۴۰۰ وکتاب الاعتصام، باب الاحکام التی تعرف بالدلائل: ۲/۱۰۹۳

آیت کریمہ میں ہے "وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ" اور وہ مال کی محبت میں بڑا سخت بخیل ہے۔ فرماتے ہیں لِحُبِّ الْخَیْرِ میں لام تعلیل کے لئے ہے یعنی مال کی محبت کی وجہ سے .... اور شدید بمعنی بخیل ہے، بخیل کو شدید کہا جاتا ہے۔

حُصِّلَ: مُیِّزَ

آیت کریمہ میں ہے "وَحُصِّلَ مَافِی الصُّدُوْرِ" اور ظاہر ہوجائے گا جو کچھ دلوں میں ہے.... فرماتے ہیں حُصِّلَ بمعنی مُیِّزَ ہے یعنی جدا ہوجائے گا، الگ اور ممتاز ہوجائے گا۔

٤٥٤ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «الْقَارِعَةُ».

«كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ» /٤/ : كَغَوْغَاءِ الْجَرَادِ ، يَرْكَبُ بَعْضُهُ بَعْضًا ، كَذٰلِكَ النَّاسُ يَجُولُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ . «كَالْعِهْنِ» /٨/ : كَأَلْوَانِ الْعِهْنِ ، وَقَرَأَ عَبْدُ اللّٰهِ : كَالصُّوفِ .

آیت کریمہ میں ہے "یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ" جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہوجائیں گے، "کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ" کے معنی ہیں پریشان ٹڈیوں کی طرح جو ایک دوسرے پر چڑھ جاتی ہیں، اسی طرح قیامت کے دن پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے میں چکر لگائیں گے اور گھومیں گے۔

کَالْعِهْنِ: کَاَلْوَانِ الْعِهْنِ

آیت کریمہ میں ہے "وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ" اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہوجاویں گے، فرماتے ہیں کَالْعِهْنِ سے اَلْوَانِ عِهْن میں تشبیہ دینا مقصود ہے، عِهْن رنگین اون کو کہتے ہیں، پہاڑوں کے رنگ بھی چونکہ مختلف ہوتے ہیں، اس لئے رنگین اون کے ساتھ تشبیہ دی ہے، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں۔

"یعنی جیسے دھنیا اون یا روئی کو دھنک کر ایک ایک پھاہا کر کے اڑا دیتا ہے، اسی طرح پہاڑ متفرق ہوکر اڑ جائیں گے۔"

٤٥٥ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «أَلْهَاكُمْ». (التَّكَاثُرِ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «التَّكَاثُرُ» /١/ : مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ .

آیت میں ہے "اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ" (دنیوی سامان پر) فخر کرنا تم کو (آخرت سے) غافل کئے رکھتا ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تکاثر کے معنی ہیں مال و دولت کا بہت ہونا۔

٤٥٦ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «وَالْعَصْرِ» . (الْعَصْرِ)

وَقَالَ يَحْيَىٰ : الْعَصْرُ : اَلدَّهْرُ ، أَقْسَمَ بِهِ .

٤٥٧ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ» . (الْهُمَزَةِ)

«الحُطَمَةُ» /٤/ : اَسْمُ النَّارِ ، مِثْلُ : «سَقَرَ» /القمر: ٤٨/ و /المدثر: ٢٦ ، ٢٧ ، ٤٢/ .
وَ : «لَظَى» /المعارج: ١٥/ .

آیت کریمہ میں ہے "كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ" ہرگز نہیں وہ توروندنے والی جگہ میں پھینک دیا جائے گا۔ فرماتے ہیں حُطَمَة دوزخ کا ایک نام ہے جیسے سقر اور لظی نام ہیں۔

٤٥٨ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «أَلَمْ تَرَ» /الفيل: ١/ : أَلَمْ تَعْلَمْ .

قَالَ مُجَاهِدٌ : «أَبَابِيلَ» /٣/ : مُتَتَابِعَةً مُجْتَمِعَةً .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «مِنْ سِجِّيلٍ» /٤/ : هِيَ سَنْكِ وَكِلْ .

مجاہد فرماتے ہیں کہ "ابابیل" کے معنی ہیں پے درپے آنے والے، جھنڈ کے جھنڈ آنے والے پرندے متتابعة "طیر" کی صفت ہے۔

ابابیل یہ اسم جمع ہے اور اس کا کوئی واحد نہیں ہے، بعضوں نے کہا یہ "اِبُّوْل" کی جمع ہے جیسے "عِجَّوْل" کی جمع "عَجَاجِيل" آتی ہے اور بعض نے کہا یہ "اِبَالَة" کی جمع ہے (۲) مشہور پہلا قول ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ ایک خاص قسم کے پرندے ہیں جن کی ہاتھی کی طرح سونڈھ ہوتی ہے اور ہاتھ بھی ہوتے ہیں (۳)۔

وقال ابن عباس: مِنْ سِجِّيْلٍ: هِيَ سَنْگ وَكِلْ

❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "سِجِّيْل" وہی فارسی کا سنگ وگل ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ فارسی زبان کے "سنگ گِل" سے معرب ہے، سنگ پتھر کو کہتے ہیں اور گِل مٹی کو کہتے ہیں، "سنگ گِل" ان کنکریوں کو کہتے ہیں جو ترمٹی کو آگ میں پکانے سے بنتی ہیں۔

❷ بعض حضرات نے کہا کہ سجیل سے وہ دفتر اور رجسٹر مراد ہے جس میں معذبین کے عذاب کی

(۲) عمدة القاری: ۱۹/۳۱۴ وقال الراغب فی المفردات: ۸ الواحد ابیل

(۳) عمدة القاری: ۱۹/۳۱۴ ومعالم التنزیل للبغوی: ۴/۵۲۸

اقسام درج ہیں (۴)۔

❸ بعض نے کہا کہ یہ آسمان دنیا کا نام ہے (۵)۔

❹ بعض نے کہا کہ یہ جہنم کی آگ پر پکائے گئے خاص قسم کے پتھر کا نام ہے (۶)۔

❺ اور بعض نے اس کا ترجمہ "سخت اور شدید" کا کیا ہے (۷)۔

۴۵۹ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ» . (قُرَيْشٍ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «لِإِيلَافِ» /١/ : أَلِفُوا ذٰلِكَ ، فَلَا يَشُقُّ عَلَيْهِمْ فِي الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ .

«وَآمَنَهُمْ» /٤/ : مِنْ كُلِّ عَدُوِّهِمْ فِي حَرَمِهِمْ .

قَالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : لِإِيلَافِ : لِنِعْمَتِي عَلَى قُرَيْشٍ .

قال ابن عُيَيْنَةَ: لِإِيلَافِ: لِنِعْمَتِی عَلٰی قُرَیْشٍ

یہ "لِإِیلَافِ" "فَلْیَعْبُدُوا" سے متعلق ہے (۸) ان کو چاہیئے کہ اس بیت اللہ کے رب کی عبادت کریں کیونکہ اس نے ان پر یہ انعام کیا ہے کہ رحلۃ الشتا اور رحلۃ الصیف کی ان کے دلوں میں محبت پیدا کردی ہے اور یہ سفران کے لئے سہل اور آسان کردیا ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارے دوسرے احسانات کی وجہ سے اگر یہ عبادت پر آمادہ نہیں ہورہے ہیں تو کم از کم اس کی وجہ سے تو انہیں ہماری عبادت کرنی چاہیئے کہ ہم نے ان کے دلوں میں سردی اور گرمی میں سفر کی محبت پیدا کردی ہے ۔

بعض حضرات نے کہا کہ "لِإِیلَافِ" کا تعلق سورۃ الفیل کی آخری آیت "فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَأْكُولٍ" سے ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ کے مصحف میں یہ دونوں سورتیں ملا کر لکھی گئی ہیں (۹)۔

اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کو "عَصْفٍ مَأْكُولٍ" کی طرح اس لئے بنایا کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو رحلۃ الشتا وَالصیف کی الفت عطا فرمائی ہے جس کے ذریعہ انہوں نے اپنے لئے سامان خوردونوش اور راحت و آسائش کے انتظامات کئے، اللہ نے اصحاب فیل کو ہلاک کرکے

(۴) وفی الکشاف: ۶۹۹/۴ "وسجیل: کانہ علم للدیوان الذی کتب فیہ عذاب الکفار.... کانہ قیل: بحجارۃ من جملۃ العذاب المکتوب المدون، واشتقاقہ من الاسجال، وہو الارسال، لان العذاب موصوف بذلک"

(۵) الجامع لاحکام القرآن: ۱۹۸/۲۰

(۶) الجامع لاحکام القرآن: ۱۹۸/۲۰

(۷) الکشاف: ۸۰۰/۴

(۸) روح المعانی: ۲۸۶/۳۰ و تفسیر قرطبی: ۲۱۰/۲۰

(۹) الجامع لاحکام القرآن: ۲۰۰/۲۰

قریش کو محفوظ و مامون اور باقی رکھا (۱۰)۔

قریش سال میں تجارت کی غرض سے دو سفر کرتے تھے، سردی میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں شام کی طرف (۱۱) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:

"مکہ میں غلہ وغیرہ پیدا نہیں ہوتا اس لئے قریش کی عادت تھی کہ سال بھر میں تجارت کی غرض سے دو سفر کرتے تھے، جاڑوں میں یمن کی طرف کہ وہ ملک گرم ہے اور گرمیوں میں شام کی طرف جو سرد اور شاداب ملک ہے، لوگ ان کو اہل حرم اور خادم بیت اللہ سمجھ کر نہایت عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے، ان کی خدمت کرتے اور ان کے جان و مال سے کچھ تعرض نہ کرتے، اس طرح ان کو خاطر خواہ نفع ہوتا پھر امن و چین سے گھر بیٹھ کر کھاتے اور کھلاتے تھے، حرم کے چاروں طرف لوٹ کھسوٹ اور چوری ڈکیتی کا بازار گرم رہتا تھا لیکن کعبہ کے ادب سے کوئی چور، ڈاکو قریش پر ہاتھ صاف نہ کرتا تھا۔

اسی انعام کو یہاں یاد دلایا گیا ہے کہ اس گھر کے طفیل تم کو روزی دی، اور امن چین دیا، اصحاب فیل کی زد سے محفوظ رکھا، پھر اس گھر والے کی بندگی کیوں نہیں کرتے اور اس کے رسول کو کیوں ستاتے ہو، کیا یہ انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی نہیں، اگر دوسری باتیں نہیں سمجھ سکتے تو ایسی کھلی ہوئی حقیقت کا سمجھنا کیا مشکل ہے" (۱۲)

٤٦٠ – باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ: «أَرَأَيْتَ». (المَاعُونِ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: «يَدُعُّ» /۲/: يَدْفَعُ عَنْ حَقِّهِ، يُقَالُ: هُوَ مِنْ دَعَعْتُ. «يُدَعُّونَ» /الطور: ۱۳/: يُدْفَعُونَ. «سَاهُونَ» /۵/: لَاهُونَ. «وَالمَاعُونَ» /۷/: المَعْرُوفَ كُلَّهُ، وَقَالَ بَعْضُ العَرَبِ: المَاعُونُ: المَاءُ، وَقَالَ عِكْرِمَةُ: أَعْلَاهَا الزَّكَاةُ المَفْرُوضَةُ، وَأَدْنَاهَا عَارِيَّةُ المَتَاعِ.

آیت کریمہ میں ہے "فَذٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ" سو وہ شخص جو یتیم کو دھکے دیتا ہے، مجاہدؒ فرماتے ہیں یَدُعُّ کے معنی ہیں یَدْفَع: وہ دفع کرتا ہے یعنی یتیم کو اس کے حق لینے سے ہٹاتا ہے، یہ دععت سے ماخوذ ہے جس کے معنی دھکیلنے کے ہیں اور سورۃ الطور کی آیت "يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا" میں

(۱۰) قال الرازی فی التفسیر الکبیر: ۳۰ / ۱۰۳ "فجعلهم کعصف ماکول" "لایلف قریش"، ای اهلک الله اصحاب الفیل لتبقی قریش، وما قد الفوا من رحلة الشتاء والصیف، فان قیل: هذا ضعیف، لانهم انما جعلوا کعصف ماکول، لکفرهم، ولم یجعلوا کذلک لتالیف قریش، قلنا: هذا السوال ضعیف.... لانا لا نسلم ان الله تعالی انما فعل بهم ذلک لکفرهم، فان الجزاء علی الکفر موخر للقیامة.... ولانه تعالی لو فعل بهم ذلک لکفرهم، لکان قد فعل ذلک بجمیع الکفار، بل انما فعل ذلک بهم لایلاف قریش، ولتعظیم منصبهم، واظهار قدرهم"

(۱۱) روح المعانی: ۳۰/۲۷۷

(۱۲) تفسیر عثمانی: ۸۰۳ فائدہ نمبر ۵

يدعون بمعنی يدفعون ہے جس روز کافر جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے ۔

سَاهُوْنَ: لَاهُوْنَ

"فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ" سو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں، سَاهُوْنَ بمعنی لاهون ہے یعنی غافل، بے خبر۔

اور آیت کریمہ میں ہے "وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ" فرماتے ہیں مَاعون کا اطلاق ہر اچھے کام پر ہوتا ہے، بعضوں نے کہا کہ ماعون پانی کو کہتے ہیں اور حضرت عکرمہ فرماتے ہیں ماعون کی اعلی قسم فرض زکوۃ ہے اور ادنی قسم گھر کے عام سامان کی عاریت ہے (جیسے لوٹا، پیالہ، ماچس وغیرہ) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"یعنی زکوۃ و صدقات وغیرہ تو کیا ادا کرتے معمولی برتنے کی چیزیں بھی مثلاً ڈول، رسی، ہنڈیا، سوئی دھاگا وغیرہ کسی کو مانگے نہیں دیتے جن کے دیدینے کا دنیا میں عام رواج ہے، بخل اور فسق کا جب یہ حال ہو تو ریاکاری کی نماز سے ہی کیافائدہ ہوگا، اگر ایک آدمی اپنے کو مسلمان نمازی کہتا اور کہلاتا ہے مگر اللہ کے ساتھ اخلاص اور مخلوق کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھتا، اس کا اسلام لفظ بے معنی اور اس کی نماز حقیقت سے بہت دور ہے، یہ ریاء کاری اور بدبختی تو ان بدبختوں کا شیوہ ہونا چاہیئے جو اللہ کے دین اور روز جزاء پر کوئی اعتقاد نہیں رکھتے۔"

٤٦١ – باب: تَفْسِيرُ سُورَةِ: «إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ». (الْكَوْثَر)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «شَانِئَكَ» /٣/: عَدُوَّكَ.

٤٦٨٠: حدثنا آدَمُ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ: حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا عُرِجَ بِالنَّبِيِّ ﷺ إِلَى السَّمَاءِ، قَالَ: (أَتَيْتُ عَلَى نَهَرٍ، حافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ مُجَوَّفًا، فَقُلْتُ: ما هٰذَا يَا جِبْرِيلُ؟ قالَ: هٰذَا الْكَوْثَرُ). [٦٢١٠]

٤٦٨١: حدثنا خالِدُ بْنُ يَزِيدَ الْكَاهِلِيُّ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قالَ: سَأَلْتُهَا عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى: «إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ».

(۴۶۸۰)و خرجہ ابو داؤد فی کتاب السنۃ، باب الحوض، رقم الحديث: ۴۷۴۸

(۴۶۸۱)واخرجہ النسائی فی السنن الکبریٰ، فی التفسیر، رقم الحديث: ۳/۱۱۷۰۵

(حافتاه قباب اللؤلؤ) أي على حافتيه. (مجوفًا) أي القبة كلها من لؤلؤة مجوفة، واللؤلؤ جوهر نفيس معروف.

قالَتْ: نَهرٌ أُعْطِيَهُ نَبِيُّكُم ﷺ، شَاطِئَاهُ عَلَيْهِ دُرٌّ مُجَوَّفٌ، آنِيَتُهُ كَعَدَدِ النُّجُومِ
رَوَاهُ زَكَرِيَّاءُ، وَأَبُو الأَحْوَصِ، وَمُطَرِّفٌ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ.

٤٦٨٢: حدّثنا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ: حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ فِي الْكَوْثَرِ: هُوَ الْخَيْرُ الَّذِي أَعْطَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ. قالَ أَبُو بِشْرٍ: قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ: فَإِنَّ النَّاسَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ نَهَرٌ فِي الجَنَّةِ؟ فَقَالَ سَعِيدٌ: النَّهَرُ الذِي فِي الجَنَّةِ مِنَ الْخَيْرِ الَّذِي أَعْطَاهُ اللّٰهُ إِيَّاهُ. [٦٢٠٧]

شَانِئَکَ: عَدُوَّکَ

آیت کریمہ میں ہے "اِنَّ شَانِئَکَ هُوَالْاَبْتَرُ" بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔
حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں شَانِئَکَ سے دشمن مراد ہے۔

اَتَیْتُ عَلٰی نَهرٍ، حَافَتَاهُ قِبَابُ اللُّؤْلُؤِ مُجَوَّفًا

حافتا سے اس کے دونوں جانب مراد ہیں، قِبَاب "قُبَّةٌ" کی جمع ہے گنبد کو کہتے ہیں یعنی اس نہر کے دونوں کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے گنبد تھے۔

کوثر کا مصداق کیا ہے؟

اس روایت میں تو یہی ہے کہ کوثر کا مصداق ایک نہر ہے جو کہ جنت میں ہے اور مسلم کی روایت میں بھی اسی طرح نقل کیا ہے (۱۳)۔
اور اگلی روایت میں حضرت ابن عباس نے کوثر کی تفسیر "خیر" سے کی ہے، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاوی میں اسی تفسیر کو ترجیح دی ہے (۱۴)۔
علامہ عینی نے فرمایا کہ نہر کی تفسیر حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منصوص ہے اسی لئے اسے راجح قرار دیا جائے گا (۱۵)۔

(۴۶۸۲) وایضاً اخرجہ فی الرقاق، باب فی الحوض، وقولہ تعالٰی: انا اعطیناک الکوثر، رقم الحدیث: ۶۵۷۸، مع الفتح)، واخرجہ النسائی فی السنن الکبرٰی فی التفسیر، باب سورۃ الکوثر، رقم الحدیث: ۱۱۷۰۴/۳

(۱۳) صحیح مسلم: ۲/۲۵۱۔ باب اثبات حوض نبینا وصفاتہ

(۱۴) دیکھیے مجموع فتاوی ابن تیمیۃ، کتاب التفسیر: ۱۶/۵۲۷-۵۲۸ سورۃ الکوثر

(۱۵) عمدۃ القاری: ۱۹/۴۳۲

"کوثر" کی تفسیر میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں، توحید، اسلام، قرآن، نبوت وغیرہ کئی اقوال ہیں، تفسیر بحر محیط میں ہے کہ کوثر کے متعلق چھبیس اقوال بعض علماء نے ذکر کئے ہیں (١٦)۔

لیکن راجح یہ ہے کہ اس لفظ کے تحت ہر قسم کی دینی اور دنیوی دولتیں اور حسی و معنوی نعمتیں داخل ہیں، جو آپ کو یا آپ کے طفیل امت مرحومہ کو ملنے والی تھیں، ان نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت حوض کوثر بھی ہے جو اسی نام سے مسلمانوں میں مشہور ہے اور جس کے پانی سے آپ اپنی امت کو محشر میں سیراب فرمائیں گے (١٧)۔

بعض روایات میں اس کا محشر میں ہونا اور اکثر روایات نے جنت میں ہونا ثابت ہوتا ہے، اکثر علماء نے تطبیق یوں دی ہے کہ اصل نہر جنت میں ہوگی اور اسی کا پانی میدان محشر میں لاکر کسی حوض میں جمع کردیا جائے گا دونوں کو "کوثر" ہی کہتے ہوں گے (١٨) واللہ اعلم بالصواب

تنبیہ

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے "کوثر" کے متعلق تفسیر "بحر محیط" کے حوالہ سے لکھا کہ اس میں "کوثر" کے متعلق چھبیس اقوال ذکر کئے ہیں اور اخیر میں ترجیح اسی کو دی ہے کہ اس لفظ کے تحت ہر قسم کی دنیوی و اخروی نعمتیں داخل ہیں، لیکن تفسیر "بحر محیط" میں کوثر کے متعلق تقریباً نو قول ذکر کئے ہیں اور "نہر فی الجنۃ" کی تفسیر کو انہوں نے صحیح قرار دیا البتہ انہوں نے لکھا ہے کہ "تحریر" میں "کوثر" کے متعلق چھبیس اقوال مذکور ہیں (١٩) واللہ اعلم

٤٦٢ – باب: تَفْسِيرُ سورَةِ: «قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ». (الْكَافِرُونَ)

يُقَالُ: «لَكُمْ دِينُكُمْ» الْكُفْرُ «وَلِيَ دِينِ» /٦/: الْإِسْلَامُ، وَلَمْ يَقُلْ دِينِي، لِأَنَّ الْآيَاتِ بِالنُّونِ، فَحُذِفَتِ الْيَاءُ، كما قالَ: «يَهْدِينِ» /الشعراء: ٧٨/: وَ «يَشْفِينِ» /الشعراء: ٨٠/.

وَقالَ غَيْرُهُ: «لَا أَعْبُدُ ما تَعْبُدُونَ» /٢/: الْآنَ، وَلَا أُجِيبُكُمْ فِيما بَقِيَ مِنْ عُمْرِي. «وَلَا أَنْتُمْ عابِدُونَ ما أَعْبُدُ» /٣، ٥/: وَهُمُ الَّذِينَ قالَ: «وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ ما أُنْزِلَ إِلَيْكَ»

---

(١٦) دیکھئے تفسیر البحر المحیط: ٥١٩/٨

(١٧) تفسیر عثمانی: ٨٠٣ فائدہ نمبر ٧

(١٨) تفسیر عثمانی: ٨٠٣ فائدہ نمبر ٧

(١٩) دیکھئے البحر المحیط: ٥١٩/٨

مِنْ رَبِّكَ طغيانًا وكفرًا» /المائدة: ٦٤ ، ٦٨/.

لاأعبد ماتعبدون: الآن، ولا أجيبكم فيما بقي من عمري

یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ "لَاأَعْبُدُ مَاتَعْبُدُوْنَ، وَلَاأَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَاأَعْبُدُ وَلَاأَنَاعَابِدٌ مَاعَبَدْتُّمْ، وَلَاأَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَاأَعْبُدُ" ان جملوں میں بظاہر تکرار ہے ۔

اس تکرار کی وجہ امام بخاری بیان فرماتے ہیں کہ "لَاأَعْبُدُ مَاتَعْبُدُوْنَ وَلَاأَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَاأَعْبُدُ" یہ زمانۂ حال سے متعلق ہے اور اگلی دو آیات کا تعلق زمانۂ استقبال سے ہے "ولااجیبکم فیمابقی من عمری" سے اسی کی طرف اشارہ کیا

لیکن اشکال یہ ہوتا ہے کہ آپ ان کے معبودوں کی عبادت مستقبل میں نہیں کریں گے یہ تو درست ہے لیکن کفار میں سے کئی لوگوں نے ایمان قبول کرکے آپ کے معبود یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تو ان کے حق میں یہ کہنا کہ تم بھی میرے معبود کی عبادت نہیں کروگے کیسے صحیح ہوسکتا ہے ۔

امام بخاری نے اس کا جواب دیا "وَهُمُ الَّذِيْنَ قَالَ: وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِنْهُمْ مَاأُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا" یعنی "وَلَاأَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَاأَعْبُدُ" سے وہ کفار مراد ہیں جن کے بارے میں فیصلہ ہوگیا تھا کہ ان کے حق میں قرآن کی آیات کا نزول طغیان اور کفر کے اضافہ کا باعث ہوگا ان کے بارے میں "وَلَاأَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَاأَعْبُدُ" فرمایا گیا ہے، سب کے بارے میں نہیں فرمایا گیا ہے ۔

٤٦٣ – باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ» . (النَّصْرِ)

٤٦٨٣/٤٦٨٤ : حدّثنا الحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ : حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ ، عَنِ الأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي الضُّحَى ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قالَتْ : ما صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ صَلَاةً بَعْدَ أَنْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ : «إِذَا جاءَ نَصْرُ اللهِ وَالفَتْحُ» . إِلَّا يَقُولُ فِيهَا : (سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي) .

(٤٦٨٤) : حدّثنا عُثْمانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي الضُّحَى ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قالَتْ : كانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ : (سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي) . يَتَأَوَّلُ القُرْآنَ . [ر : ٧٦١]

٤٦٤ – باب : قَوْلُهُ : «وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللهِ أَفْوَاجًا» /٢/ .

٤٦٨٥ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ سُفْيانَ ، عَنْ حَبِيبٍ

ٱبْنِ أَبِي ثَابِتٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ سَأَلَهُمْ عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى : «إِذَا جَاءَ نَصْرُ ٱللّٰهِ وَٱلْفَتْحُ» . قَالُوا : فَتْحُ ٱلْمَدَائِنِ وَٱلْقُصُورِ ، قَالَ : مَا تَقُولُ يَا ٱبْنَ عَبَّاسٍ ؟ قَالَ : أَجَلٌ ، أَوْ مَثَلٌ ضُرِبَ لِمُحَمَّدٍ ﷺ ، نُعِيَتْ لَهُ نَفْسُهُ . [ر : ٣٤٢٨]

٤٦٥ - باب : قَوْلُهُ : «فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا» /٣/ .

تَوَّابٌ عَلَى ٱلْعِبَادِ ، وَٱلتَّوَّابُ مِنَ ٱلنَّاسِ ٱلتَّائِبُ مِنَ ٱلذَّنْبِ .

٤٦٨٦ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ ، فَكَأَنَّ بَعْضَهُمْ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ ، فَقَالَ : لِمَ تُدْخِلُ هٰذَا مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءٌ مِثْلُهُ ؟ فَقَالَ عُمَرُ : إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ عَلِمْتُمْ ، فَدَعَاهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَدْخَلَهُ مَعَهُمْ ، فَمَا رُئِيتُ أَنَّهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ ، قَالَ : مَا تَقُولُونَ فِي قَوْلِ ٱللّٰهِ تَعَالَى : «إِذَا جَاءَ نَصْرُ ٱللّٰهِ وَٱلْفَتْحُ» . فَقَالَ بَعْضُهُمْ : أُمِرْنَا نَحْمَدُ ٱللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرُهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا ، وَسَكَتَ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا ، فَقَالَ لِي : أَكَذَاكَ تَقُولُ يَا ٱبْنَ عَبَّاسٍ ؟ فَقُلْتُ : لَا ، قَالَ : فَمَا تَقُولُ ؟ قُلْتُ : هُوَ أَجَلُ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ أَعْلَمَهُ لَهُ ، قَالَ : «فَإِذَا جَاءَ نَصْرُ ٱللّٰهِ وَٱلْفَتْحُ» . وَذٰلِكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ . «فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا» . فَقَالَ عُمَرُ : مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَقُولُ . [ر : ٣٤٢٨]

٤٦٦ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ» . (ٱلْمَسَدِ)

«وَتَبَّ» /١/ : خَسِرَ . «تَبَابٌ» /غافر : ٣٧/ : خُسْرَانٌ «تَتْبِيب» /هود : ١٠١/ : تَدْمِيرٌ

مذکورہ الفاظ سورۃ لھب میں نہیں ہیں بلکہ پہلا لفظ سورۃ مومن کا ہے ، وہاں آیت کریمہ میں ہے "وَمَاكَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّافِي تَبَابٍ " اور فرعون کی ہر تدبیر غارت ہی گئی ۔ فرماتے ہیں تباب بمعنی خُسران ہے یعنی ہر تدبیر باعث خسارہ بنی اور کوئی تدبیر کامیاب نہ ہو سکی۔

دوسرا لفظ تَتْبِيْب سورۃ ھود میں ہے "وَمَازَادُوْهُمْ غَيْرَتَتْبِيْبٍ " اور انہوں نے ہلاکت و بربادی کے سوا انہیں کچھ فائدہ نہ دیا، اس میں تتبیب بمعنی تدمیر ہے یعنی بربادی

ان دونوں لفظوں کو یہاں "تَبَّتْ" کی مناسبت سے ذکر کیا ہے ۔

٤٦٨٧ : حدّثنا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا ٱلْأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا عَمْرُو ٱبْنُ مُرَّةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ : «وَأَنْذِرْ

عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ» . وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ، خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى صَعِدَ الصَّفَا ، فَهَتَفَ : (يَا صَبَاحَاهْ) . فَقَالُوا : مَنْ هٰذَا ، فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ ، فَقَالَ : (أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلاً تَخْرُجُ مِنْ سَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ ، أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ) . قَالُوا : ما جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا ، قَالَ : (فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ) . قَالَ أَبُو لَهَبٍ : تَبًّا لَكَ ، ما جَمَعْتَنَا إِلَّا لِهٰذَا ، ثُمَّ قَامَ . فَنَزَلَتْ : «تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ» . وَقَدْ تَبَّ . هٰكَذَا قَرَأَهَا الْأَعْمَشُ يَوْمَئِذٍ .

[ر : ١٣٣٠]

٤٦٧ – باب : قَوْلُهُ : «وَتَبَّ . ما أَغْنَى عَنْهُ مالُهُ وَما كَسَبَ» /٢ ، ٣/.

٤٦٨٨ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْبَطْحَاءِ ، فَصَعِدَ إِلَى الْجَبَلِ فَنَادَى : (يَا صَبَاحَاهْ) . فَاجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ قُرَيْشٌ ، فَقَالَ : (أَرَأَيْتُمْ إِنْ حَدَّثْتُكُمْ أَنَّ الْعَدُوَّ مُصَبِّحُكُمْ أَوْ مُمَسِّيكُمْ ، أَكُنْتُمْ تُصَدِّقُونَنِي) . قَالُوا : نَعَمْ ، قَالَ : (فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ) . فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ : أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا تَبًّا لَكَ ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ : «تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ» . إِلَى آخِرِهَا . [ر : ١٣٣٠]

٤٦٨ – باب : قَوْلُهُ : «سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ» /٣/ .

٤٦٨٩ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : قَالَ أَبُو لَهَبٍ : تَبًّا لَكَ ، أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا ، فَنَزَلَتْ : «تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ» . [ر : ١٣٣٠]

٤٦٩ – باب : «وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ» /٤/ .

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «حَمَّالَةَ الْحَطَبِ» /٤/ : تَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ . «فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِنْ مَسَدٍ» /٥/ : يُقَالُ : مِنْ مَسَدٍ : لِيفِ الْمُقْلِ ، وَهِيَ السِّلْسِلَةُ الَّتِي فِي النَّارِ .

وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ

ابولہب کی بیوی ام جمیل مالدار ہونے کے باوجود سخت بخیل تھی جنگل سے خود لکڑیاں چن کر لایا کرتی تھی اور کانٹے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں ڈال دیا کرتی تھی، ایک دن وہ لکڑیاں کمر پر رکھ کر لا رہی تھی اور رسی اپنی پیشانی سے باندھ رکھی تھی، راستے میں سستانے اور آرام کرنے کے لئے بیٹھ گئی ایک فرشتہ پیچھے سے آیا اور اس نے وہ لکڑیاں کھینچیں تو رسی اس کی پیشانی سے سرک کر گلے میں آگئی اور گلا گھٹ جانے سے وہ مرگئی (۲۰) قرآن نے اس کو "حَمَّالَةَ الْحَطَبِ" کہا ہے۔

بعض نے "حَمَّالَةَ الْحَطَب" کے معنی چغلخور کے لئے ہیں اور محاورات عرب میں اسی معنی میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے (۲۱) جیسے فارسی میں بھی ایسے شخص کو "ہیزم کش" کہتے ہیں، مجاہد نے یہی معنی کئے ہیں۔

فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِنْ مَسَدٍ ـ يقال: مِنْ مَسَدٍ: لِيفِ الْمُقْلِ

"اور اس کے گلے میں خوب بٹی ہوئی ایک رسی ہے" یا تو اس رسی سے وہ رسی مراد ہے جو موت کے وقت اس کے گلے میں تھی جیسا کہ اوپر گزرا، یہ رسی گوگل درحت کی چھال کی تھی، مُقل درخت "گوگل" کو کہتے ہیں جو کھجور کے درخت کے مشابہ ہوتا ہے اور یا اس سے لوہے کی وہ زنجیر مراد ہے جو جہنم میں اس کے گلے میں پڑے گی (۲۲) لیکن ان میں کوئی تعارض نہیں، دونوں مراد ہوسکتے ہیں۔

حضرت شیخ الہند نے "مونجھ کے درخت کی رسی" ترجمہ کیا ہے جو بہت مضبوط ہوتی ہے اور چبھنے والی ہوتی ہے۔

٤٧٠ – باب: تَفْسِيرُ قَوْلِهِ: «قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ». (الْإِخْلَاصِ)

يُقَالُ: لَا يُنَوَّنُ «أَحَدٌ» أَيْ وَاحِدٌ.

٤٦٩٠: حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ: حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ: حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ: (قالَ ٱللَّهُ: كَذَّبَنِي ٱبْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ، فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ: لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي، وَلَيْسَ أَوَّلُ

---

(۲۰) الجامع لاحکام القرآن: ۲۴۰/۲۰

(۲۱) فتح القدیر للشوکانی: ۵۱۲/۵ والبحر المحیط: ۵۲۶/۸ والجامع لاحکام القرآن: ۲۳۹/۲۰

(۲۲) روح المعانی: ۳۰۵/۳۰

الخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ : ٱتَّخَذَ ٱللهُ وَلَدًا وَأَنَا ٱلْأَحَدُ الصَّمَدُ ، لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ ، وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُؤًا أَحَدٌ) . [ر : ٣٠٢١]

يقال: لَا يُنَوَّنُ "اَحَدٌ" اَیْ وَاحِدٌ

ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" کو جب ملا کر پڑھیں گے تو "احد" پر تنوین نہیں پڑھی جائے گی، ہم تو تنوین کی وجہ سے وصل کرتے وقت، "اَحَدُنِ اللّٰهُ الصَّمَدُ" پڑھتے ہیں لیکن ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ بغیر تنوین "اَحَدُ اللّٰهُ الصَّمَدُ" پڑھا جائے گا۔

٤٧١ – باب : قَوْلُهُ : «اللّٰهُ الصَّمَدُ» /٢/ .

وَالْعَرَبُ تُسَمِّي أَشْرَافَهَا الصَّمَدُ ، قالَ أَبُو وَائِلٍ : هُوَ السَّيِّدُ الَّذِي ٱنْتَهَى سُودَدُهُ .

٤٦٩١ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قالَ : وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ هَمَّامٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (كَذَّبَنِي ٱبْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ ، وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذٰلِكَ ، أَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ أَنْ يَقُولَ : إِنِّي لَنْ أُعِيدَهُ كَمَا بَدَأْتُهُ ، وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ أَنْ يَقُولَ : ٱتَّخَذَ ٱللهُ وَلَدًا ، وَأَنَا الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ ، وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُؤًا أَحَدٌ . «لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ . وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ» .

كُفُؤًا وَكَفِيئًا وَكِفَاءً وَاحِدٌ . [ر : ٣٠٢١]

لفظ صمد کے بہت سے معنی ہوسکتے ہیں اسی لئے حضرات مفسرین کے اس میں بہت سے اقوال ہیں لیکن صمد کے اصل معنی یہ ہیں کہ جس کی طرف لوگ اپنی حاجات اور ضروریات میں رجوع کریں اور جو بڑائی اور سیادت کی انتہا پر ہو کہ اس سے کوئی بڑا نہ ہو، سب اس کے محتاج ہوں اور وہ کسی کا محتاج نہ ہو (۲۳)۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سورۃ اخلاص دو مرتبہ نازل ہوئی ہے، ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں، جب مشرکین نے آکر آپ سے یہ کہا تھا کہ اپنے رب کا نسب نامہ بیان کیجئے اور اس کے بعد مدینہ منورہ میں یہود نے یہی سوال آپ سے کیا تھا، اس وقت یہ دوبارہ اتری (۲۴)۔

(۲۳) "قال ابن الانباری: لاخلاف بین اهل اللغة ان الصمد هو السید الذی لیس فوقه احد الذی یصمد الیه الناس فی امورهم وحوائجهم" (البحر المحیط: ۵۲۸/۸)

(۲۴) دیکھیے مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیة، کتاب التفسیر (الجزء الرابع) سورۃ الاخلاص: ۱۹۱/۱۷

لیکن یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایک ہی مرتبہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے تاہم جب یہود نے مدینہ منورہ میں آکر اس قسم کا سوال کیا تو حضرت جبرئیل نے آکر بتادیا کہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ" پڑھ دیجئے۔

٤٧٢ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ» . (الْفَلَقِ)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ : «غَاسِقٍ» اللَّيْلِ «إِذَا وَقَبَ» /٣/ : غُرُوبُ الشَّمْسِ . يُقَالُ : أَبْيَنُ مِنْ فَرَقِ وَفَلَقِ الصُّبْحِ . «وَقَبَ» إِذَا دَخَلَ فِي كُلِّ شَيْءٍ وَأَظْلَمَ .

مجاھد نے یہاں "غَاسِقٍ" کی تفسیر "لیل" سے کی ہے اور "إِذَاوَقَبَ" کے معنی غروب شمس بیان کئے ہیں۔

فلق پو پھٹنے کو کہتے ہیں (صبح صادق کی روشنی کا جب ابتداءً ظہور ہوتا ہے تو اسے پو پھٹنا کہتے ہیں) مثل ہے "ابین من فرَق الصبح وفلَق الصبح" یعنی یہ بات صبح کے تڑکے اور روشنی کے ظہور سے زیادہ ظاہر اور واضح ہے۔

اور "وَقَبَ" اس وقت کو کہتے ہیں کہ جب کوئی شئے کسی بھی چیز میں داخل ہوجائے اور اندھیرا چھا جائے، یہاں غروب آفتاب مراد ہے اس لئے کہ اس سے بھی اندھیرا چھا جاتا ہے۔

٤٦٩٢ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَاصِمٍ وَعَبْدَةَ ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ : سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ عَنِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ فَقَالَ : سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : (قِيلَ لِي فَقُلْتُ) . فَنَحْنُ نَقُولُ كما قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ . [٤٦٩٣]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے معوذتین کے متعلق سوال کیا گیا کہ یہ قرآن مجید میں داخل ہیں یا نہیں؟ تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بتایا کہ آپؐ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا۔

قیل لی فقلت

یعنی مجھے "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" اور "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" پڑھنے کے لئے کہا گیا، مقصد یہ ہے کہ حضرت جبرئیل وحی لیکر آئے تو میں نے اسے پڑھا۔

فنحن نقول کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں تو ہم بھی اسے اسی طرح پڑھتے ہیں جس طرح آپؐ پڑھتے تھے

یعنی آپ ؐ نے ان کو وحی متلو بنایا اور قرآن کا جزء قرار دیا تو ہم بھی اسے وحی متلو کہتے ہیں اور قرآن کا جزء سمجھتے ہیں۔

٤٧٣ - باب : تَفْسِيرُ سُورَةِ : «قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ» . (النَّاس)

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : «الْوَسْوَاسِ» /٤/ : إِذَا وُلِدَ خَنَسَهُ الشَّيْطَانُ ، فَإِذَا ذُكِرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ذَهَبَ ، وَإِذَا لَمْ يُذْكَرِ اللهُ ثَبَتَ عَلَى قَلْبِهِ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ" میں وسواس کی تفسیر منقول ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو چوکا لگاتا ہے، پھر جب وہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہے اور بچے کے کان میں اذان دی جاتی ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے لیکن اگر اللہ کا نام نہیں لیاجاتا تو شیطان اس کے دل پر جم جاتا ہے۔

یہاں عبارت ہے "وَاذا وَلد خَنَسَہُ الشَّیطَان" قاضی عیاض اور ابن التین نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ "خنس" کے معنی تو "رجع" اور "انقبض" کے آتے ہیں سیاق کلام کا تقاضہ یہ ہے کہ "خنس" کے بجائے "نخس" ہو جس کے معنی چوکے مارنے کے آتے ہیں (۲۵)

لیکن اگر "خنس" ہو تو یہ توجیہ کی جاسکتی ہے کہ شیطان آکر چوکا مارتا ہے اور چوکے مار کر اسے اس کی جگہ سے ہٹا دیتا ہے اور پیچھے کردیتا ہے (۲۶)۔

٤٦٩٣ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ أَبِي لُبَابَةَ ، عَنْ زِرِّ ابْنِ حُبَيْشٍ . وَحَدَّثَنَا عاصِمٌ ، عَنْ زِرٍّ قالَ : سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ : قُلْتُ : يَا أَبَا الْمُنْذِرِ ، إِنَّ أَخَاكَ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا ؟ فَقَالَ أُبَيٌّ : سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ ، فَقَالَ لِي : (قِيلَ لِي فَقُلْتُ) . قالَ : فَنَحْنُ نَقُولُ كَمَا قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ . [ر : ٤٦٩٢]

حضرت عبداللہ بن مسعود اور معوذتین

معوذتین کے کلام اللہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور سب کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے، اسی طرح معوذتین کے قرآن ہونے پر تمام صحابہ کا اجماع ہے اور ان کے عہد سے آج تک تواتر کے ساتھ

(۲۵) فتح الباری: ۸/۷۴۲۔

(۲۶) فتح الباری: ۸/۷۴۲۔

(۴۶۹۳-۴۶۹۲) واخرجہ النسائی فی السنن الکبریٰ، فی التفسیر رقم الحدیث:

ثابت ہے ، البتہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں مختلف آراء ہیں کہ وہ اس کو قرآن کا جزء مانتے ہیں یا نہیں ؟

❶ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ معوذتین کو قرآن میں شامل نہیں مانتے تھے ، چنانچہ طَبَرانی اور ابن مَرْدُوَیہ نے روایت نقل کی ہے "کان عبداللہ بن مسعود یحک المعوذتین من مصاحفہ، ویقول: انھما لیستامن کتاب اللہ " (۲۷) وہ فرماتے تھے کہ ان کے نازل کرنے کا مقصد رقیہ اور علاج تھا، معلوم نہیں تلاوت کی غرض سے اتاری گئی ہیں یا نہیں اس لئے ان کو مصحف میں درج کرنا اور قرآن میں شامل کرنا خلاف احتیاط ہے ، چنانچہ "روح البیان" میں ہے "انہ کان لایعد المعوذتین من القرآن، وکان لایکتبھما فی مصحفہ، یقول: انھما منزلتان من السماء، وھما من کلام رب العالمین، ولکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرقی ویعوذبھما، فاشتبہ علیہ انھما من القرآن اولیستامنہ؛ فلم یکتبھما فی المصحف " (۲۸)

اور ظاہر ہے کہ ان کی یہ رائے شخصی اور انفرادی تھی، صحابہ میں سے کسی نے بھی ان سے اتفاق نہیں کیا، چنانچہ بزار فرماتے ہیں "ولم یتابع ابن مسعود علی ذلک احد من الصحابة " (۲۹)

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ انہوں نے بعد میں رجوع کرلیا تھا اور تمام صحابہ کے ساتھ متفق ہوگئے تھے (۳۰)۔

❷ ابوبکر باقلانی اور قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان کے قرآن میں شامل ہونے کا انکار نہیں کرتے تھے البتہ مصحف میں لکھنے کے وہ منکر تھے کیونکہ ان کی رائے یہ تھی کہ مصحف میں قرآن کریم کا کوئی بھی حصہ اسی وقت لکھا جائے گا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لکھنے کی اجازت دیدیں اور معوذتین کے متعلق مصحف میں لکھنے کی اجازت شاید ان کو معلوم نہیں ہوئی اس لئے وہ اس کو مصحف میں نہیں لکھتے تھے (۳۱)۔

باقی طَبَرانی اور ابن مَرْدُوَیہ کی جس روایت میں ہے "ویقول: انھما لیستامن کتاب اللہ " تو وہاں "کتاب اللہ" سے مصحف مراد ہیں (۳۲)۔

---

(۲۷) فتح الباری: ۸/۷۴۲و روح المعانی: ۳۰/۳۲۲

(۲۸) روح البیان:

(۲۹) فتح الباری: ۸/۷۴۲و روح المعانی: ۳۰/۳۲۲

(۳۰) روح المعانی: ۳۰/۳۲۲

(۳۱) فتح الباری: ۸/۷۴۲

(۳۲) فتح الباری: ۸/۷۴۳

۳ امام نووی، ابن حزم ظاہری اور امام فخر الدین رازی وغیرہ علماء نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف اس قول کی نسبت ہی کو باطل قرار دیا، چنانچہ نووی فرماتے ہیں "اجمع المسلمون علی ان المعوذتین والفاتحة من القرآن، وان من جحد منهما شيئاً كفر، ومانقل عن ابن مسعود باطل ليس بصحيح " اور ابن حزم فرماتے ہیں "ما نقل عن ابن مسعود من انكار قرآنية المعوذتين، فهو كذب باطل " اور امام رازی فرماتے ہیں "الاغلب على الظن ان هذا النقل عن ابن مسعود كذب باطل " (۳۳)

اور اس کے غلط ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ عاصم، حمزہ اور کسائی کی روایتِ قراءت کے سلسلہ کی سند حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تک پہنچتی ہے اور اس میں معوذتین موجود ہیں (۳۴)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسجد نبوی میں ہر سال ماہ رمضان میں صلاۃ تراویح پڑھتے تھے اور امام اس میں معوذتین پڑھتے تھے لیکن آپ اعتراض نہیں کرتے تھے (۳۵) اس لئے ان کی طرف مذکورہ قول کی نسبت کرنا کہ وہ اس کو قرآن میں شامل نہیں سمجھتے تھے درست نہیں ہے۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ روایات صحیحہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مذکورہ قول ثابت ہے اور ان روایات پر بغیر کسی مستند دلیل کے طعن کرنا لائق قبول نہیں ہے (۳۶)۔

علامہ عبدالعلی لکھنوی نے مسلم الثبوت کی شرح "فواتح الرحموت" میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ پر رد کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ابن مسعود کی طرف اس قول کی نسبت سراسر غلط ہے، صحت سند کے لئے متن کی صحت لازم نہیں جب کہ انقطاع باطنی پایا جاتا ہو، چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

"فنسبة انكار كونها من القرآن اليه غلط فاحش، ومن أسند الانكار الى ابن مسعود فلا يعبأ بسنده عند معارضة هذه الأسانيد الصحيحة بالاجماع، والمتلقاة عند العلماء الكرام، بل والأمة كلها كافة " (۳۷)

بہرحال محقق علماء کی اکثریت نے ان روایتوں کو ضعیف یا کم از کم ناقابل قبول بتایا ہے جو حضرت ابن مسعودؓ کی طرف یہ مذہب منسوب کرتی ہیں حافظ ابن حجر اور علامہ ہیثمی نے اگرچہ تصریح کی ہے کہ ان روایتوں کے تمام روای ثقہ ہیں (۳۸) لیکن صرف راویوں کا ثقہ ہونا ہی کسی روایت کے صحیح ہونے کے

---

(۳۳) دیکھئے الاتقان فی علوم القرآن: ۸۱/۲ و المحلی لابن حزم: ۱۳/۱ و فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت: ۱۲/۲ و مقالات الکوثری: ۱٦

(۳۴) دیکھئے البدر الساری الی فیض الباری: ۲٦۲/۴ و النشر فی القراآت العشر لابن الجزری: ۱۵٦/۱-۱٦٦

(۳۵) البدر الساری الی فیض الباری: ۲٦۲/۴

(۳٦) فتح الباری: ۷۴۳/۸

(۳۷) فواتح الرحموت: ۹/۲-۱۰

(۳۸) فتح الباری: ۷۴۳/۸ و مجمع الزوائد للہیثمی: ۱۴۹/۷

لئے کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں کوئی علت یا شذوذ نہ پایا جائے، چنانچہ محدثین نے حدیث صحیح کی تعریف میں یہ بات لکھی ہے کہ وہ روایت ہر قسم کی علت اور شذوذ سے خالی ہو، اگر روایت میں علت یا شذوذ پایا جاتا ہو تو راویوں کے ثقہ ہونے کے باوجود اس کو صحیح قرار نہیں دیا جاتا (۳۹) اس لئے ان روایات کو راویوں کے ثقہ ہونے کے باوجود کئی علماء نے ناقابل قبول قرار دیا

ایک تو اس لئے کہ یہ روایتیں معلول ہیں اور ان کی سب سے بڑی علت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ان قراءتوں کے خلاف ہیں جو ان سے بطریق تواتر منقول ہیں۔

جس روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "انهما ليستا من كتاب الله" یہ قول صرف عبدالرحمن بن یزید نخعی سے منقول ہے اور کسی نے صراحۃً یہ جملہ نقل نہیں کیا ہے (۴۰) اور متواترات کے خلاف ہونے کی وجہ سے یہ جملہ یقیناً شاذ ہے اور "حدیث شاذ" مقبول نہیں ہوتی۔

اور اگر بالفرض ان روایتوں کو صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی یہ اخبار آحاد ہیں اور اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ جو خبرواحد متواترات اور قطعیات کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں ہوتی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جو قراءتیں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں وہ قطعی ہیں، لہذا ان کے مقابلے میں یہ اخبار یقیناً واجب الرد ہیں (۴۱)۔

اب صرف یہ سوال رہ جاتا ہے کہ اتنے ثقہ راویوں نے ایسی بے اصل بات کیونکر روایت کردی؟
اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایتوں کی حقیقت یہ ہوسکتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ معوذتین کو قرآن کا جزء تو مانتے ہیں لیکن انہیں مصحف میں نہ لکھتے تھے، مصحف میں کیوں نہیں لکھتے تھے اس کی ایک وجہ تو قاضی عیاض کے حوالہ سے گزر چکی ہے اور علامہ زاہدالکوثری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ معوذتین کو مصحف میں اس لئے نہیں لکھتے تھے کہ ان کے بھولنے کا کوئی ڈر نہیں تھا، کیونکہ ہر مسلمان کو یاد ہوتی ہیں (۴۲) واللہ اعلم وعلمہ اتم

وهذا آخر ما اردنا ايراده من شرح احاديث كتاب التفسير من صحيح البخاري رحمه الله تعالى للشيخ المحدث الجليل سليم الله خان حفظه الله ورعاه ومتعنا الله بطول حياته..... وقد وقع الفراغ من تسويده وعادة النظر فيه ثم تصحيح ملازم الطبع بيوم الاثنين ۹ من ذى القعدة ۱۴۱۸ ھ الموافق ۹ من مارس ۱۹۹۸ م والحمد لله الذى بنعمته تتم الصالحات وصلى الله على النبى الامى وآله وصحبه وتابعيهم وسلم عليه وعليهم ما دامت الارض والسموٰت، رتبه وراجع نصوصه وعلق عليه ابن الحسن العباسي عضو قسم التحقيق والتصنيف والاستاذ بالجامعة الفاروقية وفقه الله تعالى لاتمام باقى الكتب كما يحبه ويرضاه وهو على كل شىء قدير، ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم، ويليه ان شاء الله شرح كتاب فضائل القرآن

(۳۹) دیکھیے، مقدمة ابن الصلاح فى علوم الحديث: ۸-۷ و تيسير مصطلح الحديث: ۳۳ و مقدمة فتح الملهم: ۱/۴۰

(۴۰) دیکھئے، مجمع الزوائد للهيثمى: ۷/۱۴۹ و الفتح الربانى: ۱۸/۳۵۱-۳۵۲ (۴۱) مقالات الكوثرى: ۱۶ (۴۲) مقالات الكوثرى: ۱۶

مصادر و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع/ناشر
۱	ایضاح البخاری	مولانا فخر الدین صاحب	مکتبہ مجلس قاسم المعارف دیوبند
۲	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین سیوطی	مصطفی البابی الحلبی
۳	اسد الغابہ فی معرفہ الصحابہ	عزالدین ابن الاثیر جزری	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۴	الاصابہ	حافظ ابن حجر	دار الفکر، بیروت
۵	اسباب النزول	جلال الدین سیوطی	مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ
۶	اساس البلاغہ	محمود بن عمر زمخشری	دار المعرفہ، بیروت
۷	السعایہ	مولانا عبد الحی لکھنوی	سہیل اکیڈمی، لاہور
۸	الاستیعاب	علامہ ابن عبد البر	دار الفکر، بیروت
۹	احکام القرآن	علامہ ابوبکر احمد بن علی جصاص	دار الکتاب العربی، بیروت
۱۰	احکام القرآن	محمد بن عبد اللہ: ابن العربی، مالکی	دار المعرفہ، بیروت
۱۱	احکام القرآن	مفتی محمد شفیع و مولانا ظفر احمد عثمانی	ادارۃ القرآن، کراچی
۱۲	احکام القرآن	امام شافعی (جمعہ البیہقی)	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۳	اکتشاف کہف اصحاب کہف	رفیق وفا دجانی	
۱۴	الانتصاف علی الکشاف	احمد بن منیر	دار الکتاب العربی، بیروت
۱۵	ارشاد الساری	احمد بن محمد قسطلانی	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۶	الاعلام	خیر الدین زرکلی	دار العلم للملایین
۱۷	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد عثمانی	ادارۃ القرآن، کراچی
۱۸	اعانۃ الطالبین	سید ابوبکر المشہور بالسید بکری	احیاء التراث العربی، بیروت
۱۹	الانصاف فی معرفہ الراجح من الخلاف	علاء الدین علی بن سلیمان مرداوی	دار احیاء التراث العربی
۲۰	اوجز المسالک	شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ	ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
۲۱	اکمال اکمال المعلم	محمد بن خلفہ ابی مالکی	دار الکتاب العلمیہ، بیروت

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع/ناشر
۲۲	انباہ الرواۃ	جمال الدین علی بن یوسف قفطی	داراحیاء التراث، بیروت
۲۳	الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار	ابوبکر محمد بن موسی ہمدانی	مطبعہ علمیہ، حلب
۲۴	اصول البزدوی	ابوالحسن علی ابن محمد البزدوی	الصدف پبلشرز، کراچی
۲۵	البحر المحیط	محمد بن یوسف ابوحیان مالکی اندلسی	دارالفکر، بیروت
۲۶	البدر الساری	مولانا بدرعالم میرٹھی	خضرراہ بک ڈپو دیوبند
۲۷	بیان القرآن	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	مطبع مجتبائی، دہلی
۲۸	البحر الرائق	شیخ زین العابدین ابن نجیم	ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی
۲۹	بدایہ المجتہد	ابن رشد قرطبی	مصطفی البابی، مصر
۳۰	بدائع الصنائع	علامہ علاء الدین بن مسعود کاسانی	ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی
۳۱	البرہان فی علوم القرآن	بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی	دارالمعرفہ، بیروت
۳۲	البیان والتبیین	عمرو بن بحر الجاحظ	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۳۳	بغیہ الوعاۃ	علامہ جلال الدین سیوطی	مکتبہ عیسی البابی، مصر
۳۴	بلغۃ السالک لاقرب المسالک	احمد بن محمد الصاوی مالکی	مطبعہ مصطفی البابی، مصر
۳۵	تذکرۃ الحفاظ	شمس الدین ذہبی	دارحیاء التراث العربی
۳۶	تیسیر مصطلح الحدیث	محمود بن احمد طحان	مکتبۂ دارالتراث، کویت
۳۷	تہذیب التہذیب	حافظ ابن حجر	دار صادر، بیروت
۳۸	تقریب التہذیب	حافظ ابن حجر	دارالرشید، حلب
۳۹	تاریخ بغداد	احمد خطیب بغدادی	دارالکتاب العربی، بیروت
۴۰	تاریخ ارض القرآن	مولانا سید سلیمان ندوی	مجلس نشریات اسلام
۴۱	تاریخ تفسیر ومفسرین	غلام احمد حریری	ملک سنز پبلشرز، فیصل آباد
۴۲	تاریخ بخاری کبیر	امام بخاری	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۴۳	تغلیق التعلیق	حافظ ابن حجر	المکتب الاسلامی
۴۴	تبییض الصحیفہ	حافظ جلال الدین سیوطی	مولانا عاشق الہی برنی
۴۵	تدریب الراوی	جلال الدین سیوطی	مکتبۂ علمیہ، مدینہ منورہ
۴۶	التقریب	امام نووی	مکتبۂ علمیہ، مدینہ منورہ

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع/ناشر
۴۷	تعلیقات لامع الدراری	شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب	مکتبہ امدادیہ، مکہ مکرمہ
۴۸	تعلیقات المصنوع	شیخ عبد الفتاح ابوغدہ	ادارہ نشر الثقافہ النعمانیہ، کراچی
۴۹	تعلیقات الانساب	عبداللہ عمر البارودی	دار الجنان، بیروت
۵۰	تعلیقات البخاری	مصطفی دیب بغا	دار ابن کثیر، بیروت
۵۱	تکملہ فتح الملہم	مولانا محمد تقی عثمانی	مکتبہ دار العلوم کراچی
۵۲	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی	مکتبہ الاعلام الاسلامیہ، ایران
۵۳	تفسیر عثمانی	علامہ شبیر احمد عثمانی	مجمع الملک، فہد سعودی عرب
۵۴	تفسیر ابن جریر	حافظ ابن جریر طبری	دار المعرفہ، بیروت
۵۵	تفسیر ابن کثیر	اسماعیل ابن کثیر	دار الفکر، بیروت
۵۶	تفسیر الجمل	شیخ سلیمان الجمل	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۵۷	تفسیر صاوی	احمد بن محمد الصاوی	مکتبہ دار الباز، مکہ مکرمہ
۵۸	تفسیر خازن	علی بن محمد خازن	دار المعرفہ، بیروت
۵۹	تفسیر ابی السعود	ابی السعود محمد بن العمادی	دار احیاء التراث الاسلامی، بیروت
۶۰	تفسیر سورۃ کہف	مولانا شیر علی شاہ	مؤتمر المصنفین، اکوڑہ خٹک
۶۱	التحریر والتنویر	شیخ محمد طاہر ابن عاشوراء	الدار التونسیہ، تیونس
۶۲	ترجمان قرآن	مولانا ابوالکلام آزاد	مکتبہ سعید ناظم آباد
۶۳	التعلیق الصبیح	مولانا ادریس کاندھلوی	مکتبہ عثمانیہ، لاہور
۶۴	التعلیق المحمود (حاشیہ ابی داوٗد)	مولانا فخر الحسن گنگوہی	ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی
۶۵	التلخیص الحبیر	حافظ ابن حجر	دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور
۶۶	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ مظہری	بلوچستان بک ڈپو، کوئٹہ
۶۷	تفسیر نسفی	عبداللہ بن احمد نسفی	دار احیاء الکتب العربیہ، مصر
۶۸	تاج العروس	محمد مرتضی زبیدی	دار مکتبہ الحیاۃ، بیروت
۶۹	تفسیر بیضاوی	عبداللہ بن عمر بیضاوی	مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
۷۰	تفسیر القاسمی (محاسن التاویل)	محمد جمال الدین قاسمی	دار الفکر، بیروت
۷۱	التفسیر الواضح	محمود حجازی	

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع/ناشر
۷۲	تفسیر المراغی	احمد مصطفی مراغی	مطبعہ مصطفی البابی، مصر
۷۳	تفسیر ثعلبی (جواہر الحسان فی تفسیر القرآن)	عبدالرحمن بن محمد ثعالبی	مؤسسہ الاعلمی، بیروت
۷۴	توضیح و تلویح	علامہ تفتازانی	نور محمد کتب خانہ
۷۵	تخریج احادیث اصول البزدوی	قاسم بن قطلوبغا	الصدف پبلشرز، کراچی
۷۶	ترجمان السنہ	مولانا بدر عالم میرٹھی	ایچ، ایم سعید کمپنی
۷۷	تیسیر الباری	مولانا وحید الزمان	تاج کمپنی لیمیٹڈ، پاکستان
۷۸	تفسیر منیر	وہبہ الزحیلی	دارالفکر، بیروت
۷۹	الجامع لاحکام القرآن	محمد بن احمد قرطبی	دارالفکر، بیروت
۸۰	جلاء الافہام فی الصلاۃ علی خیر الانام	علامہ ابن قیم	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۸۱	جامع الاصول	مبارک ابن احمد ابن اثیر جزری	دارالفکر، بیروت
۸۲	جلالین	جلال الدین سیوطی و محلی	ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
۸۳	جامع البیان (علی ہامش الجلالین)	سید معین الدین	ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
۸۴	جہان دیدہ	مولانا محمد تقی عثمانی	ادارۃ المعارف، کراچی
۸۵	الجرح والتعدیل	عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی	دائرۃ معارف عثمانیہ، حیدرآباد دکن
۸۶	الحاوی للفتاوی	جلال الدین سیوطی	مکتبہ نوریہ، فیصل آباد
۸۷	حاشیہ برخوردار	مولوی برخوردار ملتانی	مکتبہ حبیبیہ، کوئٹہ
۸۸	حاشیہ صحیح البخاری	احمد علی سہارنپوری	قدیمی کتاب خانہ، کراچی
۸۹	حاشیہ صحیح البخاری	ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی	قدیمی کتاب خانہ، کراچی
۹۰	حاشیہ القنوی علی تفسیر البیضاوی	حافظ اسماعیل قنوی	مکتبہ محمودیہ، استانبول
۹۱	حاشیہ سیرت النبی ﷺ	مولانا سید سلیمان ندوی	دارالاشاعت، کراچی
۹۲	حاشیہ حمداللہ	شیخ عبداللہ ٹونکی	سعید اینڈ سنز، کراچی
۹۳	الحاوی الکبیر	علی بن محمد بن حبیب ماوردی	دارالفکر، بیروت
۹۴	حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ	ادارہ الطباعہ المنیریہ، مصر
۹۵	حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم اصبہانی	دارالفکر، بیروت
۹۶	حمداللہ شرح سلم العلوم	مولوی حمداللہ	محمد سعید اینڈ سنز

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع/ناشر
۹۷	خلاصہ الخزرجی	علامہ صفی الدین خزرجی	دار الفکر، بیروت
۹۸	الخصائص الکبریٰ	جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۹۹	دلائل النبوۃ	ابو نعیم اصبہانی	دار النفائس
۱۰۰	دلائل النبوۃ	احمد بن الحسین بیہقی	مکتبہ اثریہ، لاہور
۱۰۱	الدر المختار	محمد بن علی حصکفی	ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی
۱۰۲	الدر المنثور	جلال الدین سیوطی	مؤسسہ الرسالہ
۱۰۳	روح المعانی	ابو الفضل محمود آلوسی	مکتبہ امدادیہ، ملتان
۱۰۴	الروض الانف	عبد الرحمن بن عبد اللہ سہیلی	مکتبہ فاروقیہ، ملتان
۱۰۵	رفع الصوت بذبح الموت	جلال الدین سیوطی	مکتبہ رضویہ، فیصل آباد
۱۰۶	زاد المعاد	علامہ ابن القیم	مؤسسہ الرسالہ
۱۰۷	سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید: ابن ماجہ	دار الکتب المصری، قاہرہ
۱۰۸	سنن نسائی	احمد بن شعیب نسائی	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۱۰۹	السنن الکبریٰ	احمد بن شعیب نسائی	ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
۱۱۰	سنن ابی داوٗد	سلیمان بن اشعث: ابوداود	دار احیاء السنۃ النبویہ
۱۱۱	سنن دار قطنی	علی بن عمر دار قطنی	دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور
۱۱۲	سیر اعلام النبلاء	شمس الدین بن محمد ذہبی	مؤسسہ الرسالہ
۱۱۳	السیرۃ الحلبیہ	علی بن برہان الدین حلبی	المکتبہ الاسلامیہ، بیروت
۱۱۴	سیرۃ ابن ہشام	ابو محمد عبد اللہ بن ہشام	مصطفی البابی، مصر
۱۱۵	سیرۃ النبی	مولانا شبلی نعمانی	دار الاشاعت، کراچی
۱۱۶	سنن الترمذی	محمد بن عیسی ترمذی	دار احیاء التراث العربی، بیروت
۱۱۷	شرح الکرمانی	محمد بن یوسف، الکرمانی	دار احیاء التراث العربی، بیروت
۱۱۸	شرح تہذیب	ملا عبد اللہ یزدی	فاروقی کتب خانہ
۱۱۹	الشرح الصغیر	احمد بن محمد دردیر	دار المعارف، مصر
۱۲۰	الشرح الکبیر (العزیز شرح الوجیز)	عبد الکریم بن محمد رافعی	مکتبہ عباس احمد الباز، مکہ مکرمہ
۱۲۱	شرح مسلم	یحییٰ بن شرف، نووی	قدیمی کتب خانہ، کراچی

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع/ناشر
۱۲۲	شرح معانی الآثار	احمد بن محمد طحاوی	ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی
۱۲۳	شرح ملا علی القاری علی الفقہ الاکبر	ملا علی قاری	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۱۲۴	شرح الطیبی	حسین بن محمد طیبی	ادارۃ القرآن، کراچی
۱۲۵	شرح الکوکب المنیر	محمد بن احمد: ابن النجار	دار الفکر، دمشق
۱۲۶	شرح العقیدۃ الطحاویہ	علی بن العز حنفی	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۱۲۷	شیخ محمد بن عبد الوہاب اور علماء حق	مولانا محمد منظور نعمانی	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۱۲۸	صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل بخاری	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۱۲۹	صحیح مسلم	مسلم بن حجاج	قدیمی کتب خانہ/دار الفکر
۱۳۰	صفوۃ التفاسیر	محمد علی صابونی	دار القرآن الکریم، بیروت
۱۳۱	الصواعق المرسلہ	علامہ ابن قیم	
۱۳۲	طبقات ابن سعد	محمد بن سعد	دار صادر، بیروت
۱۳۳	عمدۃ القاری	محمد بن احمد عینی	المطبعہ المنیریہ، بیروت
۱۳۴	عمل الیوم واللیلہ	ابو بکر احمد بن محمد: ابن السنی	مؤسسہ علوم القرآن، بیروت
۱۳۵	العدۃ شرح العمدۃ	بہاء الدین عبد الرحمن بن ابراہیم مقدسی	مکتبہ الریاض الحدیثہ
۱۳۶	العرف الشذی	مولانا انور شاہ کشمیری	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۱۳۷	غایۃ السعایہ	مولانا عبد الحی لکھنوی	مکتبہ خیر کثیر
۱۳۸	غرائب القرآن (علی ہامش تفسیر ابن جریر)	نظام الدین الحسن بن محمد نیساپوری	مطبعہ امیریہ، مصر
۱۳۹	فہرست ابن ندیم	محمد بن اسحاق ندیم	نور محمد کتب خانہ، کراچی
۱۴۰	فتح البیان فی مقاصد القرآن	نواب صدیق حسن خان	مطبعہ العاصمہ، قاہرہ
۱۴۱	فتح القدیر	محمد بن عبد الواحد: ابن الہمام	مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
۱۴۲	فتح القدیر	محمد بن علی شوکانی	مکتبہ مصطفی البابی، مصر
۱۴۳	الفتوحات الربانیہ علی الاذکار النواویہ	محمد بن علان صدیقی	المکتبہ الاسلامیہ
۱۴۴	فتح الباری	حافظ ابن حجر عسقلانی	دار الفکر، بیروت
۱۴۵	الفتح الربانی	احمد عبد الرحمن البنا	دار الحدیث، قاہرہ
۱۴۶	فیض الباری	مولانا انور شاہ کشمیری	خضر راہ بک ڈپو، دیوبند

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع/ناشر
۱۴۷	الفقہ الاسلامی وادلتہ	علامہ وہبہ زحیلی	مکتبۂ حقانیہ، پشاور
۱۴۸	فتاوی عالمگیری	جماعۃ من علماء الہند	نورانی کتب خانہ، پشاور
۱۴۹	فتح المغیث	عبدالرحیم بن الحسین عراقی	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۵۰	الفوز الکبیر	شاہ ولی اللہ	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۱۵۱	فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت	بحرالعلوم مولانا عبدالعلی	
۱۵۲	الفرق بین الفرق	شیخ عبدالقاہر بن طاہر بغدادی	مکتب نشر الثقافۃ الاسلامیہ
۱۵۳	القاموس المحیط	مجدالدین محمد بن یعقوب فیروزآبادی	مطبعہ مصطفی البابی، مصر
۱۵۴	قصص القرآن	مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی	ندوۃ المصنفین، دہلی
۱۵۵	القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع	محمد بن عبدالرحمن سخاوی	دارالکتاب العربی، بیروت
۱۵۶	کشاف	محمود بن عمر زمخشری	دارالکتاب العربی، بیروت
۱۵۷	الکاشف	شمس الدین ذہبی	مؤسسہ علوم القرآن، جدہ
۱۵۸	کشف الباری (کتاب المغازی)	شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان	مکتبہ فاروقیہ، کراچی
۱۵۹	الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف	حافظ ابن حجر عسقلانی	دارالکتاب العربی، بیروت
۱۶۰	الکامل فی ضعفاء الرجال	عبداللہ بن عدی	دارالفکر، بیروت
۱۶۱	کتاب الروح	علامہ ابن القیم	مکتبہ نصیر، مصر
۱۶۲	کتاب الثقات	ابوحاتم محمد بن حبان بستی	دارالفکر، بیروت
۱۶۳	الکوکب الدری	مولانا رشید احمد گنگوہی	ادارۃ القرآن، کراچی
۱۶۴	کتاب الآثار	امام اعظم ابوحنیفہ	کتب خانہ مجیدیہ، ملتان
۱۶۵	کشف الأستار	نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی	مؤسسہ الرسالہ، بیروت
۱۶۶	کنز العمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین	مکتبہ التراث الاسلامی، حلب
۱۶۷	کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام	علامہ عبدالعزیز بن احمد بن بخاری	الصدف، پبلشرز، کراچی
۱۶۸	کتاب الام	امام شافعی	دارالمعرفہ، بیروت
۱۶۹	اللباب	عبدالغنی غنیمی میدانی	مکتبہ علمیہ، بیروت
۱۷۰	لامع الدراری	مولانا رشید احمد گنگوہی	مکتبۂ امدادیہ، مکہ مکرمہ
۱۷۱	لطائف الاشارات	امام قشیری	دارالکاتب العربی، قاہرہ

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع/ناشر
۱۷۲	لسان العرب	علامہ ابن منظور افریقی	نشر الادب حوزہ، ایران
۱۷۳	معالم التنزیل	محمد حسین بن مسعود بغوی	ادارہ تالیفات اشرافیہ، ملتان
۱۷۴	معالم السنن	امام احمد بن محمد الخطابی	مطبعہ الانصار الاسلامیہ المحمدیہ
۱۷۵	المفردات فی غریب القرآن	علامہ راغب اصفہانی	نور محمد کتب خانہ، کراچی
۱۷۶	مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ	شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ	دار العربیہ، بیروت
۱۷۷	المحلی بالآثار	علی ابن احمد: ابن حزم	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۷۸	مقالات الکوثری	علامہ زاہد الکوثری	ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی
۱۷۹	مجمع الزوائد و منبع الفوائد	نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی	دار الفکر، بیروت
۱۸۰	مقدمہ ابن صلاح	عثمان بن عبد الرحمن: ابن صلاح	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۱۸۱	مقدمہ فتح الملہم	مولانا شبیر احمد عثمانی	ادارۃ القرآن، کراچی
۱۸۲	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد طبرانی	دار احیاء التراث العربی
۱۸۳	مشاہد الانصاف علی شواہد الکشاف	شیخ محمد علیان مرزوقی	دار الکتاب العربی، بیروت
۱۸۴	مجمع بحار الانوار	علامہ محمد طاہر پٹنی	مجلس دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن
۱۸۵	مشکاۃ المصابیح	محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۱۸۶	منہج الدراسات لآیات الاسماء والصفات	علامہ محمد امین شنقیطی	
۱۸۷	المعجم الوسیط	لجنہ من العلماء	انتشارات ناصر خسرو، تہران
۱۸۸	مرقاۃ المفاتیح	ملا علی قاری	مکتبہ امدادیہ، ملتان
۱۸۹	المغنی	موفق الدین: ابن قدامہ	دار الفکر، بیروت
۱۹۰	مسالک الحنفاء فی والدی المصطفی	علامہ جلال الدین سیوطی	مکتبہ رضویہ، فیصل آباد
۱۹۱	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحب	ادارۃ المعارف، کراچی
۱۹۲	موقع اصحاب کہف	محمد تیسیر ظبیان	مطبع دار الاعتصام
۱۹۳	مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل	المکتب الاسلامی، دار صادر، بیروت
۱۹۴	المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع	ملا علی قاری	ادارہ نشر الثقافۃ النعمانیہ
۱۹۵	مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر رازی	دار المعارف، مصر
۱۹۶	میزان الاعتدال	علامہ ذہبی	دار احیاء التراث العربی، بیروت
۱۹۷	مغنی المحتاج	شیخ محمد خطیب الشربینی	دار احیاء التراث العربی، بیروت

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبع/ناشر
۱۹۸	معانی القرآن	ابوزکریا یحیی بن زیاد فراء	عالم الکتب، بیروت
۱۹۹	المغرب	ابوالفتح ناصر الدین مطرزی	یوسفیہ بنوریہ، کراچی
۲۰۰	المقاصد الحسنہ	شمس الدین محمد بن عبدالرحمان سخاوی	مکتبہ خانجی، مصر
۲۰۱	مصنف ابن ابی شیبہ	عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	الدار السلفیہ، بمبئی
۲۰۲	المعرفہ والتاریخ	یعقوب بن سفیان	مؤسسہ الرسالہ
۲۰۳	المقنع فی فقہ الامام احمد بن حنبل	موفق الدین ابن قدامہ	مکتبہ الریاض الحدیثہ، ریاض
۲۰۴	المنتقی شرح الموطا	ابوالولید سلیمان بن خلف باجی	دار الکتاب العربی، بیروت
۲۰۵	المحرر الوجیز	محمد عبدالحق بن عطیہ غرناطی	مطابع الاہرام التجاریہ، قاہرہ
۲۰۶	مکمل اکمال الاکمال	محمد بن محمد تنوسی	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۰۷	معجم البلدان	یاقوت بن عبداللہ حموی	دار احیاء التراث العربی، بیروت
۲۰۸	مقدمہ مجاز القرآن	محمد فواد سزکین	مکتبہ خانجی، قاہرہ
۲۰۹	مجاز القرآن	ابوعبیدہ معمر بن المثنی	مکتبہ خانجی، قاہرہ
۲۱۰	النشر فی القرأت العشر	محمد بن الجزری	مکتبہ تجاریہ مصر
۲۱۱	نیل الاوطار	محمد بن علی شوکانی	مطبع مصطفی البابی، مصر
۲۱۲	النہایہ فی غریب الحدیث	علامہ ابن الاثیر	دار احیاء التراث العربی، بیروت
۲۱۳	النکت والعیون (تفسیر الماوردی)	علی بن حبیب ماوردی	وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، بیروت
۲۱۴	النامی شرح حسامی	مولوی محمد عبدالحق	کتب خانہ مجیدیہ، ملتان
۲۱۵	النبراس شرح شرح العقائد	عبدالعزیز بن احمد فرحاری	مکتبہ حبیبیہ، کوئٹہ
۲۱۶	وفیات الاعیان	علامہ ابن خلکان	دار صادر، بیروت
۲۱۷	ھدی الساری	حافظ ابن حجر عسقلانی	دار الفکر، بیروت
۲۱۸	الھدایہ	علی بن ابی بکر مرغینانی	ایچ، ایم سعید کمپنی، کراچی